منتخب معجزات نبوی صلی اللہ علیہ وسلم کا تحقیقی جائزہ سائنسی حقائق کے خصوصی حوالے سے

مقالہ نگار

نور بانو

نگران مقالہ

ڈاکٹر عبید احمد خان

اسسٹنٹ پروفیسر شعبہ قرآن وسنہ

جامعہ کراچی

بِسۡمِ اللّٰهِ الرَّحۡمٰنِ الرَّحِیۡمِ ۝

﴿اَللّٰهُمَّ صَلِّ عَلٰى سَيِّدِنَا وَ
مَوْلٰنَا مُحَمَّدٍ وَّ بَارِكْ وَسَلِّمْ عَلَيْهِ﴾

انتساب

حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کے نام

جن کے صدقہ، طفیل اللہ نے مجھے اس علمی کام کی توفیق عطا فرمائی۔

Department of Islamic Learning
University of Karachi-75270, Pakistan.
Tel: 92-21-9243131-7, Ext: 2390, 2478 Dir. 4825119
E-mail: drubaidkhan@hotmail.com

Dr. Ubaid Ahmed Khan

Date : 01 - 12 - 201

تصدیق

تصدیق کی جاتی ہے کہ نور بانو ولد رشید الدین نے میری نگرانی میں اپنا تحقیقی مقالہ بعنوان "منتخب معجزات نبوی ﷺ کا تحقیقی جائزہ سائنسی حقائق کے خصوصی حوالے سے" مکمل کرلیا ہے۔ان کا کام تحقیقی اور تخلیقی نوعیت کے حوالے سے اپنی مثال آپ ہے، جو انتہائی محنت و کاوشوں سے مکمل ہوا ہے اور پی ایچ ڈی کے معیار کے مطابق ہے۔ میں ان کے کام کی تحسین و ستائش کرتے ہوئے اس مقالے کو پی ایچ ڈی کی ڈگری کے حصول کے لیے پیش کرنے کی اجازت دیتا ہوں۔

ڈاکٹر عبید احمد خان

اسسٹنٹ پروفیسر کلیۂ معارف اسلامیہ

(شعبۂ قرآن وسنت)

جامعہ کراچی

فہرست مضامین

فہرست

عنوان	صفحہ نمبر

فہرست

فہرست

فہرست

فہرست

فہرست

فہرست

فہرست

فہرست

فہرست

======================

اظہار تشکّر

اللہ رب العزت کا احسان عظیم ہے کہ اس نے اپنے فضل و کرم اور اپنی نوازشات سے اس حقیر بے توقیر کو اس علمی کام کی توفیق عطا فرمائی۔ میں کلیہ ''معارف اسلامیہ'' جامعہ کراچی کے سربراہ کی انتہائی مشکور و ممنون ہوں کہ انہوں نے مجھے جامعہ میں تحقیقی کام کرنے کا موقع عنایت فرمایا اللہ تعالیٰ ان کے درجات بلند فرمائے اور ان کی مفید علمی اور انتظامی صلاحیت سے مجھے اور دیگر ریسرچ اسکالرز کو مزید مستفیض ہونے کی توفیق عطا فرمائے۔ (آمین)

اس تحقیقی مطالعے میں میرے ریسرچ سپروائزر محترم جناب ڈاکٹر عبید احمد خان صاحب کی مسلسل اور شبانہ روز کاوش کا بڑا دخل ہے۔ ان ہی کی مخلصانہ کوششوں اور اہم مشوروں، ہمت افزائیوں نے مجھے اس تحقیقی مقالے کی تکمیل کے قابل کیا۔ ان کی عنایات، حوصلہ افزا تسلیاں مجھے آئندہ بھی حوصلہ بخشتی رہیں گی۔ اللہ تعالیٰ انہیں جزائے خیر اپنی شانِ عطا کے مطابق عطا فرمائے۔

اللہ تعالیٰ میرے شوہر (صغیر ملک) جو اپنی شدید علالت کے باوجود میرا حوصلہ و ہمت بڑھاتے رہے اور کئی موقعوں پر ریسرچ سے متعلق ذاتی کاوش سے میری معاونت کرتے رہے، انہیں صحت و تندرستی اور زندگی عطا فرمائے، میرے والدین جن کی تربیت اور دعاؤں نے مجھے اس مقام تک پہنچایا، اللہ تعالیٰ ان کو مغفرت کلی عطا فرمائے اور جنت الفردوس میں اعلیٰ مقام عطا فرمائے (آمین)۔ مقالہ کی کمپوزنگ کے سلسلے میں سمیع بھائی اور مسز سمیع کی انتہائی مشکور ہوں جنہوں نے انتھک محنت اور ذاتی دلچسپی سے اس مقالہ کو حتمی شکل دینے میں بھرپور معاونت کی۔

اللہ تعالیٰ سے دعا ہے کہ میرے اساتذہ اکرام، دیگر معاونین اور خاص کر میرے صاحبزادے کو جو مسلسل معاونت کرتے رہے۔ ان تمام لوگوں کو اللہ تعالیٰ اپنی شایانِ شان جزاء عطا فرمائے۔

آمین ثم آمین

یا رَبّ العالمین

﴾بسم اللہ الرحمٰن الرحیم﴿

"منتخب معجزات نبوی ﷺ کا تحقیقی جائزہ سائنسی حقائق کے خصوصی حوالے سے"

"مقدمہ"

تعارف موضوع:

الحمد للّٰہ رب العالمین وصلوٰۃ و السلام علیٰ رسولہ الکریم

اللہ تعالیٰ نے انسان کو اپنی تمام مخلوقات میں جو شرف و بزرگی عطا فرمائی اور اپنی نیابت کا جو اعزاز بخشا اس فرض کی ادائیگی کے لیے خالقِ کائنات نے اپنی اس مشرف مخلوق کو بے آسرا نہیں چھوڑا بلکہ اس کی رہنمائی کے لیے ہر دور، ہر زمانے اور ہر جگہ انبیاء علیہ السلام مبعوث فرمائے تا کہ گمراہی میں بھٹکتی ہوئی اس مخلوق کو صراطِ مستقیم کی راہ سمجھانے کے لیے نورِ ہدایت کی شمع روشن کریں۔ اللہ تعالیٰ اپنے اس مقصدِ عظیم کے لیے جن ہستیوں کو منتخب فرماتا اور ابلاغِ حق کے لیے چن لیتا ہے ان کے قلب و روح کو اپنے علم و حکمت کے خزینوں سے اس قدر منور کر دیتا ہے کہ ان کے سامنے عشقِ حق و صداقت کے سوا ہر شے بے معنی ہو جاتی ہے۔ انبیاء علیہ السلام کا پیغام اور ان کا اپنا وجود مجسم سچائی کی دلیل ہوتا ہے لیکن اتمامِ حجت کے لیے انبیاء علیہ السلام سے کچھ ایسے واقعات ظہور پذیر ہوتے ہیں جو عام حالات میں انسان کی دسترس سے باہر نظر آتے ہیں اور ان کی توجیہہ و تعلیل اور اسباب و علل سے انسانی عقل اپنے آپ کو عاجز اور بے بس پاتی ہے۔ ان واقعات میں غیب کا دخل نظر آتا ہے اور نبیؐ اور پیغمبر کی ذات جن کے تعلق سے ان واقعات کا ظہور ہوتا ہے علمِ غیب کے ساتھ ان کا ربط اور تعلق ظاہر ہوتا ہے۔ گویا یہ واقعات تائیدِ غیبی کی آیات یا نشانیاں ہیں۔ ان ہی واقعات کو معجزات کہا جاتا ہے۔ قرآن کریم میں معجزات کے لیے **بینات، براھن** اور **آیات** کے الفاظ استعمال ہوئے ہیں۔ جیسے حضرت ابراہیمؑ پر آگ کا سرد ہو جانا، موسیٰؑ کے عصا کا اژدہا بن جانا، حضرت عیسیٰؑ کا بغیر باپ کے پیدا ہونا، حضرت محمد ﷺ کا چشم زدن میں مسجد الحرام سے لے کر مسجدِ اقصیٰ اور سدرۃ المنتہیٰ تک کی سیر کرنا۔

اصل ایمان معجزات کے ظاہر ہوئے بغیر بھی اللہ اور انبیاءؑ کی تعلیمات پر یقین رکھتے ہیں البتہ انہیں معجزات کے ذریعے تائیدِ الٰہی حاصل ہوتی ہے۔ جبکہ معجزات کا ظہور خاص طور پر ان لوگوں پر اثر انداز ہوتا ہے جن کے قلب ایمان کی سچائی کو قبول کرنے کے قابل نہیں ہیں یا ان کا نفس غفلت کے پردے میں سچائی کو قبول کرنے سے قاصر ہے۔ معجزہ کا ظہور دفعتاً انہیں جھنجھوڑتا ہے اور ان کا نفس غفلت کے پردے سے باہر آتا ہے اور ایمان کی حقیقت اس پر آشکارا ہوتی ہے چنانچہ عموماً معجزہ کے ظہور سے شرک و گمراہی میں مبتلا گروہ کے گروہ راہِ حق کے مسافر بن جاتے ہیں۔ جس طرح حضرت موسیٰؑ کا عصا جب اژدہا بن کر تمام جادوگروں کے سانپوں کو نگل گیا تو تمام جادوگر سجدے میں گر پڑے اور پکار اٹھے:

فالقی السحرۃ سجدا قالوا امنا برب ھارون و موسیٰ ٥ (سورۃ طٰہٰ : ٧٠)

ترجمہ: تو سب جادوگر سجدے میں گر گئے بولے ہم اس پر ایمان لائے جو ہارون اور موسیٰ کا رب ہے۔

اہمیت موضوع اور وجۂ انتخاب:

انبیاء و مرسلین نہ صرف بھٹکی ہوئی انسانیت کے لیے وہ سمت متعین کرتے ہیں جو انہیں سیدھا اور سچا راستہ دکھاتی ہے بلکہ علم و حکمت کی وہ راہیں بھی کھولتے ہیں جو انسان کے عقل و شعور کو آگہی عطا کرنے کا سبب بنتے ہیں۔ کائنات میں اللہ تعالیٰ کی بکھری ہوئی بے شمار آیات و بینات ہیں جن پر غور و فکر کرنے کی دعوت خداوند کریم خود دیتا ہے:

ان فی ذٰلک لاٰیٰت لقوم یعقلون ٥ (سورۃ الرعد : ۴)

ترجمہ: بے شک اس میں نشانیاں ہیں عقلمندوں کے لیے (غور وفکر کرنے والوں کے لیے)

گویا کائنات میں بکھری ہوئی رب کریم کی نشانیاں ان لوگوں کو جو عقل وشعور سے کام لیتے ہیں راہ حق کی جستجو میں کامیابی وکامرانی سے ہمکنار ہوتے ہیں۔ اللہ تعالیٰ نے اپنے انبیاءؑ کو جو معجزات عطا فرمائے اپنے زمانے میں بام عروج پر پہنچے ہوئے فن پر غلبہ پانے والے تھے۔ جیسے جادوگروں کے فن پر حضرت موسیٰؑ کے عصا نے غلبہ پایا، حضرت عیسیٰؑ کے معجزات نے علم طب کے ماہروں پر غلبہ حاصل کیا اور حضرت محمد ﷺ کو دیگر بے شمار معجزات کے علاوہ قرآن کریم کا معجزہ عطا فرمایا جو اس وقت فصاحت وبلاغت میں عروج پر پہنچے ہوئے ادیب اور شاعروں کی زبانیں گنگ کرنے کا سبب بنا۔

"معجزہ قرآن" نے نہ صرف اپنی فصاحت وبلاغت سے اس دور کے علماء ادب کو عاجز کیا بلکہ تمام علوم دینوی ودنیاوی کے خزینے لٹا دیئے جن کا احاطہ کرنے سے انسان عاجز ہیں۔ قرآن کریم میں معاشرتی، معاشی، سماجی، عائلی، عمرانی علوم کے علاوہ بے شمار سائنسی حقائق کو اجمالاً بیان کر کے انسان کی توجہ اس طرف دلائی ہے کہ مظاہر کائنات میں بکھرے ہوئے حقائق کو عقل وشعور کی روشنی میں شاہدات اور تجربات سے سمجھے اور ان حقائق کی جستجو میں خالق کائنات تک رسائی حاصل کرے۔ قرآن کریم نے ان سائنسی حقائق اور نتائج کو اپنے نزول کے وقت ہی بیان کر دیا تھا جبکہ ابھی انسانی عقل اور انسانی حواس تجربات سے گذرنے کے قابل بھی نہیں ہوئے تھے بلکہ انسانی ذہن اپنے ارتقائی منازل طے کر رہا تھا۔

اللہ تعالیٰ کا قانونِ شریعت اور قانونِ فطرت باہم مربوط ہیں ان میں کسی قسم کا کوئی تصادم نہیں ہے۔ کائنات میں جس قدر قوانین حکیمانہ کارفرما ہیں وہ اسی خالق کائنات نے کائنات میں رکھے ہیں جس نے انسان کے دماغ میں قوتِ دماغی اور قوتِ فکری رکھی ہے، تاکہ انسان خدا کی عطا کردہ ذہنی ودماغی صلاحیتوں کو بروئے کار لاکر ان قوانین کو دریافت کرے اور انسانیت کے مفید مقاصد کے لیے استعمال کرے۔ اسلام وہ الہامی مذہب ہے جس کی تعلیمات کا ماخذ قرآن کریم اللہ تعالیٰ کا معجزۂ عظیم کی تعلیمات کے تقریباً ایک تہائی حصہ میں قدرت کے بکھرے ہوئے مناظر کی طرف توجہ دلائی گئی ہے اور انسان کو مشاہدات اور غور وفکر کی دعوت دی گئی ہے۔ یہ پیغام اس بات کا ثبوت ہے کہ قرآنی تعلیمات انسان سائنسی جستجو اور سائنسی طریقۂ کار یعنی تجربہ اور مشاہدہ سے فطرت کے رازوں کو سمجھنے کی ترغیب دیتی ہیں اور کائنات کے آغاز و انجام سے آگہی حاصل کرنے کا پیغام دیتی ہیں:

اولم یروا کیف یبدئ اللّٰہ الخلق ثم یعیدہٗ ط ان ذٰلک علی اللّٰہ یسیر o قل سیروا فی الارض فانظروا کیف بدا الخلق ثم اللّٰہ ینشئ النشاۃ الاخرۃ ط ان اللّٰہ علی کل شئ قدیرo (سورۃ العنکبوت : ۱۹، ۲۰)

ترجمہ: اور کیا انہوں نے نہ دیکھا اللہ کیونکر خلق کی ابتداء فرماتا ہے، پھر اسے دوبارہ بنائے گا بے شک یہ اللہ کو آسان ہے۔ تم فرماؤ زمین میں سفر کر کے دیکھو اللہ کیوں کر پہلے بناتا ہے۔ پھر دوسری اٹھان اٹھاتا ہے۔ بے شک اللہ سب کچھ کر سکتا ہے۔

یہ اور بے شمار ایسی آیات ربانی انسان کو غور وفکر اور مشاہدہ پر مائل کرتی ہیں تاکہ انسان اس وسیع کائنات اور اس کے اسباب وعلل پر اور قدرت کے اسرار ورموز پر غور وفکر اور تحقیق کرے اور اپنی تخلیق کے مقصد اور انجام سے آگہی حاصل کرے۔

اس موضوع پر تحقیق کا مقصد یہی ہے کہ یہ شعور اور آگہی حاصل کی جائے کیونکہ اسلام دینِ فطرت ہے اور اللہ تعالیٰ کے تمام فطری اصول دین اور دنیا کو باہم مربوط کرتے ہیں۔ اللہ تعالیٰ کے عطا کردہ علمی صحیفہ یعنی قرآن کریم سے علم کے راز تلاش کر کے تحقیق، جستجو اور تجربہ سے نتائج اخذ کریں جیسا کہ اللہ تعالیٰ نے تحقیق اور جستجو کا پیغام دیا ہے۔ جیسے جیسے انسان اپنے مشاہدات، تجربات اور تحقیق سے آگے بڑھتا ہے خالق کائنات سے نزدیک تر ہوتا چلا جاتا ہے اور کائنات میں چھپے راز اس پر منکشف ہونا شروع ہو جاتے ہیں۔

طریقہ کار:

اللہ تعالیٰ کے فضل وکرم سے ڈاکٹر عبید احمد خان صاحب کی زیرِ نگرانی **"منتخب معجزاتِ نبوی ﷺ کا تحقیقی جائزہ سائنسی حقائق کے خصوصی حوالے سے"** کے عنوان سے کام شروع کیا۔ یہ پورا مقالہ ایک مقدمہ، پانچ ابواب جس میں ہر باب میں دو (۲) دو (۲) فصلیں ہیں سوائے باب سوئم کے جس میں ایک فصل ہے اور ایک خاتمہ پر مشتمل ہے۔

پہلے باب کی (فصلِ اوّل) میں مقصد تخلیقِ کائنات اور مقاصدِ نبوت کو قرآنی دلائل سے واضح کیا گیا ہے۔ اس فصل میں حضرت آدم علیہ السلام سے لے کر حضرت محمد ﷺ تک تمام انبیاء اکرام کی بعثت کے بنیادی مقصد یعنی گمراہی کے اندھیروں میں بھٹکی ہوئی انسانیت کو شرک و ضلالت سے نکال کر دعوت توحید دینے اور صراط مستقیم کی راہ سمجھانے کے اہم مقصد کو واضح کیا گیا ہے۔

پہلے باب کی فصل دوم "مفہوم معجزہ" میں معجزہ کے معنی ومفہوم کو لغت اور قرآنی آیات کے حوالوں سے واضح کیا گیا ہے۔ علاماتِ نبوت اور معجزات کا فرق، معجزات کی اقسام، معجزہ کی باعتبار خرق عادت چار قسمیں، معجزہ اور سحر کا فرق، قرآن، احادیث مبارکہ، مفکرین اور مفسرین کے تجزیات کے حوالوں سے حتی الامکان مکمل جائزہ لیا گیا ہے۔

باب دوم میں بھی دو فصلیں ہیں۔ باب دوم (فصل اوّل) میں معجزات سے متعلق علماء وحکماءِ اسلام اور مسلم مفکرین کے نظریات ان کے دلائل کی روشنی میں پیش کیے گئے ہیں۔ اس فصل میں جن مسلم مفکرین کے نظریات بیان کیے گئے ہیں ان میں مولانا جلال الدین رومیؒ، ابن تیمیہؒ، امام غزالیؒ، امام فخر الدین رازیؒ، فارابی، ابن رشد، ابن سینا اور ابن مسکویہ شامل ہیں۔

اس فصل میں اس اہم نکتہ کو واضح کیا گیا ہے کہ علمائے اسلام کے نزدیک بھی معجزات کسی نبیؑ کی نبوت کی دلیل یا شرط نہیں ہیں اور معجزہ کسی نبیؑ کا ذاتی فعل نہیں ہے بلکہ خالصتاً فعل خداوندی ہے جو اللہ تعالیٰ اپنے مقرب بندوں یعنی انبیاء کرام سے صادر فرماتا ہے اور معجزات کا مقصد مخلوق خدا پر یہ ظاہر کرنا ہے کہ اللہ تعالیٰ ہر چیز کے لیے قادر مطلق ہے اور اس کی قدرت سے کوئی بھی خرق عادت واقعہ ظہور پذیر ہو سکتا ہے اور یہ خرق عادت واقعات ظہور پذیر ہو کر نفسِ انسانی کو غفلت کے اندھیروں سے نکال کر راہِ حق کا سیدھا اور سچا راستہ دکھاتے ہیں۔

باب دوم (فصل دوم) میں معجزات کے بارے میں مغربی مفکرین وحکماء اور سائنسدانوں کے نظریات اور خیالات بتائے گئے ہیں۔ جن مغربی مفکرین، فلسفی اور سائنسدانوں کے نظریات اس باب میں بیان کیے گئے ہیں۔ ان میں ہیوم، پروفیسر ہکسلے، پروفیسر ولیم جیمس اور آئن سٹائن شامل ہیں۔

باب سوئم میں حضرت محمد ﷺ سے قبل آنے والے انبیاء اکرامؑ کے معجزات کا تفصیلی جائزہ لیا گیا ہے۔ جس میں سب سے پہلے ابو البشر حضرت آدمؑ کی معجزانہ تخلیق کا ذکر کیا گیا ہے۔ حضرت آدمؑ کی پیدائش اللہ تعالیٰ کا ایک عظیم معجزہ ہے۔ اس باب میں جن انبیاء اکرام کے معجزات کا مکمل جائزہ لیا گیا ہے ان میں حضرت نوحؑ، حضرت صالحؑ، حضرت ابراہیمؑ، حضرت موسیٰؑ، حضرت داؤدؑ، حضرت سلیمانؑ، حضرت یونسؑ اور حضرت عیسیٰؑ شامل ہیں۔ ان انبیاء اکرامؑ کے معجزات کا جائزہ ان کے حالاتِ زندگی اور واقعات کے حوالے سے لیا گیا ہے۔

باب چہارم میں بھی دو فصلیں ہیں۔ اس کی (فصل اوّل) میں امکان معجزات، شہادتِ معجزات اور یقین معجزات کے عنوانات کے تحت مفکرین کی فلسفیانہ بحث سے ان عنوانات کا احاطہ کیا گیا ہے۔ معجزہ خود ایک عاجز کر دینے والا موضوع ہے پھر اس کے وقوعہ کا امکان، شہادت کی صحت اور یقین کا مرحلہ فلسفیانہ بحث میں ایک مشکل امر تھا۔

باب چہارم فصل دوم "منتخب معجزات نبوی ﷺ" اس فصل میں آنحضرت ﷺ کے معجزات کا تفصیلی جائزہ لیا گیا ہے۔ اس کے جلی عنوانات حسب ذیل ہیں:

(۱) مشاہدات ومسموعات یعنی وہ واقعات غیبی جن کا آپ ﷺ نے مشاہدہ فرمایا اور وہ واقعات غیبی جن کا تعلق سننے سے ہے۔

(۲) معجزہ معراج مصطفیٰ ﷺ۔ (۳) معجزہ شق الصدر۔ (۴) معجزہ شق القمر۔

(۵) انگلیوں سے پانی جاری ہونا۔ (۶) تھوڑے کھانے میں زیادہ افراد کا سیر شکم ہونا۔ (۷) آپ ﷺ کی پیشن گوئیاں۔
(۸) بشارات نبوی ﷺ۔ (۹) دیگر معجزات نبوی ﷺ۔

باب پنجم میں بھی دو فصلیں ہیں۔ باب پنجم (فصل اوّل) میں ''معجزات نبوی ﷺ سائنسی حقائق کے حوالے سے۔'' سائنسی تحقیق کی روشنی میں کائنات میں کارفرما قوانین قدرت کو سمجھنے کی سعی کی گئی ہے۔ جیسا کہ معجزہ معراج میں آپ ﷺ کے لیے زمان و مکان کی وسعتیں بیک وقت سمٹ گئیں (Time and Speed) یعنی زمان و مکان سے متعلق آپ ﷺ کی حدیث مبارکہ:

لا تقوم الساعة حتّٰی یتقارب الزمان.

ترجمہ: ''قیامت اس وقت تک قائم نہ ہوگی جب تک وقت کی اکائیاں سمٹ کر ایک دوسرے کے بالکل قریب نہ آجائیں۔''

آج چودہ سو سال بعد سائنسی ترقی اور سائنسی تحقیق کے بارے میں آپ ﷺ کی یہ حدیث مبارکہ پیشگی منہ بولتا ثبوت ہے۔ قرآن کریم جو آپ ﷺ کا معجزہ دائمی ہے اس میں ایسے بیشمار سائنسی حقائق موجود ہیں جو غور و فکر کرنے والوں کو دعوتِ فکر دیتے ہیں۔ بے شمار سائنسی اصول و ضوابط جو سائنسدانوں نے صدیوں پر محیط کاوشوں سے اخذ کیے اور جب درست نتائج پر پہنچے تو وہ تمام کے تمام قرآن کریم میں بیان کردہ نتائج کے عین مطابق ثابت ہوئے۔ جیسا کہ انسانی پیدائش کے مراحل کے سلسلے میں ارشادِ ربانی ہے:

یخلقکم فی بطون امھٰتکم خلقا من بعد خلق فی ظلمٰت ثلاث ط (سورہ الزمر آیت نمبر ۶)

ترجمہ: تین تاریک پردوں کے اندر تمہیں ایک کے بعد ایک شکل دیتا چلا جاتا ہے۔

سائنسی تحقیقات عین ان آیاتِ مبارکہ کے مطابق نتائج پیش کرتی ہیں اور بتاتی ہیں کہ جنین رحم مادر میں تین مراحل سے گذرتا ہے قبل از جنین کا مرحلہ ڈھائی ہفتوں پر مشتمل ہوتا ہے، اس کے بعد آٹھ ہفتے تک جنین کی تشکیل ہوتی ہے اور آٹھ ہفتے کے بعد وضع حمل تک جنین تشکیل کے تمام مراحل طے کرتا ہے۔ سمندروں کے پانی کا آپس میں خلط ملط نہ ہونے کے سائنسی نکتہ کو قرآن یوں بیان کرتا ہے:

مرج البحرین یلتقیٰنo بینھما برزخ لا یبغیٰنo (سورہ رحمن آیت نمبر ۱۹ ، ۲۰)

ترجمہ: سمندروں کو اس نے چھوڑ دیا دیکھنے میں معلوم ہوں ملے ہوئے اور ہے ان میں روک کہ ایک دوسرے پر بڑھ نہیں سکتا۔

غرض قرآن کریم معجزہ نبوی ﷺ بے شمار سائنسی حقائق سے پردہ کشائی کرتا ہے اور بار بار یہ اعلان کرتا ہے کہ:

لاٰیات لقوم یعقلونo (سورہ البقرہ آیت ۱۶۴) ترجمہ: ان سب میں عقلمندوں کے لیے نشانیاں ہیں۔

اس باب کے جلی عنوانات حسب ذیل ہیں:

(۱) تسخیر کائنات۔ (۲) تخلیق کائنات کا سائنسی تصور اور قرآنی حقائق۔
(۳) نظم کائنات کے سائنسی شواہد اور قرآنی حقائق۔ (۴) معجزات اور سائنسی حقائق۔
(۵) معجزات نبوی ﷺ کی وسعت اور ہمہ گیریت۔ (۶) معجزہ معراج نبوی ﷺ اور سائنسی حقائق۔
(۷) معجزہ شق الصدر اور سائنسی حقائق۔ (۸) معجزہ شق القمر اور سائنسی حقائق۔
(۹) معجزہ قرآن (عظیم دائمی معجزہ) اور سائنسی حقائق۔ (۱۰) آسمان دنیا کی تخلیق اور سائنسی حقائق۔
(۱۱) اجرام فلکی کی اپنے مداروں میں گردش قرآنی دلائل اور سائنسی حقائق۔
(۱۲) ارضیاتی نظام میں پہاڑوں کا اہم کردار سائنسی اور قرآنی حقائق۔
(۱۳) لوہے کے بارے میں قرآن کا معجزاتی بیان اور سائنسی حقائق۔
(۱۴) بارش کے برسنے میں ہواؤں کا اہم کردار قرآنی اور سائنسی حقائق۔
(۱۵) سمندروں کے پانی کے درمیان حد فاصل کا قائم رہنا اور خلط ملط نہ ہونا۔ قرآنی اور سائنسی حقائق

(۱۶) تخلیق انسانی کے مختلف مراحل کے معجزانہ قرآنی دلائل اور سائنسی حقیقتیں۔

(۱۷) رحم مادر میں بچے کے تین مراحل (تین تاریک پردوں میں انسانی تشکیل) قرآنی بیان اور سائنسی حقائق۔

باب پنجم (فصل دوم) ''دائمی معجزہ (قرآن کریم) اور اس کے اوصاف'' کے عنوان سے ہے۔ اس فصل کے جلی عنوانات حسب ذیل ہیں:

(۱) چیلنج یا تحدی الٰہی۔

(۲) فصاحت و بلاغتِ قرآن۔

(۳) عدم تناقص و تعارض۔

(۴) اخبارِ غیب۔

(۵) سابقہ کتب کے مطابق واقعات۔

(۶) سابقہ کتب میں بیان کردہ واقعات کی مخالفت یا اصلاح۔

(۷) نئے واقعات کا بیان۔

(۸) غزوہ بدر میں فتح و نصرت کی پیشن گوئی۔

(۹) غزوہ احزاب میں مسلمانوں کی فتح کی پیشن گوئی۔

(۱۰) فتح مکہ کی پیشن گوئی۔

(۱۱) فتح خیبر کی پیشن گوئی۔

(۱۲) غلبہ اسلام کی پیشن گوئی۔

(۱۳) حفاظتِ قرآن کا وعدہ۔

(۱۴) قرآن کی جمع و تدوین کا وعدہ۔

(۱۵) یہود و نصاریٰ سے متعلق پیشن گوئیاں۔

اثناءِ تحقیق پیش آنے والی دشواریاں:

موضوع کے اعتبار سے سب سے پہلے معجزہ کے بارے میں مفکرین کے نظریات معلوم کرنے کے لیے ان کی اپنی کتابوں کی تلاش ایک مشکل مرحلہ تھا۔ مسلم مفکرین کے نظریات تقریباً تمام کے تمام عربی زبان میں ہیں جن کا تلاش کرنا اور سمجھنا دشوار مرحلہ تھا، لیکن زیادہ دشواری کا سامنا مغربی مفکرین کے نظریات معلوم کرنے کے لیے ان کی اصل کتابوں کی تلاش تھی جس کے لیے بے حد دشواریوں کا سامنا کرنا پڑا۔ اس کے علاوہ سائنسی تحقیقات کے سلسلے میں سائنس کے مختلف شعبوں سے سائنسی حقائق کا تلاش کرنا انتہائی دشوار کن مرحلہ رہا۔ بہر کیف اللہ تعالیٰ کی مدد اور اس کے فضل و کرم نے ان مشکلات کو آسان فرمایا۔ اللہ رب العزت سے دعا ہے اس حقیری کاوش کو شرف قبولیت بخشے اور جن لوگوں نے اس سلسلے میں تعاون کیا انہیں اللہ تعالیٰ اپنی شانِ عطاء کے مطابق اجرِ عظیم عطا فرمائے۔

مجھے امید ہے ڈاکٹر عبید احمد خان صاحب کی زیر سرپرستی یہ تحقیقی کام قارئین کے لیے مفید اور کارآمد ثابت ہوگا اور لوگوں میں دین کی سمجھ کے ساتھ ساتھ کائنات کے حقائق کا مشاہدہ اور جستجو کا جذبہ بیدار کرے گا، جیسا کہ حکم الٰہی ہے۔ اللہ تعالیٰ اپنی بارگاہ میں اس کو شرف قبولیت عطا فرمائے۔ **آمین ثم آمین.**

========================

باب اوّل

فصل اوّل

مفہوم نبوت

﴿بسم الله الرحمن الرحیم﴾

باب اول (فصل اول)

''مفہوم نبوت''

تخلیق کائنات:

خالق کائنات نے اپنی بہترین تخلیق جسے وہ اپنی خلافتِ منصبی کا فریضہ سے مشرف فرمانا چاہتا تھا اس کی تخلیق سے قبل اس کائنات کو تخلیق فرمایا تا کہ خلیفۃ اللہ کے تمام بشری تقاضوں کو پورا کرنے کے لئے کائنات کا ذرہ ذرہ سرگرم وعمل ہو۔ اور اللہ کی اس مخلوق کو اپنی حیات کے لئے تمام عوامل میسر ہوں۔

ان ربکم اللّٰہ الذی خلق السموٰت والارض فی ستۃ ایام ثم استوی علی العرش قف یغشی الیل النھار یطلبہ حثیثا لا والشمس والقمر والنجوم مسخرٰت م بامرہٖ ط الا لہ الخلق والامر ط تبٰرک اللّٰہ رب العلمین٥ (١)

ترجمہ: بے شک تمہارا رب اللہ ہے جس نے پیدا کیے آسمان اور زمین چھ دن میں پھر قرار پکڑا عرش پر اڑھاتا ہے رات پر دن کہ وہ اس کے پیچھے لگا آتا ہے دوڑتا ہوا اور پیدا کیے سورج اور چاند اور تارے تابعدار اپنے حکم کے سن لو اسی کا کام ہے پیدا کرنا اور حکم فرمانا، بڑی برکت والا ہے اللہ جو رب ہے سارے جہان کا۔

سورہ اعراف کی ان آیات مبارکہ میں اللہ تعالیٰ نے انسان کے لئے اس کائنات کو وجود میں لانے پر اپنی قدرتِ کاملہ اور اختیارِ کل کو کھول کر بیان فرمادیا کہ جو ذات پاک اپنی مخلوقِ خاص کے لئے اس عظیم اور لاثانی کائنات کو عدم سے وجود میں لانے پر قادر ہے وہی اسے معدوم کرنے اور دوبارہ پیدا کرنے پر مکمل قدرت رکھتی ہے چنانچہ اس مخلوق (انسان) کا فرضِ اول ہے کہ اپنے خالقِ حقیقی کے ان بے پناہ احسانات پر وہ اس کی شکر گزار رہے اور اپنے منصب خلافت کی ادائیگی سے کبھی غافل نہ ہو۔

''تمہارا رب اللہ ہی ہے جس نے آسمان اور زمین کو چھ روز میں پیدا کیا'' یہاں ایک سوال یہ ہوتا ہے کہ اللہ جل شانہٗ تو اس پر قادر ہیں کہ سارا جہان ایک آن میں پیدا فرمادیں، خود قرآن کریم میں مختلف عنوانات سے یہ بات بار بار دہرائی گئی ہے کہیں ارشاد ہے ﴿**وما امرنا الا کلمح بالبصر**﴾ یعنی آنکھ جھپکنے کی مقدار میں ہمارا حکم نافذ ہوجاتا ہے، کہیں فرمایا ہے ﴿**اذا اراد شیئا ان یقول لہ کن فیکون**﴾ یعنی جب اللہ تعالیٰ کسی چیز کو پیدا فرمانا چاہتے ہیں تو فرمادیتے ہیں کہ ہوجا وہ پیدا ہوجاتی ہے۔ پھر پیدائشِ عالم کے لئے چھ روز صرف ہونے کی کیا وجہ ہے؟

مفسر القرآن حضرت سعید بن جبیرؓ نے اس کا یہ جواب دیا ہے کہ قدرتِ حق تعالیٰ تو بیشک اس پر حاوی ہے کہ یہ سب کچھ ایک آن میں پیدا کردیں، لیکن بتقاضائے حکمت اس عالم کی تخلیق میں چھ دن لگائے گئے، تا کہ انسان کو نظامِ عالم کے چلانے میں تدریج اور پختہ کاری کی تعلیم دی جائے جیسا کہ حدیث میں رسولِ کریم ﷺ نے فرمایا کہ غور وفکر اور وقار وتدریج کے ساتھ کام کرنا اللہ تعالیٰ کی طرف سے ہے اور جلد بازی شیطان کی طرف سے۔ (٢)

کنز الایمان میں اعلیٰ حضرت امام رضا خان بریلوی بیان فرماتے ہیں ان آیات کی تفسیر میں مع ان تمام چیزوں جو ان کے درمیان ہیں (یعنی زمین وآسمان) ﴿**ولقد خلقنا السموات والارض وما بینھما فی ستۃ ایام**﴾ چھ دن سے مراد دنیا کے چھ دنوں کی مقدار

ہے کیونکہ یہ دن تو اس وقت تھے نہیں آفتاب ہی نہ تھا جس سے دن ہوتا اور اللہ تعالیٰ قادر تھا کہ ایک لحہ میں یا اس سے کم میں پیدا فرماتا لیکن اتنے عرصے میں ان کی پیدائش فرمانا بہ تقاضائے حکمت ہے اور اس سے بندوں کو اپنے کاموں میں تدریج اختیار کرنے کا سبق ملتا ہے۔(۳)

اللہ تعالیٰ نے اپنی اس ''احسن الخالقین'' مخلوق کی تخلیق سے قبل ہی اس کے تمام بشری تقاضوں کی تکمیل کا اہتمام فرمایا اور ضروریاتِ زندگی کی تمام نعمتوں کو وافر اس کائنات میں بکھیر دیا کائنات کی ہر چیز میں ایک خاص نظم اور توازن پیدا کیا اور ساتھ ہی اپنی مخلوق کو اپنی ان نشانیوں کی طرف غور وفکر کرنے کی دعوت دی تا کہ کائنات میں بکھری ہوئی ان نشانیوں سے وہ اپنے رب کو پہچانے اور اپنے خالقِ کائنات کی قدرتِ کاملہ پر ایمان لائے اور اپنی پیدائش کے مقصدِ اصلی اور اپنے رب کی منشا کو جانے۔

اللّٰہ الذی رفع السمٰوٰت بغیر عمد ترونھا ثم استوی علی العرش وسخر الشمس والقمر ط کل یجری لاجل مسمی ط یدبر الامر یفصل الاٰیٰت لعلکم بلقاء ربکم توقنون o وھو الذی مد الارض وجعل فیھا رواسی وانھرا ط ومن کل الثمرٰت جعل فیھا زوجین اثنین یغشی الیل النھار ط ان فی ذلک لاٰیٰت لقوم یتفکرون o وفی الارض قطع متجورٰت و جنٰت من اعناب وزرع ونخیل صنوان وغیر صنوان یسقٰی بماء واحد قف ونفضل بعضھا علی بعض فی الاکل ط ان فی ذلک لاٰیٰت لقوم یعقلون o (۴)

ترجمہ: اللہ وہ ہے جس نے بنائے آسمان بغیر ستون کے دیکھتے ہو پھر قائم ہوا عرش پر اور کام میں لگا دیا سورج اور چاند کو، ہر ایک چلتا ہے وقت مقرر پر، تدبیر کرتا ہے کام کی ظاہر کرتا ہے نشانیاں کہ شاید تم اپنے رب سے ملنے کا یقین کرو، اور وہی ہے جس نے پھیلائی زمین اور رکھے اس میں بوجھ اور ندیاں اور ہر میوے کے رکھے اس میں جوڑے دو دو قسم کے، ڈھانکتا ہے دن پر رات کو اس میں نشانیاں ہیں اُن کے واسطے جو کہ دھیان کرتے ہیں، اور زمین میں کھیت ہیں مختلف ایک دوسرے سے متصل اور باغ ہیں انگور کے اور کھیتیاں اور کھجوریں ہیں ایک کی جڑ دوسرے سے ملی ہوئی اور بعض بن ملی اُن کو پانی بھی ایک ہی دیا جاتا ہے، اور ہم ہیں کہ بڑھا دیتے ہیں ان میں سے ایک کو ایک سے میووں میں ان چیزوں میں نشانیاں ہیں ان کو جو غور کرتے ہیں۔

اللہ ایسا (قادر) ہے کہ اس نے آسمانوں کو بدون ستون کے اونچا کھڑا کر دیا چنانچہ تم ان آسمانوں کو (اسی طرح) دیکھ رہے ہو پھر عرش پر (جو مشابہ ہے تختِ سلطنت کے اس طرح) قائم (اور جلوہ فرما) ہوا (جو کہ اس کی شان کے لائق ہے) اور آفتاب و ماہتاب کو کام میں لگایا (ان دونوں میں سے) ہر ایک (اپنے مدار پر) ایک وقتِ معین میں چلتا رہتا ہے (چنانچہ سورج اپنے مدار کو سال بھر میں قطع کر لیتا ہے اور چاند مہینہ بھر میں) وہی (اللہ) ہر کام کی (جو کچھ عالم میں واقع ہوتا ہے) تدبیر کرتا ہے۔ اور وہ ایسا ہے کہ اس نے زمین کو پھیلا دیا اور اس (زمین) میں پہاڑ اور نہریں پیدا کیں اور اس میں ہر قسم کے پھلوں سے دو دو قسم کے پیدا کیے (مثلاً کھٹے اور میٹھے یا چھوٹے اور بڑے، کوئی کسی رنگ کا اور کوئی کسی رنگ کا اور) شب (کی تاریکی) سے دن (کی روشنی) کو چھپا دیتا ہے (یعنی شب کی تاریکی سے دن کی روشنی پوشیدہ اور زائل ہو جاتی ہے) ان امور (مذکورہ) میں سوچنے والوں کے (سمجھنے کے) واسطے (توحید پر) دلائل (موجود) ہیں۔(۵)

کائنات کی ہر ہر شے اپنے صانع کے قادرِ مطلق ہونے کی دلیل اور اس بات کا ثبوت ہے کہ کوئی ہستی ہے جسکے قبضۂ قدرت سے باہر کوئی چیز نہیں اور جس کی قدرت و طاقت کا مکمل فہم و ادراک حاصل کرنے سے اس کی مخلوق قاصر ہے۔ منکرین و سائنسدان صدیوں کائنات کے وجود میں آنے پر عرق ریزی اور دماغ سوزی کرتے رہے بالآخر کئی بعد دیگرے بیشمار سائنسی دریافتوں سے یہ حضرات بگ بینگ کی حقانیت اور صداقت یعنی کائنات کے عدم سے وجود میں آنے پر متفق ہونے کے لئے مجبور ہو گئے۔

''عدم سے وجود'' میں آنا صرف اور صرف کسی ماورائی ہستی کی قدرت کا معجزہ ہی ہو سکتا ہے۔ بگ بینگ اگر چہ ایک سائنسی نظریہ ہے لیکن یہی نظریہ ہمیں خالقِ حقیقی، قادرِ مطلق، اللہ تعالیٰ سے روشناس بھی کرواتا ہے کہ جس کی مرضی و منشا کے بغیر کائنات کی تخلیق ممکن ہی نہیں تھی۔(۶)

کائنات کی عدم سے تخلیق ایک ایسی ناقابل فراموش حقیقت ہے جو تمام الہامی مذاہب میں واضح طور پر بتائی گئی ہے جبکہ قرآن پاک میں اللہ تعالیٰ نے کھلے اور واضح الفاظ میں بیان فرمایا کہ اس نے کائنات اور اس میں موجود تمام اشیاء کو عدم سے وجود بخشا ہے۔

وخلق کل شیءٍ ج وھو بکل شیءٍ علیمo (۷) ترجمہ: اور اللہ تعالیٰ نے ہر چیز کو پیدا کیا اور وہ ہر چیز کو خوب جانتا ہے۔

<u>تخلیق آدم:</u> اللہ تعالیٰ نے زمین و آسمان اور جو کچھ ان کے درمیان میں ہے تمام اشیاء پیدا کیں اور پھر اپنی پسندیدہ مخلوق جسے اللہ تعالیٰ کو اپنی خلافتِ منصبی سے نوازنا تھا یعنی آدم کو بنایا۔

ولقد خلقنا الانسان من صلصال من حمإٍ مسنونo والجآن خلقنٰہ من قبل من نار السمومo واذ قال ربک للمٰٓئکۃ انی خالقٌ بشرا من صلصال من حمإٍ مسنونo فاذا سویتہٗ ونفخت فیہ من روحی فقعوا لہٗ سجدینo (۸)

ترجمہ: اور بنایا ہم نے آدمی کو کھنکھناتے سنے ہوئے گارے سے، اور جان کو بنایا ہم نے اس سے پہلے لُو کی آگ سے، اور جب کہا تیرے رب نے فرشتوں کو میں بناؤں گا ایک بشر کھنکھناتے سنے ہوئے گارے سے، پھر جب ٹھیک کروں اس کو اور پھونک دوں اس میں اپنی جان سے تو گر پڑیو اس کے آگے سجدہ کرتے ہوئے۔

آدم کی پیدائش سے قبل ہی اللہ تعالیٰ نے فرشتوں پر اپنی اس نئی مخلوق کی فضیلت اور برتری بھی بیان فرمادی اور ملائکہ کو حکم دیا کہ جب میں آدم میں روح پھونک دوں تم سب اس کے آگے سجدہ میں گر پڑنا۔ اس سجدہ تعظیمی کے حکم سے فرشتوں پر اللہ تعالیٰ نے آدم کی عظمت اجاگر کردی۔

اے آدم ہم نے تم کو اَدِیم ارض (یعنی روئے زمین کی تمام اقسام کی مٹیوں سے ملا کر اور مختلف قسم کے پانیوں میں گوندھ کر بنایا ہے اور پھر برابر بنا کر تم میں روح پھونکی ہے جو جنس ملائک سے ہے اس لئے تم میں یہ استعداد اور صلاحیت ہے کہ تم ان چیزوں کے نام اور خواص اور آثار بتلا سکو اس لئے کہ ساری استعدادیں اور صلاحیتیں تم میں جمع ہیں جسمانی حیثیت سے تم زمینی ہو اور روحانی حیثیت سے تم علوی ہو اس لئے تم علوی اور سفلی چیزوں کو جس قدر سمجھ سکتے ہو دوسرا ویسا نہیں سمجھ سکتا۔ غرض یہ کہ تمہارے خمیر میں زمینی اور آسمانی دونوں قسم کی استعدادیں اور صلاحیتیں علی وجہ الکمال موجود ہیں۔ پس ان چیزوں کے نام مع خواص اور آثار کے فرشتوں کے سامنے بیان کرو تا کہ تمہارا فضل و کمال ظاہر ہو اور تمہاری فطرت میں جو عجیب وغریب استعدادیں اور صلاحیتیں ہم نے ودیعت رکھی ہیں وہ بروئے کار آجائیں اور فرشتوں پر یہ امر منکشف ہو جائے کہ یہ استعداد بشر کے ساتھ مخصوص ہے ملائکہ کو میسر نہیں پس جب بتائے آدم نے اُن تمام چیزوں کے نام جو بے شمار اور بے انتہا تھیں اور اس بیان میں کوئی غلطی بھی نہیں کی تو فرشتے حضرت آدم کی اس کمال علمی کو دیکھ کر حیران رہ گئے تو اس وقت اللہ جل جلالہ نے فرشتوں سے فرمایا کہ کیا میں نے تم سے پہلے ہی کہا نہ تھا کہ میں تمام آسمانوں اور زمینوں کی تمام پوشیدہ چیزوں کو خوب جانتا ہوں۔ (۹)

آدم کو اللہ تعالیٰ نے روئے زمین پر پائی جانے والی ہر طرح کی اور ہر قسم کی مٹی کو ملا کر بنایا اسی لئے آدم کی اولاد میں کوئی گورا ہے تو کوئی کالا کسی کا رنگ گندمی ہے تو کوئی سرخ ہے۔ اسی طرح طبیعتوں کے اعتبار سے بھی کوئی نیک کوئی بد، کوئی نرم مزاج کوئی شر پسند غرض یہ کہ خلافتِ الٰہیہ کا اہل ہونے کے لئے جن جن خاصیتوں، اہلیتوں اور عوامل کا ہونا ضروری تھا تمام کی تمام بدرجہ اتم اللہ تعالیٰ نے انسان کو بخش دیں۔

خلافت کے لئے اسے حاوی اور کلی علم کی ضرورت ہے بغیر ایسے علم کے خلافت ناممکن ہے فرشتوں کا علم حاوی اور کلی نہیں۔ جس خدمت پر وہ مامور ہیں فقط اسی کے قواعد اور ضوابط ان کو معلوم ہیں کسی دوسری خدمت اور نظام کا ان کو علم نہیں۔ اور علیٰ ہٰذا ملائکہ کی قدرت ومشیت ان کے اختیار اور مرضی کے تابع نہیں۔ حق جل شانہٗ کی مرضی کے تابع ہے بخلاف انسان کے کہ اس کی قدرت ومشیت خود اس کی مرضی کے تابع ہو۔ ان ہی کا علم اور قدرت حق تعالیٰ شانہٗ کے علم اور قدرت کا نمونہ ہے کہ جو ضدین اور نقیضین سے متعلق ہو سکتا ہے نیز بہت سے چیزوں کا علم محض عقل سے نہیں ہو سکتا جب تک قوت شہویہ اور غضبیہ عقل کی معین اور مددگار نہ ہو اس لئے ایسی چیزوں کا نام وہی بتلا سکتا ہے کہ جس میں قوت عقلیہ اور

ادراکیہ کے علاوہ قوت شہویہ اور غضبیہ بھی ہو اور علی ہذا جنات کا علم بھی ناقص ہے اور علاوہ ناقص ہونے کے غلبۂ ناریت اور قوت خیالیہ کے غلبہ کی وجہ سے ناقابل اعتبار ہے اس لئے یہ خدمت ان کے سپرد نہیں کی جا سکتی۔ (۱۰)

ان تمام صفات کاملہ اور منصب عظیم کا اہل ثابت ہونے کے باوجود اللہ تعالیٰ نے انسان کو اس کی اصل حقیقت سے کبھی بھی غافل نہیں ہونے دیا قرآن مجید میں جگہ جگہ اس کی اصلیت کی طرف اشارہ کیا گیا ہے۔ اور اس کی طبیعت میں پائی جانے والی خصلتوں کو بھی واضح کر دیا ہے۔

خلق الانسان من نطفۃ فاذا هو خصیم مبینo (۱۱) ترجمہ: بنایا آدمی کو ایک بوند سے پھر جب ہی ہو گیا جھگڑا کرنے والا بولنے والا۔

انسان کی ابتداء ایک حقیر نطفے سے ہونا بیان کر کے فرمایا **فاذا هو خصیم مبین** ،یعنی جب اس ضعیف الخلقت انسان کو طاقت اور قوت گویائی عطا ہوئی تو خدا ہی کی ذات وصفات میں جھگڑے نکالنے لگا۔(۱۲)

انسان کا وجود ادیم الارض اور گلی سڑی مٹی سے یا ایک حقیر نطفہ سے بننے کے باوجود اس میں روح وہ امر ربّی ہے۔ جس کا تعلق براہ راست ذات باری تعالیٰ سے ہے اسی بنا پر اللہ نے انسان کو مسجود ملائکہ بنایا کیونکہ انسان میں تجلیات باری تعالیٰ کو جذب کرنے کی صلاحیت اور مشیت الٰہیہ کو جاننے کی قابلیت جس درجہ پر موجود ہے کسی اور مخلوق میں نہیں۔ اللہ تعالیٰ نے انسان کی روح کو اپنی جانب منسوب کیا اور لفظ ''روحی'' استعمال کر کے انسان کو تمام مخلوقات میں شرف وعزت کا اعلیٰ ترین مقام بخشا۔

اللہ تعالیٰ نے روح کو اپنی طرف منسوب کر کے من روحی اسی لئے فرمایا ہے کہ تمام مخلوقات میں روح انسانی کا اشرف واعلیٰ ہونا واضح ہو جائے، کیونکہ وہ بغیر مادہ کے محض امر الٰہی سے پیدا ہوئی ہے نیز اس میں تجلیات رحمانیہ کے قبول کرنے کی ایسی استعداد ہے جو انسان کے علاوہ کسی دوسرے جاندار کی روح میں نہیں ہے۔ (۱۳)

مفہوم نبوت:

اللہ تعالیٰ نے انسان کو بے شمار صلاحیتوں، خوبیوں اور تمام استعدادی قوتوں کے ساتھ پیدا فرما کر اپنی خلافت سے سرفراز کیا۔'' ابوالانس''یعنی آدم کو دنیا میں بھیجنے سے پہلے اللہ نے آئین خلافت سیکھنے کے لئے اور طرح طرح کی اشیاء سے متمتع ہونے کے لئے اپنے حرم خاص یعنی جنت میں قیام پذیر کیا اور تمام اشیاء سے استفادہ عام کی اجازت عطا فرمائی۔ اور پھر زمین پر اپنا نائب (خلیفہ) بنا کر بھیجا۔ آئین خلافت کی پابندی کے ساتھ اس بات کو بھی واضح کر دیا کہ کائنات کا خالق و مالک، حاکم اعلیٰ اور معبود و مسجود صرف ذات باری تعالیٰ ہے، صرف اور صرف وہی ذات عبادت کے لائق ہے جو کائنات کی ہر شے کی خالق ہے۔ اللہ تعالیٰ نے تمام نسل انسانی سے اپنے رب ہونے کا اقرار لیا اور ساتھ ہی نسل انسانی کو یونہی بھٹکنے کے لئے نہیں چھوڑ دیا بلکہ سلسلۂ نبوت کو جاری وساری رکھا۔

ولقد ارسلنا رسلنا بالبینٰت وانزلنا معهم الکتٰب والمیزان لیقوم الناس بالقسطo (۱۴)

ترجمہ: ''یعنی ہم نے بھیجے ہیں اپنے رسول نشانیاں دے کر اور اتاری ان کے ساتھ کتاب اور ترازو تا کہ لوگ سیدھے رہیں انصاف پر۔''

نبوت کے معنی ومفاہیم: لفظ''نبوت'' کے لغوی معنی آگاہی، پیغمبری، رسالت، احکام الٰہی کا پہچانا ہے۔ جبکہ ''نبی'' کے لغوی معنی خبر رساں، رسول، خبر پہنچانے والا، پیغمبر کے ہیں۔

نبی : (جمع : **انبیاء**) : اللہ تعالیٰ کی طرف سے بذریعہ وحی غیب کی خبریں دینے والا : نبی اشرف المخلوقات اور بلند مرتبہ انسان ہوتا ہے۔ ایسا برگزیدہ انسان جسے اللہ تعالیٰ اپنے بندوں میں سے منصب نبوت کے لئے منتخب فرما کر تبلیغ دین کے لئے کسی قوم یا آبادی کی طرف پیغمبر بنا کر بھیج دے اور اپنے اس برگزیدہ بندے کو ارسلنک الیٰ قوم یا الی الناس جمیعا یا اسی قسم کے اور الفاظ سے مخاطب فرمائے جس سے یہ واضح ہو کہ اللہ تعالیٰ نے اپنے اس بندے کو منصب نبوت پر فائز فرمایا ہے۔ (۱۵)

" **نبی مرسل** " وہ ذات جو صاحب کتاب ہو یا وہ پیغمبر جس پر آسمانی کتاب نازل ہوئی ہو۔ " **رسول** " کے لغوی معنی بھیجا

ہوا جبکہ اصطلاحی معنی خدا کی طرف سے بھیجا ہوا پیغمبر جو کتاب الٰہی بھی لائے۔ رسول کی جمع " رُسُــل " ہے۔ قواعدِ لغت میں " نبــوت " ارتفاع، بلندی، رفعت، اونچی شان کو کہا جاتا ہے۔ انبیاءؑ کو اللہ تعالیٰ بلند منصب عطا فرماتا ہے اسی لئے اس منصب کو" نبوت " کہا جاتا ہے۔ نبوت کوئی کسی شے نہیں کہ انسان محنت اور ریاضت سے یہ منصب حاصل کر لے بلکہ یہ وھبی شے ہے، یعنی عطیۂ خداوندی ہے جو اللہ تعالیٰ اپنے خاص بندوں کو عنایت فرماتا ہے، دین کی تبلیغ کے لئے اور اپنے احکام و اوامر اپنے بندوں تک پہنچانے کے لئے اللہ تعالیٰ اپنے خاص بندوں کو منتخب فرما کر نبوت کے بلند منصب پر فائز کر دیتے ہیں۔

"امام راغب کے مطابق نبوت اللہ تعالیٰ اور اس کے بندوں کے درمیان دینوی اور اخروی فلاح کے لئے سفارت ہے۔"(۱۶)

اللہ تعالیٰ اپنے جن برگزیدہ بندوں کو یہ منصب عطا فرماتے ہیں ان کے ساتھ منجانب الی اللہ تین چیزیں لازم طور پر وابستہ ہوتی ہیں:
(۱) بعض غیبی امور پر اللہ کی جانب سے اطلاع ہونا۔ (۲) خوارقِ عادت واقعات کا ظہور ہونا یعنی معجزات کا ظاہر ہونا۔ (۳) فرشتوں کے ذریعے وحیِ الٰہی کی ترسیل ہونا۔

نبوت کی حقیقت: اللہ تعالیٰ نے بیشمار مخلوقات تخلیق فرمائیں۔ انس وجن، ملائکہ، جنت، جمادات، نباتات غرض کہ طرح طرح کی اقسام کی مخلوق تخلیق فرمائی اور ہر قسم کی مخلوق کو اس کی نوع کے مطابق استعداد خصوصیات اور صلاحیتیں عطا فرمائیں۔ ساتھ ہی ہر قسم کی مخلوق کو اس کی فطری صلاحیتوں کے مطابق فرائض و ذمہ داریاں عطا فرمائیں۔ چنانچہ ہر تخلیق اپنی فطری استعداد کے مطابق اپنے فرائض اور ذمہ داریاں ادا کر رہی ہے۔ انسان اللہ تعالیٰ کی وہ مخلوق ہے جسے خالقِ کائنات نے بے شمار اضافی خصوصیات عطا فرمائی ہیں۔ اپنی ان فطری خصوصیات کے سبب انسان دوسری مخلوقات میں بلند مرتبہ پر فائز ہے۔ انسان اپنی قوتِ نطق اور بولنے کی صلاحیت کی بدولت اپنے محسوسات اور اپنا مافی الضمیر ، اپنے خیالات دوسروں تک پہنچا سکتا ہے، اپنی ذہنی صلاحیتوں اور شعوری استعداد کی بدولت دوسروں کی بات کو سمجھنے کی اہلیت رکھتا ہے۔ عقل و دانش کے بل بوتے پر وہ جمادات نباتات اور اللہ کی بیشمار نعمتوں سے نئی نئی چیزیں بنا سکتا ہے۔ اپنی فہم و فراست سے اشیاء کی خصوصیات کا کھوج لگا سکتا ہے اور اس طرح وہ اپنی ذہانت سے نئے نئے تجربے کرتا اور نت نئی چیزیں ایجاد کرتا ہے اور اپنی ایجادات اور اپنے تجربوں سے معاشی اور اقتصادی انقلاب برپا کر سکتا ہے۔ اپنی ان ہی صلاحیتوں کی بدولت وہ اپنی ذات کا سراغ لگا سکتا ہے اور اپنے خالقِ حقیقی تک رسائی حاصل کر سکتا ہے۔ دوسرے انسانوں کے محسوسات کو بھانپ سکتا ہے اور ان کی ذہنی، اخلاقی اور کرداری کمی بیشی کو جان کر ان کی کردار سازی کر سکتا ہے۔ انسان اپنی ان ہی استعدادی صلاحیتوں کی بدولت تمام مخلوقات میں افضل و برتر ہے۔ اسی لئے اللہ تعالیٰ نے انسان کو اشرف المخلوقات کا درجہ عطا فرمایا ہے انسان نے اپنی فطری خصوصیات اور صلاحیتوں کی بدولت فلسفہ، حکمت، سائنس اور دوسرے علوم و فنون میں بڑی ترقی کی، فلسفیوں اور دانشوروں نے علم و حکمت کے موتی سارے جہان میں بکھیر دیئے، سائنس دانوں نے اپنے تجربات اور بیشمار نئی ایجادات سے انسان کو زمین سے چاند تک پہنچا دیا، معیشت دانوں نے اقتصادی ترقی کی نئی نئی راہیں کھول دیں، فن کاروں نے اپنے فن پاروں سے انسانی عقل دنگ کر دی۔ لیکن خود انسان کے اپنے انجام، راہِ نجات اور راہِ ہدایت حاصل کرنے کے لئے یہ بڑے بڑے دانشور اور حکماء کوئی شمع روشن نہ کر سکے کہ جس کی روشنی سے انسان صراطِ مستقیم کی راہ تلاش کر سکتا اور نجات کا طریقہ معلوم کر سکتا۔ علماء و فضلاء نے اخلاقیات کی تعلیم ضرور دی لیکن مابعد الطبیعات کا علم اور مالکِ کائنات کی رضا جوئی کا علم دینے سے قاصر رہے۔ گویا انسان کی روح کی تسکین اور باطن کی نورانیت کے سلسلے میں بڑے بڑے فلاسفر اور دانشور کوئی راہ نہ دکھا سکے۔

اللہ تعالیٰ نے اپنی اشرف مخلوق کے لئے دین و دنیا کی کامیابی اور اخروی نجات کی راہ دکھانے کے لئے نبوت کا سلسلہ جاری و ساری فرمایا۔ چنانچہ انبیاء علیہم السلام کو مبعوث فرما کر وحی الٰہی کے ذریعے اللہ تعالیٰ نے بھٹکی ہوئی انسانیت کو صراطِ مستقیم کا رستہ دکھایا۔ انبیاء علیہم السلام نے نہ صرف انسانوں کو فلاح و ھدایت کی راہ دکھائی بلکہ دینی خطوط پر ان کی تعلیم و تربیت کا اہم کام بھی سر انجام دیا۔ انبیاء علیہم السلام نے

لوگوں کا تزکیہ نفس کر کے تہذیب وتمدن کی وہ اعلیٰ اقدار سکھائیں کہ جن سے وہ دنیا میں سلیقے سے جینے کا ڈھنگ معلوم کر سکیں اور اخروی نجات کے وہ سنہری اصول بتائے جن پر عمل کر کے حیات بعد الممات کو سنوارنے کے قابل بن سکیں۔ انبیاء علیہم السلام نے وحی الٰہی کے ذریعے حاصل ہونے والے ملکوتی علوم سے اللہ کے بندوں کو روشناس کر کے انھیں روحانی اور قلبی سکون عطا کیا۔

اللہ تعالیٰ نے انسان کو پیدا کر کے بیشمار اضافی استعدادی، صلاحیتوں اور خوبیوں سے آراستہ و پیراستہ فرما کر دنیا میں اپنا خلیفہ یا نائب بنایا لیکن ساتھ ہی خالق کائنات نے انسان پر یہ بات واضح کر دی کہ کائنات کا خالق و مالک اور حاکم اعلیٰ صرف اللہ تعالیٰ کی ذات ہے اور وہی بندگی اور عبادت کے قابل ہے۔ اللہ تعالیٰ نے ساری نسلِ انسانی سے اپنے رب ہونے کا اقرار لیا اور اپنے بندوں کی ہدایت اور رہنمائی کے لئے اپنے مخصوص بندوں کو نبی اور رسول بنا کر ہر قوم، ہر جگہ اور ہر زمانے میں مبعوث فرمایا اور اس طرح نسلِ انسانی کی ہدایت کا مسلسل انتظام فرمایا تا کہ اس کے سارے بندے ہدایت اور راہنمائی انبیاء علیہم السلام سے حاصل کر کے فلاح و کامرانی کی راہ پر گامزن ہوں اور اس طرح دنیا میں بھی کامیاب زندگی گزاریں آخرت میں بھی فلاح و نجات حاصل کریں۔ پھر اللہ تعالیٰ نے نسلِ انسانی سے یہ بھی وعدہ فرمایا کہ جو کوئی میرے نبیوں اور رسولوں کے بتائے ہوئے راستوں پر چلے گا اور ان کی پیش کردہ ہدایت پر عمل کرے گا وہ خوف اور رنج وغم سے دوچار نہ ہوگا۔

قلنا اهبطوا منها جميعاً ج فاما يأتينكم منى هدًى فمن تبع هداىَ فلا خوف عليهم ولا هم يحزنون ٥ (١٧)

ترجمہ: ہم نے فرمایا تم سب جنت سے اتر جاؤ۔ پھر اگر تمہارے پاس میری طرف سے کوئی ہدایت آئے تو جو میری ہدایت کا پیرو ہوا اسے نہ کوئی اندیشہ نہ کوئی غم۔

پھر انسانوں ہی کو اللہ تعالیٰ نے اس پر گواہ بنایا تا کہ وہ قیامت کے دن لاعلمی اور بے خبری کا اظہار نہ کر سکیں۔ اللہ تعالیٰ نے عقلِ سلیم دے کر انہی سے اپنی ربوبیت اور وحدانیت کا اقرار لیا تا کہ وہ دنیا میں آنے کے بعد شرک میں مبتلا ہو کر راہِ ہدایت سے نہ بھٹک جائیں اور آخرت میں اپنی لاعلمی کا اظہار کر کے عتابِ الٰہی سے بچنے کی سعی کریں۔

او تقولوا انما اشرک اباءُ نا من قبل و كنا ذرية من بعدهم ج أفتهلكنا بما فعل المبطلون ٥ (١٨)

ترجمہ: یا کہو کہ شرک تو پہلے ہمارے باپ دادانے کیا اور ہم ان کے بعد ان کی اولاد ہوئے۔ تو کیا تو ہمیں اس پر ہلاک فرمائے گا جو اہلِ باطل نے کیا۔

انبیاء علیہم السلام نے مخلوقِ خدا کو توحید کا درس دیا اور اللہ کی عبادت و اطاعت کا راستہ دکھایا۔

مذاہب عالم میں اسلام واحد دین ہے جو معبودِ حقیقی اور اس کی مخلوقاتِ عالم کے درمیان کسی وسیلہ اور ذریعہ کو سدِ راہ نہیں بننے دیتا۔ یہ صحیح ہے کہ اللہ تعالیٰ حضرت آدم علیہ السلام سے لے کر حضرت محمد ﷺ تک ان گنت رسولوں اور بے شمار نبیوں کو انسانوں کی ہدایت کے لئے بھیجتا رہا ہے، مگر ان میں سے کسی صاحبِ رسالت اور حاملِ نبوت نے اللہ تعالیٰ کی ذات سے ہٹا کو چھوڑ کر اپنی ربوبیت یا الوہیت کی طرف دعوت نہیں دی۔ سب نے بلا ریب اللہ تعالیٰ کی عبادت و اطاعت اور پرستش کی طرف بلایا۔ قرآن کریم کی متعدد آیات کریمہ اس حقیقت کو واشگاف انداز میں واضح کرتی ہیں۔ (١٩)

قل هٰذهٖ سبيلى ادعوا الى الله علىٰ بصيرة انا ومن اتبعنى ط وسبحٰن الله وما انا من المشركين ٥ (٢٠)

ترجمہ: تم فرماؤ یہ میری راہ ہے۔ میں اللہ کی طرف بلاتا ہوں۔ میں اور جو میرے قدموں پر چلیں دل کی آنکھیں رکھتے ہیں۔ اور اللہ کو پاکی ہے اور میں شرک کرنے والا نہیں۔

قل انما امرت ان اعبد الله ولا اشرک به ط اليه ادعوا واليه مأب ٥ (٢١)

ترجمہ: تم فرماؤ مجھے تو یہی حکم ہے کہ اللہ کی بندگی کروں اور اس کا شریک نہ ٹھہراؤں۔ میں اسی کی طرف بلاتا ہوں اور اسی کی طرف مجھے پھرنا ہے۔

ان اعبدوا اللّٰہ واتقوہ واطیعون o (۲۲) ترجمہ: کہ اللہ کی بندگی کرو اور اس سے ڈرو اور میرا حکم مانو۔

ما کان لبشر ان یؤتیہ اللّٰہ الکتٰب والحکم والنبوۃ ثم یقول للناس کونوا عبادًا لّی من دون اللّٰہ ولکن کونوا ربانیّن بما کنتم تعلمون الکتاب وبما کنتم تدرسون o (۲۳)

ترجمہ: کسی بشر سے یہ نہیں ہو سکتا کہ اللہ تو اسے کتاب اور حکم اور نبوت عطا کرے اور وہ لوگوں سے یہ کہنے لگے کہ تم میرے بندے بن جاؤ بجائے اللہ کے۔ بلکہ (وہ تو یہی کہے گا) کہ اللہ والے بن جاؤ (یہ) اس لئے (اور بھی) تم پڑھاتے ہو کتاب (آسمانی) کو اور خود بھی (اسے) پڑھتے ہو۔

انبیاء علیہ السلام نے اپنے اوپر عائد ہونے والے فرائض منصبی کو مکمل جانفشانی سے ادا کر کے منصب نبوت کا حق ادا کیا۔ آدم علیہ السلام سے لے کر آنحضرت ﷺ تک تمام انبیاء علیہ السلام نے اپنے فرائض کی ادائیگی میں بے شمار تکالیف اور اذیتیں برداشت کیں لیکن اپنے کام میں رتی بھر غفلت نہیں آنے دی۔

رسولانِ عظام نے اپنا یہ فرضِ منصبی بلاکم وکاست انجام دیا۔ بلکہ ہمارے رسولِ اکرم ﷺ نے تو اس کو انجام دینے میں اپنی جان تک کی بازی لگا دی اور اللہ تعالیٰ نے آپ ﷺ کو ہدایت فرمائی کہ اتنی جاں سوزی اور جاں فشانی کی ضرورت نہیں کہ ہلاکت کا اندیشہ پیدا ہو جائے۔ (۲۴)

ولکنی رسول من رب العالمین o ابلغکم رسٰلٰت ربی وانصح لکم واعلم من اللّٰہ ما لا تعلمون o (۲۵)

ترجمہ: اور میں تو رب العالمین کا رسول ہوں۔ میں تمہیں اپنے رب کی رسالتیں پہنچاتا اور تمہارا بھلا چاہتا ہوں اور میں اللہ کی طرف سے وہ علم رکھتا ہوں جو تم نہیں رکھتے۔

یٰایھا الرسول بلغ ما انزل الیک من ربک ط (۲۶) ترجمہ: اے رسول پہنچا دو جو کچھ اترا تمہیں تمہارے رب کی طرف سے۔

فلعلک باخع نفسک علیٰ اٰثارھم ان لم یؤمنوا بھٰذا الحدیث اسفًا o (۲۷)

ترجمہ: تو کہیں تم اپنی جان پر کھیل جاؤ گے ان کے پیچھے اگر وہ اس بات پر ایمان نہ لائیں، غم سے۔

سورہ کہف کی اس آیت میں نبی کریم ﷺ کی تسلی قلب فرمائی گئی کہ آپ ﷺ ان بے ایمانوں کے ایمان سے محروم رہنے پر اس قدر غم نہ کیجئے اور اپنی جانِ پاک کو اس غم سے ہلاکت میں نہ ڈالئے۔ (۲۸)

لعلک باخع نفسک الا یکونوا مؤمنین o (۲۹) ترجمہ: کہیں تم اپنی جان پر کھیل جاؤ گے ان کے غم میں کہ وہ ایمان نہیں لائے۔

انبیاء علیہ السلام نے نہ صرف پیغام ربانی لوگوں تک پہنچایا بلکہ توحیدِ الٰہی کی خوشبو سے ان مومنوں کے دل و دماغ اس قدر معطر کر دیئے کہ ان کے قول و فعل اللہ کی حقانیت اور توحیدِ الٰہی کی تصدیق کرتے نظر آتے۔

حضرات انبیاء و مرسلین علیہم السلام کا صرف یہی کارنامہ نہیں ہے کہ انہوں نے پیغامِ الٰہی اور ہدایتِ ربانی اپنے مخاطبین تک پہونچا دیا بلکہ اپنے مومنوں اور پیروؤں کے دل و دماغ میں توحیدِ الٰہی سمیت تمام صفاتِ الٰہی اس طرح جاگزیں کر دیں کہ اللہ تعالیٰ کے سوا ان کے نہاں خانۂ دل میں اور کسی کا شائبۂ تعلق اور ذرۂ خاطر کبھی جڑ نہیں پکڑ سکا۔ قرآن مجید نے ان کے ایمان و عمل، کردار و تقویٰ اور صلابت و ثبات کی تصدیق کرتے ہوئے آخری جملہ ارشاد فرمایا ہے کہ اللہ ان سے راضی اور وہ بھی اللہ سے راضی ہیں۔ (۳۰)

رضی اللّٰہ عنھم ورضوا عنہٗ o (۳۱)

والذین اتبعوھم باحسان رضی اللّٰہ ورضوا عنہ o (۳۲)

ترجمہ: اور جو بھلائی کے ساتھ ان کے پیرو ہوئے اللہ ان سے راضی اور وہ اللہ سے راضی۔

اللہ تعالیٰ نے اپنے ان مومن بندوں کے دلوں میں ایمان کی جو روح نقش فرمادی اس کی تائید آیات ربانی سے ظاہر ہونے کے بعد کسی دلیل یا ثبوت کی ضرورت باقی نہیں رہتی۔ **اولٓئک کتب فی قلوبھم الایمان وایدھم بروح منہ ٥ (۳۳)**

ترجمہ: یہ ہیں جن کے دلوں میں اللہ نے ایمان نقش فرمادیا ہے اور اپنی طرف کی روح سے ان کی مدد کی۔

رضی اللّٰہ عنھم ورضوا عنہ ؕ ذٰلک لمن خشی ربہٗ ٥ (۳۴)

ترجمہ: اللہ ان سے راضی اور وہ اس سے راضی، یہ اس لئے ہے جو اپنے رب سے ڈرے۔

انبیاء اور رسل اللہ کی جانب سے مبعوث ہوئے ہر قوم، ہر زمانے اور ہر جگہ پر اللہ تعالیٰ نے اپنے یہ مخصوص بندے مبعوث فرمائے جن کا مقصد اللہ کے بندوں کی دینی، دنیاوی اور اخروی زندگی میں رہنمائی کرنا، ہدایت اور سچائی کے راستے پر لوگوں کو گامزن کرنا اور مقصدِ حیات سے آگہی دلانا تھا۔

کائنات عالم میں جتنے علمی و عملی کام ہیں اُن میں سب سے مقدم اور سب سے ضروری کام یہ ہے کہ خود انسان کے اخلاق حسنہ کی تربیت کی جائے۔ اور ان کو مرتبۂ کمال تک پہنچایا جائے۔ اور اسی کام کے لئے خدائے ذوالجلال نے ابتدائے آفرینش عالم سے اس وقت تک ہمیشہ اپنے بے شمار انبیاء ورسول بھیجے۔ بہت سی کتابیں اور صحائف نازل کیں۔ اور دنیا کا کوئی خطہ باقی نہ رہا جہاں اللہ پاک کی طرف سے معلّم اخلاق نہ آیا ہو **وان من امۃ الا خلا فیھا نذیر**۔ ان سارے انبیاء اور مرسلین کا مقصد ایک تھا۔ تعلیم ایک تھی۔ ایک دوسرے کے مصدِّق تھے۔ کسی نے کبھی کسی دوسرے کی مخالفت نہ کی۔ اولادِ نبی آدم کا ان سے زیادہ بہتر ہمدرد کوئی دوسرا نہیں۔ ان سے زیادہ صحیح اور سچی تعلیم دینے والا نہ کوئی انسان ہوسکتا ہے نہ فرشتہ۔ ان خدا کے پاک بندوں نے جو کچھ کہا وہ اپنی طرف سے نہ کہا ان کی تعلیم خدا کی تعلیم تھی۔ جس کو وہ خدا کے بندوں تک پہنچانے آئے تھے۔ اور اپنے کام کو اپنی اپنی وسعت بھر انجام دے کر چلے گئے۔ آج اچھے اخلاق کے جتنے نمونے دُنیا کے کسی خطہ یا دنیا کی کسی قوم میں پائے جاتے ہیں وہ انہیں بزرگان کے قدوم کی برکت سے ہیں۔ (۳۵)

اللہ تعالیٰ نے نبوت ورسالت جیسی نعمت عظمیٰ صرف مردوں ہی کو عطا فرمائی۔ فاطرِ فطرت کو اس بات کا بخوبی علم تھا کہ اس کا یہ بارِ گراں اٹھانے کی اہلیت وصلاحیت مردوں ہی میں موجود ہے اسی لئے کبھی کوئی عورت اس منصب عظیم پر فائز نہیں ہوئی۔

وما ارسلنا من قبلک الا رجالاً نوحی الیھم ٥ (۳۶) ترجمہ: اور ہم نے تم سے پہلے جتنے رسولؑ بھیجے سب مرد ہی تھے جنہیں ہم وحی کرتے۔

وما ارسلنا من قبلک الا رجالاً نوحی الیھم فسئلوا اھل الذکر ان کنتم لا تعلمون٥ (۳۷)

ترجمہ: اور ہم نے تم سے پہلے نہ بھیجے مگر مرد، جن کی طرف ہم وحی کرتے تو اے لوگو علم والوں سے پوچھو اگر تمہیں علم نہیں۔

تمام انبیاءؑ نے اپنے بشر ہونے کا کھلم کھلا اظہار کیا اور واضح طور پر اس بات کا اعلان کیا کہ اللہ کی جانب سے نبوت جیسی نعمت انہیں عطا کی گئی ہے چنانچہ اس شرف کی بدولت وہ عام لوگوں سے برتر اور افضل ہیں اور یہ بھی واضح کردیا کہ اللہ تعالیٰ یہ عظیم مرتبہ جسے چاہے عطا فرماتا ہے۔ گویا اس منصب پر فائز کرنے میں اللہ تعالیٰ کی مشیت ومنشاء کا دخل ہے اور جسے اللہ تعالیٰ یہ نعمتِ کبریٰ عطا فرماتے ہیں اس پر اللہ کا احسانِ عظیم ہے۔ تمام انبیاء علیہ السلام کی طرح نبی کریم حضرت محمد ﷺ نے بھی اپنی امتیازی حیثیت کا کھلا اور واضح اعلان کیا۔ قرآن میں بھی اللہ تعالیٰ نے اس کی صراحت فرمائی۔

قل انما انا بشر مثلکم یوحٰی الی انما الٰھکم اللہ واحدٌ فاستقیموا الیہ واستغفروہ ؕ (۳۸)

ترجمہ: تم فرماؤ آدمی ہونے میں تو میں تم ہی جیسا ہوں۔ مجھے وحی ہوتی ہے کہ تمہارا معبود ایک ہی معبود ہے تو اس کے حضور سیدھے رہو اور اس سے معافی مانگو۔

قرآن کریم میں انبیاء علیہ السلام کے واقعات سے یہ بات ثابت ہوتی ہے کہ انبیاء اکرامؑ نے ہر زمانے میں ہر بگڑی ہوئی قوم کی اصلاح کا آغاز جس چیز سے کیا وہ دعوتِ توحید ہے۔ ہر نبیؑ نے قوم کو ایک اللہ کی عبادت کرنے اور شرک سے بچنے کا پیغام دیا۔ تمام انبیاء علیہ السلام نے یہی فریضۂ توحید انجام دیا۔ **وان اللّٰہ ربی وربکم فاعبدوہ ط ھٰذا صراط مستقیمO** (۳۹)

ترجمہ: اور بے شک (عیسیٰؑ نے کہا) اللہ رب ہے میرا اور تمہارا تو اس کی بندگی کرو یہی راہ سیدھی ہے۔

آنحضرت ﷺ کو بعثت کے بعد جب نبوت کے کام پر مامور ہونے کا حکم ملا تو یہ ایک باضابطہ حکم تھا کہ اُٹھو اور بھٹکی ہوئی انسانیت کو فلاح اور کامرانی کا سیدھا اور سچا راستہ دکھاؤ۔ **یایھا المدثرO قم فانذر O وربک فکبرO وثیابک فطھرO والرجز فاھجرO** (۴۰)

ترجمہ: اے بالاپوش اوڑھنے والے کھڑے ہو جاؤ۔ پھر ڈر سناؤ۔ اپنے رب ہی کی بڑائی بولو اور اپنے کپڑے صاف رکھو اور بتوں سے دور رہو۔

بعثتِ انبیاء کے اغراض و مقاصد:

اللہ تعالیٰ نے اپنے بندوں کو دینی دنیاوی اور اخروی ہدایت اور رہنمائی کے لئے نبی اور رسول مبعوث فرمائے۔ نبی اور رسول دونوں ہی کو اللہ کی جانب سے احکامات اور غیب کی خبریں دی جاتی ہیں جو وہ اللہ کے بندوں تک پہنچانے کے ذمہ دار ہوتے ہیں۔ نبی اور رسول میں معمولی فرق یہ ہے کہ ہر نبی رسول نہیں ہوتا جبکہ ہر رسول نبی ہوتا ہے۔

والرسولَ اخصُّ من النبیّ ، یعنی رسول کو نبی پر خصوصیت حاصل ہوتی ہے۔ ہر رسول نبی ہوتا ہے لیکن ہر نبی رسول نہیں ہوتا۔ (۴۱)

رسول صاحبِ کتاب یا صاحبِ شریعت ہوتا ہے۔ اللہ تعالیٰ کی جانب سے صحیفہ یا کتاب کی شکل میں مکمل ضابطۂ حیات جس نبیؑ کو عطا کیا جاتا ہے وہ رسول کہلاتا ہے۔ بعثت کے بعد ہر نبیؑ ہر لحہ منصب نبوت پر فائز رہتا ہے۔ انبیاء علیہ السلام کو اللہ تعالیٰ کی جانب سے وحی اور الہام کے ذریعے علم عطا ہوتا ہے۔ نبیؑ کا ہر قول، ہر فعل اور ہر عمل اللہ تعالیٰ کی مرضی اور منشاء کے تابع ہوتا ہے۔ ہر نبیؑ اور رسولؑ کی بعثت کا اصل مقصد توحیدِ الٰہی کی دعوت دینا تھا۔ چنانچہ تمام انبیاء علیہ السلام نے اپنی تمام تر جدوجہد اسی مقصد کے لئے کی کہ لوگ اللہ کی وحدانیت کا اقرار کرلیں اور صرف اللہ ہی کی عبادت کریں۔

ولقد بعثنا فی کل امۃ رسولا ان اعبدو اللّٰہ واجتنبوا الطاغوت ج (۴۲)

ترجمہ: اور بے شک ہر امت میں ہم نے ایک رسول بھیجا کہ اللہ کی عبادت کرو اور شیطان سے بچو۔

آدم علیہ السلام سے لے کر حضرت محمد مصطفیٰ ﷺ تک انبیاء اکرام کا مسلسل ایک سلسلہ ہے۔ حضور اکرم ﷺ اس سلسلے کی آخری کڑی ہیں جہاں بعثتِ انبیاءؑ کا سلسلہ اختتام پذیر ہوا۔ ہر نبی اور رسول اپنی قوم اور اپنے زمانے کے لئے مبعوث کیے گئے جبکہ حضرت محمد ﷺ کو سارے جہانوں کے لئے مبعوث کیا گیا۔ آپ ﷺ اللہ کے آخری نبیؑ ہیں اور آپ کی شریعت آخری شریعت ہے۔ آپ ﷺ کے بعد نہ کوئی نبی یا رسول آئے گا نہ کوئی شریعت آئے گی۔ قیامت تک ہر قوم، ہر زمانے اور ہر جگہ کے لئے آپ کی نبوت اور آپ کی شریعت قائم رہے گی۔

انبیاء علیہ السلام کی بعثت کا بنیادی مقصد دعوتِ توحیدِ الٰہی ہے تاکہ لوگوں کے نفوس کو شرک سے پاک کیا جائے اللہ تعالیٰ کے احکام سے لوگوں کو آگاہ کیا جائے۔ شریعت کے مسائل کی توضیح و تصریح کی جائے۔ شریعت کے احکامات، ان کے اسرار و رموز کھول کھول کر لوگوں پر واضح کیے جائیں۔ نیکی و بدی میں تمیز سکھائی جائے، لوگوں کو ضلالت اور گمراہی کے اندھیروں سے نکالا جائے، اور ایمان کی روشنی سے ان کے ذہن اور دل منور کیے جائیں۔ اخلاق و کردار کی تعمیر و تشکیل کی جائے اور تزکیہ نفس کر کے ان کو بہترین اخلاق کا نمونہ بنایا جائے، تاکہ لوگوں میں خلوص، ہمدردی، پاکبازی، محبت و مروت اور نیک دلی کے جذبات پیدا ہوں اور دنیا سے گمراہی کے گھٹا ٹوپ اندھیرے دور ہوں۔

لقد من اللّٰہ علی المؤمنین اذ بعث فیھم رسولاً من انفسھم یتلوا علیھم ایٰتہٖ ویزکیھم ویعلمھم الکتٰب والحکمۃ ج وان کانوا من قبل لفی ضلٰلٍ مبینO (۴۳)

ترجمہ: بے شک اللہ کا بڑا احسان ہوا مسلمانوں پر کہ ان میں ان ہی میں سے ایک رسول ؑ بھیجا جو ان پر اس کی آیتیں پڑھتا ہے اور انہیں پاک کرتا ہے اور انہیں کتاب وحکمت سکھاتا ہے اور وہ ضرور اس سے پہلے کھلی گمراہی میں تھے۔

ھو الذی بعث فی الامیّن رسولا منھم یتلوا علیھم ایٰتہٖ ویزکیھم ویعلمھم الکتٰب والحکمۃ ق وان کانوا من قبل لفی ضلٰلٍ مبین ہ (۴۴)

ترجمہ: وہی ہے جس نے اَن پڑھوں میں انہی میں سے ایک رسول بھیجا کہ ان پر اس کی آیتیں پڑھتے ہیں اور انہیں پاک کرتے ہیں اور انہیں کتاب وحکمت کا علم عطا فرماتے ہیں اور بے شک وہ اس سے پہلے ضرور کھلی گمراہی میں تھے۔

گویا انبیاء علیہ السلام کی بعثت کا مقصدِ عظیم دنیا سے گمراہی اور ضلالت کو ختم کرنا ہے۔ انسان ان گمراہی کے اندھیروں میں بھٹک کر اپنی اصل حقیقت اپنے مقام کو بھول کر ذلت کے گڑھوں میں جا گرتا ہے انبیاء علیہ السلام انسانیت کے اس بھولے ہوئے سبق کو یاد دلاتے، لوگوں کو ان کے مقام ومرتبہ کی پہچان کراتے ہیں اور انہیں راہِ مستقیم سمجھاتے ہیں جو ان کا اصل راستہ ہے۔ تمام انبیاء علیہ السلام کی یہی تمنا اور آرزو رہی کہ لوگ راہِ راست پر آ جائیں اور غلط روش کو چھوڑ کر معبودِ حقیقی کے بتائے ہوئے راستے پر چلیں۔ ہر نبیؑ اور رسولؐ نے اپنا یہ فریضہ بحسن وخوبی انجام دیا اور نہ صرف خود بڑی تندہی سے یہ کام انجام دیتے رہے بلکہ آئندہ آنے والی انسانیت کے لئے اللہ تعالیٰ سے دعا کرتے رہے۔ بیت اللہ کی دیواریں اٹھاتے وقت حضرت ابراہیم علیہ السلام نے جو دعا کی وہ دراصل اسی فرضہ کی نشاندہی کرتی ہے۔

ربنا وابعث فیھم رسولا منھم یتلوا علیھم ایٰتک ویعلمھم الکتٰب والحکمۃ ویزکیھم ط انک انت العزیز الحکیم ہ (۴۵)

ترجمہ: اے رب ہمارے اور بھیج ان میں ایک رسول ان ہی میں سے ان پر تیری آیتیں تلاوت فرمائے اور انہیں تیری کتاب اور پختہ علم سکھائے اور انہیں خوب ستھرا فرمادے۔ بے شک تو ہی غالب ہے حکمت والا۔

اللہ تعالیٰ نے اپنے دوست ابراہیم ؑ خلیل اللہ کی دعا قبول فرمائی۔

کما ارسلنا فیکم رسولا منکم یتلوا علیکم ایٰتنا ویزکیکم ویعلمکم الکتٰب والحکمۃ ویعلمکم مالم تکونوا تعلمون ہ (۴۶)

ترجمہ: جیسا کہ ہم نے تم میں بھیجا ایک رسول ؑ تم میں سے کہ تم پر ہماری آیتیں تلاوت فرماتا ہے اور تمہیں پاک کرتا ہے اور کتاب اور پختہ علم سکھاتا ہے اور تمہیں وہ تعلیم فرماتا ہے جس کا تمہیں علم نہ تھا۔

چنانچہ تلاوت آیات، لوگوں کا تزکیہ نفس، احکامات الٰہیہ کی تشریح وتوضیح، اوامر ونواہی سے آگہی، شرعی امور کے اسرار ورموز کی وضاحت۔ سیرت وکردار کی تعمیر، حقوق وفرائض کی ادائیگی عبادت الٰہی کی ادائیگی کا طریقہ کار یہ وہ فرائضِ منصبی ہیں جو بعثت انبیاء ؑ کا مقصدِ خاص ہیں۔

ذالک نتلوہ علیک من الاٰیٰت والذکر الحکیم ہ (۴۷) ترجمہ: یہ ہم تم پر پڑھتے ہیں کچھ آیتیں اور حکمت والی نصیحت۔

انبیاء علیہ السلام کے فرائضِ منصبی کی تکمیل آنحضرت ﷺ نے فرمائی اور اللہ تعالیٰ کے احکامات جو آپ ؐ پر وحی کے ذریعے نازل ہوئے اللہ تعالیٰ کے حکم کے مطابق جوں کے توں لوگوں تک پہنچا دیئے۔ **یایھا الرسول بلغ ما انزل الیک من ربک ط (۴۸)**

ترجمہ: اے رسول پہنچا دو جو کچھ اترا تمہیں تمہارے رب کی طرف سے۔

احکامات شریعہ کے علاوہ انبیاء علیہ السلام کی بعثت کا ایک اہم مقصد یہ بھی تھا کہ دنیا میں عدل وانصاف قائم ہو۔

دنیا میں آدم علیہ السلام کو خلیفۃ اللہ بنا کر بھیجنے کا اور پھر اُن کے بعد دوسرے انبیاء علیہم السلام کے بعد دیگرے بحیثیت خلیفۃ اللہ بھیجے

رہنے کا، اوران کے ساتھ بہت سے کتابیں اور صحیفے نازل فرمانے کا اہم مقصد یہی تھا، کہ دنیا میں انصاف اوراس کے ذریعے امن وامان قائم ہو، ہر فردانسانی اپنے اپنے دائرۂ اختیار میں انصاف کو اپنا شعار بنالے، اور خود سرکش لوگ وعظ وپند اور تعلیم وتبلیغ کے ذریعہ عدل وانصاف پر نہ آئیں، اپنی سرکشی پراڑے رہیں، ان کو قانونی سیاست اور تعزیر وسزا کے ذریعہ انصاف پر قائم رہنے کے لئے مجبور کیا جائے۔ (۴۹)

یعنی اگر لوگ وعظ ونصیحت سے عدل وانصاف پر قائم نہ رہیں اور معاشرہ میں بے انصافی سے بگاڑ پیدا کریں تو قانون، شرعی حدود اور تعزیرات کے ذریعے انہیں انصاف قائم کرنے پر مجبور کیا جائے۔ عدل وانصاف ہی سے معاشرہ میں امن وامان قائم رہ سکتا ہے۔

لقد ارسلنا رسلنا بالبینٰت وانزلنا معھم الکتٰب والمیزان لیقوم الناس بالقسط ج (۵۰)

ترجمہ: بے شک ہم نے اپنے رسولوں کو دلیلوں کے ساتھ بھیجا اوران کے ساتھ کتاب اور عدل کی ترازو اتاری کہ لوگ انصاف پر قائم ہوں۔

خاتم النبیین حضرت محمد مصطفیٰ ﷺ نے مقاصدِ بعثتِ انبیاء علیہ السلام کی تکمیل فرمائی۔ تلاوتِ آیاتِ ربانی، تزکیہ نفوس، تعلیماتِ کتابِ الٰہی یعنی قرآن کریم کی تعلیم، احکاماتِ الٰہی اور مسائل شریعہ کی توضیح، اوامر ونواہی کی وضاحت وتشریح، شرعی اسرار ورموز کی باریک بینی، سیرت وکردار کی تعمیر، طور اطوار واخلاق کی پاکیزگی غرض یہ کہ انسان کی شخصی، معاشرتی، معاشی، سیاسی، سماجی ہر ہر پہلو سے نوک پلک سنوارنے کا جو اہم فریضہ آپ ﷺ کے سپرد اللہ تعالیٰ کی طرف سے کیا گیا آپ ﷺ نے اپنے اس فرضِ منصبی کو احسن طریق پر سرانجام دیا اور ایک ایسا مثالی پُرامن معاشرہ قائم فرمایا جس کی مثال دنیا کی تاریخ میں کہیں نہیں ملتی اور جس کی نظیر تاریخ انسانی پیش کرنے سے قاصر ہے۔ آپ ﷺ نے اپنے فرائضِ منصبی کی تکمیل اس طرح فرمائی کہ کہ لوگوں کی نظریں اس حقیقت کی طرف پھیر دیں کہ انہیں ایک خدا کے سامنے جوابدہ ہونا ہے اور انہیں اپنے اعمال کی سزا وجزا پانا ہے۔ ان خیالات وتصورات نے انسانوں کے کردار وعمل میں ایک انقلابِ عظیم برپا کر دیا، اور ہر انسان عدل وانصاف کی اس کسوٹی پر اپنے اعمال کو پرکھنے لگا یوں آپ ﷺ نے معاشرہ میں عدل وانصاف کو قائم فرمایا۔ لوگوں کے دلوں میں اللہ تعالیٰ کی حقانیت اور قوتِ کاملہ کو جاگزین فرمایا۔ **فان اللہ کان بما تعملون خبیرا o (۵۱)** ترجمہ: بے شک اللہ کو تمہارے کاموں کی خبر ہے۔

<u>منصبِ نبوت:</u> منصب نبوت وہ گراں قدر نعمتِ موہوبہ ہے جو صرف اور صرف اللہ تعالیٰ کے قبضۂ قدرت میں ہے اور اللہ تعالیٰ اپنی منشاء ومرضی سے جس انسان کو اس بارِ گراں اٹھانے کا اہل سمجھتا ہے اسے اس نعمت سے نوازتا ہے اور اللہ تعالیٰ جسے اس نعمت سے سرفراز فرماتا ہے اس کی ہدایت اور رہنمائی کا ہر وقت خیال رکھتا ہے۔ کسی لمحہ بھی نبیؑ اور رسولؑ اللہ کی نگہبانی سے باہر نہیں ہوتے نبیؑ اور رسولؑ کی تمام زندگی اللہ کی فرمانبرداری اور اطاعت میں گزرتی ہے۔ انبیاء علیہم السلام اپنے فریضۂ منصبی کی ادائیگی میں مخلص اور بے غرض ہوتے ہیں۔ وہ ہر قسم کے مادی معاوضہ کی خواہش سے پاک اور مبرا ہوتے ہیں ان کی صرف یہی خواہش ہوتی ہے کہ لوگ اللہ کو واحد اور یکتا مانیں، اللہ سے ڈریں، تقویٰ اختیار کریں اور گمراہی کے راستے کو چھوڑ کر راہِ ہدایت اختیار کریں۔ اور دنیاوی اور اخروی نجات حاصل کریں۔ ہر نبیؑ اور پیغمبر نے اپنی قوم کو یہی پیغام دیا کہ اللہ سے ڈرو اور میری اطاعت کرو میں اللہ کی طرف سے بھیجا ہوا امانت دار رسول ہوں میں اللہ کا پیغام تمہیں پہنچاتا ہوں اور اس کے لئے تم سے کوئی معاوضہ طلب نہیں کرتا۔ میرا معاوضہ اور اجر تو اللہ کے پاس ہے۔

اذ قال لھم اخوھم نوحٌ الا تتقون o انی لکم رسول امین o فاتقوا اللّٰہ واطیعون o وما اسئلکم علیہ من اجر ج ان اجری الا علی رب العلمین o (۵۲)

ترجمہ: جب کہ کہا ان میں سے ان کے بھائی نوح نے کیا تم ڈرتے نہیں بے شک میں تمہارے لئے اللہ کا بھیجا ہوا رسولِ امین ہوں تو اللہ سے ڈرو اور میرا حکم مانو۔ اور میں اس پر تم سے کچھ اجرت نہیں مانگتا۔ میرا اجر تو اسی پر ہے جو سارے جہان کا رب ہے۔

کذبت عاد ن المرسلین o اذ قال لھم اخوھم ھودٌ الا تتقون o انی لکم رسول امین o فاتقوا اللّٰہ واطیعون o وما اسئلکم علیہ من اجر ج ان اجری الا علی رب العلمین o (۵۳)

ترجمہ: عاد نے رسولوں کو جھٹلایا جبکہ ان سے ان کے ہم قوم ہود نے فرمایا کیا تم ڈرتے نہیں بے شک میں تمہارے لئے امانت دار رسول ہوں ۔تو اللہ سے ڈرو اور میرا حکم مانو اور میں تم سے اس پر کچھ اجرت نہیں مانگتا۔ میرا اجر تو اسی پر ہے جو سارے جہاں کا رب ہے۔

کذبت ثمود المرسلین o اذ قال لھم اخوھم صٰلحٌ الا تتقون o انی لکم رسول امین o فاتقوا اللّٰہ واطیعون o وما اسئلکم علیه من اجر ج ان اجری الا علٰی رب العلمین o (۵۴)

ترجمہ: ثمود نے رسولوں کو جھٹلایا جبکہ ان سے ان کے ہم قوم صالحؑ نے فرمایا۔ کیا ڈرتے نہیں۔ بے شک میں تمہارے لئے اللہ کا امانت دار رسول ہوں تو اللہ سے ڈرو اور میرا حکم مانو اور میں تم سے اس پر کچھ اجرت نہیں مانگتا۔ میرا اجر تو اسی پر ہے جو سارے جہان کا رب ہے۔

کذبت قوم لوط ن المرسلین o اذ قال لھم اخوھم لوطٌ الا تتقون o انی لکم رسول امین o فاتقوا اللّٰہ واطیعون o وما اسئلکم علیه من اجر ج ان اجری الا علٰی رب العلمین o (۵۵)

ترجمہ: لوط کی قوم نے رسولوں کو جھٹلایا جبکہ ان سے ان کے ہم قوم لوطؑ نے فرمایا کیا تم ڈرتے نہیں۔ بے شک میں تمہارے لئے اللہ کا امانت دار رسول ہوں تو اللہ سے ڈرو اور میرا حکم مانو اور میں اس پر تم سے کچھ اجرت نہیں مانگتا میرا اجر تو اسی پر ہے جو سارے جہانوں کا رب ہے۔

انبیاء علیہ السلام اللہ تعالیٰ کے احکامات لوگوں تک پہنچانے میں کسی قسم کا ڈر اور خوف محسوس نہیں کرتے نہ وقتی مصلحت سے کام لیتے ہیں نہ ہی لوگوں کی مخالفت کے ڈر سے اصول چھوڑتے ہیں۔ انہیں اس بات پر کامل یقین ہوتا ہے کہ اللہ ان کا حامی و ناصر ہے اور اس فریضہ کی ادائیگی کے لئے اللہ ان کا مددگار ہے لہٰذا اس یقین کے سبب وہ اطمینان اور سکون سے اپنی ذمہ داریاں پوری کرتے رہتے ہیں، ان کی طبیعت میں کسی قسم کی بے اطمینانی یا ہیجان پیدا نہیں ہوتا نہ ہی ان کی ذاتی خواہش یا اپنی منشاء و مرضی کو دخل ہوتا ہے بلکہ انبیاء اکرام کے تمام کام مشیت الٰہی کے تابع فرمان ہوتے ہیں۔ منصب نبوت پر فائز ہونے کے بعد ہر نبیؑ و رسولؑ اپنے تمام کام بغیر کسی کمی و بیشی کے مکمل طور پر پایۂ تکمیل کو پہنچاتے ہیں۔

<u>بقول شاہ ولی اللہ دہلوی:</u> اس دنیا میں نبیؐ کے لئے ضروری ہے کہ وہ بر سر عام یہ ثابت کرے کہ وہ نبوت کا رمز شناس ہے اور وہ جو تعلیم دے رہا ہے وہ غلطی اور گمراہی سے پاک ہے۔ نبی یہ بھی نہیں کرتا کہ وہ اصلاحی کام کا کچھ حصہ لے لے اور کچھ ضروری حصہ ترک کر دے۔ (۵۶)

انبیاء اکرام کے تمام کام، ان کا ہر فعل مشیت الٰہیہ کا پابند ہوتا ہے۔

قل لو شآء اللّٰہ ما تلوتهٗ علیکم ولا ادرٰکم به صلے فقد لبثت فیکم عمرًا من قبله ط افلا تعقلون o (۵۷)

ترجمہ: تم فرماؤ اگر اللہ چاہتا تو میں اسے تم پر نہ پڑھتا نہ وہ تم کو اس سے خبردار کرتا۔ تو میں تم میں اس سے پہلے اپنی ایک عمر گزار چکا ہوں۔ تو کیا تمہیں عقل نہیں۔

فیضانِ الٰہی کے بغیر ہر صلاحیت اور ہر استعداد بیکار ہے، بڑائی اور ہر کمال اللہ تعالیٰ کی بخشش اور عطیہ ہے۔ جس میں ذاتی خوبیوں اور صفات کا ہرگز دخل نہیں۔ **وکذالک اوحینآ الیک روحاً من امرنا ط ما کنت تدری ماالکتٰب ولا الایمان ولکن جعلنٰه نورا نهدی به من نشآء من عبادنا ط وانک لتهدی الٰی صراط مستقیم o (۵۸)**

ترجمہ: اور یونہی ہم نے تمہیں وحی بھیجی ایک جان فزا چیز اپنے حکم سے اس سے پہلے نہ تم کتاب جانتے تھے اور نہ احکام شرع کی تفصیل ہاں ہم نے اسے نور کیا جس سے ہم راہ دکھاتے ہیں اپنے بندوں سے جسے چاہتے ہیں اور بے شک تم ضرور سیدھی راہ بتاتے ہو۔

نبوت کے منصب کے سلسلے میں حضرت شاہ ولی اللہ محدث دہلویؒ فرماتے ہیں:

پھر یہ بھی ضروری ہے کہ جو فرد کامل اس عظیم الشان مقصد کو انجام دینے کے لئے چُنا گیا ہے وہ کھلے طور پر تمام لوگوں کے سامنے کسی

طرح یہ ثابت کردے کہ درحقیقت یہ وہی جلیل القدر ہستی ہے۔جس کو اللہ تعالیٰ نے اس منصب کے لئے چُن لیا ہے اور سب لوگ یقین کرلیں کہ اس کو باری تعالیٰ نے سنت راشدہ (صراط مستقیم) کا پورا علم عنایت فرمایا ہے، وہ اللہ تعالیٰ کے پیغاموں کو پہنچانے میں شیطان کے تصرف اور دراندازی سے محفوظ ہے اس کا کلام: **وما ینطق عن الھویٰ ان ھو الا وحیٌ یوحیٰ ۔** کا زندہ ثبوت ہے اور وہ خدائے پاک کی نازل کردہ ہدایات کو مکمل طور پر لوگوں تک پہنچاتا ہے یا بالفاظِ دیگر اس کے یہ معنی ہیں کہ تبلیغ میں وہ کسی قسم کی کوتاہی نہیں کرتا کہ حق تعالیٰ کی بتائی ہوئی بعض باتیں تو ان کو پہنچادے اور بعض کو چھپائے رکھے۔ایسے ہی شخص کو نبی اور خدا کا رسول کہتے ہیں۔ (۵۹)

رسالتِ محمدی ﷺ اور قرآن پاک کا نزول بھی عطیہ خداوندی ہے جو اللہ تعالیٰ کی مرضی کے تابع ہے۔آپ ﷺ صراط مستقیم کے داعی اور ھادیٔ مرسل ہیں آپ ﷺ کی اطاعت کے بغیر سیدھی اور سچی راہ میسر نہیں آسکتی۔بندوں کو ہدایت بھی مشیتِ خداوندی کے بغیر حاصل نہیں ہوسکتی۔ اللہ تعالیٰ بندوں کی ہدایت کے لئے پیغمبر علیہ السلام پر فرشتوں کے ذریعے وحی نازل فرماتے اور اپنے احکامات پہنچاتے ہیں۔

ینزل الملٰئکۃ بالروح من امرہٖ علی من یشآء من عبادہٖ ان انذروا انہٗ لا الٰہ الا انا فاتقون○ (۶۰)

ترجمہ: وہی فرشتوں کو وحی کے ساتھ اپنے جن بندوں پر چاہے اتارتا ہے کہ ڈرسناؤ کہ میرے سوا کسی کی بندگی نہیں تو مجھ سے ڈرو۔

انبیاء علیہم السلام وحی الٰہی کی اتباع کرتے ہیں۔وحی میں کسی قسم کی تبدیلی یا ردوبدل کا انہیں اختیار نہیں۔وہ اللہ سے ڈرتے اور اسی کا حکم دیتے ہیں۔

قل ما یکون لی ان ابدلہٗ من تلقآئِ نفسی ج ان اتبع الا ما یوحیٰ الی ج انی اخاف ان عصیت ربی عذاب یوم عظیم○ (۶۱)

ترجمہ: تم فرماؤ مجھے نہیں پہنچتا کہ میں اسے اپنی طرف سے بدل دوں میں تو اسی کا تابع ہوں جو میری طرف وحی ہوتی ہے۔میں اگر اپنے رب کی نافرمانی کروں تو مجھے بڑے دن کے عذاب کا ڈر ہے۔

انبیاء علیہم السلام کی تعلیمات:

ا۔ **دعوت توحید کا پیغام:** تمام انبیاء علیہم السلام نے توحیدِ باری تعالیٰ کا درس دیا اور لوگوں کو اسی بات کی تعلیم دی کہ وہ شرک سے بچیں۔ہر نبیؑ نے اپنی قوم کو یہی پیغام دیا کہ اللہ تعالیٰ ہی معبودِ برحق ہے، وہ واحد اور یکتا ہے، ساری کائنات کا وہی خالق و مالک ہے، اللہ کے سوا کوئی معبود و مسجود نہیں، کائنات کی ہر چیز اللہ ہی کی تخلیق ہے۔جس میں اس کا کوئی شریک نہیں۔نہ ہی اس کا کوئی ہمسر و برابر ہے، وہی عبادت اور بندگی کے لائق ہے۔

وما ارسلنا من قبلک من رسول الا نوحی الیہ انہٗ لا الٰہ الا انا فاعبدون○ (۶۲)

ترجمہ: اور ہم نے تم سے پہلے کوئی رسول نہ بھیجا مگر یہ کہ ہم اس کی طرف وحی فرماتے کہ میرے سوا کوئی معبود نہیں تو مجھی کو پوجو۔

موحدِ اعظم حضرت ابراہیم علیہ السلام نے جب اپنی قوم کو اللہ کا پیغام سنایا تو پہلا درس توحیدِ باری تعالیٰ اور اللہ کی حقانیت کا دیا تھا۔

وابراھیم اذ قال لقومہ اعبدوا اللّٰہ واتقوہ ذالکم خیر لکم ان کنتم تعلمون○ (۶۳)

ترجمہ: اور ابراہیم نے جب اپنی قوم سے فرمایا کہ اللہ کو پوجو اور اس سے ڈرو اس میں تمہارا بھلا ہے اگر تم جانتے۔

حضرت ہود علیہ السلام نے بھی اپنی قوم کو شرک کرنے سے منع فرمایا اور اللہ کو واحد و یکتا ماننے کا پیغام دیا۔

قال یقوم اعبدوا اللّٰہ مالکم من الٰہٍ غیرہٗ ط ان انتم الا مفترون○ (۶۴)

ترجمہ: کہا اے میری قوم اللہ کو پوجو اس کے سوا تمہارا کوئی معبود نہیں تم تو نرے مفتری (بالکل جھوٹے الزام عائد کرنے والے) ہو۔

قوم عاد حضرت ہودؑ کا یہ پیغام سن کر حضرت ہود علیہ السلام کو دیوانہ اور آسیب زدہ کہنے لگی لیکن سچائی کے راستے پر آنے سے انکار کر دیا۔

والی ثمود اخاھم صٰلحا م قال یقوم اعبدوا اللّٰہ مالکم من الٰہ غیرہٗ ط ھو انشاکم من الارض واستعمرکم فیھا فاستغفروہ ثم توبوا الیہ ط ان ربی قریب مجیبٌ o (۶۵)

ترجمہ: اور ثمود کی طرف ان کے ہم قوم صالح نے کہا اے میری قوم اللہ کو پوجو اسکے سوا تمہارا کوئی معبود نہیں۔ اس نے تمہیں زمین سے پیدا کیا اور اس میں تمہیں بسایا تو اس سے معافی چاہو پھر اس کی طرف رجوع کرو۔ بے شک میرا رب قریب ہے دعا سننے والا۔

حضرت صالح علیہ السلام کا یہ درس سن کر ان کی قوم متعجب ہوئی اور انہوں نے حضرت صالحؑ سے کہا تم ہمارے باپ دادا کے مذہب سے ہٹانا چاہتے ہو سو ہم ایسا ہرگز نہیں کریں گے۔ **والی مدین اخاھم شعیباً ط قال یقوم اعبدوا اللّٰہ مالکم من الٰہ غیرہٗ ط ولا تنقصوا المکیال والمیزان انی ارٰکم بخیر وانی اخاف علیکم عذاب یوم محیطo (۶۶)**

ترجمہ: مدین کی طرف ان کے ہم قوم شعیب نے کہا اے میری قوم اللہ کو پوجو اس کے سوا کوئی معبود نہیں اور ناپ تول میں کمی نہ کرو بے شک میں تمہیں آسودہ حال دیکھتا ہوں اور مجھے تم پر گھیر لینے والے دن کے عذاب کا ڈر ہے۔

حضرت شعیب علیہ السلام سے راستی کے اس پیغام کو سن کر ان کی قوم نے جواب دیا کہ تم ہمارے آباؤ اجداد کے مذہب سے ہمیں دور کرنا چاہتے ہو اور اب ہمارے کاروباری معاملات میں بھی دخل اندازی کرنے لگے ہو ہم تمہاری یہ باتیں برداشت نہیں کر سکتے۔

انبیاء علیہم السلام کی تعلیم کا اہم مرکز اور بنیادی نکتہ توحید ہے جس کی دعوت ہر نبی اور ہر پیغمبر نے دی اور اپنی تمام تر کوششیں اسی اہم مرکز پر صرف کیں کہ لوگ معبودِ حقیقی کو پہچانیں اور اس کی وحدت کا دل سے یقین کریں۔ تا کہ ایمان کی منزل پالیں۔

۲۔ شرک سے اجتناب کی تعلیم: انبیاء علیہ السلام نے لوگوں کو جن اہم امور کا درس دیا سب سے اہم توحید باری تعالیٰ اور شرک سے بچاؤ کی تلقین ہے۔ توحیدِ باری تعالیٰ پر ایمان ہی دراصل شرک کی تمام جڑوں کا کاٹ دیتا ہے۔ شرک ایسا گناہ کبیرہ ہے کہ جس کو اللہ تعالیٰ نے ظلمِ عظیم سے تعبیر کیا ہے اور صرف شرک ہی وہ گناہ ہے کہ اس گناہ کے مرتکب کو اللہ تعالیٰ کبھی معاف نہیں فرماتے یہ ناقابلِ معافی جرم ہے چنانچہ انبیاء علیہ السلام نے لوگوں کو اس کھلی گمراہی سے بچنے کی تلقین فرمائی اور توحید پر یقین کے ساتھ ساتھ انبیاء علیہ السلام نے سارا زور اس بات پر صرف کیا کہ لوگ شرک جیسے گناہ کبیرہ سے خود کو بچائیں۔ اللہ تعالیٰ نے قرآن مجید میں شرک کو بہتانِ عظیم اور صریح گمراہی قرار دیا ہے۔

واذ قال لقمٰن لابنہٖ وھو یعظہٗ یبنیَّ لا تشرک باللّٰہ ط ان الشرک لظلمٌ عظیمo (۶۷)

ترجمہ: اور یاد کرو جب لقمان نے اپنے بیٹے سے کہا اور وہ نصیحت کرتا تھا اے میرے بیٹے اللہ کا کسی کو شریک نہ کرنا، بے شک شرک بڑا ظلم ہے۔

شرک ایسا گناہ ہے کہ جس سے انسان کے تمام اعمال ضائع ہو جاتے ہیں۔ اللہ تعالیٰ کو یہ گناہ اس قدر ناگوار ہے کہ کسی صورت اس جرم کے مرتکب کو معاف نہیں کیا جا سکتا۔ اللہ کے نزدیک یہ ناقابلِ معافی جرم ہے۔ شرک کرنے والے پر اللہ تعالیٰ نے جنت کو حرام کر دیا ہے اور قرآن میں واضح طور پر اللہ تعالیٰ نے فرمادیا کہ اس کا ٹھکانہ جہنم ہے۔

انہٗ من یشرک باللّٰہ فقد حرم اللّٰہ علیہ الجنۃ وماوٰہ النار ط وما للظٰلمین من انصار o (۶۸)

ترجمہ: اور جو اللہ کا شریک ٹھہرائے تو اللہ نے جنت اس پر حرام کر دی اور اس کا ٹھکانہ جہنم ہے اور ظالموں کا کوئی مددگار نہیں۔

اس گناہ کے مرتکب کے لئے اللہ تعالیٰ نے فرمایا کہ جو اللہ کے ساتھ شریک ٹھہراتا ہے وہ گویا ایسا ہے جیسے وہ آسمان سے گرے اور اور اسے پرندے اچک کر لے جائیں یا ہوا اسے کسی دور جگہ اڑا کر لے جائے اور پھینک دے۔

ومن یشرک باللّٰہ فکانما خر من السمآء فتخطفہ الطیر او تھوی بہ الریح فی مکان سحیقo (۶۹)

ترجمہ: اور جو اللہ کا شریک کرے وہ گویا گرا آسمان سے کہ پرندے اسے اچک لے جاتے ہیں یا ہوا اسے کسی دور جگہ پھینکتی ہے۔

شرک ایسی صریح گمراہی اور اللہ کا انتہائی ناپسندیدہ فعل ہے کہ اللہ تعالیٰ نے قرآن مجید میں انبیاء علیہ السلام جو اللہ تعالیٰ کے پسندیدہ اور برگزیدہ بندے تھے جنہیں خود اللہ تعالیٰ نے فرمایا کہ یہ پاکباز مقدس افراد ہیں۔ جو راہِ حق پر چلنے والے اور صراطِ مستقیم کے داعی ہیں یہ نیک، صالحین اور محسنین ہیں اللہ نے انہیں تمام جہان والوں پر فضیلت اور بزرگی بخشی ہے لیکن اگر یہ لوگ بھی شرک کے مرتکب ہو جاتے تو ان کے تمام اعمال ضائع ہو جاتے۔

وتلک حجتنا اتینھآ ابراھیم علیٰ قومہٖ ط نرفع درجٰت من نشآء ط ان ربک حکیم علیمo ووھبنا لہٗ اسحٰق ویعقوب ط کلاًّ ھدینا ج ونوحا ھدینا من قبل ومن ذریتہٖ داؤد وسلیمٰن وایوب ویوسف وموسٰی وھٰرون ط وکذٰلک نجزی المحسنین o وزکریا ویحیٰ وعیسٰی والیاس ط کل من الصالحین o واسمٰعیل والیسع ویونس ولوطاً ط وکلاًّ فضلنا علی العٰلمین o ومن اٰبآئھم وذریٰتھم واخوانھم ج واجتبینٰھم وھدینٰھم الٰی صراط مستقیم o ذٰلک ھدی اللّٰہ یھدی بہٖ من یشآء من عبادہٖ ط ولو اشرکوا لحبط عنھم ما کانوا یعملونo (۸۰)

ترجمہ: اور یہ ہماری دلیل ہے کہ ہم نے ابراہیم کو اس کی قوم پر عطا فرمائی۔ ہم جسے چاہیں درجوں بلند کریں بے شک تمہارا رب علم اور حکمت والا ہے۔ اور ہم نے انہیں اسحٰق اور یعقوب عطا کئے ان سب کو ہم نے راہ دکھائی اور ان سے پہلے نوح کو راہ دکھائی اور اس کی اولاد میں داؤد، سلیمان اور ایوب اور یوسف اور موسیٰ اور ہارون کو ہم ایسا ہی بدلہ دیتے ہیں نیکوکاروں کو اور زکریا اور یحییٰ اور عیسٰی اور الیاس کو یہ سب ہمارے قرب کے لائق ہیں اور اسماعیل اور یسع اور یونس اور لوط کو اور ہم نے ہر ایک کو اس کے وقت میں سب پر فضیلت دی اور کچھ ان کے باپ دادا اور اولاد اور بھائیوں میں سے بعض کو اور ہم نے چن لیا اور سیدھی راہ دکھائی۔ یہ اللہ کی ہدایت ہے کہ اپنے بندوں میں جسے چاہے دے اور اگر وہ شرک کرتے تو ضرور ان کا کیا اکارت جاتا۔

۳۔ **دعوت ایمان بالغیب:** انبیاء علیہ السلام کی تعلیم اور دعوت وتبلیغ کی ایک اہم خصوصیت یہ ہے کہ انہوں نے لوگوں کو غیب پر ایمان لانے کی تلقین فرمائی۔ اللہ تعالیٰ کو اس کی ذات وصفاتِ کاملہ اور اس کی مکمل قدرت وطاقت کے ساتھ ایمان لانے کی دعوت دی۔ ایمان بالغیب کے بغیر انسان اللہ پر کامل یقین وایمان کی منزل کو نہیں پہنچ سکتا۔ اور نہ ہی اس کا قلب ان روحانی امور کو جذب کرنے کی اہلیت حاصل کر سکتا ہے جو ایمانِ کامل کا خاصہ ہیں۔ ایمان بالغیب کے بعد ہی مومن اللہ کے رسولوں، ان کی بتائی ہوئی باتوں اور اللہ کی کتابوں پر ایمان لاسکتا ہے۔ غیب پر ایمان لانے کے بعد ہی انسان انبیاء علیہ السلام سے صادر ہونے والے معجزات اور خارقِ عادت امور پر یقین کر سکتا ہے، غیب پر ایمان لانے کے بعد ہی انسان کو سکونِ قلب اور اطمینان جیسی نعمتیں حاصل ہوتی ہیں۔ ایمان بالغیب رکھنے والا ہی اس چیز پر کامل ایمان رکھتا ہے کہ اللہ ہر چیز پر قادر ہے اس لئے ایسے واقعات بھی اللہ کی قدرت سے ظاہر ہو سکتے ہیں جن کی کوئی عقلی توجیہہ نظر نہیں آتی، یا قوانینِ طبعی کے خلاف نظر آتے ہیں۔ جیسے آتشِ نمرود کا حضرت ابراہیمؑ کے لئے سرد پڑ جانا۔ حضرت موسیٰؑ کے عصا کی ضرب سے بارہ چشموں کا جاری ہو جانا، حضرت یونسؑ کا مچھلی کے پیٹ سے صحیح سالم نکلنا، حضرت عیسیٰؑ کا بغیر باپ کے پیدا ہونا۔ سنگریزوں سے اصحاب فیل کے لشکر کا تباہ ہو جانا اور حضرت محمد ﷺ سے صادر ہونے والے بیشمار معجزات۔ غیب پر ایمان رکھنے والا شخص ہی ان تمام چیزوں پر یقین کر سکتا ہے۔ انسان کو اللہ تعالیٰ نے عقل ودانش اور غور وفکر کی صلاحیت عطا کی ہے لیکن یہ تمام چیزیں اپنی حدود کی پابند ہیں، ان حدود سے ماوراء چیزوں پر یقین ایمان بالغیب کی طاقت ہی سے پیدا ہوتا ہے۔ توحیدِ باری تعالیٰ، ذاتِ الٰہی، صفاتِ الٰہیہ اور آخرت کے امور یہ وہ تمام چیزیں ہیں جو عقل ودانش کی حدود سے باہر ہیں چنانچہ انبیاء علیہ السلام نے لوگوں کو ایمان بالغیب کی تعلیم اور ترغیب دی تاکہ لوگوں کے دلوں میں کامل ایمان راسخ ہو اور قلبی سکون اور روحانی راحت میسر آسکے۔ غیب پر ایمان رکھنے والا کبھی شک وشبہ اور تذبذب کا شکار نہیں ہوتا۔ قرآن مجید میں مومنین اور متقین کی پہچان کے لئے جن باتوں کا ذکر کیا ہے اس میں ایمان بالغیب بھی شامل ہے۔

هدی للمتقین o الذین یؤمنون بالغیب ویقیمون الصلوٰۃ ومما رزقنٰھم ینفقون o (۷۱)

ترجمہ: ہدایت ہے اس میں ڈر والوں کو اور جو بے دیکھے ایمان لائیں ۔نماز قائم کریں اور ہماری دی ہوئی روزی میں سے ہماری راہ میں خرچ کریں۔

۴۔ **عقیدہ آخرت پر ایمان کی تعلیم:** انبیاء علیہ السلام کی تعلیمات کا خاص اور اہم موضوع عقیدہ آخرت پر ایمان ہے۔تمام انبیاءؑ اور رسولوں نے آخرت پر ایمان کی تلقین فرمائی۔حیات بعد الموت، حشر ونشر،اعمال کا حساب، دنیا کے اعمال کے مطابق اخروی زندگی کا انجام لوگوں کو کھول کھول کر بیان کیا۔انبیاء علیہ السلام نے نہ صرف آخرت کی ہولناکیوں،لرزہ خیز احوال کو لوگوں کے سامنے بیان کیا بلکہ جنت، وہاں کی نعمتوں اور خوشحالیوں کا بھی ذکر کیا۔قرآن مجید میں بے شمار مقامات پر یوم آخرت کا ذکر کیا ہے۔ ہر نبیؑ اور رسولؑ نے اپنی قوم کو اس دن کے عذاب سے ڈرایا اور لوگوں کو شرک اور گمراہی کے نتیجے میں بھگتنے والے عذاب سے آگاہ کیا۔

ولقد ارسلنا نوحاً الیٰ قومہٖ انی لکم نذیر مبین o ان لا تعبدوا الا اللّٰہ ؕ انی اخاف علیکم عذاب یوم الیم o (۷۲)

ترجمہ: اور بے شک ہم نے نوحؑ کو ان کی قوم کی طرف بھیجا کہ میں تمہارے لئے صریح ڈر سنانے والا ہوں، کہ اللہ کے سوا کسی کو نہ پوجو۔ بے شک میں تم پر ایک مصیبت والے دن کے عذاب سے ڈرتا ہوں۔

حضرت ہود علیہ السلام کی قوم کو اللہ تعالیٰ نے بیشمار دنیاوی نعمتوں سے نوازا تھا اور زندگی کی تمام آسائشیں انہیں میسر تھیں لیکن اس قوم کے شرک کرنے اور خود سر ہونے کے سبب حضرت ہود علیہ السلام نے انہیں ہمیشہ آخرت کے دن کے عذاب سے ڈرایا۔

انی اخاف علیکم عذاب یوم عظیم o (۷۳) ترجمہ: بے شک مجھے تم پر ڈر ہے ایک بڑے دن کے عذاب کا۔

حضرت ابراہیم علیہ السلام یوم آخرت کے خوف اور ہیبت سے عجز و انکساری کا پیکر بنے رہے اور اللہ تعالیٰ سے بخشش اور مغفرت کی دعا فرماتے رہے۔

ولا تخزنی یوم یبعثون o یوم لا ینفع مال ولا بنون o الا من اتی اللّٰہ بقلب سلیم o وازلفت الجنۃ للمتقین o وبرزت الجحیم للغٰوین o (۷۴)

ترجمہ: اور مجھے رسوا نہ کرنا جس دن سب اٹھائیں جائیں گے جس دن نہ مال کام آئے گا نہ بیٹے مگر وہ جو اللہ کے حضور حاضر ہوا سلامت دل لے کر،اور قریب لائی جائے گی جنت پرہیز گاروں کے لئے اور ظاہر کی جائے گی دوزخ گمراہوں کے لئے۔

آنحضرت ﷺ ہمیشہ اپنی امت کے لئے یوم آخرت کے عذاب سے مغفرت کی دعا فرماتے تھے۔

انبیاء علیہ السلام کی تعلیمات ،اخلاق حسنہ اور سیرت کی تعمیر:

انبیاء اکرام اللہ تعالیٰ کی وہ برگزیدہ اور پسندیدہ بندے ہوتے ہیں جن پر اللہ تعالیٰ کی عنایات خاص ہوتی ہیں، جو ہر وقت اور ہر لحمہ اللہ تعالیٰ کی توجہ کا مرکز ہوتے ہیں، ہر لحظہ ان کا اللہ تعالیٰ سے رابطہ قائم ہوتا ہے ان پر اللہ تعالیٰ کا خاص انعام واکرام ہوتا ہے۔ انبیاء ورسولوں پر اللہ تعالیٰ کی نوازشات جاری وساری رہتی ہیں، وحی اور الہام کے ذریعے اللہ تعالیٰ کا ان سے رابطہ قائم رہتا ہے اس لئے ان کی زندگی ،اخلاق و عادات ،اعمال و کردار زندگی کے طور اطوار اللہ تعالیٰ کی نظر میں پسندیدہ ہوتے ہیں چنانچہ اللہ تعالیٰ لوگوں کو اپنے ان بندوں کی اتباع کی تلقین فرماتے ہیں ۔انبیاء ورسل صرف احکاماتِ الٰہی اور ارشاداتِ الٰہی کو لوگوں تک نہیں پہنچاتے بلکہ حکمت ودانائی سے اللہ تعالیٰ کے معین کردہ اصول لوگوں کو سکھاتے اور مسائل کو حل کرنے کا درس دیتے ہیں۔انبیاءؑ کا علم ہر شک وشبہ سے پاک ہوتا ہے کیونکہ ان کو علم اللہ کی جانب سے وحی الٰہی کے ذریعے ان تک پہنچتا ہے۔

رسول کی حیثیت معلم اور شارح کی سی ہوتی ہے۔ یعلمکم۔ لفظ تعلیم سے اشارہ ادھر بھی ہو گیا کہ پیغمبر کے ارشادات محض لفظ و عبارت تک محدود نہیں رہتے۔ وہ حکمت و دانائی کے سبق، روحانیت کے اصول و مسائل کی تعلیم بھی دیتا رہتا ہے۔ یعنی انہیں اپنے سامعین کے رگ و ریشہ میں اتارتا رہتا ہے۔ وحی الٰہی کو عقل بشری سے وہی نسبت ہے جو خدا کو بندے سے ہے اور رسول چونکہ وحی سے مؤید رہتا ہے، اس لیے قدرۃً اُس کی باریک بین، دُور رس اور دقیقہ سنج نگاہ اُن دقیق حقائق تک پہنچ جاتی ہے جو بڑے بڑے عقلاء و مفکرین سے بھی مخفی رہتے ہیں۔ اور رسول کی رسائی عالمِ حقیقت کی اُن گہرائیوں تک ہو جاتی ہے، جو علم و عقل، کشف و اشراق سب سے ماوراء ہیں۔ (۷۵)

قرآن مجید میں اللہ تعالیٰ نے فرمادیا کہ رسولؐ کی اطاعت و فرمانبرداری سے اللہ کی محبت حاصل ہو جاتی ہے۔

قل ان کنتم تحبون اللّٰہ فاتبعونی یحببکم اللّٰہ ویغفرلکم ذنوبکم ط واللّٰہ غفور رحیمo (۷۶)

ترجمہ: اے محبوب فرمادو کہ لوگوں اگر تم اللہ کو دوست رکھتے ہو تو میرے فرمانبردار ہو جاؤ۔ اللہ تمہیں دوست رکھے گا اور تمہارے گناہ بخش دے گا۔ اور اللہ بخشنے والا مہربان ہے۔

انبیاء علیہم السلام توحید پر مبنی ایک نئی تہذیب و ثقافت کی بنیاد رکھ دیتے ہیں جہاں لوگ نئے طرزِ زندگی اور نئے انداز سے زندگی گزارتے ہیں۔ اس نئے طرزِ معاشرت میں لوگ اللہ کی وحدانیت پر یقین رکھتے، اللہ کا ذکر کرتے، اعمال کی درستگی کا خیال رکھتے اور آخرت کی فکر کرتے ہیں۔ لوگوں میں ایک دوسرے سے ہمدردی، غمگساری پیدا ہوتی ہے۔ عدل و انصاف کا قیام عمل میں آتا ہے۔ لوگوں کے ساتھ یکساں سلوک کیا جاتا ہے، یوں مساوات قائم ہوتی ہے۔ انبیاء علیہم السلام کے قائم کردہ معاشرہ میں لوگ حسنِ اخلاق کا پیکر ہوتے ہیں۔ رنگ و نسل کا فرق مٹ جاتا ہے۔ ذاتی نیکی پروان چڑھتی ہے۔ خوفِ الٰہی ہر برے کام سے روکتا ہے۔ اس معاشرہ کی امتیازی خصوصیت یہ ہے کہ لوگ احترامِ انسانیت کرتے ہیں۔ عزت و شرافت کا معیار تقویٰ مانا جاتا ہے۔ **ان اکرمکم عند اللّٰہ اتقکم ط** (۷۷) ترجمہ: بے شک اللہ کے یہاں تم میں زیادہ عزت والا وہ ہے جو تم میں زیادہ پرہیزگار ہے۔

رنگ و نسل اور خاندانی عزت و تکریم کے بجائے دینی اور اخروی نجات کو ہر مفاد پر ترجیح دی جاتی ہے۔ احترامِ ادمیت، خوفِ خدا، عجز وانکساری اور تواضع کو نمایاں حیثیت حاصل ہوتی ہے۔ انبیاء کرام اپنی دعوت و تبلیغ سے لوگوں کے کردار اور سیرت کی تعمیر اس انداز سے کرتے ہیں کہ معاشرہ میں عدل و انصاف، مساوات و اخوت کا رجحان پیدا ہوتا ہے۔ لوگ اخلاقِ اعلیٰ اور حسنِ سلوک کا نمونہ ہوتے ہیں۔ والدین سے حسنِ سلوک اور رشتہ داروں سے رواداری رکھتے ہیں، ہمسایوں کی خیر خواہی کرنا، مسکینوں کی دیکھ بھال اور ناداروں کی غم خواری کرنا اپنا فرض سمجھتے ہیں۔ انبیاء علیہم السلام کے تشکیل کردہ معاشرہ میں کوئی فرد بھوکا نہیں رہنے پاتا، انبیاء علیہم السلام جس افراد و معاشرت کی تربیت کرتے ہیں، اس سے معاشرہ میں ظلم و زیادتی کا خاتمہ ہوتا ہے۔ ہر ایک کے جان و مال اور ناموس کی حفاظت ہوتی ہے اور ہر شخص کو شخصی آزادی حاصل ہوتی ہے۔ کسی قوم کی طرف نبیؑ یا رسولؐ کا مبعوث کیا جانا ہی اس قوم کی خوش بختی کی علامت ہے اور اس بات کا ثبوت ہے کہ اللہ تعالیٰ کی توجہ اس قوم کی طرف مرکوز ہے۔ اور رحمتِ باری تعالیٰ اس قوم پر مہربان ہے۔

جب اللہ تعالیٰ کی حکمتِ بالغہ کا اقتضاء یہ ہوتا ہے کہ وہ مفہمین کی جماعت سے کسی کو لوگوں کی ہدایت و ارشاد کے لیے مبعوث فرمائے۔ تا کہ وہ ان کو تاریکیوں سے نکال کر روشنی میں لائے۔ جس کے ذریعہ حق سبحانہٗ تعالیٰ اپنے ان بندوں کو جن میں وہ مبعوث کیا گیا ہے اپنا یہ پیغام پہنچانا چاہتا ہے کہ وہ دل و جان سے اس کی طرف متوجہ ہوں اور اپنے ظاہر و باطن کو اسی کے سپرد کر دیں تو ملاء اعلیٰ کے ملائکہ مقربین ان لوگوں سے انتہائی خوشنودی کا اظہار کرتے ہیں جو اس کا اتباع کر کے اس کی تائید اور نصرت میں کوشاں رہیں اور ان لوگوں پر لعنت اور نفرین بھیجتے ہیں جو اس کی مخالفت کر کے اس کے مشن کو فیل کرنے دینے کی سعی ناکام کریں۔ جب اللہ تعالیٰ ایسے شخص کو مبعوث فرماتا ہے تو اس کی اطاعت کو سب لوگوں پر لازم کر دیا جاتا ہے۔ اس مبارک ہستی کو نبی اور رسول کہتے ہیں۔ (۷۸)

اللہ تعالیٰ کی رحمت اپنے تمام بندوں کے لیے ہے اسی لیے اللہ تعالیٰ نے ہر قوم میں رسولؑ اور نبیؑ بھیجے۔

لقد بعثنا فی کل امۃ رسولاً (۷۹) **ترجمہ:** اور بے شک ہم نے ہر امت میں ایک رسول بھیجا۔

کمالاتِ رسالتِ محمدی ﷺ: انبیاء کرام میں حضرت محمد ﷺ اللہ کے آخری رسول ہیں۔ آپ ﷺ کا مرتبہ تمام انبیاء علیہم السلام میں بلند ترین ہے۔ آپ ﷺ اللہ کے محبوب اور رحمت اللعالمین ہیں۔ اللہ تعالیٰ نے خود آپ ﷺ کو داعی الی اللہ، بشیر و نذیر، سراج منیر جیسے القابات سے نوازا ہے۔ آپ ﷺ آفتاب نبوت بن کر تشریف لائے اور ساری دنیا سے ظلمت اور گمراہی کے اندھیروں کو دور کر دیا۔ اسلام کی روشنی اور ایمان کی حرارت سے آپ ﷺ نے دلوں کو منور اور شاد کر دیا اور آپ ﷺ کے نور نبوت سے سارا جہاں جگمگا اٹھا۔

یاایھا النبی انا ارسلنک شاھداو مبشرا و نذیرا ○ وداعیا الی اللّٰہ باذنہٖ سراجا منیرا ○ وبشر المؤمنین بان لھم من اللّٰہ فضلا کبیرا ○ (۸۰)

ترجمہ: اے نبیؐ ہم نے تم کو بھیجا حاضر و ناظر اور خوشخبری دیتا اور ڈر سناتا اور اللہ کی طرف اس کے حکم سے بلاتا اور چمکا دینے والا آفتاب اور ایمان والوں کو خوشخبری دو کہ ان کے لیے اللہ کا بڑا فضل ہے۔

ھو الذی ارسل رسولہٗ بالھدیٰ ودین الحق لیظھرہٗ علی الدین کلہٖ د وکفیٰ باللّٰہ شھیدا○ (۸۱)

ترجمہ: وہی ہے جس نے اپنے رسول کو ہدایت اور سچے دین کے ساتھ بھیجا کہ اسے سب دینوں پر غالب کرے اور اللہ کافی ہے گواہ۔

حضرت محمد ﷺ جامع صفات و کمالات ہیں۔ آپ ﷺ کا نام "**محمد** ﷺ" جس کے معنی وہ شخص جس کی کثرت سے تعریف کی جائے۔

محمد ﷺ (کا مادہ حمد ہے اور مصدر تحمید) قاموس میں ہے حمد کا معنی ہے شکر، رضا، جزاء، ادائے حق اور تحمید کا معنی ہے پیہم حمد کرنا پس محمد ﷺ کا معنی ہوا وہ شخص جس کی پیہم حمد کی جائے میں کہتا ہوں محمد ﷺ وہ شخص ہیں جس کی پیہم غیر متناہی حمد کی جائے۔ **(۸۲)**

بغویؒ نے لکھا ہے محمد ﷺ وہ شخص ہے جو تمام محامد کو جامع ہو کیونکہ حمد کا مستحق صرف وہی شخص ہوتا ہے جو اہل صفات ہو اور تحمید کا درجہ حمد سے زیادہ ہے (باب تفعیل میں باب مجرد سے زیادہ قوت اور کثرت ہونی چاہئے کثرت لفظ کثرت معنی پر دلالت کرتی ہے) پس مستحق تحمید وہ ہی شخص ہوگا جو انتہائی کمالات کو محیط ہو۔ **(۸۳)**

حسان بن ثابتؓ کا قول ہے: ''کیا تم کو نہیں معلوم کہ اللہ نے اپنے بندے کو اپنی برہان (یعنی قرآن) دیکر بھیجا اور اللہ سب سے بزرگ و برتر ہے اور اس کی عزت افزائی کے لئے اپنے نام سے مشتق کر کے (اس کا نام رکھا) پس مالک عرش محمود اور یہ محمد ہیں (ﷺ)۔'' **(۸۴)**

حضرت شاہ ولی اللہ محدث دہلویؒ فرماتے ہیں: ''ہمارے نبی کریم صلعم کی ذات متجمع الصفات میں جملہ اقسام مفہمین کے کمالات بہ یک وقت موجود تھے۔ آپ ﷺ سے پہلے جتنے انبیاء کرام علیہم الصلوٰۃ السلام آئے ہیں، کوئی ایک کمال کا حامل تھا اور کسی میں دو یا تین کمال پائے جاتے تھے۔ اور بس، سب کا جامع کوئی بھی نہیں تھا۔'' **(۸۵)**

آپ ﷺ کو انبیاء کرام میں یہ مقام حاصل ہے کہ آپ ﷺ کو نبیٔ رحمت کہا گیا اور آپ ﷺ کو تمام جہانوں کے لیے رحمت بنا کر بھیجا گیا۔

قرآن کریم کی تصریح کے مطابق آنحضرت ﷺ رحمۃ اللعالمین ہیں، اور پورے عالم کے لئے آپ ﷺ کا وجود نعمتِ کبریٰ اور احسانِ عظیم ہے۔ **(۸۶)**

آپ ﷺ کی زندگی کا ایک ایک لمحہ اور آپ ﷺ کی ساری تعلیمات میں مخلوقِ خدا کے لئے پیار و محبت مشقت اور مہربانی کا عنصر غالب ہے۔ رنگ و نسل، طبقاتی کشمکش سے ماورا آپ ﷺ کی رحمت عام ہے۔

وما ارسلنک الا رحمۃ للعلمین (۸۷) ترجمہ: اور ہم نے تمہیں نہ بھیجا مگر رحمت سارے جہانوں کے لئے۔

آپ ﷺ کی نبوت آفاقی اور قیامت تک کے لئے ہے۔ آپ ﷺ سے قبل تمام انبیاءؑ اپنی اپنی قوم، اپنے زمانے اور اپنے علاقے کے لئے

تشریف لائے، لیکن رسالتِ محمدی ﷺ سارے زمانوں پر محیط ہے۔ آپ ﷺ کی نبوت کی گواہی قرآن مجید میں اللہ تعالیٰ خود فرماتے ہیں۔

قل کفٰی باللّٰہ شھیداً م بینی وبینکم لا ومن عندہ علم الکتٰب ٥ (٨٨) ترجمہ: کہہ دے اللہ کافی ہے گواہ میرے اور تمہارے بیچ میں، اور جس کو خبر ہے کتاب کی۔

آپ ﷺ کی عالمگیر نبوت کا اعلان اللہ تعالیٰ خود فرماتے ہیں: **وارسلنٰک للناس رسولاً ط وکفٰی باللّٰہ شھیداہ ٥ (٨٩)**

ترجمہ: اور اے محبوب ہم نے تمہیں سب لوگوں کے لئے رسول بھیجا اور اللہ کافی ہے گواہ۔

آپ ﷺ کی بعثت سے دنیا میں ایک انقلاب عظیم رونما ہوا جس کی بدولت عالمِ انسانیت کے افکار عقائد، تہذیب وتمدن، اخلاق معاشرت، یہاں تک کہ انسانی سوچ پر بھی ایسے گہرے نقوش مرتب ہوئے کہ قیامت تک یہ نقش قائم ودائم رہیں گے۔ آپ ﷺ کی تعلیمات کی بدولت ضلالت وگمراہی کی جگہ ایمان کی روشنی، ظلم وستم کی جگہ عدل ونصاف، سرکشی کی جگہ فرمانبرداری، غرور وتکبر کی جگہ عجز وانکساری، قہر وجبر کی جگہ حلم وبردباری، حسد اور حرص کی جگہ صبر وتحمل اور کفر وشرک کی جگہ ایمان وتوحید پرستی کا ظہور ہوا۔ آپ ﷺ کی رسالت نے رحمت وشفقت، محبت ومروت کا وہ درس دیا کہ تمام عالم امن وسکون کا گہوارہ بن گیا۔ آپ ﷺ کی دعوت نے آدم گیری، مردم سازی اور انسان نوازی کا ایسا معجزہ دکھایا کہ جس کی مثال اور جس کی نظیر نہ آپ ﷺ کے زمانے سے قبل کہیں نظر آتی ہے نہ آپ ﷺ کے بعد، آپ ﷺ کی تعلیمات نے انسانیت کو پستی کی گہرائیوں سے نکال کر آسمان کی بلندیوں تک پہنچا دیا، اور انسان کو مالکِ حقیقی کی پہچان سے روشناس کرایا، یوں اللہ اور بندے کے سارے حجابات ختم کر دیئے۔ آپ ﷺ نے علم کے حقائق، دین کے اسرار ورموز اور معرفتِ الٰہی سے لوگوں کو آگاہ کیا۔ آپ ﷺ کی ذاتِ مبارکہ سرچشمۂ علم ودانش ہے۔ آپ ﷺ نے نہ صرف کتاب وحکمت کی تعلیم دی بلکہ شریعت کی باریکیوں کو سمجھنے کا شعور عطا کیا۔

آپ ﷺ نے اعمال وعقائد کے غلط تصورات جو اس وقت رائج تھے انہیں ختم کیا، لوگوں کو توہمات اور رسم ورواج کی پابندیوں سے آزاد کیا، ذہنی اور فکری آزادی عطا فرمائی۔ طبقاتی فرق کو مٹا کر مساوات قائم کی۔ زندگی کے ہر شعبہ میں سہولت اور آسانی پیدا کی۔ عبادت، معاملات، سیاست، معیشت غرض کہ ہر شعبہ ہائے زندگی سے ضلالت اور گمراہی کو ختم کر کے سیدھا، سچا اور آسان راستہ دکھایا۔ آپ ﷺ کی رسالت کے ان بے پایاں احسانات اور انعامات کا ذکر اللہ تعالیٰ نے قرآن کریم میں اس طرح فرمایا ہے۔

الیوم اکملت لکم دینکم واتممت علیکم نعمتی ورضیت لکم الاسلام دینا ط (٩٠)

ترجمہ: آج ہم نے تمہارے لیے تمہارا دین کامل کر دیا اور تم پر اپنی نعمت پوری کر دی اور تمہارے لئے اسلام کو دین پسند کیا۔

آپ ﷺ سے قبل جتنے بھی انبیاءؑ ورسل آئے وہ اپنے اپنے زمانے علاقے اور اپنی قوم کے لئے مخصوص تھے لیکن آپ ﷺ کی نبوت ورسالت ہر قوم، ہر زمانے، ہر جگہ کے لئے ہے۔ لہٰذا آپ ﷺ پر نبوت اور رسالت اختتام کو پہنچ گئی۔ آپ ﷺ کے بعد نہ کوئی نبی آئے گا نہ رسول۔ ہر وہ شخص جو آپ ﷺ کے بعد نبوت کا دعویٰ کرے جھوٹا اور کذاب ہے۔ آپ ﷺ کی رسالت سے دین اپنے کمال کو پہنچ گیا۔ احکام ومسائل کی تکمیل کر دی گئی۔ شریعت اور قانون مکمل ہو گئے، ان کو دائمی اور ابدی قرار دینے کے لئے ان میں اہلیت اور صلاحیت کے تمام تقاضے مکمل کر دیئے گئے، اور اتمامِ نعمت کا اعلان کر دیا گیا۔ دینِ اسلام کو ہمیشہ ہمیشہ کے لئے اللہ کا پسندیدہ دین قرار دے دیا گیا۔ آپ ﷺ کی نبوت ابدی اور آفاقی ہے اور قیامت تک آنے والی نسلِ انسانی کے لئے روشن مینار ہے۔ آپ ﷺ پر نازل ہونے والی کتاب یعنی قرآن مجید ذکر اللعالمین ہے۔

ان ھو الا ذکر للعٰلمین ٥ (٩١) ترجمہ: وہ تو نہیں مگر نصیحت سارے جہانوں کے لئے۔

گویا قرآنِ مجید فرقانِ حمید سارے جہانوں کے لئے کتابِ نصیحت ہے اور جس کی حفاظت کا ذمہ خود اللہ تعالیٰ نے لیا ہے اس لئے اس میں ایک حرف کی تبدیلی کرنا بھی ناممکن ہے۔ آپ ﷺ کی ذاتِ مبارکہ حاملِ قرآن اور تمام جہانوں کے لئے ہادیٔ مرسل ہے۔

تبٰرک الذی نزل الفرقان علٰی عبدہٖ لیکون للعٰلمین نذیراo (۹۲)

ترجمہ: بڑی برکت والا ہے وہ کہ جس نے اتارا قرآن اپنے بندے پر جو سارے جہان کو ڈر سنانے والا ہے۔

تمام انبیاء علیہم السلام میں آپ ﷺ کا مقام وہ ہے کہ آپ ﷺ کے آنے کے بعد سلسلۂ نبوت کا تاج محل مکمل ہو گیا۔

حدثنا قتیبة بن سعید حدثنا اسمٰعیل بن جعفر عن عبد اللّٰہ بن دینار عن ابی صالح عن ابی ہریرة ؓ ان رسول اللّٰہ ﷺ قال ان مثلی ومثل الانبیاء من قبل کمثل رجل بنٰی بیتا فاحسنهٗ واجملهٗ الا موضع لبنة من زاویة فجعل الناس یطوفون به ویعجبون ویقولون ھلّا وضعت ھذہٖ اللبنة قال فانا اللبنة وانا خاتم النبیّین. (۹۳)

ترجمہ: ہم سے قتیبہ بن سعید نے بیان کیا کہا ہم سے اسمٰعیل بن جعفر نے انہوں نے عبداللہ بن دینار سے انہوں نے ابو صالح سے انہوں نے ابو ہریرۃ ؓ سے آنحضرت ﷺ نے فرمایا میری اور اگلے پیغمبروں کی مثال ایسی ہے جیسے ایک شخص نے ایک گھر بنایا اس کو خوب آراستہ پیراستہ کیا مگر ایک کونے میں ایک اینٹ کی جگہ چھوڑ دی لوگ اس گھر میں پھرتے ہیں تعجب کرتے ہیں (ایسا آراستہ گھر) یہ اینٹ کیوں نہیں لگائی گئی تو اینٹ میں ہوں میں خاتم النبیین ہوں۔

تورات اور انجیل میں آنحضرت ﷺ کی صفات اور علامات کا ذکر: قرآن کریم میں واضح طور پر اس بات کو بیان کیا گیا ہے کہ توراۃ اور انجیل میں آپ ﷺ کی آمد اور آپ ﷺ کی صفات کے سلسلے میں صاف اور کھلے الفاظ میں ذکر کیا گیا ہے۔ اگر توراۃ اور انجیل میں آپ ﷺ کا تذکرہ نہ ہوتا تو یہود و نصاریٰ آپ ﷺ کی کھلم کھلا مخالفت کرتے اور وہ یہ کہہ سکتے تھے کہ توراۃ اور انجیل میں کہیں بھی نبی اُمّی کا ذکر نہیں ہے۔ لیکن آپ ﷺ کی بعثت کے وقت یہود و نصاریٰ نے آپ ﷺ کے خلاف کوئی اعلان نہیں کیا جو اس بات کا ثبوت ہے کہ توراۃ اور انجیل میں آپ ﷺ کی صفات اور علامات واضح طور پر موجود تھیں اور یہود و نصاریٰ آپ ﷺ کی ذاتِ مبارکہ میں ان صفات اور علامات کو دیکھ رہے تھے اسی وجہ سے ان کی زبانوں پر مہر لگ گئی تھی۔ روایات احادیث سے پتہ چلتا ہے کہ ان میں بعض حضرات نے توراۃ اور انجیل میں آپ ﷺ کی صفات کا ذکر پڑھا اور آپ ﷺ میں وہ صفات دیکھ کر ہی مسلمان ہو گئے۔

بیہقی نے دلائل النبوۃ میں نقل کیا ہے کہ حضرت انس ؓ فرماتے ہیں کہ ایک یہودی لڑکا نبی کریم ﷺ کی خدمت کیا کرتا تھا وہ اتفاقاً بیمار ہو گیا تو آپ ﷺ اس کی بیمار پرسی کے لئے تشریف لے گئے تو دیکھا کہ اس کا باپ اس کے سرہانے کھڑا ہوا تورات پڑھ رہا ہے، آنحضرت ﷺ نے اس سے کہا کہ اے یہودی میں تجھے خدا کی قسم دیتا ہوں جس نے موسیٰ علیہ السلام پر تورات نازل فرمائی ہے کہ کیا تو تورات میں میرے حالات وصفات اور میرے ظہور کا بیان پاتا ہے؟ اس نے انکار کیا تو بیٹا بولا یا رسول اللہ یہ غلط کہتا ہے، تورات میں ہم آپ ﷺ کا ذکر اور آپ ﷺ کی صفات پاتے ہیں اور میں شہادت دیتا ہوں کہ اللہ کے سوا کوئی معبود نہیں اور آپ ﷺ اللہ کے رسول ہیں۔ (۹۴)

حضرت علی کرم اللہ وجہہ فرماتے ہیں رسول اللہ ﷺ کے ذمہ ایک یہودی کا قرض تھا۔ یہودی نے شدّت کے ساتھ قرض واپس کرنے کا مطالبہ کیا اور کہا کہ میں آپ ﷺ کو اس وقت تک نہیں چھوڑوں گا جب تک آپ ﷺ میرا قرض ادا نہ کر دیں۔ آپ ﷺ نے فرمایا تمہیں اختیار ہے، آپ ﷺ اسی جگہ بیٹھ گئے اور ظہر، عصر، مغرب، عشاء ادا کی اور پھر اگلی صبح فجر کی نماز بھی یہی ادا فرمائی۔ صحابہ کرام رنجیدہ اور غضبناک تھے وہ یہودی کو ڈرا دھمکا کر یہ چاہتے تھے کہ وہ آپ ﷺ کو چھوڑ دے۔ آپ ﷺ نے صحابہ ؓ کو ایسا کرنے سے روک دیا۔ صحابہ ؓ نے عرض کی یا رسول اللہ ہم یہ کیسے برداشت کریں کہ ایک یہودی آپ ﷺ کو قید میں رکھے۔ آپ ﷺ نے فرمایا ''مجھے میرے رب نے منع فرمایا ہے کہ کسی معاہد وغیرہ پر ظلم کروں'' یہودی یہ سب دیکھ اور سن رہا تھا۔ صبح ہوتے ہی یہودی نے کہا " **اشھد ان لا الٰہ الا اللّٰہ واشھد انک رسول اللّٰہ** " اس طرح یہودی مشرف با اسلام ہوا اور اس نے کہا یا رسول اللہ میں نے اپنا مال اللہ کے راستے میں دے دیا اور قسم ہے خدا کی میں نے اس وقت جو کچھ کیا اس کا مقصد صرف یہ امتحان کرنا تھا کہ توراۃ میں جو آپ ﷺ کی صفات بتائی گئی ہیں وہ آپ ﷺ میں صحیح طور پر موجود ہیں

یانہیں۔ میں نے توراۃ میں آپ ﷺ کے متعلق یہ الفاظ پڑھے ہیں۔

''محمد بن عبداللہ، ان کی ولادت مکہ میں ہوگی اور ہجرت طیبہ کی طرف اور ان کا ملک شام ہوگا نہ وہ سخت مزاج ہوں گے نہ سخت بات کرنے والے نہ بازاروں میں شور کرنے والے، فحش اور بے حیائی سے دور ہوں گے۔'' (۹۵)

امام بغویؒ نے اپنی سند کے ساتھ کعب احبارؓ سے نقل کیا کہ انہوں نے فرمایا کہ تورات میں آنحضرت ﷺ کے متعلق یہ لکھا ہوا ہے کہ:

''حضرت کعب احبار نے توریت سے نقل کرتے ہوئے بیان کیا ہم (توریت میں) لکھا ہوا پاتے ہیں محمد رسول اللہ (ﷺ) میرا منتخب بندہ ہو گا۔ درشت خو بد مزاج نہ ہوگا بازاروں میں شور و غل نہیں کرے گا۔ برائی کا بدلہ برائی سے نہ دے گا بلکہ معاف کر دے گا اور بخش دے گا۔ اس کی پیدائش مکہ میں ہجرت طیبہ میں اور حکومت شام میں ہوگی اس کی امت بکثرت حمد کرنے والی ہوگی دُکھ سکھ ہر حال میں اللہ کی حمد کرے گی ہر فرودگاہ میں حمد کرے گی اور ہر ٹیلہ پر تکبیر کہے گی وہ لوگ سورج (کے طلوع و غروب چڑھاؤ اتار) کو تکتے رہیں گے۔ جب نماز کا وقت آئے گا تو نماز پڑھیں گے وہ وضو میں ہاتھ پاؤں دھوئیں گے۔ ان کا موذن خلاء سماوی میں (یعنی منارہ پر چڑھ کر) اذان دے گا۔ ان کے میدانِ قتال کی صف بندی اور نماز کی صف بندی ایک ہی طرح کی ہوگی رات میں ان کی (نمازوں کی) گونج ایسی ہوگی جیسی شہد کی مکھیوں کی بھن بھناہٹ۔'' (۹۶)

وجاء من حديث أخرجه ابن سعد، وابن عساكر من طريق موسى بن يعقوب الربعي عن سهل مولى خيثمة قال: "قرأت في الانجيل نعت محمد ﷺ انه لا قصير ولا طويل ابيض ذو ضفيرتين بين كتفيه خاتم لا يقبل الصدقة ويركب الحمار. والبعير ويحلب الشاة ويلبس قميصا مرقوعا ومن فعل ذلك فقد برئ من الكبر وهو يفعل ذلك وهو من ذريته اسماعيل اسمهٗ احمد." (۹۷)

ابن سعد اور ابن عساکر، موسیٰ بن یعقوب الربعی سے سہل مولیٰ خیثمہ سے نقل کیا ہے کہ سہل نے فرمایا میں نے خود انجیل میں آنحضرت ﷺ کی یہ صفات پڑھی ہیں: ''وہ نہ پست قد ہوں گے نہ بہت دراز قد، سفید رنگ دو زلفوں والے ہوں گے، ان کے دونوں شانوں کے درمیان مہر نبوت ہوگی، صدقہ قبول نہ کریں گے، حمار اور اونٹ پر سوار ہوں گے، بکریوں کا دودھ خود دوہ لیا کریں گے پیوند زدہ کرتا استعمال فرمادیں گے اور جو ایسا کرتا ہے وہ تکبر سے بری ہوتا ہے، وہ اسماعیل علیہ السلام کی ذریّت میں ہوں گے، ان کا نام احمد ہوگا۔'' (۹۸)

أخرج ابن سعد، والدارمي مسنده، والبيهقي في الدلائل. وابن عساكر عن عبد الله بن سلام قال: "صفة رسول الله ﷺ في التوراة يا أيها النبي انا ارسلنك شاهدا ومبشرا ونذيرا و حرزا للأميين أنت عبدى ورسولى سميتك المتوكل ليس بفظ ولا غليظ ولا سخاب في الاسواق ولا يجزى بالسيئة ولكن يعفو ويصفح ولن يقبضه الله تعالىٰ حتى يقيم به الملة العوجاء حتى يقولوا لا اله الا الله ويفتح اعينا عميا و آذانا صما و قلوبا غلفا. (۹۹)

ابن سعد نے طبقات۔ دارمی نے اپنی سند اور بیہقی نے دلائل نبوت میں عبداللہ بن سلام سے روایت نقل کی ہے کہ توراۃ میں حضرت محمد ﷺ سے متعلق یہ الفاظ مذکور ہیں: ''اے نبی! ہم نے آپ کو بھیجا ہے سب امتوں پر گواہ بنا کر اور نیک عمل کرنے والوں کو بشارت دینے والا، برے اعمال والوں کو ڈرانے والا بنا کر اور امیّین یعنی عرب کی حفاظت کرنے والا بنا کر، آپ میرے بندے اور رسول ہیں، میں نے آپ کا نام متوکّل رکھا ہے، نہ آپ سخت مزاج ہیں نہ جھگڑالو اور نہ بازاروں میں شور کرنے والے، برائی کا بدلہ برائی سے نہیں دیتے بلکہ معاف کر دیتے ہیں اور درگزر کرتے ہیں، اللہ تعالیٰ ان کو اس وقت تک وفات نہ دیں گے جب تک ان کے ذریعہ ٹیڑھی قوم کو سیدھا نہ کر دیں یہاں تک کہ وہ لا الٰہ الا اللہ کے قائل ہو جائیں اور اندھی آنکھوں کو کھول دیں، اور بہرے کانوں کو سننے کے قابل بنادیں اور بند ھے ہوئے دلوں کو کھول دیں۔''(۱۰۰)

وجاء من خبر أخرجه البيهقي في الدلائل عن وهب بن منبه قال: ان الله تعالىٰ أوحى في الزبور يا داود انه سيأتي من بعدك نبي اسمه أحمد و محمد لا أغضب عليه أبدا ولا يعصيني أبدا وقد غفرت له قبل أن يعصيني ما تقدم من ذنبه

وما تأخر وأمته مرحومة أعطيتهم من النوافل مثل ما أعطيت الأنبياء وافترضت عليهم الفرائض التي افترضت على الانبياء والرسل حتى يأتوني يوم القيامة ونورهم مثل نور الانبياء وذلك أني افترضت عليهم أن يتطهروا الى كل صلاة كما افترضت على الانبياء قبلهم وأمرتهم بالغسل من الجنابة كما أمرت الانبياء قبلهم وأمرتهم بالحج كما أمرت الانبياء قبلهم وأمرتهم بالجهاد كما أمرت الرسل قبلهم يا داود اني فضلت محمد وأمته على الامم كلهم، أعطيتهم ست خصال لم أعطها غيرهم من الامم، لا أؤاخذهم بالخطأ و النسيان وكل ذنب ركبوه على غير عمد اذا استغفروني منه غفرته وما قدموا لا خرتهم من شيء طيبة به أنفسهم عجلته لهم اضعافا مضاعفة ولهم عندي اضعاف مضاعفة وأفضل من ذلك، وأعطيتهم على المصائب اذا صبروا وقالوا : (انا لله وانا اليه راجعون) الصلاة والرحمة والهدى الى جنات النعيم، فان دعوني استجبت لهم فاما أن يروه عاجلا واما أن أصرف عنهم سؤا واما أن أدخره لهم في الاخرة. (۱۰۱)

توراۃ اور انجیل کے ماہر عالم وہب بن منبہ سے بیہقی نے دلائل نبوت میں نقل کیا ہے: ''اللہ تعالیٰ نے زبور میں حضرت داؤد علیہ السلام کی طرف یہ وحی فرمائی کہ اے داؤد! آپ کے بعد ایک نبی آئیں گے جن کا نام احمد ہوگا، میں ان پر کبھی ناراض نہ ہوں گا اور وہ کبھی میری نافرمانی نہ کریں گے اور میں نے ان کے لئے سب اگلی پچھلی خطائیں معاف کر دی ہیں، ان کی امت امتِ مرحومہ ہے، میں نے ان کو وہ نوافل دی ہیں جو انبیاء کو عطا کی تھیں اور ان پر وہ فرائض عائد کیے ہیں جو پچھلے انبیاء پر لازم کیے گئے تھے، یہاں تک کہ وہ محشر میں میرے سامنے اس حالت میں آئیں گے کہ ان کا نور انبیاء علیہم السلام کے نور کی مانند ہوگا، اے داؤد میں نے محمد ﷺ اور ان کی امت کو تمام امتوں پر فضیلت دی ہے، میں نے ان کو چھ چیزیں خصوصی طور پر عطا کی ہیں جو دوسری امتوں کو نہیں دی گئیں، اول یہ کہ خطا اور نسیان پر ان کو عذاب نہ ہوگا، جو گناہ ان سے بغیر قصد کے صادر ہو جائے اگر وہ اس کی مغفرت مجھ سے طلب کریں تو میں معاف کر دوں گا، اور جو مال وہ اللہ کی راہ میں بطیب خاطر خرچ کریں گے تو میں دنیا ہی میں ان کو اس سے بہت زیادہ دے دوں گا، اور جب ان پر کوئی مصیبت پڑے اور وہ **انا للّٰہ وانا الیہ راجعون** کہیں تو میں ان پر اس مصیبت کو صلوٰۃ و رحمت اور جنت کی طرف ہدایت بنا دوں گا، وہ جو دعا کریں گے میں قبول کروں گا، کبھی اس طرح کہ جو مانگا ہے وہی دے دوں اور کبھی اس طرح کہ اس دعا کو ان کی آخرت کا سامان بنا دوں۔'' (۱۰۲)

عطاء بن یسار کا بیان ہے میں حضرت عبداللہ بن عمرو بن عاص ؓ کی خدمت میں حاضر ہوا اور عرض کیا مجھے رسول اللہ ﷺ کے وہ اوصاف بتائیے جن کا ذکر توریت میں آیا ہے فرمایا اچھا خدا کی قسم رسول اللہ ﷺ کی جو صفات قرآن مجید میں بیان کی گئی ہیں ان کا کچھ حصہ توریت میں بھی ذکر کیا گیا ہے۔ توریت میں آیا ہے: ''اے نبی ہم نے تجھ کو (حق و باطل کی) شہادت دینے والا (نیکوں کو جنت کی) خوشخبری دینے والا (نافرمان کافروں کو دوزخ سے) ڈرانے والا اور امیوں (یعنی عربوں) کا محافظ بنا کر بھیجا ہے تو میرا بندہ ہے میرا رسول ہے۔ میں نے تیرا نام متوکل رکھا ہے جو بدخو درشت مزاج نہ ہو گا بازاروں میں پکارتا غل مچاتا نہ پھرے گا۔ بُرائی کو بُرائی سے دفع نہیں کرے گا بلکہ عفو اور مغفرت سے کام لے گا ہم اس کی روح اس وقت تک قبض نہ کریں گے جب تک اس کے ذریعہ سے ٹیڑھی امت کو سیدھا نہ کر دیں گے یعنی جب تک لوگ لا الٰہ الا اللہ کے قائل نہ ہو جائیں گے ہم اس کے ذریعہ سے اندھی آنکھوں کو بہرے کانوں کو اور بند دلوں کو کھول دیں گے۔'' (۱۰۳)

موجودہ تورات اور انجیل میں بے شمار تحریفات اور تغیر و تبدل کے باوجود ان میں ایسے کلمات موجود ہیں جو رسول اکرم ﷺ کی نبوت کی شہادت دیتے ہیں اور یہ بات بالکل واضح ہے کہ جب قرآن مجید فرقانِ حمید نے یہ اعلان کیا کہ خاتم الانبیاء کی صفات و علامات تورات اور انجیل میں لکھی ہوئی ہیں تو یہود و نصاریٰ جو اس وقت موجود تھے ان میں سے کسی نے بھی اس بات کے خلاف آواز نہیں اٹھائی، ان کی خاموشی اس بات کا ثبوت ہے کہ توراۃ اور انجیل میں رسول اللہ ﷺ کی صفات اور علامات موجود تھیں جس نے ان لوگوں کی زبانوں کو گنگ کر دیا۔

آنحضرت ﷺ کی جو صفات توراۃ اور انجیل میں لکھی تھیں ان کا کچھ حصہ تو قرآن مجید میں بحوالہ توراۃ و انجیل آیا ہے اور کچھ روایات حدیث میں ان حضرات سے منقول ہے جنہوں نے اصلی توراۃ اور انجیل کو دیکھا اور ان میں حضور اکرم ﷺ کا ذکر مبارک پڑھ کر ہی وہ مسلمان ہوئے۔

نبوت محمدی ﷺ کی عقلی اور نقلی دلیل: اہل کتاب میں جو لوگ صرف حسد اور شقاوت کی بناء پر آپ ﷺ کی نبوت سے منکر تھے اور آپ ﷺ سے نشانیاں طلب کرتے تھے اور آپ ﷺ پر اعتراض کرتے تھے، ان کے لئے اللہ تعالیٰ فرماتا ہے:

ولقد ارسلنا رسلا من قبلک وجعلنا لھم ازواجا و ذریۃ ط وما کان لرسول ان یاتی بایۃ الا باذن اللہ ط لکل اجل کتاب ٥ یمحوا اللہ ما یشآء ویثبت وعندہٗ ام الکتٰب ٥ (۱۰۴)

ترجمہ: اور بے شک ہم نے تم سے پہلے رسول بھیجے اور ان کے لئے بیویاں اور بچے کیے اور کسی رسول کا کام نہیں کہ کوئی نشانی لے آئے مگر اللہ کے حکم سے ہر وعدے کو ایک لکھت ہے اللہ جو چاہتا ہے مٹاتا اور ثابت کرتا ہے۔ اور اصل لکھا ہوا اسی کے پاس ہے۔

اہل کتاب میں جو منصف المزاج تھے وہ نبوت کی پیشن گوئی اور نبوت کی تصدیق اپنی کتابوں میں دیکھ کر ہی آپ ﷺ پر ایمان لے آئے تھے۔ آپ ﷺ کی نبوت کی دو دلیلیں موجود ہیں۔ ایک عقلی دلیل اور دوسری نقلی دلیل، اس سلسلے میں آپ ﷺ نے فرمایا:

''میری نبوت کی دو دلیلیں ہیں، عقلی اور نقلی، عقلی تو یہ ہے کہ حق تعالیٰ نے مجھ کو معجزات عطا فرمائے جو دلیل نبوت ہیں، اور اللہ تعالیٰ کے گواہ ہونے کے یہی معنی ہیں، اور نقلی یہ ہے کہ کتب سماویہ سابقہ میں اس کی خبر موجود ہے اگر یقین نہ آئے تو منصف علماء سے پوچھ لو وہ ظاہر کر دیں گے، پس دلائل نقلیہ و عقلیہ کے ہونے پر نبوت کا انکار کرنا بجز شقاوت کے اور کیا ہے، کسی عاقل کو اس سے شبہ نہ ہونا چاہئے۔'' (۱۰۵)

احمد نے یونس کی وساطت سے ابن اسحاق کی روایت نقل کی ہے۔ ابن اسحاق نے کہا: ''جب رسول اللہ ﷺ کی بعثت کا زمانہ قریب آیا تو یہود کے علماء عیسائیوں کے راہب اور عرب کے کاہن آنحضرت ﷺ کی بعثت کے بارے میں خبریں بیان کرتے تھے۔ یہودی علماء اور عیسائی راہبوں کی معلومات کا ماخذ ان کے انبیاءؑ کی وہ کتابیں تھیں جن میں آنحضرت ﷺ کی صفات اور آپ ﷺ کے زمانہ نبوت کے متعلق لکھا ہوا ان کے پاس موجود تھا اور جن کے متعلق ان کے انبیاء نے ان سے عہد لیا تھا۔'' (۱۰۶)

عرب کے کاہن مرد اور عورتوں کے پاس شیاطین جن غیب کی خبریں چرا کر لایا کرتے تھے چنانچہ عرب کے کاہن مرد اور کاہنہ عورتیں آپ ﷺ کی بعثت سے قبل آپ ﷺ کا تذکرہ کرتے رہتے اور پیشن گوئیاں کرتے رہتے تھے۔ جب رسول اللہ ﷺ کی نبوت کا زمانہ قریب آیا اور آپ ﷺ کو مبعوث فرمایا گیا تو شیاطین اور جنوں کو غیبی خبریں سننے سے روک دیا گیا، اور جن مقامات پر بیٹھ کر یہ خبریں چرایا کرتے تھے وہاں رکاوٹ پیدا کر دی گئی۔ اس کے علاوہ ان شیاطین اور جنوں پر تاروں کی مار پڑتی اس صورتحال سے جنوں نے یہ جان لیا کہ کوئی اہم واقعہ ظہور میں آنے والا ہے۔ جب آپ ﷺ کو مبعوث فرمایا گیا تو جنوں نے اس کا انکار نہ کیا۔

والھم ظنوا کما ظننتم ان لن یبعث اللہ احدا ٥ وانا لمسنا السمآء فوجدنٰھا ملئت حرسا شدیدا وشھبا ٥ وانا کنا نقعد منھا مقاعد للسمع ط فمن یستمع الأن یجد لہٗ شھابا رصدا وانا لا ندری اشر ارید بمن فی الارض ام اراد بھم ربھم رشدا ٥ (۱۰۷)

ترجمہ: اور یہ کہ ہم نے آسمان کو چھوا تو اسے سخت پہرے میں پایا اور اسے آگ کی چنگاریوں سے بھر دیا گیا ہے اور یہ کہ ہم پہلے آسمان میں سننے کے لئے کچھ موقعوں پر بیٹھا کرتے تھے۔ پھر اب جو کوئی سنے وہ اپنی تاک میں آگ کا لوکا (لپیٹ) پائے اور یہ کہ ہمیں نہیں معلوم کہ زمین والوں سے کوئی برائی کا ارادہ فرمایا گیا ہے یا ان کے رب نے کوئی بھلائی چاہی ہے۔

اور جب جنوں نے قرآن سنا تو انہیں یہ معلوم ہو گیا کہ انہیں کس وجہ سے آسمانی خبریں سننے سے روکا گیا تھا، تا کہ وحیٔ آسمانی مشتبہ نہ ہو جائے اور اللہ تعالیٰ کی طرف سے جو احکامات وحی کی صورت میں اہل زمین تک آئیں گے ان میں شک وشبہ پیدا نہ ہو اور اہل زمین وحی الٰہی پر ایمان لے آئیں۔

ولّوا الٰی قومھم منذرین ○ قالوا یقومنا انا سمعنا کتٰبا انزل من ، بعد موسٰی مصدقا لما بین یدیہ یھدی الی الحق والٰی طریق مستقیم○ (۱۰۸)

ترجمہ: اور وہ اپنی قوم کی طرف ڈر سناتے ہوئے پلٹے۔ بولے اے ہماری قوم ہم نے ایک کتاب سنی کہ موسیٰ کے بعد اتاری گئی۔ اگلی کتابوں کی تصدیق فرماتی، حق اور سیدھی راہ دکھاتی۔

غرض یہ کہ نہ صرف اہل کتاب یعنی یہود و نصاریٰ بلکہ تمام مخلوقات، جن و انس آپ ﷺ کی آمد اور آپ ﷺ کی صفات سے باخبر تھے۔

حضرت محمد ﷺ کے متعلق ورقہ بن نوفل کا بیان: احمد نے یونس کی وساطت سے ابن اسحاق کی روایت نقل کی۔ ابن اسحاق نے کہا: ورقہ بن نوفل بن اسد حضرت خدیجہؓ بنت خویلد کا چچیرا بھائی تھا۔ وہ نصرانی تھا۔ اس نے علم حاصل کیا تھا اور وہ کتابوں کے احکام کی پیروی کرتا تھا۔ بحیرا راہب نے جب آنحضرت ﷺ پر دو فرشتوں کو سایہ فگن دیکھا تو جو باتیں اس نے کہی تھیں ان کا ذکر میسرہ غلام نے حضرت خدیجہؓ سے کیا اور حضرت خدیجہؓ نے اس کا تذکرہ ورقہ بن نوفل سے کیا۔ ورقہ نے کہا: "اے خدا! اگر مذکورہ واقعہ سچا ہے تو محمد ﷺ اس امت کے نبی ہیں۔ مجھے معلوم ہے کہ اس امت کے لئے ایک نبی مبعوث ہونے والا ہے جس کا انتظار کیا جا رہا ہے اور یہی اس کا زمانہ ہے۔ (۱۰۹)

حضرت محمد ﷺ پر ایمان لانے اور آپ ﷺ کی مدد کرنے کے لئے انبیاءؑ سے عہد و پیماں: ابوالحسین احمد بن محمد بن النقور البزاز نے ابوطاہر محمد بن عبدالرحمٰن المخلص کی وساطت سے ابوالحسین رضوان بن احمد کی روایت نقل کی۔ ابوالحسین نے کہا کہ ابوعمر احمد بن عبدالجبار عطاردی نے یونس بن بکیر کے حوالہ سے ابن اسحاق کی یہ روایت بیان کی۔ ابن اسحاق نے کہا: "پھر اللہ تعالیٰ نے حضرت محمد ﷺ کو دنیا جہان کے لئے رحمت اور تمام لوگوں کی طرف پیغمبر بنا کر بھیجا۔ اللہ تعالیٰ نے آپ سے قبل مبعوث کردہ ہر نبی سے آپ ﷺ پر ایمان لانے، آپ ﷺ کی تصدیق کرنے اور آپ ﷺ کے مخالفین کے مقابلہ میں آپ ﷺ کی مدد کرنے کا عہد لیا تھا، نیز ان سے یہ وعدہ بھی لیا تھا کہ جو لوگ ان پر ایمان لائیں اور ان کی تصدیق کریں ان تک بھی یہ عہد و پیمان پہنچا دیں۔ چنانچہ اس بارے میں ان کے ذمہ جو حق تھا وہ انہوں نے پہنچا دیا۔" (۱۱۰)

انبیاء علیہ السلام سے اس عہد کا تذکرہ کرتے ہوئے اللہ تعالیٰ قرآن مجید میں آنحضرت ﷺ سے فرماتا ہے:

واذ اخذ اللّٰہ میثاق النبیّٖن لما اٰتیتکم من کتٰب وحکمۃ ثم جاءکم رسول مصدق لما معکم لتؤمنن بہ ولتنصرنّہ ط قال ءاقررتم واخذتم علٰی ذٰلکم اصری ط قالوا اقررنا ط قال فاشھدوا وانا معکم من الشّٰھدین○ (۱۱۱)

ترجمہ: اور یاد کرو، اللہ نے پیغمبروں سے عہد لیا تھا کہ "آج ہم نے تمہیں کتاب اور حکمت و دانش سے نوازا ہے، کل اگر کوئی دوسرا رسول تمہارے پاس اسی تعلیم کی تصدیق کرتا ہوا آئے جو پہلے سے تمہارے پاس موجود ہے تو تم کو اس پر ایمان لانا ہوگا اور اس کی مدد کرنی ہوگی" یہ ارشاد فرما کر اللہ نے پوچھا "کیا تم اس کا اقرار کرتے ہو اور اس پر میری طرف سے عہد کی بھاری ذمہ داری اٹھاتے ہو؟" انہوں نے کہا ہاں ہم اقرار کرتے ہیں۔ اللہ نے فرمایا: "اچھا تو گواہ رہو میں بھی تمہارے ساتھ گواہ ہوں۔"

چنانچہ اللہ تعالیٰ نے تمام پیغمبروں سے آپ ﷺ کی بعثت کی تصدیق اور آپ ﷺ کے مخالفوں کے مقابلہ میں آپ ﷺ کی مدد کا وعدہ لیا اور تمام انبیاء علیہ السلام نے اپنی اپنی امت کے لوگوں تک اللہ تعالیٰ سے کیے گئے اس عہد کو پہنچا دیا۔ انبیاء علیہ السلام کے دنیا سے چلے جانے کے بعد آنے والی نسلوں کو ان انبیاءؑ کی کتب سماویہ یعنی توراۃ اور انجیل سے یہ پیغام پہنچا دیا گیا۔ قرآن مجید میں کئی مقامات پر اللہ تعالیٰ نے توراۃ اور انجیل کے حوالے سے آپ ﷺ کی آمد اور صفات کا ذکر فرمایا ہے۔

الذین یتبعون الرسول النبی الامی الذی یجدونہٗ مکتوبا عندھم فی التورٰۃ والانجیل یأمرھم بالمعروف وینھٰھم عن المنکر ویحل لھم الطیّبٰت ویحرم علیھم الخبٰئث ویضع عنھم اصرھم والاغلٰل التی کانت علیھم ط فالذین اٰمنوا بہ

وعزّروہ ونصروہ واتبعوا النور الذی انزل معهٗ اولٰئک هم المفلحون٥ (۱۱۲)

ترجمہ: وہ جو غلامی کریں گے اس رسول بے پڑھے غیب کی خبریں دینے والے کی جسے لکھا ہوا پائیں گے اپنے پاس توریت اور انجیل میں۔ وہ انہیں بھلائی کا حکم دے گا اور برائی سے منع فرمائے گا اور ستھری چیزیں ان کے لئے حلال فرمائے گا اور گندی چیزیں ان پر حرام کرے گا اور ان پر سے وہ بوجھ اور گلے کے پھندے جو ان پر تھے اتارے گا تو وہ اس پر ایمان لائیں اور اس کی تعظیم کریں اور اسے مدد دیں اور اس نور کی پیروی کریں جو اس کے ساتھ اترا وہی بامراد ہوئے۔

====================

حواشی وحوالہ جات باب اوّل (فصل اوّل)

''مفہوم نبوت''

نمبر شمار	کتاب کا نام	مصنف کا نام	شہر کا نام	ادارہ اشاعت	سن اشاعت	صفحہ نمبر	جلد نمبر
۱۔	القرآن	۵۴ : ۷					
۲۔	معارف القرآن	مفتی محمد شفیع	کراچی	ادارۃ المعارف	۱۹۷۱ء	۵۸۰	۳
۳۔	کنز الایمان ترجمۃ القرآن	امام رضا بریلوی	لاہور	ضیاء القرآن پبلیکیشنز	۱۹۷۸ء	۲۸۳	۱
۴۔	القرآن	۴ تا ۲ : ۱۳					
۵۔	معارف القرآن	مفتی محمد شفیع	کراچی	ادارۃ المعارف	۱۹۷۲ء	۵۴،۵۳	۵
۶۔	کائنات کی تخلیق	ہارون یحییٰ	کراچی	گلوبل سوسائٹی پبلیکیشنز	۲۰۰۳ء	۲۲	
۷۔	القرآن	۱۰۱ : ۶					
۸۔	القرآن	۲۹ تا ۲۶ : ۱۵					
۹۔	معارف القرآن	محمد ادریس کاندھلوی	ٹنڈوالہ یار	مکتبہ عثمانیہ بیت الحمد	۱۹۶۹ء	۹۰	۱
۱۰۔	ایضاً	"	"	"	"	"	"
۱۱۔	القرآن	۴ : ۱۶					
۱۲۔	معارف القرآن	مفتی محمد شفیع	کراچی	ادارۃ المعارف	۱۹۷۳ء	۳۰۶	۵
۱۳۔	ایضاً	"	"	"	"	۲۸۷	۵
۱۴۔	القرآن	۲۵: ۵۷					
۱۵۔	دائرہ معارف اسلامیہ		لاہور	دانش گاہ پنجاب		۹۷	۲۲
۱۶۔	ایضاً		"	"		۹۶	۲۲
۱۷۔	القرآن	۳۸ : ۲					
۱۸۔	القرآن	۱۷۳ : ۷					
۱۹۔	نقوش (قرآن نمبر)		لاہور	ادارہ فروغ اردو	۱۹۹۸ء	۲	شمارہ نمبر ۱۴۴
۲۰۔	القرآن	۱۰۸ : ۱۲					
۲۱۔	القرآن	۳۶ : ۱۳					
۲۲۔	القرآن	۳ : ۷۱					
۲۳۔	القرآن	۷۹ : ۳					
۲۴۔	نقوش (قرآن نمبر)		لاہور	ادارہ فروغ اردو	۱۹۹۸ء		شمارہ نمبر ۱۴۴
۲۵۔	القرآن	۶۲،۶۱ : ۷					
۲۶۔	القرآن	۶۷ : ۵					
۲۷۔	القرآن	۶ : ۱۸					
۲۸۔	تفسیر کنز الایمان	احمد رضا خان بریلوی	لاہور	ضیاء القرآن	۱۹۷۸ء	۵۳۹	۱
۲۹۔	القرآن	۳ : ۲۶					
۳۰۔	نقوش (قرآن نمبر)		لاہور	ادارہ فروغ اردو	۱۹۹۸ء	۳	شمارہ نمبر ۱۴۴
۳۱۔	القرآن	۱۱۹ : ۵					
۳۲۔	القرآن	۱۰۰ : ۹					

نمبر شمار	کتاب کا نام	مصنف کا نام	شہر کا نام	ادارۂ اشاعت	سن اشاعت	صفحہ نمبر	جلد نمبر
۳۳۔	القرآن	۵۹ : ۲۲					
۳۴۔	القرآن	۹۸ : ۸					
۳۵۔	اصح السیر	مولانا حکیم ابوالبرکات عبدالرؤف داناپوری	کراچی	مجلسِ نشریات اسلام	۱۹۸۱ء	۲	۱
۳۶۔	القرآن	۱۲ : ۱۰۹					
۳۷۔	القرآن	۱۶ : ۴۳					
۳۸۔	القرآن	۴۱ : ۲					
۳۹۔	القرآن	۱۹ : ۳۶					
۴۰۔	القرآن	۴۷ : ۱ تا ۵					
۴۱۔	دائرہ معارف اسلامیہ		لاہور	دانش گاہ پنجاب	۱۹۷۳ء	۲۵۳	۱۰
۴۲۔	القرآن	۱۲ : ۳۶					
۴۳۔	القرآن	۳ : ۱۶۴					
۴۴۔	القرآن	۶۲ : ۲					
۴۵۔	القرآن	۲ : ۱۲۹					
۴۶۔	القرآن	۲ : ۱۵۱					
۴۷۔	القرآن	۳ : ۵۸					
۴۸۔	القرآن	۵ : ۶۷					
۴۹۔	معارف القرآن	مفتی محمد شفیع	کراچی	ادارۃ المعارف	۱۹۶۹ء	۵۷۰،۵۷۱	۲
۵۰۔	القرآن	۵۷ : ۲۵					
۵۱۔	القرآن	۴ : ۱۳۵					
۵۲۔	القرآن	۳۶ : ۱۰۶ تا ۱۰۹					
۵۳۔	القرآن	۲۶ : ۱۲۳ تا ۱۲۷					
۵۴۔	القرآن	۲۶ : ۱۴۱ تا ۱۴۵					
۵۵۔	القرآن	۲۶ : ۱۶۰ تا ۱۶۴					
۵۶۔	دائرہ معارف اسلامیہ		لاہور	دانش گاہ پنجاب	۱۹۷۳ء	۱۰۰	۲۲
۵۷۔	القرآن	۱۰ : ۱۶					
۵۸۔	القرآن	۴۲ : ۵۲					
۵۹۔	حجۃ اللہ البالغہ	حضرت شاہ ولی اللہ	لاہور	مکتبہ قاسمیہ	۱۹۹۵ء	۴۴۲	۱
۶۰۔	القرآن	۱۶ : ۲					
۶۱۔	القرآن	۱۰ : ۱۵					
۶۲۔	القرآن	۴۱ : ۲۵					
۶۳۔	القرآن	۲۹ : ۱۶					
۶۴۔	القرآن	۱۱ : ۵۰					
۶۵۔	القرآن	۱۱ : ۶۱					

نمبر شمار	کتاب کا نام	مصنف کا نام	شہر کا نام	ادارہ اشاعت	سن اشاعت	صفحہ نمبر	جلد نمبر
۶۶۔	القرآن	۱۱ : ۸۳					
۶۷۔	القرآن	۳۱ : ۱۳					
۶۸۔	القرآن	۵ : ۷۲					
۶۹۔	القرآن	۲۲ : ۳۱					
۷۰۔	القرآن	۶ : ۸۳ تا ۸۸					
۷۱۔	القرآن	۲ : ۲ تا ۳					
۷۲۔	القرآن	۱۱ : ۲۵ تا ۲۶					
۷۳۔	القرآن	۲۶ : ۱۳۵					
۷۴۔	القرآن	۲۶ : ۸۷ تا ۹۱					
۷۵۔	تفسیر ماجدی	مولانا عبدالماجد دریا آبادی	کراچی	قرآن منزل تاج کمپنی	۱۹۵۲ء	۵۸	۱
۷۶۔	القرآن	۳ : ۳۱					
۷۷۔	القرآن	۴۹ : ۱۳					
۷۸۔	حجۃ اللہ البالغہ	حضرت شاہ ولی اللہ محدث دہلویؒ	لاہور	قومی کتب خانہ	۱۹۹۵ء	۴۲۸	۱
۷۹۔	القرآن	۱۶ : ۳۶					
۸۰۔	القرآن	۳۳ : ۴۵ تا ۴۷					
۸۱۔	القرآن	۴۸ : ۲۸					
۸۲۔	تفسیر مظہری	علامہ قاضی شاء اللہ مجدد پانی پتی	دہلی	ندوۃ المصنفین اردو بازار جامع مسجد دہلی	۱۹۶۲ء	۳۷۷	۲
۸۳۔	ایضاً	"	"	"	"	"	"
۸۴۔	تفسیر مظہری	علامہ قاضی شاء اللہ مجدد پانی پتی	دہلی	ندوۃ المصنفین اردو بازار جامع مسجد دہلی	۱۹۶۲ء	۳۷۷	۲
۸۵۔	حجۃ اللہ البالغہ	حضرت شاہ ولی اللہ	لاہور	قومی کتب خانہ	۱۹۹۵ء	۴۳۸،۴۳۹	۲
۸۶۔	معارف القرآن	مفتی محمد شفیع	کراچی	ادارۃ المعارف	۱۹۹۶ء	۲۳۱	۲
۸۷۔	القرآن	۲۱ : ۱۰۷					
۸۸۔	القرآن	۱۳ : ۴۳					
۸۹۔	القرآن	۴ : ۷۹					
۹۰۔	القرآن	۵ : ۳					
۹۱۔	القرآن	۲۸ : ۸۷					
۹۲۔	القرآن	۲۵ : ۱					
۹۳۔	صحیح بخاری	ابی عبداللہ محمد بن اسمٰعیل بخاری	میرٹھ	المطبع قدیمی	۱۲۸۲ھ	۵۰۱	۱
۹۴۔	معارف القرآن	مفتی محمد شفیع	کراچی	ادارۃ المعارف	۱۹۷۱ء	۸۰	۴
۹۵۔	ایضاً	"	"	"		۸۱	۴
۹۶۔	تفسیر مظہری	علامہ قاضی شاء اللہ مجدد پانی پتی	دہلی	ندوۃ المصنفین	۱۹۶۲ء	۴۰۰	۴

نمبر شمار	کتاب کا نام	مصنف کا نام	شہر کا نام	ادارہ اشاعت	سن اشاعت	صفحہ نمبر	جلد نمبر
۹۷۔	تفسیر روح المعانی	شہاب الدین السید الالوسی	دمشق (مصر)	ادارۃ الطباعۃ المنیریہ	۱۲۷۰ھ	۸۰	۷
۹۸۔	معارف القرآن	مفتی محمد شفیع	کراچی	ادارۃ المعارف	۱۹۷۱ء	۸۲	۴
۹۹۔	تفسیر روح المعانی	شہاب الدین السید الالوسی	دمشق	ادارۃ الطباعۃ المنیریہ	۱۲۷۰ھ	۸۰	۷
۱۰۰۔	معارف القرآن	مفتی محمد شفیع	کراچی	ادارۃ المعارف	۱۹۷۱ء	۸۲	۴
۱۰۱۔	تفسیر روح المعانی	شہاب الدین السید الالوسی	دمشق	ادارۃ الطباعۃ المنیریہ	۱۲۷۰ھ	۸۰	۷
۱۰۲۔	معارف القرآن	مفتی محمد شفیع	کراچی	ادارۃ المعارف	۱۹۷۱ء	۸۳	۴
۱۰۳۔	تفسیر مظہری	علامہ قاضی ثناء اللہ مجددی پانی پتی	دہلی	ندوۃ المصنفین	۱۹۶۲ء	۴۰۰	۴
۱۰۴۔	القرآن	۱۳ : ۳۸،۳۹					
۱۰۵۔	معارف القرآن	مفتی محمد شفیع	کراچی	ادارۃ المعارف	۱۹۷۲ء	۲۰۰	۵
۱۰۶۔	نقوش (رسول نمبر)		لاہور	ادارۂ فروغ اردو	۱۹۸۵ء	۱۰۹	۱۱
۱۰۷۔	القرآن	۷۲ : ۸ تا ۱۰					
۱۰۸۔	القرآن	۴۶ : ۲۹ تا ۳۰					
۱۰۹۔	نقوش (رسول نمبر)		لاہور	ادارۂ فروغ اردو	۱۹۸۵ء	۱۱۳	۱۱
۱۱۰۔	ایضاً		"	"	"	"	"
۱۱۱۔	القرآن	۳ : ۸۱					
۱۱۲۔	القرآن	۷ : ۱۵۷					

========================

فصل دوم

مفہوم معجزہ (تعارف)

باب اوّل

فصل دوم : مفہوم معجزہ (تعارف)

معجزہ کے معنی و مفہوم:

معجزہ لفظ عجز سے بنا ہے جس کا مادہ ع۔ ج۔ ز۔ ہے۔ معجزہ کے لغوی معنی عاجز کرنے کے والا۔ فوق العادت۔ عَـجَـز (عاجز ہوا)۔ یَعْجِزُ. عَجْزاً.

عجز کے لغوی معنی کسی چیز سے پیچھے رہ جانے، یا اس کے اس وقت حاصل کرنے کے ہیں جب کہ اس کے حصول کا وقت گزر چکا ہو، لیکن عام طور پر اس کا استعمال کسی کام کے کرنے سے قاصر رہنے پر ہوتا ہے۔ (۱)

لفظ ''عجز'' دراصل ''القدرۃ'' کی ضد ہے۔ جب انسان کسی کام کو کرنے سے قاصر ہو اور اس کے لیے خود کو عاجز جانے۔ قرآن کریم میں ہے:

اعجزت ان اکون مثل ھٰذا الغراب فأواری سوءۃ اخی ج (۲)

ترجمہ: میں اس بات سے بھی قاصر رہا کہ اس کوے کی طرح اپنے بھائی کے مردہ جسم کو چھپا سکتا۔

لفظ ''معجزہ'' عجز سے نکلا ہے۔ جس کے معنی عاجز ہونا یا بے بس ہونا ہیں۔ معجزہ سے مراد کسی نبیؐ یا پیغمبر کا وہ کام کر دکھانا جو انسانی طاقت سے باہر ہو۔ **''معجزہ دکھانا''** سے مراد کوئی انوکھی بات کر دکھانا / کرشمہ دکھانا۔ **''معجزہ ہونا''** سے مراد کوئی انوکھی بات جو قانونِ قدرت کے خلاف ہو ظہور میں آنا یا انتہائی تعجب خیز بات کا ہونا۔ **''معجزات''** معجزہ کی جمع ہے۔ یعنی وہ امور جن کے کرنے کی انسان طاقت نہ رکھتا ہو۔ اور وہ خرقِ عادت امر نبیؐ یا امام سے ظاہر ہو۔

''معجزہ'' لغت میں عاجز کر دینے اور تھکا دینے والی چیز کو کہتے ہیں اور اسلامی اصطلاح میں ایسے عمل کا نام ہے جو سلسلۂ اسباب کے بغیر عالمِ وجود میں آجائے، اس کو عام بول چال میں ''خرقِ عادت'' بھی کہتے ہیں۔ (۳)

اللہ تعالیٰ نے کائنات میں ہونے والے تمام امور کو اسباب و علل کے ساتھ پیوستہ کر رکھا ہے۔ کائنات ارضی و سماوی میں کوئی کام بغیر کسی سبب کے عمل میں نہیں آتا، اسی کو قانونِ فطرت کہا جاتا ہے۔ لیکن بعض اوقات اللہ تعالیٰ اپنے بندوں پر اپنی قدرتِ کاملہ کو ظاہر کرنے کے لئے اپنے اس فطری قانون میں تبدیلی پیدا فرماتا ہے اور اللہ کے مخصوص بندوں یعنی انبیاء اکرام کے ذریعے اس خرقِ عادت امر کا ظہور ہوتا ہے، جو ''معجزہ'' کہلاتا ہے۔

خدائے تعالیٰ کے قوانینِ قدرت یا نوامیس فطرت دراصل دو قسموں میں تقسیم ہیں، عادتِ عام اور عادتِ خاص۔ عادتِ عام سے قدرت کے وہ قوانین مراد ہیں جو باہم اسباب و مسببات کے سلسلہ میں جکڑے ہوئے ہیں مثلاً آگ جلاتی ہے اور پانی خنکی پہنچاتا ہے، اور عادتِ خاص کا مطلب یہ ہے کہ اسباب و مسببات میں علاقہ پیدا کرنے والے ید قدرت نے کسی خاص مقصد کے لئے سبب اور مسبب کے درمیانی رشتہ کو کسی شے سے الگ کر دیا یا بغیر سبب کے مسبب کو وجود بخش دیا، جیسا کہ جلنے کے اسباب موجود ہونے کے باوجود کسی جسم کا آگ سے نہ جلنا، یا دو تین انسانوں کے قابل خوراک سے سو دو سو انسانوں کا شکم سیر ہو جانا اور اپنی اصل مقدار کی حد تک پھر بھی باقی بچ جانا۔

یہ دونوں باتیں چونکہ عام نگاہوں میں قانونِ قدرت کے خلاف ہیں اس لئے جب یہ اور اسی طرح کی کوئی شے رونما ہوتی یا اس کے وجود پذیر ہو جانے کی اطلاع دی جاتی ہے تو یہ کہا جاتا ہے کہ یہ قدرت کے قانون یا عادت اللہ کے خلاف ہے حالانکہ ایسا نہیں ہے بلکہ وہ قوانین فطرت کی پہلی قسم یعنی عام عادت کے خلاف تو ہوتا ہے مگر عادتِ خاص کے خلاف نہیں ہوتا اور وہ بھی قانونِ قدرت ہی کی ایک کڑی ہوتی ہے جو عام حالات سے الگ کسی خاص مقصد کے پورا کرنے کے لئے ظاہر کی جاتی ہے، اور اس جگہ وہ مقصد یہ ہوتا ہے کہ اس طرح خدائے تعالیٰ اپنے

سچے رسول اور پیغمبر کی صداقت وحقانیت کی تصدیق کرتا اور جھٹلانے والوں کو یہ باور کرواتا ہے کہ اگر یہ مدعیٔ رسالت اپنے دعوے میں صادق نہ ہوتا تو خدا کی تائید کبھی اس کے ساتھ نہ ہوتی، پس عام قانونِ قدرت سے جدا رسول وپیغمبر کا یہ عمل ظاہر کرتا ہے کہ درحقیقت یہ اس کا اپنا فعل نہیں ہے بلکہ یہ خدا کا فعل ہے جو عادتِ خاص کی صورت میں نبی کے ہاتھوں ظہور پذیر ہوا تاکہ اس کی صداقت کی دلیل بن سکے۔ (۴)

انسانی عقل اور شعور قوانینِ فطرت کا احاطہ کرنے سے قاصر ہیں لیکن یہ امر مسلّم ہے کہ خالقِ کائنات جب چاہے ان قوانینِ فطرت کو تبدیل کرسکتا ہے۔

ابراہیمؑ کے جسم کا آگ سے محفوظ ہوجانا بلاواسطہ خدائے برتر کی تدبیر کے زیرِاثر تھا اور اس قسم کا عمل پیغمبر کی صداقت اور دشمنوں کے مقابلہ میں اس کی برتری کے لئے کبھی کبھی بہ تقاضائے حکمت اس کی جانب سے سامنے آجاتا اور شریعت کی اصطلاح میں ''معجزہ'' شمار ہوتا ہے۔ بیشک وہ نہ فن ہوتا ہے اور نہ وسائل واسباب سے پیدا کردہ تدابیر کا محتاج، پس خدا کی مخلوق ''انسان'' کو اگر یہ قدرت حاصل ہے کہ کسی شے کے طبعی خاصہ کو بعض اشیاء پر مؤثر نہ ہونے دے تو اشیاء کے خواص کے خالق کو کیوں یہ قدرت حاصل نہیں کہ وہ کسی خاص موقع پر شئے کی تاثیر کو عمل سے روک دے۔

اور اگر آج سائنس کی دریافت پر فضا میں ایسی گیسیں موجود ہیں جن کے بدن پر اثر کرنے سے آگ کی سوزش سے محفوظ رہا جاسکتا ہے تو گیسوں کے پیدا کرنے والے خالق کے لئے کون مانع ہے کہ نمرود کی دہکتی آگ میں ان کو ابراہیمؑ تک نہ پہنچاوے، اور اس طرح آگ کو بحقِ ابراہیم (علیہ السلام) بردوسلام نہ بنادے۔ (۵)

شیخ محمد عبدہٗ تفسیر المنار میں معجزہ کے بارے میں فرماتے ہیں:

أن اللہ یخلقھا بغیر سبب لتدل علی أن السنن والنوامیس لا تحکم علی واضعھا ومدبرھا، وانما ھو الحاکم المتصرف بھا. (۲)

ترجمہ: اللہ تعالیٰ (معجزہ) کو اپنے عادی نظام کے خلاف صرف اپنی قدرت سے ظاہر فرماتا ہے تاکہ یہ ثابت کردے کہ ''قوانینِ طبعیہ'' خود اس کے محکوم ہیں وہ ان کا محکوم نہیں وہ جس طرح چاہے ان میں تصرف کرسکتا ہے۔

''معجزہ'' درحقیقت نبی کا اپنا عمل نہیں ہوتا بلکہ وہ خدائے تعالیٰ کا فعل ہے جو نبی کے ہاتھوں سے ظاہر ہوتا اور معجزہ کہلاتا ہے، یہ اس لئے کہ نبی ورسول بھی ایک انسان اور بشر ہی ہوتا ہے اور کسی انسان کی قدرت میں یہ نہیں ہے کہ وہ خدائے تعالیٰ کے قوانینِ عام وخاص میں دخل اندازی یا دراندازی کرسکے، یہ تو خدا ہی کی مرضی پر ہے کہ اگر وہ چاہے اور مناسبِ حال اور تقاضاءِ وقت سمجھے تو نبی اور رسول کے ہاتھ پر ایسے فعل کا ظہور کرادے جو اُس کے قوانینِ فطرت کی عادتِ خاص کی قسم میں داخل ہوں، اور اگر نہ چاہے تو نبی ورسول کے لئے بھی اُس کا اظہار ناممکن اور محال ہے۔ (۷)

معجزہ سے مراد وہ کام یا وہ چیز جو خلافِ عادت اور قانونِ قدرت کے برخلاف ہو یعنی کوئی کام اپنے اسبابِ عادیہ کے بغیر کسی شخص سے دعویٰ نبوت کے بعد سرزد ہو تو اسے خارقِ عادت یا معجزہ کہا جاتا ہے۔

پھر یہ خارقِ عادت اگر مدعیٔ نبوت سے ظاہر ہو تو اس کو معجزہ کہتے ہیں کہ مخالف کو اُس کے مثل کام کرنے سے عاجز کردیتا ہے اب خواہ مدعیٔ نبوت سے یہ معجزہ ایک معمولی طور سے صادر ہو یا اُس وقت نبوت کا دعویٰ بھی ہوا اگر یہ خارقِ عادت نبی کے پیرو سے صادر ہوا گر وہ ولی ہے تو اس کو کرامت کہتے ہیں اور اگر غیر ولی مومن صالح سے صادر ہو تو اس کو معاونت کہتے ہیں اور جو نبی سے قبل نبوت سرزد ہو تو اس کو ارہاص کہتے ہیں اور اگر بدشخص سے صادر ہو تو اس کو استدراج کہتے ہیں۔ (۸)

معجزہ دلیلِ نبوت اور تائیدِ ربانی کا ثبوت ضرور ہے لیکن انبیاء اکرامؑ کی حقانیت کو تسلیم کرنے اور ان کی دعوت پر ایمان لانے کے لئے معجزہ کا

ظاہر ہونالازم نہیں ہے۔اس بات کو مولانا روم ؒ اس طرح بیان فرماتے ہیں:

وردل ہر کس کہ از دانش مزہ است　　　　روے و آواز پیمبر معجزہ است (۹)

ترجمہ: مولانا کے نزدیک نبوت کی تصدیق کے لئے معجزہ شرط نہیں جس کے دل میں ایمان کا مزہ ہوتا ہے پیغمبر کی صورت اور اُس کی باتیں اس کے حق میں معجزہ کا کام دیتی ہیں۔ (۱۰)

''معجزہ'' سے ایمانِ کامل پیدا نہیں ہوتا بلکہ انسان کی عقل اور ذہن جب ایمان کی حقانیت کو تسلیم کرتے ہیں تو دل میں ایمانِ کامل پیدا ہو جاتا ہے۔

مولانا روم نے اس پر قناعت نہیں کی بلکہ صاف صاف تصریح کی کہ معجزہ ایمان کا سبب نہیں ہوتا اور اس سے ایمان بھی پیدا ہوتا ہے، تو جبری ایمان پیدا ہوتا ہے نہ ذوقی، چنانچہ فرماتے ہیں:

موجبِ ایمان نباشد معجزات	معجزات ایمان کا سبب نہیں ہوتے
بوئے جنسیت کند جذب صفات	جنسیت کی بو صفات کو جذب کرتی ہے
معجزات از بہر قہرِ دشمن است	معجزے اس لئے ہوتے ہیں کہ دشمن دب جائیں
بوے جنسیت سوے دل بردن است	لیکن جنسیت کی بو اس غرض کے لئے ہے کہ دل تک پہنچ جائے
قہر گردو. دشمن امّا دوست نے	دشمن دب جاتا ہے لیکن دوست نہیں ہوتا۔
دوست کے گرد و بہ بستہ گردنے. (۱۱)	وہ شخص بھلا دوست کیا ہوگا جو گردن پکڑ کر لایا گیا ہے۔

علاماتِ نبوت (آیات) اور معجزات کا فرق:

علاماتِ نبوت جس کے لئے قرآن میں آیات (نشانیاں) کا لفظ استعمال ہوا ہے اور معجزات دونوں میں فرق ہے۔ معجزات میں مخالفین کو چیلنج ہوتا ہے اور مخالفین اس چیلنج کا مقابلہ کرنے سے عاجز اور بے بس ہوتے ہیں جبکہ آیات وعلامات میں چیلنج شرط نہیں ہے۔ علامات و آیات اور معجزات میں عام وخاص کی نسبت ہے۔

عام انسانوں کی زندگی میں بھی عموماً غیر متوقع واقعات ظہور پذیر ہوتے رہتے ہیں۔ مثلاً انتہائی کوشش اور کاوش کے باوجود مقصد میں کامیاب نہ ہونا، اچانک غیر متوقع طور پر حالات میں تبدیلی رونما ہونا۔ خطرناک حادثہ میں کسی کا زندہ بچ جانا۔ حالات و واقعات کا اچانک تبدیل ہو کر نئی صورتحال پیدا کر دینا۔ ایسے موقع پر عام طور پر یہ کہا جاتا ہے کہ ''یہ تو کوئی معجزہ ہو گیا ورنہ اس کی توقع نہ تھی'' لیکن عام انسانوں کے ساتھ ہونے والے واقعات اور انبیاء علیہ السلام کو خدا کی جانب سے عطا ہونے والے معجزات میں بہت فرق ہے۔ انبیاء علیہ السلام کا دعویٰ نبوت کے بعد جو معجزات عطائے ربانی ہوتے ہیں وہ عام واقعات سے کہیں مختلف اور انتہائی بلند سطح کے حامل ہوتے ہیں۔

معجزات درحقیقت قانونِ قدرت کے مطابق ہی ہوتے ہیں۔ یہ الگ بات ہے کہ وہ قدرت کا اعلیٰ وارفع قانون ہوتا ہے، جس کے پس منظر اور پیش منظر کو جاننا ہمارے بس میں نہیں ہوتا۔ (۱۲)

انبیاء علیہ السلام سے صادر ہونے والے معجزات کو تائید ایزدی حاصل ہوتی ہے لہٰذا روحانی اور معنوی دونوں اعتبار سے خاص اہمیت کے حامل ہوتے ہیں۔ ان معجزات کے رونما ہونے کے لئے حیرت انگیز طور پر فطرت کے قوانین بدل دیئے جاتے ہیں، یا ان کی حالت تبدیل کر دی جاتی ہے۔ اور ان کی عنداللہ مقبولیت کو واضح کرنے کے لئے انبیاء کرامؑ کے ہاتھوں سے غیر معمولی کارنامے انجام پاتے ہیں۔

معجزات کے تصور کو ایک عالمگیر حیثیت حاصل ہے اور تقریباً تمام مذاہب نے معجزات کو اپنے مذہب کی اساس قرار دیا ہے، لیکن اللہ تعالیٰ کے نزدیک معجزہ کو اساس قرار دینا درست نہیں کیونکہ اللہ تعالیٰ نے قرآن مجید میں واضح طور پر ارشاد فرمادیا کہ کسی الہامی مذہب کی تائید

کے لئے معجزات بنیاد نہیں بلکہ یہ ثانوی حیثیت رکھتے ہیں الہامی مذہب کی اصل اساس عقل ہے اور نبی اور پیغمبرؑ کی سیرت و کردار اور ان کی تعلیمات ہیں۔ قرآن کریم میں اللہ تعالیٰ نے معجزہ طلب کرنے پر انتہائی ناپسندیدگی کا اظہار فرمایا ہے، اور لوگوں کو عقل و دانش سے کام لینے کی تلقین فرمائی ہے: **افلا یتدبّرون القران ۔** (۱۳) ترجمہ: تو کیا غور نہیں کرتے قرآن پر۔

یہودیوں نے آنحضرت ﷺ سے آتشیں معجزہ طلب کیا تو ارشادِ ربانی ہوا:

الـذیـن قـالوا ان اللہ عھد الینا الا نؤمن لرسول حتّٰی یاتینا بقربانٍ تاکله النار ۔ قل قد جآء کم رسل من قبلی بالبینٰت وبالذی قلتم فلم قتلتموھم ان کنتم صادقین o (۱۴)

ترجمہ: وہ جو کہتے ہیں اللہ نے ہم سے اقرار کرلیا ہے کہ ہم کسی رسولؑ پر ایمان نہ لائیں جب تک ایسی قربانی کا حکم نہ لائے جسے آگ کھائے۔ تم فرمادو مجھ سے پہلے بہت رسولؑ تمہارے پاس کھلی نشانیاں اور یہ حکم لے کر آئے جو تم کہتے ہو پھر تم نے انہیں کیوں شہید کیا، اگر تم سچے ہو۔

اور جب قریشِ مکہ نے اپنے مطالبات کی طویل فہرست پیش کی تو ارشادِ خداوندی ہوا:

ولقد صرفنا للناس فی ھذا القران من کل مثل فابی اکثر الناس الا کفورا o وقالوا لن نؤمن لک حتّٰی تفجر لنا من الارض ینبوعاo او تکون لک جنة من نخیل و عنب فتفجر الانھر خللھا تفجیرا o او تسقط السمآء کما زعمت علینا کسفا او تاتی باللہ والملٰئکة قبیلا او یکون لک بیت من زخرف او ترقٰی فی السمآء ولن نؤمن لرقیک حتّٰی تنزل علینا کتٰبا نقرءہ ہ ۔ قل سبحان ربّی ھل کنت الا بشرا رسولاo (۱۵)

ترجمہ: اور بے شک ہم نے لوگوں کے لئے اس قرآن میں ہر قسم کی مثل بیان فرمائی تو اکثر آدمیوں نے نہ مانا اور ناشکری کی اور بولے کہ ہم تم پر ہرگز ایمان نہ لائیں گے یہاں تک کہ تم ہمارے لئے زمین سے کوئی چشمہ بہادو یا تمہارے لئے کھجوروں اور انگوروں کا کوئی باغ ہو پھر تم اس کے اندر بہتی نہریں رواں کرو، یا تم ہم پر آسمان گرادو جیسا تم نے کہا ہے ٹکڑے ٹکڑے یا اللہ اور فرشتوں کو ضامن لے آؤ یا تمہارے لئے طلائی گھر ہو، یا تم آسمان میں چڑھ جاؤ اور ہم تمہارے چڑھ جانے پر بھی ہرگز ایمان نہ لائیں گے جب تک ہم پر ایک کتاب نہ اتارو جو ہم پڑھیں۔ تم فرماؤ پاکی ہے میرے رب کو میں کون ہوں مگر آدمی اللہ کا بھیجا ہوا۔

عاقل پر خلاف عقل امور کی تصدیق شاق ہونے کی وجہ سے حق تعالیٰ نے اپنے فضل و کرم سے انبیاء علیہم السلام کو معجزے عنایت فرمائے تاکہ خوارقِ عادات کو جو سراسر مخالف عقل ہیں دیکھ کر عقلیں مقہور ہوں اور یہ بات ثابت ہو جائے کہ حق تعالیٰ ہر چیز پر قادر ہے جو چاہتا ہے کرسکتا ہے جس طرح چاند کا دو ٹکڑے ہو جانا۔ کنکریوں کا بات کرنا۔ جانوروں کا سربسجود ہونا۔ انگلیوں سے چشمہ جاری ہونا۔ جھاڑوں کا مثل آدمیوں کے صرف بلانے سے آنا اور پھر اپنے مقام پر چلے جانا۔ ایک مشت خاک سے ایک بڑے لشکر کو ہزیمت دینا وغیرہ وغیرہ امور جن کو معمولی عقل محال سمجھتی ہے جب بے تکلف ادنیٰ اشاروں سے واقع کر کے بتلا دیئے گئے تو عقل کو خدا اور رسول کی کسی بات میں تردد کا موقع نہ رہا کہ اُن کو خلاف واقع سمجھے کیونکہ جب ہزار ہا امور جن کا وقوع محال سمجھا جاتا ہے واقع ہو گئے تو یہ بھی منجملہ انہیں کے ہوں گے جن کا وقوع قدرت الٰہی سے کچھ بعید نہیں۔ (۱۶)

ایمان لانے کے لئے معجزہ کو دلیل یا ثبوت بنانے کو اللہ تعالیٰ نے ناپسند فرمایا ہے لیکن انبیاء علیہ السلام کو حمایتِ ایزدی حاصل ہونے کو ثابت کرنے کے لئے اللہ تعالیٰ نے اپنے ان برگزیدہ بندوں کو بے شمار معجزات عطا فرمائے مثلاً طوفانِ نوح سے منکرینِ حق کا فنا ہو جانا، حضرت ہودؑ کی بددعا سے قومِ عاد کی تباہی ہونا، حضرت صالح علیہ السلام کی ناقہ کی کونچیں کاٹنے پر قوم ثمود کا برباد ہونا، حضرت موسیٰؑ کے ہاتھوں فرعون کے لشکر کا غرق ہونا اور دوسرے عذابوں کا آنا، حضرت ابراہیمؑ پر آتشِ نمرود کا سرد پڑ جانا، حضرت عیسیٰؑ کا بغیر باپ کے پیدا ہونا، بیماروں

کو صحت یاب کرنا، مردوں کو اللہ کے حکم سے زندہ کرنا، نابیناؤں کو بینائی عطا کرنا۔ یہ تمام معجزات جو آنحضرت ﷺ سے قبل انبیاء علیہ السلام کو عطا کیے گئے تائید ایزدی کے ایسے مظاہر ہیں جن کے نشانات ان مٹ ہو چکے ہیں اور یہ تاریخ کا ایک حصہ بن چکے ہیں۔ انبیائے سابقین کے علاوہ آنحضرت ﷺ کو بھی اللہ تعالیٰ نے بے شمار معجزات عطا فرمائے جن کا ذکر قرآن کریم میں اللہ تعالیٰ نے خود فرمایا:

وانشق القمر ○ وان یروا ایة یعرضوا ویقولوا سحر مستمر ○ (۱۷)

ترجمہ: شق ہو گیا چاند اور اگر دیکھیں کوئی نشانی تو منہ پھیرتے اور کہتے ہیں یہ تو جادو ہے چلا آتا ہے۔

ولئن جئتهم بایة لیقولن الذین کفروا ان انتم الا مبطلون○ (۱۸)

ترجمہ: اور اگر آپ ﷺ ان کے پاس کوئی نشانی لے آئے تب بھی یہ لوگ جو کافر ہیں یہی کہیں گے کہ تم سب نرے اہلِ باطل ہو۔

واذا راوا ایة یستسخرون○ وقالوا ان هٰذا الا سحر مبین○ (۱۹)

ترجمہ: اور جب یہ کوئی معجزہ دیکھتے ہیں تو خود اس کی ہنسی اڑاتے ہیں اور کہتے ہیں کہ یہ تو صریح جادو ہے۔

ام یقولون تقولهٗ بل لا یؤمنون○ فلیاتوا بحدیث مثلهٖ ان کانوا صٰدقین○ (۲۰)

ترجمہ: ہاں کیا یہ بھی کہتے ہیں کہ انہوں نے قرآن کو خود گھڑ لیا ہے بلکہ یہ ایمان نہیں رکھتے تو یہ لوگ اس طرح کا کوئی کلام بنا کر لے آئیں اگر یہ اس دعوے میں سچے ہیں۔

واذ قال عیسی ابن مریم یٰبنی اسرائیل انی رسول اللّٰه الیکم مصدقا لما بین یدی من التورٰة ومبشرا م برسول یاتی من بعدی اسمهٗ احمد ط فلما جآئهم بالبینٰت قالوا هٰذا سحر مبین ○ (۲۱)

ترجمہ: اور یاد کرو جب عیسیٰ ؑ بن مریم نے کہا اے بنی اسرائیل میں تمہاری طرف اللہ کا رسول ہوں، اپنے سے پہلی کتاب توراۃ کی تصدیق کرتا ہوا۔ اور ان رسول کی بشارت سناتا ہوا جو میرے بعد تشریف لائیں گے۔ ان کا نام احمد ہے۔ پھر جب احمد ان کے پاس روشن نشانیاں لے کر تشریف لائے، بولے یہ کھلا جادو ہے۔

ان تمام آیات سے اللہ تعالیٰ کا مقصد یہ باور کرانا ہے کہ معجزات سے کسی قوم کو ہدایت حاصل نہیں ہوتی بلکہ کثرت معجزات اکثر باغیانہ روش کا باعث بن جاتے ہیں اور جن لوگوں کے دل ایمان قبول کرنا چاہتے ہیں اور جن کے دل ایمان کی روشنی جذب کرنے کے قابل ہوتے ہیں ان کے لئے عقل وبصیرت کی نشانی ہی کافی ہوتی ہے لیکن جن کے دل ایمان کی نعمت قبول کرنے کے قابل ہی نہیں ہیں ان کے سامنے چاند کے دو ٹکڑے کر کے دکھانے سے بھی ہدایت حاصل نہیں ہو سکتی۔ معجزات ایمان کا جزو نہیں بلکہ ایمان کی نعمت اور ہدایت کا راستہ قبول کرنے کے لئے انسان کی اپنی عقل ودانش اور فہم وبصیرت ہی کافی ہے۔ وہ انبیاء علیہ السلام کے کردار وسیرت اور ان کے اعمال کو دیکھ کر ایمان لے آتے ہیں۔ وہ لوگ جن کے دل ایمان کی روشنی سے خالی ہیں وہ کھلے معجزات دیکھ کر بھی ایمان کی دولت سے محروم رہتے ہیں۔ انہی لوگوں کے بارے میں اللہ تعالیٰ ارشاد فرماتے ہیں:

ولما جآئهم الحق قالوا هٰذا سحر وانا بهٖ کٰفرون ○ (۲۲)

ترجمہ: اور جب ان کے پاس حق آیا بولے یہ جادو ہے اور ہم اس کے منکر ہیں۔

قرآن کریم میں بار بار اس بات پر زور دیا گیا ہے کہ ''معجزہ'' کا پیش کرنا انبیاء علیہ السلام کے بس سے باہر ہوتا ہے بلکہ اکثر اوقات نبی ؑ یا پیغمبرؑ کی خواہش کے باوجود معجزہ کا ظہور نہیں ہوتا، معجزہ کا ظہور خالصتاً تائید ربانی ہے اور تمام خوارق عادت یعنی معجزات کا ظہور محض اللہ تعالیٰ کے فضل وکرم کا نتیجہ ہے جو اللہ تعالیٰ اپنے خاص بندوں یعنی انبیاء علیہ السلام کے ذریعے عوام الناس کو دکھاتے ہیں۔ قرآن مجید میں جہاں کہیں انبیاء علیہ السلام کے معجزات کا ذکر ہوا ہے لفظ ''باذن اللہ'' یا لفظ ''باذنی'' کو بار بار دہرایا گیا ہے جو اس بات کا ثبوت ہے کہ اللہ کی منشاء و

مرضی کے بغیر انبیاء علیہ السلام بھی ''معجزہ'' کو ظاہر کرنے سے قاصر ہوتے ہیں۔

انی قد جئتکم باٰیۃ من ربکم انی اخلق لکم من الطین کھیئۃ الطیر فانفخ فیہ فیکون طیرا باذن اللّٰہ ج وابریٔ الاکمہ والابرص واحی الموتٰی باذن اللّٰہ ج (۲۳)

ترجمہ: یقیناً میں تمہارے پاس ایک نشانی لایا ہوں تمہارے رب کی طرف سے کہ میں تمہارے لئے مٹی سے پرندے کی سی مورت بناتا ہوں اس میں پھونک مارتا ہوں تو وہ فوراً پرندہ ہو جاتی ہے اللہ کے حکم سے اور میں شفا دیتا ہوں مادرزاد اندھے اور سفید داغ والے کو اور میں مردے جلاتا ہوں اللہ کے حکم سے۔

اور اس میں شک نہیں کہ اگر کسی نبی اور پیغمبر کو معجزہ نہ بھی دیا جاتا تب بھی پیغمبر کی پیغمبرانہ زندگی، کتاب ہدایت کی موجودگی، اور عقلی دلائل و براہین کی روشنی میں اُس کی صداقت پر ایمان لانا از بس ضروری ہوتا اور اُس کا انکار مذہب کی اصطلاح میں کفر و جمود مانا جاتا تاہم یہ بھی ایک حقیقتِ تامہ ہے کہ آفتابِ صبح سے زیادہ روشن عقلی و نقلی دلائل کے باوجود عوام کی فطرت اکثر و بیشتر حق و صداقت کے قبول کے لئے بھی دلائل سے زیادہ ایسے امور سے جلد متاثر ہوتی ہے جو عقل کو حیران اور دماغ کو مرعوب کر کے اُن پر یہ ظاہر کر دے کہ دعوائے نبوت کے ساتھ ہی نبی کا یہ عمل بلاشبہ خدا کی دی ہوئی ایسی طاقت رکھتا ہے جس کا مقابلہ انسانی طاقت سے بالاتر ہے اور اُس کے مظاہرہ کے سامنے عاجز و درماندہ، اور وہ یقین کر لیتے ہیں کہ بے شک و شبہ اس ہستی کو خدا کی تائید حاصل ہے اور اس لئے یہ جو بھی کہتا ہے خدا کی جانب سے کہتا ہے۔ (۲۴)

اللہ تعالیٰ نے آنحضرت ﷺ کو بے شمار معجزات عطا فرمائے۔ آپ ﷺ کو عطا کیے گئے معجزات کی تعداد تمام سابقہ انبیاء کرام سے بہت زیادہ ہے۔ تعداد کے سلسلے میں آئمہ اکرام کی آراء مختلف ہیں۔ علامہ الزاہدی نے آپ ﷺ کے معجزات کی تعداد ایک ہزار بتائی ہے۔ امام نوویؒ (صاحب شرح مسلم شریف) نے یہ تعداد بارہ سو بتائی ہے۔ جلال الدین سیوطی نے الخصائص الکبریٰ میں ایک ہزار معجزات شمار کیے ہیں۔ جب کہ بعض حضرات نے یہ تعداد ایک ہزار تک بتائی ہے۔

انبیاء علیہ السلام کی نبوت کی حقانیت کو تسلیم کرنے کے سلسلے میں لوگوں کی دو اقسام ہیں نظریاتی نقطۂ نظر سے ایک قسم کے لوگ وہ ہیں جو معجزہ کو دلیل نبوت ٹھہراتے ہیں یعنی ان کے نزدیک نبوت کی تصدیق کے لئے معجزہ کا صادر ہونا لازم ہے۔ دوسری قسم کے لوگ وہ ہیں جو یہ سمجھتے ہیں کہ پہلے خود غور و فکر کریں، اپنی عقل و دانش سے کام لیں اور دعویٰ نبوت کرنے والے کی وعظ و نصیحت اور لوگوں پر اس دعوتِ حق کے اثرات، کہ آیا لوگوں کو ہدایت نصیب ہو رہی ہے اور لوگوں کے دل اس حقانیت کی روشنی سے منور ہو رہے ہیں، لہٰذا دعویٰ نبوت سچا اور برحق ہے، اور یہ دعویٰ نبوت کرنے والا اللہ کا نبی اور پیغمبر ہے جو کہ خود کامل ہے اور جس کے وجود سے پھوٹنے والی نورِ نبوت کی کرنیں نیک اور صالح افراد میں جذب ہو کر انہیں بھی مومنِ کامل بنا رہی ہیں جیسا کہ آنحضرت ﷺ کی صحبت میں رہنے والے صحابۂ اکرامؓ کی شخصیات۔ انبیاء علیہ السلام کا پیغام اور ان کا وجود مجسم سچائی کی دلیل ہوتا ہے لیکن اتمامِ حجت کے لئے انبیاء اکرام سے کچھ ایسے واقعات ظہور میں آتے ہیں جو عام حالات میں انسان کی دسترس سے باہر ہوتے ہیں اور انسانی عقل اس سلسلے میں خود کو عاجز اور بے بس پاتی ہے ان واقعات میں غیبی طاقت کا دخل ہوتا ہے اور عالمِ غیب کے ساتھ ان کا ربط اور تعلق ظاہر ہوتا ہے یہی واقعات معجزات ہیں اور عام انسان جن کی عقل اور ذہن پیغمبر کی حقانیت کو ان کے وجودِ مجسم سے سمجھنے سے قاصر ہوتی ہے اور ان کی بصیرت حقانیت کے اس مقام تک پہنچنے کے قابل نہیں ہوتی۔ ان لوگوں پر معجزات اثر انداز ہوتے ہیں اور ان کا نفس جو غفلت کے پردے میں سچائی کو قبول کرنے سے محروم ہے معجزہ کا ظہور دفعتاً انہیں جھنجھوڑتا ہے اور ان کا نفس غفلت کے پردے سے باہر آتا ہے اور ایمان کی حقیقت اس پر آشکارا ہوتی ہے اور وہ ضلالت اور گمراہی کی دلدل سے نکل کر ایمان کی روشنی میں آجاتا ہے۔ عموماً معجزہ کے ظہور سے شرک اور گمراہی میں مبتلا گروہ کے گروہ حلقۂ ایمان میں داخل ہو جاتے ہیں۔

معجزہ کا اصل سبب صرف مشیتِ خداوندی اور ارادۂ الٰہی ہے۔ یہ مشیت ایزدی کبھی عاداتِ جاریہ ہی میں معجزہ کا ظہور کرتی ہے اور کبھی

عاداتِ جاریہ اور اسباب وعلل سے ہٹ کر معجزہ رونما فرماتی ہے جیسے طوفانِ نوح کا آنا، حضرت صالحؑ کی قوم کے لئے آندھی کا چلنا قوم ہود کے لئے آتش فشاں کا پھٹنا اور زلزلہ آنا، مکہ میں قحطِ عظیم کا رونما ہونا یہ سب عادتِ جاریہ کے مطابق ہے لیکن ان واقعات سے منکرین کا فنا ہونا اور مومنین کا بچ جانا معجزہ ہے جب کہ چاند کے دو ٹکڑے ہونا، انگلیوں سے پانی کا جاری ہونا، عصا کا اژدہا بن جانا، درختوں کا اپنی جگہ سے حرکت کرنا، مردہ کا زندہ ہو جانا یہ سب عاداتِ جاریہ کے خلاف ہے جو کھلا معجزہ ہے۔ معجزہ کے خارقِ عادت ہونے کے اعتبار سے شبلی نعمانی چار اقسام بیان فرماتے ہیں:

معجزہ کی باعتبار خرقِ عادت کے چار قسمیں: اس بنا پر یہ ضروری ہے کہ معجزات اور نشانیاں کسی نہ کسی حیثیت سے خارقِ عادت ہوں، چنانچہ:

(۱) کبھی نفسِ واقعہ خارقِ عادت ہوتا ہے، مثلاً عصا کا سانپ بن جانا، چاند کا دو ٹکڑے ہو جانا، انگلیوں سے چشمہ کا اُبلنا، مردہ کو زندہ کرنا وغیرہ۔

(۲) کبھی یہ ہوتا ہے کہ نفسِ واقعہ خلافِ عادت نہیں ہوتا، مگر اس کا اس وقتِ خاص پر رونما ہونا خرقِ عادت بن جاتا ہے، مثلاً طوفان آنا، آندھی آنا، زلزلہ آنا، کفار کا باوجود کثرتِ تعداد کے بے یار و مددگار اہلِ حق سے خوف کھا جانا وغیرہ تمام تائیداتِ الٰہی اسی قسم میں داخل ہیں۔

(۳) ایک صورت یہ ہے کہ نفسِ واقعہ اور اس کے ظہور کا وقتِ خاص تو عاداتِ جاریہ کے خلاف نہیں ہوتا، مگر اس کا طریقۂ ظہور خلافِ عادت ہوتا ہے، مثلاً انبیاء کی دعاؤں سے پانی کا برسنا، بیماروں کا اچھا ہونا، آفتوں کا ٹل جانا، کہ نہ تو پانی کا برسنا، یا بیمار کا اچھا ہو جانا، یا کسی آئی ہوئی آفت کا ٹل جانا، خلافِ عادت ہے، اور نہ اُس کے ظہور کا کوئی خاص وقت ہے لیکن جس طریقہ سے اور جن اسباب وعلل سے یہ معجزات ظاہر ہوئے وہ خارقِ عادت ہیں، استجابت دعا اسی قسم میں داخل ہے۔

(۴) کبھی نہ تو واقعہ خارقِ عادت ہوتا ہے، اور نہ اس کا طریقۂ ظہور خارقِ عادت ہوتا ہے، بلکہ اس کا قبل از وقت علم، خارقِ عادت ہوتا ہے، مثلاً انبیاءؑ کی پیشن گوئیاں، ایک دفعہ زور سے آندھی چلی، آنحضرت ﷺ مدینہ سے باہر تھے، آپ نے فرمایا کہ یہ آندھی ایک منافق کی موت کے لئے چلی ہے، چنانچہ جب لوگ مدینہ پہنچے تو معلوم ہوا کہ مدینہ میں ایک منافق اس آندھی سے مر گیا، اس معجزہ میں نہ تو آندھی کا چلنا خرقِ عادت ہے، نہ آدمی کا آندھی سے مر جانا خلافِ اسباب ہے، بلکہ صرف واقعہ کا قبل از وقت علم خرقِ عادت ہے۔ (۲۵)

معجزہ اور سحر کا فرق: معجزہ وہ خارقِ عادت امر ہے جو اسبابِ طبعیہ سے ہٹ کر خالصتاً مشیتِ خداوندی اور تائیدِ ایزدی سے ظہور میں آئے۔ جب کہ سحر یا جادو وہ کام ہے جس میں اسبابِ طبعیہ کو مخفی کر دیا جاتا ہے اور عوام الناس اسبابِ طبعیہ کے مخفی ہونے کو نہ جاننے کے سبب اس کام کو معجزہ سے تعبیر کر لیتے ہیں۔ معجزات اللہ تعالیٰ کے برگزیدہ بندوں یعنی انبیاء اکرام کے ہاتھوں رونما ہوتے ہیں جب کہ سحر یا جادو سے جو چیزیں ظاہر ہوتی ہیں وہ ساحر یا جادوگروں کے اس عمل کا نتیجہ ہوتی ہیں جو جادوگر شیاطین، جنات اور ارواحِ خبیثہ کو راضی کر کے ان کے اثر سے یہ عوامل منظرِ عام پر لاتے ہیں۔ عام لوگ اصل سبب سے بے خبر ہونے کے باعث ان امور کو معجزہ سمجھتے اور جادوگروں کی عزت و تکریم کرنے لگتے ہیں۔

سحر سے ظاہر ہونے والے تمام آثار اسبابِ طبعیہ کے ماتحت ہوتے ہیں، مگر اسباب کے مخفی ہونے کے سبب لوگوں کو مغالطہ خرقِ عادت کا ہو جاتا ہے۔ بخلاف معجزہ کے کہ وہ بلا واسطہ فعل حق تعالیٰ کا ہوتا ہے، اس میں اسبابِ طبعیہ کا کوئی دخل نہیں ہوتا، حضرت ابراہیم علیہ السلام کے لئے نمرود کی آگ کو حق تعالیٰ نے فرمادیا، کہ ابراہیم علیہ السلام کے لئے ٹھنڈی ہو جائے، مگر ٹھنڈک بھی اتنی نہ ہو جس سے تکلیف پہنچے، بلکہ جس سے سلامتی حاصل ہو، اس حکمِ الٰہی سے آگ ٹھنڈی ہوگئی۔ (۲۶)

جادو سے جو چیزیں ظاہر کی جاتی ہیں وہ سب دائرہ اسبابِ طبعیہ کے اندر ہوتی ہیں، فرق صرف اتنا ہوتا ہے کہ وہ اسباب عام لوگوں

پر ظاہر نہیں ہوتے، بلکہ مخفی اسباب ہوتے ہیں، اس لئے وہ یہ سمجھتے رہتے ہیں کہ یہ کام بغیر کسی ظاہری سبب کے ہوگیا، بخلاف معجزہ کے کہ اس میں اسباب طبعیہ کا مطلق کوئی دخل نہیں ہوتا، وہ براہِ راست قدرتِ حق کا فعل ہوتا ہے، اسی لئے قرآن کریم میں اس کو حق تعالیٰ کی طرف منسوب کیا گیا ہے۔ (۲۷)

سائنسی ترقی کے اس دور میں کچھ دوائیں ایسی ہیں کہ جن کو لگا کر آگ میں جانے سے آگ جسم پر اثر نہیں کرتی۔ دوائیوں کو اگر ظاہر نہ کیا جائے تو عام لوگ اسے معجزہ کہیں گے لیکن چونکہ اس عمل میں سبب مخفی ہے جس کی وجہ سے لوگ دھوکہ کھاتے اور اس امر کو خرقِ عادت سمجھتے ہیں جب کہ یہ معجزہ نہیں ہے۔ معجزہ کا تعلق براہِ راست اللہ تعالیٰ کی ذات سے ہوتا ہے اور اس میں اللہ کی مرضی اور حکم شامل ہوتا ہے۔ قرآن کریم میں اللہ تعالیٰ نے معجزات کے لئے واضح اور صریح بیان فرمایا ہے کہ یہ خالصتاً اللہ تعالیٰ کا فعل ہے: **وما رمیت اذ رمیت ولکن اللّٰہ رمٰی**
ترجمہ: کنکریوں کی مٹھی جو آپ ﷺ نے پھینکی درحقیقت آپ ﷺ نے نہیں پھینکی بلکہ اللہ نے پھینکی ہے۔ آپ ﷺ کا ایک مٹھی خاک کا پھینکنا اور اس مٹی سے کنکریوں کا سارے لشکر کی آنکھوں میں چلا جانا خالصتاً اللہ تعالیٰ کا فعل ہے اس میں آپ ﷺ کا کوئی دخل نہیں ہے یہی معجزہ ہے۔ معجزہ اور سحر کی اصل حقیقتوں میں واضح فرق ہے۔ معجزہ اللہ تعالیٰ کا فعل ہے جو اللہ تعالیٰ کی رضا اور حکم سے نبیؑ یا پیغمبر سے صادر ہوتا ہے۔ اسبابِ طبعی اس امر میں بالکل بے اثر ہوتے ہیں۔ جب کہ سحر وہ عمل ہے جس میں لوگوں سے اسبابِ طبعی کو مخفی کر لیا جاتا ہے۔ سحر اور معجزہ کی پہچان کے لئے انسان اپنی عقل و دانش سے کام لے کر اللہ تعالیٰ نے جو واضح فرق ظاہر کیے ہیں انہیں سامنے رکھتے ہوئے جانچ کر سکتا ہے۔

اوّل یہ کہ معجزہ یا کرامت ایسے حضرات سے ظاہر ہوتی ہے، جن کا تقویٰ، طہارت و پاکیزگی، اخلاق و اعمال کا سب مشاہدہ کرتے ہیں، اس کے برعکس جادو کا اثر صرف ایسے لوگوں سے ظہور پذیر ہوتا ہے جو گندے ناپاک، اللہ کے نام سے اور اس کی عبادت سے دُور رہتے ہیں، یہ چیز ہر انسان آنکھوں سے دیکھ کر معجزہ اور سحر میں فرق پہچان سکتا ہے۔ دوسرے یہ کہ عادۃ اللہ یہ بھی جاری ہے کہ جو شخص معجزہ کا دعویٰ کر کے کوئی دعویٰ کرنا چاہے اس کا جادو نہیں چلتا، ہاں معجزے کے دعوے کے بغیر کرے تو چل جاتا ہے۔ (۲۸)

اور اللہ تعالیٰ ہمیشہ انبیاء علیہم السلام کے معجزات کو اسی انداز سے ظاہر فرماتے ہیں کہ اگر دیکھنے والے ذرا بھی غور کریں اور ہٹ دھرمی اختیار نہ کریں تو معجزہ اور سحر کا فرق خود بخود سمجھ لیں۔ سحر کرنے والے عموماً ناپاکی اور گندگی میں رہتے ہیں اور جتنی زیادہ گندگی اور ناپاکی میں ہوں اتنا ہی ان کا جادو زیادہ کامیاب ہوتا ہے، بخلاف انبیاء علیہم السلام کے کہ طہارت و نظافت ان کی طبیعتِ ثانیہ ہوتی ہے، اور یہ بھی کھلا ہوا فرق من جانب اللہ ہے کہ نبوت کا دعویٰ کرنے کے ساتھ کسی کا جادو چلتا بھی نہیں۔ (۲۹)

اصطلاحِ شریعت میں سحر سے مراد وہ کام یا وہ فعل جس میں کفر و شرک اور فسق و فجور کے اعمال اختیار کر کے جنات اور شیاطین کو اعمالِ خبیثہ کے لئے راضی کیا گیا ہو اور ان کی مدد سے عجیب و غریب واقعات ظاہر کیے گئے ہوں۔ شیاطین پر اللہ تعالیٰ نے لعنت کرنے اور ان سے مخالفت کرنے کے احکامات فرمائے ہیں جو قرآن اور حدیث سے ثابت ہیں چنانچہ اللہ کے اس حکم کے خلاف شیاطین کو راضی کرنا سراسر کفر و شرک ہے۔ جو کہ گناہ اور نافرمانی ہے۔ مزید ان شیاطین سے ایسے کام لیے جائیں جن سے مخلوقِ خدا کو نقصان پہنچے یا مخلوقِ خدا بھٹک جائے سراسر گناہِ کبیرہ ہے اسی لیے قرآن میں سحر کو کفر کہا گیا ہے۔

اوّل تو جادو خود ہی ایک حرام فعل ہے، پھر جب کہ وہ کسی پیغمبر کو شکست دینے کے لئے استعمال کیا جائے تو بلاشبہ کفر ہے۔ (۳۰)

جیسا کہ حضرت موسیٰ علیہ السلام سے جادوگروں نے کہا: **قالوا یٰموسٰی اما ان تلقی و اما ان نکون نحن الملقین ٥** (۳۱)

ترجمہ: انہوں نے کہا اے موسیٰؑ یا تو تُو ڈال اور یا ہم ڈالتے ہیں۔

جادوگروں کو اپنے فن پر بڑا بھروسہ اور اطمینان تھا لیکن حضرت موسیٰؑ کو اپنے معجزہ پر اس سے کہیں زیادہ اطمینان تھا۔ اس لئے آپؑ نے فرمایا "**القوا**" یعنی تم ہی پہلے ڈالو۔ **فلما القوا سحروا اعین الناس واسترھبوھم وجآء و بسحر عظیم** . (۳۲)

ترجمہ: یعنی جب جادوگروں نے اپنی لاٹھیاں اور رسیاں ڈالیں تو لوگوں کی نظر بندی کردی اور ان پر ہیبت غالب کردی اور بڑا جادو دکھلایا۔

گویا جادو یا سحر ایک قسم کا دھوکہ اور نظر بندی ہے۔ جس سے لوگ نظر کے فریب سے مغلوب ہو جاتے ہیں۔ لیکن جادوگروں کا یہ فعل وقتی اور عارضی ہوتا ہے۔ سحر کی کئی اقسام ہیں جیسے مسمریزم جس میں انسان کے خیال اور نظر کو مغلوب کر دیا جاتا ہے یا ہاتھ کی چالاکی جس کے ذریعے لوگوں کو دھوکہ میں ڈال دیا جاتا ہے۔

سحر کی مختلف اقسام واقعات سے ثابت ہیں۔ کہیں تو صرف ہاتھ کی چالاکی ہوتی ہے جس کے ذریعہ دیکھنے والوں کو مغالطہ لگ جاتا ہے، کہیں صرف تخیل اور نظر بندی ہوتی ہے جیسے مسمریزم سے۔ اور اگر کہیں قلب ماہیت بھی ہو جاتا ہے کہ انسان کا دل پتھر بن جائے تو یہ بھی کسی شرعی یا عقلی دلیل کے خلاف نہیں۔ (۴۳)

غرض یہ کہ سحر یا جادو یا شعبدہ سے جو چیزیں ظاہر ہوتی ہیں وہ صرف فریب نظر ہیں۔ جب کہ معجزہ سے جو بڑے بڑے عجائبات رونما ہوتے ہیں مثلاً طوفانِ نوح کا آنا، چاند کا شق ہو کر دو ٹکڑے ہو جانا اور ہر مقام پر یہ معجزہ نظر آنا۔ حضرت موسیٰؑ کے عصا کا اژدہا بن کر ساحروں کے سانپوں کا کھا جانا وغیرہ۔ سحر یا جادو کے زور سے یہ سب نہیں ہو سکتا۔ معجزہ دراصل سحر سے ظاہر ہونے والے واقعات کا توڑ ہے جب کہ ساحروں کا سحر معجزہ کے آگے عاجز اور بے بس ہے۔ علمائے اکرام کے نزدیک معجزہ اور سحر میں واضح فرق یہ ہے کہ معجزہ سے عوام الناس خیر کی طرف راغب ہوتے ہیں اور معجزہ نیکی پھیلانے کا سبب بنتا ہے، جب کہ سحر سے شر پھیلتا ہے۔

معجزہ اور دیگر عجائبات امور میں دو عظیم الشان فرق ہیں، ایک یہ کہ معجزہ براہ راست خدا کا فعل ہوتا ہے اور دوسرے عجائب امور، اسباب طبعی اور نفسی کے نتائج ہوتے ہیں، دوسرے یہ کہ معجزہ سے مقصود اعدائے دعوت الٰہی کی ہلاکت یا مبلغ رسالت کی تائید اور مومنین صادقین کی حمایت اور برکت ہوتی ہے، محض کھیل تماشہ، شعبدہ بازی اور بازی گری، اس کا مقصد نہیں ہوتی، اور سب سے آخری شے جو ان دونوں کے درمیان حد فاصل بن جاتی ہے، یہ ہے کہ ساحر و بازی گر و شعبدہ باز صرف تماشہ، کرتب، اور عجائبات دکھاتے ہیں۔ اس کے ساتھ وہ اپنی زندگی کی پاکیزگی، ارادوں کی بے گناہی، دلوں کی طہارت، اور صفائی شریعت الٰہی کی تبلیغ، قلوب کے تزکیہ اور سیہ کاریوں کے قلع قمع کے نہ مدعی ہوتے ہیں، اور نہ یہ خواص اور کارنامے ان سے ظاہر ہوتے ہیں لیکن انبیاء علیہم السلام کی معصوم زندگی، پاک اخلاق، مقدس اعمال اور دیگر پیغمبرانہ خصائص و کیفیات خود ان کی نبوت کی منادی کرتے رہتے ہیں، قدم قدم پر خدا ان کی دعوت کی تائید کرتا ہے، اُن کی صدائے حق، جماعتوں، قوموں اور ملکوں میں روحانی انقلاب پیدا کر دیتی ہے، اُن کی سچائی راست اور صداقت پر اُن کی سوانح حیات کا حرف حرف گواہ ہوتا ہے، وہ سونے چاندی پر نہیں، بلکہ دلوں پر اخلاص وایثار اور صدق وصفا کی مہر لگاتے ہیں، ایک ساحر اور مسمریز رخواص اشیاء میں انقلاب پیدا کر سکتا ہے مگر کافر کو مومن، بدکار کو عفیف، بیباک کو متقی، بخیل کو فیاض، سخت کو نرم، اور جاہل کو عالم نہیں بنا سکتا، وہ لوہے کو زر خالص کی صورت میں بدل سکتا ہے، لیکن کسی زنگ آلود دل کو جلا نہیں دے سکتا۔ (۴۴)

===================

حواشی وحوالہ جات باب اوّل (فصل دوم)

”مفہوم معجزہ“

نمبر شمار	کتاب کا نام	مصنف کا نام	مقام اشاعت	ادارۂ اشاعت	سن اشاعت	صفحہ نمبر	جلد نمبر
۱۔	دائرہ معارف اسلامیہ		لاہور	دانش گاہ پنجاب	۱۹۷۳ء	۲۵۳	۱۹
۲۔	القرآن	۵ : ۳۱					
۳۔	قصص القرآن	مولانا محمد حفیظ الرحمٰن سیوہاری	کراچی	میر محمد کتب خانہ	۱۳۶۰ھ	۱۲۸	اول
۴۔	ایضاً	"	"	"	"	۱۲۹، ۱۳۰	"
۵۔	ایضاً	"	"	"	"	۱۹۷	"
۶۔	تفسیر المنار	الشیخ محمد عبدہ	مصر	أصدرتها المنار	۱۹۵۴ء	۳۱۵	۱
۷۔	قصص القرآن	مولانا محمد حفیظ الرحمٰن سیوہاری	کراچی	میر محمد کتب خانہ	۱۳۶۰ھ	۱۳۱	اول
۸۔	تفسیر حقانی (مقدمہ)	عبدالحق حقانی الدھلوی	دہلی	دارالاشاعت دہلی	۱۳۵۷ھ	۵	۱
۹۔	مثنوی مولوی معنوی	مولانا جلال الدین رومی	کانپور	مطبع مجید کانپور	۱۳۱۶ھ		
۱۰۔	سوانح مولانا روم	مولانا شبلی نعمانی	کانپور	دارالاشاعت کانپور	۱۹۳۰ء	۱۴۹	
۱۱۔	مثنوی مولوی معنوی	مولانا جلال الدین رومی	کانپور	مطبع مجید کانپور	۱۳۱۶ھ	۳۶	دفتر ششم
۱۲۔	دائرہ معارف اسلامیہ		لاہور	دانش گاہ پنجاب	۱۹۷۳ء	۲۵۴	۱۹
۱۳۔	القرآن	۳ : ۸۲					
۱۴۔	القرآن	۳ : ۱۸۳					
۱۵۔	القرآن	۱۷ : ۸۹ تا ۹۳					
۱۶۔	کتاب العقل	مولانا عارف باللہ	حیدرآباد دکن	مطبع پریس حیدرآباد دکن	۱۳۳۳ھ	۸	۱
۱۷۔	القرآن	۵۴ : ۱ ، ۲					
۱۸۔	القرآن	۳۰ : ۵۸					
۱۹۔	القرآن	۳۷ : ۱۴ ، ۱۵					
۲۰۔	القرآن	۵۲ : ۳۳ ، ۳۴					
۲۱۔	القرآن	۲۱ : ۶					
۲۲۔	القرآن	۴۳ : ۳۰					
۲۳۔	القرآن	۳ : ۴۹					
۲۴۔	قصص القرآن	مولانا محمد حفیظ الرحمٰن سیوہاری	کراچی	میر محمد کتب خانہ	۱۳۶۰ھ	۱۳۰	اول
۲۵۔	سیرۃ النبی ﷺ	شبلی نعمانی	کراچی	قرآن محل	۱۹۳۷ء	۳۰۵، ۳۰۶	۳
۲۶۔	معارف القرآن	مفتی محمد شفیع	کراچی	ادارۃ المعارف	۱۹۶۹ء	۳۲۰، ۳۲۱	۱
۲۷۔	ایضاً	"	"	"	۱۹۷۱ء	۳۶	۴
۲۸۔	ایضاً	"	"	"	۱۹۶۹ء	۳۲۱	۱
۲۹۔	ایضاً	"	"	"	۱۹۷۱ء	۳۵، ۳۶	۴
۳۰۔	ایضاً	"	"	"	"	۳۰	"
۳۱۔	القرآن	۷ : ۱۱۵					

نمبر شمار	کتاب کا نام	مصنف کا نام	مقام اشاعت	ادارہ اشاعت	سن اشاعت	صفحہ نمبر	جلد نمبر
۳۲۔	القرآن	۷ : ۱۱۶					
۳۳۔	معارف القرآن	مفتی محمد شفیع	کراچی	ادارۃ المعارف	۱۹۷۱ء	۳۱	۴
۳۴۔	سیرۃ النبی ﷺ	شبلی نعمانی	کراچی	قرآن محل	۱۹۳۷ء	۱۱۳،۱۱۴	۳

====================

باب دوم

فصل اوّل

معجزات کے بارے میں علماء اور حکماءِ اسلام کے نظریات

باب دوم (فصل اول)

معجزات کے بارے میں علماء اور حکماءِ اسلام کے نظریات

امام غزالیؒ:

الغزالی ابوحامد محمد ابن محمد الطوسی الشافعی۔ وہ طوس میں ۴۵۰ھ / ۱۰۵۸ء میں پیدا ہوئے۔ انہوں نے طوس اور نیشاپور میں تعلیم پائی بالخصوص امام الحرمین سے اور پھر ۴۷۸ھ تک جب امام موصوف کا انتقال ہوا، انہیں کے ساتھ مقیم رہے۔ الغزالی میں شروع ہی سے ایک متشکّکانہ رجحان کا اظہار ہوتا ہے۔ صوفیانہ ماحول میں رہنے سہنے اور صوفیانہ ریاضتوں میں حصہ لینے کے باوجود (شروع میں) ان پر تصوّف کا کوئی اثر نہیں ہوا۔ ان کا رجحان نسبتاً دینی اور فقہی باریکیوں کی چھان بین کی طرف تھا۔ الغزالی کی تعلیم یہ تھی کہ جو لوگ اسلام کے بڑے بڑے اور بنیادی اصولوں پر متفق ہیں وہ سب کے سب مسلمان ہیں۔ الغزالی ایک بلند مرتبہ عالم اور مبلغ کی حیثیت سے بڑے ہر دل عزیز تھے، امام موصوف صدی کے مجدد ہی نہیں مانے گئے بلکہ احیائے دین کا سہرا بھی آپ ہی کے سر باندھا گیا۔ طوس ہی میں ۱۴ جمادی الاخرہ ۵۰۵ھ / ۱۹ دسمبر ۱۱۱۱ء کو ان کا انتقال ہوا۔ (۱)

امام غزالیؒ نے اپنی کتاب المنقذ من الضلال میں نبوت کے استدلال پر ایک مستقل عنوان قائم کیا ہے جس میں نبوت کی حقیقت کو واضح کرتے ہوئے فرماتے ہیں کہ نبیؐ کی نبوت پر ایمان کے لئے معجزہ کو دلیل نہ بناؤ بلکہ جو شخص نبوت کا دعویٰ کرتا ہے اسکی صداقت، حقانیت، دیانت، اسکے کردار و عمل، اسکے ارشادات و ہدایات سے اس کی نبوت کا دل سے یقین کرو۔

فمن هذا الطريق أطلب اليقين بالنبوة، لا من قلب العصا ثعبانًا، وشق القمر، (۲)

ترجمہ: تو اس طریقہ سے نبوت پر یقین لاؤ نہ اس سے کہ لاٹھی اژدہا بن گئی یا چاند پھٹ گیا۔

گویا امام صاحب کے نزدیک معجزہ نبوت کی دلیل نہیں ہے چنانچہ امام صاحب نے اپنی کتاب المنقذ من الضلال میں نبوت کی حقیقت کو اس طرح واضح کیا ہے:

أن جوهر الانسان فی أصل الفطره، خلق خالیاً ساذجاً لا خبر معه من عوالم الله (تعالیٰ)؛ والعوالم کثیرة لا یحصیها الاالله تعالیٰ، کما قال: ﴿وما یعلم جنود ربک الا هو﴾ وانما خبره من العوالم بواسطة الا دراک، وکل ادراک من الأدراکات خلق لیطلع الانسان به علی عالم من الموجودات، ونعنی بالعوالم، أجناس الموجودات ـ فأول ما یخلق فی الانسان حاسة اللمس، فیدرک بهاأجناساً من الموجودات: کالحرارة، والبرودة، والرطوبة والیبوسة، واللین والخشونة، وغیرها. واللمس قاصر عن الالوان والاصوات قطعاً، بل هي کالمعدوم فی حق اللمس ـ ثم تخلق له [حاسة] البصر، فیدرک بها الالوان الاشکال، وهو أوسع عوالم المحسوسات ـ ثم ینفخ فیه السمع، فیسمع الاصوات والنغمات ـ ثم یخلق له الذوق. وکذالک الی أن یجاوز عالم المحسوسات، فیخلق فیه التمییز، وهو قریب من سبع سنین، وهو طور آخر من أطوار وجوده: فیدرک فیه اموراً زائدة علی (عالم) المحسوسات، لا یوجد منها شيء فی عالم الحس ـ ثم یترقی الی طور آخر، فیخلق له العقل، فیدرک الواجبات والجائزات والمستحیلات، واموراً لا توجد فی الاطوار التی قبله ـ ووراء العقل طور آخر تنفتح فیه عین أخری یبصر بها الغیب وما سیکون فی المستقبل، واموراً أخر، العقل معزول عنها کعزل قوة التمییز عن ادراک المعقولات وکعزل قوة الحس عن مدرکات التمییز. وکما أنالممیز لو عرضت علیه مدرکات العقل لأ باها واستبعدها، فکذالک بعض العقلاء أبوا مدرکات النبوة واستبعدوها۔ (۳)

انسان اصل خلقت کے لحاظ سے، جاہل پیدا کیا گیا ہے، پیدا ہونے کے وقت وہ اقسام موجودات میں سے کسی چیز سے واقف نہیں ہوتا۔ سب سے پہلے اُس میں لمس کا احساس پیدا ہوتا ہے جس کے ذریعے سے وہ ان چیزوں کو محسوس کرتا ہے جو چھونے سے تعلق رکھتی ہیں، مثلاً حرارت، برودت، رطوبت یبوست۔ نرمی۔ سختی، اس حاسہ کو مرئیات۔ اور مسموعات سے تعلق نہیں۔ جو شے محض سُننے سے معلوم ہو سکتی ہے اس کے حق میں یہ حاسہ بالکل معدوم ہے، لمس کے بعد پھر انسان میں دیکھنے کا حاشہ پیدا ہوتا ہے جس کے ذریعے سے وہ رنگ اور مقدار کا ادراک کر سکتا ہے، پھر سُننے کی قوت پیدا ہوتی ہے، پھر چکھنے کی یہاں تک کہ محسوسات کی حد ختم ہو جاتی ہے اور ایک نیا دور شروع ہوتا ہے، اب اُس کو تمیز دی جاتی ہے اور اُن چیزوں کا ادراک کر سکتا ہے جو حواس کے دسترس سے باہر ہیں یہ دور ساتویں برس سے شروع ہوتا ہے۔ اُس سے آگے بڑھ کر عقل کا زمانہ آتا ہے۔ جس سے انسان کو ممکن، محال، جائز، ناجائز، کا ادراک ہوتا ہے اس سے بڑھ کر ایک اور درجہ ہے جو عقل کی سرحد سے بھی آگے ہے اور جس طرح تمیز و عقل کے مدرکات کے لیے حواس بالکل بیکار ہیں، اسی طرح اس درجہ کے مدرکات کے لیے عقل بیکار ہے اور اسی درجہ کا نام نبوت ہے۔ (۴)

نبوت کی حقیقت کو مزید واضح کرتے ہوئے فرماتے ہیں:

بَلِ الْاِیْمَانُ بِالنُّبُوَّةِ اَنْ یُقِرَّ بِاِثْبَاتِ طَوْرٍ وَرَاءَ الْعَقْلِ تَنْفَتِحُ فِیْهِ عَیْنٌ یُدْرِکُ بِهَا مُدْرَکَاتٌ خَاصَّةٌ وَالْعَقْلُ مَعْزُوْلٌ عَنْهَا کَعَزْلِ السَّمْعِ عَنْ اِدْرَاکِ الْاَلْوَانِ الخ (۵)

نبوت کے تسلیم کرنے کے یہ معنی ہیں کہ یہ تسلیم کیا جائے کہ ایک درجہ ہے جو عقل سے بالاتر ہے اور جس میں وہ آنکھ کھل جاتی ہے جس سے وہ چیزیں معلوم ہوتی ہیں جن سے عقل بالکل محروم ہے، جس طرح سامعہ رنگ کے ادراک سے بالکل معذور ہے۔ (۶)

چنانچہ امام صاحب کے نزدیک نبوت کامل اور حقیقی یقین جس کے لیے وہ لفظ اذعان استعمال کرتے ہیں صرف ان اشخاص کو ہو سکتا ہے جو نفوس قدسیہ رکھتے ہیں اور جنہوں نے ریاضات و مکاشفات اور مشاہدات سے یہ درجہ کمال حاصل کیا ہے۔ امام صاحب کے نزدیک کسی شخص سے معجزات کا صادر ہونا اس کے نبی صادق ہونے کا ثبوت نہیں ہے۔ وہ اپنی کتاب احیاء العلوم میں اس سلسلے میں لکھتے ہیں:

وَکَیْفَ یُنْکَرُ تَفَاوُتُ الْغَرِیْزَةِ وَلَوْلَاهُ لَمَا اخْتَلَفَ النَّاسُ فِیْ فَهْمِ الْعُلُوْمِ وَلَمَا انْقَسَمُوْا اِلٰی بَلِیْدٍ لَا یَفْهَمُ بِالتَّفْهِیْمِ اِلَّا بَعْدَ تَعَبٍ طَوِیْلٍ مِنَ الْمُعَلِّمِ وَاِلٰی ذَکِیٍّ یَفْهَمُ بِاَدْنٰی رَمْزٍ وَاِشَارَةٍ وَاِلٰی کَامِلٍ یَنْبَعِثُ مِنْ نَفْسِهٖ حَقَائِقُ الْاُمُوْرِ دُوْنَ التَّعَلُّمِ کَمَا قَالَ تَعَالٰی یَکَادُ زَیْتُهَا یُضِیْءُ وَلَوْ لَمْ تَمْسَسْهُ نَارٌ. نُوْرٌ عَلٰی نُوْرٍ وَذَالِکَ مَثَلُ الْاَنْبِیَاءِ عَلَیْهِمُ السَّلَامِ اِذْ یَتَّضِحُ فِیْ بَوَاطِنِهِمْ اُمُوْرٌ غَامِضَةٌ مِنْ غَیْرِ تَعَلُّمٍ وَسَمَاعٍ وَیُعَبَّرُ ذَالِکَ بِالْاِلْهَامِ وَعَنْ مِثْلِهٖ عَبَّرَ النَّبِیُّ ﷺ حَیْثُ قَالَ اَنَّ رُوْحَ الْقُدُسِ نَفَثَ فِیْ رُوْعِیْ الخ (۷)

اور اگر اس میں تفاوت نہ ہوتا تو علوم کو سمجھنے میں لوگ متفاوت کیوں ہوتے اور ایسے کیوں ہوتے کہ کوئی تو کم ذہین ہو کہ بہت سا سمجھانے اور استاد کا مغز مارنے سے سمجھے اور کوئی ذہین ہو کہ ادنیٰ رمز و اشارے میں سمجھ جاوے اور کوئی ایسا کامل ہو کہ خود اس کے نفس سے امور کے حقائق جوش مارتے ہوں، سیکھنے کی نوبت نہ پہنچے جیسا اللہ تعالیٰ نے فرمایا ہے یکاد زیتھا یضیٔ ولولم تمسسه نارٌ نورٌ علیٰ نور ط اور یہ لوگ کامل انبیاءؑ ہیں کہ ان کو وہ باریک باتیں خود ان کے دلوں میں بدون سیکھنے اور کسی سے سننے کے کھل جاتی ہیں۔ اس کو الہام سے تعبیر کرتے ہیں اور اس جیسی بات کو آنحضرت ﷺ نے اپنے ارشاد میں فرمایا کہ روح القدس نے میرے دل میں ڈال دیا۔ (۸)

امام صاحب نبوت کی حقیقت کو صفات انسانی سے اس طرح ثابت کرتے ہیں کہ تمام انسانوں میں ذہانت، ذکاوت، فہم و فراست اور عقل و ادراک یکساں عطا نہیں کیے گئے، انسانوں میں یہ صفات مراتب کے اعتبار سے بہت مختلف نظر آتی ہیں بعض انسان معمولی بات کو سمجھنے سے قاصر نظر آتے ہیں اور بعض اپنے فن میں عروج کی منزل پر نظر آتے ہیں یہ فطری صلاحیتیں قدرت کی طرف سے ان میں ودیعت کی گئی ہیں۔

دوسرے افراد انتہائی محنت اور کوشش کے باوجود ان کے معیار تک نہیں پہنچ سکتے امام صاحب اسی تفاوت کا ذکر کرتے ہوئے فرماتے ہیں کہ اشیاء کے ادراک کی ایک قوت ہے جو کسی میں کم اور کسی میں زیادہ ہوتی ہے لیکن بعض انسانوں میں حقائق اشیاء کا ادراک اس حد کو پہنچا ہوا ہوتا ہے کہ بغیر کسی تعلیم اور بغیر کسی شے کے بیرونی علم کے خود بخود ان اشیاء کا علم ہو جاتا ہے۔ امام صاحب کہتے ہیں اسی قوت کا نام ملکۂ نبوت ہے اور اسی کو الہام و وحی کہتے ہیں چنانچہ کسی شخص کی نبوت کی شہادت خود اس کے حالات دے سکتے ہیں۔ امام صاحب اس کی مثال اس طرح دیتے ہیں کہ:

امام شافعی کے فقیہ ہونے کا ہم کو کیوں یقین ہے؟ اس لیے کہ فقہ میں ان کی نہایت عمدہ تصنیفات موجود ہیں۔ اسی طرح جب ہم قرآن مجید کو دیکھتے ہیں اور یہ دیکھتے ہیں کہ نبوت کے جو آثار ہیں اُس کے ہر ہر لفظ سے نمایاں ہیں تو صاف یقین ہو جاتا ہے کہ اس کا حامل بجز پیغمبر کے اور کوئی شخص نہیں ہو سکتا تھا۔ (۹)

امام غزالیؒ نبوت کے خواص اور آثار کو بیان کرتے ہوئے یہ ثابت کرتے ہیں کہ مدعی نبوت کے دعویٰ پر یقین کے لیے خوارقِ عادات امور اور معجزات ہی دلیل نہیں ہیں بلکہ:

فان وقع لک الشک فی شخص معین ، أنه نبی أم لا، فلا یحصل الیقین الا بمعرفة احواله، اما بالمشاهدة، او با لتواتر والتسامع، فانک اذا عرفت الطب والفقه، یمنک ان تعرف الفقهاء والاطباء بمشاهدة أحوالهم، وسماع اقوالهم، وان لم تشاهدهم؛ ولا تعجز ایضاً عن معرفة کون الشافعی (رحمه اللّٰه) فقیهاً ، وکون جالینوس طبیباً ، معرفة بالحقیقة لا با لتقلید عن الغیر ، [بل] بأن تتعلم شیئاً من الفقه والطب وتطالع کتبهما وتصانیفهما، فیحصل لک علم ضروری بحالهما. فکذالک اذا فهمت معنی النبوة فاکثرت النظر فی القرآن والاخبار، یحصل لک العلم الضروری بکونهﷺ علی أعلی درجات النبوة، واعضد ذلک بتجربة ما قاله فی العبادات وتأثیرها فی تصفیة القلوب، وکیف صدق ﷺ فی قوله: 'من عمل بما علم ورثه اللّٰه علم مالم یعلم' وکیف صدق فی قوله : 'من أهان ظالماً سلطه اللّٰه علیه' وکیف صدق فی قوله : 'من اصبح وهمومه هم واحد کفاه اللّٰه (تعالیٰ) هموم الدنیا والآخرة' ، فاذا جربت ذلک فی الف والفین والآف، حصل لک علم ضروری لا تتماری فیه. (١٠)

نبوت کے کچھ آثار و خواص ہیں، اگر کسی شخص کی نسبت یہ شبہ ہو کہ یہ پیغمبر ہے یا نہیں، تو اس کا علم صرف اس کے احوال کی معرفت سے ہو سکتا ہے، یہ معرفت یا تو ذاتی مشاہدہ سے حاصل ہو، جیسی صحابہ کو تھی، یا خبر متواتر سے اور سُن کر ہو، جیسی اب عام لوگوں کو ہے، نبوت کے آثار و کیفیات کی ذوق شناسی جس میں ہوتی ہے، وہی آمادہ تصدیق ہوتا ہے، مثلاً اگر تم کو طب اور فقہ سے کچھ واقفیت ہے، اور ان کا ذوق رکھتے ہو، تو جو شخص فقیہ یا طبیب ہونے کا دعویٰ کرتا ہے، تم اس کے احوال کو دیکھ کر اور اس کی باتیں سُن کر فوراً یہ فیصلہ کر سکتے ہو کہ یہ طبیب یا فقیہ ہے، یا نہیں، اور اسی طرح تم امام شافعی کی فقاہت اور جالینوس کی طبابت کی تصدیق تقلید سے نہیں، بلکہ اپنی ذاتی تحقیق سے کر سکتے ہو گو کہ آج امام شافعی اور جالینوس کا وجود نہیں، مگر ان کی سوانح اور تصنیفات پڑھ کر اب بھی تم کہہ سکتے ہو کہ امام شافعی فقیہ کامل، اور جالینوس طبیب حاذق تھے، یا نہیں، اسی طرح گو آنحضرت ﷺ ہمارے درمیان نہیں، مگر آپ کی سیرت مبارکہ، آپ کی شریعت آپ کی تعلیمات آپ کے ارشادات موجود ہیں۔ جن سے آپ کی نبوت کی تصدیق ہر شخص کر سکتا ہے، اسی معیار سے کسی مدعی نبوت کے دعویٰ پر یقین کرنا چاہئے، لاٹھی کے سانپ اور قمر کے شق ہونے سے نہیں، کیونکہ اگر ان خوارق پر نظر ڈالو، اور دوسرے بے شمار قرائن اور شہادتوں کو ان کے ساتھ نہ ملاؤ تو ممکن ہے کہ یہ خطرہ پیدا ہو کہ یہ جادوگری اور نظر بندی ہے۔ (١١)

ابہام العوام عن علم الکلام میں امام غزالیؒ، پیغمبرؑ کی تصدیق اور یقین کے مدارج بیان کرتے ہوئے فرماتے ہیں کہ مسئلہ معجزات پر

غور کئے بغیر اور معجزہ کی حقیقت اور شرائط کو جانے بغیر یہ تصدیق ممکن ہی نہیں ہے چنانچہ امام صاحب فرماتے ہیں کہ معجزات اور غیبیات پر یقین جازم کے چھ درجے ہیں جو مختلف طریقوں سے حاصل ہوتے ہیں۔

۱۔ پہلا درجہ اس یقین کا ہے، جو ایسے دلائل سے حاصل ہو، جن میں برہان کے تمام منطقیانہ شرائط ایک ایک کرکے پائے جائیں، اور ان دلائل کے مقدمات کا ایک ایک حرف اچھی طرح جانچ لیا گیا ہو۔ یہاں تک کسی میں شک وشبہ اور غلطی والتباس کا احتمال نہ رہا ہو۔

۲۔ دوسرا طریقہ یہ ہے کہ ان مسلّمات سے یقین حاصل ہو، جن کو عام طور سے لوگ مانتے ہیں، اور ارباب عقل کے حلقوں میں وہ مقبول اور مشہور ہیں، جن میں شک کا اظہار کرنا لوگ معیوب سمجھتے ہیں اور نفوسِ انسانی ان کے انکار سے ابار کرتے ہیں، ان مقدمات سے استدلال بعض لوگوں میں ایسا یقین جازم پیدا کرتا ہے کہ اس میں کسی قسم کا تزلزل راہ نہیں پاسکتا۔

۳۔ تیسری صورت یہ ہے کہ ان خطابیات کے ذریعہ سے یقین پیدا کیا جائے، جن کو لوگ عام بول چال، اور عملی کاروبار میں استعمال کیا کرتے ہیں، اور عادۃً ان کو صحیح سمجھتے ہیں۔ اگر طبع انسانی میں خاص طور سے اس مسئلہ کی طرف غیر معمولی انکار یا شدید تعصب نہ ہو، اور سامع میں تشکیک، مناظرہ، اور خواہ مخواہ کرید، اور حجت کی عادت نہ ہو، اور اس کی طرف فطرت صالحہ سادہ اور صاف ہو تو اس طریقہ سے اکثر افرادِ انسانی کو یقین کی دولت ہاتھ آسکتی ہے اور اسی لئے قرآن مجید نے اسی طرز استدلال سے اکثر کام لیا ہے۔

۴۔ چوتھی صورت یہ ہے کہ جس شخص کی دیانت اور ایمانداری پر یقین ہو، اور اس پر کامل اعتقاد ہو، بکثرت لوگ اس کے مداح ہوں، یا تم خود اپنے ذاتی تجربہ کی بنا پر اس کی ہر بات کو صحیح باور کرتے ہو تو اس کا کہنا تمھارے اندر یقین پیدا کردیتا ہے، جیسے اپنے بزرگوں اور استادوں اور مرشدوں کے بیان کا لوگ حرف بحرف یقین کرلیتے ہیں۔ چنانچہ حضرت صدیق ؓ (یا اور اکابر صحابہ ؓ) کو آنحضرت ﷺ کے ساتھ جو حسنِ اعتقاد تھا وہ اسی قسم کا تھا، اس لئے آپ جو کچھ فرماتے تھے، اُن کو اس کے باور کرنے میں کسی دلیل وبرہان کی حاجت نہ تھی۔

۵۔ حصول یقین کا پانچواں طریقہ یہ ہے کہ روایت کی صورت حال کی ایسی دوسرے قرائن سے تصدیق ہو، جن سے گو ایک مناظرہ پسند اور حجت طلب شخص کی تشفی نہ ہو، مگر عام اشخاص کی ان سے تسلی ہو جاتی ہے۔ یہی سبب ہے کہ کتنے اعرابی تھے جنھوں نے ایک دفعہ آنحضرت ﷺ کے چہرہ مبارک کی طرف دیکھا یا آپ کی دل آویز اور پُر اثر باتیں سنیں، یا آپ کے اخلاق کریمانہ کا مشاہدہ کیا اور بے دلیل وبرہان آپ کی نبوت پر ایمان لے آئے، کیونکہ انہوں نے پہلے آپ کی نبوت کا چرچا تو سنا تھا لیکن اس دعوی کی صداقت نے ان کے دل میں پوری طرح گھر نہیں کیا تھا، مگر جب اتفاق سے آپ کے دیدار کا ان کو موقع ملا قرائن حال اور آثار قیافہ کے ذریعے نیک وبد اور اچھے برے کی تمیز کا جو ایک خاص جوہر انسان میں ودیعت ہے، اس نے فیصلہ کردیا کہ یہ دعوی صحیح ہے یا غلط۔

۶۔ چھٹا طریقہ یہ ہے کہ جو روایت بیان کی جائے، اگر وہ سامع کے مزاج، اخلاق اور خواہش کے مطابق اور مناسب ہو، تو اس کے صحیح تسلیم کرلینے میں اس کو کبھی پس وپیش نہ ہوگا، اس حصولِ یقین میں نہ تو حسن اعتقاد کی ضرورت ہے، اور نہ قرائن وآثار کی تائید کی، یہ فطری اور طبعی مناسبت خود حصول یقین کے لئے کافی ہے، یہی سبب ہے کہ سابقین اسلام میں وہی صحابہ داخل ہیں جو فطرۃً نیک اور طبعاً راستی پسند اور جویائے حق تھے۔ (۱۴)

امام غزالی ؒ فرماتے ہیں کہ لوگ ان ہی طریقوں سے اپنے اندر یقین کا جذبہ پیدا کرتے اور یہی طریقے معجزات اور غیبیات پر یقین واذعان پیدا کرتے ہیں۔ امام غزالی ؒ معجزات کا ذکر کرتے ہوئے ان کی تین اقسام بیان کرتے ہیں۔

(۱) حسی (۲) عقلی (۳) خیالی

۱۔ __حسّی:__ حسّی کے یہ معنی ہیں کہ درحقیقت یہ واقعات اسی طرح وقوع میں آئے۔اس کے امکان پر چند دلائل ہیں۔

(۱) جو خدا نطفے سے آدمی، اور مادّے سے جاندار پیدا کرتا ہے وہ اس بات پر بھی قادر ہے کہ سنگریزے میں بھی جان ڈال دے اور حیوان کو گویائی کی قوت دے۔

(۲) تمام اجسام متماثل ہیں اس لئے ایک جسم میں جو باتیں پائی جاتی ہیں وہ ہر ایک جسم میں پائی جاسکتی ہیں۔گو بالفعل نہ پائی جائیں۔

(۳) آفتاب ایک مدت میں ایک چیز کو گرم کرسکتا ہے۔آگ فوراً کرسکتی ہے اس لئے ممکن ہے کہ جو امور بتدریج وقوع میں آتے ہیں، پیغمبر کی تاثیر سے فوراً وقوع میں آئیں۔ (۱۳)

۲۔ __عقلی:__ عقلی کی تفسیر امام صاحب اس طرح کرتے ہیں: **القسم الثانی العقلی وھو قول اللّٰہ تعالیٰ وان من شئی یسبح بحمدہ وھو شھادۃ کل مخلوق ومحدث علی خالقہ وموجدہ کشھادہ البناء علی البانی والکتابۃ علی الکاتب ویقال لذالک لسان الحال والمتکلمون یقولون ھذہ دلالۃ الدلیل علی المدلول او لحبقے من الناس لایعرفون ھذہ الرتبۃ لا یقرون بھا۔** (۱۴)

دوسری قسم عقلی ہے جیسا کہ خدا کے اس قول میں ہے کہ تمام چیزیں خدا کی تسبیح پڑھتی ہیں۔اس کے معنی یہ ہیں کہ جس قدر مخلوقات اور محدثات ہیں سب اپنے خالق اور موجد کی گواہی دیتے ہیں جس طرح تعمیر اس بات کی شہادت ہے کہ اس کا کوئی بنانے والا ہے اور تحریر اس بات کی شہادت ہے کہ اس کا کوئی لکھنے والا ہے اس کا نام زبانِ حال ہے اور متکلمین اس کو دلالۃ الدلیل علی المدلول کہتے ہیں لیکن حمقا اس حالت کا اعتراف نہیں کرتے۔

۳۔ __خیالی:__ خیالی کے یہ معنی ہیں کہ زبانِ حال، تمثیلاً محسوس صورت میں نظر آئے،امام صاحب اس کی تفصیل اس طرح کرتے ہیں۔

القسم الثالث ، الخیال ان لسان الحال یصیر مشاھداً محسوسا علی سبیل التمثیل وھذہ حاصیتہ الانبیاء والرسل علیھم اصلوٰۃ والسلام کما ان لسان الحَال تمثیل فی المنام لغیر الانبیآء ویسمعون صودتا کلامٌ کمن یری فی منامہ ان جملا یکلمہ او فرسا یخاطبہ او مَینا یعطیہ شیئًا او یا خذہ بیدہ او یسلب منہ شیئًا او تصیرا صبعہ شمسا او تمرا او یصیر ظھرہ اسد او غیر ذلک مما یراہ النائم فی منامہ فا لانبیآء علیھم الصلوٰۃ والسلام یرون ذلک فی الیقظۃ وتخاطبھم ھذہ الاشیآء فی الیقظۃ فان المتیقظ لا تمیز بین ان یکون ذلک نطقاً خیالیا او نطقا حسیًا من خارج والنائم انمایعرف ذلک بسبب انتباھۃ والفرقتبین النوم والقظۃ ومن کانت لہ ولا یۃ تامۃ تفیض تلک الولایۃ اشعتھا علی خیالات الحاضرین حتی الھم یرون ما یراہ ویسمعون ما یسمعہ والتمثل الخیالے اشھر ھذا الانبیآء والایمان بھذہ الاقسام کلھا واجب۔ (۱۵)

تیسری قسم خیالی ہے اور وہ یہ ہے کہ زبانِ حال تمثیل کے طور پر محسوس اور مشاہدہ ہو جاتی ہے اور یہ انبیاء اور پیغمبروں کا خاصہ ہے۔عام لوگوں کے لئے خواب میں جس طرح یہ حالی کیفیت محسوس صورت پکڑ لیتی ہے اور آوازیں سنائی دیتی ہیں مثلاً آدمی خواب میں دیکھتا ہے کہ ایک اونٹ اس سے باتیں کر رہا ہے یا گھوڑا اس سے خطاب کر رہا ہے یا کوئی مردہ اس کو کچھ دے رہا ہے یا اس کا ہاتھ پکڑ رہا ہے یا اس سے کچھ چھینتا ہے یا اسی کی انگلی چاند یا سورج بن گئی ہے یا اس کا ناخن شیر ہو گیا ہے وغیرہ وغیرہ، اسی طرح انبیاء کو یہ چیزیں بیداری میں نظر آتی ہیں اور یہ چیزیں حالت بیداری میں ان سے خطاب کرتی ہیں۔جاگنے والے کو اس حالت میں فرق معلوم نہیں ہو سکتا کہ یہ خیالی گویائی ہے یا حسّی ہے سونے والے کو ان

دونوں میں جوفرق معلوم ہوسکتا ہے اس کہ یہ وجہ ہے کہ وہ جاگ اٹھتا ہے سونے جاگنے کی حالت میں اس کوفرق معلوم ہوتا ہے جس کو ولایت تامہ حاصل ہوجاتی ہے اس کی ولایت کی شعاعیں حاضرین پر بھی پڑتی ہیں یہاں تک کہ ان کو بھی وہ اشیاء نظر آتی ہیں اور وہ آوازیں سنائی دیتی ہیں جو صاحب ولایت کونظر آتی اور سنائی دیتی ہیں معجزات کی تینوں اقسام میں سے تمثیل خیالی (جس کا ابھی بیان ہوا زیادہ متعارف ہے) لیکن تینوں اقسام پرایمان لانا واجب ہے۔ قرآن مجید کے معجزہ ہونے پر دلالت کرتے ہوئے امام غزالیؒ المنقذ من الضلال میں فرماتے ہیں:

وترد عليک اسئلة المعجزات ، فاذا کان مستند ايمانک الی کلام منظوم في وجه دلالة المعجزة ، فينجزم ايمانک بکلام مرتب في وجه الاشکال والشبهة عليها، فليکن مثل هذه الخوارق احدی الدلائل والقرائن في جملة نظرک ، حتی يحصل لک علم ضروری لا يمکنک ذکر مستنده علی التعيين کالذی يخبره جماعة بخبر متواتر لا يمکنه ان يذکر أن اليقين مستفا د من قول واحد معين ،بل من حيث لا يدری ، ولا يخرج عن جملة ذلک ولا بتعيين الآحاد.فهذا هو الايمان القوی العلمی (۱۶)

امام صاحب فرماتے ہیں یہ کلام منظوم حضور اکرم ﷺ کا ایسا معجزہ ہے جو آپ ﷺ کی نبوت پر قوی دلالت کرتا ہے۔ قرآن سے جو علم حاصل ہوتا ہے وہ علمی لحاظ سے قوی اور کامل ہے اور قرآن کے علم سے ایسا ہی یقین جازم حاصل ہوتا ہے جیسا خبر متواتر سے حاصل ہوتا ہے۔ اور قرآن ایسا منظوم کلام ہے کہ جس سے قوی اور کامل ایمان کی دولت نصیب ہوتی ہے۔ انبیاء علیہ السلام سے صادر ہونے والے بے شمار معجزات دیکھنے کے باوجود منکرین کا انبیاء علیہ السلام کی نبوت پر ایمان نہ لانے کا سبب بیان کرتے ہوئے امام غزالیؒ اپنی کتاب المنقذ من الضلال میں فرماتے ہیں:

ثم أظهر واالمعجزات القاطعة وأتوا بالأيات القامعةولم يتر کوا نوعا من خرق العوائد التی لا يقدر عليها المخلوق أبدا الا عن قدرة الهية کاحياء ا الميت وابراء الا کمه والا برص وفلق البحرو أمثال ذلک فامنع من امتنع عن الانقياد للرسل الاالدسائس فنهم من قال أخشی أن تعا يرنی العرب باسنسلامی لا صغر منی ومنهم من قال حرقوه وانصروا آلهتکم ومنهم من قال أتريد أن يترک ما کان يعبدآباؤنا موافقة لما هو عندهم فامنهم الا من منعه دسيسة نفسانيةو الا فالا خبارات الا لهية کانت موافقة لما هو عندهم کما قال تعالیٰ فانهم لا يکذبونک ولکن الظالمين بايات الله يجحدون وکل هذا سر التباس الامر علی النفس بدسيسة الا کل بل سر ما اقتضاه الا مر الا لهی والشان الذاتی۔ (۱۷)

امام صاحب فرماتے ہیں کہ بے شمار خوارق عادات واقعات اللہ تعالیٰ نے انبیاء علیہ السلام سے صادر فرمائے ہیں جن کے کرنے پر اب تک مخلوق قاصر ہے۔ باذن اللہ مردوں کا زندہ کرنا، برص کے مریضوں کا اچھا کردینا۔ سمندر میں خشکی کا راستہ نکال دینا۔ ان بے شمار معجزات کو دیکھنے کے باوجود کافروں اور منکرین کا انکار نبوت 'دسائس نفس' کے سبب ہے جو ورثہ میں انہیں اپنے آباؤاجداد سے ملا ہے اسی لئے وہ کہتے ہیں کہ "کیا تم یہ چاہتے ہو کہ ہم اپنے آباؤاجداد کے معبودوں کو چھوڑ دیں"۔ اللہ تعالیٰ نے خود اس بات کی طرف اشارہ کیا ہے کی اے نبیؐ یہ آپؐ کی تکذیب نہیں کررہے بلکہ یہ اللہ کی نشانیوں کی تکذیب کررہے ہیں اور ان کے نفس میں جو راسخ کفر ہے۔ جو کہ انہیں اپنے آباؤاجداد سے ورثہ میں ملا ہے اس کے سبب یہ کھلی اور واضح نشانیوں کو دیکھ کر بھی ایمان لانے سے قاصر ہیں۔

مولانا جلال الدین رومیؒ :

جلال الدین (رومی): مولوی اور مولانا کے عرف سے بھی مشہور ہیں۔ والد کا نام بہاءالدین سلطان العلما ولد تھا۔ ۶۰۴ھ / ۱۲۰۷ء میں بمقام بلخ پیدا ہوئے۔ ابتدائی تعلیم اپنے والد سے حاصل کی، بعد کی تربیت شیخ بہاءالدین کے ایک مرید خاص سید برھان الدین محقق نے کی۔ اٹھارہ انیس برس کی عمر میں اپنے والد کے پاس قونیہ آگئے۔ مولانا روم ایک عظیم باعمل صوفی بھی تھے اور صاحب عرفان وبصیرت مفکر بھی۔

وفات ۵ جمادی الآخرہ ۶۷۲ ھ/ ۱۷ دسمبر ۱۲۷۳ء میں بمقام قونیہ ہوئی۔ (۱۸)

مولانا رومؒ معجزات کے سلسلے میں فرماتے ہیں کہ معجزات ایمان کا سبب نہیں ہوتے بلکہ معجزات دشمن کو مغلوب کرنے کے لئے ہوتے ہیں، معجزہ سے دشمن عاجز تو ہو جاتا ہے لیکن یہ ضروری نہیں کہ وہ ایمان بھی لے آئے۔

موجب ایمان نباشد معجزات	بُوی جنسیت کند جذبِ صفات
مُعجزات از بهر قهرِ دشمن ست	بُویِ جنسیت پئے دل بُردن ست
قهر گردد دشمن امّا دوست نے	دوست کے گردد بہ بستہ گردنے (۱۹)

ترجمہ: معجزے ایمان کا سبب نہیں ہوتے ہیں	جنسیت کی خوشبو صفات کو جذب کرتی ہے
معجزے دشمن کو مغلوب کرنے کے لئے ہیں	جنسیت کی خوشبو دل اچکنے کے لئے ہے
دشمن مغلوب ہو جاتا ہے، لیکن دوست نہیں بنتا ہے	گردن بندھا ہوا دوست کب ہو سکتا ہے

ایمان لانے کے لئے معجزے مؤثر قریب نہیں ہیں بلکہ ایمان لانے والا اگر نبی کا ہم جنس ہے تو وہ نبی کی صفات کو جذب کرتا ہے تو ایمان کا قریبی سبب جنس کی بُو ہے۔ نبی کے معجزوں سے صرف دشمن عاجز ہو جاتا ہے لیکن اس کا ایمان لانا لازمی نہیں ہے۔ جو عاجز اور مغلوب ہو اس کے دل میں دوستی پیدا نہیں ہوتی ہے۔ (۲۰)

مولانا فرماتے ہیں کہ انبیاء علیہ السلام کے معجزات سے اللہ تعالیٰ کی صفات کا علم ہوتا ہے:

مستی دل را نمی دانی کہ کُو	وصفِ او نرگسِ مخمور جُو
چون ز ذاتِ حق بعیدی وصف ذات	باز دانی از رسول و معجزات (۲۱)

ترجمہ: (اگر) تو دل کی مستی کو نہیں سمجھتا کہ وہ کہاں ہے	تو خمار آلود آنکھوں میں اس کی حالت تلاش کر لے
جبکہ تو خدا کی ذات سے دور ہے، ذات کی وصف	تو رسول اور معجزوں سے معلوم کر لے گا

دل کے عشق کا آنکھیں حال بتا دیتی ہیں۔ ذات باری بھی مخفی ہے اس کے صفات کا حال رسول اور اس کے معجزوں سے معلوم ہو جاتا ہے۔ (۲۲)

آپؒ فرماتے ہیں کہ معجزات کے اندر اللہ تعالیٰ کی صفات کاملہ کا اثر چھپا ہوتا ہے اور جس طرح قیامت مردوں کو زندہ کر دیتی ہے اسی طرح معجزات میں چھپی یہ اثر انگیزی مردہ باطن کو زندگی بخشتی ہے اور مردہ قلوب معجزات کی اثر انگیزی سے غفلت سے نکل کر ہدایت کے راستے پر آجاتے ہیں۔

معجزاتے و کراماتے خفی	برزند بر دل زپیرانِ صفی
کہ درون شان صدقیامت نقد هست	کمترین آنکہ شود همسایہ مست (۲۳)

ترجمہ: معجزے اور مخفی کرامات	برگزیدہ پیروں کی جانب سے دل پر اثر کرتی ہیں
کیونکہ ان کے باطن میں سیکڑوں قیامتیں موجود ہیں	ان میں سے کمتر یہ ہے کہ پڑوسی مست ہو جاتا ہے

رسول اور اولیاء کی برکت سے معجزے اور کرامات دل پر اثر انداز ہوتے ہیں۔ چونکہ ان کے باطن میں قیامت چھپی ہوئی ہے اور قیامت مردوں کو زندہ کر دیتی ہے، اس لئے ان کا باطن مردہ قلوب کو زندگی بخش دیتا ہے۔ اس کا اثر یہ ہے کہ ان کا ہمسایہ مست ہو جاتا ہے۔ (۲۴)

آپؒ فرماتے ہیں کہ معجزہ کا مقصد مخالفین حق کو عاجز اور رسوا کرنا ہے۔ معجزہ جب بے جان چیزوں پر اثر انداز ہوتا ہے تو مخالفین کے قلوب اس اثر انگیزی سے متاثر ہوتے ہیں۔ لیکن اگر معجزہ براہ راست قلوب پہ اثر انداز ہو تو حق تعالیٰ سے رابطہ قائم ہو جاتا ہے۔

معجزہ کاں بر جماداتے اثر
یا عصا یا بحر یا شق القمر

گر اثر بر جان زند بے واسطہ
متصل گردد بہ پنہاں رابطہ (۲۵)

ترجمہ: معجزہ جو بے جان چیزوں پر اثر و تصرف کرتا ہے مثلاً عصا کا سانپ ہو جانا، سمندر کا پھٹ جانا، چاند کا دو ٹکڑے ہونا،
اگر وہ معجزہ براہِ راست روح کو متاثر کرے، تو اندر اندر روح سے اس کا رابطہ پیدا ہو
معجزہ سے مقصود اگر معاندین کو خاموش اور رسوا کرنے کے علاوہ ان کے دلوں کو متاثر کرنا ہوتا، تو اس کے لئے اس کی ضرورت نہ تھی، کہ عصا کو سانپ بنایا جائے، اور قمر کو دو ٹکڑے کر دیا جائے، اور اس کے ذریعے سے قلوب کو متاثر کیا جائے، ان جمادات و نباتات پر تصرف کر کے قلوب میں تصرف کرنے سے زیادہ صاف اور سیدھا راستہ یہ تھا کہ براہِ راست خود دلوں میں تصرف کیا جائے کہ وہ صدائے نبوت کے سننے کے ساتھ لبیک پکار اٹھیں، معاندین کا معجزہ طلب فرقہ جو انبیاء سے جمادات و نباتات پر ان کے اثرات کا طالب ہوتا ہے، اور اس کے ذریعے سے قبولِ ایمان پر آمادگی ظاہر کرتا ہے، خود ان کی یہ طلب، ان کے ضمیر کی پستی اور قلب کی سیاہی کی دلیل ہے، جن کے آئینہ دل پاک وصاف ہوتے ہیں، وہ بلا واسطہ جمادات و نباتات پیغمبر سے براہِ راست خود اس اثر کو قبول کرتے ہیں اس کے علاوہ معجزہ سے ہر شخص کو ہدایت نہیں ملتی، اس کے لئے بھی استعداد کی ضرورت ہے۔ (۲۶)

مزید فرماتے ہیں: بر جمادات آن اثر ہا عاریہ است آن پئے روحِ خوشِ متواریہ است

تا ازاں جامد اثر گیر و ضمیر حبذا نانِ بے ہیولائے خمیر (۲۷)

ترجمہ: لیکن غیر ذی روح چیزوں پر اس کا اثر عاریۃً ہے، اور روح کے لئے وہ پوشیدہ ہے
مقصود یہ ہوتا ہے کہ اس غیر ذی روح شے کی اثر پذیری کو دیکھ کر روح انسانی اثر پذیر ہو
گویا معجزہ کا اصل مقصد بے جان چیزوں کو متاثر کرنا نہیں ہے بلکہ اصل مقصد بے جان چیزوں کے متاثر ہونے سے اس کا اثر انسانی دل پر پڑتا ہے اور وہ اس معجزہ سے بے جان پر اثر دیکھتا ہے تو خود متاثر ہوتا ہے۔ لیکن مولانا رومؒ فرماتے ہیں کہ اگر انسان کا دل بغیر واسطے کے براہِ راست متاثر ہو جائے تو کیا ہی اچھی بات ہے، بجائے اس کے کہ کسی شے کو متاثر ہوتے دیکھ کر روحِ انسانی متاثر ہو چنانچہ مولانا روح کامل پر معجزہ کے اثر کو اس طرح بیان فرماتے ہیں کہ:

بر زند از جان کامل معجزات
بہ ضمیر جانِ طالب چوں حیات

معجزہ بحر است و ناقص مرغ خاک
مرغِ خاکی رفت در یم شد ہلاک (۲۸)

ترجمہ: لیکن معجزہ روح کامل کو خود بے واسطہ اور براہِ راست متاثر کرتا ہے، اور طالب کے لئے زندگی ہوتا ہے
معجزہ کی مثال دریا کی ہے اور ناقص کی خشکی کے پرندے کی، خشکی کا پرندہ دریا میں ڈوب جائیگا تو ڈوب جائیگا
معجزے کو دریا سمجھو اور ناقص کو خشکی کا پرندہ جو دریا میں نہیں جی سکتا ہے اور روح کامل، بمنزلہ آبی پرندے کے ہے جو دریا میں ہر طرح سے محفوظ رہتا ہے۔ معجزے کا اثر ناقص پر اس کے عجز کی صورت میں ظاہر ہوتا ہے وہ اُس کے مقابلہ سے عاجز آ جاتا ہے اور کامل کو قوت اور عقل کی قدرت عطا کر دیتا ہے۔ (۲۹)

اسباب و علل کے حوالے سے مولانا رومؒ فرماتے ہیں:

سنگ و آہن خود سبب آمد لیک
تو بہ بالا تر نگر اے مرد نیک

کایں سبب را آں سبب آورد پیش
بے سبب کے شد سبب ہر گز بخویش

آں سبب را آں سبب عامل کند
باز گاہے بے بر و عاطل کند (۳۰)

ترجمہ: پتھر اور لوہا گویا یہ دونوں آگ کا سبب ہیں لیکن ذرا اس سے آگے بڑھ کر غور کرو
کہ اس ظاہر سبب کو اس حقیقی سبب (خدا) نے آگے کردیا یہ ظاہری سبب خود بخود بلا سبب کب پیدا ہوا ہے،
اس ظاہری سبب کا اس حقیقی سبب نے دنیا میں موثر اور عامل بنادیا ہے، پھر جب چاہے وہ اس کو بے اثر اور بیکار کردے سکتا ہے

پتھر اور لوہا بیشک (آگ) کا سبب ہیں۔ لیکن اے مرد نیک تو اس سے اعلیٰ سبب پر نظر کر کیونکہ اس سبب کو بھی اسی سبب نے مہیا کیا ہے۔ کوئی سبب بھلا آپ سے آپ بے سبب کب بن سکتا ہے۔ مطلب یہ ہے کہ تمام موجودات حادثہ کا وجود اسباب وعلل کے سلسلہ سے وابستہ ہے۔ کیونکہ ہر حادث کے لئے کسی محدث کا ہونا لازم ہے۔ جو اس کا سبب ہے، کبھی اس سبب کا بھی کوئی اور سبب ہوتا ہے۔ اسی طرح دور تک سلسلہ چلا جاتا ہے اور اس سلسلہ اسباب کی انتہا کسی مسبب الاسباب یا سبب قدیم تک ہونی ضروری ہے، تا کہ تسلسل لازم نہ آئے، جو باطل ہے اور وہ سبب قدیم اسماء وصفات الٰہیہ ہیں۔ جن سے عالم میں حوادث پیدا ہوتے ہیں۔ آں سبب آورد پیش سے وہی سبب مراد ہے اور بالاتر نگر سے انہی کی طرف نظر کرنے کا اشارہ ہے۔ اس سبب (حادث) کو وہ سبب قدیم ہی کارگر بناتا ہے۔ پھر کبھی وہی اس کو بے اثر و بیکار بنادیتا ہے۔ یعنی، سبب حادث کے اندر سبب ہونے کی صلاحیت سبب قدیم ہی کی پیدا کردہ ہے۔ (۳۱)

انبیاء علیہ السلام سے صادر ہونے والے امور اور معجزات میں جو اسباب کارفرما ہوتے ہیں ان کا تذکرہ کرتے ہوئے مولانا فرماتے ہیں:

وآں سببہا کانبیا را رہبر ست — آں سببہا زیں سببہا برتر است

ایں سبب را محرم آمد عقلِ ما — واں سببہا راست محرم انبیاءؑ (۳۲)

ترجمہ: جو اسباب کہ انبیاءؑ کے کاموں میں پیش پیش ہوتے ہیں وہ ان ظاہری و دنیاوی اسباب سے بلند تر اور برتر ہیں
ان ظاہری علل و اسباب کی محرم تو ہماری انسانی عقلیں ہیں لیکن ان حقیقی اسباب کے محرم انبیاء علیہم السلام ہیں

اور وہ اسبابِ (قدیمہ) جو انبیاءؑ کے پیشِ نظر ہیں۔ وہ ان اسبابِ حادثہ سے برتر ہیں۔ اس سبب (حادث) سے تو ہم (عام) لوگوں کی عقل بھی واقف ہے اور ان اسبابِ (قدیمہ) سے صرف انبیاء واقف ہیں۔ مطلب یہ ہے کہ عوام کی نظر چونکہ محسوسات اور مدرکات ظاہریہ تک محدود ہوتی ہے اس لئے ان کا علم اسباب زیریں سے آگے تجاوز نہیں کرسکتا۔ بخلاف انبیاء علیہم السلام کے کہ ان کی بصیرت اسباب و علل کے تمام سلسلے تک پہنچتی ہے۔ اس لئے ان کا علم ان اسباب قدیمہ وعالیہ پر بھی حاوی ہوتا ہے۔ جن سے عوام کی نظر قاصر ہے۔ مثلاً عوام سمجھتے ہیں کہ ماہ ومہر کی گردش کا سبب فلک کی گردش ہے۔ مگر انبیاء جانتے ہیں کہ دراصل اس گردش کا باعث کون سی ذات پاک ہے۔ (۳۳)

چنانچہ مولانا رومؒ فرماتے ہیں کہ عام انسان چونکہ ظاہری اسباب وعلل میں الجھ کر اصل مسبب الاسباب اور اصل علتِ حقیقی کو فراموش کردیتے ہیں اور قادرِ مطلق جو ان تمام اسباب کے پیدا کرنے پر قادر ہے اس ذات کو بھول جاتے ہیں چنانچہ وہ ذاتِ حقیقی انبیاء علیہم السلام سے اس غفلت کے پردے کو چاک کرادیتی ہے اور انبیاء علیہ السلام سے وہ امور صادر ہوتے ہیں جنہیں معجزات کہا جاتا ہے اور اس طرح ظاہری اسباب وعلل ان کے لئے بیکار کردیے جاتے ہیں۔

ہست بر اسباب، اسبابِ دگر — در سببِ منگر درآں افگن نظر

انبیاءؑ در قطعِ اسباب آمدند — معجزاتِ خویش بر کیواں زدند

بے سبب مر بحرر ابشگافتند — بے زراعت چاش گندم یافتند (۳۴)

ترجمہ: ان ظاہری اسباب کے اوپر حقیقی اسباب بھی کارفرما ہیں ان ظاہری اسباب کو نہ دیکھو حقیقی اسباب پر غور کرو
انبیاءؑ قطعِ اسباب کے درپے ہیں، اور اپنے معجزات کا جھنڈا انہوں نے مریخ میں گاڑ دیا ہے
بغیر کسی سبب ظاہری کے انہوں نے سمندر کو شق کردیا اور کھیتی کے بغیر گیہوں کا خوشہ حاصل کیا

اسباب وعلل کے بے حقیقت ہونے پر مولانا جلال الدین رومیؒ جامع اور ٹھوس دلیل قرآن کے حوالے سے دیتے ہوئے فرماتے ہیں:

جملہ قرآن ہست در قطع سبب   عزِّ درویش و ہلاکِ بو لہب
مرغ با بیلے دو سہ سنگ افگند   لشکرِ زفت حبش را بشکند
پیل را سوراخ سوراخ افگند   سنگ مرغے کو بپالہ برزند
ہمچنیں ز آغازِ قرآن تا تمام   رفض اسباب است و علت والسلام (۳۵)

ترجمہ: تمام قرآن قطع اسباب کے بیان سے بھرا ہے   آنحضرت ﷺ کا غلبہ اور ابولہب کی بربادی بھی اسی طرح ہوئی
پرندے کنکریاں پھینکتے ہیں اور   حبش کے سیاہ لشکر کو شکست دیتے ہیں
یہ کنکریاں جو اوپر سے آتی ہیں   ہاتھیوں کے بدن میں چھید کر کے ڈال دیتی ہیں
اسی طرح شروع سے آخر تک قرآن   اسباب و علل کے مؤثر حقیقی ہونے کا منکر ہے

معجزہ اور سحر کے فرق مراتب کو بیان کرتے ہوئے مولانا فرماتے ہیں:

سحر را با معجزہ کردہ قیاس   ہر دو را بر مکر پندارد اساس
زر قلب و زر نیکو در عیار   بے محک ہرگز نہ دانی ز اعتبار
ہر کرا در جان خدا بنہد محک   ہر یقیں را باز دا اندازد شک (۳۶)

ترجمہ: اس نے سحر کو معجزہ پر قیاس کیا   اور یہ سمجھا کہ دونوں کی بنیاد فریب پر ہے
تم کھوٹے اور کھرے سونے کو   کسوٹی کے بغیر تمیز نہیں کر سکتے
خدا نے جس کی روح میں کسوٹی رکھی ہے   وہی یقین اور شک میں تمیز کر سکتا ہے

معجزہ اور سحر دونوں خارقِ عادات ہیں۔ مگر معجزہ ایک فعل منجانب اللہ ہے۔ جو پیغمبر کے ذریعے سے اس کی پیغمبری کے ثبوت کے لئے وقوع پاتا ہے۔ اور سحر شیطانی تصرفات سے ہے۔ جو کسی کافر کے ہاتھوں سرزد ہو۔ وجہ تمیز ان میں یہ ہے کہ معجزہ کا اثر عالمِ سفلی وعلوی اور اجسامِ عنصری اور اجرام سماوی پر یکساں طور پر ہو سکتا ہے۔ نیز اس کا اثر ایک امر واقعی اور پائدار اور مغیر ماہیت ہوتا ہے۔ بخلاف اس کے سحر کا اثر عالمِ سفلی پر محدود اور وہ بھی محض فریب نظر یا ایک کیفیت عارضی بہ تبدیل ہیئت ظاہری ہوتی ہے۔ ظاہر پرست جس طرح سحر کو فریب اور مکاری سمجھتا ہے۔ معجزہ کو بھی خارقِ عادت ہونے میں اس سے مشابہ پا کر ایسا ہی سمجھنے لگتا ہے۔ چنانچہ ہر پیغمبر جو معجزہ دکھاتا تھا۔ کفار کی زبان سے جادوگر کا خطاب پاتا تھا۔ حضرت موسیٰؑ کے حق میں فرعون نے کہا، ﴿ان ھذا لسحر علیم﴾ بیشک یہ کوئی بڑا ماہر جادوگر ہے۔ اور آنحضرت ﷺ کے بارے میں منکرین کہتے تھے، ﴿ھذا سحر کذاب﴾ یہ جادوگر بڑا جھوٹا ہے۔

مطلب، جس طرح کھرے کھوٹے سونے کی شناخت کے لئے کسوٹی کی ضرورت ہوتی ہے۔ اسی طرح بھلے اور برے اخلاق کی تمیز کے لئے نورِ بصیرت کی ضرورت ہے اور یہ نورِ بصیرت وہ قوت ممیزہ ہے جو شرع شریف کے اتباع کامل سے مومن کے دل میں پیدا ہوتی ہے۔ اور جس کے ذریعے سے مومن نیکی اور بدی میں امتیاز کر سکتا ہے۔ (۳۷)

ساحر محض ایک تماشاگر ہوتا ہے، اس میں یہ قدرت ہی نہیں ہوتی کہ وہ اس قوت سے تزکیہ نفوس، تطہیر اخلاق اصلاح عالم کا کام لے سکے، یہی وجہ ہے کہ آج تک کسی ساحر اور شعبدہ گر نے اصلاحِ عالم کا فرض ادا نہیں کیا، لیکن پیغمبر اپنے معجزانہ کارناموں سے دنیا کو اُلٹ دیتا ہے، بدی کے کانٹوں کو ہٹا کر نیکی کے گل و ریحان سے اس خاکدانِ عالم کو سجا دیتا ہے۔ (۳۸)

معجزہ اور سحر کے فرق کو بیان کرتے ہوئے مولاناؒ مزید فرماتے ہیں:

بانگ طشت سحر جز لعنت نماند بانگ طشت دین بجز رفعت نماند (۳۹)

یعنی جادو کے طشت کی آواز تو بجز لعنت کے نہیں رہی اور دین کے طشت کے آواز بجز رفعت کے نہیں رہی۔ مطلب یہ کہ دونوں مشہور ہوئے مگر جادو کی شہرت کا نتیجہ یہ ہوا کہ اُس پر اور زیادہ لعنت ہوئی اور معجزہ موسوی کا یہ نتیجہ ہوا کہ آج تک دین کی رفعت ہو رہی ہے۔ (۴۰)

آپؒ فرماتے ہیں کہ سحر اور معجزہ دونوں کی شہرت اگرچہ عام ہوئی لیکن سحر کی شہرت سے ساحروں کی رسوائی عام ہوتی ہے جبکہ معجزہ کی شہرت دوام سے اللہ کے دین کی رفعت اور سربلندی ہوتی ہے۔ مولانا معجزات کے بارے میں عقلی دلائل پیش کرتے ہوئے فرماتے ہیں:

معجزہ موسیٰ و احمد را نگر چون عصا شد مار و استن باخبر

از عصا مارے و از استن حنین پنج نوبت می زنند از بہر دین

گر نہ نا معقول بودے این مزہ کے بُدے حاجت بچندین معجزہ

ہر چہ معقولست عقلت می خرد بے بیانِ معجزہ بے جز رو مد

این طریق نُکر نا معقول بین دردل ہر مقبلے مقبول بین (۴۱)

حضرت موسیٰ علیہ السلام کے اور حضرت احمد مصطفیٰ ﷺ کے معجزہ کو دیکھو کہ عصا کس طرح سانپ بن گیا اور ستون کس طرح باشعور ہو گیا۔ عصا کا مار بن جانا اور ستون کا نالہ کرنا یہ اہل دین کے لئے بآواز بلند و بتکرار حق کا اثبات کر رہے ہیں (جس کو اہل دین قبول کر رہے ہیں) اگر یہ ذوق دین حق غیر مُدرک بالعقل نہ ہوتا (بلکہ ادراک عقلی اس کے لئے کافی ہوتا) تو اس قدر معجزات کی (جو کہ حضرت انبیاء علیہم السلام کو عطا ہوئے ہیں) ضرورت ہی کب ہوتی کیونکہ جو امر مُدرک بالعقل ہوتا ہے اس کو تو عقل بلا بیان معجزہ وبلاتر دد قبول ہی کر لیتی ہے (پھر اثباتِ نبوت و وجوب اتباع انبیاء کیا ضرور تھا پس اس کثرت سے معجزات کا ملنا صریح دلیل ہے اس پر کہ اسرار دین ضرور غیر مُدرک بالعقل ہیں۔ (۴۲)

گویا مسلسل معجزات کا صدور ہونا بار بار حق کا اثبات ہے۔

امام فخر الدین رازیؒ

امام فخر الدین رازی (م۔۶۰۶ھ)۔ آپ ایک مفسر قرآن، عالم دین، نامور طبیب اور مسلم فلسفی کی حیثیت سے روشناس ہیں۔ انہوں نے فلسفہ اور شریعت اسلامیہ میں تطبیق دینے کی کامیاب کوشش کی ہے۔ (۴۳)

معجزہ اور نبوت کے استدلال میں امام رازی مطالب عالیہ میں لکھتے ہیں:

أعلم أن القائلين بالنبوات فريقان : أحدهما : الذين يقولون: ان ظهور المعجزات على يده. يدل على صدقه. ثم انا نستدل بقوله على تحقيق الحق؟ وابطال الباطل. وهذا القول هو الطريق الأول ، وعليه عامة أرباب الملل والنحل . والقول الثاني: أن نقول : انا نعرف أولاً أن القول في الاعتقادات ما هو؟ وأن الصواب في الأعمال ما هو؟ فاذا عرفنا ذلک ، ثم رأينا انساناً يدعو الخلق الى الدين الحق ، ورأينا أن لقوله أثراً قوياً في صرف الخلق من الباطل الى الحق ، عرفنا أنه نبي صادق ، وواجب الاتباع . وهذا الطريق أقرب الى العقل ، والشبهات فيه أقل. (۴۴)

نبوت کے قائل دو فریق ہیں، ایک فریق کہتا ہے کہ معجزات کا ظاہر ہونا نبی کے سچے ہونے کی دلیل ہے، اور یہ مذہب قدیم طریقہ ہے، اور دنیا کے عام اہل مذاہب اس کے قائل ہیں، دوسرا طریقہ یہ ہے کہ پہلے یہ طے کیا جائے کہ صحیح طریقہ اور اعمال خیر کیا ہیں، اس امر کے

محقق ہو جانے کے بعد جب یہ دیکھا جائے کہ ایک شخص لوگوں کو دین کی دعوت دیتا ہے، اور یہ بھی نظر آئے کہ اس کی بات لوگوں کو باطل سے حق کی طرف لانے میں نہایت قوی اثر رکھتی ہے تو ہم کو یقین ہو جائے گا کہ وہ سچا پیغمبر ہے اور واجب الاتباع ہے۔ اور یہ طریقہ عقل سے زیادہ قریب ہے، اس پر بہت کم شبہے وارد ہوتے ہیں۔ (۴۵)

امام رازی نبوت کے استدلال میں اس دوسرے طریقہ کو زیادہ پسند فرماتے ہیں اور لکھتے ہیں کہ قرآن مجید میں بھی اسی طریقے کو افضل ثابت کیا ہے۔ **الفصل الثانی فی بیان القرآن العظیم یدل علی ان ھذا الطریق ھو الطریق الاکمل الافضل فی اثبات النبوۃ** (۴۶)

دوسری فصل اس بات کے ثابت کرنے میں کہ قرآن مجید سے یہی ثابت ہوتا ہے کہ نبوت کے ثابت کرنے میں یہی طریقہ زیادہ کامل اور افضل ہے۔ (۴۷)

مطالب عالیہ کی اس دوسری فصل میں امام رازیؒ نے نبوت کے استدلال کے اس طریقے کو بڑی تفصیل کے ساتھ بیان کیا ہے اور ثابت کیا ہے کہ قرآن مجید سے بھی یہ دوسرا طریقہ افضل ثابت ہوتا ہے۔ مطالب عالیہ کی پانچویں فصل میں امام رازی اس طریقے کے درست اور کامل ہونے پر مزید لکھتے ہیں: **الفصل الخامس فی بیان أن اثبات النبوۃ بھذا الطریق أقوی واکمل من اثباتھا بالمعجزات** (۴۸)

پانچویں فصل اس بات کے بیان میں کہ نبوت کا اس طریقے سے ثابت کرنا زیادہ قوی اور کامل ہے بہ نسبت اس کی کہ وہ معجزہ سے ثابت کی جائے۔ (۴۹)

یٰٓاَیُّھَا النَّاسُ قَدْ جَآءَتْکُمْ مَّوْعِظَۃٌ مِّنْ رَّبِّکُمْ وَشِفَآءٌ لِّمَا فِی الصُّدُوْرِ ۝ (۵۰)

ترجمہ: اے لوگو تمہارے پاس تمہارے رب کی طرف سے نصیحت آئی اور دلوں کی صحت۔

تفسیر کبیر میں سورۂ یونس کی اس آیت کی تفسیر بیان کرتے ہوئے بھی امام رازیؒ نبوت کے استدلال میں اس دوسرے طریقے کے بارے میں فرماتے ہیں کہ یہی طریقہ اعلیٰ، اکمل اور افضل ہے۔ (۵۱)

جو لوگ نبوت کو تسلیم کرتے ہیں، ان میں دو جماعتیں ہیں، ایک کا مذہب یہ ہے کہ نبوت کی دلیل معجزہ ہے، یہ جمہور اہل مذاہب کا مسلک ہے، دوسرا مذہب یہ ہے کہ سب سے پہلے ہم کو خود غور کرنا چاہئے کہ صداقت اور راستی کیا ہے، اس کے بعد ہم ایک شخص کو دیکھتے ہیں، جو نبوت کے دعوی کے ساتھ لوگوں کو دین حق کی دعوت دیتا ہے، اس کی دعوت مؤثر ہوتی ہے، اور وہ لوگوں کو باطل پرستی سے ہٹا کر حق پرستی کی طرف لا رہی ہے، تو ہم یقین کر لیں گے، کہ یہ سچا پیغمبر ہے، یہ مذہب عقل سے قریب تر ہے، اور اس راہ میں شکوک وشبہات کم ہیں۔ اس اجمال کی تفصیل یہ ہے کہ انسانیت کا کمال، قوت علمی وعملی کی تصحیح، تکمیل اور تزکیہ ہے، اس قوت کے لحاظ سے انسان کے تین طبقے ہیں، ایک وہ جو اس میں ناقص ہے، یا عام انسان ہیں، دوسرا وہ جو خود کامل ہے، مگر دوسروں کو کامل نہیں بنا سکتا، یہ خواص اور صلحاء کا درجہ ہے، تیسرا وہ جو خود کامل ہے اور دوسروں کو بھی کامل کر دیتا ہے، یہ انبیاءؑ ہیں اس کمال ونقص کے ہزاروں متفاوت درجے اور مرتبے ہیں، اور انہی کے لحاظ سے ان کی قوت ومرتبہ کا اندازہ ہوگا، ان کی قوت علمی کے سامنے تمام مقدمات بدیہی ہوتے ہیں، اور معارف الٰہی پر ان کو عبور ہوتا ہے، اور ان کی قوت عملی اس عالم جسمانی میں تصرفات کرتی ہے، اور یہی معجزات کا مقصد ہے، اس قوت علمی وعملی کے کمال کے ساتھ یہ نظر آتا ہے کہ وہ ان لوگوں کو جو ان دونوں میں پست اور ناقص ہیں، اپنے فیض صحبت اور فیض تعلیم سے کامل کر دیتے ہیں، اور امراض قلبی کا وہ علاج کرتے ہیں تو یہی اُن کی نبوت کی دلیل ہے۔ (۵۲)

امام صاحب نبوت کی حقیقت کو واضح کرتے ہوئے فرماتے ہیں کہ انسان کا اصلی کمال حقائق اشیاء اور خیر وشر کا ادراک ہے۔ امام صاحب کے نزدیک اس کی تفصیل یہ ہے:

۱۔ انسان کو دو قسم کی قوتیں دی گئے ہیں۔ نظری، عملی

نظری: نظری کا یہ کام ہے کہ اشیاء کے حقائق جانے، اور اس بات کا فیصلہ کرے، اس قوت کا کمال یہ ہے، کہ حقائق اشیاء کا صحیح علم ہو اس کی صورت جو ذہن میں آئے ٹھیک اس صورت میں آئے جو اس کی اصلی اور حقیقی صورت ہے

عملی: عملی کے یہ معنی کہ کون سے افعال عمل کرنے کے قابل ہیں؟ اور کون سے نہیں اس کا کمال یہ ہے کہ انسان میں ایسا ملکہ پیدا ہو جس سے خود بخود اچھے افعال سرزد ہوں۔

۲۔ ان دونوں قوتوں کے لحاظ سے افراد انسانی کی تین قسمیں ہیں:

(۱) وہ لوگ جو ان اوصاف میں ناقص ہیں۔ (۲) خود کامل ہیں لیکن ناقصوں کی تکمیل نہیں کر سکتے۔

(۳) خود کامل ہیں اور ناقصوں کو کامل بنا سکتے ہیں۔

۳۔ نقصان و کمال کے درجے نہایت متفاوت ہیں، نقصان کا درجہ کمال کے اس درجہ تک پہنچتا ہے کہ انسان اور جانور میں صرف صورت کا فرق رہ جاتا ہے، اسی طرح حقیقت کمال بڑھتے بڑھتے اس حد تک پہنچتا ہے کہ انسان فرشتہ بن جاتا ہے۔ ان دونوں نوع کے بیچ میں ہزاروں درجے ہیں یہاں تک کہ اگر ہزاروں لاکھوں افراد انسانی کے درمیان موازنہ کیا جائے تو ثابت ہوگا کہ ہر شخص، دوسرے شخص سے کچھ نہ کچھ ان اوصاف میں متفاوت ہے۔ چونکہ نقصان اور کمال دونوں کی انتہائی حدیں ہیں اس لئے ضروری ہے کہ کوئی نہ کوئی شخص ایسا پایا جائے جو انتہائے کمال کے درجے تک پہنچا ہو، اب جس شخص میں یہ دونوں قوتیں کامل درجے پر پائی جائیں، اور دوسروں کو بھی کمال کے درجے تک پہنچا سکتا ہو وہی نبی اور پیغمبر ہے۔ (۵۳)

امام صاحب کے نزدیک نبوت صرف قوت نظری اور عملی کے کمال کا نام ہے، اور معجزہ وغیرہ کو اس میں کچھ دخل نہیں۔ چنانچہ مزید لکھتے ہیں:

ومن جملة الآيات الدالة على صحة ما ذكرناه : أنه تعالىٰ حكى عن الكفار أنهم طلبوا منه المعجزات القاهرة في قوله: ﴿ وقالو : لن نؤمن لك حتى تفجر لنا من الأرض ينبوعاً ﴾ ثم انه تعالىٰ قال له : ﴿ قل : سبحان ربي. هل كنت الا بشراً رسولاً ﴾؟ يعني : كون الشخص انساناً موصوفاً بالرسالة، معناه : كونه كاملاً في قوته النظرية والعملية ، وقادراً على معالجة الناقصين في هاتين القوتين. وليس من شرط حصول هذه الصفة ، كونه قادراً على الأحوال التي طلبتموها مني. (۵۴)

اور منجملہ ان باتوں کے جن سے ہمارے دعوی مذکور کی صحت ثابت ہوتی ہے، یہ ہے کہ خدا نے کافروں کا یہ قول نقل کیا کہ ''اے محمد ہم تم پر ایمان نہ لائیں گے جب تک کہ تم زمین میں سے ہمارے لئے چشمہ نہ نکال دو وغیرہ وغیرہ'' تو اس کے جواب میں خدا نے کہا کہ ''اے محمد کہد و کہ ''سبحان اللہ میں تو صرف آدمی اور پیغمبر ہوں'' یعنی کسی آدمی کا پیغمبر ہونا صرف اس پر موقوف ہے، کہ وہ قوت نظری اور عملی میں کامل ہو، اور ناقصوں کو کامل کر سکتا ہو۔ اس سے یہ نہیں لازم آتا کہ وہ ان باتوں پر بھی قادر ہو جو تم طلب کرتے ہو، (یعنی معجزات) (۵۵)

دلیل معجزہ کے سلسلے میں امام رازیؒ مطالب عالیہ میں فلاسفہ کے مختلف فرقوں کا تذکرہ کرتے ہوئے فرماتے ہیں۔

فالفرقة الأولى : الذين أنكروا وجود المعجزات ، قالوا : خرق العادات ممتنع في العقول[والفرقة الثانية. الذين سلموا امكان انخراق العادات ، الا أنهم قالوا : لم يوجد دليل يدل على أن الفاعل لتلك الأفعال الخارقة للعادات ، هو الله سبحانه. والفرقة]الثالثة . الذين قالوا : هب أن الدليل دل على أن فاعل تلك الخوارق هو الله تعالىٰ ، الا أنها- مع تسليم هذا الأصل - لا تدل على صدق المدعي للرسالة. والفرقة الرابعة. الذين قالوا : هب أن المعجز يدل على أنالله تعالىٰ صدق ذلك المدعي في دعواه ، لكن تصديق الله اياه فيدعواه . لا يدل على

كونه صادقاً، بدليل : أن القول بالخبر حق ، ومتى كان كذلك [وجب القطع بأن فاعل القبائح بأسرها هو الله ، ومتى كان كذالك] امتنع أن يقال : ان الفعل الفلاني : قبيح ، فيمتنع من الله تعالىٰ فعله ، واذا كان كذالك ، لم يقبح من الله تعالىٰ : تصديق الكاذب. والفرقة الخامسة من الطاعنين في المعجزات: الذين قالوا : هب أن المعجزات تدل على صدق المدعي ، الا أنا ما شاهدنا ظهور تلك المعجزات ، وانما الغاية القصوى : أن الناس أخبروا : أنها وقعت في الأزمنة الماضية ، الا أن الخبر لا يفيد العلم اليقيني . وانما القدر الممكن فيه : حصول الظن. لأن هذه المسألة مسألة يقينية. فبناء اثباتها على الطريق الذى لا يفيد الا الظن : يكون باطلاً فاسداً . فهذه الفرق الخمس هم الذين يطعنون في النبوات ، بواسطة الطعن في المعجزات. وأما الفرقة الخامسة من الطاعنين في النبوات : الذين قالوا : انه نقل عنهم أحوال لا يليق بالمحققين الاشتغال بها ، وذلك يوجب الطعن في كونهم رسلاًمن عند الله تعالىٰ. والفرقة السادسة : الذين قالوا : لو أرادا الله تعالىٰ ارسال الرسل ، لكان يجب أن يكون رسولا من الملائكة ، وأن يظهر عليه معجزات قاهرة متوالية وهذا القول حكاه الله تعالىٰ في القرآن مراراً متوالية كثيرة. (٥٦)

امام رازیؒ فرماتے ہیں فلاسفہ کے وہ فرقے جو منکرین معجزہ ہیں ان میں ایک فرقہ یہ کہتا ہے کہ ہمارے لئے نبوت کو پہچاننے کا صرف ایک ذریعہ یعنی معجزات ہیں لیکن معجزہ نبوت کی دلیل نہیں ہے۔ دوسرا گروہ معجزات سے انکار اس لئے کرتا ہے کہ ان کے نزدیک یہ عقلاً ناممکن ہے۔ وہ کہتے ہیں کہ کائنات میں اگرچہ خرق عادات واقعات ہوتے ہیں لیکن ہمارے لئے یہ معلوم کرنا کہ ان کا فاعل کون ہے ناممکن ہے۔ تیسرا گروہ یہ کہتا ہے کہ خرقِ عادات کا فاعل تو اللہ ہے لیکن مدعیٔ رسالت کے لئے معجزہ کیسے دلیل ہوسکتا ہے۔ چوتھا گروہ یہ کہتا ہے کہ ہم یہ مان لیتے ہیں کہ معجزہ سے اللہ نبیؐ کی نبوت کی تصدیق کر رہا ہے اور اس طرح نبی کی نبوت کی دلیل تو ہو رہی ہے لیکن یہ دعوٰی کی سچائی کی دلیل نہیں ہے۔ پانچویں فرقے کے نزدیک اگرچہ معجزات نبوت کی دلالت کرتے ہیں اور مدعی کی صداقت پیش کرتے ہیں لیکن چونکہ یہ ازمنہ ماضی میں ہوئے لہذا اب ان پر یقین کرنا اور معجزہ کو دلیل بنانا بے فائدہ ہے۔ اسلئے وہ کہتے ہیں کہ نبوت پر یقین معجزات کے حوالے سے ایک طرح طعن ہے۔ چھٹا فرقہ کہتا ہے کہ اگر اللہ چاہتا تو فرشتہ کو رسول بنا کر بھیج دیتا جیسا کہ قرآن میں اللہ نے خود یہ قول بیان کیا ہے۔ لہذا یہ فرقہ سرے سے معجزات سے انکار کرتا ہے۔ امام رازیؒ عجائبات قدرت اور خوارقِ فطرت کے سلسلے میں فرماتے ہیں:

عالم میں جو کچھ ہوتا ہے یا تو وہ کسی سبب مؤثر کی بنا پر ہوتا ہے، یا بلا سبب مؤثر کے ہوتا ہے اور دونوں صورتوں میں خرقِ عادت کو تسلیم کرنا پڑے گا، اگر یہ کہئے کہ یہ حوادث بلا سبب مؤثر کے وجود پذیر ہوتے ہیں، تو گویا آپ نے خرقِ عادت کو تسلیم کرلیا۔ پھر دنیا میں کوئی عجیب سی عجیب اور مستبعد سے مستبعد بات بھی ناممکن نہیں رہتی، اور اگر یہ کہئے کہ یہ سبب مؤثر کے نتائج ہیں تو دو حال سے خالی نہیں، یا یہ سبب مؤثر صاحب اختیار و ارادہ ہے، اور یہ تمام حوادث و تاثیرات اس کے ارادہ اور اختیار سے صادر ہوتے ہیں، یا وہ بے اختیار اور مسلوب الارادہ ہے، اور یہ حوادث و تاثیرات اُس سے اسی طرح بے ارادہ اور اضطرارانہ طبعی طور سے سرزد ہوتے ہیں، جس طرح سورج سے روشنی، آگ سے گرمی، برف سے ٹھنڈک، پہلی صورت میں معجزات اور خوارق کے صدور میں کوئی استحالہ نہیں، کیونکہ اس مدبّر اور مؤثر کا جب جیسا ارادہ ہو وہ شے اسی طرح واقع ہوگی، کوئی اس کا مانع نہیں، دوسری صورت میں ظاہر ہے کہ یہ تمام تاثیرات اس بے ارادہ مؤثر عالم سے زمانہ قدیم سے ایک ہی طور پر سرزد ہوتی چلی آتی ہیں۔ (۵۷)

امام رازیؒ اسباب وعلل کے سلسلے میں تفسیر کبیر میں **انزل من السماء ماء** کی تفسیر بیان کرتے ہوئے قرآن سے یہ ثابت کرتے ہیں کہ نظامِ کائنات میں تبدیلی سنت اللہ نہیں ہے۔ غرض جس قدر حقیقت طلبی اور غور رسی بڑھتی جاتی ہے، علل واسباب کا سلسلہ وسیع ہوجاتا ہے، یہاں تک

کہ بالآخر اس بات کا یقین ہو جاتا ہے کہ عالم میں جو کچھ ہوتا ہے وہ علت و معلول سبب و مسبب، شرط و مشروط، موثر اور موثر کے سلسلہ کے بغیر نہیں ہوتا۔ اسی سلسلہ اور نظام کا نام فطرت، سنۃ اللہ اور خلق اللہ ہے۔ (۵۸)

لا تبدیل لخلق اللہ (۵۹) ترجمہ: خدا کی خلقت میں تبدیلی نہیں۔

لن تجد لسنۃ اللہ تحویلاً - ولن تجد لسنۃ اللہ تبدیلاً (۶۰)

ترجمہ: خدا کی عادت میں تغیر نہیں۔ اور تم خدا کی عادت میں تبدیلی نہ پاؤ گے،

یعنی خرق عادات واقعات اسباب ہی کی وجہ سے رونما ہوتے ہیں اگر چہ وہ اسباب غیر معمولی نوعیت کے ہوتے ہیں، امام رازیؒ سورۂ اعراف میں حضرت موسیٰ کے عصا کے معجزے کا ذکر کرتے ہوئے تفسیر کبیر میں لکھتے ہیں:

﴿ فالقی عصاہ فاذا ھی ثعبان مبین ونزع یدہ فاذا ھی بیضاء للناظرین قال الملاء من قوم فرعون لساحر علیم یرید ان یخرجکم من ارضکم فما تامرون ﴾ اعلم ان فرعون لما طالب موسی علیہ السلام با قامۃ البینۃ علی صحۃ نبوتہ بین اللہ تعالیٰ أن معجزتہ کانت قلب العصالعبانا، واظھار الید البیضاء والکلام فی ھذہ الآیۃ یقع علی وجوہ (الاول) ان جماعۃالطبیعین ینکرون امکان انقلاب العصا ثعبانا وقالوا: الدلیل علی امتناعہ أن تجویز انقلاب العصا ثعبانا یوجب ارتفاع الوثوق عن العلوم الضرور یۃ وذلک باطل،وما یفضی الی باطل فھو باطل. انما قلنا: ان تجویزہ یوجب ارتفاع الوثوق عن العلوم الضروریۃ. وذلک لأ نالو جوزنا ان یتولد الثعبان العظیم من العصا الصغیرۃ لجوزناأیضا أن یتولدالانسان الشاب القوی عن التبنۃ الواحدۃ والحیۃ الواحدۃ من الشعیر ولوجوزذلک لجوز ناہ فی ھذا الانسان الذی نشاھدہ الآن أنہ انما حدث الآن دفعۃ واحدۃ لامن الأبوین، ولجوزنا فی زید الذی نشاھدہ الآن انہ لیس ھو زید الذی شاھدناہ بالأمس، بل ھو شخص آخر حدث الآن دفعۃ واحدۃ ،ومعلوم أن من فتح علی نفسہ أبواب ھذہ التجویزات فان جمھور العقلاء یحکمون علیہ بالخبل والعتہ والجنون ولا نالو جوزنا ذلک لجوزنا أن یقال: ان الجبال انقلبت ذھبا ومیاہ البحار انقلبت دما،ولجوزنا فی التراب الذی کان فی مزبلۃ البیت أنہ انقلب دقیقا، ولی الدقیق الذی کان فی البیت أنہ انقلب ترابا. وتجویز أمثال ھذہ الأشیاء مما یبطل العلوم الضروریۃ ویوجب دخول الانسان فی السفسطۃ ،وذلک باطل قطعا. فما یفضی الیہ کان أیضا باطلا فان قال قائل تجویزأمثال ھذہ الأاشیاء مختص بزمان دعوۃ الانبیاء، وھذا الزمان لیس کذلک فقد حصل الأمان فی ھذا الزمان عن تجویز ھذہ الأحوال . (۶۱)

جب فرعون نے حضرت موسیٰؑ سے معجزہ کا مطالبہ کیا تو اللہ تعالیٰ نے حضرت موسیٰؑ کو دو معجزات عطا فرمائے۔ ایک یہ کہ آپؑ کے عصا کا اژدہا بن جانا اور دوسرے جب آپؑ اپنا ہاتھ باہر نکالتے تو چمکدار ہو جاتا۔ ان معجزات کے سلسلے میں امام رازی ماہرین طبیعات کے قول کی وضاحت کرتے ہوئے فرماتے ہیں کہ ماہرین طبیعات یہ نہیں مانتے کہ لاٹھی اژدہا بن جائے وہ کہتے ہیں کہ اگر ہم اس بات کو مان لیں کہ لاٹھی اژدہا بن گئی تو ہمارا علوم ضروریہ سے اعتبار اٹھ جائے گا اور تمام سائنسی حقائق، تجربات اور سائنسی علوم بے کار ہو جائیں گے اور ساتھ ہی تمام علوم ضروریہ بیکار ہو جائیں گے۔ امام رازی اس سلسلے میں جمہور علماء کے حوالے سے لکھتے ہیں ان کے نزدیک یہ تمام چیزیں شعبدہ بازی ہیں دلائل کے خلاف ہیں۔ امام رازی ماہرین طبیعات اور علماء کے اعتراضات کے جواب میں فرماتے ہیں:

نمبر۱ : امام رازی کہتے ہیں کہ اگر کسی واقعہ کو ہم قوانین فطرت اور گہری دلیلوں تک نہیں جانتے اس لئے اس واقعہ کو باطل نہیں کہا جا سکتا۔ واقعہ تو رونما ہوا ہے، اس کے وقوع سے انکار نہیں کیا جا سکتا لیکن چونکہ عقلاء اور فلاسفہ اس سے واقف نہیں ہیں اسلئے وہ اسے نہیں مانتے۔

نمبر۲:   امام رازی اعتراض کے جواب میں دوسری بات یہ کہتے ہیں اللہ کے لئے یہ ممکن ہے کہ عصا کا سانپ بنادے یا ایک انسان کو فنا کردے اور اس جیسا دوسرا انسان پیدا کردے۔

نمبر۳:   امام صاحب کہتے ہیں کہ قلب ماہیت کے لئے علماء کے تین قول ہیں، ایک قول یہ ہے کہ یہ سب ہوسکتا ہے کیونکہ دنیا کی تمام چیزیں عدم سے وجود میں آسکتی ہیں تو جو چیز موجود ہے اس کی شکل تبدیل کیوں نہیں ہوسکتی یہ اہل سنت کا قول ہے۔ دوسرا قول ماہرین طبیعات کا ہے کہ "یہ بالکل ممکن نہیں ہے" وہ کہتے ہیں کہ اگر ہم اسے مان لیں تو ہم جہالت کے اندھیروں میں چلے جائیں گے اور ہمیں کسی چیز پر یقین نہیں ہوگا۔

تیسرا قول فلاسفہ کا ہے یہ روشن خیال طبقہ معتزلہ کا ہے جو درمیانی راہ اختیار کرتا ہے انکا قول یہ ہے کہ خوارق عادت کام ہو بھی سکتے ہیں اور نہیں بھی یہ طبقہ جوہر اور عرض کی بحث کرتے ہوئے کہتا ہے کہ عرض یا صفت کسی چیز کی محتاج ہے۔ معتزلہ کے قول کیلئے امام رازی فرماتے ہیں کہ یہ معجزوں کو معجزانہ انداز میں نہیں مانتے بلکہ وہ کہتے ہیں کہ یہ ہو بھی سکتا ہے اور نہیں بھی ہوسکتا۔ امام رازی ان کے قول کو بے دلیل کہتے ہیں۔

معتزلہ جیسا کہ امام رازی نے تفسیر کبیر میں لکھا ہے، کہیں خرق عادت کا اقرار کرتے ہیں اور کہیں انکار، اشاعرہ کے نزدیک چونکہ مذہب کو خرق عادات کے اقرار سے چارہ نہ تھا اور نہ اس کا کوئی قاعدہ معین قرار پاسکتا تھا کہ فلاں قسم کا خرق عادت ممکن ہے اور فلاں قسم کا نہیں۔ اس لئے انہوں نے علت و معلول کے سلسلہ ہی سے انکار کیا، ان کے نزدیک نہ کسی چیز میں کوئی تاثیر ہے نہ کوئی چیز کسی چیز کی علت ہے۔ (۶۲)

حضرت موسیٰ کے عصا کے معجزہ کے ذکر میں انقلاب عادت کا ذکر کرتے ہوئے امام صاحب فرماتے ہیں:

و اعلم أن القول بتجويز انقلاب العادات عن مجاريها صعب مشكل، والعقلاء اضطربوا فيه وحصل لأ هل العلم فيه ثلاثة أقوال. (القول الأول) قول من يجوز ذلک علی الاطلاق وهو قول أصحابنا، وذلک لأنهم جوزو ا تولد الانسان وسائر انواع الحيوان والنبات دفعة واحدة من غير سابقة مادة ولا مدة ولا أصل ولا تربية .وجوزوافی الجوهر الفردأن يكون حيا عالما قادراً عاقلا قاهرا من غير حصول بنيتولا مزاج ولا رطوبة ولا تر كيب ،وجوزو ا فی الاعمی الذی يكون بالأندلس ان يبصر فی ظلمة الليل البقعةالتی تكون بأقصی المشرق، مع أن الانسان الذی يكون سليم البصر لا يری الشمس الطالعة فی ضياء النهار، فهذا هو قول أصحابنا. (والقول الثانی) قول الفلاسفة الطبيعيين وهو أن ذلک ممتنع علی الاطلاق، وزعموا أنه لا يجوز حدوث هذه الاشياء ودخولها الوجود الاعلی هذا الوجه المخصوص والطريق المعين . (۶۳)

اعلم ان القول بتجويز الانقلاب العادات عن مجاريها صعب مشكل والعقلاء اضطربوا فيه

ترجمہ: جاننا چاہئے کہ انقلاب عادت کا قائل ہونا صعب اور مشکل ہے، اور ارباب عقل، اس میں مضطرب ہیں۔

اس کے بعد امام صاحب نے اس مسئلہ کے متعلق تین قول نقل کئے ہیں:

۱۔   شاعرہ کے نزدیک ہر قسم کے خرق عادت عموماً ممکن ہیں یہاں تک کہ یہ بھی ممکن ہے کہ ایک جزء لا یتجزی دفعۃً عالم اور عاقل بن جائے یا یہ کہ ایک اندھا جو اندلس میں بیٹھا ہوا ہے چین کے کسی گاؤں کو دیکھ لے۔

۲۔   حکمائے طبعیین کے نزدیک بالکل ناممکن ہے۔

۳۔   معتزلہ کے نزدیک بعض مخصوص صورتوں کے سوا ناممکن ہے۔ (۶۴)

من قال: المراد بالثعبان وباليد البيضاء شیء واحد، وهو أن حجة موسٰی عليه السلام كانت قوية ظاهرة قاهرة فتلک الحجة من حيث انهاأبطلت أقوال المخالفين وأظهرت فسادها كانت كالثعبان العظيم الذی يتلقف

حجج المبطلين ،ومن حيث كانت ظاهرة فی نفسها ،وصفت باليد البيضاء ،كما يقال فی العرف: لفلان يد بيضاء فی العلم الفلانی .أی قوة كاملة ومرتبة ظاهرة. واعلم أن حمل هذين المعجزين. (٦٥)

تفسیر کبیر میں سورہ اعراف کی تفسیر میں امام رازی حضرت موسیٰؑ کے معجزے عصا اور ید بیضاء کی خصوصیات بیان کرتے ہوئے فرماتے ہیں کہ مخالفین کا یہ قول ہے کہ "ید بیضاء صرف قوت کاملہ ہے" یہ بے دلیل قول ہے۔ معجزے کی نوعیت کا ذکر کرتے ہوئے فرماتے ہیں:

انه تعالیٰ يجعل معجزة كل نبی من جنس ما كان غالبا علی اهل ذلك الزمان (٦٦)

امام صاحب فرماتے ہیں نبیؑ کو وہ معجزہ عطا کیا جاتا ہے جس کا معاشرہ میں غلبہ ہوتا ہے۔

لم خص موسی وعيسی من بين الانبياء بالذكر وهل يدل ذلك علی انهما افضل من غيرهما والجواب سبب التخصيص ان معجزاتهما أبهر وأقوی من معجزات غيرهما وأيضا فامتهما موجودون حاضرون فی هذا الزمان وأمم سائر الانبياء ليسوا موجودين فتخصيصهما بالذكر تنبيه علی الطعن فی أمتهما كانه قبل هذا ان الرسولان مع علو درجتهما و كثرة معجزاتهما لم يحصل الانقياد من أمتهما بل نازعوا وخالفوا وعن الواجب عليهم فی طاعتهما أعرضوا . (٦٧)

امام رازی سورہ بقرہ کی تفسیر میں حضرت موسیٰؑ اور حضرت عیسیٰؑ کے معجزات کا ذکر کرتے ہوئے فرماتے ہیں کہ ان دونوں انبیاءؑ ہی کو کیوں اتنے زیادہ معجزات عطا کیے گئے کیا یہ افضل ہیں جواب میں فرماتے ہیں کہ قرآن مجید میں حضرت موسیٰؑ اور حضرت عیسیٰؑ کے معجزات کا ذکر اس لئے کثرت سے ملتا ہے کہ اسکی ایک وجہ تو یہ ہے کہ ان کو جو معجزات عطا کیے گئے وہ زیادہ قوی اور واضح تھے اور قرآن میں ان کے ذکر کا مقصد یہ بھی تھا کہ جب قرآن کا نزول ہوا اس وقت ان دونوں انبیاءؑ کی امتیں موجود تھیں۔ دوسرا مقصد ان کی امتوں کو تنبیہ کرنا اور یہ باور کرانا کہ ان کے انبیاءؑ پر ایسے قوی معجزات ظاہر ہوئے لیکن اس کے باوجود یہ نافرمان قومیں ہدایت حاصل نہ کر سکیں۔ معجزہ اور سحر کی بحث میں امام رازی تفسیر کبیر میں قصہ ہاروت ماروت کی تفسیر بیان کرتے ہوئے فرماتے ہیں:

ان السحرة كثرت فی ذلك الزمان واستبطت ابوابا غريبه فی السحر و كانوا يدعون النبوة ويتحدون الناس بها فبعث الله تعالیٰ هذين الملكين لا اجل ان يعلما الناس ابواب السحر حتی يتمكنوا من معارضة اولئك الذين كانوا يدعون النبوة كذبا ولا شك أن هذا من أحسن الاغراض والمقاصد، " وثانيها " أن العلم بكون المعجزة مخالفة للسحر متوقف علی العلم بماهية المعجزة وبماهية السحروالناس كانوا جاهلين بماهية السحر فلا جرم تعذرت عليهم معرفة حقيقة المعجزة فبعث الله هذين الملكين لتعريف ماهية السحر لاجل هذا الغرض، وثالثها: لا يمتنع أن يقال السحر الذی يوقع الفرقة بين أعداء الله والألفقبين أولياء الله كان مباحا عندهم أو مندوباً فالله تعالی بعث الملكين لتعليم السحر لهذا الغرض (٦٨)

امام صاحب فرماتے ہیں کہ اللہ تعالیٰ نے ہاروت ماروت کو جادو کے ذریعے جھوٹی نبوت کا دعویٰ کرنے والوں کے معارضے کے لئے اور معجزہ اور جادو کا فرق ظاہر کرنے کے لئے بھیجا تھا۔ معجزہ اور سحر کے استدلال میں فرماتے ہیں:

الاستدلال بالمعجزات علی النبوات لأنالو جوزنا استحداث الخوارق بواسطة تمزيج القوی السماوية بالقوی الارضية لم يمكنا القطع بان هذه الخوارق التی ظهرت علی ايدی الانبياء عليهم السلام صدرت عن الله تعالیٰ بل يجوز فيها انهم اتوابها من طريق السحر وحينئذ يبطل القول بالنبوت من كل الوجوه (٦٩)

امام رازی کہتے ہیں کہ اگر غیر اللہ کو معجزہ پر قادر مان لیں تو معجزات کو سحر سمجھنے کا جواز پیدا ہو جائے گا جبکہ معجزہ خالصتاً فعلِ خداوندی ہے۔ قرآن مجید کے حوالے سے امام رازی تفسیر کبیر میں فرماتے ہیں:

وكذالك انزلنا اليك ثم ذكر الجامع وهو المعجزةفقال ما علم كون تلك الكتب منزلة الا بالمعجزة وهذا القرآن ممن لم يكتب ولم يقرأ عين المعجزة فيعرف كونه منزلا☆ وقوله تعالىٰ ﴿ اذا لا رتاب المبطلون ﴾فيه معنى لطيف وهو ان النبى اذا كان قارئاكاتباما كان يوجب كون هذا الكلام كلامه فان جميع كتبة الارض وقرائها لا يقدرون عليه لكن على ذلك التقدير يكون للمبطل وجه ارتياب وعلى ماهو عليه لا وجه لارتيابه فهو ادخل فى الابطال وهذا كقوله تعالىٰ وان كنتم فى ريب مما انزلنا على عبدنا فأتوا بسورة من مثله اى من مثل محمد عليه السلام وكقوله الم ذلك الكتاب لا ريب فيه☆ ثم قال تعالىٰ ﴿ بل هو آيات بينات فى صدور الذين اوتوا العلم ﴾ (۷۰)

آپ فرماتے ہیں قرآن مجید حضرت محمد ﷺ کا ایک مکمل جامع معجزہ ہے جیسا کہ اللہ تعالیٰ نے خود فرمایا کہ اگر تمہیں اس کلام میں شک ہے تو اس جیسی ایک سورۃ ہی بنالاؤ۔اللہ تعالیٰ کا یہ قول ہی قرآن مجید کے معجزہ ہونے کی سب سے بڑی دلیل ہے۔

امام ابن تیمیہ:

ابن تيميه : تقي الدين ابو العباس احمد بن شهاب الدين عبد الحليم بن مجد الدين عبدالسلام ابن عبد الله بن محمد بن الخضر ابن على بن عبدالله بن تيمية الحرّانى الحنبلى۔

ایک عرب عالم دین اور فقیہ، جو دمشق کے قریب حران میں دوشنبہ کے روز ۱۰ ربیع الاول ۶۶۱ھ / ۲۳ جنوری ۱۲۶۳ء کو پیدا ہوئے۔ آپ کے خاندان میں سات آٹھ پشت سے درس و تدریس کا سلسلہ چلا آ تا تھا اور سب لوگ علم وفن میں ممتاز گزرے ہیں۔ (۷۱)

امام ابن تیمیہ معجزات انبیاء علیہ السلام کے لئے اس بات پر خاص زور دیتے ہیں کہ معجزہ کے بجائے "آیت" کا لفظ اصل قرآنی اصطلاح ہے اور معجزات کے لئے زیادہ صحیح تعبیر "آیات" ہی سے ہوتی ہے۔

وان كان اسم المعجزة يعم كل خارق للعادة فى اللغة وعرف الائمة المتقدمين كالا مام أحمد بن حنبل وغيره . ويسمونها : الآيات . لكن كثير من المتأخرين يفرق فى اللفظ بينهما ، فيجعل المعجزة للنبى، والكرامة للولى . وجماعهماالامر الخارق للعادة. (۷۲)

ترجمہ: لغت میں تمام خرق عادات کا نام معجزہ ہے۔آئمہ متقدمین جیسے احمد بن حنبل وغیرہ نے معجزہ وکرامت کی یہی تعریف کی ہے،اوران کو آیات کا نام دیا ہے،لیکن آئمہ متاخرین نے ان دونوں الفاظ یعنی معجزہ اور کرامت میں فرق کیا ہے۔پس انھوں نے بتایا کہ معجزہ نبی کے لئے ہے اور کرامت ولی کے لئے اور یہ دونوں امور خرق عادت ہیں۔

معجزات کے حوالے سے بحث کرتے ہوئے امام ابن تیمیہ علم،قدرت اور غنیٰ ان تینوں چیزوں کے درجۂ کمال کا ذکر کرتے ہیں اور فرماتے ہیں کہ ان تینوں چیزوں پر درجہ کمال تک سوائے اللہ وحدہٗ لاشریک کی ذات کے کوئی نہیں پہنچ سکتا۔

وهذه الثلاثة لا تصلح على وجه الكمال الا الله وحده، فانه الذى أحاط بكل شىء علما ، وهو على كل شىء قدير ، وهو غنى عن العالمين. (۷۳)

ترجمہ: اوران تینوں چیزوں کے درجۂ کمال تک سوائے اللہ وحدہٗ کے کوئی نہیں پہنچ سکتا پس اس (اللہ) نے ہر چیز کے علم پر احاطہ کیا ہوا ہے اور وہ ہر چیز پر قادر ہے اور وہی مستغنی ہے تمام عالموں پر۔

امام ابن تیمیہ لکھتے ہیں کہ اللہ تعالیٰ نے انبیاء علیہ السلام کو ان تینوں چیزوں کی کاملیت کے دعویٰ سے بری فرمایا ہے۔

وقدامر الرسول ﷺ أن يبرأ من دعوى هذه الثلاثة بقوله ﴿ قل لا أقول لكم عندى خزائن الله ،

ولا أعلم الغيب ، ولا أقول لكم انی ملک ، ان أتبع الا ما یوحی الی ﴾ (۷۴)

ترجمہ: اور حکم دیا رسول ﷺ کو کہ وہ بری ہیں ان تینوں چیزوں کے دعویٰ سے فرمایا اس (اللہ) نے کہ کہہ دیجئے کہ میں نہیں کہتا اللہ کے خزانوں کے بارے میں اور نہیں ہے مجھے علم غیب کا اور نہیں کہتا میں فرشتہ ہوں۔ بے شک میں اتباع کرتا ہوں اسکی جو وحی کی جاتی ہے اس (اللہ) کی طرف سے۔

امام صاحب خرق عادت کے سلسلے میں بحث کرتے ہوئے فرماتے ہیں کہ کشف خوارق کا دروازہ ہے۔

فما كان من الخوارق من باب العلم، فتارة بأن يسمع العبد مالا يسمعه غيره، وتارة بأن يرى مالا يراه غيره يقظة ومناما ، وتارة بأن يعلم مالا يعلم غيره وحياً والهاما، أو انزال علم ضروری ، أو فراسة صادقة (۷۵)

''کشف، خوارق کا دروازہ ہے، یعنی کوئی شخص ایسی بات سن لے یا معلوم کرلے، جو دوسرے عام لوگوں کی دسترس سے باہر ہیں یا سوتے جاگتے ہیں یعنی بہ حالت بیداری یا بہ عالمِ خواب ایسی باتیں دیکھ لے جو دوسرے لوگوں کو نہیں دکھائی دیتیں یا ایسی باتیں وحی، الہام، علم ضروری یا فراستِ صادقہ سے حاصل کرلے، جن کا دوسروں کو علم نہیں!''۔ (۷۶)

خرق عادت کے سلسلے میں کشف، مشاہدات، مکاشفات اور مخاطبات تین چیزیں ہیں پس جن چیزوں کا سننے سے تعلق ہے وہ مخاطبات کہلائیں گی جنکا تعلق دیکھنے سے ہے وہ مشاہدات اور علم کو مکاشفہ کہیں گے۔ مجموعی طور پر ان تمام چیزوں کو کشف و مکاشفہ کہتے ہیں۔ یعنی جس شخص سے خرق عادت صادر ہوتے ہیں گویا اس کے لئے ان تمام چیزوں کو کھول کر رکھ دیا گیا۔

وما كان من باب القدرة فهو التأثير، وقد يكون همة وصدقا ودعوة مجابة، وقد يكون من فعل الله الذى لا تأثير له فيه بحال، مثل هلاک عدوه بغير أثر منه. (۷۷)

قدرت کا تعلق تاثیر پیدا کرنے سے ہے اسکی صورت قابل ہمت کام، بات کا سچ ہونا اور مقبول دعا سے ہے۔ یہ تمام کام اللہ کے کرنے سے ہوتے ہیں کسی دوسرے کا اس میں کوئی کردار نہیں ہوتا جیسے دشمن کو ہلاک کرنے میں اس کا (جس نے دعا کی) کوئی تعلق نہیں ہوتا۔ ابن تیمیہ اس بات کو مانتے ہیں کہ اللہ تعالیٰ نے بعض لوگوں کو کرامت سے نوازا ہے۔ اور ان لوگوں سے خرق عادت امور ظاہر ہوتے ہیں۔

وان كان خرق عادة فی ذلک الغیر، فمعجزات الانبياء واعلامهم ودلائل نبوتهم تدخل فی ذلک. (۷۸)

یہ خوارق انبیاء میں اور دوسرے لوگوں میں عام ہیں، لیکن خوارق کی جو قسم معجزات پر مشتمل ہے، وہ صرف انبیاء کے ہاتھوں ظہور میں آتی ہے۔ وہ بھی کھلی ہوئی نشانیوں اور پوری تحدّی کے ساتھ اور یہ خوارق (معجزات انبیاء) صرف خیر اور نفع رسانی خلق کے لئے ہوتے ہیں، کیونکہ انہی سے رسول کی رسالت کا اثبات ہوتا ہے۔ (۷۹)

انبیاء علیہ السلام کے علاوہ دوسرے لوگوں سے جو خوارق عادت امور ظہور میں آتے ہیں، امام ابن تیمیہ انھیں تین اقسام میں منقسم کرتے ہیں:

فتخلص ان الخارق ثلاثة أقسام : محمود فی الدین، ومذموم فی الدین، ومباح لا محمود ولا مذموم فی الدين. فان كان المباح فيه منفعة كان نعمة وان لم يكن فيه منفعة كان كسائر المباحات التى لا منفعة فيها كاللعب والعبث . (۸۰)

اس سے ثابت ہوا کہ خوارق دینی حیثیت سے محمود بھی ہوتے ہیں اور مذموم بھی اور ایسے بھی جو نہ محمود ہوتے ہیں نہ مذموم، بلکہ مباح ہوتے ہیں۔ یہ اگر منفعت خلق کے حامل ہوتے ہیں تو انہیں کرامت سے موسوم کیا جاتا ہے۔ (۸۱)

انبیاء علیہ السلام کے علاوہ دوسرے لوگوں سے جو خوارق ظہور میں آتے ہیں امام ابن تیمیہ اس سلسلے میں مزید فرماتے ہیں:

الخارق كشفا كان أو تأثيراً ان حصل به فائدة مطلوبة فی الدين كان من الاعمال الصالحة المأمور بها دينا

و شرعا، اما واجب واما مستحب. وان حصل به أمر مباح كان من نعم الله الدنيوية التى تقتضى شكراً، وان كان على وجه يتضمن ما هو منهى عنه نهى تحريم او نهى تنزيه كان سببا للعذاب او البغض. (۸۲)

۱) خوارق عادت سے اگر کوئی دینی فائدہ ہوتا ہے تو ان کا شمار اعمال صالحہ میں ہوگا۔

۲) اگر خوارق عادت سے کوئی امر مباح وجود میں آتا ہے تو ان کا شمار دنیاوی نعمتوں میں ہوگا جن کا شکر واجب ہے۔

۳) اور اگر خوارق عادت سے کوئی ایسی بات وجود میں آتی ہے جو نھی تحریمی یا غیر نھی کی مورد ہو تو وہ عذاب اور خدا کی خفگی کا سبب ہوگا۔ (۸۳)

امام ابن تیمیہ کے نزدیک صاحب کرامت کی بہ نسبت وہ شخص افضل ہے جو راہ راست پر استقامت سے قائم رہتا ہے وہ اس سلسلے میں ابوعلی الجوزی کے اس قول کو اپنی تحریر میں نقل فرماتے ہیں:

قال ابو علی الجوز جانی : کن طالبا للاستقامة لا طالبا للکرامة، فان نفسک منجبلةعلی طلب الکرامة، وربک یطلب منک الا ستقامة. (۸۴)

استقامت کا طالب بن کرامت کا طالب نہ بن، تیرا نفس تجھ سے کرامت طلب کرتا ہے اور تیرا رب تجھ سے استقامت کا طالب ہے! (۸۵)

امام ابن تیمیہ کے نزدیک ولی سے خرق عادت امور کا صادر ہونا لازم نہیں ہے۔ وہ فرماتے ہیں:

ولایت اور خارق عادت لازم و ملزوم نہیں ہیں۔ یہ بات بالکل ممکن ہے کہ ایک شخص ولی اللہ ہو، لیکن حامل خوارق نہ ہو، کیونکہ امور خارقہ ایسے شخص کے ہاتھوں بھی سرزد ہو سکتے ہیں جو خدا کا مطیع نہ ہو اور مرتبہ ولایت پر فائز نہ ہو۔ (۸۶)

اس سلسلے میں اہم اور بنیادی بات یہ ہے کہ اللہ تعالیٰ کے نزدیک ولایت الٰہی کی صفت تقویٰ اور ایمان ہے۔ جیسا کہ اللہ تعالیٰ قرآن مجید میں ارشاد فرماتے ہیں: **الا ان اولیآء اللّٰہ لا خوف علیھم ولا ھم یحزنون o** (۸۷)

ترجمہ: معلوم کر لو اولیاء اللہ پر نہ کسی قسم کا خوف ہوگا اور نہ وہ ہراساں ہوں گے۔

معجزات وآیات کے سلسلے میں امام ابن تیمیہ صرف ان معجزات پر اکتفاء نہیں کرتے جو سیرت انبیاء علیہ السلام کی کتب میں مذکور ہیں بلکہ آیات و دلائل نبوت کے دائرہ کو امام صاحب نے اتنی وسعت دی ہے کہ اس میں سیرت نبوی ﷺ کے ہر پہلو کو شامل کر لیا ہے۔ جو اہل بصیرت اور منصف المزاج لوگوں کی نظر میں نبوت محمدی ﷺ کے لئے سب سے بڑی دلیل، حجت اور برحان ہے۔ وہ فرماتے ہیں:

وسیرة الرسول ﷺ، من آیاته واخلاقه واقواله وأفعاله وشریعته، من آیاته، وأمته من آیاته، و علم أمته ودینهم، من آیاته، وکرامات صالح أمته من آیاته. (۸۸)

رسول اللہ ﷺ کی سیرت، آپ ﷺ کے اخلاق اور اقوال وافعال بھی آپ ﷺ کا معجزہ ہیں۔ آپ ﷺ کی شریعت بھی آپ ﷺ کا ایک مستقل معجزہ ہے۔ اور آپ ﷺ کی امت اور آپ ﷺ کی امت کا علم اور ان کی دینداری اور ان کی زندگی بھی آپ ﷺ کا ایک معجزہ ہے۔ آپ ﷺ کی امت کے صالحین کی کرامات بھی آپ ﷺ کا ایک معجزہ ہے۔ امام ابن تیمیہ مزید فرماتے ہیں کہ آپ ﷺ کی حیات طیبہ کا جائزہ لینے اور پڑھنے کے بعد یہ اذعان پیدا ہو جاتا ہے کہ آپ ﷺ پیغمبر صادق، موید من اللہ اور رسول برحق ہیں۔ امام ابن تیمیہ لکھتے ہیں:

حتی ظهرت الدعوة جمیع أرض العرب التی کانت مملوءة من عباد قالأوثان، ومن أخبار الکهان، وطاعة المخلوق فی الکفر بالخالق، وسفک الدماء المحرمة، وقطیعة الأرحام، لا یعرفون آخرةً ولا معاداً، فصاروا أعلم أهل الأرض، وأدینهم، وأعدلهم، وأفضلهم. حتی ان النصاری لما رأوهم- حین قدموا الشام - قالوا: ما کان قالوا: ما کان الذین صحبوا المسیح بأفضل من هؤلا. وهذه آثار علمهم وعملهم فی الأرض وآثار غیرهم، یعرف العقلاء فرق ما بین الأمرین. (۸۹)

اسلام کی دعوت تمام سرزمین عرب پر چھا گئی، وہ اس سے پہلے بتوں کی پرستش، کاہنوں کی اطلاعات، خالق کے انکار اور مخلوق کی اطاعت، خونریزی اور قطع رحمی سے معمور تھی۔ نہ کسی کو آخرت کا علم تھا اور نہ زندگی بعد الممات سے واقف تھے، یہ جاہل و کندہ ناتراش آپ ﷺ کی تعلیم کے فیض سے روئے زمین کے سب سے بڑے عالم، سب سے بڑے دیندار، سب سے بڑے عابد اور سب سے بڑے فاضل بن گئے۔ عیسائیوں نے ان صحابہ کرام کو جب شام میں دیکھا تو انھوں نے کہا کہ سچی بات یہ ہے کہ مسیح کے حواری ان لوگوں سے افضل نہ تھے۔ یہ ان کے علم اور عمل کی یادگاریں ہیں جو تمام دنیا میں درخشاں ہیں۔ ان کے مقابلہ میں دوسری قوموں کی یادگاریں اور آثار دیکھو اہلِ عقل کو دونوں میں زمین وآسمان کا فرق معلوم ہوگا۔ امام ابن تیمیہ کے بیان کے مطابق شریعتِ محمدی ﷺ کی کاملیت آپ ﷺ کا ایک کھلا معجزہ ہے۔ امام صاحب شریعت محمدی کی کاملیت کا ذکر کرتے ہوئے لکھتے ہیں:

ويشـرع الشـريـعة شيـئـاً بعدشيء ، حتى أكمل الله دينه الذى بعث به ، وجاء ت شريعته أكمل شريعة، لم يبق معروف تعرف القول أنه معروف الا أمر به، ولا منكر تعرف العقول أنه منكر الا نهى عنه، لم يأمر بشيء فقيل : ليتـه لـم يأمر به، ولا نهى عن شيء فقيل:ليته لم ينه عنه، وأحل الطيبات، لم يحرم شيئاً منها كا حرم فى شرع غيـره، وحرم الخبائث لم يجعل منها شيئاً كا استحله غيره. وجمع محاسن ما عليه الأمم ، فلا يذكر فى التوراة ، والانـجيـل، والزبور، نوع من الخبر عن الله وعن ملائكته وعن اليوم الآخر، الا وقد جاء به على أكمل وجه، وأخبر باشياء ليست فى هذه الكتب. (۹۰)

" آپ ﷺ کی شریعت مکمل ترین شریعت ہے کوئی ایسی معقول اور بھلی بات نہیں جو عقلی طور پر تو معقول اور قابلِ تحسین ہو اور آپ ﷺ نے اس کا حکم نہ دیا ہو اور کوئی ایسی نامناسب اور بری بات نہیں جسے عقل تو نامناسب اور برا سمجھتی ہو آپ ﷺ نے اس سے نہ روکا ہو۔ آپ ﷺ نے کسی ایسی بات کا حکم نہیں دیا جس کے لئے یہ کہا جائے کہ کاش آپ ﷺ اس کا حکم نہ دیتے اور نہ ہی کسی ایسی بات سے روکا جس کیلئے یہ کہا جائے کہ کاش آپ ﷺ اس بات کی ممانعت نہ کرتے۔ آپ ﷺ نے تمام طیب اور ستھری چیزوں کو حلال کیا اور ان میں سے کسی کو حرام نہیں کیا جیسا کہ بعض شریعتوں میں حرام کیا گیا تھا اور تمام گندی اور ناپاک چیزوں کو حرام کیا ان میں سے کسی چیز کو حلال نہیں کیا جیسا کہ بعض شریعتوں میں حلال ہوئیں۔ دنیا کی تمام قوموں میں جتنی خوبیاں اور محاسن ہیں اس شریعت میں وہ سب مجتمع ہیں۔ توراۃ انجیل اور زبور میں اللہ، اسکے فرشتوں اور یوم آخرت سے متعلق جو اطلاعات ہیں وہ مکمل طور پر قرآن میں اور آپ ﷺ کی شریعت میں آگئی ہیں، اور کچھ ایسی چیزوں کی بھی اطلاع دی گئی ہے جن کا ان کتابوں میں ذکر نہیں ہے۔"

آنحضرت ﷺ کی نبوت کو دلائلِ معجزات سے امام ابن تیمیہ جس طرح ثابت کرتے ہیں۔ وہ ان کے اس بیان سے واضح ہو جاتا ہے:

وعـلـى كـل قـول فـالناس متفقون على أن من أرسله الله وأقام الآيات على صدقة فيما يبلغه عن الله : لم يكن ما يبلغه عنه الا حقا. والا كانت الآيات الدالة على صدقة دلت على صدق من ليس بصادق، وبطلان مدلول الأدلة اليقينية ممتنع. والصدق الذى هو مدلول آيات الأنبياء وبراهينهم هو أن يكون خبره عن الله مطابقاً لمخبره، لا يـخـالـفـه عمداً ولا خطأ ، ولو قال قائل : أنا لا أسمى الخطأ كذبا، أو قال : ان المخطى ، لا الم عليه فى خطابه، قيـل لـه : هذا لا ينفع هنا ؛ فان الآيات دلت على أن الله أرسله ليبلغ عنه رسالته، والله لا يرسل من يعلم أنه يخبر عنـه بـخلاف ما قال له، كما لا يجوز ارسال من يتعمد عليه الكذب، بل الواحد من الناس لا يرسل من يعلم أنه يـبـلـغ خـلاف مـا أرسـلـه به، ولو علم أنه يقول عليه ما لم يقل وأرسله مع ذلك ، لكان جاهلا سفيها، ليس بعليم حـكـيـم. فـكـيف يـجـوز ذلک عـلـى أعـلـم الـعـالـمـين، وأحـكـم الـحـاكـمـين ؟ (۹۱)

امام ابن تیمیہ واضح اور مدلل انداز میں یہ ثابت کرتے ہیں کہ کوئی شخص جو نبوت کے مفہوم سے آشنا ہے اور نبوت پر یقین رکھتا ہے اور کسی بھی نبی کا کلمہ گو ہے اس کے لئے نبوت محمدی ﷺ سے انکار ناممکن ہے۔ کیونکہ دوسرے انبیاء علیہ السلام کی نبوت کو ثابت کرنے کیلئے جو دلائل اور ثبوت پیش کئے جاسکتے ہیں وہی تمام دلائل اور ثبوت آنحضرت ﷺ کی نبوت کو بطریق احسن اور اولیٰ درجہ پر ثابت کرتے ہیں۔ امام صاحب لکھتے ہیں کہ اگر کوئی یہ کہے کہ انبیاء علیہ السلام کی نبوت معجزات سے ثابت ہوتی ہے تو آنحضرت ﷺ کے معجزات کہیں زیادہ عظیم ہیں اور ایسے تواتر سے ثابت ہیں کہ کسی اور نبی" کے معجزات اس تواتر سے ثابت نہیں۔ اسی طرح آپ ﷺ کی لائی ہوئی کتاب دوسرے صحیفوں سے زیادہ مکمل، آپ ﷺ کی امت دوسرے پیغمبروں کی امتوں سے زیادہ بہتر اور برتر ہے۔ آپ ﷺ کے دین کے احکام اور قوانین سب شریعتوں سے اعلیٰ اور فائق ہیں۔ آپ ﷺ کی نبوت کی تکذیب سے تمام نبوتوں کی تکذیب لازم آتی ہے اور کسی ایک پیغمبر کی نبوت کا ثابت ہونا بھی مشکل ہو جاتا ہے۔ اس کے ثبوت میں امام ابن تیمیہ آنحضرت ﷺ کا یہ فرمان تحریر کرتے ہیں:

كان النبى ﷺ يبعث الى قومه خاصة وبعث الىٰ الناس عامة

ترجمہ: پہلے پیغمبر اپنی قوم کی طرف مخصوص بھیجے جاتے تھے اور میں تمام لوگوں کی طرف مبعوث ہوا ہوں۔

جیسا کہ اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے: **قل يا يهاالناس انى رسول الله اليكم جميعاً الذى لهٗ ملك السمٰوٰت والارض (۹۲)**

ترجمہ: کہہ دیجئے اے لوگو! میں تم سب کی طرف اللہ کا پیغمبر ہوں جس کی آسمانوں اور زمینوں پر سلطنت ہے۔

ابن مسکویہ:

(ابن) مسکویہ : ابو علی احمد بن محمد بن یعقوب مسکویہ الرازی (۳۳۰ تا ۴۲۱ھ/۹۴۲ء تا ۱۰۳۰ء)، ایک بہت بڑا ادیب، مؤرخ، اور فلسفی مستشرقین میں تو بالخصوص وہ ابن مسکویہ کے نام سے مشہور ہے۔ (۹۳)

نبوت کے سلسلے میں ابن مسکویہ کا نظریہ یہ ہے کہ: "ابن مسکویہ نے نبی اور فلسفی میں فرق کیا ہے۔ وہ نبی کو فلسفی سے افضل سمجھتا ہے [اس سلسلے میں اس نے نبوت اور کہانت میں بھی فرق کیا ہے۔ وہ کہتا ہے کاہن کو باوجود غیب دانی کے نبی سے کوئی نسبت نہیں۔ نبوت شخصیت کا کمال ہے اور دوسروں سے اس کا مابہ الامتیاز ہے وحی الٰہی" (۹۴)

معجزات انبیاء علیہ السلام کے سلسلے میں استدلال کرتے ہوئے سلسلہ اسباب وعلل کے حوالے سے ابن مسکویہ کہتا ہے کہ:

یہ تو صحیح ہے کہ اس نظام فطرت اور سلسلہ علل واسباب میں نہ تغیر و تبدل ہو سکتا، اور نہ دنیا میں کوئی شے بغیر علتِ عادیہ اور سبب طبعی کے پیدا ہو سکتی ہے، لیکن یہ صحیح نہیں کہ معجزات اس نظام وسلسلہ سے الگ ہیں اور وہ فطرت کی قانون شکنی کرتے ہیں بلکہ وہ بھی علل واسباب طبعی کے نتائج ہیں، زیادہ سے زیادہ یہ کہ ہم ان علل واسباب کے احاطہ سے اب تک قاصر ہیں، اور وہ اب تک ہماری نگاہوں سے مخفی ہیں، ممکن ہے کہ تحقیقات انسانی کا دائرہ کبھی اتنا وسیع ہو جائے کہ ان کے علل واسباب ہمارے فہم میں آجائیں۔ (۹۵)

فارابی:

الفارابی : ابو النصر محمد بن محمد بن ترخان ابن اوزلغ (۸۷۰ تا ۹۵۰ء) جو تقریباً ۸۷۰ء میں پیدا ہوا، محمد نامی ایک ترک سپہ سالار کا بیٹا تھا۔ الفارابی ترکی الاصل تھا۔ فارابی اسلامی فلسفے کا (یونانی لفظ فلسفے کے صحیح معنوں میں) سب سے پہلا فلسفی ہے۔ اسلامی مکتب فلسفہ کی اساس رکھنے کا شرف بھی اسی کو حاصل ہوا۔ فارابی خاص طور پر علم منطق کے ذریعے علم فلسفہ کا مطالعہ کرتا ہے اور اس کے بعد مابعد الطبیعیات پر غور وفکر کرتا ہے۔ مسلمانوں میں سب سے پہلے اسی نے دین اسلام اور فلسفہ کی باہمی مناسبات اور دونوں کے درمیان افتراقات واختلافات سے بحث کی۔ (۹۶)

فارابی نے اپنے رسالوں میں متفرق طور پر نبوت اور نبوت کے اجزاء اور نبوت سے متعلق لوازم امور پر بہت کچھ لکھا ہے وہ اپنے ایک مذہبی رسالے میں ایک موقع پر لکھتا ہے:

پیغمبر کا نفس قدسی اپنے نشوونما کے آغاز میں فیض کو دفعۃً قبول کرتا ہے، ترتیب قیاسی کا محتاج نہیں ہوتا، لیکن جو نفس قدسی نہیں ہوتا وہ علوم بدیہیہ کو بلا واسطہ اور علوم غیر بدیہہ کو قیاس کے ذریعہ سے حاصل کرتا ہے، پیغمبر سنن و شرائع وضع کرتا ہے اور امت کو ترغیب اور ترہیب دلاتا ہے اور اس کو یہ بتاتا ہے کہ اس کا ایک خدا ہے، جو اچھے کاموں پر ثواب اور برے کاموں پر عذاب دیتا ہے اور اس ان باتوں کی تکلیف نہیں دیتا، جس کو وہ برداشت نہ کر سکے علم کا یہ وہ درجہ ہے جہاں ہر شخص نہیں پہنچ سکتا۔ میرا استاد ارسطو طالیس اپنے استاد افلاطون سے نقل کرتا ہے کہ معرفت کی چوٹی تک ہر پرند نہیں اڑ سکتا، اور بصیرت کے پردے کو ہر شخص نہیں اٹھا سکتا۔ (۹۷)

معجزات کے بارے میں فارابی اپنے رسالے فصوص الحکم میں لکھتا ہے کہ:

فص ☆ النبوة تختص فی روحها بقوة قدسية تذ عن لها غريزة عالم الخلق الاكبر كما تذعن لروحک غريزة عالم الخلق الا صغر فتأتی بمعجزات خارجة عن الجبلة والعادات ولا تصد أمرآتها عن النقاش بما فی اللوح المحفوظ من الكتاب الذی لا يبطل وذوات الملائكة التی هی الرسل فتبلغ مما عند الله ۔ (۹۸)

نبوت کی روح قوت قدسیہ سے ممتاز ہوتی ہے، جس طرح عالم خلق اصغر تمہاری روح کا مطیع و منقاد ہوتا ہے، اسی طرح عالم خلق اکبر پیغمبر کی روح کا مطیع و فرمانبردار ہوتا ہے، اس لئے اس سے ایسے معجزات صادر ہوتے ہیں، جو جبلت اور عادت کے مخالف ہوتے ہیں، اس کا آئینہ زنگ آلود نہیں ہوتا، اور لوح محفوظ میں جو کچھ لکھا ہوا ہے، اس میں اس کے نقش ہو جانے سے کوئی چیز رکاوٹ نہیں پیدا کر سکتی، اس طرح خدا کے پاس جو کچھ ہے وہ اس کو عامۂ خلق تک پہنچا دیتا ہے۔ (۹۹)

فارابی سبب و مسبب اور علت و معلول کے حوالے سے کہتا ہے: "دنیا میں تم کوئی بات ایسی نہیں پاؤ گے، جس کا کوئی سبب نہ ہو، اور اسباب کا یہ سلسلہ بالآخر "مسبب الاسباب" تک پہنچ کر دم لیتا ہے۔!" پھر آگے چل کر کہتا ہے: "یہ ممکن نہیں کہ انسان سے کوئی فعل سرزد ہو اور اس کا کوئی خارجی سبب موجود نہ ہو، ہوتا یہ ہے کہ یہ اسباب اور محرکات ایک خاص ترتیب کے محتاج ہوتے ہیں اور یہ ترتیب ایک خاص تقدیر کی پابند ہوتی ہے اور یہ تقدیر قضائے الٰہی کی تابع ہوتی ہے، اور قضاء مشیت الٰہی کا نام ہے۔" (۱۰۰)

فارابی کے نظریہ کے مطابق معجزہ کا ظہور اسباب خفیہ کی بنا پر ہوتا ہے اور اس کے اندرونی اسباب و علل موجود ہوتے ہیں جبکہ نظام عالم میں کوئی تبدیلی رونما نہیں ہوتی۔

ابن سینا:

ابن سینا : **ابو علی الحسین ابن عبداللہ** (لاطینی میں Avicenna، عبرانی میں Aven Sina؛ گو یورپ میں اب ابن سینا کا استعمال عام ہو رہا ہے۔ صفر ۳۷۰ھ / اگست ۹۸۰ء میں ابن سینا کی ولادت ہوئی۔ چھٹے برس کی عمر میں وہ اپنے باپ کے ساتھ بخارا پہنچا، ۴ رمضان ۴۲۸ھ / ۲۱ جون ۱۰۳۷ء کو اس کا انتقال ہو گیا۔ ھمدان میں اس کا مدفن اب تک موجود ہے۔ (۱۰۱)

ابن سینا نبوت کے استدلال پر کہتا ہے: "کہ پیغمبروں کا درجہ فلسفیوں سے افضل ہے اور وحی کی حیثیت ایک بلند و بالا ادراک، یعنی ایک قوت قدسیہ کی۔ وحی، الہام اور رویاء حکمت الٰہیہ کے اجزاء ہیں۔" (۱۰۲)

معجزات کے سلسلے میں ابن سینا کا نظریہ یہ ہے کہ معجزات اسباب خفیہ کی بنا پر صادر ہوتے ہیں اور نظام عالم میں ان کی بناء پر کوئی تبدیلی رونما نہیں ہوتی۔ خرق عادت پر "اشارات" میں ایک باب میں بحث کی ہے جس میں ابن سینا نے لکھا ہے کہ:

اگر تم سے کوئی شخص کہے کہ کسی درویش نے مدت تک کھانا نہیں کھایا۔ یا کوئی ایسا کام کیا جو اس کی قوت سے زیادہ تھا، یا کوئی پیشن گوئی

کی، یا اُس کی بددعا کی وجہ سے کوئی شخص زمین میں دھنس گیا، یا زلزلہ آ گیا، یا درندہ مسخر ہو گیا وغیرہ وغیرہ تو تم اس سے انکار نہ کرو، کیونکہ ان سب کے اسباب طبعی ہو سکتے ہیں، جن کے ذریعے سے ان کا ظہور ہوتا ہے، بوعلی سینا نے ان اسباب طبعی کو تفصیل سے بیان بھی کیا ہے، مثلاً امساک طعام کی نسبت لکھا ہے کہ معدہ جب موادِ ردیہ کے ہضم کرنے میں مصروف ہوتا ہے تو صحیح غذا پر کم عمل کرتا ہے اسکا نتیجہ یہ ہوتا ہے کہ کئی کئی دن تک انسان کو بھوک نہیں لگتی، کیونکہ بدل ما یتحلل کی ضرورت نہیں پڑتی۔ اس بنا پر ممکن ہے کہ کسی صاحب حال کو خدا کے تصور میں اس قدر استغراق اور محویت ہو کہ طبیعت، غذا کے ہضم کی طرف نہ مائل ہو، اس حالت میں مدت تک وہی غذا قائم رہے گی اور بدل ما یتحلل کی ضرورت نہ پڑے گی یہی وجہ ہوتی ہے کہ خوف کی حالت میں بھوک بالکل جاتی رہتی ہے۔ (۱۰۳)

عادت عام کے خلاف ہونے والے واقعات کو ابن سینا وجوہات اور اسباب بیان کرنے کے باوجود خرق عادت ہی سے تعبیر کرتا ہے وہ کہتا ہے:

"جو چیز عام عادت کے خلاف ہوتی ہے وہ خرق عادت سے تعبیر کی جاتی ہے، گو واقع میں اصول قدرت کے خلاف نہیں ہوتی۔" (۱۰۴)

ابن سینا طویل عرصے تک خرق عادت کا منکر رہا لیکن اس کے زمانے میں جو صوفیاء اکرام موجود تھے ان سے صادر ہونے والے خوارق عادت کثرت سے اس کے مشاہدے میں آئے جس چیز نے آخر کار ابن سینا کو خوارقِ عادت کو ماننے اور ان کے اسباب وعلل پر غور کرنے کی طرف راغب کر دیا۔ "اشارات" میں خود ابن سینا کے الفاظ اس امر کی تصدیق کرتے ہیں:

ولکنها تجارب لما ثبت طلب اسبابها ثم انی لو اقتصصت جزئیات هذا الباب فیما شاهدناه وفیما حکی عمن و ثاقنا لطال الکلام (۱۰۵)

ترجمہ: لیکن یہ تجربے ہیں اور جب ثابت ہوئے تو اُنکے اسباب کی جستجو ہوئی اور اگر میں اس قسم کے جزئیات کا شمار کروں جو میں نے خود دیکھے یا ان لوگوں نے دیکھے جنکو میں ثقہ سمجھتا ہوں، تو بہت طول ہو جائیگا۔

ابن سینا نے خرق عادت واقعات کے لئے مختلف اسباب بیان کئے ہیں لیکن ان اسباب میں ابن سینا جس سبب کو خاص اہمیت دیتا ہے وہ قوتِ نفسانی ہے۔ "یہ امر بداہتہ ثابت ہے کہ تخیل اور توہم کا اثر جسم پر پڑتا ہے، مثلاً خوشی سے چہرہ کا رنگ بدل جاتا ہے۔ بعض دفعہ محض وہم سے آدمی بیمار ہو جاتا ہے بیٹھے بیٹھے انسان کو کسی کی طرف سے ناگوار خیالات آتے ہیں، ان خیالات سے غصہ پیدا ہوتا ہے، غصہ سے حرارت پیدا ہونی شروع ہوتی ہے، یہاں تک کہ پسینہ آ جاتا ہے اس سے اس قدر ثابت ہوا کہ مادئین کا یہ دعویٰ صحیح نہیں کہ مادہ پر صرف مادہ ہی اثر ڈال سکتا ہے۔ خیال، وہم، غیظ، غضب، مادہ نہیں بلکہ ایک کیفیت ہے، باوجود اسکے ان کا اثر جسم پر پڑتا ہے؛ جس طرح ان کیفیات سے، انسان خود متاثر ہوتا ہے، بعض انسانوں میں یہ قوت اس قدر قوی ہوتی ہے کہ وہ دوسروں پر اثر ڈال سکتے ہیں، یہ قوت انسانوں میں علی قدر مراتب قوی اور ضعیف ہوتی ہے اور بعض انسانوں میں اس قدر قوی ہوتی ہے کہ اس سے نہایت عجیب وغریب افعال سرزد ہوتے ہیں۔" (۱۰۶)

"قوت نفسانی" کے سبب خیر اور شر کے حوالے سے ابن سینا کہتا ہے:

"یہ قوت جس شخص میں فطری اور جبلی ہوتی ہے اور اس کے ساتھ وہ فطرۃً مقدس اور پاکیزہ خو ہوتا ہے اور اس قوت کو اغراض حسنہ میں استعمال کرتا ہے، وہ نبی یا ولی ہوتا ہے اور اگر اس قوت کے ساتھ فطرۃً بدطینت اور شریر ہوتا ہے اور اس قوت کو برے کاموں میں صرف کرتا ہے تو وہ جادوگر اور شعبدہ گر ہوتا ہے۔" (۱۰۷)

ابن رشد:

محمد بن احمد بن رشد، کنیت ابو الولید ۵۲۰ھ بمطابق ۱۱۲۶ء کو قرطبہ میں پیدا ہوئے۔ ۹ صفر ۵۹۵ھ بمطابق ۱۰ دسمبر ۱۱۹۸ء کو مراکش میں وفات پائی۔ (۱۰۸)

ابن رشد نبوت اور معجزہ کے حوالے سے بحث کرتے ہوئے کشف الادلہ میں یہ ثابت کرتے ہیں کہ معجزہ نبوت کی دلیل نہیں ہو سکتا۔

معجزہ دلیل نبوت نہیں ہوسکتا، کیونکہ منطقیانہ حیثیت سے دعویٰ اور دلیل میں مناسبت کا ہونا ضروری ہے، اور معجزہ اور نبوت میں کسی قسم کی مناسبت نہیں پائی جاتی، مثلاً جب ایک شخص نبوت کا دعویٰ کرتا ہے تو اس کا مقصد یہ ہوتا ہے کہ وہ خدا کی طرف سے قوم کے عقائد و اعمال اور اخلاق کی اصلاح کے لئے مبعوث ہوا ہے، لیکن جب اس سے دعویٰ کی تصدیق کے لئے دلیل طلب کی جاتی ہے، تو وہ خشک چشمہ کو پانی سے لبریز کر دیتا ہے، چاند کو دو ٹکڑے کر دیتا ہے، لاٹھی کو سانپ بنا دیتا ہے، یہ تمام واقعے اگرچہ نہایت عجیب و غریب ہیں، لیکن ان دلائل کو دعویٰ کے ساتھ کیا مناسبت ہے؟ (۱۰۹)

ابن رشد کے نزدیک جب نبوت پر معجزہ سے استدلال کیا جاتا ہے تو چند مقدمات قائم ہوتے ہیں۔

(۱) نبی سے معجزہ صادر ہوتا ہے۔ (۲) جس سے معجزہ صادر ہوتا ہے وہ نبی ہوتا ہے۔

ان مقدمات کا ثابت ہونا امور ذیل کے ثابت ہونے پر موقوف ہے:

(۱) معجزہ ممکن الوقوع ہے اور واقع ہوتا ہے۔ (۲) مدعیٔ نبوت سے معجزہ صادر ہوا۔

(۳) نبوت اور پیغمبری کا وجود ہے۔ (۴) جس سے معجزہ صادر ہوتا ہے وہ نبی ہوتا ہے۔ (۱۱۰)

ابن رشد اپنے دلائل کو پیش کرتے ہوئے لکھتے ہیں کہ پیغمبری کی ماہیت میں معجزہ داخل نہیں ہے اور جو لوگ معجزہ کے قائل ہیں وہ بھی معجزہ کو پیغمبری کی علامت قرار دیتے ہیں، چنانچہ ابن رشد کہتے ہیں کہ علامت عین حقیقت نہیں ہوتی۔ ابن رشد نے کشف الادلہ معجزہ کو خطابیات میں داخل کیا ہے۔

معجزہ اگرچہ نبوت پر بالذات یقینی طور پر دلالت نہیں کرتا، تاہم جب کوئی پیغمبر سلسلہ کائنات میں عجیب و غریب تصرف کرتا ہے، تو اس کو دیکھ کر ہر شخص اس کے کمال روحانی کا اعتراف کرتا ہے، اور سمجھتا ہے کہ جو شخص ان عظیم الشان تصرفات کی قدرت رکھتا ہے وہ ضرور اپنے دعویٰ میں صادق ہوگا، ان دونوں نتائج یعنی تصرف فی الکائنات اور اصلاح روحانی میں اگرچہ باہم کوئی تلازم نہیں، تاہم عوام کی دلفریبی کے لئے یہ کافی ہے، لیکن اس سے زیادہ صحیح یہ ہے کہ یہ جدل ہے، جس میں مسلمات خصم سے استدلال کیا جاتا ہے اور یہ تاریخی حیثیت سے معجزات کو قیاس جدل کہنا زیادہ موزوں ہوگا، زمانہ قدیم سے یہ خیال چلا آتا ہے کہ جو لوگ پیغمبر ہوتے ہیں، ان میں کوئی نہ کوئی مافوق الفطرت قوت ضرور ہوتی ہے، اور وہی پیغمبر کو عام لوگوں سے ممتاز کرتی ہے، اس بنا پر جب کوئی پیغمبر کسی قوم میں مبعوث ہوتا ہے، تو اس موروثی اور مسلمہ عقیدہ کی بنا پر تمام لوگ اس سے معجزہ طلب کرتے ہیں، اور پیغمبر کو مجبوراً دکھانا پڑتا ہے، یہ معجزہ اگرچہ ایک فلسفی کے لئے دلیل و حجت نہیں ہوسکتا، تاہم جو لوگ یہ تسلیم کرتے ہیں، کہ معجزہ دلیل نبوت ہے، اور انہی کے طلب و اصرار سے اس معجزہ کا ظہور ہوا ہے، ان کو اس کے ذریعے سے ساکت کیا جاسکتا ہے، اور وہ ان کے لئے دلیل ہوسکتا ہے۔ (۱۱۱)

==================

حواشی اور حوالہ جات باب دوم فصل اول

معجزات کے بارے میں علماء و حکماءِ اسلام کے نظریات

نمبر شمار	کتاب کا نام	مصنف کا نام	شہر کا نام	ادارۂ اشاعت	سن اشاعت	صفحہ نمبر	جلد نمبر
۱	دائرہ معارف اسلامیہ		لاہور	دانش گاہ پنجاب	۱۹۷۳ء	۲۸۲	۲/۱۴
۲	المنقذ من الضلال	امام غزالی ابو حامد بن محمد الطوسی	بیروت	اللجنۃ الرزولیۃ	۱۹۵۹ء	۴۳	۱
۳	ایضاً	"	"	"	"	۴۱-۴۲	"
۴	الکلام علم الکلام	مولانا شبلی نعمانی	اعظم گڑھ	مطبع معارف اعظم گڑھ	۱۳۴۱ھ	۹۷-۹۸	۱
۵	المنقذ من الضلال	امام غزالی	بیروت	اللجنۃ الرزولیۃ	۱۹۵۹ء	۳۱	۱
۶	الکلام علم الکلام	مولانا شبلی نعمانی	اعظم گڑھ	مطبع معارف اعظم گڑھ	۱۳۴۱ھ	۹۸	۱
۷	احیاء العلوم الدین	ابو حامد محمد بن محمد	مصر	مکتبہ مطبعۃ مصطفیٰ البابی الحلبی	۱۳۵۸ھ	۹۳-۹۴	۱
۸	ترجمہ احیاء العلوم	مولانا احمد حسن صدیقی نانوتوی	کراچی	دارالاشاعت	۱۹۷۸ء	۱۹۴	۱
۹	الکلام علم الکلام	مولانا شبلی نعمانی	اعظم گڑھ	مطبع عارف اعظم گڑھ	۱۳۴۱ء	۱۰۱	۱
۱۰	المنقذ من الضلال	امام غزالی	بیروت	اللجنۃ الرزولیۃ	۱۹۵۹ء	۴۳	۱
۱۱	سیرۃ النبی ﷺ	شبلی نعمانی	کراچی	مطبع سعیدی قرآن محل	۱۳۴۲ھ	۱۲۳-۱۲۴	۳
۱۲	ایضاً	"	"	"	"	۱۰۹،۱۱۰،۱۱۱	"
۱۳	الغزالی	شبلی نعمانی	کراچی	مدینہ پبلشنگ	۱۹۰۱ء	۱۵۲،۱۵۳	۱
۱۴	ایضاً	"	"	"	"	۱۵۴-۱۵۵	"
۱۵	ایضاً	"	"	"	"	۱۵۴	"
۱۶	المنقذ من الضلال	امام غزالی	بیروت	اللجنۃ الرزولیۃ	۱۹۵۹ء	۴۳	۱
۱۷	المنقذ من الضلال	امام غزالی	مصر	الازہریہ المصریہ	۱۳۲۸ھ	۳۷	۱
۱۸	دائرہ معارف اسلامیہ		لاہور	دانش گاہ پنجاب	۱۹۷۳ء	۳۲۴تا۳۲۶	۷
۱۹	مثنوی مولوی معنوی	مولانا جلال الدین رومیؒ	کانپور	مطبع مجیدی کانپور	۱۲۱۶ھ	۳۲	دفتر ششم
۲۰	شرح مثنوی مولانا رومؒ	مولانا قاضی سجاد حسین	کراچی	دانش کدہ راشد منہاس روڈ	۱۹۷۸ء	۱۲۷	دفتر ششم
۲۱	مثنوی مولوی معنوی	مولانا جلال الدین رومیؒ	کانپور	مطبع مجیدی کانپور	۱۲۱۶ھ	۳۵	دفتر ششم
۲۲	شرح مثنوی مولانا رومؒ	مولانا قاضی سجاد حسین	کراچی	دانش کدہ راشد منہاس روڈ	۱۹۷۸ء	۱۳۹	دفتر ششم
۲۳	مثنوی مولوی معنوی	مولانا جلال الدین رومیؒ	کانپور	مطبع مجیدی کانپور	۱۲۱۶ھ	۳۵	دفتر ششم

نمبر شمار	کتاب کا نام	مصنف کا نام	شہر کا نام	ادارہ اشاعت	سن اشاعت	صفحہ نمبر	جلد نمبر
۲۴	شرح مثنوی مولانا رومؒ	مولانا قاضی سجاد حسین	کراچی	دانش کدہ راشد منہاس روڈ	۱۹۷۸ء	۱۳۹	دفتر ششم
۲۵	مثنوی مولوی معنوی	مولانا جلال الدین رومیؒ	کانپور	مطبع مجید کانپور	۱۲۱۶ھ	۳۵	دفتر ششم
۲۶	سیرۃ النبی ﷺ	مولانا شبلی نعمانی	کراچی	مطبع سعیدی قرآن محل	۱۳۳۲ھ	۱۳۱	جلد ۳
۲۷	مثنوی مولوی معنوی	مولانا جلال الدین رومیؒ	کانپور	مطبع مجید کانپور	۱۲۱۶ھ	۳۵	دفتر ششم
۲۸	ایضاً	"	"	"	"	"	"
۲۹	شرح مثنوی مولانا رومؒ	مولانا قاضی سجاد حسین	کراچی	دانش کدہ راشد منہاس روڈ	۱۹۷۸ء	۱۴۰	دفتر ششم
۳۰	مثنوی مولوی معنوی	مولانا جلال الدین رومیؒ	کانپور	مطبع مجید کانپور	۱۲۱۶ھ	۲۵	دفتر اول
۳۱	مفتاح العلوم	مولوی محمد نذیر نقشبندی	لاہور	شیخ علی اینڈ سنز	۱۹۵۴ء	۳۱۵	دفتر اول حصہ اول
۳۲	مثنوی مولوی معنوی	مولانا جلال الدین رومیؒ	کانپور	مطبع مجید کانپور	۱۲۱۶ھ	۲۵	دفتر اول
۳۳	مفتاح العلوم شرح مثنوی مولانا رومؒ	مولوی محمد نذیر نقشبندی	لاہور	شیخ علی اینڈ سنز	۱۹۵۴ء	۳۱۶	دفتر اول حصہ اول
۳۴	مثنوی مولوی معنوی	مولانا جلال الدین رومیؒ	کانپور	مطبع مجید کانپور	۱۲۱۶ھ	۶۴	دفتر سوئم
۳۵	"	"	"	"	"	"	"
۳۶	ایضاً	"	"	"	"	۱۱	دفتر اول حصہ اول
۳۷	مفتاح العلوم شرح مثنوی مولانا رومؒ	مولوی محمد نذیر نقشبندی	لاہور	شیخ علی اینڈ سنز	۱۹۵۴ء	۱۴۲،۱۴۹	دفتر اول حصہ اول
۳۸	سیرۃ النبی ﷺ	مولانا شبلی نعمانی	کراچی	محمد سعید اینڈ سنز	۱۳۳۲ھ	۱۱۷،۱۱۸	جلد ۳
۳۹	مثنوی مولوی معنوی	مولانا جلال الدین رومیؒ	کانپور	مطبع مجید کانپور	۱۲۱۶ھ	۴۳	دفتر چہارم
۴۰	کلید مثنوی	شبیر علی، حبیب الرحمٰن	مظفر گڑھ	مطبوعہ اشرف مظفر گڑھ	۱۳۵۰ھ	۱۵	جلد چہارم
۴۱	مثنوی مولوی معنوی	مولانا جلال الدین رومیؒ	کانپور	مطبع مجید کانپور	۱۲۱۶ھ	۵۶	دفتر اول
۴۲	کلید مثنوی	شبیر علی، حبیب الرحمٰن	مظفر گڑھ	مطبوعہ اشرف مظفر گڑھ	۱۳۵۰ھ	۴۱	دفتر اول
۴۳	دائرہ معارف اسلامیہ		لاہور	دانش گاہ پنجاب	۱۹۸۰ء	۱۴۹	۱/۱۴
۴۴	المطالب العالیہ من علم الالٰہی	امام فخر الدین رازی	بیروت	الدار الکتاب العربی	۱۹۸۷ء	۱۰۳	۸،۹
۴۵	الکلام علم الکلام	مولانا شبلی نعمانی	اعظم گڑھ	مطبع معارف اعظم گڑھ	۱۳۳۱ھ	۸۹،۹۰	۱
۴۶	المطالب العالیہ	امام فخر الدین رازی	بیروت	الدار الکتاب العربی	۱۹۸۷ء	۱۰۹	۸،۹
۴۷	الکلام علم الکلام	مولانا شبلی نعمانی	اعظم گڑھ	مطبع معارف اعظم گڑھ	۱۳۳۱ھ	۹۰	۱

نمبر شمار	کتاب کا نام	مصنف کا نام	شہر کا نام	ادارہ اشاعت	سن اشاعت	صفحہ نمبر	جلد نمبر
۴۸	المطالب العالیہ	امام فخر الدین رازی	بیروت	الدار الکتاب العربی	۱۹۸۷ء	۱۲۳	۸
۴۹	الکلام علم الکلام	مولانا شبلی نعمانی	اعظم گڑھ	مطبع معارف اعظم گڑھ	۱۳۴۱ھ	۹۱،۹۰	۱
۵۰	القرآن	۱۰ : ۵۷					
۵۱	الکلام علم الکلام	مولانا شبلی نعمانی	اعظم گڑھ	مطبع معارف اعظم گڑھ	۱۳۴۱ھ	۹۱	۱
۵۲	سیرۃ النبی ﷺ	شبلی نعمانی	کراچی	قرآن محل	۱۳۴۲ھ	۱۲۵،۱۲۳	۳
۵۳	الکلام علم الکلام	مولانا شبلی نعمانی	اعظم گڑھ	مطبع معارف اعظم گڑھ	۱۳۴۱ھ	۹۲،۹۱	۱
۵۴	المطالب العالیہ	امام فخر الدین رازی	بیروت	الدار الکتاب العربی	۱۹۷۸ء	۱۱۴-۱۱۳	۸
۵۵	الکلام علم الکلام	مولانا شبلی نعمانی	اعظم گڑھ	مطبع معارف اعظم گڑھ	۱۳۴۱ھ	۹۳	۱
۵۶	المطالب العالیہ من علم الالٰہی	امام فخر الدین رازی	بیروت	الدار الکتاب العربی	۱۹۷۸ء	۹،۸	۹،۸
۵۷	سیرۃ النبی ﷺ	شبلی نعمانی	کراچی	قرآن محل	۱۳۴۲ھ	۶۴	۳
۵۸	الکلام علم الکلام	مولانا شبلی نعمانی	اعظم گڑھ	مطبع معارف اعظم گڑھ	۱۳۴۱ھ	۷۸،۷۷	۱
۵۹	القرآن	۳۰ : ۳۰					
۶۰	القرآن	۳۵ : ۴۳					
۶۱	تفسیر الکبیر	امام فخر الدین رازی	مصر	دار الطباعۃ العاجزہ	س.ن	۳۹۲، ۳۹۳	جلد ۴
۶۲	الغزالی	شبلی نعمانی	کراچی	مدینہ پبلشنگ		۱۵۲	۱
۶۳	تفسیر الکبیر	امام فخر الدین رازی	مصر	دار الطباعۃ العاجزہ	س.ن	۳۹۳	جلد ۴
۶۴	الکلام علم الکلام	مولانا شبلی نعمانی	اعظم گڑھ	مطبع معارف اعظم گڑھ	۱۳۴۱ھ	۷۹،۷۸	۱
۶۵	تفسیر الکبیر	امام فخر الدین رازی	مصر	دار الطباعۃ العاجزہ	س.ن	۳۹۵	۴
۶۶	ایضاً	"	"	"	"	۳۹۸	۴
۶۷	ایضاً	"	"	"	"	۴۵۸	۲
۶۸	ایضاً	"	"	"	"	۶۵۲	۱
۶۹	ایضاً	"	"	"	"	۶۳۸	۱
۷۰	ایضاً	"	"	"	"	۶۸۰	۶
۷۱	دائرہ معارف اسلامیہ		لاہور	دانش گاہ پنجاب	۱۹۷۳ء	۴۳۸	۱
۷۲	مجموعہ رسائل ابن تیمیہ	امام ابن تیمیہ	بصرہ	مطبعۃ المنار	۱۹۳۰ء	۲	۱

نمبر شمار	کتاب کا نام	مصنف کا نام	شہر کا نام	ادارہ اشاعت	سن اشاعت	صفحہ نمبر	جلد نمبر
۷۳	ایضاً	"	"	"	"	"	"
۷۴	ایضاً	"	"	"	"	۳	"
۷۵	ایضاً	"	"	"	"	"	"
۷۶	حیات شیخ الاسلام ابن تیمیہ	محمد ابوزہرہ	لاہور	المکتبۃ السلفیہ	۱۹۶۱ء	۴۹۲	۱
۷۷	مجموعہ رسائل	امام ابن تیمیہ	بصرہ	مطبعۃ المنار	۱۹۳۰ء	۳	۱
۷۸	ایضاً	"	"	"	"	۴	۱
۷۹	حیات شیخ الاسلام ابن تیمیہ	محمد ابوزہرہ	لاہور	المکتبۃ السلفیہ	۱۹۶۱ء	۴۹۲	۱
۸۰	مجموعہ رسائل	امام ابن تیمیہ	بصرہ	مطبعۃ المنار	۱۹۳۰ء	۳	۱
۸۱	حیات شیخ الاسلام ابن تیمیہ	محمد ابوزہرہ	لاہور	المکتبۃ السلفیہ	۱۹۶۱ء	۴۹۳	۱
۸۲	مجموعہ رسائل	امام ابن تیمیہ	بصرہ	مطبعۃ المنار	۱۹۳۰ء	۳	۱
۸۳	حیات شیخ الاسلام ابن تیمیہ	محمد ابوزہرہ	لاہور	المکتبۃ السلفیہ	۱۹۶۱ء	۴۹۳	۱
۸۴	مجموعہ رسائل	امام ابن تیمیہ	بصرہ	مطبعۃ المنار	۱۹۳۰ء	۳	۱
۸۵	حیات شیخ الاسلام ابن تیمیہ	محمد ابوزہرہ	لاہور	المکتبۃ السلفیہ	۱۹۶۱ء	۴۹۳	۱
۸۶	ایضاً	"	"	"	"	"	"
۸۷	القرآن	۱۰ : ۶۲					
۸۸	الجواب الصحیح	امام ابن تیمیہؒ	الریاض	المکتبۃ العربیہ سعودیہ	۱۳۷۶ھ	۸۰	۴
۸۹	یضاً	"	"	"	"	۸۲	۴
۹۰	یضاً	"	"	"	"	۸۲،۸۳	۴
۹۱	یضاً	"	"	"	"	۱۸۰	۱
۹۲	القرآن	۷ : ۱۵۸					
۹۳	دائرہ معارف اسلامیہ		لاہور	دانش گاہ پنجاب	۱۹۷۳ء	۲۹۰	۱
۹۴	یضاً		"	"	"	"	"
۹۵	سیرۃ النبی ﷺ	شبلی نعمانی	کراچی	قرآن محل	۱۳۳۲ھ	۶۱	۳
۹۶	دائرہ معارف اسلامیہ		لاہور	دانش گاہ پنجاب	۱۹۷۳ء	۷،۱۱،۱۲	۱۵
۹۷	حکمائے اسلام	مولانا عبدالسلام ندوی	اعظم گڑھ	دارالمطبع معارف اعظم گڑھ	۱۹۵۳ء	۱۳۱	۱
۹۸	مسائل متفرقہ	الفارابی	حیدرآباد دکن	دائرۃ المعارف النظامیہ الکاریہ الھند	۱۳۴۴ھ	۹	۱

نمبر شمار	کتاب کا نام	مصنف کا نام	شہر کا نام	ادارہ اشاعت	سن اشاعت	صفحہ نمبر	جلد نمبر
۹۹	حکمائے اسلام	مولانا عبدالسلام ندوی	اعظم گڑھ	دار المطبع معارف اعظم گڑھ	۱۹۵۳ء	۱۳۲	۱
۱۰۰	العقائد (الفارابی)	عباس محمد	مصر	المطبوعات	۱۹۵۳ء	۱۴۳	۱
۱۰۱	دائرہ معارف اسلامیہ		لاہور	دانش گاہ پنجاب	۱۹۷۳ء	۵۶۰،۵۶۲	۱
۱۰۲	ایضاً		"	"		۵۷۲	۱
۱۰۳	الکلام علم الکلام	شبلی نعمانی	اعظم گڑھ	مطبع اعظم گڑھ	۱۳۳۱ھ	۸۰،۸۱	۱
۱۰۴	ایضاً	"	"	"	"	۸۱	"
۱۰۵	ایضاً	"	"	"	"	۱۲۷	"
۱۰۶	ایضاً	"	"	"	"	۱۲۸	"
۱۰۷	ایضاً	"	"	"	"	۱۲۸	"
۱۰۸	تاریخ فلاسفۃ الاسلام	محمد لطفی جمعہ	کراچی	نفیس اکیڈمی	۱۹۶۴ء	۱۲۸	۱
۱۰۹	سیرۃ النبی ﷺ	مولانا شبلی نعمانی	کراچی	قرآن محل	۱۳۴۲ھ	۱۱۸	۳
۱۱۰	الکلام علم الکلام	مولانا شبلی نعمانی	اعظم گڑھ	مطبع اعظم گڑھ	۱۳۳۱ھ	۷۲	۱
۱۱۱	سیرۃ النبی ﷺ	مولانا شبلی نعمانی	کراچی	قرآن محل	۱۳۴۲ھ	۱۲۰-۱۲۱	۳

========================

فصل دوم

معجزات کے بارے میں مغربی مفکرین کے نظریات

﴿بسم اللہ الرحمٰن الرحیم﴾

باب دوم (فصل دوم)

معجزات کے بارے میں مغربی مفکرین کے نظریات

ڈیوڈ ہیوم:

Hume, David 8:1191 (b, May 7 [April 26, old style], 1711, Edinburgh--d, Aug, 25, 1776, Edinburgh), Empiricist philosopher, historiian, economist, and essayist who concevied of philosophy as the inductive, experimental science of human nature.

Abstract of text biography, Hume's early years were spent in Edinburgh and Bristol. In 1734 he went to france, where he composed A Treatise of Human nature. It was an attempt to formulate a full-fledged philosophical system, which Hume later repudiated as juvenile. Returning to England, he set about publishing the Treatise (1739-40). Unsuccessful in obtaining the chair of moral philosophy at Edinburgh because of a reputation for atheism, he began a period of wandering, during which he wrote extensively, including An Enquiry Concerning Human Understanding (1748, revised 1758) and An Enquiry Concerning the Principles of Morals (1751). He remained in Edinburgh from 1751 to 1763, except for tow breaks in London, during which he wrote a History of England. In 1763 he become secretary to the British embassy in Paris. He returned to London in 1766, bringing with him Jean-Jacques Rousseau, but the pathetic genius suspected a plot and fled back to France. Hume returned to Edinburgh in 1769. (۱)

معجزہ کے بارے میں ڈیوڈ ہیوم نے جو استدلال پیش کیا ہے ان کے الفاظ میں یہ ہے کہ:

A miracle is a violation of the laws of nature; and as a firm and unalterable experience has established these laws, the proof against a miracle, from the very neture of the fact, is as entire as any argument from experience can possibly be imagined. Why is it more than probable, that all men must die; that lead cannot, of itself, remain suspended in the air; that fire

consumes wood, and is extinguished by water ; unless it be, that these events are found agreeable to the laws of nature, and there is required a violation of these laws, or in other words, a miracle to prevent them? Nothing is esteemed a miracle, if it ever happen in the coomen course of nature. It is no miracle that a man, seemingly in good health, should die on a sudden; because such a kind of death, though more unusual than any other, has yet been frequently observed to happen. But it is a miracle, that a dead man should come to life; because that has never been observed in any age or country. There must, therefore, be a uniform experience against every miraculous event, otherwise the event would not merit that appellation. And as a uniform experience amounts to a proof, there is here a direct and full proof, from the nature of the fact, against the existence of any miracle; nor can such a proof be destroyed, or the miracle rendered credible, but by an opposite proof, which is superior. (۲)

معجزہ نام ہے قوانینِ فطرت کے خرق کا اور چونکہ یہ قوانین مستحکم اور اٹل تجربہ پر مبنی ہوتے ہیں اس لیے معجزہ خود اپنے خلاف اتنا زبردست ثبوت ہے کہ اس سے بڑھ کر کسی تجربہ پر مبنی ثبوت کا تصور ہی نہیں ہو سکتا۔ کیا وجہ ہے کہ ان امور میں ہمارے یقین کا درجہ ظن غالب سے بھی بڑھا ہوتا ہے کہ تمام آدمی فانی ہیں، سیسہ آپ ہی آپ ہوا میں معلق نہیں رہ سکتا، آگ لکڑی کو جلا دیتی ہے اور پانی سے بجھ جاتی ہے۔ صرف یہی کہ یہ امور قوانین فطرت کے مطابق ثابت ہو چکے ہیں اور اب ان کا توڑنا بغیر قوانینِ فطرت کے توڑے یا بالفاظ دیگر یوں کہو کہ بلا معجزہ کے ناممکن ہے۔ جو چیز عام قاعدۂ فطرت کے اندر واقع ہوتی ہے، وہ کبھی معجزہ نہیں خیال کی جاتی۔ مثلاً یہ کوئی معجزہ نہیں ہے کہ ایک آدمی جو دیکھنے میں تندرست و توانا تھا اچانک مر جائے کیونکہ اس قسم کی موت گو نسبتاً قلیل الوقوع سہی لیکن پھر بھی بارہا مشاہدہ میں آ چکی ہے۔ البتہ یہ معجزہ ہوگا کہ کوئی مردہ زندہ ہو جائے کیونکہ ایسا کبھی اور کسی ملک میں نہیں دیکھا گیا۔ لہٰذا جس واقعہ کو معجزہ کہا جاتا ہے اس کے خلاف تجربہ کا مستمر و متواتر ہونا ضروری ہے ورنہ پھر یہ معجزہ کے نام سے موسوم نہ ہوگا، اور چونکہ کسی بات کا متواتر تجربہ خود ایک ثبوت ہے، تو گویا معجزہ کی نفس حقیقت و ذات ہی میں اس کے وجود کے خلاف ایک براہِ راست و قطعی ثبوت موجود ہے اور یہ ایسا ثبوت ہے جو نہ اس وقت تک معجزہ کو ثابت ہونے دے سکتا ہے اور نہ خود باطل کیا جا سکتا ہے جب تک اس کے خلاف اس سے بڑھ کر ثبوت نہ پیدا کیا جائے۔ (۳)

معجزہ کی شہادت اور تصدیق کے سلسلے میں ہیوم کا خیال ہے کہ:

That the testimony, upon which a miracle is founded, may possibly amount to an entire proof, and that the falsehood of that testimony would be a real prodigy. (۴)

جس شہادت و تصدیق پر معجزہ مبنی ہوتا ہے وہ ممکن ہے کہ بجائے خود پورا ثبوت ہو اور اس کی تردید و تکذیب خود خرقِ عادت کے برابر ہو۔ (۵)

تصدیق معجزہ کے سلسلے میں انسانی شہادت کے لیے فطرت انسانی کا اصول ہوم اسطرح واضح کرتے ہیں۔

We may observe in human nature a principle which, if strictly examined, will be found to diminished extremely the assurance, which we might, from human testimony, have, in any kind of prodigy. The maxim, by which we comonly cunduct ourselves in our reasonings, is, that the objects, of which we have no experience, resembles those, of which we have ; that what we have found to be most usual is alaways most probable ; and that where there is an opposition of arguments, we ought to give the preference to such as are founded on the greatest number of past observations. But though, in proceeding by this rule, we readily reject any fact which is unusual and incredible in an ordinary degree ; yet in advancing farther, the mind observes not always the same rule ; but when anything is affirmed utterly absurd and miraculous, it rather the more readily admits of such a fact, upon account of that very circumstance, which ought to destroy all its authority. The passion of *surprise* and *wonder,* arising from miracles, being an agreeable emotion, gives a sensible tendency towards the belief of those events, from which it is derived. And this goes so far, that even those who cannot enjoy this pleasure immediately, nor can believe those miraculous events, of which they are informed, yet love partake of the satisfaction at second-hand or rebound, and place a pride and delight in exciting the admiration of others. (۶)

فطرت انسانی کا ایک اور اصول ایسا ہے جس کا اگر پورا لحاظ رکھا جائے تو تصدیق خوارق کے باب میں انسان کی شہادت کا وزن بے انتہا کم ہو جاتا ہے۔ عام طور پر جس اصول کی ماتحتی میں ہم استدلال کرتے ہیں وہ یہ ہے کہ جن چیزوں کا ہم کو تجربہ نہیں وہ انہی کی مماثل ہوں گے جن کا تجربہ ہو چکا ہے۔ جو شے جتنی زیادہ عام ہے۔ اتنی ہی زیادہ ممکن الوقوع خیال کی جاتی ہے اور جہاں مختلف دلائل میں تصادم واقع ہو تو ایسی ہی دلیل کو ترجیح دینی چاہیے جس کی تائید میں گزشتہ مشاہدات کی زیادہ سے زیادہ تعداد پائی جاتی ہو۔ گو اس اصول کی بنا پر ہم ایسے واقعات کی فوراً تردید کر دیتے ہیں جو معمولی طور پر خلاف عادت اور نا قابل قبول ہوتے ہیں۔ تاہم جب ہم آگے بڑھتے ہیں تو ذہن اس اصول کا ہمیشہ لحاظ نہیں رکھتا بلکہ الٹے جب کوئی ایسا دعویٰ کیا جاتا ہے، جو سراسر محال اور خارق عادت ہو تو آدمی اس کے قبول کرنے پر اور زیادہ آمادہ ہو جاتا ہے۔ اور بعینہٖ اسی بناء پر، جس پر کہ اس کو قطعاً نہ قبول کرنا چاہیے تھا۔ بات یہ ہے کہ معجزات سے حیرت و استعجاب کا جو جذبہ پیدا ہوتا ہے وہ چونکہ ایک خوشگوار احساس ہوتا ہے، اس لئے لازماً ایسے واقعات کے باور کرنے پر مائل کر دیتا ہے جن سے یہ احساس ماخوذ ہوتا ہے۔ انتہا یہ کہ جو لوگ براہِ راست اس لذت کو نہیں حاصل کر سکتے، نہ ان خوارق پر اعتبار کرتے ہیں جس کی خبر ان کو پہنچی ہے، وہ بھی خون لگا کر شہیدوں میں داخل ہو جاتے ہیں اور آواز بازگشت بن کر دوسروں کی حیرت افزائی اور ان کو تعجب میں ڈالنے سے لطف اٹھاتے ہیں۔ (۷)

ڈیوڈ ہوم کے نزدیک کوئی انسانی شہادت معجزہ کو ثابت کرنے اور اس بنیاد پر کسی نظام مذہب کو قائم کرنے کے لئے کافی نہیں ہے۔

Upon the whole, then, it appears, that no testimony for any kind of miracle has ever amounted to a probablility, much lees to a proof ; and that, even supposing it amounted to a proof, it would be opposed by another proff ; derived from the very nature of the fact, which it would endeavour to establish. It is experience only, which gives authority to human testimony ; and it is the same experience, which assures us of the laws of nature. When, therefore, these two kinds of experience are contrary, we have nothing to do but substract the one from the other, and embrace an opinion, either on one side or thr other, with that assurance which arises from the remainder. But according to the principle here explained, this substraction, with regard to all popular religions, amounts to an entire annihilation ; and therefore we may establish it as a maxim, that no human testimony can have such force as to prove a miracie, and make it a just foundation for any such system of religion. (۸)

غرض بحیثیت مجموعی نتیجہ یہ نکلتا ہے کہ معجزہ کے لئے کوئی شہادت بھی، ثبوت تو کیا، ظن کا کام بھی نہیں دے سکتی اور اگر بہ فرض یہ ثبوت کا کام دیتی بھی ہو تو ایک اور مخالف ثبوت اس کے ساتھ موجود رہتا ہے جو خود اس واقعہ کی نوعیت سے ماخوذ ہوتا ہے جس کو یہ شہادت ثابت کرنا چاہتی ہے۔ انسان کی شہادت کا اعتبار صرف تجربہ کی بنیاد پر کیا جاتا ہے اور اس تجربہ سے ہم کو قوانین فطرت کا علم و یقین بھی حاصل ہوتا ہے۔ لہٰذا جب ان دونوں میں تعارض واقع ہو تو صرف یہی صورت رہ جاتی ہے کہ ایک کا وزن دوسرے سے منفی کر کے جدھر کچھ باقی بچ جائے اسی جانب ہم اپنا یقین بقدر باقی وزن کے قائم کر لیں۔ لیکن عام مذاہب کے متعلق جب ہم اس نفی یا تفریق کے اصول سے کام لیتے ہیں تو باقی کی مقدار صفر کے برابر رہ جاتی ہے۔ لہٰذا ہم یہ ایک کلیہ بنا دے سکتے ہیں کہ کوئی انسانی شہادت بھی اتنی قوی نہیں ہو سکتی کہ کسی معجزہ کو ثابت کر کے اس کی بنیاد پر کسی نظام مذہب کا اثبات کر سکے۔ (۹)

چنانچہ اس بنیاد پر ہیوم معجزہ کے منکر ہونے اور اس کے علاوہ دوسری صورت میں معجزات کے قائل ہونے کا اقرار کرتے ہیں۔

When I say, that a miracle can never be proved, so as to be the foundation of a system of religion. For I own, that otherwise, there may possibly be miracies, or violations of the usual course of nature, of such a kind as to admit of proof from human testimony ; though, perhaps. (۱۰)

میں صرف اس حیثیت سے کسی معجزہ کا منکر ہوں کہ وہ کسی نظام مذہب کی بنیاد قرار پا سکتا ہے ورنہ دوسری حیثیت سے میں معجزات کا بایں معنی قائل ہوں کہ انسانی شہادت کی بنا پر قوانین فطرت کا خرق تسلیم کیا جا سکتا ہے۔ (۱۱)

ہیوم کے نزدیک بھی معجزہ قادرِ مطلق ذات کا فعل ہے لیکن اس ذات کے افعال کو سمجھنے کے لیے بھی ہیوم کے نزدیک ہمیں روزمرہ تجربات ہی کی طرف لوٹنا پڑتا ہے۔ چنانچہ وہ لکھتے ہیں:

Though the Being to whome the miracle is ascribed, be, in this case, Almighty, it does not, upon that account, become a whit more probable ; since it is impossible for us to know the attributes or actions of such a Being, otherwise than from the experience which we have of his productions, in the usual course of nature. This still reduces us to past observation, and obliges us to compare the instances of the violation of truth in the testimony of men, with those of the violation of the laws of nature by miracles, in order to judge which of them is most likely and probable. As the violations of truth are more common in the testimony concerning religious miracles, than in that concerning any other matter of fact ; this must diminish very much the authority of the former testimony. (۱۲)

معجزہ جس ذات کا فعل قرار دیا جائے وہ ایک قادرِ مطلق ہے، تاہم اس سے یقین میں ذرہ بھر بھی اضافہ نہیں ہوسکتا کیونکہ اس قادرِ مطلق ہستی کے افعال وصفات کا جاننا بھی تو صرف روزمرہ کے تجربہ ہی سے ممکن ہے کہ کائناتِ فطرت میں اس نے اپنے عمل وتخلیق کی کیا سنت اختیار کی رکھی ہے۔ اس سنت کے معلوم کرنے کے لیے پھر ہم کو گزشتہ مشاہدات ہی کی طرف رجوع کرنا پڑتا ہے جو اس سوال پر مجبور کردیتے ہیں کہ انسان کا جھوٹ بول دینا زیادہ ممکن وقرینِ قیاس ہے یا قوانینِ فطرت کا خرق؟ اور چونکہ مذہبی معجزات کی شہادت وروایت میں بہ نسبت دوسرے واقعات کے، کذب واختراع زیادہ عام شے ہے اس لیے اس کا وزن اور بھی گھٹ جاتا ہے۔ (۱۳)

ہیوم کے نزدیک پیشن گوئیاں بھی دراصل معجزہ ہی ہوتی ہیں۔

All prophecies are real miracles, and as such only,can be admitted as proofs of any revelation. If it did not excced the capacity of human nature to foretell future events, it would be absurd to employ any prophecy as an argument for a divine mission or authority from heaven. (۱۴)

بلکہ اصل یہ ہے کہ پیشن گوئیاں حقیقت میں معجزات ہی ہوتی ہیں اور صرف اسی حیثیت سے وہ وحی والہام کا ثبوت بن سکتی ہیں۔ ورنہ اگر واقعاتِ مستقبل کی پیشن گوئی طاقتِ بشری سے باہر نہ ہوتو پھر کسی پیشن گوئی کو رسالت وپیغمبری کی دلیل قرار دینا قطعاً مہمل ہوگا۔ (۱۵)

آخر میں ہیوم ایمان کی بنا پر معجزہ پر یقین رکھنے والے شخص کے بارے میں لکھتے ہیں:

Whoever is moved by Faith to assent to it, is conscious of a continued miracle in his own person, which subverts all the principles of his understanding, and gives him a determination to believe what is most contrary to custom and experience. (۱۶)

جو شخص ایمان کی بنا پر اس کو مانتا ہے وہ دراصل خود اپنی ذات کے اندر ایک دائمی معجزہ رکھتا ہے جس نے اس کی عقل و فہم کے تمام اصول کو زیر و زبر کر کے ایک ایسی چیز کے یقین پر آمادہ کر دیا ہے جو عادت و تجربہ کے سراسر منافی ہے۔ (۱۷)

تھومس ایچ ہکسلے Thomas.H.Huxley

HUXLEY, THOMAS HENRY (b. Ealing, Middlesex, England, 4 May 1825; d. Hodeslea, Eastbourne, Sussex, England, 29 June 1895), zooology, evolution, paleontology, ethnology. (۱۸)

پروفیسر ہکسلے جو فلسفی سے زیادہ حکیم (سائنٹسٹ) ہے اور جس کی جگہ حکماء کی صفِ اول میں ہے۔ (۱۹)

فطری قوانین پر بحث کرتے ہوئے عقائد و نظریات کے بارے میں ہکسلے اپنی کتاب ''ہیوم (Hume)'' میں لکھتے ہیں۔

If our beliefs of expectation are based on our beliefs of memory, and anticipation is only inverted recollection, it necessarily follows that every belief of expectation implies the belief that the future will have a certain resemblance to the past. From the first hour of experience, onwards, this belief is constantly being verified, nutil old age is inclined to suspect that experience has nothing new to offer. (۲۰)

ہکسلے معجزہ کی تعریف ان الفاظ میں بیان کرتے ہیں۔

The word "miracle" -miraculum,- in its premitive and legitimate sease, simply means something wonderful. (۲۱)

ہکسلے معجزہ کی تعریف میں'' قوانین فطرت کے خرق'' کے بجائے کہتے ہیں کہ:

'''معجزات کے معنی زیادہ ''انتہائی حیرت انگیز واقعات'' کے ہو سکتے ہیں۔'' (۲۲)

ممکنات اور ناممکنات کی بحث کرتے ہوئے ہکسلے اپنی کتاب ''HUME'' میں لکھتے ہیں۔

We are justified in saying that the opposite events are impossible. Calling our often verified experience a "law of nature" adds nothing to its value, nor in the slightest degree increases any probability that it will be verified again, which may arise out of the fact of its frequent verification.

If a piece of lead were to remain suspended of itself, in the air, the occurrence would be a "miracle," in the sense of a wonderful event, indeed ; but no one trained in the methods of science would imagine that any law of nature was really violated thereby. He would simply set to work to investigate the conditions under which so highly unexpected an occurrence took place ; and thereby enlarge his experience and modify his, hitherto,

unduly narrow conception of the laws of nature.

The alternative definition, that a miracle is "a transgression of a law of nature by a particular volition of the Deity or by the interposition of some invisible agelife. (۲۳)

صحیح معنی میں بجز تناقض کے اور کسی بھی ایسی چیز سے میں واقف نہیں ہوں جس کو "ناممکن" کہنا حق بجانب ہو، منطقی ناممکنات کا وجود ہے لیکن طبعی ناممکنات کا قطعاً کوئی وجود نہیں "مربع مدور، ماضی موجود، دو متوازی خطوط کا تقاطع" یہ چیزیں ناممکنات سے ہیں، اس لئے کہ "مدور موجود یا حاضر اور تقاطع کا تصور ہی "مربع، ماضی اور متوازی" کے تصور کے متناقض ہے، لیکن پانی پر چلنا، یا پانی کو شراب بنا دینا، بچہ کا بے باپ کے پیدا ہونا، مردہ کو زندہ کر دینا یہ چیزیں مفہوم بالا کی رو سے ناممکنات سے نہیں ہیں۔"

"ہاں اگر ہم یہ دعویٰ کر سکتے کہ فطرت اشیاء سے متعلق ہمارے علم نے تمام ممکنات کا کامل احاطہ کر لیا ہے تو شاید یہ کہنا بجا ہوتا کہ آدمی کی صفات چونکہ پانی پر چلنے یا ہوا میں اڑنے کے متناقض ہیں، اس لیے یہ افعال اسکے لیے "ناممکن" ہیں، لیکن یہ حقیقت روز روشن کی طرح ظاہر ہے کہ علم فطرت کی انتہا تک پہنچنا کیسا ابھی تک ہم اس کی ابتداء اور ابجد سے آگے نہیں بڑھے ہیں، بلکہ ہماری قوتیں اس قدر محدود ہیں کہ کبھی بھی ہم ممکنات فطرت کی حد بندی نہیں کر سکتے جو کچھ واقع ہو رہا ہے یا ہو چکا ہے، اس کا ہم کو علم ہے، باقی جو کچھ واقع ہونے والا ہے، اس کی نسبت ہم صرف ایک توقع قائم کر سکتے ہیں، جس کی بنیاد کم و بیش گذشتہ تجربہ کے صحیح سمجھنے پر ہے، جس سے ہم کو خیال ہوتا ہے کہ مستقبل ماضی کے مماثل ہو گا۔" (۲۴)

<u>ولیم جیمس William James:</u>

James, William (b. jan. 11, 1842, New York, N.Y., U.S.-d. Aug. 26, 1910, Chocorua, N.H.), American philosopher and psychologist, a leader of the philosophical movement of Pragmatism and of the psychological movement of functionalism. He contracted to produce a textbook of psychology by 1880. But the work grew under his hand, and when it finally appeared in 1890, as *The Principles of Psychology*, it was not a textbook but a monumental work in two great volumes, from which the textbook was condensed two years later. (۲۵)

ولیم جیمس اپنی کتاب The Principles of Psychology (پرنسپلز آف سائیکالوجی) کے باب ہپناٹزم میں عمل تنویم سے رونما ہونے معجزاتی عوامل کا ذکر کرتے ہوئے معجزات کی وضاحت اس طرح کرتے ہیں:

The patient believes everything which his hypnotizer tells him, and does everything which the latter commands. Even results over which the will has normally no control, such as sneezing secretion, reddening and growing pale, alterations of temperature and heart beat, menstruation, action of the bowels, ect, may take place in consequence of the operator's firm

assertions during the hypnotic trance, and the resulting convietion on the part of the subject, that the effects will occur. Since almost all the phenomena yet to be described are effects of this heightened suggestibility, I will say no more under the general head, but proceed to illustrate the peculiarity in detail. (۲۶)

"عاملِ تنویم اپنے معمول سے جو کچھ بھی کہتا ہے اس کو وہ یقین کر لیتا ہے"، اور جس چیز کا حکم کرتا ہے، اس کو بجا لاتا ہے حتیٰ کہ جو چیزیں معمولی حالت میں آدمی کے اختیار سے باہر ہوتی ہیں وہ بھی عامل کے حکم سے واقع ہو سکتی ہیں، مثلاً چھینکنا، چہرے کا سرخ یا زرد پڑ جانا، حرارتِ خون کا کم یا زیادہ ہو جانا، حرکتِ قلب میں تیزی یا سستی پیدا ہو جانا۔ وغیرہ وغیرہ۔ (۲۷)

Hallucinations of all the senses and delusions of every conceivable kind can be easily suggested to good subjects. The emotional effects are then often so lively, and the pantomimic display so expressive, that it is hard not to believe in a certain ' psychic hyper-excitability,' as one of the con-comitants of the hypnotic condition. You can make the subject think that he is freezing or burning, itching or covered with dirt, or wet ; you can make him eat a potato for a peach, or drink a cup of vinegar for a glass of champagne ; ammonia will smell to him like cologne water ; a chair will be a lion, a broom-stick a beautiful woman, a noise in the street will be an orchestral music, etc., etc., with no limit expcept your powers of invention and the patience of the lookers on. Illusions and hallucinations from the pieces de resistance at public exhibitions. The comic effect is at its climax when it is successfullly suggested to the subject that his personality is changed into that of a baby, of a street boy, of a young lady dressing for a party, of a stump orator, or of Napoleon the Great. He may even be transformed into a beast, or an inanimate thing like a chair or a carpet, and in every case will act out all the details of the part with a sincerity and intensity seldom seen at the theatre. The excellence of the performance is in these cases the best reply to the suspicion that the subject may be shamming - so skilful a shammer must long since have found his true function in life upon the stage. Hallucinations and histrionic delusions generally go with a certain depth of the trance, and are followed by complete forgetfulness. The subject

awakens from them at the command of the operator with a sudden start of surprise, and may seem for a while a little dazed. (۲۸)

تم معمول کو یقین دلا سکتے ہو کہ وہ یخ ہوا جا رہا ہے، آگ میں جلا جا رہا ہے، تم اس کو آلو کھلاؤ، لیکن یہ یقین دلا سکتے ہو کہ شفتالو کھا رہا ہے، تم اس کو سرکہ پلا کر یقین دلا سکتے ہو کہ شراب پی رہا ہے، نوسادر میں اس کو کالونگی کی بو محسوس ہو سکتی ہے کرسی اس کو شیر نظر آ سکتی ہے، جھاڑو اس کے لیے خوبصورت عورت بن سکتی ہے، راستہ کا شور اس کو موسیقی معلوم ہو سکتا ہے، جوان آدمی اپنے کو بچہ، حسین عورت یا نپولین اعظم سمجھنے لگتا ہے۔" سر یا دانتوں کا درد دُور کر دیا جا سکتا ہے، وجع مفاصل وغیرہ کے مریض کو اچھا کیا جا سکتا ہے، بھوک فنا کر دی جا سکتی ہے، یہاں تک کہ ایک شخص نے ۱۴دن تک کھانا نہیں کھایا، جس چیز سے تم چاہو اسی چیز سے معمول بہرا یا اندھا ہو جا سکتا ہے، مثلاً فلاں لفظ وہ نہ سنے، لاکھ اس کے سامنے چیخو نہ سنے گا، یا فلاں آدمی کو وہ نہ دیکھے اس کے سامنے کھڑا کرو، وہ نہ دیکھ سکے گا۔" اس عمل کے وقت معمول پر ایک نیند کی سی کیفیت طاری ہو جاتی ہے، اسی لیے اس کا نام تنویم ہے، لیکن عمل کا اثر اس کیفیت کے بعد بھی قائم رہ سکتا ہے، مثلاً جس مرض کے لیے تم عمل کرو وہ ہمیشہ کے لیے دور ہو جا سکتا ہے۔ (۲۹)

سینٹ آگسٹائن SAINT AUGUSTINE:

Augustine, SAINT, also called SAINT AUGUSTINE OF HIPPO, Augustine also spelled AUGUSTIN, original Latin name AURELIUS AUGUSTINUS (b. Nov, 13, AD 354, Tagaste, Numidia - d. Aug 28, 430, Hippo Regius), bishop of Hippo in Roman Africa from 396 to 430 and the major Christian theologian of the early Western Church. His best known works are the *Confessions* and *The City of God*. His master-piece was *The City of God*, which espoused a religious philosophy of predestination. (۳۰)

معجزات کے بارے میں آگسٹائن اپنی کتاب city of God میں اپنی نظریات کا اظہار کرتے ہوئے لکھتے ہیں:

Since by means of these arts wonders are done which quite surpass human power, what choice have we but to believe that these predictions and operations, which seem to be miraculous and divine, and which at the same time form no part of the worship of the one God, in adherence, to whom, as the Platonists themselves abundantly testify, all blessedness consists, are the pastime of wicked spirits, who thus seek to seduce and hinder the truly godly ? On the other hand, we cannot but believe that all miracles, whether wrought by angels or by other means, so long as they are so done as to commend the worship and religion of the one God in whom alone is blessedness, are wrought by those who love us in a true and godly sort, or through their means, God Himself working in them. For we cannot listen to

those who maintion that the invisible God works no visible miracles ; for even they believe that He made the world, which surely they will not deny to be visible. Whatever marvel happens in this world, it is certainly less marvellous than this whole world itself - I mean the sky and earth, and all that is in them and these God certainly made. But, as the Creator Himself is hidden and incomprehensible to man, so also is the manner of creation. Although, therefore, the standing miracle of this visible world is little thought of, because alwauys before us, yet, when we arouse ourselves to contemplate it, it is a greater miracle than the rerest and most unheard of marvels. (۳۱)

معجزات کے بارے میں آئن سٹائن کہتے ہیں کہ یہ عجیب وغریب باتیں یا واقعات ہیں جو قوت انسانی کے دائرہ اختیار سے باہر ہیں۔ انسان کے لیے ان چیزوں کو قبول کرنے کے علاوہ کوئی چارہ کار نہیں ہے۔ یہ چیزیں جو معجزاتی اور ملکوتی نظر آتی ہیں ان کا عبادت وریاضت سے قطعاً کوئی تعلق نہیں ہے۔ ہم اس بات پر ایمان لانے پر مجبور ہیں کہ تمام معجزات جو خواہ ملائکہ سے ظاہر ہوں یا کسی اور وسیلہ سے ہمیں خدا کی اطاعت کا سبق دیتے ہیں۔ یہ معجزات دراصل ان سے ظاہر ہوتے ہیں جو ہم سے جو ہم سے حقیقی خدائی پیار کرتے ہیں۔ ان مادی معجزات کا انکار نہیں کیا جا سکتا کیونکہ یہ ہماری آنکھوں کے سامنے رونما ہوتے ہیں۔ آئن سٹائن کہتے ہیں دنیا میں جو عجیب وغریب باتیں رونما ہوتی ہیں وہ عرش خاکی یعنی زمین وآسمان اور جو کچھ اس میں خدا نے تخلیق کیا اس کے مقابلہ میں زیادہ عجیب نہیں۔ آئن سٹائن کے نزدیک خود انسان کا وجود ایک عظیم ترین معجزہ ہے۔ وہ اپنی کتاب city of God میں لکھتے ہیں:

For man himself is a greater miracle than any miracle done through his instrumentality. Therefore God, who made the visible heaven and earth, does not disdain to work visible miracles in heaven or earth, that He may therby awaken the soul which is immersed in things visible to worship Himself, the Invisible. But the place and time of these miracles are dependent on His unchangeable will, in which things future are ordered as if already they were accomplished, For He moves things temporal without Himself moving in time. (۳۲)

خود انسانی وجود ایک عظیم معجزہ کا حامل ہے ان معجزات کے مقابلے میں جو کسی وسیلہ سے رونما ہوتے ہیں۔ آئن سٹائن معجزات کی یہ توجیہہ بیان کرتے ہیں کہ خداوند تعالیٰ جس نے زمین وآسمان تخلیق کیا ایسے مادی معجزات پسند کرتا ہے کہ جن کے ذریعے ان ارواح کو بیدار کرے جو مادہ پرست ہیں اور خدا کی عبادت سے غافل ہیں۔ یہ معجزات اس کی لاتبدیل مشیت الٰہی کے ذریعے رونما ہوتے ہیں۔ آئن سٹائن کہتے ہیں کہ وہ (خدا) خود متحرک ہوئے بغیر چیزوں کو حرکت میں لاتا ہے۔

====================

حواشی وحوالہ جات باب دوم (فصل دوم)

معجزات کے بارے میں مغربی مفکرین کے نظریات

نمبر شمار	کتاب کا نام	مصنف کا نام	شہر کا نام	ادارۂ اشاعت	سن اشاعت	صفحہ نمبر	جلد نمبر
(۱)	انسائیکلوپیڈیا آف برٹانیکا		Hermoup Lally	ولیم بینٹن پبلشرز	1766ء	203	5
(۲)	ENQUIRES CONCERNING THE HUMAN UNDERSTANDING AND CONCERNING THE PRINCIPLES OF MGRALS	DAVID HUME	LONDON	OXFORD UNIVERSITY PRESS	1951ء	115-114	1
(۳)	فہم انسانی	ڈیوڈ ہیوم مترجم عبدالباری	لاہور	بک ہوم	2005ء	141-140	1
(۴)	The human understanding	ڈیوڈ ہیوم	لندن	آکسفورڈ یونیورسٹی پریس	1951ء	116	1
(۵)	فہم انسانی	ڈیوڈ ہیوم مترجم عبدالباری	لاہور	بک ہوم	2005ء	141	
(۶)	The human understanding	DAVID HUME	لندن	آکسفورڈ یونیورسٹی پریس	1951ء	117	
(۷)	فہم انسانی	ڈیوڈ ہیوم مترجم عبدالباری	لاہور	بک ہوم	2005ء	143-142	
(۸)	The human understanding	ڈیوڈ ہیوم	لندن	آکسفورڈ یونیورسٹی پریس	1951ء	127	1
(۹)	فہم انسانی	ڈیوڈ ہیوم مترجم عبدالباری	لاہور	بک ہوم	2005ء	152	1
(۱۰)	The human understanding	ڈیوڈ ہیوم	لندن	آکسفورڈ یونیورسٹی پریس	1951ء	127	1
(۱۱)	فہم انسانی	مترجم عبدالباری	لاہور	بک ہوم	2005ء	152	
(۱۲)	The human understanding	ڈیوڈ ہیوم	لندن	ولیم بینٹن پبلشرز، آکسفورڈ یونیورسٹی پریس	1951ء	129	1
(۱۳)	فہم انسانی	مترجم عبدالباری	لاہور	بک ہوم	2005ء	154	1
(۱۴)	The human understanding	ڈیوڈ ہیوم	لندن	آکسفورڈ یونیورسٹی پریس	1951ء	130-131	
(۱۵)	فہم انسانی	مترجم عبدالباری	لاہور	بک ہوم	2005ء	156	1
(۱۶)	The human understanding	ڈیوڈ ہیوم	لندن	آکسفورڈ یونیورسٹی پریس	1951ء	131	1
(۱۷)	فہم انسانی	مترجم عبدالباری	لاہور	بک ہوم	2005ء	156	1
(۱۸)	Ditionary of scientific Biography		NEW YORK	Charles Scribners publishers	1972ء	589	5

نمبرشمار	کتاب کا نام	مصنف کا نام	شہر کا نام	ادارۂ اشاعت	سن اشاعت	صفحہ نمبر	جلد نمبر
(۱۹)	سیرۃ النبی ﷺ	شبلی نعمانی	کراچی	قرآن محل	۱۳۳۲ھ	۱۵۴	سوم
(۲۰)	HUME	Thomes.H.Huxly	NEW YORk	MACMILLAN AND-CO-LIMITED	1901ء	152	
(۲۱)	ایضاً	"	"	"	"	154	
(۲۲)	سیرۃ النبی ﷺ	شبلی نعمانی	کراچی	قرآن محل	۱۳۳۲ھ	۱۵۴	سوم
(۲۳)	HUME	تھومس۔ایچ۔ہکسلے	نیویارک	MACMILLAN AND-CO-LIMITE	1901ء	152-155	
(۲۴)	سیرۃ النبی ﷺ	شبلی نعمانی	کراچی	قرآن محل	۱۳۳۲ھ	۱۵۵	سوم
(۲۵)	The new Encyclopedia دی نیوانسائیکلوپیڈیا Birtannica برٹانیکا		Printed in U.S.A	By Encyclopedia. Inc	1995ء	488-487	6
(۲۶)	The Principles of Psycology	William James	NEW YORK	Dover publications Inc	1890ء	603-602	2
(۲۷)	سیرۃ النبی ﷺ	شبلی نعمانی	کراچی	قرآن محل	۱۳۳۲ھ	۱۷۲	سوم
(۲۸)	The Principles of Psycology	William James	NEW YORK	Dover publications Inc	1890ء	605-604	2
(۲۹)	سیرۃ النبی ﷺ	شبلی نعمانی	کراچی	قرآن محل	۱۳۳۲ھ	۱۷۲،۱۷۳	سوم
(۳۰)	THE NEW ENCYCLOPAEDIA BRITANNICA		CHICAGO	PRINTED IN U.S.A	1768ء	700	1
(۳۱)	THE CITY OF GOD	SAINT AUGUSTINE	NEW YORK	THE MODERN LIBRARY	س-ن	318-317	10
(۳۲)	ایضاً	"	"	"	"	318	10

======================

باب سوئم

حضرت محمد صلی اللہ علیہ وسلم سے قبل انبیاء علیہم السلام کے معجزات کا جائزہ

باب سوئم

" حضرت محمد ﷺ سے قبل انبیاء علیہم السلام کے معجزات کا جائزہ"

معجزہ:

اللہ تعالیٰ بعض خلاف عادت باتیں اپنے رسولوں سے ظاہر کرا دیتا ہے جن کے کرنے سے دیگر لوگ عاجز ہوتے ہیں تا کہ لوگ ان باتوں کو دیکھ کر اس نبی کی نبوت کو سمجھ لیں اور اُس کو اللہ تعالیٰ کا بھیجا ہوا رسول جان لیں، ایسی خلاف عادت باتوں کو معجزہ کہتے ہیں۔ مختصر طور پر یہ کہئے کہ عادت کے خلاف جو بات کسی نبی علیہ السلام سے ظاہر ہو معجزہ کہلاتی ہے۔ (۱)

اللہ تعالیٰ نے اپنے انبیاء کو بے شمار معجزات عطا فرمائے جن میں سے بعض انبیاء کو چند معجزات عطا فرمائے اور بعض کو زیادہ فضیلت بخشی۔ جیسا کہ ارشاد ربانی ہے:

تلک الرسل فضلنا بعضھم علیٰ بعضٍم منھم من کلم اللّٰہ ورفع بعضھم درجٰتٍ ط (۲)

ترجمہ: "یہ سب رسول، فضیلت دی ہم نے بعض کو بعض سے، کوئی تو وہ ہے کہ کلام فرمایا اس سے اللہ نے اور بلند کیے بعضوں کے درجے۔"

انبیاء میں سب سے پہلے انسان اور سب سے پہلے نبیؑ ابوالبشر حضرت آدمؑ ہیں۔ جنکی تخلیق اللہ تعالیٰ کہ تمام تخلیقات میں "احسن تقویم" کا درجہ رکھتی ہے۔

"قرآن عزیز میں انبیاء علیہم السلام کے تذکروں میں سب سے پہلا تذکرہ ابوالبشر حضرت آدم علیہ السلام کا ہے۔" (۳)

قرآن مجید فرقان حمید میں معجزہ کے لئے لفظ آیت کا استعمال ہوا ہے اور انسان کا مٹی سے بنایا جانا بھی آیت ہے گویا حضرت آدمؑ کی پیدائش اللہ تعالیٰ کا ایک "عظیم معجزہ" ہے۔ **اذ قال ربک للملٰئکۃِ انی خالقٌ بشرًا من طینٍ ۝ (۴)**

ترجمہ: جب تمہارے رب نے فرشتوں سے فرمایا کہ میں مٹی سے انسان بناؤں گا۔

حضرت نوح علیہ السلام:

نسب نامہ: علم الانساب کے ماہرین نے حضرت نوحؑ کا نسب نامہ اس طرح بیان کیا ہے۔ نوح بن لالک بن متوشالح بن اخنوخ یا خنوح بن یارُد بن مھلئیل بن قینان بن انوش بن شیث (علیہ السلام) بن آدم (علیہ السلام)۔ تورات میں خلقِ آدم (علیہ السلام) اور ولادتِ حضرت نوح (علیہ السلام) نیز وفاتِ آدمؑ اور ولادتِ نوحؑ کی درمیانی مدت کا جو تذکرہ ہے، منقول نقشہ حسب ذیل ہے:

نقشہ (۱)

سال	عمر بوقتِ ولادتِ پسر		
۱۳۰	آدم (علیہ السلام)	بوقتِ ولادت	شیثؑ
۱۵۰	شیثؑ	"	انوش
۹۰	انوش	"	قینان
۷۰	قینان	"	مہلئیل
۶۵	مہلئیل	"	یارُد
۱۶۲	یارُد	"	اُخنوخ

۶۵	اُخنوخ	"	متوشالخ
۱۸۷	متوشالخ	"	لامک
۱۸۲	لامک	"	نوحؑ

نقشہ (۲)

مدت درمیان خلقِ آدمؑ و ولادتِ نوحؑ	۱۰۵۶
عمر آدم علیہ السلام	۹۳۰
مدت درمیان وفاتِ آدمؑ و ولادتِ نوحؑ ۱۰۲۶	(۵)

حضرت آدم (علیہ السلام) کے بعد یہ پہلے نبی ہیں جن کو ''رسالت'' سے نوازا گیا۔ (۶)

حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے ایک طویل روایت ہے، اس میں یہ تصریح ہے۔

یا نوح انت اول الرسل الی الارض اے نوح تو زمین پر سب سے پہلا رسول بنایا گیا (۷)

سلسلۂ انبیاء میں سب سے پہلے نبی اگرچہ آدم علیہ السلام ہیں۔ لیکن اُن کے زمانہ میں کفر و ضلالت کا مقابلہ نہ تھا اُن کی شریعت میں زیادہ تر احکام بھی زمین کی آبادکاری اور انسانی ضروریات کے متعلق تھے۔ کفر اور کافر کہیں موجود نہ تھے۔ کفر و شرک کا مقابلہ حضرت نوح علیہ السلام سے شروع ہوا۔ اور رسالت و شریعت کی حیثیت سے دنیا میں وہ سب سے پہلے رسول ہیں۔ اس کے علاوہ طوفان میں پوری دنیا غرق ہو جانے کے بعد جو لوگ باقی رہے وہ حضرت نوح علیہ السلام اور اُن کے رفقاء سفینہ تھے انھیں سے نئی دنیا آباد ہوئی اسی لئے اُن کو آدمِ اصغر کہا جاتا ہے۔ (۸)

بغوی نے لکھا ہے کہ حضرت نوح کا نام سکن یا شاکر یا یشکر تھا۔ حضرت آدم کے بعد آپ ہی کی ذات کی طرف لوگوں کا رجوع ہوا آپ سب کے ماویٰ اور مسکن تھے اس لئے سکن نام ہوگیا۔ سیوطی نے اتقان میں مستدرک کے حوالے سے لکھا ہے کہ نوحؑ کا نام عبدالغفار تھا۔ چونکہ آپ نے اپنے اور اپنی قوم کے لئے کثرت سے گریہ کیا اس لئے نوح لقب ہوگیا۔ یا قیامت کے خوف سے آپ پر گریہ کی کیفیت بہت طاری رہتی تھی اس لئے نوحؑ کہا گیا۔ (۹)

لقد ارسلنا نوحاً الیٰ قومہٖ فقال یقوم اعبدوا اللّٰہ ما لکم من الٰہٍ غیرہٗ ط انی اخاف علیکم عذاب یوم عظیم o قال الملا من قومہٖ انا لنرٰک فی ضلٰل مبین o قال یٰقوم لیس بی ضللۃ ولکنی رسول من رب العٰلمین o ابلغکم رسٰلٰت ربی وانصح لکم واعلم من اللّٰہ ما لا تعلمون o اوعجبتم ان جآءکم ذکر من ربکم علیٰ رجل منکم لینذرکم ولتتقوا ولعلکم ترحمون o فکذبوہ فانجینٰہ والذین معہٗ فی الفلک واغرقنا الذین کذبوا بایٰتنا ط انہم کانوا قومًا عمین o (۱۰)

ترجمہ: بیشک بھیجا ہم نے نوح کو اس کی قوم کی طرف پس اس نے کہا اے میری قوم بندگی کرو اللہ کی، کوئی نہیں تمہارا معبود اس کے سوا، میں خوف کرتا ہوں تم پر ایک بڑے دن کے عذاب سے۔ بولے سردار اس کی قوم کے ہم دیکھتے ہیں تجھ کو صریح بہکا ہوا۔ بولا اے میری قوم میں ہرگز بہکا نہیں ولیکن میں بھیجا ہوا ہوں جہان کے پروردگار کا۔ پہنچاتا ہوں تم کو پیغام اپنے رب کے اور نصیحت کرتا ہوں تم کو اور جانتا ہوں اللہ کی طرف سے وہ باتیں جو تم نہیں جانتے۔ کیا تم کو تعجب ہوا کہ آئی تمہارے پاس نصیحت تمہارے رب کی طرف سے ایک مرد کی زبانی جو تم ہی میں سے ہے تاکہ وہ تم کو ڈرائے اور تاکہ تم بچو اور تاکہ تم پر رحم ہو۔ پھر انہوں نے اُس کو جھٹلایا پھر ہم نے بچالیا اُس کو اور اُن کو کہ جو اس کے ساتھ تھے کشتی میں اور غرق کر دیا ان کو جو جھٹلاتے تھے ہماری آیتوں کو، بیشک وہ لوگ تھے اندھے۔

مستدرک حاکم میں بروایت ابن عباسؓ منقول ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا کہ نوح علیہ السلام کو چالیس سال کی عمر میں نبوت عطا ہوئی۔ اور طوفان کے بعد ساٹھ سال زندہ رہے۔ (۱۱)

حضرت نوح علیہ السلام نے اپنی قوم کو جو دعوت دی وہ یہ تھی:

یقوم اعبدوا اللّٰہ ما لکم من الٰہٍ غیرہٗ ط انی اخاف علیکم عذاب یوم عظیم ٥ (۱۲)

ترجمہ: اے میری قوم تم اللہ کی عبادت کرو، اس کے سوا تمہارا کوئی معبود نہیں۔ مجھے تم پر ایک بڑے دن کے عذاب کا خطرہ ہے۔

حضرت نوح علیہ السلام کی اس دعوت کے جواب میں قوم کے سرداروں نے کہا ہم تو یہ سمجھتے ہیں کہ آپ کھلی گمراہی میں پڑے ہوئے ہیں کہ ہمارے باپ دادوں کے دین سے ہم کو نکالنا چاہتے ہیں اور قیامت میں دوبارہ زندہ ہونے اور جزا و سزا پانے کے خیالات یہ سب اوہام ہیں۔ (۱۳)

ان کی قوم نے نوح علیہ السلام کی دعوت پر ایک شبہ یہ بھی کیا کہ یہ تو ہماری ہی طرح ایک بشر اور انسان ہیں ہماری ہی طرح کھاتے پیتے سوتے جاگتے ہیں ان کو ہم کیسے اپنا مقتدا مان لیں اگر اللہ تعالیٰ کو ہمارے لئے کوئی پیغام بھیجنا تھا تو وہ فرشتوں کو بھیجتے جن کا امتیاز اور بڑائی ہم سب پر واضح ہوتی۔ اب تو اس کے سوا کوئی بات نہیں کہ ہماری قوم اور نسل کا ایک آدمی ہم پر اپنا تفوق اور بڑائی قائم کرنا چاہتا ہے۔ اس کے جواب میں فرمایا: **اوعجبتم ان جآئکم ذکر من ربکم علی رجل منکم لینذرکم ولتتقوا ولعلکم ترحمون ٥**

ترجمہ: کیا تمہیں اس پر تعجب ہے کہ تمہارے رب کا پیغام تمہاری طرف ایک ایسے شخص کی معرفت آیا جو تمہاری ہی جنس کا ہے تا کہ وہ تمہیں ڈراوے اور تا کہ تم ڈر جاؤ اور تا کہ تم پر رحم کیا جائے۔

یعنی اس کے ڈرانے سے تم متنبہ ہو کر مخالفت چھوڑ دو جس کے نتیجے میں تم پر رحمت نازل ہو۔ مطلب یہ ہے کہ یہ کوئی تعجب کی بات نہیں کہ بشر کو رسول بنایا جائے۔ اوّل تو حق تعالیٰ مختار مطلق ہیں جس کو چاہیں اپنی نبوت و رسالت عطا فرمائیں اس میں کسی کو چوں چرا کی مجال نہیں۔ اس کے علاوہ اصل معاملے پر غور کرو تو واضح ہو جائے کہ عام انسانوں کی طرف رسالت و نبوت کا مقصد بشر ہی کی ذریعے پورا ہو سکتا ہے فرشتوں سے یہ کام نہیں ہو سکتا۔

کیونکہ اصل مقصدِ رسالت یہ ہے کہ اللہ تعالیٰ کی کامل اطاعت اور عبادت پر لوگوں کو قائم کر دیا جاے، اور اُس کے احکام کی مخالفت سے بچایا جائے۔ اور یہ جب ہی ہو سکتا ہے کہ ان کی جنس بشر کا کوئی شخص نمونہ عمل بن کر ان کو دکھلائے کہ بشری تقاضوں اور خواہشوں کے ساتھ بھی احکامِ الٰہیہ کی اطاعت اور اس کی عبادت جمع ہو سکتی ہے۔ اگر فرشتے یہ دعوت لے کر آتے اور اپنی مثال لوگوں کے سامنے رکھتے تو سب لوگوں کا یہ عذر ظاہر تھا کہ فرشتے تو بشری خواہشات سے پاک ہیں نہ ان کو بھوک پیاس لگتی ہے نہ نیند آتی ہے نہ تکان ہوتا ہے اُن کی طرح ہم کیسے بن جائیں۔ لیکن جب اپنا ہی ایک ہم جنس بشر تمام بشری خواہشات اور خصوصیات رکھنے کے باوجود اُن احکامِ الٰہیہ کی مکمل اطاعت کر کے دکھلائے تو اُن کے لئے کوئی عذر نہیں رہ سکتا۔ (۱۴)

نوح علیہ السلام کی ظالم قوم نے ان کی نصیحت و خیر خواہی کی کوئی پروا نہ کی اور برابر اپنی تکذیب پر جمع رہے۔ جس کا نتیجہ یہ ہوا کہ ہم نے نوح علیہ السلام اور اُن کے ساتھیوں کو ایک کشتی میں سوار کر کے طوفان سے نجات دے دی اور جن لوگوں نے ہماری آیات کو جھٹلایا تھا ان کو غرق کر دیا۔ بے شک یہ لوگ اندھے ہو رہے تھے۔ (۱۵)

حضرت نوحؑ نے اپنی قوم میں ساڑھے نو سو سال تبلیغ و دعوت کا فرض انجام دیا:

ولقد ارسلنا نوحا الیٰ قومہٖ فلبث فیھم الف سنۃ الا خمسین عاما ط (۱۶)

ترجمہ: اور بلا شبہ ہم نے نوح کو اس کی قوم کی جانب رسول بنا کر بھیجا پس وہ رہا ان میں پچاس کم ایک ہزار سال۔

ونوحا اذ نادیٰ من قبل فاستجبنا لہٗ فنجینٰہ واھلہ من الکرب العظیم ٥ ونصرنٰہ من القوم الذین کذبوا باٰیٰتنا ط انھم کانوا قوم سوءٍ فاغرقنھم اجمعین ٥ (۱۷)

ترجمہ: اور نوح کو جب اس نے پکارا اس سے پہلے پھر قبول کرلی ہم نے اس کی دعا سو بچادیا اس کو اور اس کے گھر والوں کو بڑی گھبراہٹ سے اور مدد کی اُس کی ان لوگوں پر جو جھٹلاتے تھے ہماری آیتیں وہ تھے بُرے لوگ پھر ڈبادیا ہم نے ان سب کو۔

اور نوح (علیہ السلام کے قصہ) کا تذکرہ کیجئے جبکہ اُس (زمانہ ابراہیمی) سے پہلے اُنہوں نے (اللہ تعالیٰ سے) دُعا کی (کہ ان کافروں سے میرا بدلہ لے لیجئے) سو ہم نے اُن کی دُعا قبول کی اور اُن کو اور اُن کے متبعین کو بڑے بھاری غم سے نجات دی (یہ غم کفار کی تکذیب اور اُس کے ساتھ طرح طرح کی ایذائیں پہنچانے سے پیش آتا تھا) اور (نجات اس طرح دی کہ) ہم نے ایسے لوگوں سے ان کا بدلہ لیا جنہوں نے ہمارے حکموں کو (جو کہ حضرت نوح علیہ السلام لائے تھے) جھوٹا بتلایا تھا بلاشبہ وہ لوگ برے تھے اس لئے ہم نے اُن سب کو غرق کردیا۔ (۱۸)

جب نوحؑ کی قوم نے کسی طرح ان کا کہنا نہ مانا اور نوحؑ اور ان کے اہلِ خانہ کو ایذائیں دیتے رہے تو ان کے اعمالِ خبیثہ سے تنگ آکر حق تعالیٰ کی بارگاہ میں یہ دعا کی:

رب لا تذر علی الارض من الکافرین دیارا ٥ انک ان تذرھم یضلوا عبادک ولا یلدوا الا فاجرا کفارا ٥ (۱۹)

ترجمہ: اے پروردگار! تو کافروں میں سے کسی کو بھی زمین پر باقی نہ چھوڑ، اگر تو ان کو یونہی چھوڑ دے گا تو یہ تیرے بندوں کو بھی گمراہ کردیں گے اور ان کی نسل بھی ان کی طرح نافرمان پیدا ہوگی۔

واوحی الیٰ نوح انہٗ لن یؤمن من قومک الا من قد اٰمن فلا تبتئس بما کانوا یفعلون ٥ واصنع الفلک باعیننا ووحینا ولا تخاطبنی فی الذین ظلموا ج انھم مغرقون ٥ ویصنع الفلک قف وکلما مر علیہ ملا من قومہٖ سخروا منہ ط قال ان تسخروا منا فانا نسخر منکم کما تسخرون ٥ فسوف تعلمون لا من یأتیہ عذاب یخزیہ ویحل علیہ عذاب مقیم ٥ حتیٰ اذا جآء امرنا وفار التنور لا قلنا احمل فیھا من کل زوجین اثنین واھلک الا من سبق علیہ القول ومن اٰمن ط ومآ اٰمن معہٗ الا قلیل ٥ (۲۰)

ترجمہ: اور حکم ہوا طرف نوح کی کہ اب ایمان نہ لائے گا تیری قوم میں مگر جو ایمان لا چکا سو غمگین نہ رہ اُن کاموں پر جو کررہے ہیں، اور بنا کشتی روبرو ہمارے اور ہمارے حکم سے اور نہ بات کر مجھ سے ظالموں کے حق میں یہ بیشک غرق ہوں گے، اور وہ کشتی بناتا تھا اور جب گزرتے اس پر سردار اس کی قوم کے ہنسی کرتے اس سے بولا اگر تم ہنستے ہو ہم سے تو ہم ہنستے ہیں تم سے جیسے تم ہنستے ہو، اب جلد جان لو گے کہ کس پر آتا ہے عذاب کہ رسوا کرے اس کو اور اُترتا ہے اس پر عذاب دائمی یہاں تک کہ جب پہنچا حکم ہمارا اور جوش مارا تنور نے کہا ہم نے چڑھا لے کشتی میں ہر قسم سے جوڑا دو (۲) عدد اور اپنے گھر کے لوگ مگر جس پر پہلے ہو چکا ہے حکم اور سب ایمان والوں کو، اور ایمان نہ لائے تھے اس کے ساتھ مگر تھوڑے۔

حضرت نوح علیہ السلام کو حق تعالیٰ نے تقریباً ایک ہزار سال کی عمرِ دراز عطا فرمائی، اس کے ساتھ اللہ کی طرف دعوت دینے اور قوم کی اصلاح کرنے کی فکر اور پیغمبرانہ جدوجہد کا بھی یہ درجہ عطا فرمایا کہ اس طویل مدت عمر میں ہمیشہ اپنی قوم کو دینِ حق اور کلمۂ توحید کی دعوت دیتے رہے، قوم کی طرف سے سخت سخت ایذاؤں کا سامنا کرنا پڑا ان کی قوم ان پر پتھراؤ کرتی یہاں تک کہ بے ہوش ہو جاتے پھر جب ہوش آتا تو دعا کرتے کہ یا اللہ میری قوم کو معاف کردے یہ بے وقوف جاہل ہیں جانتے نہیں، قوم کی ایک نسل کے بعد دوسری نسل کو اور دوسری کے بعد تیسری نسل کو اس امید پر دعوت دیتے کہ شاید یہ حق کو قبول کرلیں۔ جب اس عمل پر صدیاں گزر گئیں تو ربُّ العزت کے سامنے ان کی حالتِ زار کی شکایت کی۔ (۲۱)

رب انی دعوت قومی لیلا و نھارا ، فلم یزدھم دعآئی الا فرارا o (۲۲)

ترجمہ: اے رب میں بلاتا رہا اپنی قوم کو رات اور دن پھر میرے بلانے سے اور زیادہ بھاگنے لگے۔

اتنے طویل مصائب کے بعد اس مردِ خدا کی زبان پر یہ دُعاء آئی، **رب انصرنی بما کذبون**، یعنی اے میرے پروردگار ان کی تکذیب کے بالمقابل آپ میری مدد کیجئے۔ حضرت نوح علیہ السلام کو یہ بتلایا گیا کہ آپ کی قوم میں جن کو ایمان لانا تھا، لے آئے اب کوئی اور شخص ایمان قبول نہ کرے گا ان کے دلوں پر ان کی ہٹ دھرمی سرکشی کی بناء پر مہر لگ چکی ہے اس لئے اب آپ اس قوم کا غم نہ کھائیں اور ان کے ایمان قبول نہ کرنے سے پریشان نہ ہوں۔

دوسری بات یہ بتلائی گئی کہ اب ہم اس قوم پر عذاب پانی کے طوفان کا بھیجنے والے ہیں اس لئے آپ ایک کشتی تیار کریں جس میں آپ کے اہل وعیال اور جتنے مسلمان ہیں مع اپنی ضروریات کے سما سکیں تا کہ طوفان کے وقت یہ سب اس میں سوار ہو کر نجات پا سکیں، حضرت نوح علیہ السلام نے حکم کے مطابق کشتی بنائی، پھر جب طوفان کی ابتداء کی علامات سامنے آگئیں کہ زمین سے پانی اُبلنے لگا تو نوح علیہ السلام کو حکم دیا گیا کہ خود مع اپنے اہل وعیال کے اور اُن لوگوں کے جو آپ پر ایمان لائے ہیں اس کشتی میں سوار ہو جائیں، اور انسانوں کی ضروریات جن جانوروں سے متعلق ہیں جیسے گائے، بیل، بکری، گھوڑا، گدھا وغیرہ ان کا بھی ایک ایک جوڑا کشتی میں سوار کر لیں، حضرت نوح علیہ السلام نے حکم کے مطابق سب کو سوار کر لیا۔ آخر میں فرمایا کہ نوح علیہ السلام پر ایمان لانے والے اور کشتی میں سوار ہونے والے مسلمانوں کی تعداد بہت کم تھی۔ (۲۳)

نوح علیہ السلام پر یہ وحی بھیجی گئی کہ ان کی قوم میں سے جو ایمان لانے والے تھے لا چکے ہیں آئندہ اور کوئی ایمان نہ لائے گا اس لئے یہ لوگ جو کچھ معاملہ آپ کے ساتھ کرتے ہیں اُس سے آپ غمگین اور پریشان نہ ہوں، کیونکہ غم و پریشانی عموماً جب ہوتی ہے جب کسی سے صلاح وفلاح کی امید وابستہ ہو، مایوسی بھی ایک قسم کی راحت ہوتی ہے آپ ان سے مایوس ہو جائیے، اور جو تکلیف وصدمہ حضرت نوح علیہ السلام کو ان کی ایذاؤں سے پہنچ رہا تھا اُس کے انتظام کی طرف دوسری آیت میں اشارہ کیا گیا کہ ان کو پانی کے طوفان میں غرق کر دیا جائے گا، انہیں حالات میں حضرت نوح علیہ السلام کی زبان پر اپنی قوم کے لئے وہ بددُعاء آئی تھی جس کا ذکر سورۂ نوح میں کیا گیا ہے:

رب لا تذر علی الارض من الکفرین دیارا ، انک ان تذرھم یضلوا عبادک ولا یلدوا الا فاجرا کفارا .

ترجمہ: اے میرے پروردگار! اب ان کافروں میں سے کوئی زمین پر بسنے والا نہ چھوڑیئے، کیونکہ اگر یہ رہے تو ان کی آئندہ نسل بھی ایسی ہی سرکش اور فاجر و کافر ہوگی۔

یہی دُعاء قبول ہو کر پوری قوم نوح طوفان میں غرق کی گئی۔ (۲۴)

کذبت قبلھم قوم نوح فکذبوا عبدنا وقالوا مجنون و ازدجر o فدعا ربہ انی مغلوب فانتصر o ففتحنا ابواب السماء بماء منھمر o وفجرنا الارض عیونا فالتقی الماء علی امر قد قدر o وحملنٰہ علی ذات الواح و دسر o تجری باعیننا ج جزاء لمن کان کفر o ولقد ترکنٰھا ایۃ فھل من مدکر o فکیف کان عذابی ونذر o (۲۵)

ترجمہ: جھٹلا چکی ہے اُن سے پہلے نوح کی قوم پھر جھوٹا کہا ہمارے بندہ کو اور بولے دیوانہ ہے اور جھڑک لیا اس کو پھر پکارا اپنے رب کو کہ میں عاجز ہو گیا ہوں تو بدلہ لے، پھر ہم نے کھول دیئے دہانے آسمان کے پانی ٹوٹ کر برسنے والے سے اور بہا دیئے زمین سے چشمے پھر مل گیا سب پانی ایک کام پر جو ٹھہر چکا تھا، اور ہم نے اس کو سوار کر دیا ایک تختوں اور کیلوں والی پر، بہتی تھی ہماری آنکھوں کے سامنے بدلہ لینے کو اس کی طرف سے جس کی قدر نہ جانی تھی، اور اس کو ہم نے رہنے دیا نشانی کے لئے پھر کوئی ہے سوچنے والا، پھر کیسا تھا میرا عذاب اور میرا کھڑکھڑانا،

پس ہم نے کثرت سے برسنے والے پانی سے آسمان کے دروازے کھول دیئے، اور زمین سے چشمے جاری کر دیئے پھر (آسمان اور زمین کا) پانی اس کام کے (پورا ہونے کے) لئے مل گیا جو (علمِ الٰہی میں) تجویز ہو چکا تھا (مراد اس کام سے ہلاکت ہے کفار کی، یعنی دونون پانی مل کر طوفان بڑھا، جس میں سب غرق ہو گئے) اور ہم نے نوح (علیہ السلام) کو (طوفان سے محفوظ رکھنے کے لئے) تختوں اور میخوں والی کشتی پر جو کہ ہماری نگرانی میں (پانی کی سطح پر) رواں تھی (مع مؤمنین کے) سوار کیا یہ سب کچھ اس شخص کا بدلہ لینے کے لئے کیا جس کی بے قدری کی گئی تھی (مراد نوح علیہ السلام ہیں)۔ (۲۶)

اور پھر نوح علیہ السلام کو ارشاد فرمایا کہ آپ اپنے اہل و عیال کو بجز ان کے جو کفر پر ہیں کشتی میں سوار کر لیں اور ان سب لوگوں کو بھی جو آپ پر ایمان لائیں ہیں، مگر ایمان لانے والوں کی تعداد بہت قلیل ہے۔

کشتی والوں کی صحیح تعداد قرآن و حدیث میں متعین نہیں کی گئی، حضرت عبداللہ بن عباسؓ سے منقول ہے کہ تعداد کل اسی (۸۰) آدمیوں کی تھی جن میں حضرت نوح علیہ السلام کے تین بیٹے سام، حام، یافث اور ان کی تین بیبیاں تھیں، چوتھا بیٹا کفار کے ساتھ رہ کر طوفان میں غرق ہوا۔ (۲۷)

بعض روایات میں یہ تفصیل بھی آئی ہے کہ اسی (۸۰) کے عدد میں چالیس مرد اور چالیس عورتیں تھیں۔ طوفان کے بعد یہ سب حضرات موصل میں جس جگہ مقیم ہوئے اُس بستی کا نام ثمانون مشہور ہو گیا۔ (۲۸)

قرآن مجید میں حضرت نوح علیہ السلام کا مختصر قصہ بیان فرما کر ایک تو یہ بتلا دیا کہ تمام انبیاء قدیم کی دعوت اور اصولِ عقائد ایک ہی تھے۔ دوسرے یہ بتلا دیا کہ اللہ تعالیٰ اپنے رسولوں کی تائید و حمایت کس طرح حیرت انگیز طریقے پر کرتے ہیں کہ پہاڑوں کی چوٹیوں پر چڑھ جانے والے طوفان میں بھی ان کی سلامتی کو کوئی خطرہ نہیں ہوتا۔ تیسرے یہ واضح کر دیا کہ انبیاء علیہم السلام کی تکذیب عذابِ الٰہی کو دعوت دینا ہے۔ (۲۹)

کیا کشتی نوح آیت الٰہی نہیں۔ غور سے معلوم ہوگا کہ وہ ضرور آیت ہے ایک ایسے طوفان میں جس نے طوفان زدہ رقبہ کے پہاڑوں کو بھی چھپا لیا ہو۔ ایک معمولی کشتی کا بچ رہنا اُس کی سواریون کا جانبر ہونا۔ جیسا کہ قبل ازیں اُن کو یقین بھی دیا گیا تھا۔ حقیقتاً آیت ہے۔ (۳۰)

حضرت صالح علیہ السلام:

حضرتِ صالح اور ثمود کا نسب نامہ: علماء انساب قومِ ثمود کے پیغمبر حضرت صالح (علیہ السلام) کے نسب نامہ میں مختلف نظر آتے ہیں۔ مشہور حافظِ حدیث امام بغویؒ نے آپ کا نسب اس طرح بیان کیا ہے: صالح بن عبید بن آسنت بن ماشح بن عبید بن حادر بن ثمود اور وھب بن منبہ، مشہور تابعی اس طرح نقل کرتے ہیں۔ صالح بن عبید بن جابر بن ثمود۔ (۳۱)

علمائے نسب نے بیان کیا ہے کہ ثمود بن عامر بن ارم بن سام بن نوحؑ ۔ (۳۲)

اس نسب نامہ سے یہ بھی واضح ہو جاتا ہے کہ اس قوم کو (جس کے ایک فرد حضرت صالح (علیہ السلام) بھی ہیں) ثمود اس لئے کہا جاتا ہے کہ ان کے نسب نامہ کا جدِّ اعلیٰ ثمود ہے، اور اُسی کی جانب یہ قبیلہ یا قوم منسوب ہے۔

ثمود سے حضرتِ نوح (علیہ السلام) تک بھی دو قول ہیں، اوّل ثمود بن عامر بن ارم بن سام ۔دوم، ثمود بن عاد بن عوص بن ارم بن سام بن نوح علیه السلام۔ (۳۳)

قومِ ثمود بھی سامی اقوام ہی کی ایک شاخ ہے اور غالباً بلکہ یقیناً یہی وہ افرادِ قوم ہیں جو عادِ اولیٰ کی ہلاکت کے وقت حضرت ہودؑ کے ساتھ بچ گئے تھے اور یہی نسل عادِ ثانیہ کہلائی، اور بلاشبہ یہ قوم بھی عرب بائدہ (ہلاک شدہ عربی نسل) میں سے ہے۔

ثمود کی بستیاں: ثمود کہاں آباد تھے اور کس خطہ میں پھیلے ہوئے تھے؟ اس کے متعلق یہ طے شدہ امر ہے کہ اُن کی آبادیاں حِجر میں تھیں، حجاز اور شام کے درمیان وادیٔ قریٰ تک جو میدان نظر آتا ہے یہ سب اُن کا مقامِ سکونت ہے، اور آج کل ''فج الناقۃ'' کے نام سے مشہور ہے۔ ثمود کی بستیوں کے کھنڈرات اور آثار آج تک موجود ہیں۔ (۳۴)

عرب کا مشہور مؤرخ مسعودی لکھتا ہے: **ورممهم باقية وآثارهم بادية فى طريق من ورد من الشام**

ترجمہ: جو شخص شام سے حجاز کو آتا ہے اُس کی راہ میں اُن کے مٹے نشان اور بوسیدہ کھنڈرات پڑتے ہیں،

حِجر کا یہ مقام جو حِجر ثمود کہلاتا ہے شہر مدین سے جنوب مشرق میں اس طرح واقع ہے کہ خلیج عقبہ اس کے سامنے پڑتی ہے اور جس طرح عاد کو عادِ ارم کہا گیا ہے (حتّٰی کہ قرآنِ عزیز نے تو ارم کو اُن کی مستقل صفت ہی بنا دیا) اُسی طرح اُن کی ہلاکت کے بعد اُن کو ثمودِ ارم یا عادِ ثانیہ کہا جاتا ہے۔ (۳۵)

محققین کی رائے یہ ہے کہ یہ عاد کا بقیہ ہیں اور یہی صحیح اور راجح قول ہے، اور اہلِ حضر موت کا یہ دعویٰ کہ ثمود کی آبادیاں اور محلات عاد کی صناعی کا نتیجہ ہیں، اس قول کا مخالف نہیں ہے کہ ثمود فنِ تعمیر میں یدِ طولیٰ رکھتے تھے اور یہ عمارات اُن کی اپنی تعمیر ہیں، اس لئے کہ عادِ اولیٰ اور عادِ ثانیہ بہر حال عاد ہیں۔ (۳۶)

جیسا کہ قرآن کریم میں ارشادِ ربانی ہے:

واذكروا اذ جعلكم خلفاء منم بعد عاد و بوأكم فى الارض تتخذون من سهولها قصورا و تنحتون الجبال بيوتا . (۳۷)

ترجمہ: اور تم اُس وقت کو یاد کرو کہ تم کو خدا نے عاد کے بعد اُن کا قائم مقام بنایا اور تم کو زمین پر جگہ دی کہ تم اس کی سطح اور نرم حصّوں پر محلات بناتے ہو اور سنگ تراشی کر کے پہاڑوں میں مکان تراشتے ہو۔

اُن کا زمانہ حضرت ابراہیم (علیہ السلام) سے پہلے کا زمانہ ہے اور وہ اس جلیل القدر پیغمبر کی بعثت سے بہت پہلے ہلاک ہو چکے تھے۔ (۳۸)

ثمود اپنے بُت پرست پیشروؤں کی طرح بُت پرست تھے، وہ خدائے واحد کے علاوہ بہت سے معبودانِ باطل کے پرستار اور شرک میں مبتلا تھے، اس لئے انکی اصلاح اور احقاقِ حق کے لئے ان ہی کے قبیلہ میں سے حضرتِ صالح کو ناصح پیغمبر اور رسول بنا کر بھیجا گیا تا کہ وہ اُن کی راہِ راست پر لائیں، اُن کو خدا کی نعمتیں یاد دلائیں جن سے صبح و شام وہ محظوظ ہوتے رہتے ہیں اور ان پر واضح کریں کہ کائنات کی ہر شئے خدا کی توحید اور یکتائی پر شاہد ہے اور یقینی دلائل اور مُسکت براہین کے ساتھ اُن کی گمراہی کو ظاہر کریں اور بتائیں کہ پرستش و عبادت کے لائق ذاتِ اَحد کے علاوہ دوسرا کوئی نہیں ہے۔ (۳۹)

والیٰ ثمود اخاهم صالحام قال يقوم اعبدوا الله مالكم من اله غيره ط هو انشاكم من الارض واستعمركم فيها فاستغفروه ثم توبوا اليه ط ان ربى قريب مجيب ○ قالوا يٰصٰلح قد كنت فينا مرجوا قبل هذا اتنهٰنا ان نعبد ما يعبد اباؤنا واننا لفى شك مما تدعونا اليه مريب ○ قال يقوم ارئيتم ان كنت علىٰ بينة من ربى واٰتٰنى منه رحمة فمن ينصرنى من الله ان عصيتهٗ قف فما تزيدوننى غير تخسير ○ (۴۰)

ترجمہ: اور ثمود کی طرف بھیجا ان کا بھائی صالح، بولا اے قوم بندگی کرو اللہ کی کوئی حاکم نہیں تمہارا اس کے سوا، اسی نے بنایا تم کو زمین سے اور بسایا تم کو اس میں سو گناہ بخشواؤ اس سے اور رجوع کرو اس کی طرف تحقیق میرا رب نزدیک ہے قبول کرنے والا بولے اے صالح تجھ سے تو ہم کو امید تھی اس سے پہلے کیا تو ہم کو منع کرتا ہے کہ پرستش کریں جن کی پرستش کرتے رہے ہمارے باپ دادے، اور ہم کو تو شبہ ہے اس میں جس چیز کی طرف تو بلاتا ہے ایسا کہ دل نہیں مانتا، بولا اے قوم بھلا دیکھو تو اگر مجھ کو سمجھ مل گئی اپنے رب کی طرف سے اور

اس نے دی مجھ کو رحمت اپنی طرف سے پھر کون بچائے مجھ کو اس سے اگر اس کی نافرمانی کروں سو تم کچھ نہیں بڑھاتے میرا سوائے نقصان کے۔

اور ہم نے (قوم) ثمود کے پاس ان کے بھائی صالح (علیہ السلام) کو پیغمبر بنا کر بھیجا انہوں نے (اپنی قوم سے) فرمایا اے میری قوم (صرف) اللہ کی عبادت کرو اس کے سوا کوئی تمہارا معبود (ہونے کے قابل) نہیں (اس کا تم پر یہ انعام ہے کہ) اس نے تم کو زمین (کے مادہ سے) پیدا کیا اور تم کو اس (زمین) میں آباد کیا (یعنی ایجاد و ابقاء دونوں نعمتیں عطا فرمائیں جس میں سب نعمتیں آگئیں، جب وہ ایسا منعم ہے) تو تم اپنے گناہ (شرک و کفر وغیرہ) اس سے معاف کراؤ (یعنی ایمان لاؤ اور) پھر (ایمان لاکر) اس کی طرف (عبادت سے) متوجہ رہو (یعنی عمل صالح کرو) بیشک میرا رب (اس شخص سے) قریب ہے (جو اس کی طرف متوجہ ہو اور اس شخص کی عرض) قبول کرنے والا ہے (جو اس سے گناہ معاف کراتا ہے) وہ لوگ کہنے لگے اے صالح تم تو اس سے قبل ہم میں ہونہار (معلوم ہوتے) تھے (یعنی ہم کو تم سے امید تھی کہ اپنی لیاقت اور وجاہت سے فخر قوم اور ہمارے لیے مایۂ ناز اور ہمارے لیے سرپرست بنو گے، افسوس اس وقت جو باتیں کر رہے ہو اس سے تو ساری امیدیں خاک میں ملتی نظر آتی ہیں) کیا تم ہم کو ان چیزوں کی عبادت سے منع کرتے ہو جن کی عبادت ہمرے بڑے کرتے آئے ہیں (یعنی تم ان سے منع مت کرو) اور جس دین کی طرف تم ہم کو بلا رہے ہو (یعنی توحید) واقعی ہم تو اس کی طرف سے بڑے (بھاری) شبہ میں ہیں جس نے ہم کو تر دد میں ڈال رکھا ہے (کہ مسئلۂ توحید ہمارے خیال ہی میں نہیں آتا) آپ نے (جواب میں) فرمایا اے میری قوم (تم جو کہتے ہو کہ تم توحید کی دعوت اور بت پرستی سے ممانعت مت کرو تو) بھلا یہ تو بتلاؤ کہ اگر میں اپنے رب کی جانب سے دلیل پر (قائم) ہوں (جس سے توحید ثابت ہے) اور اس نے مجھ کو اپنی طرف سے رحمت (یعنی نبوت) عطا فرمائی ہو (جس سے اس توحید کی دعوت کا میں مامور ہوں) سو (اس حالت میں) اگر میں خدا کا کہنا نہ مانوں (اور دعوتِ توحید کو ترک کر دوں جیسا تم کہتے ہو) تو (یہ بتلاؤ کہ) پھر مجھ کو خدا (کے عذاب) سے کون بچالے گا تو تم تو (ایسا برا مشورہ دے کر) سراسر میرا نقصان ہی کر رہے ہو (یعنی اگر خدانخواستہ قبول کر لوں تو بجز نقصان کے اور کیا ہاتھ آوے گا)۔ (۴۱) **كذبت ثمود بالنذر o فقالوا أبشرامنا واحداً نتبعهٗ لا انا اذا لفی ضلٰل و سعر o ء القی الذکر علیه من م بیننا بل هو كذاب اشر o سيعلمون غداً من الكذاب الاشر o (۴۲)**

ترجمہ: جھٹلایا ثمود نے ڈر سنانے والوں کو، پھر کہنے لگے کہ کیا ایک آدمی ہم میں کا اکیلا ہم اس کے کہے پر چلیں گے تو ہم غلطی میں پڑے اور سودا میں، کیا اُتری اسی پر نصیحت ہم سب میں سے کوئی نہیں یہ جھوٹا ہے، بڑائی مارتا ہے، اب جان لیں گے کل کو کون ہے جھوٹا بڑائی مارنے والا۔

ثمود نے (بھی) پیغمبروں کی تکذیب کی (کیونکہ ایک پیغمبر کی تکذیب مستلزم ہے سب پیغمبروں کی تکذیب کو) اور کہنے لگے کیا ہم ایسے شخص کا اتباع کریں گے جو ہماری جنس کا آدمی ہے، اور (حشم و خدم سے) اکیلا ہے (یعنی یا تو فرشتہ ہوتا تو ہم دین میں اتباع کرتے، یا صاحب خدم و حشم ہوتا تو دنیوی امور میں اتباع کرتے جبکہ بشر ہے اور وہ بھی اکیلا، نہ تو اتباع فی الدنیا کو کوئی امر مقتضی ہے نہ اتباع فی الدین کو اگر ہم اس حالت میں اتباع کریں) تو اس صورت میں ہم بڑی غلطی اور (بلکہ) جنون میں پڑ جاویں کیا ہم سب میں سے (منتخب ہو کر) اسی (شخص) پر وحی نازل ہوئی ہے (ہرگز ایسا نہیں) بلکہ یہ بڑا جھوٹا اور شیخی باز ہے (شیخی یعنی تکبر کے مارے ایسی باتیں بڑائی کی کرتا ہے، کہ لوگ مجھ کو سردار قرار دے لیں، حق تعالیٰ نے صالح علیہ السلام سے فرمایا کہ تم ان کے بکنے پر رنج مت کرو) اُن کو عنقریب (مرتے ہی) معلوم ہو جائے گا کہ جھوٹا شیخی باز کون تھا (یعنی) یہی لوگ تھے کہ انکار نبوت میں کاذب تھے، اور اتباع نبی سے بوجہ شیخی کے عار کرتے تھے۔ (۴۳)

صالحؑ نے بھی اپنی قوم کو سب سے پہلے توحید کی دعوت دی، قوم نے حسب عادت اِن کو جھٹلایا اور یہ ضد کی کہ آپ کا نبی برحق ہونا ہم جب تسلیم کریں جب کہ ہمارے سامنے اس پہاڑ کی چٹان میں سے ایک اونٹنی ایسی ایسی نکل آئے۔

صالحؑ نے ان کو ڈرایا کہ تمہارا منہ مانگا معجزہ اگر اللہ تعالیٰ نے ظاہر کر دیا اور پھر بھی تم نے ایمان لانے میں کوئی کوتاہی کی تو عادۃ اللہ

کے مطابق تم پر عذاب آجائے گا اور سب ہلاک اور برباد ہو جاؤ گے، مگر وہ اپنی ضد سے باز نہ آئے اللہ تعالیٰ نے ان کا مطلوبہ معجزہ اپنی قدرت کاملہ سے ظاہر فرمادیا، پہاڑ کی چٹان شق ہو کر ان کے بتائے ہوئے اوصاف کی اونٹنی برآمد ہوگئی۔ (۴۴)

ویقوم ھذہ ناقۃ اللّٰہ لکم ایۃ فذروھا تاکل فی ارض اللّٰہ ولا تمسوھا بسوء فیأخذکم عذاب قریب ○ (۴۵)

ترجمہ: اور اے قوم یہ اونٹنی ہے اللہ کی تمہارے لئے نشانی سو چھوڑ دو اس کو کھاتی پھرے اللہ کی زمین میں اور مت ہاتھ لگاؤ بری طرح پھر آ پکڑے گا عذاب تم کو بہت جلد۔

اللہ تعالیٰ نے فرمایا:

انا مرسلوا الناقۃ فتنۃ لھم فارتقبھم واصطبر ○ ونبئھم ان الماء قسمۃ بینھم ج کل شرب محتضر ○ (۴۶)

ترجمہ: ہم بھیجتے ہیں اونٹنی ان کے جانچنے کے واسطے سو انتظار کر ان کا اور سہتا رہ، اور سنادے اُن کو کہ پانی کا بانٹا ہے ان میں ہر باری پر پہنچنا چاہئے۔

اور (یہ لوگ جو اونٹنی کا معجزہ طلب کرتے تھے تو) ہم (ان کی درخواست کے موافق پتھر میں سے) اونٹنی کو نکالنے والے ہیں، اُن کی آزمائش (ایمان) کے لئے سو ان (کی حرکتوں) کو دیکھتے بھالتے رہنا اور صبر سے بیٹھے رہنا اور ان لوگوں کو (جب اونٹنی پیدا ہو تو) یہ بتلا دینا کہ پانی (کنویں کا) بانٹ دیا گیا ہے، (یعنی تمہارے مواشی اور اونٹنی کی باری مقرر ہوگئی ہے) ہر ایک باری پر باری والا حاضر ہوا کرے (یعنی اونٹنی اپنی باری میں پانی پیوے اور مواشی اپنی باری میں) چنانچہ اونٹنی پیدا ہوئی، اور صالح علیہ السلام نے اسی طرح فرمادیا) سو (اس باری سے وہ لوگ تنگ آگئے)۔ (۴۷)

فنادوا صاحبھم فتعاطی فعقر ○ فکیف کان عذابی ونذر ○ انا ارسلنا علیھم صیحۃ واحدۃ فکانوا کھشیم المحتظر ○ (۴۸)

ترجمہ: پھر پکارا انہوں نے اپنے رفیق کو پھر ہاتھ چلایا اور کاٹ ڈالا، پھر کیسا ہوا میرا عذاب اور میرا کھڑکھڑانا، ہم نے بھیجی اُن پر ایک چنگھاڑ پھر رہ گئے جیسے روندی ہوئی باڑ کانٹوں کی۔

کذبت ثمود بطغوٰھا ○ اذ انبعث اشقٰھا ○ فقال لھم رسول اللّٰہ ناقۃ اللّٰہ وسقیٰھا ○ فکذبوہ فعقروھا ○ فدمدم علیھم ربھم بذنبھم فسوّٰھا ○ ولا یخاف عقبٰھا ○ (۴۹)

ترجمہ: جھٹلایا ثمود نے اپنی شرارت سے جب اٹھ کھڑا ہوا انہیں کا بڑا بدبخت پھر کہا اُن کو اللہ کے رسول نے خبردار رہو اللہ کی اونٹنی سے اور اس کی پانی پینے کی باری سے، پھر انہوں نے جھٹلایا اس کو، پھر پاؤں کاٹ ڈالے اس کے، پھر اُلٹ مارا اُن پر ان کے رب نے بسبب اُن کے گناہوں کے پھر برابر کر دیا سب کو، اور وہ نہیں ڈرتا پیچھا کرنے سے۔

اسی واقعہ کا تذکرہ کرتے ہوئے اللہ تعالیٰ نے سورۂ شعراء میں فرمایا کہ اس میں لوگوں کے لئے نشانی ہے:

قال ھذہ ناقۃ لھا شرب ولکم شرب یوم معلوم ○ ولا تمسوھا بسوء فیأخذکم عذاب یوم عظیم ○ فعقروھا فاصبحوا ندمین ○ فاخذھم العذاب ط ان فی ذلک لأیۃ ط وما کان اکثرھم مؤمنین ○ (۵۰)

ترجمہ: کہا یہ اونٹنی ہے اس کے لئے پانی پینے کی ایک باری اور تمہارے لئے باری ایک دن کی مقرر اور مت چھیڑیو اُس کو بُری طرح سے پھر پکڑے تم کو آفت ایک بڑے دن کی پھر کاٹ ڈالا اس اونٹنی کو پھر کل کو رہ گئے پچھتاتے پھر آ پکڑا ان کو عذاب نے البتہ اس بات میں نشانی ہے اور ان میں بہت لوگ نہیں ماننے والے۔

اللہ کے حکم کی نافرمانی اور اللہ کے نبی حضرت صالحؑ کی تکذیب اور اللہ کی نشانی ''ناقۃ اللّٰہ'' کی تعظیم نہ کرنے کی پاداش میں اللہ تعالیٰ نے اس قوم کو نیست و نابود کر دیا۔

فعقروها فقال تمتعوا فی دارکم ثلثة ایام ط ذلک وعد غیر مکذوب o فلما جآء امرنا نجینا صلحًا والذین امنوا معهٗ برحمة منا ومن خزی یومئذ ط ان ربک هو القوی العزیز o واخذ الذین ظلموا الصیحة فاصبحوا فی دیارهم جثمین o کان لم یغنوا فیها ط الا ان ثمودا کفروا ربهم ط الا بعدا لثمود o (۵۱)

ترجمہ: پھر اس کے پاؤں کاٹے تب کہا فائدہ اٹھالو اپنے گھروں میں تین دن، یہ وعدہ ہے جو جھوٹا نہ ہوگا پھر جب پہنچا حکم ہمارا بچادیا ہم نے صالح کو اور جو ایمان لائے اس کے ساتھ اپنی رحمت سے اور اس دن کی رسوائی سے، بیشک تیرا رب وہی ہے زور والا زبردست، اور پکڑلیا اُن ظالموں کو ہولناک آواز نے پھر صبح کورہ گئے اپنے گھروں میں اوندھے پڑے ہوئے جیسے کبھی رہے ہی نہ تھے وہاں، سُن لو ثمود منکر ہوئے اپنے رب سے، سُن لو پھٹکار ہے ثمود کو۔

اللہ تعالیٰ نے حکم دیا کہ اس اونٹنی کو کوئی تکلیف نہ پہنچائیں ورنہ تم پر عذاب آجائے گا مگر وہ اس پر بھی قائم نہ رہے، اونٹنی کو ہلاک کر ڈالا، بالآخر خدا تعالیٰ نے اُن کو پکڑلیا، حضرت صالح علیہ السلام اور ان کے مؤمن ساتھی عذاب سے بچالئے گئے باقی پوری قوم ایک سخت ہیبت ناک آواز کے ذریعہ ہلاک کردی گئی۔ (۵۲)

حضرت ابراہیم علیہ السلام:

ابراهیمؑ (خلیل اللّٰه) بن تارخ بن ناحور ، بن سروج، بن رعو، بن فالح، بن عابر، بن شالح، بن ارفکشاذ، بن سام، بن نوح (علیه السلام). (۵۳)

یہ تصریح تورات اور تاریخ کے مطابق ہے مگر قرآن عزیز نے ان کے والد کا نام آذر بتایا ہے:

واذ قال ابراهیم لابیه ازر اتتخذوا اصناما الهة (انعام) **(۵۴)**

ترجمہ: اور (وہ وقت یاد کرو) جب ابراہیمؑ نے اپنے باپ آزر سے کہا ''کیا تو بتوں کو خدا بناتا ہے؟''

آزر کی تحقیق: چونکہ تاریخ اور تورات دونوں ابراہیم (علیہ السلام) کے والد کا نام تارخ بتاتے ہیں اور قرآنِ عزیز آزر کہتا ہے، اس لئے علماء اور مفسرین نے اس مسئلہ کی تحقیق میں دو (۲) راہیں اختیار کی ہیں:

(۱) ایسی صورت کی جائے کہ دونوں ناموں کے درمیان مطابقت ہوجائے اور یہ اختلاف جاتا رہے۔

(۲) تحقیق کے بعد فیصلہ کن بات کہی جائے کہ ان دونوں میں کون صحیح ہے اور کون غلط یا دونوں صحیح ہیں مگر دو جدا جدا ہستیوں کے نام ہیں۔

پہلے خیال کے علماء کی رائے یہ ہے کہ یہ دونوں نام ایک ہی شخصیت سے وابستہ ہیں اور تارخ عَلَم اسمی (اسمی نام) ہے اور آزر عَلَم وصفی (وصفی نام) ان میں سے بعض کہتے ہیں آزر عبری زبان میں ''محبِ صنم'' کو کہتے ہیں اور چونکہ تارخ میں بُت تراشی وبُت پرستی دونوں وصف موجود تھے اس لئے آزر کے لقب سے مشہور ہوا، اور بعض کا گمان ہے کہ آزر کے معنی اعوج (کم فہم) یا بے وقوف اور پیر فرتوت کے ہیں، اور چونکہ تارخ میں یہ باتیں موجود تھیں اس لئے اس وصف سے موصوف کیا گیا۔ قرآنِ عزیز نے اُسی مشہور وصفی عَلَم کو بیان کیا ہے۔

اور دوسرے خیال کی تحقیق یہ ہے کہ آزر اُس بُت کا نام ہے تارخ جس کا پجاری اور مہنت تھا، چنانچہ مجاہد (رضی اللہ عنہ) سے روایت ہے کہ قرآنِ عزیز کی مسطورۂ بالا آیت کا مطلب یہ ہے:

اتتخذ ازر الها ای اتتخذ اصناما الهة کیا تو آزر کو خدا مانتا ہے یعنی بتوں کو خدا مانتا ہے؟ (۵۵)

واذا بتلٰی ابراهیم ربه بکلمت فاتمهن ط قال انی جاعلک للناس اماما ط قال ومن ذریتی ط قال لا ینال عهدی الظلمین o (۵۶)

ترجمہ: اور جب آزمایا ابراہیم کو اس کے رب نے کئی باتوں میں پھر اس نے وہ پوری کیں، تب فرمایا میں تجھ کو کروں گا سب لوگوں کا پیشوا، بولا اور میری اولاد میں سے بھی فرمایا نہیں پہنچے گا میرا اقرار ظالموں کو۔

ابراہیم علیہ السلام کا یہ ابتلاء وامتحان کسی جرم کی پاداش میں یا نا معلوم قابلیت کا علم حاصل کرنے کے لئے نہیں، بلکہ شانِ تربیت و ربوبیت اس کا منشاء، ان آزمائشوں کے ذریعے اپنے خلیلؑ کی تربیت کر کے ان کے درجات و مقامات تک پہنچانا مقصود ہے۔ (۵۷)

حق تعالیٰ کو منظور تھا کہ حضرت ابراہیم علیہ السلام کو اپنی خُلّت کا خلعتِ خاص عطا فرمایا جائے، اس لئے ان کو سخت امتحانات سے گذارا گیا، پوری قوم کی قوم حتیٰ کہ اپنا خاندان سب کے سب بت پرستی میں مبتلا تھے سب کے عقائد و رسوم سے مختلف ایک دین حنیف ان کو عطا کیا گیا، اور اس کی تبلیغ اور قوم کو اس کی طرف دعوت دینے کا بارِ گراں آپ پر ڈالا گیا، آپ نے پیغمبرانہ جرأت و ہمت کے ساتھ بے خوف وخطر قوم کو خدائے وحدہٗ لاشریک لہٗ کی طرف بلایا، بت پرستی کی شرمناک رسم کی خرابیاں مختلف عنوانات سے بیان کیں، عملی طور پر بتوں کے خلاف جہاد کیا، پوری قوم کی قوم آمادۂ جنگ وجدال ہوگئی، بادشاہِ وقت نمرود اور اس کی قوم نے آپ کو آگ میں ڈال کر زندہ جلانے کا فیصلہ کر لیا، اللہ کے خلیلؑ نے اپنے مولا کی رضامندی کے لئے ان سب بلاؤں پر راضی ہو کر پنے آپ کو آگ میں ڈال دینے کے لئے پیش کر دیا۔ (۵۸)

اُف لکم ولما تعبدون من دون اللہ ۔ افلا تعقلون ٥ (۵۹)

ترجمہ: بیزار ہوں میں تم سے اور جن کو تم پوجتے ہو اللہ کے سوائے کیا تم کو سمجھ نہیں۔

اور ہم نے اس (زمانۂ موسوی) سے پہلے ابراہیم (علیہ السلام) کو ان کی (شان کے مناسب) خوش فہمی عطا فرمائی تھی اور ہم اُن (کے کمالاتِ علمیہ وعملیہ) کو خوب جانتے تھے (یعنی وہ بڑے کامل تھے اُن کا وہ وقت یاد کرنے کے قابل ہے) جبکہ اُنھوں نے اپنے باپ سے اور اپنی برادری سے (اُن کو بُت پرستی میں مشغول دیکھ کر) فرمایا کہ کیا (واہیات) مورتیں ہیں جن (کی عبادت) پر تم جمے بیٹھے ہو (یعنی یہ ہرگز قابلِ عبادت نہیں) وہ لوگ (جواب میں) کہنے لگے کہ ہم نے اپنے بڑوں کو ان کی عبادت کرتے ہوئے دیکھا ہے، (اور وہ لوگ عاقل تھے اس سے معلوم ہوتا ہے کہ یہ مورتیں لائق عبادت کے ہیں) ابراہیم (علیہ السلام) نے کہا کہ بیشک تم اور تمہارے باپ دادے (ان کو لائق عبادت سمجھنے میں) صریح غلطی میں (مبتلا) ہو۔ (یعنی خود انہی کے پاس ان کی معبودیت کی کوئی دلیل اور سند نہیں ہے وہ تو اس لئے ضلال میں ہیں اور تم ایسوں کی تقلید کرتے ہو جو بے دلیل بے ثبوت اوہام کے پیچھے چلنے والے ہیں اس لئے تم ضلال میں ہو، چونکہ اُن لوگوں نے ایسی بات سُنی نہ تھی نہایت متعجب ہو کر) وہ لوگ کہنے لگے کہ کیا تم (اپنے نزدیک) سچی بات (سمجھ کر) ہمارے سامنے پیش کر رہے ہو یا (یُوں ہی) دل لگی کر رہے ہو، ابراہیم (علیہ السلام) نے فرمایا کہ نہیں (دل لگی نہیں بلکہ سچی بات ہے اور صرف میرے ہی نزدیک نہیں واقع میں بھی سچی بات یہی ہے کہ یہ عبادت کے قابل نہیں) بلکہ تمہارا رب (حقیقی جو لائق عبادت ہے) وہ ہے جو تمام آسمانوں اور زمین کا رب ہے جس نے (علاوہ تربیت کے) اُن سب (آسمانوں اور زمین اور اُن میں جو مخلوق ہے جسمیں یہ اصنام بھی داخل ہیں سب) کو پیدا کیا اور میں اس (دعویٰ) پر دلیل بھی رکھتا ہوں (تمہاری طرح کورانہ تقلید سے کام نہیں کرتا) اور خدا کی قسم میں تمہارے ان بُتوں کی گت بناؤں گا جب تم (ان کے پاس سے) چلے جاؤ گے (تا کہ ان کا عاجز اور درماندہ ہونا زیادہ مشاہدے میں آجاوے، اُن لوگوں نے یہ سمجھ کر کہ یہ اکیلے ہمارے مخالف کاروائی کیا کر سکتے ہیں کچھ التفات نہ کیا ہوگا اور چلے گئے) تو (اُن کے چلے جانے کے بعد) انہوں نے اُن بتوں کو (تبر وغیرہ سے توڑ پھوڑ کر) ٹکڑے ٹکڑے کر دیا بجز اُن کے ایک بڑے بت کے (جو جثے میں یا اُن لوگوں کی نظر میں معظم ہونے میں بڑا تھا کہ اس کو چھوڑ دیا جس سے ایک قسم کا استہزاء مقصود تھا کہ ایک کے سالم اور دوسروں کے قطع وبُرید سے ابہام ہوتا ہے کہ کہیں اُسی نے تو سب کو نہیں توڑا، پس ابتداء تو ابہام ہے پھر جب وہ قطع وبُرید کرنے والے کی تحقیق کریں گے اور اُس بڑے بُت پر احتمال بھی نہ کریں گے تو ان کی طرف سے اُس کے عجز کا بھی اعتراف ہو جاویگا اور حجت اور لازم تر ہو جاوے گی، پس انتہاء یہ الزام وافحام ہے یعنی لاجواب کرنا ہے اور مقصود ومشترک اثبات عجز ہے، بعض کا انکار سے اور ایک کا اُن کے اقرار

سے ،غرض ایک کو اس مصلحت سے چھوڑ کر سب کو توڑ دیا) کہ شاید وہ لوگ ابراہیم کی طرف (دریافت کرنے کے طور پر) رجوع کریں (اور پھر وہ تقریر جواب سے مکرر پوری طرح احقاق حق کرسکیں۔غرض وہ لوگ جو بُت خانہ میں آئے تو بُتوں کی بُری گت بنی دیکھی آپس میں) کہنے لگے کہ یہ (بے ادبی کا کام) ہمارے بُتوں کے ساتھ کس نے کیا ہے اس میں کوئی شک نہیں کہ اُس نے بڑا ہی غضب کیا۔

بعضوں نے کہا (جن کو اس قول کا علم تھا) کہ ہم نے ایک نوجوان آدمی کو جس کو ابراہیم کرکے پکارا جاتا ہے اُن بُتوں کا (بُرائی کے ساتھ) تذکرہ کرتے سُنا ہے (پھر) وہ (سب) لوگ (یا جنہوں نے اول استفسار کیا تھا) بولے کہ (جب یہ بات ہے) تو اچھا اس کو سب آدمیوں کے سامنے حاضر کروتا کہ (شاید وہ اقرار کرلے اور) وہ لوگ (اس کے اقرار کے) گواہ ہوجائیں (پھر اتمام حجت کے بعد سزا دی جائے جس پر کوئی ملامت نہ کرسکے،غرض سب کے روبرو وہ آئے اور اُن سے) اُن لوگوں نے کہا کہ کیا ہمارے بتوں کے ساتھ تم نے یہ حرکت کی ہے اے ابراہیم،انہوں نے (جواب میں) فرمایا کہ (تم یہ احتمال کیوں نہیں کرتے کہ یہ حرکت میں نے) نہیں کی ، بلکہ اُن کے اُس بڑے گرو) نے کی (اور جب اس کبیر میں فاعل ہونے کا احتمال ہوسکتا ہے تو ان صنعار میں ناطق ہونے کا احتمال بھی ہوگا) سو ان (ہی) سے پوچھ لو اگر یہ بولتے ہوں (اور اگر بڑے بُت کا فاعل اس عمل کا ہونا اور دوسرے بُتوں میں بولنے کی طاقت ہونا باطل ہے تو عجز ان کا تمہارے نزدیک مسلم ہوگیا پھر اعتقاد الوہیت کی کیا وجہ ہے) اس پر وہ لوگ اپنے جی میں سوچے پھر (آپس میں) کہنے لگے کہ حقیقت میں تم ہی لوگ ناحق پر ہو (اور ابراہیم حق پر ہے کہ جو ایسا عاجز ہو وہ کیا معبود ہوگا) پھر (شرمندگی کے مارے) اپنے سروں کو جھکالیا (ابراہیم علیہ السلام سے نہایت مغلوبانہ لہجہ میں بولے کہ) اے ابراہیم تم کو تو معلوم ہی ہے کہ یہ بُت (کچھ) بولتے نہیں (ہم اُن سے کیا پوچھیں اور اس سے فاعلیتِ کبیر کی نفی بدرجۂ اولیٰ ہوگی اس وقت) ابراہیم (علیہ السلام) نے فرمایا کہ (افسوس جب یہ ایسے ہیں) تو کیا خدا کو چھوڑ کر تم ایسی چیز کی عبادت کرتے ہو جو تم کو نہ کچھ نفع پہنچاسکے۔ (۶۰)

قالوا حرقوه وانصروا الهتكم ان كنتم فعلين ٥ (٦١)

ترجمہ: بولے اس کو جلاؤ اور مدد کرو اپنے معبودوں کی اگر کچھ کرتے ہو۔

وہ لوگ کہنے لگے کہ ان (ابراہیم) کو آگ میں جلادو اور اپنے معبودوں کا (اُن سے) بدلا لو اگر تم کو کچھ کرنا ہے (تو یہ کام کرو ورنہ بالکل ہی بات ڈوب جاوے گی ،غرض سب نے متفق ہوکر اس کا سامان کیا اور ان کو آتشِ سوزاں میں ڈال دیا۔ (۶۲)

نمرود اور اس کی قوم حضرت ابراہیم کو جلا ڈالنے پر متفق ہوگئی انہوں نے آپؑ کو ایک مکان میں قید کردیا اور قریہ کوثیٰ میں ایک عمارت بنائی اور ایک مہینے تک بکوشش تمام قسم کی لکڑیاں جمع کیں اور ایک عظیم آگ جلائی جس کی تپش سے ہوا میں پرواز کرنے والے پرندے جل جاتے تھے اور ایک منجنیق (گوپھن) کھڑی کی اور آپؑ کو باندھ کر اس میں رکھ کر آگ میں پھینکا اس وقت آپؑ کی زبان مبارک پر تھا **حسبی الله ونعم الوکیل** (۶۳)

قلنا ينار كونی بردا وسلما على ابرٰهيم ٥ وارادوا به كيدا فجعلنٰهم الاخسرين ٥(٦٤)

ترجمہ: ہم نے کہا اے آگ ٹھنڈی ہوجا اور آرام وہ ابراہیم پر اور چاہنے لگا اُس کا بُرا پھر اُنہی کو ڈالا ہم نے نقصان میں۔

(اسوقت) ہم نے (آگ کو) حکم دیا کہ اے آگ تو ٹھنڈی اور بے گزند ہوجا، ابراہیم کے حق میں، (یعنی نہ ایسی گرم رہ جس سے جلنے کی نوبت آوے اور نہ بہت ٹھنڈی برف ہوجا کہ اس کی ٹھنڈک سے تکلیف پہنچے بلکہ مثل ہوائے معتدل کے بن جا چنانچہ ایسا ہی ہوگیا) اور اُن لوگوں نے اُن کے ساتھ بُرائی کرنا چاہا تھا (کہ ہلاک ہوجائیں گے) سو ہم نے اُن ہی لوگوں کو ناکام کردیا (کہ اُن کا مقصود حاصل نہ ہوا بلکہ اور بالعکس حقانیت ابراہیم علیہ السلام کا زیادہ ثبوت ہوگیا۔(۶۵)

در تو نمرودی ست آتشِ درمرو رفت خواهی اوّل ابراهیم شو (۶۶)

حضرت ابراہیم علیہ السلام پر نارِ نمرود کے گلزار بن جانے کی حقیقت:

جو لوگ معجزات اور خوارقِ عادات کے منکر ہیں اُنہوں نے تو اس میں عجیب وغریب تحریفات کی ہیں، بات یہ ہے کہ فلسفہ کا یہ ضابطہ کہ جو چیز کسی چیز کے لئے لازم ذات ہو وہ اُس سے کسی وقت جُدا نہیں ہوسکتی خود ایک باطل اور بے دلیل ضابطہ ہے حقیقت یہ ہے کہ اس دُنیا میں تمام مخلوقات میں کوئی چیز کسی کے لازم ذات نہیں بلکہ صرف عادۃ اللہ یہ جاری ہے کہ آگ کے لئے حرارت اور جلانا لازم ہے، پانی کے لئے ٹھنڈا کرنا اور بُجھانا لازم ہے، مگر یہ لازم صرف عادی ہے عقلی نہیں کیونکہ فلاسفہ بھی اس کے عقلی ہونے کی کوئی معقول دلیل نہیں پیش کرسکے اور جب یہ لازم عادی ہوا تو جب اللہ تعالیٰ کسی خاص حکمت سے کسی عادت کو بدلنا چاہتے ہیں بدل دیتے ہیں اُس کے بدلنے میں کوئی عقلی محال لازم نہیں آتا جب اللہ تعالیٰ چاہے تو آگ بُجھانے اور ٹھنڈا کرنے کا کام کرنے لگتی ہے اور پانی جلانیکا، حالانکہ آگ اپنی حقیقت میں آگ ہی ہوتی ہے اور پانی بھی پانی ہی ہوتا ہے مگر کسی خاص فرد یا جماعت کے حق میں بحکم خداوندی وہ اپنی خاصیت چھوڑ دیتی ہے، انبیاء علیہم السلام کی نبوت کے ثبوت میں جو معجزات حق تعالیٰ ظاہر فرماتے ہیں اُن سب کا حاصل یہی ہوتا ہے اس لئے اللہ تعالیٰ نے اس آگ کو حکم دے دیا کہ ٹھنڈی ہو جاوہ ٹھنڈی ہوگئی اور اگر بردًا کے ساتھ وسلامًا کا لفظ نہ ہوتا تو آگ برف کی طرح ٹھنڈی ہو کر سبب ایذا بن جاتی۔

حـــرّقـوه ،یعنی پوری برادری اور نمرود نے یہ فیصلہ کرلیا کہ ان کو آگ میں جلا دیا جائے، تاریخی روایات میں ہے کہ ایک مہینہ تک سارے شہر کے لوگ اس کام کے لئے لکڑی وغیرہ سوختہ کا سامان جمع کرتے رہے پھر اس میں آگ لگا کر سات دن تک اس کو دھونکتے اور بھڑکاتے رہے یہاں تک کہ اُس کے شعلے فضائی آسمان میں اتنے اونچے ہوگئے کہ اگر کوئی پرندہ اُس پر گزرے تو جل جائے، اس وقت ارادہ کیا کہ ابراہیم علیہ السلام کو اس میں ڈالا جائے تو فکر ہوئی کہ ڈالیں کیسے اُس کے پاس تک جانا کسی کے بس میں نہیں تھا شیطان نے اُن کو منجنیق (گوپیا) میں رکھ کر پھینکنے کی ترکیب بتلائی، جس وقت اللہ کے خلیل منجنیق کے ذریعہ اس آگ کے سمندر میں پھینکے جارہے تھے تو سب فرشتے بلکہ زمین وآسمان اور اُن کی مخلوقات سب چیخ اُٹھے کہ یارب آپ کی خلیل پر کیا گزر رہی ہے حق تعالیٰ نے ان سب کو ابراہیم کی مدد کرنے کی اجازت دے دی، فرشتوں نے مدد کرنے کے لئے حضرت ابراہیم علیہ السلام سے دریافت کیا تو ابراہیم علیہ السلام نے جواب دیا کہ مجھے اللہ تعالیٰ کافی ہے وہ میرا حال دیکھ رہا ہے۔ (۶۷)

ابن اسحاق کا بیان ہے اس طرح ایک ماہ تک لوگ لکڑیاں جمع کرتے رہے جب حسب منشاء لکڑیاں جمع کر چکے تو ڈھیر میں ہر طرف سے آگ لگادی آگ بھڑک اٹھی اور جب خوب تیز ہوگئی اور اس حد تک پہنچ گئی کہ پرندہ بھی جلنے کے ڈر سے اوپر سے نہ اڑسکتا تھا تو انہوں نے مزید سات روز تک بھڑکنے دیا اور ابراہیم کو اس میں ڈالنا چاہا مگر سمجھ میں نہ آتا تھا کہ آگ میں کیسے پھینکیں ابلیس نے آکر منجنیق (گوپھن یا چرخی) قائم کرنے کی تدبیر بتائی لوگوں نے چرخی بنائی اور سب سے اونچی عمارت کی چوٹی پر اس کو قائم کیا اور ابراہیم کو باندھ کر اس میں بٹھایا یہ دیکھ کر آسمان وزمین ملائکہ اور سوائے جن وانس کے ساری مخلوق چیخ پڑی اور عرض کیا اے ہمارے رب ابراہیم تیرا خلیل ہے اور آگ میں اس کو ڈالا جارہا ہے اس کے سوا روئے زمین پر اور کوئی تیری عبادت کرنے والا نہیں ہے ہم کو اجازت مل جائے تو ہم اس کی مدد کریں اللہ نے فرمایا ابراہیم میرا خلیل ہے اس کے سوا اور کوئی میرا خلیل نہیں اور میں ہی اس کا معبود ہوں اور میرے سوا اس کا کوئی اور معبود نہیں اگر وہ تم میں سے کسی کی مدد کا خواستگار ہو یا دعا کرے تو جس سے وہ مدد طلب کرے وہ اس کی مدد کرسکتا ہے میری طرف سے اجازت ہے اور اگر میرے سوا وہ کسی سے مدد کا طلبگار نہ ہو تو میں اس کی حالت کو خوب جانتا ہوں۔ میں ہی اس کا کارساز ہوں ہم دونوں کے درمیان تم حائل نہ ہو جونہی لوگوں نے حضرت ابراہیم کو آگ میں پھینکنا چاہا تو وہ فرشتہ جو پانی کا خازن (کارندہ) تھا، حضرت ابراہیمؑ سے کہا اگر آپ چاہیں تو میں آگ کو بجھا دوں اور ہوا کا مؤکل بھی آیا اس نے کہا اگر آپ کا منشاء ہو تو میں ہوا اڑا دوں حضرت ابراہیم نے کہا مجھے تمہاری مدد کی ضرورت نہیں میرے لئے اللہ کافی ہے وہی میرا کارساز ہے۔

حضرت ابی بن کعب کی روایت میں آیا ہے کہ جب لوگوں نے ابراہیم کو آگ میں ڈالنے کے لئے مضبوطی کے ساتھ باندھ دیا تو آپ نے کہا لا الہ الا انت سبحانک لک الحمد ولک الملک لا شریک لک اس کے بعد منجنیق میں رکھ کر آپ کو آگ کی طرف پھینک دیا گیا اسی دوران میں جبرئیل نے سامنے آ کر کہا ابراہیم اگر تمھیں میری مدد کی ضرورت ہو تو میں موجود ہوں حضرت ابراہیم نے کہا مجھے آپ کی مدد کی ضرورت نہیں، جبرئیلؑ نے کہا تو پھر اپنے رب سے درخواست کیجئے، حضرت ابراہیمؑ نے کہا مجھے سوال کی کیا ضرورت ہے۔ میری حالت کا اس کو علم ہے میرے لئے یہی کافی ہے۔

قلنا ینار کونی بردا وسلما علی ابرٰھیم ○ ترجمہ: ہم نے حکم دیا کہ اے آگ تو ٹھنڈی اور سلامتی بخش ہو ابراہیم کے لئے

(حضرت ابن عباسؓ نے فرمایا کہ اگر اللہ سلاماً نہ فرماتا تو آگ کی (انتہائی) سردی کی وجہ سے ابراہیم مرجاتے بعض اہل علم نے لکھا ہے کہ سلاماً (کونی کی خبر نہیں ہے بلکہ) فعل محذوف کا مفعول مطلق ہے یعنی ہم نے ابراہیم کو کامل طور پر سالم رکھا۔

بغوی نے لکھا ہے کہ بعض آثار میں آیا ہے کہ اس روز تمام روئے زمین کی آگ بجھ گئی تھی دنیا بھر میں کوئی اس روز آگ سے فائدہ نہ اٹھا سکا اگر اللہ علیٰ ابراھیم نہ فرماتا تو ہمیشہ کے لئے آگ ٹھنڈی ہو جاتی۔

میں کہتا ہوں کہ بظاہر آگ کی خاصیت سلب نہیں ہوئی تھی جلانے کی خاصیت حسب معمول موجود تھی لیکن حضرت ابراہیم کے لئے ضرر رساں نہیں رہی تھی۔ علیٰ ابراھیم کا لفظ اسی پر دلالت کر رہا ہے۔

سدی نے کہا ملائکہ نے حضرت ابراہیمؑ کے بازو پکڑ کر زمین پر بٹھا دیا، آپ نے وہاں اچانک شیریں پانی کا چشمہ اور سرخ گلاب کے پھول (اپنی نظر کے سامنے) دیکھے کعب کا بیان ہے آگ سے حضرت کے جسم کا کوئی حصہ متاثر نہیں ہوا جبکہ گو پھن کی رسی جل گئی۔ اہل روایت نے کہا ہے ابراہیم وہاں سات روز رہے۔ منہال بن عمرو کا بیان ہے کہ حضرت ابراہیم نے کہا جتنے آرام اور راحت کے ساتھ میں چند روز آگ میں رہا اتنے آرام سے کبھی نہیں رہا۔ ابن یسار نے کہا اللہ نے سایہ کے موکل کو ابراہیم کے لئے تخت عطا فرما کر بھیجا جو آ کر ابراہیم کے پہلو میں آپ کی وحشت دور کرنے کے لئے بیٹھ گیا اور بحکم خدا حضرت جبرئیلؑ جنت کی پوشاک اور مسند لے کر آئے قمیص حضرت ابراہیم کو پہنایا اور مسند پر بٹھایا اور خود بھی آپ کے ساتھ مسند پر باتیں کرنے کے لئے بیٹھ گئے۔ (۶۸)

ونجینٰہ ولوطا الی الارض التی بٰرکنا فیھا للعٰلمین ○ ووھبنا لہٗ اسحٰق ط ویعقوب نافلۃ ط وکلا جعلنا صٰلحین ○ وجعلنٰھم ائمۃ یھدون بامرنا واوحینآ الیھم فعل الخیرٰت واقام الصلوٰۃ وایتآء الزکوٰۃ ج وکانوا لنا عٰبدین ○ (۶۹)

ترجمہ: اور بچا نکالا ہم نے اُس کو اور لوطؑ کو اُس زمین کی طرف جس میں برکت رکھی ہم نے جہان کے واسطے اور بخشا ہم نے اس کو اسحٰق اور یعقوب دیا انعام میں اور سب کو نیک بخت کیا اور ان کو کیا ہم نے پیشوا راہ بتلاتے تھے ہمارے حکم سے اور کہلا بھیجا ہم نے اُن کو کرنا نیکیوں کا اور قائم رکھنی نماز اور دینی زکوٰۃ اور وہ تھے ہماری بندگی میں لگے ہوئے۔

اور ہم نے ابراہیم کو اور (اُن کے برادرزادہ کذافی الدر المنثور عن ابن عباسؓ) لوط علیہ السلام کو (کہ اُنھوں نے برخلاف قوم کے ابراہیم علیہ السلام کی تصدیق کی تھی قال تعالیٰ فاٰمن لہٗ لوط ؑ اور اس وجہ سے لوگ اُن کے بھی مخالف اور درپے تھے) ایسے ملک (یعنی شام) کی طرف بھیج کر (کافروں کے شر وایذاء سے) بچالیا جس میں ہم نے دنیا جہان والوں کے واسطے (خیرو) برکت رکھی ہے (دُنیوی بھی کہ ہر قسم کے عمدہ پھل پھول بکثرت پیدا ہوتے ہیں اور دوسرے لوگ بھی اس سے منتفع ہوسکتے ہیں اور دینی بھی کہ بکثرت انبیاء علیہم السلام وہاں ہوئے جن کے شرائع کی برکت دُور دُور عالم میں پھیلی یعنی اُنھوں نے ملک شام کی طرف باذن الٰہی ہجرت فرمائی) اور (ہجرت کے بعد) ہم نے اُن کو اسحٰق (بیٹا) اور یعقوب پوتا عطا کیا اور ہم نے ان سب (باپ بیٹے پوتے) کو (اعلیٰ درجہ کا) نیک کیا (اعلیٰ درجہ کی نیکی کا مصداق عصمت ہے جو

بشریت میں خواص نبوت سے ہے پس مراد یہ ہے کہ اُن سب کو نبی بنایا) اور ہم نے اُن (سب) کو مقتدا بنایا (جو کہ لوازم نبوت سے ہے) کہ ہمارے حکم سے (خلق کو) ہدایت کیا کرتے تھے (جو کہ مناصب نبوت سے ہے) اور ہم نے اُن کے پاس نیک کاموں کے کرنے کا اور (خصوصاً) نماز کی پابندی کا اور زکوٰۃ ادا کرنے کا حکم بھیجا (یعنی یہ حکم بھیجا کہ ان کاموں کو کیا کرو) اور وہ (حضرات) ہماری (خوب) عبادت کیا کرتے تھے (یعنی ان کو جو حکم ہوا تھا اس کو اچھی طرح بجالاتے تھے)۔ (۷۰)

اس امتحان سے فارغ ہو کر دوسرا امتحان یہ لیا گیا کہ اپنے اصلی وطن کو چھوڑ کر شام کی طرف ہجرت کر جائیں، حضرت ابراہیم علیہ السلام نے رضائے خداوندی کی تڑپ میں قوم و وطن کو بھی خیر باد کہہ دیا، اور مع اہل وعیال ہجرت کر کے شام میں چلے آئے! اب قوم و وطن کو چھوڑ کر ملکِ شام میں قیام کیا ہی تھا کہ یہ حکم ملا کہ بی بی حاجرہ رضی اللہ عنہا اور اُن کے شیر خوار بچے حضرت اسماعیل علیہ السلام کو ساتھ لے کر یہاں سے بھی کوچ کریں (ابن کثیر)

جبرئیل امین آئے اور دونوں کو ساتھ لے کر چلے، راستہ میں جہاں کوئی سر سبز جگہ آتی تو حضرت خلیلؑ فرماتے یہاں ٹھہرا دیا جائے، جبرئیلؑ فرماتے کہ یہاں کا حکم نہیں، منزل آگے ہے، جب وہ خشک پہاڑ اور گرم ریگستان آ جاتا ہے جہاں آگے کسی وقت بیت اللہ کی تعمیر اور شہر مکہ کی بستی بسانا مقدر تھا، اس ریگستان میں آپ کو اتار دیا جاتا ہے، اللہ تعالیٰ کے خلیل اپنے پروردگار کی محبت میں مسرور و مگن اسی چٹیل میدان اور بے آب و گیاہ جنگل میں بی بی کو لے کر ٹھہر جاتے ہیں، لیکن یہ امتحان اسی پر ختم نہیں ہو جاتا، بلکہ اب حضرت ابراہیم علیہ السلام کو حکم ملتا ہے کہ بی بی اور بچے کو یہیں چھوڑ دیں، اور خود ملکِ شام کو واپس ہو جائیں، اللہ کا خلیل حکم پاتے ہی اس کی تعمیل میں اُٹھ کھڑا ہوتا ہے، اور شام کی طرف روانہ ہو جاتا ہے، تعمیلِ حکم میں اتنی تاخیر بھی گوارا نہیں کہ بیوی کو یہ اطلاع ہی دیدے کہ مجھے چونکہ خدا کا یہ حکم ملا ہے اس لئے میں جا رہا ہوں، حضرت ہاجرہ علیہا السلام جب آپ کو جاتے ہوئے دیکھتی ہیں تو پکارتی ہیں، مگر آپ جواب نہیں دیتے، پھر پکارتی ہیں اور کہتی ہیں کہ اس لق و دق میدان میں ہمیں چھوڑ کر کہاں جا رہے ہو! اس کا بھی جواب نہیں دیتے، مگر وہ بی بی بھی خلیل اللہؑ کی بی بی تھیں سمجھ گئیں کہ ماجرہ کیا ہے، اور کہنے لگیں کہ کیا آپ کو اللہ تعالیٰ کا کوئی حکم ملا ہے؟ آپ نے فرمایا کہ ہاں، حضرت ہاجرہ علیہا السلام کو بھی جب حکمِ خداوندی کا علم ہو گیا، تو نہایت اطمینان کے ساتھ فرمایا کہ جایئے، جس مالک نے آپ کو چلے جانے کا حکم فرمایا ہے وہ ہمیں بھی ضائع نہیں کرے گا۔ (۷۱)

حضرت ابراہیم علیہ السلام باشاراتِ ربانی گاہ گاہ تشریف لاتے ہیں، اور بی بی و بچہ کو دیکھ جاتے ہیں، اس وقت پھر اللہ تعالیٰ اپنے خلیلؑ کا پھر تیسرا امتحان لیتے ہیں، یہ بچہ اس بیکسی اور بے سروسامانی میں پروان چڑھا، اور بظاہر اسباب باپ کی تربیت اور شفقت سے بھی محروم رہا، اب والد ماجد کو بظاہر یہ حکم ملتا ہے اس بچہ کو اپنے ہاتھ سے ذبح کر دو،

فلما بلغ معه السعی قال یبنی انی اری فی المنام انی اذبحک فانظر ما ذا تریٰ ط قال یابت افعل ما تؤمر ز ستجدنی انشاء اللّٰہ من الصبرین ۝ (۷۲)

ترجمہ: "جب بچہ اس قابل ہو گیا کہ باپ کے ساتھ کام کاج میں کچھ مدد دے سکے تو ابراہیم علیہ السلام نے اس سے کہا کہ اے بیٹے میں خواب میں یہ دیکھتا ہوں کہ تجھ کو ذبح کر رہا ہوں، تو بتلا کہ تیرا کیا خیال ہے؟ فرزند سعید نے عرض کیا کہ ابا جان آپ کو جو حکم ملا ہے اس کی تعمیل کیجئے آپ مجھے بھی اس کی تعمیل میں انشاء اللہ ثابت قدم پائیں گے۔"

حضرت خلیل علیہ الصلوٰۃ والسلام صاحبزادے کو ذبح کرنے کے لئے منیٰ کے جنگل میں لے گئے، اور اپنی طرف سے حکمِ حق جل وعلا شانہٗ کی پوری تعمیل کر دی، مگر وہاں مقصود بچے کو ذبح کرانا نہیں بلکہ شفیق باپ کا امتحان کرنا تھا، واقعہ خواب کے الفاظ میں غور کیا جائے کہ اس میں یہ نہیں دیکھا تھا کہ ذبح کر دیا، بلکہ ذبح کا عمل کرتے دیکھا، جو حضرت ابراہیم علیہ السلام نے کر دکھایا اور اس عمل کو بذریعہ وحی منام دکھلانے میں بھی شاید یہی مصلحت ہو کہ بذریعہ کلام حکمِ ذبح دینا منظور نہ تھا، اسی وجہ سے ارشاد یہ ہوا کہ صدقت الرؤیا، کہ خواب میں جو کچھ دیکھا تھا آپ

نے اس کو پورا کر دیا، جب اس میں وہ پورے اُترے تو اللہ تعالیٰ نے جنت سے اس کا فدیہ نازل فرما کر اس کی قربانی کا حکم دیدیا، اور یہ سنت ابراہیمی آنے والی دنیا کے لئے دائمی سنت بن گئی۔ (۷۳)

وابراھیم الذی وفّی (۷۴) ترجمہ: وہ ابراہیم جس نے پورا کر دکھایا۔

گویا اللہ تعالیٰ نے حضرت ابراہیمؑ کے ہر امتحان میں مکمل کامیابی کا اعلان فرما دیا۔ حضرت ابراہیم علیہ السلام کو سنِ پیری میں جبکہ ان کی بیوی بوڑھی اور بانجھ تھیں حضرت اسحٰق علیہ السلام کی پیدائش کی خوشخبری اللہ تعالیٰ کا اپنے خلیل کے لئے تیسرا معجزہ تھا۔

ھل اتٰک حدیث ضیف ابراھیم المکرمین ٥ اذ دخلوا علیه فقالوا سلٰما ط قال سلٰم ج قوم منکرون ٥ فراغ الیٰ اھله فجآء بعجل سمین ٥ فقربه الیھم قال الا تأکلون ٥ فاوجس منھم خیفة ط قالوا لا تخف ط وبشروہ بغلٰم علیم ٥ فاقبلت امراته فی صرة فصکت وجھھا وقالت عجوز عقیم ٥ قالوا کذالک لا قال ربک ط انه ھو الحکیم العلیم ٥ (۷۵)

ترجمہ: کیا پہنچی ہے تجھ کو بات ابراہیم کے مہمانوں کی جو عزت والے تھے، جب اندر پہنچے اس کے پاس تو بولے سلام وہ بولا سلام ہے یہ لوگ ہیں اوپرے، پھر دوڑا اپنے گھر کو تو لے آیا ایک بچھڑا گھی میں تلا ہوا، پھر اُن کے سامنے رکھا کہا کیوں تم کھاتے نہیں، پھر جی میں گھبرایا اُن کے ڈر سے بولے تو مت ڈر اور خوشخبری دی اس کو ایک لڑکے ہوشیار کی، پھر سامنے سے آئی اس کی عورت بولتی ہوئی پھر پیٹا اپنا ماتھا اور کہنے لگی بڑھیا بانجھ، وہ بولے یونہی کہا تیرے رب نے وہ جو ہے وہی ہے حکمت والا خبردار۔

(اے محمد ﷺ) کیا (ابراہیم علیہ السلام) کے معزز مہمانوں کی حکایت آپ تک پہنچی، (معزز یا تو اس لئے کہا کہ وہ ملائکہ تھے جن کی شان میں ہے بل عباد مکرمون اور یا اس لئے کہا کہ ابراہیم علیہ السلام نے اپنی عادت کے موافق اُن کا اکرام کیا تھا، اور مہمان کہنا بنا بر ظاہری حالت کے ہے، کہ بشکلِ انسان آئے تھے اور یہ قصہ اس وقت ہوا تھا) جبکہ وہ (مہمان) ان کے پاس آئے پھر اُن کو سلام کیا، ابراہیم (علیہ السلام) نے بھی (جواب میں) کہا سلام (اور کہنے لگے کہ) انجان لوگ (معلوم ہوتے) ہیں (ظاہر تو یہی ہے کہ دل میں سوچا قرینہ اس کا یہ ہے کہ آگے جواب فرشتوں کا مذکور نہیں، اور احتمال بعید یہ بھی ہے کہ بطور پوچھنے کہ انہی سے کہہ دیا ہو کہ آپ لوگوں کو پہچانا نہیں اور انہوں نے جواب نہ دیا ہو، اور ابراہیم علیہ السلام نے جواب کا انتظار نہ کیا ہو غرض یہ سلام و کلام ہو کر) پھر اپنے گھر کی طرف چلے اور ایک فربہ بچھڑا (تلا ہوا لقولہ تعالیٰ بعجل حنیذ) لائے اور اس کو ان کے پاس (یعنی سامنے) لا کر رکھا (چونکہ وہ فرشتے تھے، کیوں کھاتے اس وقت ابراہیم علیہ السلام کو شبہ ہوا اور) کہنے لگے کہ آپ لوگ کھاتے کیوں نہیں (جب پھر بھی نہ کھایا) تو ان سے دل میں خوف زدہ ہوئے (کہ یہ لوگ کہیں مخالفین اور اعداء میں سے نہ ہوں، (کما مرّ فی سورة ھود) انھوں نے کہا تم ڈرو مت (ہم آدمی نہیں ہیں فرشتے ہیں) اور (یہ کہہ کر) ان کو ایک فرزند کی بشارت دی جو ایک بڑا عالم (یعنی نبی) ہوگا، کیونکہ مخلوق میں سب سے زیادہ علم انبیاء کو ہوتا ہے اور مراد اس سے حضرت اسحٰق علیہ السلام ہیں، یہ گفتگو ان سے ہو رہی تھی کہ) اتنے میں ان کی بی بی (حضرت سارہؑ جو کہیں کھڑی سُن رہی تھیں لقولہ تعالیٰ وامراته قائمة اولاد کی خبر سُن کر) بولتی پکارتی آئیں پھر (جب فرشتوں نے اُن کو بھی یہ خبر سُنائی لقولہ تعالیٰ فبشرناھا باسحٰق تو تعجب سے) ماتھے پر ہاتھ مارا اور کہنے لگیں کہ (اوّل تو میں) بڑھیا (پھر) بانجھ (اس وقت بچہ پیدا ہونا بھی عجیب بات ہے) فرشتے کہنے لگے کہ (تعجب مت کرو لقولہ تعالیٰ اتعجبین) تمہارے پروردگار نے ایسا ہی فرمایا ہے (اور) کچھ شک نہیں کہ وہ بڑا حکمت والا بڑا جاننے والا ہے (یعنی گو فی نفسہ یہ بات تعجب کی ہے مگر تم کہ خاندانِ نبوّت میں رہتی ہو اور علم و فہم سے مشرف ہو، یہ معلوم کر کے کہ خدا کا ارشاد ہے تعجب نہ رہنا چاہئے)۔ (۷۶)

چوتھا معجزہ پرندوں کے ٹکڑے کرنے کے بعد انکا ''باذن اللہ زندہ ہونا'' ہے۔

واذ قال ابرٰھم رب ارنی کیف تحی الموتیٰ ط قال اولم تؤمن ط قال بلیٰ ولکن لیطمئن قلبی ط قال فخذ

اربعة من الطیر فصرھن الیک ثم اجعل علیٰ کل جبل منھن جزء اثم ادعھن یأتینک سعیا ط واعلم ان اللّٰہ عزیز حکیم ٥(۷۷)

ترجمہ: اور یاد کر جب کہا ابراہیمؑ نے اے پروردگار میرے دکھلا دے مجھ کو کیونکر زندہ کرے گا تو مردے، فرمایا کیا تو نے یقین نہیں کیا، کہا کیوں نہیں لیکن اس واسطے کو چاہتا ہوں کہ تسکین ہو جاوے میرے دل کو فرمایا تو پکڑ لے چار جانور اڑنے والے پھر اُن کو ہلا لے اپنے ساتھ، پھر رکھ دے ہر پہاڑ پر اُن کے بدن کا ایک ایک ٹکڑا پھر اُن کو بلا، چلے آویں گے تیرے پاس دوڑتے ہوئے اور جان لے کہ بیشک اللہ زبردست ہے حکمت والا۔

خلیل اللہ حضرت ابراہیم علیہ السلام نے حق تعالیٰ سے یہ درخواست کی کہ مجھے اس کا مشاہدہ کرا دیجئے کہ آپ مُردوں کو کس طرح زندہ کریں گے؟ حق تعالیٰ نے ارشاد فرمایا کہ اس درخواست کی کیا وجہ ہے؟ کیا آپ کو ہماری قدرتِ کاملہ پر یقین نہیں کہ وہ ہر چیز پر حاوی ہے، ابراہیم علیہ الصلوٰۃ والسلام نے اپنا واقعی حال عرض کیا کہ یقین تو کیسے نہ ہوتا، کیونکہ آپ کی قدرتِ کاملہ کے مظاہر ہر لحظہ ہر آن مشاہدہ میں آتے رہتے ہیں، اور غور وفکر کرنے والے کے لئے خود اس کی ذات میں اور کائنات کے ذرہ ذرہ میں اس کا مشاہدہ ہوتا ہے، لیکن انسانی فطرت ہے کہ جس کام کا مشاہدہ نہ ہو خواہ وہ کتنا ہی یقینی ہو اس میں اس کے خیالات منتشر رہتے ہیں، کہ یہ کیسے اور کس طرح ہوگا؟ یہ ذہنی انتشار سکون قلب اور اطمینان میں خلل انداز ہوتا ہے، اس لئے یہ مشاہدہ کی درخواست کی گئی کہ احیاءِ موتی کی مختلف صورتوں اور کیفیتوں میں ذہنی انتشار واقع نہ ہو کر قلب کو سکون واطمینان حاصل ہو جائے۔

حق تعالیٰ نے ان کی درخواست قبول فرما کر ان کے مشاہدہ کی بھی ایک ایسی عجیب صورت تجویز فرمائی جس میں منکرین کے تمام شبہات وخدشات کے ازالہ کا بھی مشاہدہ ہو جائے، وہ صورت یہ تھی کہ آپ کو حکم دیا گیا کہ چار پرندے جانور اپنے پاس جمع کر لیں، پھر اُن کو پاس رکھ کر ہلا لیں کہ وہ ایسے ہل جائیں کہ آپ کے بلانے سے آجایا کریں، اور ان کی پوری طرح شناخت بھی ہو جائے، یہ شبہ نہ رہے کہ شاید کوئی دوسرا پرندہ آگیا ہو، پھر ان چاروں کو ذبح کر کے اور ہڈیوں اور پروں سمیت اُن کا خوب قیمہ سا کر کے اس کے کئی حصہ کر دیں، اور پھر اپنی تجویز سے مختلف پہاڑوں پر اس قیمہ کا ایک ایک حصہ رکھ دیں، پھر اُن کو بلائیں، تو وہ اللہ تعالیٰ کی قدرتِ کاملہ سے زندہ ہو کر دوڑے دوڑے آپ کے پاس آجائیں گے۔

تفسیر روح المعانی میں بسند ابن المنذر حضرت حسن رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ حضرت ابراہیم علیہ الصلوٰۃ والسلام نے ایسا ہی کیا، پھر ان کو پکارا تو فوراً ہڈی سے ہڈی، پَر سے پَر، خون سے خون، گوشت سے گوشت مل ملا کر سب اپنی اپنی اصلی ہیئت میں زندہ ہو کر دوڑتے ہوئے ابراہیم علیہ الصلوٰۃ والسلام کے پاس آگئے، حق تعالیٰ نے فرمایا کہ اے ابراہیمؑ قیامت کے روز اسی طرح سب اجزاء واجساد کو جمع کر کے ایک دم سے ان میں جان ڈالدوں گا۔ (۷۸)

حضرت موسیٰ علیہ السلام:

موسیٰؑ :کلیم اللہ، ایک جلیل القدر اور اولوالعزم نبی اور رسول: ان کا نسب بعض عرب مؤرخین نے موسیٰ بن عمران بن قہات (یا قہاث) لاوی بن یعقوبؑ بن اسحاقؑ بن ابراھیمؑ بتایا ہے۔(۷۹)

حضرت موسیٰ (علیہ السلام) کا نسب چند واسطوں سے حضرت یعقوبؑ تک پہنچتا ہے، ان کے والد کا نام عمران اور والدہ کا نام یوکابد تھا، باپ کا سلسلۂ نسب یہ ہے: عمران بن قاھت بن لاوی بن یعقوب (علیہ السلام) اور حضرت ہارون (علیہ السلام) حضرتِ موسیٰ (علیہ السلام) کے حقیقی اور بڑے بھائی تھے۔

عمران کے گھر میں موسیٰ (علیہ السلام) کی ولادت ایسے زمانہ میں ہوئی جبکہ فرعون اسرائیلی لڑکوں کے قتل کا فیصلہ کر چکا تھا اس لئے

اُن کی والدہ اور اہل خاندان اُن کی ولادت کے وقت سخت پریشان تھے کہ کس طرح بچہ کو قاتلوں کی نگاہ سے محفوظ رکھیں۔ (۸۰)

ولقد مننا علیک مرة اخریٰ ٥ اذ اوحینا الیٰ امک ما یوحیٰ٥ ان اقذفیه فی التابوت فاقذفیه فی الیم فلیلقه الیم بالساحل یأخذه عدو لی وعدو له ؕ والقیت علیک محبة منی ج ولتصنع علیٰ عینی ٥ اذ تمشی اختک فتقول هل ادلکم علیٰ من یکفله ؕ فرجعنک الیٰ امک کی تقر عینها ولا تحزن ؕ (۸۱)

ترجمہ: اور (تجھے معلوم ہے) ہم تجھ پر پہلے بھی ایک مرتبہ کیسا احسان کر چکے ہیں؟ ہم تجھے بتاتے ہیں، اس وقت کیا ہوا تھا، جب ہم نے تیری ماں کے دل میں بات ڈال دی تھی، ہم نے اُسے سمجھایا تھا کہ بچہ کو ایک صندوق میں ڈال دے اور صندوق کو دریا میں چھوڑ دے، دریا اُسے کنارے پر دھکیل دے گا، پھر اُسے وہ اٹھالے گا جو میرا (یعنی میری مسلم قوم کا) دشمن ہے، نیز اس بچہ کا بھی دشمن، اور (اے موسیٰ!) ہم نے اپنے فضلِ خاص سے تجھ پر محبت کا سایہ ڈال دیا تھا (کہ اجنبی بھی تجھ سے محبت کرنے لگے) اور یہ اس لئے تھا کہ ہم چاہتے تھے کہ تو ہماری نگرانی میں پرورش پائے، تیری بہن جب وہاں سے گذری، تو (یہ ہماری ہی کارفرمائی تھی کہ) اُس نے (فرعون کی لڑکی سے) کہا میں تمہیں ایسی عورت بتلا دوں جو اُسے پالے پوسے؟ اور اس طرح ہم نے پھر تجھے تیری ماں کی گود میں لوٹا دیا کہ اُس کی آنکھیں ٹھنڈی رہیں اور (بچہ کی جدائی سے) غمگین نہ ہو۔

ہم نے تمہاری ماں کو وہ بات الہام سے بتلائی جو (بوجہ مہتم بالشان ہونے کے) الہام سے بتلانے کے (قابل) تھی (وہ) یہ کہ موسیٰ کو (جلادوں کے ہاتھ سے بچانے کے لئے) ایک صندوق میں رکھو، پھر ان کو (مع صندوق کے) دریا میں (جس کی ایک شاخ فرعون کے محل تک بھی گئی تھی) ڈالدو پھر دریا اُن کو (مع صندوق کے) کنارے (کے پاس) تک لے آویگا کہ آخر کار اُن کو ایک ایسا شخص پکڑے گا جو (کافر ہونے کی وجہ سے) میرا بھی دشمن ہے اور ان کا بھی دشمن ہے (خواہ فی الحال بوجہ اس کے کہ سب بچوں کو قتل کرتا تھا خواہ آئندہ ان کا خاص طور پر دشمن ہوگا) اور (جب صندوق پکڑا گیا اور تم اس میں سے نکالے گئے تو) میں نے تمہارے (چہرے کے) اوپر اپنی طرف سے ایک اثر محبت ڈال دیا (تاکہ جو تم کو دیکھے پیار کرے) اور تاکہ تم میری (خاص) نگرانی میں پرورش پاؤ۔ (یہ اسوقت کا قصہ ہے) جبکہ تمہاری بہن (تمہاری تلاش میں فرعون کے گھر) چلتی ہوئی آئیں، پھر (تم کو دیکھ کر اجنبی بن کر) کہنے لگیں (جبکہ تم کسی انا کا دودھ نہ پیتے تھے) کیا تم لوگوں کو ایسے شخص کا پتہ دُوں جو اس کو (اچھی طرح) پالے رکھے (چنانچہ ان لوگوں نے چونکہ اُن کو تلاش تھی منظور کرلیا اور تمہاری بہن تمہاری ماں کو بُلا کر لائیں) پھر (اس تدبیر سے) ہم نے تم کو تمہاری ماں کے پاس پھر پہنچا دیا تاکہ اُن کی آنکھیں ٹھنڈی ہوں اور اُن کو غم نہ رہے (جیسا تھوڑے عرصہ تک فراق سے مغموم رہیں)۔ (۸۲)

اذ اوحینا الیٰ امک ما یوحی ،یعنی جبکہ وحی بھیجی ہم نے آپ کی والدہ کے پاس ایک ایسے معاملہ کی جو صرف وحی سے ہی معلوم ہوسکتا تھا وہ یہ کہ فرعونی سپاہی جو اسرائیلی لڑکوں کو قتل کرنے پر مامور تھے اُن سے بچانے کے لئے اُن کی والدہ کو بذریعہ وحی الٰہی بتلایا گیا کہ اُن کو ایک تابُوت میں بند کر کے دریا میں ڈال دیں اور اُن کے ہلاک ہونے کا اندیشہ نہ کریں ہم اُن کو حفاظت سے رکھیں گے اور پھر آپ کے پاس ہی واپس پہنچا دیں گے۔ (۸۳)

واوحینا الی ام موسیٰ ان ارضعیه ج فاذا خفت علیه فالقیه فی الیم ولا تخافی ولا تحزنی ج انا رادوه الیک وجاعلوه من المرسلین ٥ فالتقطه ال فرعون لیکون لهم عدوا وحزنا ؕ ان فرعون وهامٰن وجنودهما کانوا خٰطئین ٥ وقالت امرات فرعون قرت عین لی ولک ؕ لا تقتلوه ق عسیٰ ان ینفعنا او نتخذه ولدا وهم لا یشعرون٥ واصبح فؤاد ام موسیٰ فرغا ؕ ان کادت لتبدی به لولا ان ربطنا علیٰ قلبها لتکون من المؤمنین ٥ وقالت لاخته قصیه ز فبصرت به عن جنب وهم لا یشعرون ٥ وحرمنا علیه

المراضع من قبل فقالت هل ادلکم علیٰ اهل بیت یکفلونهٗ لکم وهم لهٗ نٰصحون ○ فرددنٰه الیٰ امه کی تقر عینها ولا تحزن ولتعلم ان وعد الله حق ولکن اکثرهم لا یعلمون○ (۸۴)

ترجمہ: اور ہم نے حکم بھیجا موسیٰ کی ماں کو کہ اس کو دودھ پلاتی رہ پھر جب تجھ کو ڈر ہو اُس کا تو ڈال دے اس کو دریا میں اور نہ خطرہ کر اور نہ غمگین ہو، ہم پھر پہنچا دیں گے اس کو تیری طرف اور کریں گے اس کو رسولوں سے، پھر اُٹھا لیا اُس کو فرعون کے گھر والوں نے کہ ہو اُن کا دشمن اور غم میں ڈالنے والا، بیشک فرعون اور ہامان اور اُن کے لشکر تھے چوکنے والے، اور بولی فرعون کی عورت یہ تو آنکھوں کی ٹھنڈک ہے میرے لئے اور تیرے لئے اس کو مت مارو کچھ بعید نہیں جو ہمارے کام آئے یا ہم اس کو بنالیں بیٹا، اور ان کو کچھ خبر نہ تھی اور صبح کو موسیٰ کی ماں کے دل میں قرار نہ رہا۔ قریب تھی کہ ظاہر کردے بیقراری کو اگر ہم نہ مضبوط کر دیتے اس کے دل کو تا کہ رہے یقین کرنے والوں میں اور کہہ دیا اس کی بہن کو پیچھے چلی جا، پھر دیکھتی رہی اس کو اجنبی ہو کر اور ان کو خبر نہ ہوئی اور روک رکھا تھا ہم نے موسیٰ سے دائیوں کو پہلے سے، پھر بولی میں بتاؤں تم کو ایک گھر والے کہ اس کو پال دیں تمہارے لئے اور وہ اس کا بھلا چاہنے والے ہیں، پھر ہم نے پہنچا دیا اُس کو اُس کی ماں کی طرف کہ ٹھنڈی رہے اس کی آنکھ اور غمگین نہ ہو اور جانے کہ اللہ کا وعدہ ٹھیک ہے پر بہت لوگ نہیں جانتے۔

حضرتِ موسیٰ (علیہ السلام) ایک عرصہ تک شاہی تربیت میں بسر کرتے کرتے شباب کے دور میں داخل ہوئے تو نہایت قوی الجثہ اور بہادر جوان نکلے، چہرہ سے رعب ٹپکتا اور گفتگو سے ایک وقار اور شانِ عظمت ظاہر ہوتی تھی، اُن کو یہ بھی معلوم ہو گیا تھا کہ وہ اسرائیلی ہیں اور مصری خاندان سے اُن کا کوئی رشتۂ قرابت نہیں ہے، انہوں نے یہ بھی دیکھا کہ بنی اسرائیل پر سخت مظالم ہو رہے ہیں اور وہ مصر میں نہایت ذلت اور غلامی کی زندگی بسر کر رہے ہیں، یہ دیکھ کر اُن کا خون کھولنے لگتا اور موقعہ بہ موقعہ عبرانیوں کی حمایت و نصرت میں پیش پیش ہو جاتے۔ اور اس میں شک نہیں کہ موسیٰ (علیہ السلام) کا بنی اسرائیل کی ذلت اور غلامی پر غم و غصہ اور اُن کی حمایت و نصرت کا عمیق اور بے پناہ جذبہ ایک فطری اور قدرتی جذبہ تھا۔

اب اللہ تعالیٰ کے عطاء و نوال کا ہاتھ اور آگے بڑھا اور جسمانی طاقت و قوت کے ساتھ اس نے اُن کو زیورِ علم و حکمت سے بھی نوازا اور سنِ رُشد کو پہنچ کر اس کی قوتِ فیصلہ دقتِ علم و نظر بھی عروج تک پہنچ گئے اور اس طرح اُن کو جسمانی و روحانی تربیت کا کمال حاصل ہو گیا۔ (۸۵)

ولما بلغ اشده واستوی اتینٰه حکما و علما و کذالک نجزی المحسنین ○ (۸۶)

ترجمہ: اور جب (موسیٰ) پہنچا اپنے زور پر اور سنبھالا تو بخشا ہم نے اس کو (قوت) فیصلہ اور علم اور اس طرح ہم نیکوکاروں کو بدلہ دیا کرتے ہیں۔

ودخل المدینة علیٰ حین غفلة من اهلها فوجد فیها رجلین یقتتلٰن ق هٰذا من شیعته وهٰذا من عدوه ج فاستغاثه الذی من شیعته علی الذی من عدوه لا فوکزه موسٰی فقضی علیه ز قال هٰذا من عمل الشیطٰن ط انه عدو مضل مبین ○ قال ربی انی ظلمت نفسی فاغفرلی فغفرله ط انه هو الغفور الرحیم ○ قال ربی بما انعمت علی فلن اکون ظهیرا للمجرمین ○ فاصبح فی المدینة خآئفا یترقب فاذا الذی استنصره بالامس یستصرخه ط قال له موسٰی انک لغوی مبین ○ فلما ان اراد ان یبطش بالذی هو عدولهما لا قال یٰموسٰی اترید ان تقتلنی کما قتلت نفسا م بالامس ان ترید الا ان تکون جبارا فی الارض وما ترید ان تکون من المصلحین ○ وجآء رجل من اقصا المدینة یسعٰی ز قال یٰموسیٰ ان الملا یأتمرون بک لیقتلوک فاخرج انی لک من النٰصحین ○ فخرج منها خائفا یترقب ز قال رب نجنی من القوم الظٰلمین○ (۸۷)

ترجمہ: اور آیا شہر کے اندر جس وقت بے خبر ہوئے تھے وہاں کے لوگ، پھر پائے اس میں دو مرد لڑتے ہوئے، یہ ایک اس کے رفیقوں میں اور یہ دوسرا اس کے دشمنوں میں، پھر فریاد کی اُس سے اُس نے جو تھا اُس کے رفیقوں میں اس کے مقابلہ میں جو تھا اُس کے دشمنوں میں پھر مُکّا مارا اُس کو موسیٰ نے پھر، اس کو تمام کر دیا، بولا یہ ہوا شیطان کے کام سے، بیشک وہ دشمن ہے بہکانے والا صریح موسیٰ بولا ! اے میرے رب میں نے برا کیا اپنا سو بخش مجھ کو، پھر اس کو بخش دیا بیشک وہی ہے بخشنے والا مہربان بولا اے رب جیسا تو نے فضل کر دیا مجھ پر پھر میں کبھی نہ ہوں گا مددگار گناہگاروں کا، پھر صبح کو اٹھا اس شہر میں ڈرتا ہوا انتظار کرتا ہوا پھر ناگہاں دیکھا جس نے کل مدد مانگی تھی وہ آج پھر فریاد کرتا ہے، اُس سے کہا موسیٰ نے بیشک بے راہ ہے صریح، پھر جب چاہا کہ ہاتھ ڈالے اس پر جو دشمن تھا اُن دونوں کا، بول اٹھا فریاد کرنے والا ''اے موسیٰ کیا تو چاہتا ہے کہ خون کرے میرا جیسے خون کر چکا ہے، کل ایک جان کا، تیرا یہی جی چاہتا ہے کہ زبردستی کرتا پھرے ملک میں اور نہیں چاہتا کہ ہو صلح کرا دینے والا، اور آیا شہر کے پرلے سرے سے ایک مرد دوڑتا ہوا، کہا اے موسیٰ ! دربار والے مشورہ کرتے ہیں تیرے متعلق کہ تجھ کو مار ڈالیں سو نکل جا میں تیرا بھلا چاہنے والا ہوں، پھر نکلا وہاں سے ڈرتا ہوا راہ دیکھتا، بولا ! اے رب بچالے مجھ کو اس قوم بے انصاف سے۔

وقتلت نفسا فنجینک من الغم وفتنک فتونا○ (۸۸)

ترجمہ: اور تو نے ایک شخص کو مار ڈالا پھر ہم نے تجھ کو غم سے نجات دی اور جانچا تجھ کو معمولی جانچنا۔

حضرتِ موسیٰ (علیہ السلام) نے جب مصر سے روانہ ہونے کا ارادہ کیا تو اسی جگہ کو منتخب فرمایا۔ مدین کی آبادی مصر سے آٹھ منزل پر واقع تھی۔ غالباً یہ انتخاب اس لئے کیا گیا کہ یہ قبیلہ حضرتِ موسیٰ (علیہ السلام) سے نزدیک کی قرابت رکھتا تھا، اس لئے کہ حضرتِ موسیٰ، حضرتِ اسحاق بن ابراہیم (علیہما السلام) کی نسل سے ہیں اور یہ قبیلہ اسحٰق کے بھائی مدین بن ابراہیم (علیہ السلام) کی نسل سے ہے۔ (۸۹)

ولما توجه تلقاء مدين قال عسٰى ربى ان يهديني سوآء السبيل ○ ولما ورد مآء مدين وجد عليه امة من الناس يسقون ز ووجد من دونهم امراتين تذودٰن ج قال ما خطبكما ط قالتا لا نسقى حتى يصدر الرعآء سكه وابونا شيخ كبير ○ فسقٰى لهما ثم تولّٰى الى الظل فقال ربى انى لما انزلت الى من خير فقير ○ فجائته احدٰهما تمشى على استحياء ز قالت ان ابى يدعوك ليجزيك اجر ما سقيت لنا ط فلما جآءه وقص عليه القصص لا قال لا تخف قف نجوت من القوم الظلمين○ (۹۰)

ترجمہ: اور جب مُنہ کیا مدین کی سیدھ پر، بولا امید ہے کہ میرا رب لیجائے مجھ کو سیدھی راہ پر اور جب پہنچا مدین کے پانی پر پایا وہاں ایک جماعت کو لوگوں کی پانی پلاتے ہوئے اور پایا اُن سے ورے دو عورتوں کو روکے ہوئے کھڑی تھیں اپنی بکریاں بولا تمہارا کیا حال ہے، بولیں ہم نہیں پلاتیں پانی چرواہوں کے پھیر لیجانے تک اور ہمارا باپ بوڑھا ہے بڑی عمر کا پھر اس نے پانی پلا دیا اس کے جانوروں کو، پھر ہٹ کر آیا چھاؤں کی طرف، بولا اے رب ! تو جو چیز اتارے میری طرف اچھی میں اس کا محتاج ہوں، پھر آئی اُس کے پاس اُن دونوں میں سے ایک چلتے تھی شرم سے بولی میرا باپ تجھ کو بلاتا ہے کہ بدلے میں دے حق اُس کا کہ تو نے پانی پلا دیا ہمارے جانوروں کو، پھر جب پہنچا اُس کے پاس اور بیان کیا اس سے احوال، کہا مت ڈر بچ آیا تو اُس قوم بے انصاف سے۔

فلبثت سنين فى اهل مدين لا ثم جئت علىٰ قدر يموسٰى ○ واصطنعتك لنفسى○ اذهب انت واخوك باٰيٰتى ولا تنيا فى ذكرى○ اذهبا الىٰ فرعون انه طغٰى○ فقولا لهٗ قولا لينا لعله يتذكر او يخشٰى○ (۹۱)

ترجمہ: پھر ٹھہرا رہا تو کئی برس مدین والوں میں پھر آیا تو تقدیر سے اے موسیٰ اور بنایا میں نے تجھ کو خاص اپنے واسطے جا تو اور تیرا بھائی میری نشانیاں لے کر اور سُستی نہ کر یو میری یاد میں جاؤ طرف فرعون کی اُس نے بہت سر اٹھایا سو کہو اُس سے بات نرم شاید وہ سوچے یا ڈرے۔

پھر (مدین پہنچے اور) مدین والوں میں کئی سال رہے پھر ایک خاص وقت پر (جو میرے علم میں تمہاری نبوت اور ہمکلامی کے لئے مقرر تھا) تم (یہاں) آئے اے موسیٰ اور (یہاں آنے پر) میں نے تم کو اپنے (نبی بنانے کے) لئے منتخب کیا (سو اب) تم اور تمہارے بھائی دونوں میری نشانیاں (یعنی معجزات کے اصل دو معجزے ہیں عصا و ید بیضا اور ہر ایک میں وجوہ اعجاز متعدد ہیں) لیکر (جس موقع کے لئے حکم ہوتا ہے) جاؤ اور میری یادگاری میں (خواہ خلوت میں خواہ تبلیغ کے وقت) سستی مت کرنا (اب موقع جانے کا بتلایا جاتا ہے کہ) دونوں فرعون کے پاس جاؤ وہ بہت نکل چلا ہے پھر (اس کے پاس جاکر) اس سے نرمی کے ساتھ بات کرنا شاید وہ (رغبت سے) نصیحت قبول کر لے یا (عذاب الٰہی سے) ڈر جاوے (اور اس سے مان جاوے)۔ (۹۲)

قال ربی انی قتلت منهم نفسا فاخاف ان یقتلون ٥ (۹۳)

ترجمہ: موسیٰ نے کہا اے پروردگار میں نے اُن (فرعونیوں) کے ایک آدمی کو مار ڈالا تھا پس مجھے یہ ڈر ہے کہ کہیں وہ مجھ کو نہ مار ڈالیں (اگر میں مصر گیا)۔

ولهم علی ذنب فاخاف ان یقتلون ٥ (۹۴)

ترجمہ: اور اُن (مصریوں) کا میں نے ایک گناہ کیا ہے پس میں ڈرتا ہوں کہ وہ مجھ کو قتل کر دیں گے۔

فلما قضیٰ موسی الاجل وسار باهله انس من جانب الطور نارا ج (۹۵)

ترجمہ: پس جب موسیٰ نے مدت پوری کر دی اور اپنے اہل کو لے کر چل دیا تو محسوس کیا طور کی جانب آگ کو۔

فقال لاهله امکثوا انی انست نارا لعلی اتیکم منها بقبس او اجد علی النار هدی. (۹۶)

ترجمہ: پھر موسیٰ نے اپنی بیوی سے کہا تم یہاں ٹھہرو میں نے آگ دیکھی ہے شاید اُس میں سے کوئی چنگاری تمہارے لئے لا سکوں یا وہاں الاؤ پر کسی رہبر کو پا سکوں۔

خدا کے فضل کا موسیٰ سے پوچھئے احوال — کہ آگ لینے کو جائیں پیمبری مل جائے

حضرت موسیٰ (علیہ السلام) نے دیکھا کہ عجیب آگ ہے، درخت پر روشنی نظر آتی ہے مگر نہ درخت کو جلاتی ہے اور نہ گُل ہی ہو جاتی ہے، یہ سوچتے ہوئے آگے بڑھے لیکن جوں جوں آگے بڑھتے جاتے تھے آگ اور دور ہوتی جاتی تھی، یہ دیکھ کر موسیٰ کو خوف سا پیدا ہوا اور انہوں نے ارادہ کیا کہ واپس ہو جائیں، جوں ہی وہ پلٹنے لگے آگ قریب آ گئی اور قریب ہوئے تو سنا کہ یہ آواز آ رہی ہے۔ (۹۷)

یموسٰی انی انا الله رب العلمین ٥ (۹۸) ترجمہ: اے موسیٰ! میں ہوں میں اللہ پروردگار جہانوں کا۔

فلما اتها نودی یموسٰی انی انا ربک فاخلع نعلیک ج انک بالواد المقدس طوی ٥ وانا اخترتک فاستمع لما یوحی ٥ (۹۹)

ترجمہ: پس جب موسیٰ اس (آگ) کے قریب آئے تو پکارے گئے اے موسیٰ! میں ہوں تیرا پروردگار پس اپنی جوتی اتار دے تو طویٰ کی مقدس وادی میں کھڑا ہے اور دیکھ! میں نے تجھ کو اپنی رسالت کے لئے چن لیا ہے پس جو کچھ وحی کی جاتی ہے اس کو کان لگا کر سُن۔

موسیٰ علیہ السلام جس روشنی کو آگ سمجھ رہے تھے وہ تجلی الٰہی کا نور تھا اور جو آواز سنی وہ ندائے الٰہی تھی۔ اللہ تعالیٰ نے موسیٰ علیہ السلام کو شرف ہمکلامی بخشا پھر موسیٰ علیہ السلام سے پوچھا گیا۔

وما تلک بیمینک یموسٰی ٥ (۱۰۰) ترجمہ: موسیٰ! تیرے داہنے ہاتھ میں یہ کیا ہے؟

موسیٰ علیہ السلام نے عرض کی: **هی عصای ج اتوکؤا علیها واهش بها علیٰ غنمی (۱۰۱)**

ترجمہ: یہ میری لاٹھی ہے، اس پر (بکریاں چراتے وقت) سہارا لیا کرتا ہوں اور اپنی بکریوں کے لئے پتے جھاڑ لیتا ہوں

اللہ تعالیٰ نے فرمایا: **القھا یٰموسٰی ○** (۱۰۲) ترجمہ: موسیٰ! اپنی اس لاٹھی کو زمین پر ڈال دو۔

موسیٰ علیہ السلام نے ارشادِ باری کی تعمیل کی اور لاٹھی کو زمین پر ڈال دیا۔ **فالقٰھا فاذا ھی حیۃ تسعٰی ○** (۱۰۳)

ترجمہ: موسیٰ نے لاٹھی کو زمین پر ڈال دیا، پس ناگاہ وہ اژدہا بن کر دوڑنے لگا۔

حضرتِ موسیٰ نے جب یہ حیرت زا واقعہ دیکھا تو گھبرا گئے، اور بشریت کے تقاضہ سے متاثر ہو کر بھاگنے لگے، پیٹھ پھیر کر بھاگے ہی تھے کہ آواز آئی: (۱۰۴)

قال خذھا ولا تخف سنعیدھا سیرتھا الاولیٰ ○ (۱۰۵)

ترجمہ: (اللہ تعالیٰ نے فرمایا) موسیٰ! اس کو پکڑلو اور خوف نہ کھاؤ، ہم اس کو اس کی اصل حالت پر لوٹا دیں گے۔

حضرتِ موسیٰ کی لکڑی دوشاخہ تھی، اب وہی دوشاخہ اژدہے کا مُنہ نظر آ رہا تھا، سخت پریشان تھے مگر قربتِ الٰہی نے طمانیت وسکون کی حالت پیدا کر دی اور انھوں نے بے خوف ہو کر اس کے مُنہ پر ہاتھ ڈال دیا، اس عمل کے ساتھ ہی فوراً وہ دوشاخہ پھر لاٹھی بن گیا۔ (۱۰۶)

اب موسیٰ کو دوبارہ بارگاہِ الٰہی سے پکارا گیا اور حکم ہوا:

واضمم یدک الیٰ جناحک تخرج بیضآء من غیر سوء ایۃ اخریٰ ○ (۱۰۷)

ترجمہ: اور ملا دے اپنے ہاتھ کو اپنی بغل کے ساتھ، نکل آئے گا وہ روشن بغیر کسی مرض کے (یعنی برص سے پاک) یہ دوسری نشانی ہے۔

موسیٰ! یہ ہماری جانب سے تمہاری نبوت اور رسالت کے دو بڑے نشان ہیں، یہ تمہارے پیغام صداقت اور دلائل و براہینِ حق کی زبردست تائید کریں گے، پس جس طرح ہم نے تم کو نبوت ورسالت سے نوازا اسی طرح تم کو یہ دو عظیم الشان نشان (معجزے) بھی عطا کئے۔ (۱۰۸)

لنریک من ایٰتنا الکبریٰ ○ (۱۰۹) ترجمہ: تا کہ ہم تجھ کو اپنی بڑی نشانیوں کا مشاہدہ کرا دیں۔

فذانک برھانان من ربک الیٰ فرعون وملائہٖ ؕ انھم کانوا قوما فٰسقین ○ (۱۱۰)

ترجمہ: پس تیرے پروردگار کی جانب سے فرعون اور اس کی جماعت کے مقابلہ میں تیرے لئے یہ دو ''برھان'' ہیں، بلاشبہ وہ فرعون اور اس کی جماعت نافرمان قوم ہیں۔

اب جاؤ اور فرعون اور اس کی قوم کو راہِ ہدایت دکھاؤ، انھوں نے بہت سرکشی اور نافرمانی اختیار کر رکھی ہے اور اپنے غرور اور تکبر اور انتہاءِ ظلم کے ساتھ انھوں نے بنی اسرائیل کو غلام بنا رکھا ہے سو اُن کو غلامی سے رستگاری دلاؤ۔ (۱۱۱)

ثم بعثنا من م بعدھم موسٰی بایٰتنا الیٰ فرعون وملائہ فظلموا بھا ج فانظر کیف کان عاقبۃ المفسدین ○ وقال موسٰی یٰفرعون انی رسول من رب العلمین ○ حقیق علیٰ ان لا اقول علی اللہ الا الحقط قد جئتکم ببینۃ من ربکم فارسل معی بنی اسرائیل ○ قال ان کنت جئت فات بھا ان کنت من الصدقین ○ فالقیٰ عصاہ فاذا ھی ثعبان مبین ○ ونزع یدہ فاذا ھی بیضاء للنظرین ○ قال الملا من قوم فرعون ان ھذا لسٰحر علیم ○ یرید ان یخرجکم من ارضکم ج فما ذا تأمرون ○ (۱۱۲)

ترجمہ: پھر بھیجا ہم نے ان کے پیچھے موسیٰ کو اپنی نشانیاں دے کر فرعون اور اس کے سرداروں کے پاس پس کفر کیا انہوں نے ان کے مقابلہ میں، سو دیکھ کیا انجام ہوا مفسدوں کا، اور کہا موسیٰ نے اے فرعون میں رسول ہوں پروردگارِ عالم کا، قائم ہوں اس بات پر کہ نہ کہوں اللہ کی طرف سے مگر جو سچ ہے، لایا ہوں تمہارے پاس نشانی تمہارے رب کی سو بھیج دے میرے ساتھ بنی اسرائیل کو، بولا اگر تو آیا ہے کوئی نشانی لے کر تو لا اس کو اگر تو سچا ہے، تب ڈال دیا اُس نے اپنا عصا تو اسی وقت ہو گیا اژدہا صریح، اور نکالا اپنا ہاتھ تو اسی وقت وہ سفید نظر آنے لگا دیکھنے والوں کو، بولے سردار فرعون کی قوم کے یہ تو کوئی بڑا واقف جادوگر ہے، نکالنا چاہتا ہے

تم کو تمہارے ملک سے، اب تمہاری کیا صلاح ہے۔

موسیٰ (علیہ السلام) نے (فرعون کے پاس بحکمِ الٰہی جا کر) فرمایا کہ میں رب العالمین کی طرف سے (تم لوگوں کی ہدایت کے واسطے) پیغمبر (مقرر ہوا) ہوں (جو مجھ کو کاذب بتلائے اس کی غلطی ہے کیونکہ) میرے لئے یہی شایان ہے کہ بجز سچ کے خدا کی طرف کوئی بات منسوب نہ کروں (اور میں رسالت کا خالی دعویٰ ہی نہیں کرتا بلکہ) میں تمہارے پاس تمہارے رب کی طرف سے بڑی دلیل (یعنی معجزہ) بھی لایا ہوں (جو طلب کے وقت دکھلا سکتا ہوں) سو (جب میں رسول مع الدلیل ہوں تو میں جو کہوں اس کی اطاعت کر۔ چنانچہ منجملہ ان امور کے ایک یہ کہتا ہوں کہ) تو بنی اسرائیل کو (اپنی بیگار سے خلاصی دے کر) میرے ساتھ (ملکِ شام کو جو ان کا اصلی وطن ہے) بھیج دے فرعون نے کہا کہ اگر آپ (من جانب اللہ) کوئی معجزہ لے کر آئے ہیں تو اس کو اب پیش کیجئے اگر آپ (اس دعوی میں) سچے ہیں، بس آپ نے (فوراً) اپنا عصا (زمین پر) ڈال دیا سو دفعۃً وہ صاف ایک اژدہا بن گیا (جس کے اژدھا ہونے میں کوئی شک وشبہ نہیں ہوسکتا تھا) اور (دوسرا معجزہ یہ ظاہر کیا کہ) اپنا ہاتھ (گریبان کے اندر بغل میں دبا کر) باہر نکال لیا سو وہ یکا یک سب دیکھنے والوں کے روبرو بہت ہی چمکتا ہوا ہو گیا (کہ اس کو بھی سب نے دیکھا، حضرت موسیٰ علیہ السلام کے جو یہ معجزات عظیمہ ظاہر ہوئے تو فرعون نے اہلِ دربار سے کہا کہ یہ شخص بڑا جادوگر ہے اس کا اصل مقصد یہ ہے کہ اپنے جادو سے تم لوگوں پر غالب آ کر یہاں کا رئیس ہو جائے اور تم کو یہاں آباد نہ رہنے دے۔ (۱۱۳)

فرعون نے ہیبت زدہ ہو کر اپنے درباریوں سے مشورہ کیا (کہ تم دیکھ رہے ہو یہ کیا ماجرا ہے اور ہمیں کیا کرنا چاہئے) درباریوں نے متفقہ طور پر کہا کہ (کچھ فکر کی بات نہیں) یہ دونوں جادوگر ہیں اپنے جادو کے ذریعہ تم کو تمہارے ملک سے نکالنا چاہتے ہیں اور تمہارے بہترین دین و مذہب کو (جو اُن کی نظر میں فرعون کی پرستش کرنا تھا) یہ مٹانا چاہتے ہیں۔ آپ ان کی کوئی بات نہ مانیں (اور کوئی فکر نہ کریں) کیونکہ آپ کے ملک میں بڑے بڑے جادوگر ہیں، آپ اُن کو بلا لیجئے وہ اپنے جادو سے ان کے جادو پر غالب آ جائیں گے۔

فرعون نے اپنی مملکت کے سب شہروں میں حکم دے دیا کہ جتنے آدمی جادوگری میں ماہر ہوں وہ سب دربار میں حاضر کر دیئے جائیں، ملک بھر کے جادوگر جمع ہو گئے تو انہوں نے فرعون سے پوچھا کہ جس جادوگر سے آپ ہمارا مقابلہ کرانا چاہتے ہیں وہ کیا عمل کرتا ہے، اُس نے بتلایا کہ وہ اپنی لاٹھی کو سانپ بنا دیتا ہے، جادوگروں نے بڑی بے فکری سے کہا کہ یہ تو کوئی چیز نہیں، لاٹھیوں اور رسیوں کے سانپ بنا دینے کے جادو کا جو کمال ہمیں حاصل ہے اُس کا کوئی مقابلہ نہیں کرسکتا، مگر یہ طے کر دیجئے کہ اگر ہم اس پر غالب آ گئے تو ہمیں کیا ملے گا۔ فرعون نے کہا کہ تم غالب آ گئے تو تم میرے خاندان کا جزء اور میرے مقربین خاص میں داخل ہو جاؤ گے اور تمہیں وہ سب کچھ ملے گا جو تم چاہو گے۔

اب جادوگروں نے مقابلہ کا وقت اور جگہ موسیٰ علیہ السلام سے طے کر کے اپنی عید کے دن چاشت کا وقت مقرر کیا، ابن جُبیرؒ فرماتے ہیں کہ ابن عباسؓ نے مجھ سے بیان فرمایا کہ ان کا یوم الزینہ (یعنی عید کا دن) جس میں اللہ تعالیٰ نے موسیٰ علیہ السلام کو فرعون اور اُس کے جادوگروں پر فتح عطا فرمائی وہ عاشوراء یعنی محرم کی دسویں تاریخ تھی، جب سب لوگ ایک وسیع میدان میں مقابلہ دیکھنے کے لئے جمع ہو گئے تو فرعون کے لوگ آپس میں ایک دوسرے کو کہنے لگے لعلنا نتبع السحرة ان کانوا هم الغالبین، یعنی ہمیں یہاں ضرور رہنا چاہئے تاکہ یہ ساحر یعنی موسیٰ و ہارون اگر غالب آ جائیں تو ہم بھی ان پر ایمان لے آئیں، اُن کی یہ گفتگو ان حضرات کے ساتھ استہزاء و مذاق کے طور پر تھی (اُن کا یقین تھا کہ یہ ہمارے جادوگروں پر غالب نہیں آسکیں گے)۔ (۱۱۴)

قالوا یٰموسٰی اما ان تلقی واما ان نکون اول من القٰی ○ قال بل القوا ج فاذا حبالهم وعصیهم یخیل الیه من سحرهم انها تسعٰی ○ فاوجس فی نفسه خیفة موسٰی ○ قلنا لا تخف انک انت الاعلٰی ○ والق ما فی یمینک تلقف ما صنعوا ط انما صنعوا کید سٰحر ط ولا یفلح السحر حیث اتٰی ○ فالقی السحرة سجدا قالوا اٰمنا برب هٰرون و موسٰی ○ (۱۱۵)

ترجمہ: بولے اے موسیٰ یا تو تم پہلے ڈالو یا ہم پہلے ڈالیں موسیٰ نے کہا بلکہ تم ہی ڈالو۔ جبھی ان کی رسیاں اور لاٹھیاں ان کے جادو کے زور سے ان کے خیال میں دوڑتی معلوم ہوئیں تو اپنے جی میں موسیٰ نے خوف پایا۔ ہم نے فرمایا ڈر نہیں بے شک تو ہی غالب ہے اور ڈال دے جو تیرے داہنے ہاتھ میں ہے ان کی بناوٹوں کو نگل جائے گا وہ جو بنا کر لائے ہیں وہ تو جادو کا فریب ہے اور جادوگر کا بھلا نہیں ہوتا کہیں آوے تو سب جادوگر سجدے میں گرا لئے گئے بولے ہم اس پر ایمان لائے جو ہارونؑ اور موسیٰ کا رب ہے۔

ساحِران با موسیٰ از استیزہ را — ہر گفتہ چوں عصائے او عَصَا (۱۱۶)

ترجمہ: جادوگروں نے حضرت موسیٰ سے مقابلہ کرنے کے لئے ان کے عصا کی طرح عصا اٹھایا۔

مطلب: حضرت موسیٰ کا معجزہ تھا کہ جب اپنا عصا زمین پر ڈالتے تو وہ ایک ہولناک اژدہا بن جاتا۔ فرعون نے جو اس زمانہ کا بادشاہ تھا اور خدائی کا دعویٰ کرتا تھا۔ موسیٰ کے مقابلے کے لئے اطراف ملک سے جادوگر جمع کیے۔ انہوں نے بھی رسیاں اور لاٹھیاں جادو کے زور سے سانپ بنا کر دکھادیں۔ **فاذا حبالهم وعصيهم يخيل اليه من سحرهم انها تسعٰى** تو بس موسیٰ کو جادو کی وجہ سے ایسا معلوم ہوا کہ ان کی رسیاں اور لاٹھیاں (سانپ بن بن کر) دوڑ رہی ہیں۔ (۱۱۷)

زیں عَصَا تا آں عَصَا فرقیست ژرف — زیں عمل تا آں عمل راھے شگرف (۱۱۸)

ترجمہ: (مگر) اس عصا اور اس عصا میں گہرا فرق ہے۔ اس کام میں اور اس کام میں ایک فاصلۂ دراز (ہے) (۱۱۹)

لعنة الله ایں عمل را در قفا — رحمة الله آں عمل را در وَفَا (۱۲۰)

ترجمہ: اس کام (یعنی سحر ساحر) کے پیچھے خدا کی لعنت (لگی ہوئی) ہے (اور) اس کام (یعنی اعجاز موسوی کی مدد) کے لئے خدائی رحمت ہمہ تن حاضر ہے۔ (۱۲۱)

میدانِ مقابلہ مکمل آراستہ ہو گیا تو جادوگروں نے موسیٰ علیہ السلام کو خطاب کیا کہ پہلے آپ کچھ ڈالیں (یعنی اپنا سحر دکھلائیں) یا ہم پہلے ڈال کر ابتداء کریں۔ حضرت موسیٰ علیہ السلام نے اُن سے کہا کہ تم ہی پہل کرو، اپنا جادو دکھلاؤ۔ ان لوگوں نے اپنی لاٹھیاں اور کچھ رسیاں یہ کہتے ہوئے زمین پر ڈال دیں **بعزة فرعون انا لنحن الغالبون** یعنی بطفیل فرعون ہم ہی غالب آئیں گے (یہ لاٹھیاں اور رسیاں دیکھنے میں سانپ بن کر چلنے لگیں) یہ دیکھ کر موسیٰ علیہ السلام پر ایک خوف طاری ہوا **(فاوجس فی نفسه خیفة موسیٰ)**۔

یہ خوف طبعی بھی ہوسکتا ہے جو مقتضائے بشریت ہے، انبیاء بھی اس سے مستثنیٰ نہیں اور یہ بھی ہوسکتا ہے کہ خوف اس بات کا ہو کہ اب اسلام کی دعوت جس کو میں لے کر آیا ہوں اس میں رکاوٹ پیدا ہو جائے گی۔

اللہ تعالیٰ نے موسیٰ علیہ السلام کو بذریعہ وحی حکم دیا کہ اپنی عصا ڈال دو۔ موسیٰ علیہ السلام نے اپنی عصا ڈالی تو وہ ایک بڑا اژدہا بن گیا جس کا منہ کھلا ہوا تھا اس اژدہا نے اُن تمام سانپوں کو نگل لیا جو جادوگروں نے لاٹھیوں اور رسیوں سے بنائے تھے، فرعونی جادوفر جادو کے فن کے ماہر تھے یہ ماجرا دیکھ کر اُن کو یقین ہو گیا کہ موسیٰ علیہ السلام کی عصا کا یہ اژدہا جادو سے نہیں بلکہ اللہ کی طرف سے ہے۔ اس لئے جادوگروں نے اُسی وقت اعلان کر دیا کہ ہم اللہ پر اور موسیٰ علیہ السلام کے لائے ہوئے دین پر ایمان لے آئے اور ہم اپنے پچھلے خیالات اور عقائد سے توبہ کرتے ہیں۔ اس طرح اللہ تعالیٰ نے فرعون اور اس کے ساتھیوں کی کمر توڑ دی اور انھوں نے جو جال پھیلایا تھا وہ سب باطل ہو گیا **(فغلبوا هنالك وانقلبوا صاغرين)** فرعون اور اس کے ساتھی مغلوب ہو گئے اور ذلت ورسوائی کے ساتھ اس میدان سے پسپا ہوئے۔ (۱۲۲)

ساحِراں در عہدِ فرعون لعِین — چُوں مرے کر دند با موسیٰ زکین

لیک موسیٰ را مقدّم داشتند — ساحراں اورا مکرم داشتند (۱۲۳)

ترجمہ: فرعون لعین کے زمانے میں جادوگروں نے کینہ وری سے حضرت موسیٰ علیہ السلام کا مقابلہ تو کیا۔ مگر انھوں نے (مقابلے کے وقت)

حضرت موسیٰ کو مقدم رکھا (اور وہ) جادوگر (ہو کر بھی) ان کے ساتھ تعظیم سے پیش آئے۔ (۱۲۴)

گر چه چون دریا بر آور دند کف　　　موسیا تو غالب آئی لا تخف (۱۲۵)

یعنی اگر چہ یہ لوگ دریا کی طرح جھاگ لائے ہیں (مگر) اے موسیٰ تم ہی غالب آؤ گے ڈرو مت۔ مطلب یہ کہ اگر چہ یہ ساحرین بے انتہا ہیں مگر ان سب پر تم اکیلے غالب آجاؤ گے لہذا کوئی خوف کی بات نہیں ہے۔(۱۲۶)

بود اندر عهد خود سحر افتخار　　　چون عصا شد مار آنها گشت عار (۱۲۷)

یعنی جادو اپنے زمانہ میں قابل فخر تھا (مگر) جب عصا سانپ ہوا تو وہ سب (سحر) قابل عار ہو گئے، یعنی اُس کے آگے سب بیقدر اور فضول ہو گئے۔ (۱۲۸)

فالقی السحرة سجدین o قالوا امنا برب العلمین o رب موسٰی و هرون o (۱۲۹)

ترجمہ: ''پس تمام جادوگر سجدے میں گر پڑے، جادوگر بولے ہم ایمان لائے اس پر جو سارے جہانوں کا رب ہے جو موسیٰ اور ہارون کا رب ہے۔''

قال امنتم له قبل ان اذن لكم ج انه لكبيركم الذى علمكم السحر ج فلسوف تعلمون ط لاقطعن ايديكم وارجلكم من خلاف ولاوصلبنكم اجمعين o قالوا لا ضير ز انا الىٰ ربنا منقلبون o انا نطمع ان يغفرلنا ربنا خطٰينا ان كنا اول المؤمنين o (۱۳۰)

ترجمہ: ''فرعون بولا کیا تم اس پر ایمان لائے قبل اس کے کہ میں تمہیں اجازت دوں۔ بیشک وہ تمہارا بڑا ہے جس نے تمہیں جادو سکھایا۔ تو اب تم جان لو۔ مجھے قسم ہے بے شک میں تمہارے ہاتھ اور دوسری طرف کے پاؤں کاٹوں گا اور تم سب کو سولی دونگا۔ وہ بولے کچھ نقصان نہیں، ہم اپنے رب کی طرف پلٹنے والے ہیں۔ ہمیں طمع ہے کہ ہمارا رب ہماری خطائیں بخش دے اس پر کہ ہم سب سے پہلے ایمان لائے۔''

قالوا لا ضير ز انا الىٰ ربنا منقلبون ،یعنی جب فرعون نے جادوگروں کو قبولِ ایمان پر قتل کی اور ہاتھ پاؤں کاٹنے اور سُولی چڑھانے کی دھمکی دی تو جادوگروں نے بڑی بے پروائی سے یہ جواب دیا کہ تم جو کچھ کر سکتے ہو کرلو۔ ہمارا کوئی نقصان نہیں، ہم قتل بھی ہو نگے تو اپنے رب کے پاس چلے جائیں گے جہاں آرام ہی آرام ہے۔

یہ جادوگر جو عمر بھر جادوگری کے کفر میں مبتلا، اُس پر مزید فرعون کے دعوائے خدائی کو ماننے والے اور اس کی پرستش کرنے والے تھے۔ حضرت موسیٰ علیہ السلام کا معجزہ دیکھ کر اپنی پوری قوم کے خلاف فرعون جیسے ظالم جابر بادشاہ کے خلاف ایمان کا اعلان کر دیں یہی ایک حیرت انگیز چیز تھی مگر یہاں تو صرف ایمان کا اعلان ہی نہیں بلکہ ایمان کا وہ گہرا رنگ چڑھ جانے کا مظاہرہ ہے کہ قیامت اور آخرت گویا انکے سامنے نظر آنے لگی۔ آخرت کی نعمتوں کا مشاہدہ ہونے لگا ہے جس کے مقابلے میں دنیا کی ہر سزا اور مصیبت سے بے نیاز ہو کر (**فاقض ما انت قاض**) کہ دیا یعنی جو تیرا جی چاہے کر لے ہم تو ایمان سے پھرنے والے نہیں۔ یہ بھی در حقیقت موسیٰ علیہ السلام ہی کا معجزہ ہے جو معجزۂ عصا اور ید بیضاء سے کم نہیں۔(۱۳۱)

ولقد اتينا موسٰى تسع ايٰت م بينٰت فسئل بنى اسرائيل اذ جاء هم فقال لهٗ فرعون انى لاظنك يٰموسٰى مسحورا o قال لقد علمت ما انزل هؤلآء الا رب السموت والارض بصائر ج وانى لاظنك يفرعون مثبورا o (۱۳۲)

ترجمہ: اور ہم نے دیں موسیٰ کو نو نشانیاں صاف پھر پوچھ بنی اسرائیل سے جب آیا وہ اُن کے پاس تو کہا اُس کو فرعون نے میری اٹکل میں تو

موسیٰ تجھ پر جادو ہوا بولا تو جان چکا ہے کہ یہ چیزیں کسی نے نہیں اتاریں مگر زمین اور آسمان کے مالک نے سُجھانے کو اور میری اٹکل میں فرعون تو غارت ہوا چاہتا ہے۔

چونکہ آپ فرعون کی طرف بھی بھیجے گئے تھے اور فرعون اور آل فرعون کے ایمان نہ لانے سے وہ عجائبات معجزات ظاہر ہوئے تھے اس لئے موسیٰ علیہ السلام نے فرعون کو دوبارہ ایمان لانے کے لئے یاددہانی کی اور ان آیات بینہ سے ڈرایا) تو فرعون نے ان سے کہا کہ اے موسیٰ میرے خیال میں تو ضرور تم پر کسی نے جادو کر دیا ہے (جس سے تمہاری عقل مخبوط ہوگئی ہے کہ ایسی بہکی بہکی باتیں کرتے ہو) موسیٰ (علیہ السلام) نے فرمایا تو (دل میں) خوب جانتا ہے (گو عار کی وجہ سے زبان سے اقرار نہیں کرتا) کہ عجائبات خاص آسمان اور زمین کے پروردگار ہی نے بھیجے ہیں جو کہ بصیرت کے لئے (کافی) ذرائع ہیں اور میرے خیال میں ضرور تیری کمبختی کے دن آ گئے ہیں۔ (۱۳۳)

فارسلنا علیہم الطوفان والجراد والقمل والضفادع والدم ایٰت مفصلٰت فف فاستکبروا و کانوا قوما مجرمین o ولما وقع علیہم الرجز قالوا یٰموسی ادع لنا ربک بما عھد عندک ج لئن کشفت عنا الرجز لنؤمنن لک ولنرسلن معک بنی اسرائیل o فلما کشفنا عنھم الرجز الیٰ اجل ھم بالغوہ اذا ھم ینکثون o (۱۳۴)

ترجمہ: پھر ہم نے بھیجا ان پر طوفان اور ٹڈی اور چچڑی اور مینڈک اور خون بہت سی نشانیاں جدا جدا، پھر بھی تکبر کرتے رہے اور تھے وہ لوگ گناہگار، اور جب پڑتا ان پر کوئی عذاب تو کہتے اے موسیٰ دعا کر ہمارے واسطے اپنے رب سے جیسا کہ اس نے بتلا رکھا ہے تجھ کو اگر تو نے دور کر دیا ہم سے یہ عذاب تو بیشک ہم ایمان لے آئیں گے تجھ پر اور جانے دیں گے تیرے ساتھ بنی اسرائیل کو پھر جب ہم نے اٹھالیا ان سے عذاب ایک مدت تک کہ ان کو اس مدت تک پہنچنا تھا اسی وقت عہد توڑ ڈالتے۔

تاریخی روایات کے مطابق حضرت موسیٰ علیہ السلام بیس سال مصر میں مقیم رہ کر ان لوگوں کو اللہ کا پیغام سناتے اور حق کی طرف دعوت دیتے رہے، اور اس عرصہ میں اللہ تعالیٰ نے موسیٰ علیہ السلام کو نو (۹) معجزات عطا فرمائے، جن کے ذریعہ قوم فرعون کو متنبہ کر کے راستہ پر لانا مقصود تھا، قرآن کریم میں ولقد اتینا موسیٰ تسع ایٰت میں انہی نو معجزات کا بیان ہے۔

ان نو معجزات میں سب سے پہلے دو معجزے، عصا اور ید بیضاء کا ظہور فرعون کے دربار میں ہوا اور انہی دو معجزوں کے ذریعہ جادوگروں کے مقابلہ میں موسیٰ علیہ السلام نے فتح حاصل کی، اس کے بعد ایک معجزہ وہ تھا کہ قوم فرعون پر ان کی ضد اور کجروی کے سبب قحط مسلط کر دیا گیا، ان کی زمینوں اور باغوں میں پیداوار بہت گھٹ گئی جس سے یہ سخت پریشان ہوئے اور بالآخر حضرت موسیٰ علیہ السلام سے قحط رفع ہونے کے لئے دعا کروائی، مگر جب قحط رفع ہوگیا تو پھر اپنی سرکشی میں مبتلا ہوگئے اور لگے یہ کہنے کہ یہ قحط تو موسیٰ علیہ السلام اور ان کے ساتھیوں کی نحوست کے سبب ہوا تھا، اب جو قحط رفع ہوا یہ ہمارے حال کا تقاضا ہے۔

باقی چھ آیات و معجزات کا بیان اس طرح ہے۔ فارسلنا علیہم الطوفان والجراد والقمل والضفادع والدم ایٰت مفصلٰت یعنی پھر ہم نے ان پر طوفان بھیجا اور ٹڈیاں اور گھن کا کیڑا اور مینڈک اور خون۔ اس میں قوم فرعون پر مسلط ہونے والے پانچ قسم کے عذابوں کا ذکر ہے اور ان کو اس آیت میں ایٰت مفصلت فرمایا ہے۔ جس کے معنیٰ حضرت عبداللہ بن عباس ؓ کی تفسیر کے مطابق یہ ہیں کہ ان میں سے ہر عذاب ایک معین وقت تک رہا پھر موقوف ہوگیا، اور کچھ مہلت دی گئی، اس کے بعد دوسرا اور تیسرا عذاب، اسی طرح الگ الگ ہو کر ان پر آیا۔

ابن منذر نے حضرت عبداللہ بن عباس ؓ کی روایت سے نقل کیا ہے کہ ان میں سے ہر عذاب قوم فرعون پر سات روز تک مسلط رہتا تھا، ہفتہ کے دن شروع ہو کر دوسرے ہفتہ کے دن رفع ہو جاتا اور پھر تین ہفتے کی مہلت ان کو دی جاتی تھی۔

امام بغوی نے بروایت ابن عباسؓ نقل کیا ہے کہ جب پہلی مرتبہ قوم فرعون پر قحط کا عذاب مسلط ہوا، اور موسیٰ علیہ السلام کی دعا سے رفع ہو گیا مگر یہ لوگ اپنی سرکشی سے باز نہ آئے تو حضرت موسیٰ علیہ السلام نے دعا کی کہ اے میرے پروردگار! یہ ایسے سرکش لوگ ہیں کہ عذاب قحط سے بھی متاثر نہ ہوئے اور معاہدہ کر کے پھر گئے، اب ان پر کوئی ایسا عذاب مسلط فرما دیجئے جو ان کے لئے دردناک ہو، اور ہماری قوم کے لئے وعظ کا کام دے اور بعد میں آنے والوں کے لے درس عبرت بنے، تو اللہ تعالیٰ نے پہلے اُن پر طوفان کا عذاب بھیج دیا، مشہور مفسرین کے نزدیک طوفان سے مراد پانی کا طوفان ہے، قوم فرعون کے سب زمینوں اور گھروں کو پانی کے طوفان نے گھیر لیا نہ کہیں بیٹھنے لیٹنے کی جگہ رہی نہ زمین میں کچھ کاشت وغیرہ کرنے کی، اور عجیب بات یہ تھی کہ قوم فرعون کے مکانات اور زمینوں کے ساتھ ہی بنی اسرائیل کے مکانات اور زمینیں تھیں، بنی اسرائیل کے مکانات اور زمینیں سب بدستور خشک تھیں کہیں طوفان کا پانی نہ تھا اور قوم فرعون کے سارے گھر اور زمین اس طوفان سے لبریز تھے۔

اِس طوفان سے گھبرا کر قوم فرعون نے حضرت موسیٰ علیہ السلام سے التجا کی کہ اپنے پروردگار سے دعا کیجئے کہ یہ عذاب ہم سے دور فرما دیں تو ہم ایمان لے آئیں گے اور بنی اسرائیل کو آزاد کر دیں گے، حضرت موسیٰ علیہ السلام کی دعا سے یہ طوفان دور ہوا۔ اس کے بعد ان کی کھیتیاں پہلے سے زیادہ ہری بھری ہو گئیں، تو اب یہ کہنے لگے کہ درحقیقت یہ طوفان کوئی عذاب نہیں تھا بلکہ ہمارے فائدہ کے لئے آیا تھا، جس کا نتیجہ یہ نکلا کہ ہماری زمینوں کی پیداوار بڑھ گئی، اس لئے موسیٰ علیہ السلام کا اس میں کچھ دخل نہیں اور یہ کہہ کر سب عہد و پیمان نظر انداز کر دیئے۔

اس طرح یہ لوگ ایک مہینہ امن و عافیت سے رہتے رہے، اللہ نے ان کو غور و فکر کی مہلت دی مگر یہ ہوش میں نہ آئے تو اب دوسرا عذاب ٹڈیوں کا ان پر مسلط کر دیا گیا، ٹڈی دَل نے اُن کے ساری کھیتیوں اور باغوں کو کھالیا، بعض روایات میں ہے کہ لکڑی کے دروازوں اور چھتوں کو اور گھریلو سب سامان کو ٹڈیاں کھا گئیں، اور اس عذاب کے وقت بھی موسیٰ علیہ السلام کا یہ معجزہ سامنے تھا کہ یہ سارا ٹڈی دل صرف قبطی یعنی قوم فرعون کے گھروں، باغوں اور کھیتیوں پر چھایا ہوا تھا، پاس ملے ہوئے اسرائیلیوں کے مکانات، زمینیں، باغ سب اس سے محفوظ تھے۔

اس وقت پھر قوم فرعون چلا اٹھی اور حضرت موسیٰ علیہ السلام سے درخواست کی کہ اس مرتبہ آپ اللہ تعالیٰ سے دعا کر دیں یہ عذاب ہٹ جائے تو ہم پختہ وعدہ کرتے ہیں کہ ایمان لے آئیں گے اور بنی اسرائیل کو آزاد کر دیں گے، موسیٰ علیہ السلام نے پھر دعا کی اور یہ عذاب ہٹ گیا، مگر عذاب کے ہٹنے کے بعد انہوں نے دیکھا کہ ہمارے پاس اب بھی ذخیرہ غلہ کا اتنا موجود ہے کہ ہم سال بھر کھا سکتے ہیں تو پھر سرکشی اور عہد شکنی پر آمادہ ہو گئے، نہ ایمان لائے نہ بنی اسرائیل کو آزاد کیا۔

ایک مہینہ پھر اللہ تعالیٰ نے مہلت دی، اس مہلت کے بعد تیسرا عذاب قُمَّل کا مسلط ہوا، لفظ قمل اس جُوں کے لئے بھی بولا جاتا ہے جو انسان کے بالوں اور کپڑوں میں بھی پیدا ہو جاتی ہے، اور اس کیڑے کو بھی کہتے ہیں جو غلہ میں لگ جاتا ہے، جس کو گھن بھی کہا جاتا ہے۔ قمل کا یہ عذاب ممکن ہے کہ دونوں قسم کے کیڑوں پر مشتمل ہو کہ غلوں میں گھن لگ گیا اور انسانوں کے بدن اور کپڑوں میں جُوؤں کا طوفان امڈ آیا۔

غلوں کا حال اس گھن نے ایسا کر دیا کہ دس سیر گیہوں پسنے کے لئے نکالیں تو اُس میں سے تین سیر آٹا بھی نہ نکلے، اور جوؤں نے ان کے بال اور پلکیں اور بھویں تک کھالیں۔ آخر پھر قوم فرعون بلبلا اٹھی اور موسیٰ علیہ السلام سے فریاد کی کہ اب کی مرتبہ ہم ہرگز وعدہ سے نہ پھریں گے آپ دعا کریں، حضرت موسیٰ علیہ السلام کی دعا سے یہ عذاب بھی ٹل گیا، مگر جن بدنصیبوں کو ہلاک ہی ہونا تھا وہ کہاں عہد کو پورا کرتے، پھر عافیت ملتے ہی سب کچھ بھول گئے اور منکر ہو گئے۔

پھر ایک ماہ کی مہلت ایسی آرام اور راحت کے ساتھ ان کو دی گئی مگر اس مہلت سے پھر کوئی فائدہ نہ اٹھایا تو چوتھا عذاب مینڈکوں کا ان پر مسلط کر دیا گیا، اور اس کثرت سے مینڈک ان کے گھروں میں پیدا ہو گئے کہ جہاں بیٹھتے تو ان کے گلے تک مینڈکوں کا ڈھیر لگ جاتا،

سونے کے لئے لیٹتے تو سارا بدن ان سے دب جاتا کروٹ لینا ناممکن ہو جاتا، پکتی ہوئی ہنڈیا میں، رکھے ہوئے کھانے میں آٹے میں اور ہر چیز میں مینڈک بھر جاتے، اس عذاب سے عاجز آ کر سب رونے لگے اور پہلے سے پختہ وعدوں کے ساتھ معاہدہ کیا تو پھر حضرت موسیٰ علیہ السلام کی دعا سے یہ عذاب بھی رفع ہو گیا۔ مگر جس قوم پر قہر الٰہی مسلط ہو اس کی عقل اور ہوش و حواس کام نہیں دیتے، اس واقعہ کے بعد بھی عذاب سے نجات پا کر یہ پھر اپنی ہٹ دھرمی پر جم گئے اور کہنے لگے کہ اب تو ہمیں اور بھی یقین ہو گیا، موسیٰ علیہ السلام بڑے جادوگر ہیں یہ سب ان کے جادو کے کرشمے ہیں رسول نبی کچھ نہیں۔

پھر ایک ماہ کی مہلت اللہ تعالیٰ نے عطا فرمائی مگر اس مہلت سے بھی کوئی کام نہ لیا تو پانچواں عذاب خون کا مسلط کر دیا گیا کہ ان کے ہر کھانے اور پینے کی چیز خون بن گئی، کنویں سے، حوض سے، جہاں کہیں سے پانی نکالیں خون بن جائے، کھانا پکانے کے لئے رکھے خون بن جائے اور ان سب عذابوں میں حضرت موسیٰ علیہ السلام کا یہ معجزہ مسلسل تھا کہ ہر عذاب سے اسرائیلی حضرات بالکل مامون و محفوظ تھے، خون کے عذاب کے وقت قوم فرعون کے لوگوں نے بنی اسرائیل کے لوگوں سے پانی مانگا جب وہ ان کے ہاتھ میں گیا تو خون ہو گیا، ایک ہی دستر خوان پر بیٹھ کر قبطی اور اسرائیلی کھانا کھاتے تو جو لقمہ اسرائیلی اٹھاتا وہ اپنی حالت پر کھانا ہوتا اور جو لقمہ یا پانی کا گھونٹ قبطی کے منہ میں جاتا خون بن جاتا، یہ عذاب بھی بدستور سابق سات روز رہا، بالآخر پھر یہ بدکار بدعہد قوم چلا اٹھی اور حضرت موسیٰ علیہ السلام سے فریاد کی اور پہلے سے زیادہ موثق وعدہ کیے، دعا کی گئی عذاب ہٹ گیا مگر یہ لوگ اپنی اُسی ہٹ دھرمی پر جمے رہے، اس طرح یہ پانچ عذاب مسلسل ان پر آتے رہے مگر یہ لوگ اپنی گمراہی پر قائم رہے اسی کو قرآن کریم نے فرمایا: فاستکبروا و کانوا قوما مجرمین یعنی ان لوگوں نے تکبر سے کام لیا اور یہ لوگ بڑے عادی مجرم تھے۔

اس کے بعد ایک چھٹے عذاب کا ذکر بعد کی آیت میں رجـــز کے نام سے آیا، یہ لفظ اکثر طاعون کے لئے بولا جاتا ہے، چیچک وغیرہ وبائی امراض کے لئے بھی استعمال ہوتا ہے، تفسیری روایات میں ہے کہ ان لوگوں پر طاعون کی وباء مسلط کر دی گئی، جس میں ان کے ستر ہزار آدمی ہلاک ہو گئے۔ اس وقت پھر ان لوگوں نے فریاد کی اور پھر دعا کرنے پر یہ عذاب ہٹا اور پھر بدستور ان لوگوں نے عہد شکنی کی، اتنی مسلسل آزمائشوں اور مہلتوں کے بعد جب ان میں کوئی احساس پیدا ہی نہ ہوا تو اب آخری عذاب آ گیا کہ سب کے سب اپنے مکان زمینیں سامان کو چھوڑ کر موسیٰ علیہ السلام کے تعاقب میں نکلے اور بالآخر دریائے قلزم کا لقمہ بن گئے۔ (۱۳۵)

فانتقمنا منهم فاغرقنهم فی الیم بانهم کذبوا بایٰتنا و کانوا عنها غفلین ٥ (۱۳۶)

ترجمہ: پھر ہم نے بدلہ لیا ان سے سو ڈبو دیا ہم نے ان کو دریا میں اس وجہ سے کہ انہوں نے جھٹلایا ہماری آیتوں کو اور ان سے تغافل کرتے تھے۔

واوحینا الیٰ موسٰی ان اسر بعبادی انکم متبعون ٥ فارسل فرعون فی المدائن حٰشرین ٥ (۱۳۷)

ترجمہ: اور حکم بھیجا ہم نے موسیٰ کو کہ رات کو لے نکل میرے بندوں کو البتہ تمہارا پیچھا کریں گے، پھر بھیجے فرعون نے شہروں میں نقیب۔

فاسر بعبادی لیلا انکم متبعون ٥ واترک البحر رھوا ؕ انهم جند مغرقون٥ (۱۳۸)

ترجمہ: پھر لے نکل رات سے میرے بندوں کو تمہارا پیچھا کریں گے اور چھوڑ جا دریا کو تھما ہوا البتہ وہ لشکر ڈوبنے والے ہیں۔

موسیٰ (علیہ السلام) نے اپنے رب سے دعا کی کہ یہ بڑے سخت مجرم لوگ ہیں (کہ جرائم سے باز نہیں آتے، اب ان کا فیصلہ کر دیجئے۔ ارشاد ہوا کہ ہم نے دعا قبول کی اور ان کے فیصلہ کا وقت آ گیا) تو اب میرے بندوں (بنی اسرائیل) کو رات ہی رات میں لے کر چلے جاؤ (کیونکہ) تم لوگوں کا (فرعون کی طرف سے) تعاقب (بھی) ہو گا (اس لئے رات میں نکل جانے سے تم اتنی دور تو نکل جاؤ گے کہ یہ

تعاقب کر کے تم کو نہ پاسکے) اور (اثنائے سفر میں جو دریا حائل ہوگا) تم اس دریا کو (اوّل عصا مارنا کہ وہ خشک ہوکر رستہ دے دیگا، پھر پار ہونے کے بعد اُس کو اُسی حالت پر دیکھو تو فکر نہ کرنا کہ اسی طرح فرعون بھی شاید پار ہو جائیگا، بلکہ تم اُس کو اُسی) سکون کی حالت میں (یعنی پانی کے ہٹ جانے اور راستہ کے خشک ہو جانے سے دریا کی جو ہیئت پیدا ہوئی ہے اُسی ہیئت پر) چھوڑ دینا (اور بےفکر رہنا، کیونکہ اُسکے اُس حالت میں رہنے کی یہ حکمت ہے کہ) اُن (فرعونیوں) کا سارا لشکر (اس دریا میں) ڈبو یا جاوے گا (اس طرح کہ وہ اس میں گھسیں گے اور جب اُس میں آجاویں گے تو چہار طرف سے پانی آملے گا چنانچہ ایسا ہی ہوا کہ موسیٰ علیہ السلام پار ہوگئے اور فرعونی غرق ہوئے۔ (۱۳۹)

فلما تر آء الجمعٰن قال اصحب موسٰی انا لمدرکون o قال کلا ج ان معی ربی سیھدین o فاوحینا الیٰ موسٰی ان اضرب بعصاک البحر ط فانفلق فکان کل فرق کالطود العظیم o وازلفنا ثم الأخرین o وانجینا موسٰی ومن معهٗ اجمعین o ثم اغرقنا الأخرین o ان فی ذلک لاٰیة ط وما کان اکثرھم مؤمنین o وان ربک لھو العزیز الرحیم o (۱۴۰)

ترجمہ: پھر جب مقابل ہوئیں دونوں فوجیں کہنے لگے موسیٰ کے لوگ ہم تو پکڑے گئے کہا ہرگز نہیں، میرے ساتھ ہے میرا رب وہ مجھ کو راہ بتلائے گا پھر حکم بھیجا ہم نے موسیٰ کو کہ مار اپنے عصا سے دریا کو پھر دریا پھٹ گیا تو ہوگئی ہر پھانک جیسے بڑا پہاڑ اور پاس پہنچا دیا ہم نے اُسی جگہ دوسروں کو اور بچا دیا ہم نے موسیٰ کو اور جو لوگ تھے اس کے ساتھ سب کو، پھر ڈبا دیا ہم نے اُن دوسروں کو، اس چیز میں ایک نشانی ہے اور نہیں تھے بہت لوگ اُن میں ماننے والے اور تیرا رب وہی ہے زبردست رحم والا۔

ہم نے موسیٰ (علیہ السلام) کو حکم بھیجا کہ میرے (ان) بندوں کو (یعنی بنی اسرائیل کو) شبا شب (مصر سے باہر) نکال لے جاؤ (اور فرعون کی جانب سے) تم لوگوں کا تعاقب (بھی) کیا جاویگا (چنانچہ وہ موافق حکم کے بنی اسرائیل کو لے کر رات کو چل دیئے صبح یہ خبر مشہور ہوئی تو) فرعون نے (تعاقب کی تدبیر کرنے کے لئے جا بجا آس پاس کے) شہروں میں چپراسی دوڑا دیئے (اور یہ کہلا بھیجا) کہ یہ لوگ (یعنی بنی اسرائیل ہماری نسبت) تھوڑی سی جماعت ہے (ان کے مقابلہ سے کوئی اندیشہ نہ کرے) اور اُنہوں نے (اپنی کاروائی سے) ہم کو بہت غصہ دلایا ہے (وہ کاروائی یہ ہے کہ خفیہ چالاکی سے نکل گئے یا یہ کہ زیور بھی ہمارا بہت سا عاریت کے بہانے سے لے گئے غرض ہم کو احمق بنا کر گئے ضرور ان کا تدارک کرنا چاہئے) اور ہم سب ایک مسلح جماعت (اور باقاعدہ فوج) ہیں، غرض (دو چار روز میں جب سامان اور فوج درست ہو گیا تو لاؤ لشکر لے کر بنی اسرائیل کے تعاقب میں چلا اور یہ خبر نہ تھی کہ اب لوٹنا نصیب نہ ہوگا، اس وقت بنی اسرائیل دریائے قلزم سے اُترنے کی فکر میں تھے کہ کیا سامان کریں) پھر جب دونوں جماعتیں (باہم ایسی قریب ہوئیں کہ) ایک دوسرے کو دیکھنے لگیں تو موسیٰ (علیہ السلام) کے ہمراہی (گھبرا کر) کہنے لگے کہ (اے موسیٰ) بس ہم تو اُن کے ہاتھ آگئے، موسیٰ (علیہ السلام) نے فرمایا ہرگز نہیں کیونکہ میرے ہمراہ میرا پروردگار ہے وہ مجھ کو ابھی (دریا سے نکلنے کا) رستہ بتلا دیگا (کیونکہ موسیٰ علیہ السلام کو روانگی کے وقت ہی کہہ دیا گیا تھا کہ سمندر میں خشک راستہ پیدا ہو جائے گا، فاضرب لھم طریقا فی البحر یبسا لا تخاف درکا و لا تخشٰی، گو خشک ہونے کی کیفیت اس وقت نہ بتلائی تھی، پس موسیٰ علیہ السلام اس وعدہ پر مطمئن تھے اور بنی اسرائیل کیفیت معلوم نہ ہونے سے مضطرب تھے) پھر ہم نے موسیٰ (علیہ السلام) کو حکم دیا کہ اپنی عصا کو دریا پر مارو، چنانچہ (انھوں نے اس پر عصا مارا جس سے) وہ (دریا) پھٹ (کر کئی حصہ ہو) گیا (یعنی پانی کئی جگہ سے اِدھر اُدھر ہٹ کر بیچ میں متعدد سڑکیں کھل گئیں) اور ہر حصہ اتنا (بڑا) تھا جیسا بڑا پہاڑ (یہ لوگ دریا میں امن واطمینان سے پار ہو گئے) اور ہم نے دوسرے فریق کو بھی اس موقع کے قریب پہنچا دیا (یعنی فرعون اور فرعونی بھی دریا کے نزدیک پہنچے اور موافق پیشگوئی سابق واترک البحر رھوا، دریا اُس وقت تک اُسی حال پر ٹھہرا ہوا تھا، اسلئے کھلے رستہ کو غنیمت سمجھا اور آگا پیچھا کچھ سوچا نہیں، سارا لشکر اندر گھس گیا، اور چاروں طرف سے پانی سمٹنا شروع ہوا اور سارے لشکر کا کام تمام ہوا) اور (انجام کا قصہ یہ ہوا کہ) ہم نے موسیٰ (علیہ السلام) کو اور ان کے ساتھ والوں سب کو (غرق ہونے

سے) بچالیا، پھر دوسروں کو (یعنی ان کے مخالفوں کو) غرق کر دیا (اور) اس واقعہ میں بھی بڑی عبرت ہے۔ (۱۴۱)

ہم نے موسیٰ علیہ السلام سے کہا کہ میرے بندوں یعنی بنی اسرائیل کو راتوں رات فرعون اور فرعونیوں کی بے خبری میں یہاں سے لے کر چلے جاؤ یہ کفار تمہارا پیچھا کریں گے لیکن تم بے خوف وخطر چلتے جاؤ میں تمہارے لئے دریا کو خشک کر دوں گا۔ اس کے بعد موسیٰ علیہ السلام بنی اسرائیل کو لے کر چل پڑے فرعونی لشکر مع فرعون کے ان کو پکڑنے کو چلا بیچ میں دریا حائل ہوا۔ آپ علیہ السلام بنی اسرائیل کو لے کر اس میں اتر گئے۔ دریا کا پانی سوکھ گیا اور آپ علیہ السلام اپنے ساتھیوں سمیت پار ہو گئے تو چاہا کہ دریا پر لکڑی مار کر اس سے کہہ دیں کہ اب تو اپنی روانی پر آجا تا کہ فرعون اس پار نہ آسکے۔ وہیں اللہ تعالیٰ نے وحی بھیجی کہ اسے اسی حال میں سکون کے ساتھ رہنے دو ساتھ ہی اس کی وجہ بھی بتلا دی کہ یہ سب اسی میں ڈوب مریں گے۔ پھر تم سب بالکل ہی مطمئن اور بے خوف ہو جاؤ گے۔ غرض حکم ہوا کہ دریا کو خشک چھوڑ کر چل دیں ﴿رھـوا﴾ کے معنیٰ سوکھا راستہ جو اپنی اصلی حالت پر ہو۔ مقصد یہ ہے کہ پار ہو کر دریا کو روانی کا حکم نہ دینا۔ یہاں تک کہ دشمنوں میں سے ایک ایک اس میں نہ آجائے۔ اب اسے جاری ہونے کا حکم ملتے ہی سب کو غرق کر دے گا۔ اللہ تعالیٰ فرماتا ہے دیکھو کیسے غارت ہو گئے۔ باغات کھیتیاں نہریں مکانات اور بیٹھکیں سب چھوڑ کر فنا ہو گئے۔ (۱۴۲)

جب موسیٰ علیہ السلام اور بنی اسرائیل دوسرے کنارے پر پہنچ گئے تو اُن کے اصحاب نے کہا کہ ہمیں یہ خطرہ ہے کہ فرعون اُن کے ساتھ غرق نہ ہوا ہو اور اُس نے اپنے آپ کو بچالیا ہو تو موسیٰ علیہ السلام نے دعا فرمائی کہ فرعون کی ہلاکت ہم پر ظاہر کر دے قدرتِ حق نے فرعون کی مردہ لاش کو باہر پھینک دیا اور سب نے اسکی ہلاکت کا آنکھوں سے مشاہدہ کر لیا۔ (۱۴۳)

قرآن مجید فرقان حمید میں اللہ تعالیٰ نے فرعون اور اس کی قوم کے غرق ہونے اور فرعون کے نشانِ عبرت بننے کا مکمل نقشہ اس طرح بیان فرمایا ہے:

وجاوزنا ببنی اسرائیل البحر فاتبعهم فرعون وجنوده بغیا وعدوا ط حتّٰی اذا ادرکه الغرق قال اٰمنت انهٗ لا اله الا الذی اٰمنتْ به بنواسرائیل وانا من المسلمین ٥ الٰئٰن وقد عصیت قبل وکنت من المفسدین ٥ فالیوم ننجیک ببدنک لتکون لمن خلفک آیة ط وان کثیرا من الناس عن ایٰتنا لغٰفلون٥ (۱۴۴)

ترجمہ: اور پھر ایسا ہوا کہ ہم نے بنی اسرائیل کو سمندر کے پار اتار دیا، یہ دیکھ کر فرعون اور اُس کے لشکر نے پیچھا کیا۔ مقصود یہ تھا کہ ظلم وشرارت کریں، لیکن جب حالت یہاں تک پہنچ گئی کہ فرعون سمندر میں غرق ہونے لگا، تو اس وقت پکار اُٹھا "میں یقین کرتا ہوں کہ اُس ہستی کے سوا کوئی معبود نہیں جس پر بنی اسرائیل ایمان رکھتے ہیں، اور میں بھی اُسی کے فرمانبرداروں میں ہوں!" (ہم نے کہا) "ہاں، اب تو ایمان لایا، حالانکہ پہلے برابر نافرمانی کرتا رہا، اور تو دنیا کے مفسد انسانوں میں سے ایک (بڑا ہی) مفسد تھا" پس آج ہم ایسا کریں گے کہ تیرے جسم کو (سمندر کی موجوں سے) بچالیں گے، تا کہ اُن لوگوں کے لئے جو تیرے بعد آنے والے ہیں، (قدرتِ حق کی) ایک نشانی ہو، اور اکثر انسان ایسے ہیں جو ہماری نشانیوں کی طرف سے یک قلم غافل رہتے ہیں۔

بنی اسرائیل نے بحر قلزم کو پار کر کے جس سرزمین پر قدم رکھا وہ عرب کی سرزمین تھی جو قلزم کے مشرق میں واقع ہے۔ یہ لق ودق بے آب وگیاہ میدان سے شروع ہوتی ہے جو تورات کی زبان میں بیابان شور، سین، وادی سینا (شیہ کے نام سے مشہور ہے اور طور تک اس کا دامن وسیع ہے یہاں شدید گرمی پڑتی ہے دور دور تک سبزہ و پانی کا پتہ نہیں اس لئے بنی اسرائیل گھبرا اٹھے اور موسیٰ سے فریاد کرنے لگے کہ ہم پانی کہاں سے پیئں، ہم تو پیاس سے تڑپ تڑپ کر مر جائیں گے یہاں تو پینے کے لئے پانی کا ایک خطرہ بھی نہیں ہے۔ (۱۴۵)

واذا ستسقٰی موسٰی لقومه فقلنا اضرب بعصاک الحجر ط فانفجرت منه اثنتا عشرة عینا ط قد علم کل اناس مشربهم ط کلوا واشربوا من رزق الله ولا تعثوا فی الارض مفسدین٥ (۱۴۶)

ترجمہ: اور پھر (وہ واقعہ بھی یاد کرو) جب موسیٰؑ نے اپنی قوم کے لئے پانی طلب کیا تھا اور ہم نے حکم دیا تھا، اپنی لاٹھی سے پہاڑ کی چٹان پر ضرب لگاؤ، (تم دیکھو گے کہ پانی تمہارے لئے موجود ہے، موسیٰؑ نے اس حکم کی تعمیل کی) چنانچہ بارہ چشمے پھوٹ نکلے، اور تمام لوگوں نے اپنے اپنے پانی لینے کی جگہ معلوم کرلی، (اُس وقت تم سے کہا گیا تھا، اس بے آب و گیاہ بیابان میں تمہارے لئے زندگی کی تمام ضرورتیں، مہیا ہوگئی ہیں، پس) کھاؤ پیو، خدا کی بخشائش سے فائدہ اٹھاؤ اور ایسا نہ کرو کہ ملک میں فتنہ وفساد پھیلاؤ (یعنی ضروریاتِ معیشت کے لئے لڑائی جھگڑا کرو، یا ہر طرف لوٹ مار مچاتے پھرو)۔

وظللنا علیکم الغمام وانزلنا علیکم المن والسلویٰ ط کلوا من طیبت ما رزقنکم ط وما ظلمونا ولکن کانوا انفسهم یظلمون ○ (۱۴۷)

ترجمہ: اور (پھر جب ایسا ہوا تھا کہ صحراءِ سینا کی بے آب و گیاہ سرزمین میں دھوپ کی شدت اور غذا کے نہ ملنے سے تم ہلاک ہو جانے والے تھے) تو ہم نے تمہارے سروں پر ابر کا سایہ پھیلا دیا، اور من وسلویٰ کی غذا فراہم کردی (تم سے کہا گیا) خدا نے تمہاری غذا کے لئے جو اچھی چیزیں مہیا کردی ہیں، انہیں بفراغت کھاؤ اور کسی طرح کی تنگی وقلت محسوس نہ کرو، (لیکن اس پر بھی تم اپنی بدعملیوں سے باز نہ آئے، غور کرو) تم نے اپنی ناشکریوں سے ہمارا کیا بگاڑا؟ خود اپنا ہی نقصان کرتے رہے!

اور سایہ فگن کیا ہم نے تم پر ابر کو (میدان تیہ میں) اور (خزانۂ غیب سے) پہنچایا ہم نے تمہارے پاس ترنجبین اور بٹیریں (اور تم کو اجازت دی کہ) کھاؤ نفیس چیزوں سے جو کہ ہم نے تم کو دی ہیں، (مگر وہ لوگ اس میں بھی خلاف بات کر بیٹھے) اور (اس سے) انہوں نے ہمارا کوئی نقصان نہیں کیا، لیکن اپنا ہی نقصان کرتے تھے۔ (۱۴۸)

دونوں قصے وادیٔ تیہ میں واقع ہوئے۔ یہ وادیٔ تیہ ایک کھلا میدان تھا، نہ اس میں کوئی عمارت تھی نہ درخت، جس کے نیچے دھوپ اور سردی اور گرمی سے بچا جاسکے، اور نہ یہاں کوئی کھانے پینے کا سامان تھا، نہ پہننے کے لئے لباس، مگر اللہ تعالیٰ نے معجزہ کے طور پر حضرت موسیٰ علیہ السلام کی دعا سے اسی میدان میں اُن کی تمام ضروریات کا انتظام فرمادیا، بنی اسرائیل نے دھوپ کی شکایت کی تو اللہ تعالیٰ نے ایک سفید رقیق ابر کا سایہ کردیا، اور بھوک کا تقاضا ہوا تو من وسلویٰ نازل فرمادیا، یعنی درختوں پر ترنجبین جو ایک شیریں چیز ہے بکثرت پیدا کردی، یہ لوگ اس کو جمع کرلیتے، اسی کو من کہا گیا ہے، اور بٹیریں اُن کے پاس جمع ہو جاتیں، اُن سے بھاگتی نہ تھیں، یہ اُن کو پکڑ لیتے، اور ذبح کرکے کھاتے، اسی کو سلویٰ کہا گیا ہے، یہ لوگ دونوں لطیف چیزوں سے پیٹ بھر لیتے، چونکہ ترنجبین کی کثرت معمول سے زائد تھی، اور بٹیروں کا وحشت نہ کرنا یہ بھی معمول کے خلاف ہے، لہٰذا اس حیثیت سے دونوں چیزیں خزانۂ غیب سے قرار دی گئیں، اُن کو پانی کی ضرورت پیش آئی تو موسیٰ علیہ السلام کو ایک پتھر پر لاٹھی مارنے کا حکم دیا گیا اس پتھر سے چشمے پھوٹ پڑے، ان لوگوں نے رات کی اندھری کا شکوہ کیا تو اللہ تعالیٰ نے غیب سے ایک روشنی عمودی شکل میں ان کے محلّہ کے درمیان قائم فرمادی۔ (۱۴۹)

طور پر اعتکاف: حضرت موسیٰؑ سے خدا کا وعدہ تھا کہ جب بنی اسرائیل مصری حکومت کی غلامی سے آزاد ہو جائیں گے تو تم کو "شریعت" دی جائے گی، اب وہ وقت آگیا کہ خدا کا وعدہ پورا ہو، اس لئے حضرت موسیٰ وحیِ الٰہی کے اشارہ سے طور پر پہنچے اور وہاں عبادتِ الٰہی کے لئے اعتکاف کیا، اس اعتکاف کی مدت ایک مہینہ تھی مگر بعد میں دس دن اور بڑھا کر چلّہ پورا کردیا۔ (۱۵۰)

وواعدنا موسیٰ ثلثین لیلة و اتممنها بعشر فتم میقات ربه اربعین لیلة ج (۱۵۱)

ترجمہ: اور ہم نے موسیٰ سے تیس راتوں کا وعدہ کیا تھا پھر دس راتیں بڑھا کر اُسے پورا (چلّہ) کردیا، اس طرح پروردگار کے حضور آنے کی مقررہ میعاد چالیس راتوں کی پوری میعاد ہوگئی۔

فلما جاء موسیٰ لمیقاتنا و کلمهٗ ربه قال رب ارنی انظر الیک ط قال لن ترانی ولکن انظر الی الجبل فان

استقر مکانہٗ فسوف ترانی ج فلما تجلّٰی ربہٗ للجبل جعلہٗ دکا وخر صعقا ج فلما افاق قال سبحٰنک تبت الیک وانا اول المؤمنین ٥ (۱۵۲)

ترجمہ: اور جب موسیٰؑ آیا تا کہ ہمارے مقررہ وقت میں حاضری دے اور اس کے پروردگار نے اس سے کلام کیا تو پکار اٹھا پروردگار! مجھے اپنا جمال دکھا کہ تیری طرف نظر کر سکوں، حکم ہوا تو مجھے نہیں دیکھ سکے گا، مگر ہاں! اس پہاڑ کی طرف دیکھ! اگر یہ (تجلی حق کی تاب لے آیا اور) اپنی جگہ ٹکا رہا تو تو بھی مجھے دیکھ سکے گا، پھر جب اس کے پروردگار نے تجلی کی تو اس تجلی نے پہاڑ ریزہ ریزہ کر دیا اور موسیٰؑ غش کھا کر گر پڑا جب موسیٰؑ ہوش میں آیا تو بولا "خدایا! تیرے لئے ہر طرح کی تقدیس ہو، میں تیرے حضور توبہ کرتا ہوں اور سب سے پہلے یقین کرنے والوں میں سے ہوں۔

فلما تجلّٰی ربہٗ للجبل، تجلّٰی کے معنیٰ عربی لغت میں ظاہر اور منکشف ہونے کے ہیں، اور صوفیہ کرام کے نزدیک تجلی کے معنی کسی چیز کو بالواسطہ دیکھنے کے ہیں، جیسے کوئی چیز بواسطہ آئینہ کے دیکھی جائے، اسی لئے تجلی کو رؤیت نہیں کہہ سکتے، خود اسی آیت میں اس کی شہادت موجود ہے کہ اللہ تعالیٰ نے رؤیت کی تو نفی فرمائی اور تجلی کا اثبات۔

امام احمد، ترمذی، حاکم نے بروایتِ انسؓ نقل کیا ہے اور اس کی سند کو ترمذی اور حاکم نے صحیح قرار دیا ہے کہ نبی کریم ﷺ نے اس آیت کی تلاوت فرما کر ہاتھ کی چھوٹی انگلی (خنصر) کے سرے پر انگوٹھا رکھ کر اشارہ فرمایا کہ اللہ جل شانہٗ کے نور کا صرف اتنا سا حصہ ظاہر کیا گیا تھا جس سے پہاڑ کے ٹکڑے اڑ گئے، یہ ضروری نہیں کہ سارے پہاڑ کے ٹکڑے ہو گئے ہوں بلکہ جس حصہ پر حق تعالیٰ نے یہ تجلی فرمائی وہ حصہ ہی اس سے متاثر ہوا ہو۔ (۱۵۳)

نزولِ تورات: اس راز و نیاز کے بعد موسیٰ (علیہ السلام) کو تورات عطا کی گئی، اور حضرتِ حق نے اُن کو حکم کیا کہ اس پر مضبوطی سے قائم رہو اور اپنی قوم سے کہنا کہ وہ بھی ان احکام پر اس طرح عمل کریں کہ جو عملِ نیک جس قدر زیادہ قربِ الٰہی کا سبب بنے اس کو دوسرے اعمال پر ترجیح دیں، میں نے اس کتاب میں تمہارے دینی و دُنیوی فلاح کی تمام تفصیلات بیان کر دیں ہیں، اور حلال و حرام، اور محاسن و معائب غرض تمام اوامر و نواہی کو کھول کر بیان کر دیا ہے اور یہی میری شریعت ہے۔ (۱۵۴)

قال یٰموسٰی انی اصطفیتک علی الناس برسالتی وبکلامی ز فخذ ما اٰتیتک وکن من الشاکرین ٥ وکتبنا لہٗ فی الالواح من کل شیء موعظۃ وتفصیلا لکل شیء ج فخذھا بقوۃ واٰمر قومک یاخذوا باحسنھا ساوریکم دار الفسقین ٥ (۱۵۵)

ترجمہ: (اللہ تعالیٰ نے) کہا اے موسیٰ! بیشک میں نے لوگوں پر تجھ کو اپنی پیغمبری اور ہمکلامی سے برتری دی ہے اور چُن لیا ہے، پس جو میں نے تجھ کو (تورات کو) دیا ہے اس کو لے اور شکر گذار بن، اور ہم نے اس کے لئے (تورات کی) تختیوں پر ہر قسم کی نصیحت اور (احکام میں سے) ہر شے کی تفصیل لکھ دی ہے، پس اس کو قوت کے ساتھ پکڑ اور اپنی قوم کو حکم کر کہ وہ ان میں سے اچھی کو اختیار کریں، عنقریب میں تم کو نافرمانوں کا گھر دکھاؤں گا۔

موسیٰ علیہ السلام سے اللہ تعالیٰ کا کلام: اتنی بات تو قرآن کے واضح الفاظ سے ثابت ہے کہ اللہ تعالیٰ نے حضرت موسیٰ علیہ السلام سے بلا واسطہ کلام فرمایا، پھر اس کلام میں بھی ایک تو وہ ہے جو اول عطاءِ نبوت کے وقت ہوا تھا، دوسرا کلام یہ ہے جو عطاءِ تورات کے وقت ہوا اور جس کا ذکر اس آیت میں ہے۔ آیت کے الفاظ سے یہ بھی ثابت ہوتا ہے کہ اس دوسرے کلام کو بہ نسبت پہلے کے کچھ مزید کچھ خصوصیت حاصل تھی، لیکن حقیقت اس کلام کی کیا اور کس طرح تھی اس کا علم اللہ تعالیٰ کے سوا کسی کو نہیں ہو سکتا۔ (۱۵۶)

واذ وعدنا موسٰی اربعین لیلۃ ثم اتخذتم العجل من م بعدہٖ وانتم ظلمون ٥ ثم عفونا عنکم من م بعد ذلک

لعلکم تشکرون○ واذ اٰتینا موسی الکتب والفرقان لعلکم تهتدون○ (۱۵۷)

ترجمہ: اور جب عہد کیا ہم نے موسیٰؑ سے چالیس راتوں کا پھر بنالیا تم نے اس کے پیچھے گوسالہ، اور تم اس بارے میں ظالم تھے، پھر ہم نے اس کے بعد تم کو معاف کر دیا تا کہ تم شکر گذار بنو اور جب ہم نے موسیٰؑ کو کتاب اور حق و باطل میں فرق کرنے والی (فرقان) چیز عطا کی تا کہ تم راہ پاؤ۔

ولقد اٰتینا موسی الکتاب من بعد ما اھلکنا القرون الاولیٰ بصائر للناس وھدی ورحمة لعلهم یتذکرون○ (۱۵۸)

ترجمہ: اور بیشک ہم نے پہلی قوموں کو ہلاک کرنے کے بعد موسیٰؑ کو کتاب دی جو لوگوں کے لئے بصیرتیں مہیا کرنے والی اور ہدایت اور رحمت ہے تا کہ (وہ نصیحت حاصل کریں)۔

ولقد جآئکم موسٰی بالبینت ثم اتخذتم العجل من بعدہٖ وانتم ظلمون○ واذ اخذنا میثاقکم ورفعنا فوقکم الطور ط خذوا ما اٰتینکم بقوة واسمعوا ط قالوا سمعنا وعصینا ق واشربوا فی قلوبهم العجل بکفرھم ط قل بئسما یامرکم به ایمانکم ان کنتم مؤمنین○ (۱۵۹)

ترجمہ: اور پھر دیکھو، یہ واقعہ ہے کہ موسیٰؑ سچائی کی روشن دلیلوں کے ساتھ تمہارے پاس آیا، لیکن جب چالیس دن کے لئے تم سے الگ ہو گیا تو تم بچھڑے کے پیچھے پڑ گئے اور ایسا کرتے ہوئے یقیناً تم (شیوۂ ایمان میں ثابت قدم نہ تھے) ایمان سے منحرف ہو گئے تھے، اور پھر جب ایسا ہوا تھا کہ ہم نے (دینِ الٰہی پر قائم رہنے کا) تم سے عہد لیا تھا، اور کوہِ طور کی چوٹیاں تم پر بلند کر دی تھیں (تو تم نے اس کے بعد کیا کیا؟ تمہیں حکم دیا گیا کہ) جو کتاب تمہیں دی گئی ہے، اس پر مضبوطی کے ساتھ جم جاؤ اور اُس کے حکموں پر کار بند رہو، تم نے (زبان سے) کہا، سنا اور دل سے کہا نہیں مانتے، اور پھر ایسا ہوا کہ تمہارے کفر کی وجہ سے تمہارے دلوں میں گوسالہ پرستی رچ گئی، اے پیغمبر! ان سے کہو (دعوتِ حق سے بے نیازی ظاہر کرتے ہوئے) تم اپنے جس ایمان کا دعویٰ کرتے ہو، اگر وہ یہی ایمان ہے تو افسوس اس ایمان پر! کیا ہی بُری راہ ہے، جس پر تمہارا ایمان تمہیں لے جارہا ہے!

حضرت موسیٰؑ جب ان معاملات سے فارغ ہو گئے تو انھوں نے خدائے تعالیٰ کی جانب میں رجوع کیا کہ اب ان کے اس ارتداد اور بے دینی کی سزا تیرے نزدیک کیا ہے؟ وہاں سے جواب ملا کہ جن لوگوں نے یہ شرک کیا ان کو اپنی جان سے ہاتھ دھولینا پڑے گا۔ نسائی میں روایت ہے کہ حضرت موسیٰؑ نے بنی اسرائیل سے کہا کہ تمہاری توبہ کی صرف ایک صورت مقرر کی گئی ہے، وہ یہ کہ مجرموں کو اپنی جان کو اس طرح ختم کرانا چاہئے کہ جو شخص رشتہ میں جس سے زیادہ قریب ہے وہ اپنے عزیز کو اپنے ہاتھ سے قتل کرے یعنی باپ بیٹے کو اور بیٹا باپ کو اور بھائی بھائی کو، آخر بنی اسرائیل کو اس حکم کے سامنے سرِ تسلیم خم کرنا پڑا۔ تورات میں ہے کہ اس طرح تین ہزار بنی اسرائیل قتل ہوئے اور بعض اسلامی روایات میں اس سے بھی زائد تعداد مذکور ہے، جب نوبت یہاں تک پہنچی تو حضرت موسیٰؑ درگاہِ الٰہی میں سجدہ ریز ہوئے اور عرض کیا بارالٰہا! اب ان پر رحم فرما اور ان کی خطاؤں کا بخش دے، حضرت موسیٰؑ کی دعا قبول ہوئی اور اللہ تعالیٰ نے فرمایا کہ ہم نے قاتل و مقتول دونوں کو بخش دیا اور جو زندہ ہیں اور قصوروار ہیں ان کی بھی خطا معاف کر دی، تم اُن کو سمجھا دو کہ آئندہ شرک کے بھی قریب نہ جائیں۔ (۱۶۰)

واذ قال موسٰی لقومه یقوم انکم ظلمتم انفسکم باتخاذکم العجل فتوبوا الیٰ بارئکم فاقتلوا انفسکم ط ذلکم خیر لکم عند بارئکم فتاب علیکم انه ھو التواب الرحیم○ (۱۶۱)

ترجمہ: اور جب موسیٰؑ نے اپنی قوم سے کہا! "اے قوم! بلاشبہ تم نے گوسالہ بنانے میں اپنے نفس پر بڑا ظلم کیا ہے، پس اپنے خالق کی طرف رجوع کرو اور اپنی جانوں کو قربان کرو، تمہارے پیدا کرنے والے کے نزدیک تمہارے حق میں یہی بہتر ہے' پھر وہ تم پر رجوع بہ رحمت ہوگا بلاشبہ وہ بڑا رجوع برحمت ہونے والا، رحم کرنے والا ہے۔

ستر سرداروں کا انتخاب: جب بنی اسرائیل کا یہ جرم معاف کر دیا گیا تو اب حضرت موسیٰ (علیہ السلام) نے اُن سے فرمایا کہ میرے پاس جو یہ ''الواح'' (تختیاں) ہیں، یہ کتاب ہے جو اللہ تعالیٰ نے تمہاری ہدایت اور دینی و دنیوی زندگی کی فلاح کے لئے مجھ کو عطا فرمائی ہے، یہ تورات ہے اب تمہارا فرض ہے کہ اس پر ایمان لاؤ اور اس کے احکام کی تعمیل کرو۔ بنی اسرائیل بہرحال بنی اسرائیل تھے، کہنے لگے: موسیٰؑ! ہم کیسے یقین کریں کہ یہ خدا کی کتاب ہے؟ صرف تیرے کہنے سے تو ہم نہیں مانیں گے، ہم تو جب اس پر ایمان لائیں گے کہ خدا کو بے حجاب اپنی آنکھوں سے دیکھ لیں، اور وہ ہم سے یہ کہے کہ یہ تورات میری کتاب ہے، تم اس پر ایمان لاؤ۔

حضرت موسیٰؑ نے تمام اسباط سے ستر سرداروں کو چُن کر ساتھ لیا اور طور پر جا پہنچے، طور پر ایک سپید بادل کی طرح ''نور'' نے حضرت موسیٰؑ کو گھیر لیا اور اللہ تعالیٰ سے ہم کلامی شروع ہوگئی، حضرت موسیٰؑ نے بارگاہِ الٰہی میں عرض کیا کہ تو بنی اسرائیل کے حالات کا دانا بینا ہے، میں ان کی ضد پر ستر آدمی انتخاب کر لایا ہوں، کیا اچھا ہو کہ وہ بھی اس ''حجاب نور'' سے میری اور تیری ہم کلامی کو سُن لیں اور قوم کے پاس جا کر تصدیق کرنے کے قابل ہو جائیں؟ اللہ تعالیٰ نے حضرت موسیٰؑ کی دعا منظور فرمالی اوران کو ''حجاب نور'' مین لے لیا گیا۔ اور انہوں نے حضرت موسیٰؑ اور اللہ رب العالمین کی ہمکلامی کو سُنا۔ پھر جب پردۂ نور ہٹ گیا، اور حضرت موسیٰؑ اور ان سرداروں کے درمیان مواجہہ ہوا تو سرداروں نے وہی اپنا پہلا اصرار قائم رکھا کہ جب تک بے حجاب خدا کو نہ دیکھ لیں ہم ایمان لانے والے نہیں، اس احمقانہ اصرار اور ضد پر غیرتِ الٰہی نے ان کو یہ سزا دی کہ ایک ہیبت ناک چمک، کڑک اور زلزلہ، نے ان کو آلیا اور جلا کر خاک کر دیا۔ حضرت موسیٰؑ نے جب یہ دیکھا تو درگاہِ الٰہی میں عاجزی کے ساتھ دعاء مانگی، الٰہی! یہ بے وقوف اگر بے وقوفی کر بیٹھے تو کیا تو ہم سب کو ہلاک کر دے گا، اے خدا! اپنی رحمت سے تو ان کو معاف کر دے، حق تعالیٰ نے حضرت موسیٰؑ کی دعاء کو سُنا اور ان سب کو دوبارہ حیاتِ تازہ بخشی اور پھر جب وہ زندگی کا لباس پہن رہے تھے تو ایک دوسرے کی تازہ زندگی کو آنکھوں سے دیکھ رہے تھے۔ (۱۶۲)

واذ قلتم یٰموسٰی لن نؤمن لک حتی نری اللّٰہ جھرۃ فاخذتکم الصاعقۃ وانتم تنظرون ○ ثم بعثنکم من، بعد موتکم لعلم تشکرون○ (۱۶۳)

ترجمہ: اور جب تم نے کہا ''اے موسیٰؑ! ہم تجھ پر اس وقت تک ہرگز ایمان نہیں لائیں گے جب تک خدا کو بے حجاب اپنی آنکھوں سے نہ دیکھ لیں، پس آنکھوں دیکھتے تم کو بجلی کی کڑک نے آ پکڑا، پھر ہم نے تم کو موت کے بعد زندہ کیا تا کہ تم شکر گزار رہو۔

بنی اسرائیل اور جبلِ طور: بہرحال جب یہ ستر سردار دوبارہ زندگی پا کر قوم کی جانب واپس ہوئے تو انہوں نے قوم سے تمام قصہ کہہ سنایا اور بتایا کہ موسیٰ (علیہ السلام) جو کچھ کہتے ہیں وہ حق ہے اور بے شبہ وہ خدا کے فرستادہ ہیں۔ اب فطرت سلیم کا تقاضہ تو یہ تھا کہ یہ سب خدائے تعالیٰ کا شکر بجالاتے اور اس کے فضل و کرم کی فراوانی کے پیش نظر فرمانبرداری اور عبودیت کے ساتھ اس کے سامنے سر تسلیم خم کر دیتے مگر ہوا یہ کہ انہوں نے اپنی کج روی کو باقی رکھا اور اپنے نمائندوں کی تصدیق کے باوجود تورات کو قبول کرنے میں معاندانہ پس و پیش شروع کر دی اور حضرت موسیٰ (علیہ السلام) کے ارشادات پر کان نہ دھرا۔

جب حضرت موسیٰ (علیہ السلام) نے یہ دیکھا تو بارگاہِ الٰہی میں رجوع کرتے ہوئے قوم کی بے راہ روی کا گلہ کیا۔ درگاہِ الٰہی سے حکم ہوا کہ ان نافرمانوں کے لئے میں تجھ کو ایک حجت (معجزہ) اور عطا کرتا ہوں اور وہ یہ کہ جس پہاڑ (طور) پر تو مجھ سے ہمکلام ہوتا رہتا ہے اور جس پر تیری قوم کے منتخب سرداروں نے حق کا مشاہدہ کیا ہے اسی پہاڑ کو حکم دیتا ہوں کہ وہ اپنی جگہ سے حرکت کرے اور سائبان کی طرح بنی اسرائیل کے سروں پر چھا جائے اور زبانِ حال سے یہ اعلان کرے کہ موسیٰؑ خدا کا سچا پیغمبر ہے اور تورات بے شبہ خدا کی سچی کتاب ہے اور اگر یہ دونوں حق و صداقت کا مظہر نہ ہوتے تو یہ عظیم الشان ''نشان'' تم نہ دیکھتے جس کا ظہور قدرتِ الٰہی کے سوا اور کسی طرح ناممکن ہے۔ (۱۶۴)

واذ اخذنا میثاقکم ورفعنا فوقکم الطور ؕ خذوا ما اتینکم بقوۃ واذکروا ما فیہ لعلکم تتقون○ (۱۶۵)

ترجمہ: اور جب لیا ہم نے تم سے اقرار اور بلند کیا تمہارے اوپر کوہ طور کو کہ پکڑو جو کتاب ہم نے تم کو دی زور سے اور یاد رکھو جو کچھ اس میں ہے تاکہ تم ڈرو۔

اور (وہ زمانہ یاد کرو) جب ہم نے تم سے قول و قرار لیا (کہ توراۃ پر عمل کریں گے) اور (اس قول و قرار لینے کے لئے) ہم نے طور پہاڑ کو اٹھا کر تمہارے اوپر (محاذات میں) معلق کر دیا، (اور اس وقت کہا) کہ (جلدی) قبول کرو جو کتاب ہم نے تم کو دی ہے (یعنی توراۃ) مضبوطی کے ساتھ، اور یاد رکھو جو احکام اس (کتاب) میں ہیں جس سے توقع ہے کہ تم متقی بن جاؤ۔ (۱۶۶)

واذ نتقنا الجبل فوقهم كانه ظلة وظنوا انه واقع بهم ج خذوا ما اتينكم بقوة واذكروا ما فيه لعلكم تتقون○ (۱۶۷)

ترجمہ: اور جب ہم نے اُن کے (بنی اسرائیل کے) سروں پر پہاڑ بلند کر دیا گویا کہ وہ سائبان ہے اور انہوں نے یقین کر لیا کہ وہ اُن پر گرنے والا ہے (تو ہم نے کہا) جو ہم نے تم کو دیا ہے اس کو قوت سے لو اور جو کچھ اس میں ہے اس کو یاد کرو تاکہ تم پرہیزگار ہو۔

بنی اسرائیل نے جب تورات کو قبول کرنے میں پس و پیش کیا بلکہ انکار کر دیا تو اللہ تعالیٰ نے اُن کے سروں پر طور کو بلند کر دیا اور اس طرح آیۃ اللہ کا مظاہرہ کر کے اُن کو قبولِ تورات پر آمادہ کیا۔ (۱۶۸)

اب حضرت موسیٰؑ نے بنی اسرائیل سے کہا کہ تم اس بستی (اریحاء) میں داخل ہو اور دشمن کا مقابلہ کر کے اس پر قابض ہو جاؤ خدا تمہارے ساتھ ہے۔ (۱۶۹)

واذ قال موسىٰ لقومه يقوم اذكروا نعمة الله عليكم اذ جعل فيكم انبيآء وجعلكم ملوكا واتكم مالم يؤت احد من العلمين○ يقوم ادخلوا الارض المقدسة التى كتب الله لكم ولا ترتدوا علىٰ ادباركم فتنقلبوا خاسرين○ (۱۷۰)

ترجمہ: اور جب موسیٰؑ نے اپنی قوم سے کہا "اے قوم! تم پر جو خدا کا احسان رہا ہے اس کو یاد کرو کہ اُس نے تم میں نبی اور پیغمبر بنائے اور تم کو بادشاہ اور حکمران بنایا اور وہ کچھ دیا جو جہانوں میں کسی کو نہیں دیا۔ اے قوم! اس مقدس سرزمین میں داخل ہو جس کو اللہ تعالیٰ نے تم پر فرض کر دیا ہے اور پشت پھیر کر نہ لوٹو (کہ نتیجہ یہ نکلے) کہ تم خسارہ اور نقصان اٹھانے والے بن کر لوٹو۔

بنی اسرائیل نے یہ سُن کر جواب دیا کہ موسیٰؑ! وہاں تو بڑے ظالم لوگ بستے ہیں، ہم تو اس وقت تک اُس بستی میں داخل نہ ہوں گے جب تک وہ وہاں سے نکل نہ جائیں۔ (۱۷۱)

حضرت موسیٰ علیہ السلام نے جب انہیں جہاد پر زور دیا تو انہوں نے موسیٰؑ سے کہا:

قالوا يموسىٰ انا لن ندخلها ابدا ماداموا فيها فاذهب انت وربك فقاتلا انا ههنا قاعدون○ (۱۷۲)

ترجمہ: انہوں نے کہا "اے موسیٰ! ہم کبھی اس شہر میں اُس وقت تک داخل نہیں ہوں گے جب تک وہ اس میں موجود ہیں، پس تو اور تیرا رب دونوں جاؤ اور اُن سے لڑو ہم تو یہیں بیٹھے ہیں (یعنی تماشہ دیکھیں گے)۔

حضرت موسیٰؑ نے اس گستاخ قوم سے مایوس ہو کر بارگاہِ الٰہی میں عرض کی کہ تو ہمارے اور اس قوم کے درمیان جدائی کر دے۔

قال رب انى لا املك الا نفسى واخى فافرق بيننا وبين القوم الفاسقين○ قال فانها محرمة عليهم اربعين سنة ج يتيهون فى الارض ط فلا تأس على القوم الفاسقين○ (۱۷۳)

ترجمہ: (موسیٰؑ نے) کہا "اے پروردگار! میں اپنے اور اپنے بھائی کے ماسوا کسی کا مالک نہیں ہوں، لہٰذا تو ہمارے اور اس نافرمان قوم کے درمیان تفریق کر دے (اللہ تعالیٰ) نے کہا "بلاشبہ ان پر ارضِ مقدس کا داخلہ چالیس سال تک حرام کر دیا گیا" اس مدت میں یہ اسی میدان میں بھٹکتے پھریں گے، پس تو نافرمان قوم پر غم نہ کھا اور افسوس نہ کر۔

وادیٔ تیہ کی حقیقت یہ ہے کہ بنی اسرائیل کا اصلی وطن ملک شام ہے، حضرت یوسف علیہ السلام کے وقت میں مصر آئے تھے، اور یہاں ہی رہ پڑے، اور ملکِ شام میں عمالقہ نامی قوم کا تسلط ہوگیا، فرعون جب غرق ہوگیا اور یہ لوگ مطمئن ہو گئے، تو اللہ تعالیٰ کا ان کو حکم ہوا کہ عمالقہ سے جہاد کرو، اور اپنی اصلی جگہ کو اُن کے قبضہ سے چھڑالو، بنی اسرائیل اس ارادہ پر مصر سے چلے، اور اُن کی حدود میں پہنچ کر جب عمالقہ کے زور وقوت کا حال معلوم ہوا تو ہمت ہار بیٹھے اور جہاد سے صاف انکار کر دیا، اللہ تعالیٰ نے اُن کو اس انکار کہ یہ سزادی کہ چالیس برس تک ایک میدان میں سرگرداں و پریشاں پھرتے رہے، گھر پہنچنا بھی نصیب نہ ہوا۔

یہ میدان کچھ بہت بڑا رقبہ نہ تھا، بلکہ مصر اور شام کے درمیان پانچ چھ کوس یعنی تقریباً دس میل کا رقبہ تھا، روایت یہ ہے کہ یہ لوگ اپنے وطن مصر جانے کے لئے دن بھر سفر کرتے، اور رات کو کسی منزل پر اترتے صبح کو دیکھتے کہ جہاں سے چلے تھے وہیں ہیں، اسی طرح چالیس سال سرگرداں و پریشاں اس میدان میں پھرتے رہے، اسی لئے اس میدان کو وادیٔ تیہ کہا جاتا ہے، تیہ کے معنی سرگردانی اور پریشانی کے۔ (۱۷۴)

وادیٔ سینا کو "تیہ" اس لئے کہتے ہیں کہ قرآنِ عزیز نے بنی اسرائیل کے لے کہا ہے: **یتیھون فی الارض** (یہ اس زمین میں بھٹکتے پھریں گے) جب کوئی شخص راہ سے بھٹک جائے تو عربی میں کہتے ہیں "تاہ فُلانٌ"۔

تورات میں اس وقعہ کی تفصیلات اگر چہ اس انداز میں مذکور نہیں ہیں تاہم "باب ۱۴" میں بنی اسرائیل کے ارضِ مقدس میں داخلہ سے انکار، اس پر حضرت موسیٰؑ کی ناراضی اور پھر چالیس سال تک اُن پر ارضِ مقدس کے داخلہ کا حرام ہو جانا تفصیل کے ساتھ ذکر کیا گیا ہے اور اس میں یہ بھی کہا گیا ہے کہ اللہ تعالیٰ نے فرمایا کہ اس مدت کے اندر اندر بنی اسرائیل کے وہ تمام افراد مر جائیں گے جنہوں نے خدا کے حکم کے خلاف ارضِ مقدس کے داخلہ سے انکار کیا ہے اور اُن کے بعد نئی نسل کو داخلہ کی اجازت ہوگی جو کالب اور یوشع کی سرکردگی میں دشمنوں کو پامال کر کے پاک زمین میں داخل ہوں گے نیز یہ کہ حضرت ہارونؑ اور حضرت موسیٰ (علیہ السلام) کا بھی اس وقت انتقال ہو چکا ہوگا۔ (۱۷۵)

ذبح بقرہ کا واقعہ: ایک مرتبہ ایسا ہوا کہ بنی اسرائیل میں ایک قتل ہو گیا مگر قاتل کا پتہ نہ لگا، آخر شبہ نے تہمت کی شکل اختیار کر لی اور اختلاف باہمی کی خوفناک صورت پیدا ہوگئی، حضرت موسیٰؑ کے سامنے جب یہ واقعہ پیش ہوا تو انہوں نے خدائے تعالیٰ کی جانب رجوع کیا۔ اللہ تعالیٰ نے حضرت موسیٰؑ سے فرمایا کہ ان سے کہو کہ پہلے ایک گائے ذبح کریں، اور اس کے بعد گائے کے ایک حصہ کو مقتول کے جسم سے مَس کریں، پس اگر وہ ایسا کریں گے تو ہم اس کو زندگی بخش دیں گے اور یہ معاملہ واضح ہو جائے گا۔ (۱۷۶)

واذ قال موسٰی لقومہٖ ان اللّٰہ یامرکم ان تذبحوا بقرۃ ط قالوا اتتخذونا ھزوا ط قال اعوذ باللّٰہ ان اکون من الجٰھلین ۝ (۱۷۷)

ترجمہ: اور جب کہا موسیٰ نے اپنی قوم سے اللہ فرماتا ہے تم کو، ذبح کرو ایک گائے وہ بولے کیا تو ہم سے ہنسی کرتا ہے کہا پناہ خدا کی کہ ہوں میں جاہلوں میں۔

بنی اسرائیل نے اپنی عادت اور جبلت کے مطابق موسیٰ علیہ السلام سے کج بحثی شروع کر دی۔

قالوا ادع لنا ربک یبین لنا ماھی ط قال انہٗ یقول انھا بقرۃ لا فارض و لا بکر ط عوان م بین ذلک ط فافعلوا ما تؤمرون ۝ قالوا ادع لنا ربک یبین لنا مالونھا ط قال انہٗ یقول انھا بقرۃ صفرآء لا فاقع لونھا تسر النٰظرین ۝ قالوا ادع لنا ربک یبین لنا ماھی لا ان البقر تشٰبہ علینا ط وانا ان شآء اللّٰہ لمھتدون ۝ قال انہٗ یقول انھا بقرۃ لا ذلول تثیر الارض ولا تسقی الحرث ج مسلمۃ لا شیۃ فیھا ط قالوا الـٰٔن جئت بالحق ط فذبحوھا وما کادوا یفعلون ۝ (۱۷۸)

ترجمہ: بولے کہ دعا کر ہمارے واسطے اپنے رب سے کہ بتادے ہم کو کہ وہ گائے کیسی ہے، کہا وہ فرماتا ہے کہ وہ ایک گائے ہے نہ بوڑھی نہ

بن بیاہی درمیان میں ہے بڑھاپے اور جوانی کے اب کر ڈالو جو تم کو حکم ملا ہے، بولے کہ دعا کر ہمارے واسطے اپنے رب سے کہ بتا دے ہم کو کہ کیسا ہے اس کا رنگ، کہا وہ فرماتا ہے کہ وہ ایک گائے ہے زرد خوب گہری ہے اس کی زردی، خوش آتی ہے دیکھنے والوں کو، بولے کہ دعا کر ہمارے واسطے اپنے رب سے کہ بتا دے ہم کو کس قسم میں ہے وہ کیونکہ اس گائے میں شبہ پڑا ہے ہم کو اور ہم اگر اللہ نے چاہا تو ضرور راہ پالیں گے، کہا وہ فرماتا ہے کہ وہ ایک گائے ہے محنت کرنے والی نہیں کہ جوتتی ہو زمین کو یا پانی دیتی ہو کھیتی کو، بے عیب ہے کوئی داغ اس میں نہیں، بولے اب لایا تو ٹھیک بات پھر اس کو ذبح کیا وہ لگتے نہ تھے کہ ایسا کر لیں گے۔

حضرت موسیٰ نے جب وحی الٰہی کی معرفت اُن کے تمام سوالات کے جواب دیدیے۔ اور حیلہ جوئی کا اُن کے لئے کوئی موقعہ باقی نہ رہا تب وہ تعمیل حکم پر آمادہ ہوئے اور وحی الٰہی کی مطابق معاملہ کا سرانجام کیا، خدا کے حکم سے وہ مقتول زندہ ہو گیا اور اُس نے تمام واقعہ من و عن بیان کر دیا۔ معلوم ہوتا ہے کہ جب اس حیرت زا "خدائی نشان" نے حقیقت کو واشگاف کر دیا تو قاتل کو بھی اقرار کئے بغیر کوئی چارۂ کار نہ رہا اور اس طرح نہ صرف قاتل ہی کا پتہ چل گیا بلکہ مختلف اسباط اور خاندانوں میں اختلاف پیدا ہو کر جو سخت خانہ جنگی اور خوں ریزی کی صورت رونما ہو چلی تھی اُس کا بھی خوش اسلوبی کے ساتھ خاتمہ ہو گیا۔ (۱۷۹)

واذ قتلتم نفسا فادرء تم فیها ط واللّٰه مخرج ما کنتم تکتمون ○ فقلنا اضربوه ببعضها ط کذلک یحی اللّٰه الموتی لا ویریکم ایٰته لعلکم تعقلون○ (۱۸۰)

ترجمہ: اور جب مار ڈالا تھا تم نے ایک شخص کو پھر لگے ایک دوسرے پر دھرنے اور اللہ کو ظاہر کرنا تھا جو تم چھپاتے تھے، پھر ہم نے کہا مارو اس مُردے پر اس گائے کا ایک ٹکڑا اسی طرح زندہ کرے گا اللہ مُردوں کو اور دکھاتا ہے تم کو اپنی قدرت کے نمونے تا کہ تم غور کرو۔

حدیث شریف میں ہے کہ اگر وہ یہ حجتیں نہ کرتے تو اتنی قیدیں اُن کے ذمہ نہ ہوتیں جو بھی بقرہ ذبح کر دیا جاتا کافی ہو جاتا۔ (۱۸۱)

صحیح حدیث میں ہے کہ نبی اکرم ﷺ نے ارشاد فرمایا کہ اگر بنی اسرائیل حضرت موسیٰ کے ارشاد فرماتے ہی "ذبح بقرہ" کی تعمیل کر دیتے تو اُن کے لئے گائے کے معاملہ میں کسی قسم کی مطلق قید و بند نہ ہوتی اور وہ کوئی سے گائے بھی ذبح کر دیتے تو تعمیل پوری ہو جاتی مگر اُنہوں نے بے ہودہ سوالات کر کے اپنے اوپر پابندیاں لگوائیں، چنانچہ پیغمبر خدا کے ساتھ اس قسم کی بیہودہ باتوں اور کج بحثیوں کی قرآن عزیز نے سخت مذمت کی ہے اور یہ بتایا ہے کہ اس کا آخر نتیجہ کفر اور ترک ایمان پر جا کر ختم ہوتا ہے۔ (۱۸۲)

__سبب کثرت معجزات:__ صدیوں غلامی کی زندگی بسر کرنے اور پست خدامات میں مشغول رہنے کی وجہ سے بنی اسرائیل کے ملکات فاضلہ کو گھن لگ گیا تھا اور مصریوں میں رہ کر مظاہر پرستی اور اصنام پرستی نے اُن کے عقل و حواس کو اس درجہ معطل کر دیا تھا کہ وہ قدم قدم پر توحید الٰہی اور احکام الٰہی میں کسی "کرشمہ" کے منتظر رہتے، اس کے بغیر اُن کے دل میں یقین و اذعان کے لئے کوئی جگہ نہ بنتی تھی، پس ان کی ہدایت و رشد کے لئے دو ہی صورتیں ہو سکتی تھیں، ایک یہ کہ اُن کو فقط افہام و تفہیم کے مختلف طریقوں ہی سے قبولِ حق پر آمادہ کیا جاتا اور انبیاء سابقین کی اُمتوں کی طرح صرف کسی خاص اور اہم موقعہ پر "آیۃ اللہ" (معجزہ) کا مظاہرہ پیش آتا اور دوسری صورت یہ تھی کہ اُن کی صدیوں کی تباہ شدہ اس حالت کی اصلاح کے لئے روحانی طاقت کا جلد جلد مظاہرہ کیا جائے، اور حق و صداقت کی تعلیم کے ساتھ ساتھ خدائے تعالیٰ کے تکوینی نشانات 'معجزات' ان کی استعداد قبول و تسلیم کو بار بار تقویت پہنچائیں، پس اس قوم کی پست ذہنیت اور تباہ حالی کی پیش نظر مصلحتِ خداوندی نے اُن کی اصلاح و تربیت کے لئے یہی دوسری صورت اختیار فرمائی۔

واللّٰه علیم حکیم اللہ تعالیٰ عالم و دانا حکمت والا ہے۔ (۱۸۳)

__حضرت داؤد علیہ السلام:__

__نسب نامہ:__ **داؤد بن ایشا (ایشی) بن عوبد بن عابر بن سلمون بن نحشون بن عونیاذب بن ارم بن حصرون**

بن فارص بن یھودا بن یعقوب بن اسحق بن ابراھیم (علیہ السلام)۔ مگر اس پر سب کا اتفاق ہے کہ داؤد(علیہ السلام) اسرائیلی اسباط میں یہودا کی نسل سے تعلق رکھتے ہیں۔ (۱۸۴)

قتلِ جالوت میں بے نظیر شجاعت کے اظہار نے بنی اسرائیل کے قلوب پر داؤد علیہ السلام کی محبت وعظمت کا سکہ بٹھا دیا تھا اور اُن کی شخصیت ممتاز اور نمایاں ہو چکی تھی چنانچہ یہی داؤد آگے چل کر خدا کے برگزیدہ رسول اور پیغمبر بنے اور بنی اسرائیل کی رشد وہدایت کے لئے رسول اور ان کے اجتماعی نظم وضبط کے لئے "خلیفہ" مقرر ہوئے۔ (۱۸۵)

حضرت داؤد علیہ السلام وہ پہلے پیغمبر ہیں جنہیں اللہ تعالیٰ نے رسالت اور شہنشائیت دونوں نعمتیں بیک وقت عطا فرمائیں۔ حضرت داؤد علیہ السلام کے اس شرف کا تذکرہ قرآن مجید میں اللہ تعالیٰ نے اس طرح فرمایا ہے:

اٰتہ اللّٰہ الملک والحکمۃ وعلمہٗ مما یشآء ط (۱۸۶)

ترجمہ: اللہ نے ان کو حکومت بھی عطا کی اور حکمت (نبوت) بھی اور اپنی مرضی سے جو چاہا سکھایا۔

یٰداوٗد انا جعلنٰک خلیفۃ فی الارض ہ (۱۸۷) ترجمہ: اے داؤد! بے شک ہم نے تم کو زمین میں اپنا نائب بنایا۔

و کلا اٰتینا حکما و علما ہ (۱۸۸) ترجمہ: اور ہم نے ہر ایک (داؤد وسلیمان) کو حکومت بخشی اور علم عطا کیا۔

انبیاء ورسل میں سے حضرت آدمؑ کے علاوہ صرف حضرت داؤد ہی وہ پیغمبر ہیں جن کو قرآنِ عزیز نے "خلیفہ" کے لقب سے پکارا ہے۔ (۱۸۹)

زبور: بنی اسرائیل کی رشد وہدایت کے لئے "اصل اور اساس" توراۃ تھی لیکن حالات وواقعات اور زمانہ کے تغیرات کے پیشِ نظر حضرت داؤدؑ کو بھی خدا کی جانب سے زبور عطا ہوئی جو توراۃ کے قوانین اور اصول کے اندر رہ کر اسرائیلی گروہ کی رُشد وہدایت کے لئے بھیجی گئی تھی، چنانچہ حضرت داؤدؑ نے شریعتِ موسوی کو از سرِ نو زندہ کیا، اسرائیلیوں کو راہ ہدایت دکھائی اور نورِ وحی سے مستفیض ہو کر تشنہ کامانِ معرفتِ الٰہی کو سیراب فرمایا۔ زبور خدا کی حمد کے نغموں سے معمور تھی اور حضرت داؤدؑ کو اللہ تعالیٰ نے ایسا لہجہ اور سحر آگیں لحن عطا فرمایا تھا کہ جب زبور کی تلاوت فرماتے تو جن وانس حتیٰ کہ وحوش وطیور تک وجد میں آجاتے۔ (۱۹۰)

ولقد فضلنا بعض النبین علٰی بعض واٰتینا داوٗد زبورا ہ (۱۹۱)

ترجمہ: اور بیشک ہم نے بعض انبیاء کو بعض پر فضیلت عطا فرمائی اور ہم نے داؤد کو زبور بخشی۔

واٰتینا داوٗد زبورا ہ (۱۹۲) ترجمہ: اور ہم نے داؤد کو زبور عطا کی۔

حضرت داؤد علیہ السلام کو اللہ تعالیٰ نے ایسی معجزانہ خوش الحانی عطا فرمائی کہ جب آپؑ زبور کی تلاوت کرتے یا تسبیح وتحلیل میں مصروف ہوتے تو آپؑ کی خوش کن اور سحر آفرین آواز سے نہ صرف انسان بلکہ چرند پرند بھی کیف وسرور میں آجاتے اور آپؑ کے گرد جمع ہو کر حضرت داؤدؑ کی ہمنوائی کرتے اور ساتھ ہی پہاڑ بھی حمدِ خدا میں گونج اٹھتے۔ حضرت داؤدؑ کے اس معجزہ "تسخیر جبال وطیور" کا ذکر اللہ تعالیٰ نے قرآن کریم میں اس طرح فرمایا ہے: **وسخرنا مع داوٗد الجبال یسبحن والطیر ط وکنا فعلین ہ (۱۹۳)**

ترجمہ: اور ہم نے پہاڑوں اور پرندوں کو تابع کر دیا کہ وہ داؤد کے ساتھ تسبیح کرتے ہیں اور ہم ہی میں ایسا کرنے کی قدرت ہے۔

ولقد اٰتینا داوٗد منا فضلا ط یا جبال اوبی معہ والطیر ط (۱۹۴)

ترجمہ: اور بیشک ہم نے داؤد کو اپنی جانب سے فضیلت بخشی ہے (وہ یہ کہ ہم نے حکم دیا) اے پہاڑوں اور پرندو تم داؤد کے ساتھ مل کر تسبیح اور پاکی بیان کرو۔

انا سخرنا الجبال معہ یسبحن بالعشی والاشراق ہ والطیر محشورۃ ط کل لہ اواب ہ (۱۹۵)

ترجمہ: بیشک ہم نے داؤد کے لئے پہاڑوں کو مسخر کر دیا کہ اس کے ساتھ شام اور صبح تسبیح کرتے ہیں اور پرندوں کے پرے کے پرے جمع ہوتے اور سب مل کر حمدِ خدا کرتے ہیں۔

اللہ تعالیٰ بیان فرماتا ہے کہ اس نے اپنے بندے اور رسول حضرت داؤد علیہ السلام پر دنیوی اور اخروی رحمت نازل فرمائی۔ نبوت بھی دی بادشاہت بھی دی لاؤ لشکر بھی دیئے طاقت وقوت بھی دی۔ پھر ایک پاکیزہ معجزہ یہ عطا فرمایا کہ ادھر نغمہ داؤدی ہوا میں گونجا، ادھر پہاڑوں اور پرندوں کو بھی وجد آ گیا۔ پہاڑوں نے آواز میں آواز ملا کر اللہ کی حمد وثنا شروع کی پرندوں نے پر ہلانے چھوڑ دیئے اور اپنی قسم قسم کی پیاری پیاری بولیوں میں رب کی وحدانیت کے گیت گانے لگے۔ (۱۹۶)

اور ہم نے داؤد (علیہ السلام) کو اپنی طرف سے بڑی نعمت دی تھی (چنانچہ ہم نے پہاڑوں کو حکم دیا تھا کہ) اے پہاڑو! داؤد کے ساتھ بار بار تسبیح کرو (یعنی جب یہ ذکر میں مشغول ہوں تم بھی ان کا ساتھ دو) اور (اسی طرح) پرندوں کو بھی حکم دیا (کہ ان کے ساتھ تسبیح کرو) **کما قال اللہ تعالیٰ انا سخرنا الجبال معه يسبحن بالعشی والاشراق ٥ والطير محشورة** الخ شاید اس میں ایک حکمت یہ ہو کہ ان کو ذکر میں نشاط ہوگا، اور یہ بھی حکمت ہو کہ آپ کا ایک معجزہ ظاہر ہوگا اور غالباً یہ تسبیح ایسی ہوگی کہ سننے والے بھی سمجھ لیں۔ (۱۹۷)

حضرت داؤد (علیہ السلام) کی خصوصیات میں سے ایک خصوصی شرف وامتیاز یہ تھا کہ جب وہ صبح وشام خدا کی حمد وثناء کرتے اور اُس کی پاکی اور تقدیس میں مشغول ہوتے ووحوش وطیور اور پہاڑ بھی اُن کے ساتھ بلند آواز سے خدا کی تسبیح وتحمید میں اُن کی ہمنوائی کرتے اور حضرت داؤد اور وہ سب ایک دوسرے کی تسبیح وتحمید کو سنتے۔

حضرت داؤدؑ کا معاملہ اس عام حالت سے جدا معجزات سے تعلق رکھتا ہے اور ان مقامات میں حیوانات وجمادات کی تسبیح وتحمید میں حقیقی معنی ہی کے لحاظ سے ہے جیسا کہ نبی اکرم ﷺ کے ان معجزات میں حقیقت ہی مراد ہے جن میں کنکریوں کا کلمہ پڑھنا، اُستنِ حنانہ کا گریہ کرنا اور حیوانات کا آپ سے ہم کلام ہونا ثابت ہے۔ (۱۹۸)

حضرت داؤد علیہ السلام کے ہاتھ میں لوہے کا نرم ہو جانا اللہ تعالیٰ کی طرف سے ان کا دوسرا بڑا معجزہ ہے۔

والنا له الحديد٥ ان اعمل سابغات وقدر فی السرد واعملوا صالحا ط انی بما تعملون بصیر٥ (۱۹۹)

ترجمہ: اور ہم نے اس (داؤد) کے لئے لوہا نرم کر دیا کہ بنا زرہیں کشادہ اور اندازہ سے جوڑ کڑیاں اور تم جو کچھ کرتے ہو، میں اس کو دیکھتا ہوں۔

وعلمناه صنعة لبوس لكم لتحصنكم من، باسكم فهل انتم شاكرون٥ (۲۰۰)

ترجمہ: اور ہم نے اس (داؤد) کو سکھایا ایک قسم کا لباس بنانا تا کہ تم کو لڑائی کے موقعہ پر اس سے بچاؤ حاصل ہو، پس کیا تم شکر گزار بنتے ہو۔

یہ دوسرا معجزہ ہے کہ لوہے کو ان کے لئے نرم کر دیا تھا۔ حسن بصری، قتادہ، اعمش وغیرہ آئمہ تفسیر نے فرمایا کہ اللہ تعالیٰ نے بطور معجزہ کے لوہے کو ان کے لئے موم کی طرح نرم بنا دیا تھا کہ اس سے کوئی چیز بنانے میں نہ اُن کو آگ کی ضرورت پڑتی تھی اور نہ کسی ہتھوڑے یا دوسرے آلات کی۔ لوہے کو ان کے لئے نرم اس لئے بنایا گیا تھا کہ وہ لوہے کی زرہ آسانی سے بنا سکیں۔ اللہ تعالیٰ نے زرہ سازی کی صنعت آپ کو خود سکھائی تھی، **وعلمناه صنعة لبوس لكم**، یعنی ہم نے سکھائی ان کو صنعت زرہ بنانے کی۔ (۲۰۱)

اور فضل ان پر یہ ہوا کہ ان کے لئے لوہا نرم کر دیا گیا نہ انہیں لوہے کو بھٹی میں ڈالنے کی ضرورت نہ ہتھوڑے مارنے کی حاجت ہاتھ میں آتے ہی ایسا ہو جاتا تھا جیسے دھاگے اب اس لوہے سے بفرمان اللہ آپ زرہیں بناتے تھے۔ بلکہ یہ بھی کہا گیا ہے کہ دنیا میں سب سے پہلے زرہ آپ ہی نے ایجاد کی ہے۔ ہر روز صرف ایک زرہ بناتے اس کی قیمت چھ ہزار لوگوں کے کھلانے پلانے میں صرف کر دیتے۔ زرہ بنانے کی ترکیب خود اللہ کی سکھائی ہوئی تھی کہ کڑیاں ٹھیک ٹھیک رکھیں حلقے چھوٹے نہ ہوں کہ ٹھیک نہ بیٹھیں بہت بڑے نہ ہوں کہ ڈھیلا پن رہ جائے بلکہ ناپ تول اور صحیح انداز سے حلقے اور کڑیاں ہوں۔ ابن عساکر میں ہے کہ حضرت داؤد علیہ السلام بھیس بدل کر نکلا کرتے اور رعایا کے لوگوں سے مل کر ان سے اور باہر کے آنے جانے والوں سے دریافت فرماتے کہ داؤد کیسا آدمی ہے؟ لیکن ہر شخص کو تعریف کرتا ہوا ہی پاتے۔ کسی سے کوئی

بات اپنی نسبت قابل اصلاح نہ سنتے ایک مرتبہ اللہ تعالیٰ نے ایک فرشتے کو انسانی صورت میں نازل فرمایا۔ حضرت داؤد کی ان سے بھی ملاقات ہوئی تو جیسے اوروں سے پوچھتے تھے ان سے بھی سوال کیا انہوں نے کہا داؤد ہے تو اچھا آدمی ہے اگر ایک کی اس میں نہ ہوتی تو کامل بن جاتا۔ آپ نے بڑی رغبت سے پوچھا کہ وہ کیا؟ فرمایا کہ وہ اپنا بوجھ مسلمانوں کے بیت المال پر ڈالے ہوئے ہے خود بھی اسی میں سے لیتا ہے اور اپنی اہل وعیال کو بھی اسی میں سے کھلاتا ہے۔ حضرت داؤد علیہ الصلوۃ والسلام کے دل میں یہ بات بیٹھ گئی کہ یہ شخص ٹھیک کہتا ہے اسی وقت جناب باری کی طرف جھک پڑے اور گریہ وزاری کے ساتھ دعائیں کرنے لگے کہ اللہ مجھے کوئی کام کاج ایسا سکھادے جس سے میرا پیٹ بھر جایا کرے۔ کوئی صنعت اور کاریگری مجھے بتادے جس سے میں اتنا حاصل کرلیا کروں کہ وہ مجھے اور میرے بال بچوں کو کافی ہو جائے۔ اللہ تعالیٰ نے انہیں زرہیں بنانا سکھائیں اور پھر اپنی رحمت سے لوہے کو ان کے لئے بالکل نرم کردیا۔ سب سے پہلے زرہیں آپ ہی نے بنائی ہیں۔ ایک زرہ بناکر فروخت فرماتے اور اس کی قیمت کے تین حصہ کرلیتے ایک اپنے کھانے پینے وغیرہ کے لئے ایک صدقے کے لئے ایک رکھ چھوڑنے کے لئے تاکہ دوسری زرہ بنانے تک اللہ کے بندوں کو دیتے رہیں۔ (۲۰۲)

والنا له الحديد o اور ہم نے ان کے لئے لوہے کو نرم کردیا تھا۔ لوہا آپ کے ہاتھ میں موم یا گندھے ہوئے آٹے کی طرح ہو جاتا تھا۔ جس طرح چاہتے ہاتھ سے پکڑ کر اس کو موڑ دیتے تھے، تپانے اور کوٹنے کی ضرورت نہیں ہوتی تھی۔

بغوی نے لکھا ہے: اخبار میں آیا ہے کہ حضرت داؤد جب بنی اسرائیل کے بادشاہ ہوئے تو آپ نے اپنا یہ دستور بنالیا تھا کہ لوگوں کے حالات معلوم کرنے کے لئے بھیس بدل کر (رات کو) نکلا کرتے تھے اور ایسے لوگوں سے جو آپ کو پہچانتے نہ تھے، مل کر دریافت کرتے تھے کہ داؤد کیسا آدمی ہے، تمہاری اس کے متعلق کیا رائے ہے،؟ یہ تمہارا حاکم کیسا شخص ہے؟ سب لوگ آپ کی تعریف کرتے تھے اور آپ کے متعلق کلمۂ خیر ہی کہتے تھے۔ ایک روز اللہ نے ایک فرشتہ بہ شکل انسانی بھیجا۔ حضرت داؤد سے اس کی ملاقات ہوئی اور حسب عادت اس سے اپنے متعلق دریافت کیا۔ فرشتے نے کہا: اگر ایک بات نہ ہو تو بادشاہ اچھا آدمی ہے۔ حضرت داؤد یہ سنتے ہی خوفزدہ ہو گئے اور دریافت فرمایا: بندۂ خدا! وہ کونسی بات ہے؟ فرشتے نے کہا: وہ خود بھی بیت المال سے کھاتا ہے اور اپنے اہل وعیال کو بھی بیت المال سے کھلاتا ہے۔ ثعلبیہ نے کہا: اسی سبب سے حضرت داؤد نے اللہ سے دعا کی کہ میرے لئے رزق کا کوئی ذریعہ مقرر کردے تاکہ اس سے میں اپنی بھی روزی کماؤں اور اپنے اہل و عیال کو بھی کھلاؤں اور بیت المال کا محتاج نہ رہوں۔ اللہ نے (دعا قبول فرمائی اور) لوہے کو ان کے لئے نرم کردیا اور زرہ بنانا سکھادی۔ سب سے پہلے آپ نے ہی زرہ بنائی (آپ سے پہلے زرہ کی ایجاد ہی نہیں ہوئی تھی) کہا جاتا ہے کہ آپ ایک زرہ چار ہزار درہم کو فروخت کرتے تھے، جس سے خود بھی کھاتے تھے، گھر والوں کو بھی کھلاتے اور غریبوں، مسکینوں کو خیرات بھی دیتے تھے۔ بعض اقوال میں آیا ہے کہ روزانہ ایک زرہ بنا لیا کرتے تھے، جو چھ ہزار درہم کو فروخت ہوتی تھی، جس سے دو ہزار اپنے اہل وعیال کے صرف میں لاتے تھے اور چار ہزار غریبوں، مسکینوں کو خیرات کردیتے تھے۔ (۲۰۳)

قال رسول الله ﷺ ما اكل احد طعاماً قط خيرا من ان ياكل من عمل يده وان نبى الله داؤد عليه السّلام كان ياكل من عمل يده. (۲۰۴)

ترجمہ: رسول اللہ ﷺ نے ارشاد فرمایا، کسی انسان کا بہترین رزق اس کے اپنے ہاتھ کی محنت سے کمایا ہوا رزق ہے اور بے شبہ اللہ کے پیغمبر داؤد علیہ السلام اپنے ہاتھ سے محنت سے روزی کماتے تھے۔

شیخ بدرالدین عینی فرماتے ہیں کہ حضرت داؤد (علیہ السلام) دعا مانگا کرتے تھے کہ خدایا ایسی صورت پیدا کردے کہ میرے لئے ہاتھ کی کمائی آسان ہو جائے کیونکہ میں بیت المال پر اپنی معاش کا بوجھ نہیں ڈالنا چاہتا۔ دراصل حضرت داؤد کا یہ پاک جذبہ ہی اسی پیغمبرانہ امتیازات میں سے تھا۔ حضرت داؤدؑ پہلے شخص ہیں جن کو خدائے تعالیٰ نے یہ فضیلت بخشی کہ انہوں نے تعلیم وحی کے ذریعہ ایسی زرہیں ایجاد کیں

جو باریک اور نازک زنجیروں کے حلقوں سے بنائی جاتی تھیں اور ہلکی اور نرم ہونے کی وجہ سے میدانِ جنگ کا سپاہی اس کو پہن کر بآسانی نقل و حرکت بھی کر سکتا تھا اور دشمن سے محفوظ رہنے کے لئے بھی بہت عمدہ ثابت ہوتی تھیں۔ (۲۰۵)

عبد اللّٰہ بن محمد حدثنا عبد الرزاق اخبرنا معمر عن همام عن ابی هریرة رضی اللّٰہ عنہٗ عن النبی ﷺ قال خفف علی داوٗد علیہ السلام القرآن فکان یامر بدوابہ فتسرج فیقرا القرآن قبل ان تسرج دوابہ لا یاکل الا من عمل یدہ. رواہ موسیٰ بن عقبة عن صفوان عن عطاء بن یسار هریرة عن النبی ﷺ. (۲۰۶)

ترجمہ: ہم سے عبداللہ بن محمد نے حدیث بیان کی ان سے عبدالرزاق نے حدیث بیان کی انہیں معمر نے خبر دی انہیں ہمام نے اور انہیں ابو ہریرہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے کہ نبی کریم ﷺ نے فرمایا، داؤد علیہ السلام کے لئے قرآن (یعنی زبور) کی قرأت بہت آسان کر دی گئی تھی، چنانچہ وہ اپنی سواری پر زین کسنے کا حکم دیتے تھے اور زین، کسی جانے سے پہلے ہی پوری زبور کی تلاوت کر لیتے تھے اور آپ صرف اپنے ہاتھوں کی کمائی کھاتے تھے اس کی روایت موسیٰ بن عقبہ نے کی ان سے صفوان نے، ان سے عطا بن یسار نے، ان سے ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ نے، نبی کریم ﷺ کے حوالہ سے۔

حضرت سلیمان علیہ السلام:

نسب: حضرت سلیمان (علیہ السلام) حضرت داود (علیہ السلام) کے صاحبزادے ہیں۔ اسلئے ان کا نسب بھی یہودا کے واسطہ سے حضرت یعقوب (اسرائیل) علیہ السلام تک پہنچتا ہے۔

سلیمان ؑ بن داوٗدؑ بن ایشا (ایشی) بن عوبد عابر (یا عابز) بن سلمون بن نحشون بن عونیاذب (یا عمی ناذب) بن ارم (یارام) بن حصرون بن فارص بن یهوذا بن یعقوب بن اسحق (۲۰۷)

قرآن عزیز نے بھی صرف اسی قدر بتایا ہے کہ وہ حضرت یعقوب کے واسطہ سے حضرت ابراہیمؑ کی نسل سے ہیں۔ (۲۰۸)

ووهبنا لہٗ اسحق ویعقوب ط کلا هدینا ج ونوحا هدینا من قبل ومن ذریتہ داوٗد وسلیمٰن o (۲۰۹)

ترجمہ: اور ہم نے اس (ابراہیم) کو بخشے اسحٰق و یعقوب، ہم نے ہر ایک کو ہدایت دی اور نوح کو ہدایت دی اس (ابراہیم) سے پہلے اور اس ابراہیم کی اولاد میں سے داؤد اور سلیمان کو ہدایت دی۔

ووهبنا لداوٗد سلیمٰنo (۲۱۰) ترجمہ: اور ہم نے داؤد کو سلیمان دیا۔

حضرت سلیمان علیہ السلام سنِ رشد کو پہنچے ہی تھے کہ ان کے والد حضرت داؤد علیہ السلام رحلت فرما گئے اور اللہ تعالیٰ نے حضرت سلیمانؑ کو نبوت اور سلطنت دونوں میں حضرت داؤدؑ کا جانشین بنا دیا۔ **وورث سلیمٰن داوٗدo** (۲۱۱) ترجمہ: اور سلیمان داؤد کا وارث ہوا۔

ولقد اتینا داوٗد وسلیمٰن علما ط وقالا الحمد للّٰہ الذی فضلنا علیٰ کثیر من عبادہ المؤمنینo وورث سلیمٰن داوٗد وقال یایها الناس علمنا منطق الطیر واوتینا من کل شیء ط ان هذا لهو الفضل المبینo (۲۱۲)

ترجمہ: اور بیشک ہم نے داؤد اور سلیمان کو ''علم'' دیا، اور ان دونوں نے کہا: حمد اللہ کے لئے ہی زیبا ہے جس نے اپنے بہت سے مومن بندوں پر ہم کو فضیلت عطا فرمائی اور سلیمان داؤد کا وارث ہوا اور اس نے کہا: اے لوگو! ہم کو پرندوں کی بولیوں کا علم دیا گیا ہے اور ہم کو ہر چیز بخشی گئی ہے، بیشک یہ (خدا کا) کھلا ہوا فضل ہے۔

''منطق الطیر'' ایک ایسی وہبی صلاحیت تھی جو اللہ تعالیٰ نے حضرت داؤدؑ اور حضرت سلیمانؑ کو اپنی جانب سے عطا فرمائی۔ حضرت داؤد اور حضرت سلیمان (علیہما السلام) کے لئے یہ ایسی عظیم الشان نعمت تھی جس کو نشان (معجزہ) کہا جاتا ہے اور وہ بے شبہ پرندوں کی بولیاں انسانِ ناطق کی گفتگو کی طرح سمجھتے تھے اور یقیناً ان کا یہ علم اسباب دنیوی سے بالاتر خاص قوانین قدرت کے فیضان کا نتیجہ تھا۔

حضرت سلیمان اور حضرت داؤد حیوانات کی بولیاں جس طریقے سے یقینی طور پر سمجھ لیا کرتے تھے وہ عام علمی تدوین سے جدا اللہ تعالیٰ کی جانب سے اُن کو بطور نشان کے عطا ہوا تھا۔

قاضی بیضاوی کے نزدیک حیوانات کی بولیاں مختلف کیفیات کی صورت میں تخیل کی مدد سے سمجھی جاتی ہیں اور اس کا یقینی درجہ کسب کے ذریعہ سے نہیں بلکہ موہبتِ الٰہی سے حاصل ہوتا ہے جو حضرت داؤد و سلیمان کو حاصل تھا اور ہمارے نزدیک دونوں اولوالعزم پیغمبر اُن کی بولیاں اس طرح سنتے تھے جس طرح انسان کی گفتگو خواہ اس لئے یہ صرف معجزہ تھا جو ان کے ہاتھ پر دکھلایا گیا۔ (۲۱۳)

وحشر لسیمٰن جنودہٗ من الجن والانس والطیر فھم یوزعون ○ حتی اذا اتوا علیٰ وادالنمل لا قالت نملة یایھا النمل ادخلوا مسکنکم ج لا یحطمنکم سلیمٰن وجنودہٗ لا وھم لا یشعرون ○ فتبسم ضاحکا من قولھا وقال رب اوزعنی ان اشکر نعمتک التی انعمت علی وعلیٰ والدی وان اعمل صالحا ترضٰه وادخلنی برحمتک فی عبادک الصلحین○ (۲۱۴)

ترجمہ: اور جمع ہوا لشکر سلیمان کے لئے جن انسان اور پرندوں (حیوانات) سے اور وہ درجہ بدرجہ قرینہ کے ساتھ آگے پیچھے چل رہے تھے حتیٰ کہ وہ وادیٔ نملہ پہنچے تو ایک چیونٹی نے کہا: اے چیونٹو! اپنے گھروں میں گھس جاؤ ایسا نہ ہو کہ بےخبری میں سلیمان اور اس کا لشکر تم کو پیس ڈالے، چیونٹی کی یہ بات سن کر سلیمان ہنس پڑا اور کہنے لگا: اے پروردگار! مجھ کو توفیق دے کر میں تیرا شکر ادا کروں جو تو نے مجھ پر اور میرے والدین پر انعام کیا ہے اور یہ کہ میں وہ نیک عمل کروں جو تجھ کو پسند آئے اور مجھ کو اپنی رحمت سے اپنے نیک بندوں میں داخل فرما۔

حضرت سلیمان علیہ السلام کو "علم منطق الطیر" کا جو معجزہ اللہ تعالیٰ نے ودیعت فرمایا وہ سلیمان علیہ السلام کی "ہدہد" پرندے کے ساتھ گفتگو سے مکمل واضح ہو جاتا ہے۔ آپؑ کو حیوانات اور پردوں سے گفتگو کا یہ اعجاز حاصل تھا کہ آپؑ ان سے اس طرح گفتگو فرماتے تھے جیسے انسان ایک دوسرے سے بات چیت کرتے ہیں۔

وتفقد الطیر فقال مالی لا اری الھدھد ام کان من الغائبین صلے لاعذبنهٗ عذابا شدیدا اولا اذبحنهٗ او لیاتینی بسلطان مبین ○ فمکث غیر بعید فقال احطت بما لم تحط بهٖ وجئتک من سبا ٍ بنبا یقین ○ انی وجدت امراۃ تملکھم واوتیت من کل شیء ولھا عرش عظیم ○ وجدتھا وقومھا یسجدون للشمس من دون اللّٰه وزین لھم الشیطٰن اعمالھم فصدھم عن السبیل فھم لا یھتدون○ (۲۱۵)

ترجمہ: اور پرندوں کا جائزہ لیا تو کہنے لگا: کیا وجہ میں ہدہد کو نہیں پاتا، کیا واقعی وہ غائب ہے؟ ایسا ہے تو ضرور میں اس کو سخت عذاب میں ڈالوں گا یا ضرور اس کو ذبح کروں گا اور یا میرے پاس غیر حاضری کی معقول وجہ بیان کرے۔ بہت دیر نہیں لگی کہ (ہدہد نے حاضر ہو کر) کہا: میں ایسی خبر لایا ہوں جس کا آپ کو پہلے سے علم نہیں تھا۔ میں سبا کی ایک یقینی خبر لے کر آپ کے پاس حاضر ہوا ہوں، میں نے ایک عورت کو ملکہ دیکھا جو اہلِ سبا پر حکومت کرتی ہے اور اس کے پاس سب کچھ مہیا ہے اور اس کا ایک عظیم الشان تخت ہے۔ میں نے اس کو اس حال میں پایا کہ وہ اور اس کی قوم اللہ کے سوا آفتاب کی پرستش کرتی اور اس کے سامنے سربسجدہ ہوتی ہے اور شیطان نے ان کے ان کاموں کو بھلا اور اچھا دکھا رکھا ہے اور راہِ مستقیم سے ہٹا رکھا ہے، لہٰذا وہ راہ یاب نہیں ہوتے۔

<u>تسخیر ریاح:</u> حضرت سلیمانؑ کو جو معجزے اللہ تعالیٰ نے عطا فرمائے ان میں ایک معجزہ یہ بھی تھا کہ اللہ تعالیٰ نے "ہوا" کو حضرت سلیمانؑ کا تابع فرمان کر دیا۔ چنانچہ ہوا آپ کے حکم سے چلتی تھی۔

ولسلیمٰن الریح عاصفة تجری بامرهٖ الی الارض التی بارکنا فیھا ط وکنا بکل شیء علمین○ (۲۱۶)

ترجمہ: اور مسخر کر دیا سلیمان کے لئے تیز و تند ہوا کو کہ اُس کے حکم سے زمین پر چلتی تھی جس کو ہم نے برکت دی تھی اور ہم ہر شے کے جاننے والے ہیں۔

اور ہم نے سلیمان (علیہ السلام) کا تیز ہوا کو تابع بنا دیا تھا کہ وہ ان کے حکم سے زمین کی طرف چلتی جس میں ہم نے برکت کر رکھی ہے (مراد ملک شام ہے جو ان کا مسکن تھا کذا فی الدر عن السدی ویدل علیه عمارة بیت المقدس یعنی جب ملک شام سے کہیں چلے جاتے اور پھر آتے تو یہ آنا اور اسی طرح جانا بھی ہوا کے ذریعہ سے ہوتا تھا جیسا در منثور میں بروایت وتصحیح حاکم حضرت ابن عباسؓ سے اسکی کیفیت مروی ہے کہ سلیمان علیہ السلام مع اعیان ملک کے کرسیوں پر بیٹھ جاتے پھر ہوا کو بلا کر حکم دیتے وہ سب کو اُٹھا کر تھوڑی دیر میں ایک ایک ماہ کی مسافت قطع کرتی۔ (۲۱۷)

ولسلیمٰن الریح غدوها شهر ورواحها شهر ۚ (۲۱۸)

ترجمہ: اور سلیمان کے لئے مسخر کر دیا ہوا کو کہ صبح کو ایک مہینہ کی مسافت (طے کراتی) اور شام کو ایک مہینہ کی مسافت۔

صبح سے زوال تک اس کی رفتار ایک ماہ (کی مسافت کے برابر) تھی اور زوال سے مغرب تک اس کی رفتار ایک ماہ (کی مسافت کے برابر تھی)۔ حسن نے کہا: حضرت سلیمان صبح کو دمشق چلتے اور اصطخر میں قیلولہ کرتے تھے۔ ان دونوں مقاموں کے درمیان مسافت تیز سوار کی ایک ماہ کی مسافت کے برابر ہے۔ پھر پچھلے دن میں اصطخر سے چل کر بابل میں رات کو قیام کرتے۔ ان دونوں کی درمیانی مسافت بھی تیز شہسوار کی ایک ماہ کی مسافت کے برابر ہے۔ یہ بھی کہا گیا ہے کہ صبح کا کھانا آپ رَے میں کھاتے اور شام کا کھانا سمرقند میں۔ (۲۱۹)

ان کے لئے ہوا کو تابع فرمان بنا دیا۔ مہینے بھر کی راہ صبح ہی صبح ہو جاتی اور اتنی ہی مسافت کا سفر شام کو ہو جاتا۔ مثلاً دمشق سے تخت مع فوج و اسباب کے اڑایا اور تھوڑی دیر میں اصطخر پہنچا دیا جو تیز سوار کے لئے بھی مہینہ بھر کا سفر تھا۔ اسی طرح شام کو وہاں سے تخت اڑا اور شام ہی کو کابل پہنچ گیا۔ (۲۲۰)

فسخرنا له الریح تجری بامره رخآء حیث اصاب ۝ (۲۲۱)

ترجمہ: اور مسخر کر دیا ہم نے اُس (سلیمان) کے لئے ہوا کو کہ چلتی ہے وہ اس کے حکم سے نرمی کے ساتھ جہاں وہ پہنچنا چاہے۔

حضرت سلیمان کی نبوت حقہ کے خصوصی امتیازات میں سے ایک امتیاز یہ بھی تھا کہ اللہ تعالیٰ نے "ہوا" کو ان کے حق میں مسخر کر دیا تھا اور وہ اُن کے زیر فرمان کر دی گئی تھی، چنانچہ حضرت سلیمان جب چاہتے تو صبح کو ایک مہینہ کی مسافت اور شام کو ایک مہینہ کی مسافت کی مقدار سفر کر لیتے تھے۔

قرآنِ عزیز نے حضرت سلیمان کے اس شرف کے متعلق تین باتیں بیان کی ہیں۔ ایک یہ کہ "ہوا" کو سلیمان کے حق میں مسخر کر دیا گیا۔ دوسری یہ کہ "ہوا" ان کے حکم کے اس طرح تابع تھی کہ شدید اور تیز و تند ہونے کے باوجود اُن کے حکم سے "نرم" اور آہستہ روی کے باعث "راحت رسان" ہو جاتی تھی۔ تیسری بات یہ کہ نرم رفتاری کے باوجود اس کی تیز روی کا یہ عالم تھا کہ حضرت سلیمان کا صبح و شام کا جدا جدا سفر ایک شہسوار کی مسلسل ایک ماہ کی رفتار مسافت کے مساوی ہوتا تھا، گویا تختِ سلیمان (علیہ السلام) انجن اور مشین جیسے اسباب ظاہر سے بالاتر صرف خدائے تعالیٰ کے حکم سے ایک بہت تیز رفتار ہوائی جہاز سے بھی زیادہ تیز مگر سبک روی کے ساتھ ہَوا کے کاندھے پر اُڑا چلا جاتا تھا۔ (۲۲۲)

تسخیر جن وحیوانات:

حضرت سلیمان (علیہ السلام) کی حکومت کا ایک بڑا امتیاز جو کائنات میں کسی کو نصیب نہیں ہوا یہ تھا کہ اُن کے زیرِ نگیں صرف انسان ہی نہیں تھے بلکہ جن اور حیوانات بھی تابع فرمان تھے اور یہ سب حضرت سلیمان کے حاکمانہ اقتدار کے تابع اور زیرِ حکم تھے۔ غرض سلیمان کو اللہ تعالیٰ نے یہ بے مثل شرف عطا فرمایا کہ اُن کی حکومت انسانوں کے علاوہ جن، حیوانات اور ہَوا پر بھی تھی اور یہ سب بحکمِ خدا اُن کے حکم کے

تابع اور مطیع تھے اور یہ سب کچھ اس لئے ہوا کہ حضرت سلیمان (علیہ السلام) نے ایک مرتبہ درگاہِ الٰہی میں یہ دعا کی:۔ (۲۲۳)

رب اغفرلی وھب لی ملکا لا ینبغی لاحد منم بعدی ج انک انت الوھابo (۲۲۴)

ترجمہ: اے پروردگار مجھ کو بخش دے اور میرے لئے ایسی حکومت عطا کر جو میرے بعد کسی کے لئے بھی میسر نہ ہو، بے شک تو بہت دینے والا ہے۔

اللہ تعالیٰ کی بارگاہ میں آپؑ کی دعا قبول ہوئی اور اللہ تعالیٰ نے آپؑ کو ایسی عجیب وغریب حکومت عطا فرمائی جو نہ آپؑ سے پہلے کسی کے حصّے میں آئی اور نہ ہی آپ کے بعد کسی کو ایسی سلطنت ملی اور اللہ تعالیٰ کی عطا سے آپؑ نے جن وانس، چرند پرند، حیوانات یہاں تک کہ ہوا بھی آپ کے حکم کے تابع تھی۔ یہ تمام وہ معجزات تھے جو خالصتاً من جانب اللہ حضرت سلیمان علیہ السلام کو عطا کئے گئے۔

وحشر لسلیمٰن جنودہٗ من الجن والانس والطیر فھم یوزعونo (۲۲۵)

ترجمہ: اور اکٹھے کیے گئے سلیمان کے لئے اس کے لشکر جنوں میں سے، انسانوں میں سے، جانوروں میں سے اور وہ درجہ بدرجہ کھڑے کیے جاتے ہیں۔

ومن الشیطین من یغوصون لہٗ ویعملون عملاً دون ذلک ج وکنا لھم حٰفظینo (۲۲۶)

ترجمہ: اور شیطانوں (سرکش جنوں) میں سے ہم نے مسخر کر دیئے وہ جو اُس (سلیمان) کے لئے سمندروں میں غوطہ مارتے (یعنی بیش قیمت بحری اشیاء نکالتے اور اس کے علاوہ اور بہت سے کام انجام دیتے اور ہم اُن کے لئے نگراں اور نگہبان تھے۔

بیت المقدس کی تعمیر:

حق تعالیٰ نے ''جن'' کو ایسی مخلوق بنایا ہے جو مشکل سے مشکل اور سخت سے سخت کام انجام دے سکتی ہے۔ اس لئے حضرت سلیمان (علیہ السلام) نے یہ ارادہ فرمایا کہ مسجد (ہیکل) کے چہار جانب ایک عظیم الشان شہر آباد کیا جائے، اور مسجد کی تعمیر بھی از سرِ نو کی جائے۔ اُن کی خواہش یہ تھی کہ مسجد اور شہر کو بیش قیمت پتھروں سے بنوائیں اور اس کے لئے بعید سے بعید اطراف سے حسین اور بڑے بڑے پتھر منگوائیں۔ ظاہر ہے کہ اس زمانہ کے رسل ورسائل کے محدود اور مختصر وسائل سلیمان (علیہ السلام) کی خواہش کی تکمیل کے لئے کافی نہیں تھے اور یہ کام صرف ''جن'' ہی انجام دے سکتے تھے۔ لہٰذا انہوں نے ''جن'' ہی سے یہ خدمت لی، چنانچہ وہ دور دور سے خوبصورت اور بڑے بڑے پتھر جمع کر کے لاتے اور بیت المقدس کی تعمیر کا کام انجام دیتے تھے۔ حضرت سلیمان (علیہ السلام) کے حکم سے مسجد اور شہر کی تعمیر کی تجدید کی گئی اور جنوں کی تسخیر کی وجہ سے بے نظیر اور شاندار تعمیر عالمِ وجود میں آئی جو آج تک لوگوں کے لئے باعثِ حیرت ہے کہ ایسے دیو پیکر پتھر کہاں سے لائے گئے، کس طرح لائے گئے، اور جرِ ثقیل کے وہ کون سے آلات تھے جن کے ذریعہ اُن کو ایسی بلندیوں پر پہنچا کر باہم اتصال پیدا کیا گیا۔ (۲۲۷)

ومن الجن من یعمل بین یدیہ باذن ربہٖ ط ومن یزغ منھم عن امرنا نذقہٗ من عذاب السعیر o یعملون لہٗ ما یشآء من محاریب وتماثیل وجفان کالجواب وقدورٍ رٰسیٰت ط اعملوا اٰل داوٗد شکرا ط وقلیل من عبادی الشکورo (۲۲۸)

ترجمہ: اور جنوں میں سے وہ تھے جو اس کے سامنے خدمت انجام دیتے تھے اُس کے پروردگار کے حکم سے اور جو کوئی ان میں سے ہمارے حکم کے خلاف کجروی کرے ہم اس کو دوزخ کا عذاب چکھائیں گے وہ اس کے لئے بناتے تھے جو کچھ وہ چاہتا تھا قلعوں کی تعمیر، ہتھیار اور تصاویر اور بڑے بڑے لگن جو حوضوں کی مانند تھے اور بڑی بڑی دیگیں جو اپنی بڑائی کی وجہ سے ایک جگہ جمی رہیں اے آلِ داؤد! شکر گزاری کے کام کرو اور میرے بندوں میں سے بہت کم شکر گزار ہیں۔

والشیٰطین کل بنآء وغواص ۝ واٰخرین مقرنین فی الاصفاد ۝ ھٰذا عطآؤنا فامنن او امسک بغیر حساب ۝ (۲۲۹)

ترجمہ: اور مسخر کردیئے سلیمان کے لئے شیطان (سرکش جن) ہرقسم کے کام کرنے والے، عمارت بنانے والے، دریا میں غوطہ لگانے والے اور وہ (سرکش سے سرکش) جو جکڑے ہوئے ہیں زنجیروں میں۔ یہ ہماری بخشش وعطا ہے، چاہے اس کو بخش دو یا روکے رکھو تم سے اس کا کوئی مواخذہ نہیں۔

ہم نے سلیمان علیہ السلام کے لئے مسخر کردیا شیاطین جن میں سے ایسے لوگوں کو جو دریاؤں میں غوطہ لگا کر سلیمان علیہ السلام کے لئے جواہرات نکال کرلاتے تھے اور اس کے علاوہ دوسرے کام بھی کرتے تھے۔ **یعملون لہٗ مایشآء من محاریب وتماثیل وجفان کالجواب** یعنی بناتے ہیں حضرت سلیمان کے لئے محرابیں اور شاندار مکانات اور مورتیں اور پتھر کے بڑے بڑے پیالے جو حوض کی طرح کام دیں اُن سے سلیمانؑ بڑی مشقت کے کام بھی لیتے تھے اور عجیب وغریب صنعتوں کے بھی، اور ہم ہی اُن کے محافظ تھے۔

شیاطین، وہ آگ کے بنے ہوئے اجسام لطیفہ ہیں جو عقل وشعور رکھتے ہیں اور انسان کی طرح احکام شرع کے مکلف ہیں اس نوع کے لئے اصل لفظ جن یا جنات استعمال ہوتا ہے ان میں جو ایمان قبول نہ کریں کافر ہیں ان کو شیاطین کہا جاتا ہے ظاہر یہ ہے کہ حضرت سلیمان علیہ السلام کے لئے مسخر تو سبھی جنات تھے خواہ مومن ہوں یا کافر، مگر مومنین تو تسخیر کے بغیر بھی سلیمان علیہ السلام کے احکام کی تعمیل ایک مذہبی فریضہ کی حیثیت سے کرتے تھے اُن کے لئے تسخیر کے ذکر کی ضرورت نہیں۔ اسلئے تسخیر میں صرف شیاطین یعنی کفار جنات کا ذکر فرمایا کہ وہ باوجود اپنے کفروسرکشی کے زبردستی حضرت سلیمان کے تابع فرمان رہتے تھے اور شاید اسی لئے آیت کے آخر میں یہ جملہ بڑھایا گیا کہ ہم ہی اُن کے محافظ تھے ورنہ کفار جنات سے تو ہر وقت یہ خطرہ تھا کہ وہ کوئی نقصان نہ پہنچادیں مگر حفاظتِ خداوندی کا پہرہ اُن پر لگا ہوا تھا اس لئے کوئی گزند نہ پہنچا سکتے تھے۔ (۲۳۰)

سلیمان کو جو بنوانا منظور ہوتا' جنات ان کے لئے وہ بنادیتے۔ بڑی بڑی عمارتیں اور مورتیں اور لگن (اتنے بڑے بڑے) جیسے حوض اور دیگیں جو (بڑے ہونے کی وجہ سے) ایک ہی جگہ جمی رہتیں۔ **محاریب** مضبوط محل، اونچی مسجدیں اور اعلیٰ مکانات۔ محراب کی وجہ تسمیہ یہ ہے کہ حرب کا معنی ہے دفع کرنا اور اعلیٰ عمارتوں کی بھی حفاظت کی جاتی ہے اور ہر نقصان رساں چیز کو ان سے دفع کیا جاتا ہے۔ حضرت سلیمان کے لئے اکثر جن کام کرتے تھے، اس لئے ایک فرشتہ کو مسلط کردیا گیا کہ حضرت سلیمان کے حکم سے جو جن سرتابی کرے' فرشتہ اس کو سزا دے۔ (۲۳۱)

جنات کو ان کی ماتحتی میں کردیا جو وہ چاہتے اپنے سامنے ان سے کام لیتے۔ ان میں سے جو جن احکام سلیمانؑ سے جی چراتا فوراً آگ سے جلادیا جاتا۔ (۲۳۲)

تانبے کے چشمے: حضرت سلیمان علیہ السلام کا ایک معجزہ یہ تھا کہ آپؑ کو اللہ تعالیٰ نے پگھلے ہوئے تانبے کے چشمے عطا فرمائے۔

واسلنا لہٗ عین القطر ؕ (۲۳۳) ترجمہ: اور بہادیا ہم نے اس کے واسطہ چشمہ پگھلے ہوئے تانبہ کا۔

ہم نے ان کے لئے تانبے کا چشمہ بہادیا (یعنی تانبے کو اس کے معدن میں رقیق سیال کردیا تاکہ اس سے مصنوعات بنانے میں بدون آلات کے سہولت ہو، پھر وہ منجمد ہوجاتا، یہ بھی ایک معجزہ ہے۔ (۲۳۴)

واسلنا لہٗ عین القطر، یعنی بہادیا ہم نے سلیمان علیہ السلام کے لئے چشمہ تانبے کا' یعنی تانبے جیسی سخت دھات کو اللہ تعالیٰ نے سلیمان علیہ السلام کے لئے پانی کی طرح بہنے والا سیال بنادیا، جو پانی کے چشمہ کی طرح جاری تھا اور گرم بھی نہ تھا، تاکہ آسانی کے ساتھ اس کے برتن اور دوسری ضروریات بناسکیں۔ حضرت ابن عباسؓ نے فرمایا کہ یہ چشمہ اتنی دور تک جاری ہوا جس کی مسافت تین دن تین رات میں طے

ہو سکے، اور یہ ارضِ یمن میں تھا۔ اور مجاہد کی روایت میں ہے کہ یہ چشمہ صنعاء یمن سے شروع ہوا اور تین دن تین رات کی مسافت تک پانی کے چشمہ کی طرح جاری رہا۔ (۲۳۵)

تانبے کو بطور پانی کے کر کے اللہ تعالیٰ نے اس کے چشمہ بہا دیئے تھے کہ جس کام میں جس طرح جس وقت لانا چاہیں تو بلا دقت لے لیا کریں۔ یہ تانبا انہیں کے وقت سے کام میں آ رہا ہے۔ سدی کا قول ہے کہ تین دن تک یہ بہتا رہا۔ (۲۳۶)

حضرت سلیمان (علیہ السلام) چونکہ عظیم الشان عمارات، پُر شوکت و پُر ہیبت قلعوں کی تعمیر کے بہت شائق تھے اور ایسی تعمیرات کے استحکام میں بہت دلچسپی رکھتے تھے اس لئے ضرورت تھی کہ گارے اور چونے کی بجائے پگھلی ہوئی دھات گارے کی طرح استعمال کی جائے لیکن اس قدر کثیر مقدار میں یہ کیسے میسر آئے، یہ سوال تھا جس کا حل حضرت سلیمان چاہتے تھے، چنانچہ اللہ تعالیٰ نے حضرت سلیمان کی اس مشکل کو اس طرح حل کر دیا کہ اُن کو پگھلے ہوئے تانبے کے چشمے مرحمت فرما دیئے۔ بعض مفسرین کہتے ہیں کہ اللہ تعالیٰ حسبِ ضرورت سلیمان کے لئے تانبے کو پگھلا دیتا تھا اور یہ حضرت سلیمان کے لئے ایک ''نشان'' تھا اور اس سے قبل کوئی شخص دھات کا پگھلانا نہیں جانتا تھا۔ اور نجار کہتے ہیں کہ اللہ تعالیٰ نے حضرت سلیمان (علیہ السلام) پر یہ انعام کیا کہ زمین کے جن حصوں میں ناری مادہ کی وجہ سے تانبا پانی کی طرح پگھل کر بہہ رہا تھا اُن چشموں کو حضرت سلیمان پر آشکارا کر دیا اور اُن سے قبل کوئی شخص زمین کے اندر دھات کے چشموں سے آگاہ نہ تھا۔ چنانچہ ابن کثیر بروایت قتادہؓ ناقل ہیں کہ پگھلے ہوئے تانبے کے یہ چشمے یمن میں تھے جن کو اللہ تعالیٰ نے حضرت سلیمان پر ظاہر کر دیا تھا۔ (۲۳۷)

حضرت سلیمانؑ کی وفات:

فلما قضینا علیه الموت ما دلهم علیٰ موته الا دآبةُ الارض تاکل منسأته ج فلما خر تبینت الجن ان لو کانوا یعلمون الغیب ما لبثوا فی العذاب المهین٥ (۲۳۸)

ترجمہ: اور جب ہم نے اس (سلیمان) کی موت کا فیصلہ کر دیا تو ان (جنوں) کو اس کی موت کی کسی نے اطلاع نہیں دی مگر دیمک نے کہ جو سلیمان کی لاٹھی چاٹ رہی تھی اور جب سلیمان (لاٹھی کے توازن خراب ہو جانے سے) گر پڑا تو جنوں پر ظاہر ہو گیا کہ وہ غیب کا علم رکھتے ہوتے تو اس سخت مصیبت میں مبتلا نہ رہتے۔

بیت المقدس کی تعمیر جو حضرت داؤد علیہ السلام نے شروع کی، پھر حضرت سلیمان علیہ السلام نے اس کی تکمیل فرمائی، اس میں کچھ کام تعمیر کا باقی تھا، اور یہ تعمیر کا کام جنات کے سپرد تھا، جن کی طبیعت میں سرکشی غالب تھی، حضرت سلیمان علیہ السلام کے خوف سے کام کرتے تھے، ان کی وفات کا جنات کو علم ہو جائے تو فوراً کام چھوڑ بیٹھیں، اور تعمیر رہ جائے۔ اس کا انتظام حضرت سلیمان علیہ السلام نے باذن ربانی یہ کیا کہ جب موت کا وقت آیا تو اپنی موت کی تیاری کر کے اپنی محراب میں داخل ہو گئے، جو شفاف شیشے سے بنی ہوئی تھی، باہر سے اندر کی سب چیزیں نظر آتی تھیں، اور اپنے معمول کے مطابق عبادت کے لئے ایک سہارا لے کر کھڑے ہو گئے کہ رُوح پرواز کرنے کے بعد بھی جسم اس عصا کے سہارے اپنی جگہ جما رہے۔ سلیمان علیہ السلام کی رُوح وقتِ مقررہ پر قبض کر لی گئی، مگر وہ اپنے عصا کے سہارے اپنی جگہ جمے ہوئے باہر سے ایسے نظر آتے تھے کہ عبادت میں مشغول ہیں، جنات کی یہ مجال نہ تھی کہ پاس آ کر دیکھ سکتے۔ حضرت سلیمان علیہ السلام کو زندہ سمجھ کر کام میں مشغول رہے، یہاں تک کہ سال بھر گزر گیا، اور تعمیر بیت المقدس کا بقیہ کام پورا ہو گیا، تو اللہ تعالیٰ نے گھن کی کیڑی کو جس کو فارسی میں دیوک اور اردو میں دیمک کہا جاتا ہے، اور قرآن کریم نے اس کو دابة الارض کے نام سے موسوم کیا ہے، عصائے سلیمانی پر مسلط کر دیا۔ دیمک نے عصا کی لکڑی کو اندر سے کھا کر کمزور کر دیا، عصا کا سہارا ختم ہوا تو حضرت سلیمان علیہ السلام گر گئے، اس وقت جنات کو ان کی موت کی خبر ہوئی۔ (۲۳۹)

حضرت سلیمان علیہ السلام کی موت کی کیفیت بیان ہو رہی ہے اور یہ بھی کہ جو جنات ان کے فرمان کے تحت کام کاج میں مصروف

تھے ان پر ان کی موت کیسے نامعلوم رہی وہ انتقال کے بعد بھی لکڑی کے ٹیکے پر کھڑے ہی رہے اور یہ انہیں زندہ سمجھتے ہوئے سر جھکائے اپنے سخت سخت کاموں میں مشغول رہے۔ مجاہدؒ وغیرہ فرماتے ہیں تقریباً سال بھر اسی طرح گزر گیا۔ جس لکڑی کے سہارے آپ کھڑے تھے جب اسے دیمک چاٹ گئی اور وہ کھوکھلی ہوگئی تو آپ گر پڑے۔ اب جنات اور انسانوں کو آپ کی موت کا پتہ چلا۔ بعض صحابہ سے مروی ہے کہ حضرت سلیمان علیہ السلام کی عادت تھی آپ سال سال دو دو سال یا کم وبیش مدت کے لئے مسجد قدس میں اعتکاف میں بیٹھ جاتے آخری مرتبہ انتقال کے وقت بھی آپ مسجد بیت المقدس میں تھے ہر صبح ایک درخت آپ کے سامنے نمودار ہوتا۔ آپ اس سے نام پوچھتے فائدہ پوچھتے وہ بتاتا آپ اسی کام میں اسے لاتے بالآخر ایک درخت ظاہر ہوا جس نے اپنا نام ضروبہ بتایا کہا تو کس مطلب کا ہے کہا اس مسجد کے اجاڑنے کے لئے۔ حضرت سلیمان علیہ السلام سمجھ گئے فرمانے لگے میری زندگی میں تو یہ مسجد ویران ہوگی نہیں البتہ تو میری موت اور اس شہر کی ویرانی کے لئے ہے۔ چنانچہ آپ نے اسے باغ میں لگا دیا مسجد کی بیچ کی جگہ میں کھڑے ہو کر ایک لکڑی کے سہارے نماز شروع کر دی۔ وہیں انتقال ہوگیا لیکن کسی کو اس کا علم نہ ہوا۔ شیاطین سب کے سب اپنی اپنی نوکری بجالاتے رہے کہ ایسا نہ ہو ہم ڈھیل کریں اور اللہ کے رسولؑ آجائیں تو ہمیں سزا دیں۔ یہ محراب کے آگے پیچھے آئے ان میں جو ایک بہت بڑا پاجی شیطان تھا اس نے کہا دیکھو جی اس میں آگے اور پیچھے سوراخ ہیں اگر میں یہاں سے جا کر وہاں سے نکل آؤں تو میری طاقت مانو گے یا نہیں؟ چنانچہ وہ گیا اور نکل آیا لیکن اسے حضرت سلیمان کی آواز نہ آئی۔ دیکھ تو سکتے نہ تھے کیونکہ حضرت سلیمانؑ کی طرف نگاہ بھر کر دیکھتے ہی وہ مرجاتے تھے لیکن اس کے دل میں کچھ خیال سا گذرا اس نے پھر اور جرأت کی اور مسجد میں چلا گیا دیکھا کہ وہاں جانے کے بعد وہ نہ جلا تو اس کی ہمت اور بڑھ گئی اور اس نے نگاہ بھر کر آپ کو دیکھا تو دیکھا کہ وہ گر پڑے ہیں اور انتقال فرما چکے ہیں اب آ کر سب کو خبر کی لوگ آئے محراب کو کھولا تو واقعی اللہ کے رسولؑ کو زندہ نہ پایا۔ آپ کو مسجد سے نکال لائے۔ مدت انتقال کا علم حاصل کرنے کے لئے انہوں نے لکڑے کو دیمک کے سامنے ڈال دیا ایک دن رات تک جس قدر دیمک نے اسے کھایا اسے دیکھ کر اندازہ کیا تو معلوم ہوا کہ آپ کے انتقال کو پورا سال گذر چکا۔ تمام لوگوں کو اس وقت کامل یقین ہوگیا کہ جنات جو بنتے تھے کہ ہم غیب کی خبریں جانتے ہیں یہ محض ان کی دھونس تھی۔ ورنہ سال بھر تک کیوں مصیبت جھیلتے رہتے۔

حضرت زید بن اسلمؓ سے مروی ہے کہ حضرت سلیمان علیہ السلام نے ملک الموت سے کہہ رکھا تھا کہ میری موت کا وقت مجھے کچھ پہلے بتا دینا حضرت ملک الموت نے یہی کیا تو آپ نے جنات کو بغیر دروازے کے ایک شیشے کا مکان بنانے کا حکم دیا اور اس میں ایک لکڑی پر ٹیک لگا کر نماز شروع کی یہ موت کے ڈر کی وجہ سے نہ تھا۔ حضرت ملک الموت اپنے وقت پر آئے اور روح قبض کر کے گئے۔ پھر لکڑی کے سہارے آپ سال بھر تک اسی طرح کھڑے رہے جنات ادھر ادھر سے دیکھ کر آپ کو زندہ سمجھ کر اپنے کاموں میں ہیبت کی وجہ سے مشغول رہے لیکن جو کیڑا آپ کی لکڑی کو کھا رہا تھا جب وہ آدھی کھا چکا تو اب لکڑی بوجھ نہ اٹھا سکی اور آپ گر پڑے جنات کو آپ کی موت کا یقین ہوگیا اور وہ بھاگ کھڑے ہوئے۔ (۲۴۰)

حضرت سلیمانؑ کے حکم سے جنوں کی ایک بہت بڑی جماعت عظیم الشان عمارات بنانے میں مصروف تھی کہ سلیمان (علیہ السلام) کو پیغام اجل آپہنچا مگر جنوں کو اُن کی موت کی خبر نہ ہوئی اور وہ اپنی مفوضہ خدمات میں مصروف رہے اور عرصہ کے بعد جب دیمک نے اُن کی لاٹھی کو چاٹ کر اُس توازن کو خراب کر دیا جس کی وجہ سے حضرت سلیمانؑ لاٹھی سے ٹیک لگائے کھڑے نظر آتے تھے اور وہ گر گئے تب جنوں کو علم ہوا کہ حضرت سلیمانؑ کا عرصہ ہوا انتقال ہوگیا تھا مگر افسوس کہ ہم نہ معلوم کر سکے کاش کہ ہم علم غیب رکھتے تو عرصہ تک اس مشقت ومحنت میں نہ پڑے رہتے جس میں حضرت سلیمان (علیہ السلام) کے خوف سے مبتلا رہے۔ (۲۴۱)

فلما قضینا علیه الموت پھر جب ہم نے ان کے لئے موت کا حکم جاری کر دیا۔ بغوی نے اس سے لکھا ہے: اہل علم کا بیان ہے کہ حضرت سلیمان مسجد بیت ال مقدس کے اندر مہینہ دو مہینہ، سال دو سال یا اس کے کم وبیش مدت تک گوشہ نشین ہو جاتے تھے، وہیں آپ کا کھانا

پانی پہنچادیا جاتا تھا۔ ایک بار حسب معمول بیت المقدس کے اندر تھے کہ آپ کی وفات ہوگئی، جس کے قصہ کی ابتداء اس طرح ہوئی کہ روزانہ صبح کے وقت بیت المقدس کی محراب میں ایک بوٹی نمودار ہوتی تھی' آپ اس سے اس کا نام دریافت کرتے تھے' وہ اپنا نام بتادیتی تھی' آپ اس سے اس کے خواص دریافت کرتے تھے تو وہ اپنے فائدے بیان کردیتی تھی۔ آپ اس کو کٹوا لیتے تھے' پھر اگر وہ کسی پودے کی شاخ ہوتی تو اس کو (کسی باغ میں) لگوادیتے تھے۔ اور اگر دوا کی بوٹی ہوتی تو لکھ دیتے تھے۔ ایک روز درخت خروبہ (محراب) اُگا۔ حضرت نے اس سے دریافت کیا: تو کون ہے؟ اس نے جواب دیا: خروبہ۔ آپ نے فرمایا: تو کس لئے اگا ہے؟ اس نے کہا: آپ کی مسجد کو برباد کرنے کے لئے۔ حضرت سلیمان نے فرمایا: یہ بات تو ہوگی نہیں کہ میری زندگی میں اللہ اس مسجد کو برباد کردے۔ ایسا معلوم ہوتا ہے کہ (پہلے) میری موت اور (پھر) بیت المقدس کی بربادی تیری وجہ سے ہوگی۔ پھر آپ نے اس کو ایک اچھے باغ میں لگوادیا اور دعا کی: اے اللہ! میری موت کو جنات سے پوشیدہ رکھنا تاکہ انسانوں کو معلوم ہوجائے کہ غیب دان جنات نہیں ہوتے۔ جنات آدمیوں سے کہا کرتے تھے کہ ہم غیب کی باتیں جان لیتے ہیں اور آنے والے دن میں جو کچھ ہوگا' اس سے واقف بھی ہیں۔

اس کے بعد حضرت سلیمان محراب (عبادت خانہ) میں چلے گئے اور لاٹھی پر سہارا لگائے کھڑے ہو کر نماز پڑھنے لگے' اسی حالت میں کھڑے کھڑے آپ کی وفات ہوگئی۔ محراب کے اندر آگے پیچھے کچھ روشن دان تھے، جن میں سے جنات آپ کو کھڑا دیکھ کر خیال کرتے تھے کہ آپ نماز میں مشغول ہیں، اس لئے جو سخت محنت کا کام وہ آپ کی زندگی میں کرتے تھے' ان میں آپ کی وفات کے بعد بھی سرگرم رہے اور چونکہ آپ کی عادت ہی تھی کہ نماز میں مشغول ہونے کے بعد (ایک مدت تک) باہر نہیں نکلتے تھے' اس لئے آپ کے برآمد نہ ہونے سے جنات کو آپ کی وفات کا کوئی شبہ بھی نہیں ہوا۔ اس طرح وفات کے بعد ایک سال گذر گیا اور جنات برابر کام میں مشغول رہے۔ آخر دیمک نے لاٹھی کو کھالیا اور آپ کی میت نیچے گر پڑی اور جنات کو آپ کی وفات کا علم ہوا۔

ابن ابی حاتم نے ابن یزید کی روایت سے بیان کیا ہے کہ حضرت سلیمان نے ملک الموت سے کہہ دیا تھا کہ جب آپ کو میرے متعلق حکم دیا جائے تو مجھے اطلاع دے دینا۔ ایک روز ملک الموت نے آپ کو اطلاع دی کہ اب مجھے آپ کی بابت حکم دیا گیا ہے کہ آپ کی زندگی کا ذرا سا وقت رہ گیا ہے۔ آپ نے جنات کو طلب فرما کر اپنے گرداگرد اوپر ایک شیشہ گھر تعمیر کرالیا' جس کا کوئی دروازہ نہ رکھا۔ پھر اس کے اندر نماز پڑھنے کھڑے ہوگئے اور لاٹھی سے سہارا لگالیا اور اسی حالت میں ملک الموت نے آپ کی روح قبض کرلی۔ وفات کے بعد بھی آپ یونہی کھڑے رہے، آخر گھن نے لاٹھی کو کھالیا اور آپ گر پڑے۔ اس کے بعد لوگوں نے شیشہ گھر میں ایک دروازہ بنالیا اور اندر داخل ہوگئے اور یہ جاننے کے لئے کہ آپ کی وفات کو کتنا عرصہ ہوگیا' گھن کو لاٹھی پر اٹھالیا۔ گھن ایک رات دن لاٹھی کھاتا رہا، اس طرح لوگوں نے اندازہ لگایا تو معلوم ہوا کہ آپ کی وفات کو ایک سال ہوگیا۔ (۲۴۲)

حضرت یونس علیہ السلام:

نسب: مؤرخین اسلام اور اہل کتاب اس پر متفق ہیں کہ یونس (علیہ السلام) کے نسب سے متعلق اس سے زیادہ اور کوئی بات ثابت نہیں کہ اُن کے والد کا نام متی ہے۔ (۲۴۳)

بخاری کی ایک روایت میں حضرت عبداللہ بن عباس (رضی اللہ عنہما) سے بصراحت مذکور ہے کہ متٰی والد کا نام ہے اور اہلِ کتاب یونس (علیہ السلام) کا نام یوناہ اور ان کے والد کا نام امتی بتاتے ہیں۔

حدثنا حفص حدثنا شعبة عن قتادة عن ابی عالیة عن ابن عباس رضی اللہ عنهما عن النبی ﷺ قال ما ینبغی لعبد ان یقول انی خیر من یونس بن متٰی ونسبهٗ الیٰ ابیه. (۲۴۴)

ترجمہ: حضرت ابن عباس رضی اللہ تعالیٰ عنہما سے روایت ہے کہ نبی کریم ﷺ نے فرمایا: کسی بندے کے لئے یہ کہنا مناسب نہیں ہے کہ

میں یونس بن متّیٰ سے بہتر ہوں اور آپ نے ان کی ان کے والد کی طرف نسبت کی۔

اللہ تعالیٰ نے حضرت یونسؑ کو سرزمین موصل میں اہل نینوا کی طرف پیغمبر بنا کر بھیجا تھا لیکن وہ اپنے کفر و سرکشی پر ڈٹے رہے۔ (۲۴۵)

حضرت یونس علیہ السلام کا یہ معجزہ ہے کہ آپؑ اللہ کے حکم سے مچھلی کے پیٹ میں ایک عرصے تک زندہ سلامت رہے۔

وان یونس لمن المرسلین o اذ ابق الی الفلک المشحون o فساھم فکان من المدحضین o فالتقمہ الحوت وھو ملیم o فلولا انہٗ کان من المسبحین o للبث فی بطنہٖ الیٰ یوم یبعثون o فنبذنٰہ بالعرآء وھو سقیم o وانبتنا علیہ شجرۃ من یقطین o وارسلنٰہ الیٰ مائۃ الف او یزیدون o فاٰمنوا فمتعنٰھم الیٰ حین o (۲۴۶)

ترجمہ: اور تحقیق یونس ہے رسولوں میں سے۔ جب بھاگ کر پہنچا اس بھری کشتی پر پھر قرعہ ڈلوایا تو نکلا خطاوار۔ پھر لقمہ کیا اس کو مچھلی نے اور وہ الزام کھایا ہوا تھا۔ پھر اگر نہ ہوتی یہ بات کہ وہ یاد کرتا تھا پاک ذات کو، تو رہتا اسی کے پیٹ میں جس دن تک کہ مُردے زندہ ہوں۔ پھر ڈال دیا ہم نے اس کو چٹیل میدان میں اور وہ بیمار تھا۔ اور اُگایا ہم نے اس پر ایک درخت بیل والا، اور بھیجا اس کو لاکھ آدمیوں پر یا اس سے زیادہ۔ پھر وہ یقین لائے پھر ہم نے فائدہ اٹھانے دیا ان کو ایک وقت تک۔

اور بیشک یونس (علیہ السلام) بھی پیغمبروں میں سے تھے (ان کا اُس وقت کا قصہ یاد کیجئے) جبکہ (انہوں نے اپنی قوم سے ایمان نہ لانے پر بحکم الٰہی عذاب کی پیشگوئی کی، اور خود وہاں سے چلے گئے اور جب متعین وقت پر عذاب کے آثار نمودار ہونے لگے تو قوم کو ایمان لانے کی غرض سے یونس علیہ السلام کی تلاش ہوئی، جب وہ نہ ملے تو سب نے متفق ہو کر حق تعالیٰ کے سامنے گریہ وزاری کی اور اجمالی طور پر ایمان لے آئے، اور وہ عذاب ٹل گیا، یونس علیہ السلام کو کسی ذریعہ سے یہ خبر معلوم ہوئی تو شرمندگی کی وجہ سے اپنے اجتہاد سے اللہ تعالیٰ کی صریح اجازت کے بغیر کہیں دور چلے جانے کا ارادہ کر کے اپنی جگہ سے) بھاگ کر (چلے، راہ میں دریا تھا، اس میں مسافروں سے بھری ہوئی کشتی تھی، اس) بھری ہوئی کشتی کے پاس پہنچے (کشتی چلی تو طوفان آیا، کشتی والے کہنے لگے کہ ہم میں کوئی نیا قصوروار ہے، اس کو کشتی سے علیحدہ کرنا چاہئے، اس شخص کو متعین کرنے کے لئے سب کا اتفاق اس پر ہوا کہ قرعہ ڈالا جائے) سو یونس (علیہ السلام) بھی شریکِ قرعہ ہوئے تو (قرعہ میں) یہی ملزم ٹھہرے (یعنی انہی کا نام نکلا، پس انہوں نے اپنے کو دریا میں ڈال دیا۔ شاید کنارہ قریب ہوگا، شناوری کر کے کنارہ پر جا پہنچنے کا ارادہ ہوگا، پس شبہ خودکشی کا لازم نہیں آتا) پھر (جب دریا میں گرے تو ہمارے حکم سے) ان کو مچھلی نے (ثابت) نگل لیا اور یہ (اس وقت) اپنے کو (اس اجتہادی غلطی پر) ملامت کر رہے تھے (یہ تو دل سے توبہ ہوئی اور زبان سے بھی توحید و تسبیح کے ساتھ استغفار کر رہے تھے، جیسا دوسری آیت میں ہے **لا الٰہ الا انت سبحٰنک انی کنت من الظالمین**) سو اگر وہ (اس وقت) تسبیح (واستغفار) کرنے والوں میں سے نہ ہوتے تو قیامت تک اسی کے پیٹ میں رہتے (مطلب یہ کہ پیٹ سے نکلنا میسر نہ ہوتا، بلکہ اس کی غذا بنا دیئے جاتے) سو (چونکہ انہوں نے تسبیح اور توبہ کی اس لئے) ہم نے (ان کو اس سے محفوظ رکھا اور مچھلی کے پیٹ سے نکال کر) ان کو ایک میدان میں ڈال دیا (یعنی مچھلی کو حکم دیا کہ کنارے پر اُگل دے) اور وہ اس وقت مضمحل تھے (کیونکہ مچھلی کے پیٹ میں کافی ہَوا اور غذا نہ پہنچتی تھی) اور ہم نے (دھوپ سے بچانے کے لئے) اُن پر ایک بیلدار درخت بھی اگا دیا تھا (اور کوئی پہاڑی بکری انہیں دودھ پلا جاتی تھی) اور ہم نے ان کو ایک لاکھ یا اس سے بھی زیادہ آدمیوں کی طرف (شہر نینوا میں موصل کے قریب) پیغمبر بنا کر بھیجا تھا، پھر وہ لوگ ایمان لے آئے تھے (آثار عذاب دیکھ کر اجمالاً اور مچھلی کے واقعہ کے بعد حضرت یونس علیہ السلام وہاں دوبارہ تشریف لے گئے اس وقت تفصیلاً) تو (ایمان کی برکت سے) ہم نے اُن کو ایک زمانہ تک (یعنی مدت عمر تک خیر و خوبی سے) عیش دیا۔ (۲۴۷)

فاصبر لحکم ربک ولا تکن کصاحب الحوت م اذ نادیٰ وہ مکظوم o لولا ان تدٰرکہ نعمۃ من ربہٖ لنبذ بالعرآء وھو مذموم o فاجتبٰہ ربہٗ فجعلہٗ من الصٰلحین o (۲۴۸)

ترجمہ: پس اپنے پروردگار کے حکم کی وجہ سے صبر کو کام میں لاؤ اور مچھلی والے (یونس) کی طرح (بے صبر) نہ ہو جاؤ جبکہ اُس نے (خدا کو) پکارا اور وہ بہت مغموم تھا۔ اگر یہ بات نہ ہوتی کہ اس کے پروردگار کے فضل نے اُس کو (آغوش میں) لے لیا تھا تو وہ ضرور چٹیل میدان میں ملامت شدہ ہو کر پھینک دیا جاتا۔ پس اس کے پروردگار نے اس کو برگزیدہ کیا اور اس کو نیکوکاروں میں رکھا۔

وَاِذَالنُّوْنِ اِذْ ذَّهَبَ مُغَاضِبًا فَظَنَّ اَنْ لَّنْ نَّقْدِرَ عَلَيْهِ فَنَادٰى فِى الظُّلُمٰتِ اَنْ لَّا اِلٰهَ اِلَّا اَنْتَ سُبْحٰنَكَ ق اِنِّىْ كُنْتُ مِنَ الظّٰلِمِيْنَ٥ فَاسْتَجَبْنَا لَهٗ لا وَنَجَّيْنٰهُ مِنَ الْغَمِّ ط وَكَذٰلِكَ نُنْجِى الْمُؤْمِنِيْنَ٥ (۲۴۹)

ترجمہ: اور مچھلی والے کو جب چلا گیا غصہ ہو کر پھر سمجھا کہ ہم نہ پکڑ سکیں گے اس کو پھر پکارا ان اندھیروں میں کہ کوئی حاکم نہیں سوائے تیرے تو بے عیب ہے میں تھا گناہگاروں سے پھر سُن لی ہم نے اُس کی فریاد اور بچا دیا اس کو اس گھٹنے سے اور یُوں ہی ہم بچا دیتے ہیں ایمان والوں کو۔

جبکہ یونس (علیہ السلام) نے اپنے رب سے دعا کی اور وہ غم سے گھٹ رہے تھے (یہ غم مجموعہ تھا کئی غموں کا ایک قوم کے ایمان نہ لانے کا۔ ایک عذاب کے ٹل جانے کا۔ ایک بلا اذنِ صریح حق تعالیٰ کے وہاں سے چلے آنے کا۔ ایک مچھلی کے پیٹ میں محبوس ہونے کا اور وہ دعا یہ ہے **لا اله الا انت سبحنک انی کنت من الظالمین** جس سے مقصود معافی اور طلب نجات عن الحبس ہے چنانچہ اس پر اللہ تعالیٰ کا فضل ہوا اور مچھلی کے پیٹ سے نجات ہوئی اسی کی نسبت ارشاد ہے کہ) اگر خداوندی احسان ان کی دستگیری نہ کرتا تو وہ (جس میدان میں مچھلی کے پیٹ سے نکال کر ڈال دیئے گئے تھے اس) میدان میں بدحالی کے ساتھ ڈالے جاتے (دستگیری سے مراد قبول توبہ ہے اور بدحالی سے مراد یہ کہ ان کی اجتہادی غلطی پر منجانب اللہ ان کو ملامت ہوئی۔ (۲۵۰)

حضرت یونس علیہ السلام نے جو قوم کو تین دن کے اندر عذاب آجانے سے ڈرایا تھا ظاہر یہ ہے کہ یہ اپنی رائے سے نہیں بلکہ وحی الٰہی سے ہوا تھا اور اس وقت قوم کو چھوڑ کر ان سے الگ ہو جانا بھی جو قدیم عادت انبیاء علیہم السلام کی ہے ظاہر یہ ہے کہ یہ بھی بحکمِ خداوندی ہوا ہوگا یہاں تک کوئی بات لغزش کی موجب عتاب نہیں تھی مگر جب قوم کی سچی توبہ اور الحاح وزاری کو اللہ تعالیٰ نے قبول فرما کر ان سے عذاب ہٹا دیا اُس وقت حضرت یونس علیہ السلام کا اپنی قوم میں واپس نہ آنا اور بقصدِ ہجرت سفر اختیار کرنا یہ اپنے اس اجتہاد کی بنا پر ہوا کہ اس حالت میں اگر میں واپس اپنی قوم میں گیا تو جھوٹا سمجھا جاؤں گا اور میری دعوت بے اثر بے فائدہ ہو جاوے گی بلکہ اپنی جان کا بھی خطرہ ہے اور اگر میں اُن کو چھوڑ کر کہیں چلا جاؤں تو یہ بات اللہ تعالیٰ کے نزدیک قابلِ مواخذہ وگرفت نہیں ہوگی اپنے اجتہاد کی بنا پر ہجرت کا قصد کر لینا اور اللہ تعالیٰ کے صریح حکم کا انتظار نہ کرنا اگر چہ کوئی گناہ نہیں تھا مگر اللہ تعالیٰ کو یونس علیہ السلام کا یہ طرزِ عمل پسند نہ آیا کہ وحی کا انتظار کیے بغیر ایک فیصلہ کر لیا یہ اگر چہ کوئی گناہ نہیں تھا مگر خلافِ اولیٰ ضرور ہوا۔ انبیاء علیہم السلام اور مقربانِ بارگاہ الٰہی کی شان بہت بلند ہوتی ہے اُن کو مزاج شناس ہونا چاہئے۔ اُن سے اس معاملے میں ادنیٰ کوتاہی ہوتی ہے تو اس پر بھی عتاب اور گرفت ہوتی ہے یہی معاملہ تھا جس پر عتاب ہوا۔ (۲۵۱)

قول اللّٰه تعالیٰ وان یونس لمن المرسلین الیٰ قوله وهو ملیم قال مجاهد مذنبٌ المشعون الموقر فلولا انه کان من المسبحین الأیة فنبذناه بالعرآء بوجه الارض وهو سقیم والبتا علیه شجرة من یقطین من غیر ذات اصل الدباء ونحوه وارسلنا ہ الیٰ مائة الف او یزیدون فآمنوا فمتعناهم الیٰ حین ولا تکن کصاحب الحوت اذ نادی وهو مکظوم کظیم وهو مغموم۔ (۲۵۲)

ترجمہ: اللہ تعالیٰ کا ارشاد "اور بے شک یونس رسولوں میں تھے" ارشاد خداوندی "وھو ملیم" تک مجاہد نے فرمایا کہ (ملیم بمعنی مذنب ہے) المشعون بمعنی الموقر "پس اگر وہ اللہ کی تسبیح پڑھنے والے نہ ہوتے" الآیۃ فنبذناہ بالعرآء (میں العراء سے مراد) زمین (خشکی کا علاقہ) ہے (یعنی ہم نے ان کو خشکی پر ڈال دیا اور وہ نڈھال تھے اور ہم نے ان کے قریب بغیر تنے کا ایک پودا،

جیسے کدو وغیرہ پیدا کر دیا تھا اور ہم نے انہیں ایک لاکھ یا اس سے زیادہ آدمیوں کے پاس بھیجا۔ چنانچہ وہ لوگ ایمان لائے اور ہم نے ایک مدت تک انہیں نفع اٹھانے کا موقع دیا" اور ("اے محمد! ﷺ) آپ صاحب حوت (یونس علیہ السلام کی طرح نہ ہو جایئے کہ جب انہوں نے (مچھلی کے پیٹ سے) مغموم حالت میں اللہ تعالیٰ کو پکارا" آیت میں **مکظوم**، کظیم کے معنی میں ہے۔ یعنی مغموم۔

ابن مسعود، مجاہد، سعید بن جبیر، قتادہ اور ان کے علاوہ بہت سے دوسرے اسلاف واخلاف نے بیان کیا ہے کہ جب ان لوگوں کو غیب کے عذاب نے آگھیرا اور انہیں اس کا یقین ہو گیا تو وہ توبہ تلا کرنے لگے اور جو سلوک انہوں نے اپنے نبی کے ساتھ کیا تھا اس پر نادم ہوئے اور اللہ تعالیٰ کے نام پر اپنے تمام مویشیوں کی قربانی دے ڈالی اور ان کے مرد وزن سب خدا کے حضور رونے گڑگڑانے لگے تو اللہ تعالیٰ نے اپنے فضل وکرم سے ان پر سے وہ عذاب دور فرمادیا اور ارشاد فرمایا (**فلولا کانت قریة آمنت فنفعها ایمانها**) پھر ایک جگہ ارشاد فرمایا (**ما ارسلنا فی قریة من نبی الا قال مترفوها انا بما ارسلتم به کافرون**) پھر ارشاد ہوا (**الا قوم یونس لما امنوا کشفنا عنهم عذاب الخزی فی الحیوٰة الدنیا ومتعناهم الیٰ حین**) یعنی جب قوم یونس ایمان لے آئی تو اللہ تعالیٰ نے ان سے ذلت کا وہ عذاب دور فرما کر انہیں ان کی دنیاوی زندگی میں پھر مال ومنال عطا فرمادیا۔ (۲۵۳)

حضرت یونس مچھلی کے پیٹ میں کتنے دن تک رہے تھے:

سعید بن ابوالحسن اور ابو مالک نے اس سلسلے میں چالیس دن کی تعداد متعین کی ہے لیکن واللہ اعلم کے وہ مچھلی کے پیٹ میں پورے چالیس دن رہے یا اس سے کم وبیش کچھ عرصے تک رہے بہرکیف اس بات پر سب متفق ہیں کہ حضرت یونسؑ نے اللہ تعالیٰ سے اپنے غم وغصہ کی معافی طلب کرتے ہوئے یہ قرآنی آیت (**اللّٰھم لا الٰہ الا انت سبحٰنک انی کنت من الظالمین**) بار بار پڑھ کر اس سے دُعا کی تھی۔ (۲۵۴)

فنبذنٰه بالعرآء وهو سقیم، (پس ہم نے اُن کو میدان میں ڈال دیا اور وہ اس وقت مضمحل تھے) العرآء کے معنی ہیں کھلا میدان جس میں کوئی درخت نہ ہو۔ بعض روایات سے معلوم ہوتا ہے کہ اس وقت حضرت یونس علیہ السلام مچھلی کے پیٹ میں رہنے کی وجہ سے انتہائی کمزور ہو گئے تھے، اور جسم پر بال بھی باقی نہ رہے تھے۔

وا نبتنا علیه شجرة من یقطین، (اور ہم نے ان پر ایک بیل دار درخت بھی اُگا دیا تھا) یقطین ہر اُس درخت کو کہتے ہیں جس کا تنہ نہ ہو، روایات میں ہے کہ یہ کدو کی بیل تھی۔ اس درخت کو اُگانے کا منشاء یہ تھا کہ حضرت یونس علیہ السلام کو سایہ حاصل ہو۔ یہاں شجرۃ کا لفظ بتا رہا ہے کہ اسی کدو کی بیل کو اللہ نے معجزہ کے طور پر تنہ دار بنا دیا تھا، یا کوئی اور درخت تھا جس پر وہ بیل چڑھا دی تھی، تا کہ اس سے گھنا سایہ مل سکے۔ حضرت یونس علیہ السلام کی تندرستی کے بعد انہیں دوبارہ وہیں بھیجا گیا تھا، یہاں یہ واضح کر دیا کہ وہ لوگ معدودے چند افراد نہیں تھے بلکہ ان کی تعداد لاکھ سے بھی اوپر تھی۔

فامنوا فمتعنٰهم الیٰ حین، (پس وہ ایمان لے آئے، سو ہم نے ان کو ایک زمانہ تک عیش دیا)۔ (۲۵۵)

حضرت عیسیٰ علیہ السلام:

سیدنا عیسیٰ کا نام عبرانی میں یسوع ہے۔ ان کے خاندان کے افراد کے نام حضرت موسیٰؑ کے خانوادہ عالی کے افراد کے مطابق تھے۔ ان کا نام یسوع تھا۔ جو موسیٰؑ کے خلیفہ اول یوشع بن نون کی یادگار میں رکھا گیا تھا۔ ان کی والدہ کا نام مریمؑ تھا۔ جو خواہر موسیٰ کا نام تھا۔ اُن کے ماموں کا نام ہارون تھا۔ جیسا کہ موسیٰؑ کے بڑے بھائی کا نام تھا۔ سیدنا عیسیٰؑ کے نانا کا نام عمران تھا۔ اور موسیٰ علیہ السلام کے والد کا بھی یہی نام تھا۔ قرآن مجید میں ہے کہ جب مریم صدیقہؑ اپنی ماں کے پیٹ میں تھیں۔ تب اُن کی والدہ نے یہ نذر مانی کہ وہ اپنے پیٹ کے پھل

کو محررر آزاد۔ یا نذیر۔ یا بیت المقدس کی خدمت کے لئے مخصوص بنائے گی۔

لیکن جب لڑکی (مریمؑ) پیدا ہوئی تو وہ حیران رہ گئی۔ کیونکہ لڑکی کو بیت المقدس کی خدمت کے لئے قبول نہیں کیا جاتا تھا۔ لیکن وہ نیک خاتون اپنی نیت اور نذر کے مطابق مریمؑ کو بیت المقدس لے گئی۔ اور یروشلم کے اراکین نے فیصلہ کیا کہ اس لڑکی کو خدمت کے لئے لے لیا جائے حضرت زکریاؑ کو اُن کا متکفل بنایا گیا۔ (۲۵۶)

و کفلھا زکریا (۲۵۷) ترجمہ: اور اسے زکریا کی نگہبانی میں دیا۔

ولادت مبارک: عابدو زاہد اور عفت مآب مریم (علیہا السلام) اپنے خلوت کدہ میں مشغول عبادت رہتی اور ضروری حاجات کے علاوہ کبھی اس سے باہر نہیں نکلتی تھیں' ایک مرتبہ مسجدِ اقصیٰ (ہیکل) کے مشرقی جانب لوگوں کی نگاہوں سے دور کسی ضرورت سے ایک گوشہ میں تنہا بیٹھی تھیں کہ اچانک خدا کا فرشتہ (جبرئیلؑ) انسانی شکل میں ظاہر ہوا۔ حضرت مریمؑ نے ایک اجنبی شخص کو اس طرح بے حجاب سامنے دیکھا تو گھبرا گئیں اور فرمانے لگیں ''اگر تجھ کو کچھ بھی خدا کا خوف ہے تو میں خدائے رحمان کا واسطہ دے کر تجھ سے پناہ چاہتی ہوں'' فرشتے نے کہا: ''مریم! خوف نہ کھا' میں انسان نہیں بلکہ خدا کا فرستادہ فرشتہ ہوں اور تجھ کو بیٹے کی بشارت دینے آیا ہوں'' حضرت مریمؑ نے یہ سنا تو ازراہِ تعجب فرمانے لگیں: میرے لڑکا کیسے ہوسکتا ہے جب کہ مجھ کو آج تک کسی بھی شخص نے ہاتھ نہیں لگایا اس لئے کہ نہ تو میں نے نکاح کیا ہے اور نہ میں زانیہ ہوں'' فرشتہ نے جواب دیا: میں تو تیرے پروردگار کا قاصد ہوں' اُس نے مجھ سے اسی طرح کہا ہے اور بھی فرمایا ہے کہ یہ میں اس لئے کروں گا کہ تجھ کو اور تیرے لڑکے کو کائنات کے لئے اپنی قدرتِ کاملہ کے اعجاز کا ''نشان'' بنادوں۔''

اللہ تعالیٰ کا قانونِ قدرت یہ ہے کہ جب وہ کسی شے کو وجود میں لانا چاہتا ہے تو اس کا محض ارادہ اور حکم کہ ''ہو جا'' اس شے کو نیست سے ہست کر دیتا ہے لہٰذا یہ یونہی ہو کر رہے گا اور اللہ تعالیٰ اس کو اپنی کتاب عطا کرے گا' اس کو حکمت سکھائے گا اور اُس کو بنی اسرائیل کی رشد و ہدایت کے لئے رسول اور اولوالعزم پیغمبر بنائے گا۔ (۲۵۸)

اذ قالت الملئکة یمریم ان اللّٰه یبشرک بکلمة منه ق اسمه المسیح عیسی ابن مریم وجیھا فی الدنیا والاخرة ومن المقربین ○ ویکلم الناس فی المھد و کھلا ومن الصلحین ○ قالت ربِّ انی یکون لی ولد ولم یمسسنی بشر ط قال کذالک اللّٰه یخلق ما یشآء ط اذا قضی امرا فانما یقول لهٗ کن فیکون ○ ویعلمه الکتب والحکمة والتورٰة والانجیل ج ورسولا الی بنی اسرآئیل ○ (۲۵۹)

ترجمہ: (وہ وقت قابلِ ذکر ہے) جب فرشتوں نے مریمؑ سے کہا: اے مریم! اللہ تعالیٰ تجھ کو اپنے کلمہ کی بشارت دیتا ہے اس کا نام مسیح عیسیٰ ابن مریم ہوگا' وہ دنیا اور آخرت میں صاحب وجاہت اور ہمارے مقربین میں سے ہوگا اور وہ (ماں کی) گود میں اور کہولت کے زمانہ میں لوگوں سے کلام کرے گا اور وہ نیکوکاروں میں سے ہوگا۔ مریمؑ نے کہا: میرے لڑکا کیسے ہوسکتا ہے جبکہ مجھ کو کسی مرد نے ہاتھ تک نہیں لگایا' فرشتہ نے کہا: ''اللہ تعالیٰ جو چاہتا ہے اسی طرح پیدا کر دیتا ہے' وہ جب کسی شے کے لئے حکم کرتا ہے تو کہہ دیتا ہے ''ہو جا'' اور وہ ہو جاتی ہے' اور اللہ اُس کو کتاب وحکمت اور توراۃ وانجیل کا علم عطا کرے گا اور وہ بنی اسرائیل کی جانب اللہ کا رسول ہوگا۔

واذکر فی الکتب مریم م اذانتبذت من اھلھا مکانا شرقیا ○ فاتخذت من دونھم حجابا قف فارسلنا الیھا روحنا فتمثل لھا بشرا سویا ○ قالت انی اعوذ بالرّحمٰن منک ان کنت تقیا ○ قال انما انا رسول ربک صلے لاھب لک غلٰما زکیا ○ قالت انی یکون لی غلٰم ولم یمسسنی بشر ولم اک بغیا ○ قال کذالک ج قال ربک ھو علی ھین ج ولنجعلهٗ ایة للناس ورحمة منا ج وکان امرا مقضیا ○ (۲۶۰)

ترجمہ: اور اے پیغمبر! کتاب میں مریمؑ کا واقعہ ذکر کرو اس وقت کا ذکر جب وہ ایک جگہ پورب کی طرف تھی اپنے گھر کے آدمیوں سے الگ

ہوئی پھر اس نے لوگوں کی طرف سے پردہ کرلیا' پس ہم نے اس کی طرف اپنا فرشتہ بھیجا اور وہ ایک بھلے چنگے آدمی کے روپ میں نمایاں ہوگیا مریمؑ اسے دیکھ کر گھبرا گئی' وہ بولی اگر تو نیک آدمی ہے تو میں خدائے رحمان کے نام پر تجھ سے پناہ مانگتی ہوں" فرشتہ نے کہا: "میں تیرے پروردگار کا فرستادہ ہوں اور اس لئے نمودار ہوا ہوں کہ تجھے ایک پاک فرزند دے دوں" مریمؑ بولی: "یہ کیسے ہوسکتا ہے کہ میرے لڑکا ہو' حالانکہ کسی مرد نے مجھے چھوا نہیں اور نہ میں بدچلن ہوں؟" فرشتہ نے کہا: "ہوگا ایسا ہی' تیرے پروردگار نے فرمایا کہ یہ میرے لئے کچھ مشکل نہیں وہ کہتا ہے یہ اس لئے ہوگا کہ اس (مسیح) کو لوگوں کے لئے ایک نشان بنادوں اور میری رحمت کا اس میں ظہور ہو اور یہ ایسی بات ہے جس کا ہونا طے ہو چکا ہے۔

جبرئیل امین نے مریم (علیہا السلام) کو یہ بشارات سُنا کر اُن کے گریبان میں پھونک دیا اور اس طرح اللہ تعالیٰ کا کلمہ اُن تک پہنچ گیا۔ (۲۶۱)

والتی احصنت فرجها فنفخنا فیها من روحنا وجعلنها وابنهآ اية للعلمين ٥ (۲۶۲)

ترجمہ: اور اس عورت (مریمؑ) کا معاملہ جن نے اپنی پاک دامنی کو قائم رکھا، پھر ہم نے اس میں اپنی "روح" کو پھونک دیا اور اس کو اور اس کے لڑکے کو جہان والوں کے لئے "نشان" ٹھہرایا ہے۔

ومريم ابنت عمران التی احصنت فرجها فنفخنا فيه من روحنا ٥ (۲۶۳)

ترجمہ: اور عمران کی بیٹی مریمؑ کو جس نے اپنی عصمت کو برقرار رکھا پس اس میں ہم نے اپنی روح کو پھونک دیا۔

مریم (علیہا السلام) نے کچھ عرصہ کے بعد خود کو حاملہ محسوس کیا تو بہ تقاضائے بشری اُن پر ایک اضطرابی کیفیت طاری ہوگئی اور اس کیفیت نے اُس وقت شدید صورت اختیار کرلی، جب انہوں نے دیکھا کہ مدت حمل ختم ہو کر ولادت کا وقت قریب سے قریب تر ہوتا جارہا ہے، انہوں نے سوچا اگر یہ واقعہ قوم کے اندر رہ کر پیش آیا تو چونکہ وہ حقیقتِ حال سے واقف نہیں ہے اس لئے نہیں معلوم کہ وہ کس کس طرح بدنام اور بہتان طرازیوں کے ذریعہ کس درجہ پریشان کرے اس لئے مناسب یہ ہے کہ لوگوں سے دور کسی جگہ چلے جانا چاہئے، یہ سوچ کر وہ یروشلم (بیت المقدس) سے تقریباً نو میل کو ہِ سراۃ (ساعیر) کے ایک ٹیلہ پر چلی گئیں جو اَب "بیت اللحم" کے نام سے مشہور ہے، یہاں پہنچ کر چند روز بعد دردِ زِہ شروع ہوا تو تکلیف و اضطراب کی حالت میں کھجور کے ایک درخت کے نیچے تنے کے سہارے بیٹھ گئیں اور پیش آنے والے نازک حالات کا اندازہ کرکے انتہائی قلق اور پریشانی کی حالت میں کہنے لگیں "کاش کہ میں اس سے پہلے مرچکی ہوتی اور میری ہستی کو لوگ یک قلم فراموش کرچکے ہوتے" تب نخلستان کے نشیب سے خدا کے فرشتہ نے پھر پکارا "مریمؑ! غمگین نہ ہو' تیرے پروردگار نے تیرے تلے نہر جاری کردی ہے اور کھجور کا تنہ پکڑ کر اپنی جانب ہلا تو پکے اور تازہ خوشے تجھ پر گرنے لگیں گے پس تو کھا پی اور اپنے بچہ کے نظارہ سے آنکھیں ٹھنڈی کر اور رنج و غم بھول جا۔" (۲۶۴)

وجعلنا ابن مريم وامه اية واوينا هما الیٰ ربوة ذات قرار و معين ٥ (۲۶۵)

ترجمہ: اور ہم نے عیسیٰ بن مریم اور اُس کی ماں (مریم) کو (اپنی قدرت کا) نشان بنادیا اور ان دونوں کا ایک بلند مقام (بیت اللحم) ٹھکانا بنایا جو سکونت کے قابل اور چشمہ والا ہے۔

فحملته فانتبذت به مكانا قصيا ٥ فاجآئها المخاض الی جذع نخلة ج قالت يليتنی مت قبل هذا وكنت نسيا منسيا ٥ فنادها من تحتها الا تحزنی قد جعل ربک تحتک سريا ٥ وهزی اليک بجذع نخلة تسقط عليک رطبا جنيا ٥ فكلی واشربی وقری عينا ج فاما ترين من البشر احدا لا فقولی انی نذرت للرحمن صوما فلن اكلم اليوم انسيا ٥ فاتت به قومها تحمله ط قالوا يمريم لقد جئت شيئا فريا ٥ ياخت هٰرون ما كان ابوک امرا سوء وما كانت امُّکِ بغيا ٥ فاشارت اليه ط قالوا كيف نكلم من كان فی المهد صبيا ٥ قال انی عبد الله ط اتٰنی

الکتب وجعلنی نبیاo وجعلنی مبرکا این ما کنت ص واوصنی بالصلوۃ والزکوۃ مادمت حیاo وبراً بوالدتی ز ولم یجعلنی جبارا شقیاo والسلٰم علی یوم ولدت ویوم اموت ویوم ابعث حیاo (۲۶۶)

ترجمہ: پھر اُس ہونے والے فرزند کا حمل ٹھہر گیا وہ (حالت چھپانے کے لئے) لوگوں سے الگ ہو کر دور چلی گئی پھر اُسے درد زہ (کا اضطراب) کھجور کے ایک درخت کے نیچے لے گیا (وہ اس کے تنے کے سہارے بیٹھ گئی) اس نے کہا کاش میں اس سے پہلے مر چکی ہوتی، میری ہستی کو لوگ یک قلم بھول گئے ہوتے، اس وقت (ایک پکارنے والے فرشتہ نے) اُسے نیچے سے پکارا "غمگین نہ ہو تیرے پروردگار نے تیرے تلے نہر جاری کردی ہے، اور کھجور کے درخت کا تنہ پکڑ کے اپنی جانب ہلا، تازہ اور پکے ہوئے پھلوں کے خوشے تجھ پر گرنے لگیں گے، کھا پی (اور اپنے بچہ کے نظارے سے) آنکھیں ٹھنڈی کر، پھر اگر کوئی آدمی نظر آئے، (اور پوچھ گچھ کرنے لگے) تو (اشارہ سے) کہہ دے میں نے خدائے رحمان کے حضور روزہ کی منت مان رکھی ہے میں آج کسی آدمی سے بات چیت نہیں کر سکتی" پھر ایسا ہوا کہ وہ لڑکے کو ساتھ لے کر اپنی قوم کے پاس آئی، لڑکا اُس کی گود میں تھا، لوگ (دیکھتے ہی) بول اٹھے "مریم! تو نے عجیب ہی بات کر دکھائی اور بڑی تہمت کا کام کر گذری اے ہارون کی بہن! نہ تو تیرا باپ برا آدمی تھا نہ تیری ماں بدچلن تھی۔" (تو یہ کیا کر بیٹھی) اس پر مریمؑ نے لڑکے کی طرف اشارہ کیا (کہ یہ تمہیں بتلا دے گا کہ حقیقت کیا ہے) لوگوں نے کہا: بھلا اس سے ہم کیا بات کریں جو ابھی گود میں بیٹھنے والا شیر خوار بچہ ہے" مگر لڑکا بول اٹھا "میں اللہ کا بندہ ہوں، اس نے مجھے کتاب دی اور نبی بنایا، اس نے مجھے بابرکت کیا خواہ میں کسی جگہ ہوں، اس نے مجھے نماز اور زکوۃ کا حکم دیا کہ جب تک زندہ رہوں یہی میرا شعار ہو۔ اس نے مجھے اپنی ماں کا خدمت گزار بنایا، ایسا نہیں کیا کہ خود سر اور نافرمان ہوتا، مجھ پر اس کی طرف سے سلامتی کا پیغام ہے جس دن پیدا ہوا، جس دن مروں گا اور جس دن پھر زندہ اٹھایا جاؤں گا۔"

اتنے میں بچہ خود بول اٹھا کہ میں اللہ کا خاص بندہ ہوں۔ خاص ہونے کے آثار یہ ہیں کہ مجھ کو کتاب یعنی انجیل دی اور مجھ کو نبی بنایا۔ مجھ کو برکت والا بنایا یعنی مجھ سے خلق کو دین کا نفع پہنچے گا میں جہاں کہیں بھی ہوں اور مجھ کو نماز کا حکم دیا جب تک اس دنیا میں زندہ رہوں مجھ کو میری ماں کا خدمتگار بنایا (چونکہ بے باپ کے پیدا ہوئے) اس لئے والدہ کی تخصیص کر دی گئی اور اس نے مجھ کو سرکش بدبخت نہیں بنایا مجھ پر اللہ تعالی کی جانب سے سلام ہے جس روز میں پیدا ہوا اور جس روز مروں گا (کہ وہ زمانہ قرب قیامت کا بعد نزول من السماء کے ہوگا) اور جس روز قیامت میں زندہ کر کے اٹھایا جاؤں گا (اور اللہ کا سلام دلیل ہے خاص بندہ ہونے کی)۔ عیسیٰؑ کے مجموعہ اوصاف واحوال سے ان آیات میں نزاہت وطہارت حضرت مریمؑ کی ثابت ہوگئی جو مقصود تھا، اس تکلم خارق عادت سے جس میں سب سے بڑھ کر دلالت علی المطلوب میں وصف نبوت ہے۔ (۲۶۷)

حضرت عیسیٰ علیہ السلام کی ایک صفت یہ بھی بتلائی ہے کہ وہ بچپن کے گہوارے میں جب کوئی بچہ کلام کرنے کی صلاحیت نہیں رکھتا اس حالت میں بھی کلام کریں گے، جیسا کہ جب لوگوں نے ابتداء ولادت کے بعد حضرت مریمؑ پر تہمت کی بنا پر لعن طعن کیا تو یہ نومولود بچے حضرت عیسیٰ علیہ السلام بول اٹھے، انی عبد اللہ ط اور اس کے ساتھ یہ بھی فرمایا کہ جب وہ کہل یعنی ادھیڑ عمر کے ہوں گے، اس وقت بھی لوگوں سے کلام کریں گے۔ بچپن کی حالت میں کلام کرنا تو ایک معجزہ اور نشانی تھی۔ اس کے ساتھ بڑی عمر کے کلام کا ذکر اس غرض سے کیا گیا کہ ان کے بچپن کا کلام بھی ایسا نہیں ہوگا جیسے بچے ابتداء میں بولا کرتے ہیں بلکہ عاقلانہ، عالمانہ، فصیح وبلیغ کلام ہوگا، جیسے ادھیڑ عمر کے آدمی کیا کرتے ہیں، اور اگر حضرت عیسیٰ علیہ السلام کے واقعہ اور اس کی پوری تاریخ پر غور کیا جائے تو اس جگہ ادھیڑ عمر میں کلام کرنے کا تذکرہ ایک مستقل عظیم فائدہ کے لئے ہوجاتا ہے، وہ یہ ہے کہ اسلامی اور قرآنی عقیدہ کے مطابق حضرت عیسیٰ علیہ السلام کو زندہ آسمان پر اٹھالیا گیا ہے۔ روایات سے یہ ثابت ہے کہ ان کو اٹھانے کے وقت حضرت عیسیٰ علیہ السلام کی عمر تقریباً تیس پینتیس سال کے درمیان تھی جو عین

عنفوانِ شباب کا زمانہ تھا، ادھیڑ عمر جس کو عربی میں کہل کہتے ہیں، وہ اس دنیا میں ان کی ہوئی ہی نہ تھی، اس لئے ادھیڑ عمر میں لوگوں سے کلام جبھی ہوسکتا ہے جبکہ وہ پھر دنیا میں تشریف لائیں، اس لئے جس طرح ان کا بچپن کا کلام معجزہ تھا اسی طرح ادھیڑ عمر کا کلام بھی معجزہ ہی ہے۔ (۲۶۸)

قوم نے ایک شیر خوار بچہ کی زبان سے جب یہ حکیمانہ کلام سُنا تو حیرت میں رہ گئی اور اس کو یقین ہو گیا کہ مریم (علیہا السلام) کا دامن بلاشبہ ہر قسم کی برائی اور تلویث سے پاک ہے اور اس بچہ کی پیدائش کا معاملہ یقیناً منجانب اللہ ایک ''نشان'' ہے۔ (۲۶۹)

حضرت عیسیٰ علیہ السلام کو عطا کیے گئے معجزات کا ذکر اللہ تعالیٰ نے قرآن مجید میں خود کیا ہے۔

واتینا عیسی ابن مریم البینٰتo (۲۷۰) ترجمہ: اور دیئے ہم نے عیسیٰ ابن مریمؑ کو معجزات۔

اذ جئتھم بالبینت فقال الذین کفروا منھم ان ھذا الا سحر مبینo (۲۷۱)

ترجمہ: اُس وقت جب کہ تو اُن کے پاس کھلے معجزات لے کر آیا تو کہا بنی اسرائیل میں سے منکروں نے یہ تو کھلا ہوا جادو ہے۔

اذ قال اللّٰہ یٰعیسٰی ابن مریم اذکر نعمتی علیک وعلٰی والدتک م اذ ایدتک بروح القدس قف تکلم الناس فی المھد وکھلا ج واذ علمتک الکتٰب والحکمۃ والتورۃ والانجیل ج (۲۷۲)

ترجمہ: (وہ وقت یاد کے لائق ہے) جب اللہ تعالیٰ قیامت کے دن کہے گا ''اے عیسیٰ ابن مریم! میری اس نعمت کو یاد کر جو میری جانب سے تجھ پر اور تیری والدہ پر نازل ہوئی جب کہ میں نے روح القدس (جبرئیل) کے ذریعہ تیری تائید کی کہ تو کلام کرتا تھا آغوشِ مادر میں اور بڑھاپے میں اور جب کہ میں نے تجھ کو سکھائی کتاب، حکمت، توراۃ اور انجیل۔''

اللہ تعالیٰ نے حضرت عیسیٰ علیہ السلام کو جو کھلے معجزات عطا فرمائے وہ آپؑ کی نبوت اور حقانیت کی واضح دلیلیں تھیں ان آیات و بینات کو اللہ تعالیٰ نے قرآن مجید فرقان حمید میں کھول کھول کر بیان فرمایا ہے۔

ویعلمہ الکتٰب والحکمۃ والتورۃ والانجیل ج ورسولا الی بنی اسرائیل o انی قد جئتکم بایۃ من ربکم ج انی اخلق لکم من الطین کھیئۃ الطیر فانفخ فیہ فیکون طیر ام باذن اللّٰہ ج وابریٔ الاکمہ والابرص واحی الموتیٰ باذن اللّٰہ ج وانبئکم بما تاکلون وما تدخرون لا فی بیوتکم ان فی ذلک لایۃ لکم ان کنتم مؤمنین o ومصدقا لما بین یدی من التورۃ ولاحل لکم بعض الذی حرم علیکم وجئتکم بایۃ من ربکم قف فاتقوا اللّٰہ واطیعونo ان اللّٰہ ربی وربکم فاعبدوہ ط ھذا صراط مستقیمo (۲۷۳)

ترجمہ: اور خدا سکھاتا ہے اس (عیسیٰ) کتاب، حکمت، توراۃ اور انجیل، اور وہ رسول ہے بنی اسرائیل کی جانب (وہ کہتا ہے) کہ بیشک میں تمہارے پاس تمہارے پروردگار کی جانب سے ''نشان'' لے کر آیا ہوں، وہ یہ کہ میں تمہارے لئے مٹی سے پرند کی شکل بناتا پھر اُس میں پھونک دیتا ہوں اور وہ خدا کے حکم سے زندہ پرندہ بن جاتا ہے اور پیدائشی اندھے کو سوانکھا کر دیتا اور سپید داغ کے جذام کو اچھا کر دیتا ہوں، اور خدا کے حکم سے مُردہ کو زندہ کر دیتا ہوں، اور تم کو بتا دیتا ہوں جو تم کھا کر آتے ہو اور جو تم گھر میں ذخیرہ رکھ آتے ہو، سو اگر تم حقیقی ایمان رکھتے ہو تو بلاشبہ ان اُمور میں (میری صداقت اور منجانب اللہ ہونے کے لئے) ''نشان'' ہے اور میں تورات کی تصدیق کرنے والا ہوں جو میرے سامنے ہے اور (اس لئے بھیجا گیا ہوں) تاکہ بعض ان چیزوں کو جو تم پر حرام ہو گئی ہیں تمہارے لئے حلال کر دوں تمہارے لئے پروردگار ہی کے پاس سے ''نشان'' لایا ہوں' پس تم اللہ سے ڈرو' اور (اُس کے دیئے ہوئے احکام میں) میری اطاعت کرو، بلاشبہ اللہ تعالیٰ ہی میرا اور تمہارا پروردگار ہے، سو اُس کی عبادت کرو، یہی سیدھی راہ ہے۔

واذ تخلق من الطین کھیئۃ الطیر باذنی فتنفخ فیھا فتکون طیرام باذنی وتبریٔ الاکمہ والابرص باذنی ج واذ تخرج الموتیٰ باذنی o (۲۷۴)

ترجمہ: اور (اے عیسیٰ ابن مریم! تو میری اس نعمت کو یاد کر) جبکہ تو میرے حکم سے گارے سے پرند کی شکل بنا دیتا اور پھر اس میں پھونک دیتا تھا اور وہ میرے حکم سے زندہ پرند بن جاتا تھا اور جبکہ تو میرے حکم سے پیدائشی اندھے کو سوانکھا اور سپید داغ کے کوڑھ کو اچھا کر دیتا تھا اور جبکہ تو میرے حکم سے مردہ کو زندہ کر کے قبر سے نکالتا تھا۔

(اور اے مریم اس مولود مسعود کی یہ فضیلتیں ہوں گی کہ) اللہ ان کو تعلیم فرما دیں گے، (آسمانی) کتابیں اور سمجھ کی باتیں اور (بالخصوص) توریت اور انجیل اور ان کو (تمام) بنی اسرائیل کی طرف (پیغمبر بنا کر یہ مضمون دے کر) بھیجیں گے کہ (انی قد جئتکم تا مستقیم یعنی) میں تم لوگوں کے پاس (اپنی نبوت پر) کافی دلیلیں لے کر آیا ہوں وہ یہ ہے کہ میں تم لوگوں کے (یقین لانے کے) لئے گارے سے ایسی شکل بناتا ہوں، جیسی پرندہ کی شکل ہوتی ہے پھر اس (مصنوعی شکل) کے اندر پھونک مار دیتا ہوں جس سے وہ (سچ مچ کا جاندار) پرندہ بن جاتا ہے خدا کے حکم سے (ایک معجزہ تو یہ ہوا) اور میں اچھا کر دیتا ہوں مادرزاد اندھے کو اور برص کے بیمار کو اور زندہ کر دیتا ہوں مُردوں کو خدا کے حکم سے (یہ دوسرا تیسرا معجزہ ہوا) اور میں تم کو بتلا دیتا ہوں جو کچھ تم اپنے گھروں میں کھا (کھا کر آتے) ہو اور جو (گھروں میں) رکھ آتے ہو (یہ چوتھا معجزہ ہوا) بلاشبہ ان (معجزاتِ مذکورہ) میں (میرے نبی ہونے کی) کافی دلیل ہے تم لوگوں کے لئے اگر تم ایمان لانا چاہو، اور میں اس طور پر آیا ہوں کہ تصدیق کرتا ہوں اس کتاب کی جو مجھ سے پہلے (نازل ہوئی) تھی یعنی توراۃ کی اور اس لئے آیا ہوں کہ تم لوگوں کے واسطے بعض ایسی چیزیں حلال کر دوں جو (شریعتِ موسیٰ علیہ السلام میں) تم پر حرام کر دی گئی تھیں (سو ان کی حرمت میری شریعت میں منسوخ ہو گی) اور (میرا یہ دعویٰ نسخ بلا دلیل نہیں ہے بلکہ میں ثابت کر چکا ہوں کہ) میں تمہارے پاس (نبوت کی) دلیل لے کر آیا ہوں (اور صاحبِ نبوت کا قول دعویٰ نسخ میں حجت ہے) حاصل یہ کہ (جب میرا نبی ہونا دلائل سے ثابت ہو چکا تو میری تعلیم کے موافق) تم لوگ اللہ تعالیٰ (کی مخالفتِ حکم) سے ڈرو اور (دین کے باب میں) میرا کہنا مانو (اور خلاصہ میری دینی تعلیم کا یہ ہے کہ) بیشک اللہ تعالیٰ میرے بھی رب ہیں اور تمہارے بھی رب ہیں (یہ تو حاصل ہے تکمیل عقیدہ کا) سو تم لوگ اس (رب) کی عبادت کرو (یہ حاصل ہوا تکمیلِ عمل کا) بس یہ ہے راہِ راست (دین کی جس میں عقائد و اعمال دونوں کی تکمیل ہو اسی سے نجات و وصول الی اللہ میسر ہوتا ہے)۔ (۲۷۵)

فلما جآئهم بالبينٰت قالوا هذا سحر مبين○ (۲۷۶)

ترجمہ: پھر جب وہ (عیسیٰ علیہ السلام) اُن کے پاس کھلے نشان لے کر آیا تو انہوں نے (بنی اسرائیل نے) کہا: ''یہ تو کھلا ہوا جادو ہے۔''

انبیاء (علیہم السلام) نے جب کبھی بھی قوموں کے سامنے آیات اللہ کا مظاہرہ کیا ہے تو منکروں نے ہمیشہ اُن کے متعلق ایک بات ضرور کہی ہے ''یہ تو کھلا ہوا جادو ہے۔'' پس کیا ایک جویائے حق اور متعصب انسان کے لئے یہ جواب اس جانب رہنمائی نہیں کرتا کہ انبیاء علیہم السلام کے اس قسم کے مظاہرے ضرور عام قوانین قدرت سے جُدا ایسے علم کے ذریعہ ظہور پذیر ہوتے تھے جو صرف ان قدسی صفات ہستیوں کے لئے ہی مخصوص رہا ہے اور ان کے علاوہ انسانی دنیا اس کے فہمِ حقیقت سے بہرہ مند نہیں ہوئی تب ہی اُن لوگوں کے پاس جو از رہِ عناد و ضد انکار پر تُلے ہوئے تھے اُس کے انکار کے لئے اس سے بہتر دوسری تعبیر نہیں تھی کہ وہ ان امور کو ''سحر و جادو'' کہہ دیں۔ لہٰذا ان امور کو سحر و جادو کہنا بھی ان کے ''معجزہ'' اور ''نشانِ خداوندی'' ہونے کی زبردست دلیل ہے۔ (۲۷۷)

فلما احس عيسىٰ منهم الكفر قال من انصاري الى الله ؕ قال الحواريون نحن انصار الله ج امنا بالله ج واشهد بانا مسلمون○ ربنا امنا بما انزلت واتبعنا الرسول فاكتبنا مع الشهدين○ (۲۷۸)

ترجمہ: پھر جب معلوم کیا عیسیٰؑ نے بنی اسرائیل کا کفر، بولا کون ہے کہ میری مدد کرے اللہ کی راہ میں کہا حواریوں نے ہم ہیں مدد کرنے والے اللہ کے ہم یقین لائے اللہ پر اور تو گواہ رہ کہ ہم نے حکم قبول کیا اے رب ہم نے یقین کیا اس چیز کا جو تو نے اتاری اور ہم تابع ہوئے رسول کے سو تو لکھ لے ہم کو ماننے والوں میں۔

حضرت عیسیٰ علیہ السلام اسی شان سے پیدا ہوئے، اور معجزات ظاہر فرمائے، مگر بنی اسرائیل آپؑ کی نبوت کے منکر رہے) سو جب حضرت عیسیٰ علیہ السلام نے اُن سے انکار دیکھا (اور انکار کے ساتھ درپے ایذا بھی، اور اتفاقاً کچھ لوگ ان کو ایسے ملے جو حواریین کہلاتے تھے) تو (اُن حواریین سے) آپ نے فرمایا کوئی ایسے آدمی بھی ہیں جو (دینِ حق میں بمقابلہ مخالفین ومنکرین کے) میرے مددگار ہو جاویں اللہ کے واسطے (جس سے دعوتِ دین میں مجھے کوئی ایذاء نہ پہونچائے) حواریین بولے کہ ہم ہیں مددگار اللہ کے (دین کے) ہم اللہ تعالیٰ پر (حسب دعوت آپ کے) ایمان لائے اور آپ اس (بات) کے گواہ رہئے کہ ہم (اللہ تعالیٰ کے اور آپ کے) فرمانبردار ہیں۔

اے ہمارے رب ہم ایمان لائے ان چیزوں (یعنی اُن احکام) پر جو آپ نے نازل فرمائیں اور پیروی اختیار کی ہم نے (ان) رسول کی سو (ہمارا ایمان قبول فرما کر) ہم کو ان لوگوں کے ساتھ لکھ دیجئے (یعنی مومنین کاملین کے زمرہ میں ہمارا بھی شمار فرمائیے)۔ (۲۷۹)

قال الحواریون لفظ حواری، حُور سے ماخوذ ہے جس کے معنی لغت میں سفیدی کے ہیں، اصطلاح میں حضرت عیسیٰ علیہ السلام کے مخلص ساتھیوں کو ان کے اخلاص اور صفائی قلب کی وجہ سے یا ان کی سفید پوشاک کی وجہ سے حواری کا لقب دیا گیا ہے، جیسے رسول اللہ ﷺ کے ساتھیوں کو صحابی کے لقب سے ملقب کیا گیا ہے۔ بعض مفسرین نے حواریین کی تعداد بارہ بتلائی ہے، اور کبھی لفظ حواری مطلقاً مددگار کے معنے میں بولا جاتا ہے۔ (۲۸۰)

ومکروا ومکر اللہ ط واللہ خیر المٰکرین o اذ قال اللہ یٰعیسیٰ انی متوفیک ورافعک الیّ ومطہرک من الذین کفروا وجاعل الذین اتبعوک فوق الذین کفروا الی یوم القیٰمۃ ج ثم الیّ مرجعکم فاحکم بینکم فیما کنتم فیہ تختلفون o (۲۸۱)

ترجمہ: اور مکر کیا ان کافروں نے اور مکر کیا اللہ نے اور اللہ کا داؤ سب سے بہتر ہے جس وقت کہا اللہ نے اے عیسیٰ میں لے لوں گا تجھ کو اور اٹھا لوں گا اپنی طرف اور پاک کروں گا تجھ کو کافروں سے اور رکھوں گا ان کو جو تیرے تابع ہیں غالب ان لوگوں سے جو انکار کرتے ہیں قیامت کے دن تک پھر میری طرف ہے تم سب کو پھر آنا پھر فیصلہ کردوں گا تم میں جس بات میں تم جھگڑتے تھے۔

اور ان لوگوں نے (جو کہ بنی اسرائیل میں سے آپ کے منکر نبوت تھے آپ کو ہلاک کرنے اور آپ کو ایذاء پہنچانے کے لئے) خفیہ تدبیر کی (چنانچہ مکر وحیلہ سے آپ کو گرفتار کر کے سُولی دینے پر آمادہ ہوئے) اور اللہ تعالیٰ نے (آپ کو محفوظ رکھنے کے لئے) خفیہ تدبیر فرمائی (جس کی حقیقت کا ان لوگوں کو بھی پتہ نہ لگا، کیونکہ ان ہی مخالفین میں سے ایک شخص کو حضرت عیسیٰ علیہ السلام کی شکل پر بنا دیا، اور عیسیٰ علیہ السلام کو آسمان پر اٹھالیا جس سے وہ محفوظ رہے، اور وہ ہمشکل سولی دیا گیا، ان لوگوں کو اس تدبیر کا علم تک بھی نہ ہوسکا اور دفع پر تو کیا قدرت ہوتی) اور اللہ تعالیٰ سب تدبیریں کرنے والوں سے اچھے ہیں، (کیونکہ اوروں کی تدبیریں ضعیف ہوتی ہیں، اور کبھی قبیح اور بے موقع بھی ہوتی ہیں، اور حق تعالیٰ کی تدبیریں قوی بھی ہوتی ہیں اور ہمیشہ خیر محض اور موافق حکمت کے ہوتی ہیں، اور وہ تدبیر اللہ تعالیٰ نے اس وقت فرمائی) جبکہ اللہ تعالیٰ نے (حضرت عیسیٰ علیہ السلام سے جبکہ وہ گرفتاری کے وقت متردد اور پریشان ہوئے) فرمایا اے عیسیٰ (کچھ غم نہ کرو) بیشک میں تم کو (اپنے وقتِ موعود پر طبعی موت سے) وفات دینے والا ہوں (پس جب تمہارے لئے موت طبعی مقدر ہے تو ظاہر ہے کہ ان دشمنوں کے ہاتھوں دار پر جان دینے سے محفوظ رہو گے) اور (فی الحال) میں تم کو اپنے (عالم بالا کی) طرف اٹھائے لیتا ہوں، اور تم کو ان لوگوں (کی تہمت) سے پاک کرنے والا ہوں ان لوگوں پر جو (تمہارے) منکر ہیں اور جو لوگ تمہارا کہنا ماننے والے ہیں ان کو غالب رکھنے والا ہوں جو کہ (تمہارے) منکر ہیں روزِ قیامت تک (گو اس وقت یہ منکرین غلبہ اور قدرت رکھتے ہیں) پھر (جب قیامت آجائے گی اس وقت) میری طرف ہوگی، سب کی واپسی (دنیا وبرزخ سے) سو میں (اس وقت) تمہارے (سب کے) درمیان (عملی) فیصلہ کردوں گا ان امور میں جن میں تم باہم اختلاف کرتے تھے کہ (منجملہ ان امور کے مقدمہ ہے عیسیٰ علیہ السلام کا)۔ (۲۸۲)

واللہ خیر الماکرین ،لفظ''مکر''عربی زبان میں لطیف وخفیہ تدبیر کو کہتے ہیں، اگر وہ اچھے مقصد کے لئے ہوتو اچھا ہے،اور برائی کے لئے ہوتو برا ہے۔اسی لئے یہاں خدا کو''خیر الماکرین''کہا گیا،مطلب یہ ہے کہ یہود نے حضرت عیسیٰ علیہ السلام کے خلاف طرح طرح کی سازشیں اور خفیہ تدبیریں شروع کر دیں،حتیٰ کے بادشاہ کے کان بھر دیئے کہ یہ شخص (معاذ اللہ) ملحد ہے،تورات کو بدلنا چاہتا ہے،سب کو بد دین بنا کر چھوڑے گا،اس نے مسیح علیہ السلام کی گرفتاری کا حکم دے دیا،اُدھر یہ ہو رہا تھا اور اِدھر اللہ تعالیٰ کی لطیف اور خفیہ تدبیر ان کے توڑ میں اپنا کام کر رہی تھی۔ (۲۸۳)

بیشک اللہ کی تدبیر سب سے بہتر اور مضبوط ہے جسے کوئی نہیں توڑ سکتا بادشاہ نے لوگوں کو مامور کیا کہ مسیحؑ کو پکڑیں،صلیب پر چڑھائیں اور ایسی عبرتناک سزا دیں جسے دیکھ کر دوسرے لوگ اس کا اتباع کرنے سے رک جائیں۔خداوند قدوس نے اس (مسیحؑ) کو مطمئن فرما دیا کہ میں ان اشقیاء کے ارادوں اور منصوبوں کو خاک میں ملا دوں گا۔یہ چاہتے ہیں کہ تجھے پکڑ کر قتل کر دیں اور پیدائش اور بعثت سے جو مقصد ہے پورا نہ ہونے دیں اور اس طرح خدا کی نعمتِ عظیمہ کی بے قدری کریں لیکن میں ان سے اپنی یہ نعمت لے لوں گا۔تیری عمر مقدر اور مقصد عظیم اس سے متعلق ہے پورا کر کے رہوں گا اور تجھ کو پورے کا پورا صحیح سالم لے جاؤں گا کہ ذرا بھی تیرا بال بیکا نہ کر سکیں گے۔بجائے اس کے کہ وہ لے جائیں خدا تجھ کو اپنی پناہ میں لے جائے گا۔وہ صلیب پر چڑھانا چاہتے ہیں،خدا تجھ کو آسمان پر چڑھائے گا۔ان کا ارادہ ہے کہ رسواکن اور عبرتناک سزا دے کر لوگوں کو تیری اتباع سے روک دیں لیکن خدا ان کے ناپاک ہاتھ تیرے تک نہ پہنچنے دے گا بلکہ اس گندے اور نجس مجمع کے درمیان سے تجھ کو بالکل پاک وصاف اٹھالے گا۔ (۲۸۴)

انی متوفیک ،لفظ''متوفی''کا مصدر''توفی''اور''وفی''ہے،اس کے اصل معنی عربی لغت کے اعتبار سے پورا پورا لینے کے ہیں، وفاء،ایفاء،استیفاء اسی معنی کے لئے بولے جاتے ہیں'توفی کے بھی اصل معنی پورا پورا لینے کے ہیں،تمام کتب لغت عربی کی اس پر شاہد ہیں،اور چونکہ موت کے وقت انسان اپنی اَجَلِ مقدر پوری کر لیتا ہے،اور خدا کی دی ہوئی روح پوری لے لی جاتی،اس کی مناسبت سے یہ لفظ بطور کنایہ موت کے معنی میں بھی استعمال ہوتا ہے۔ (۲۸۵)

لفظ متوفیک کا ترجمہ اکثر حضرات نے پورا لینے سے کیا ہے،اس ترجمہ کے لحاظ سے مطلب واضح ہے کہ ہم آپ کو یہودیوں کے ہاتھ میں نہ چھوڑیں گے،بلکہ خود آپ کو لے لیں گے،جس کی صورت یہ ہوگی کہ اپنی طرف آسمان پر چڑھا لیں گے۔تفسیر درمنشور میں حضرت ابن عباسؓ کی یہ روایت اس طرح منقول ہے:

اخرج اسحٰق بن بشر وابن عساکر من طریق جوھر عن الضحاک عن ابن عباسؓ فی قولہٖ تعالیٰ انی متوفیک ورافعک الیّ یعنی رافعک ثم متوفیک فی اٰخر الزمان۔ (۲۸۶)

ترجمہ: ''اسحٰق بن بشر اور ابن عساکر نے بروایت جوہر عن الضحاک حضرت ابن عباسؓ سے آیت **انی متوفیک ورافعک الیّ** کی تفسیر میں یہ لفظ نقل کیے ہیں کہ میں آپ کو اپنی طرف اٹھالوں گا،پھر آخر زمانہ میں آپ کو طبعی طور پر وفات دوں گا''

یعنی یہ اپنی طرف بلالینا ہمیشہ کے لئے نہیں،چند روزہ ہوگا اور پھر آپ اس دنیا میں آئیں گے اور دشمنوں پر فتح پائیں گے،اور بعد میں طبعی طور پر آپ کی موت واقع ہوگی،اس طرح دوبارہ آسمان سے نازل ہونے اور دنیا پر فتح پانے کے بعد موت آنے کا واقعہ ایک معجزہ بھی تھا اور حضرت عیسیٰ علیہ السلام کے اعزاز واکرام کی تکمیل بھی،نیز اس میں عیسائیوں کے عقیدۂ الوہیت کا ابطال بھی تھا،ورنہ ان کے زندہ آسمان پر چلے جانے کے واقعہ سے ان کا یہ عقیدہ باطل اور پختہ ہو جاتا کہ وہ بھی خدا تعالیٰ کی طرح حی وقیوم ہے،اس لئے پہلے **متوفیک** کا لفظ ارشاد فرما کر ان تمام خیالات کا ابطال کر دیا پھر اپنی طرف بلانے کا ذکر فرمایا۔

اور حقیقت یہ ہے کہ کفار اور مشرکین کی مخالفت وعداوت تو انبیاء علیہ السلام سے ہمیشہ ہی ہوتی چلی آئی ہے،اور عادۃ اللہ یہی رہی ہے

کہ جب کسی نبی کی قوم اپنے انکار اور ضد پر جمی رہی، پیغمبر کی بات نہ مانی، ان کے معجزات دیکھنے کے بعد بھی ایمان نہ لائی، تو دو صورتوں میں سے ایک صورت کی گئی ہے، یا تو اس قوم پر آسمانی عذاب بھیج کر سب کو فنا کر دیا گیا، جیسے عاد و ثمود اور قوم لوط علیہ السلام و قوم صالح علیہ السلام کے ساتھ معاملہ کیا گیا، یا پھر یہ صورت ہوتی ہے کہ اپنے پیغمبر کو اس دار الکفر سے ہجرت کرا کے کسی دوسری طرف منتقل کیا گیا اور وہاں ان کو وہ قوت و شوکت دی گئی کہ پھر اپنی قوم پر فتح پائی، حضرت ابراہیم علیہ السلام نے عراق سے ہجرت کر کے شام میں پناہ لی، اسی طرح حضرت موسیٰ علیہ السلام مصر سے ہجرت کر کے علاقہ شام میں تشریف لائے اور آخر میں خاتم الانبیاء ﷺ مکہ سے ہجرت کر کے مدینہ طیبہ تشریف لائے، پھر وہاں سے حملہ آور ہو کر مکہ فتح کیا، یہودیوں کے نرغہ سے بچانے کے لئے یہ آسمان پر بلا لینا بھی درحقیقت ایک قسم کی ہجرت تھی، جس کے بعد وہ پھر دنیا میں واپس آ کر یہودیوں پر مکمل فتح حاصل کریں گے۔

رہا یہ معاملہ کہ ان کی یہ ہجرت سب سے الگ آسمان کی طرف کیوں ہے؟ تو حق تعالیٰ نے ان کے بارے میں خود فرما دیا کہ ان کی مثال حضرت آدم علیہ السلام کی سی ہے، جس طرح حضرت آدم علیہ السلام کی پیدائش عام مخلوقات کے طریق پیدائش سے مختلف بغیر ماں باپ کے ہے اسی طرح ان کی پیدائش عام انسانوں کی پیدائش سے مختلف صورت میں ہوئی، اور موت بھی عجیب و غریب طریقہ سے صدہا سال کے بعد دنیا میں آ کر عجیب ہوگی، تو اس میں کیا تعجب ہے کہ ان کی ہجرت بھی کسی ایسے عجیب طریقہ سے ہو۔

یہی عجائب قدرت تو جاہل نصاریٰ کے لئے اس عقیدہ میں مبتلا ہونے کا سبب بن گئے، کہ ان کو خدا کہنے لگے، حالانکہ انہی عجائب کے ہر قدم اور ہر چیز پر غور کیا جائے تو ہر ایک واقعہ میں ان کی عبدیت و بندگی اور تابع فرمانِ الٰہی ہونے اور بشری خصائص سے متصف ہونے کے دلائل ہیں، اور اسی لئے ہر ایسے موقع پر قرآن حکیم نے عقیدۂ الوہیت کے ابطال کی طرف اشارہ کر دیا ہے، آسمان پر اٹھانے سے یہ شبہ بہت قوی ہو جاتا، اس لئے متوفیک کو پہلے بیان کر کے شبہ کا قلع قمع کر دیا، اس سے معلوم ہوا کہ اس آیت میں یہود کی تردید تو مقصود ہی ہے کہ یہود جو حضرت عیسیٰ علیہ السلام کو قتل کرنے اور سولی دینے کا عزم کر رہے تھے، اللہ تعالیٰ نے ان کے عزائم کو خاک میں ملا دیا اس تقدیم و تاخیر الفاظ کے ذریعہ اسی کے ساتھ نصاریٰ کی بھی تردید ہو گئی کہ وہ خدا نہیں جو موت سے بری ہوں، ایک وقت آئے گا جب ان کو بھی موت آئے گی۔ (۲۸۷)

وقولهم انا قتلنا المسيح عيسى ابن مريم رسول الله ج وما قتلوه وما صلبوه ولكن شبه لهم ط وان الذين اختلفوا فيه لفي شك منه ط ما لهم به من علم الا اتباع الظن ج وما قتلوه يقيناً ○ بل رفعه الله اليه ط وكان الله عزيزا حكيماً○ (۲۸۸)

ترجمہ: اور (یہود ملعون قرار دیئے گئے) اپنے اس قول پر کہ ہم نے مسیح عیسیٰ بن مریم پیغمبر خدا کو قتل کر دیا حالانکہ انہوں نے نہ اس کو قتل کیا اور نہ سُولی پر چڑھایا بلکہ (خدا کی خفیہ تدبیر کی بدولت) اصل معاملہ ان پر مشتبہ ہو کر رہ گیا اور جو لوگ اس کے قتل کے بارے میں جھگڑ رہے ہیں بلاشبہ وہ اس (عیسیٰ) کی جانب سے شک میں پڑے ہوئے ہیں ان کے پاس حقیقتِ حال کے بارہ میں ظن (اٹکل) کی پیروی کے سوا علم کی روشنی نہیں ہے اور انہوں نے عیسیٰ کو یقیناً قتل نہیں کیا بلکہ ان کو اللہ نے اپنی جانب (ملاءِ اعلیٰ کی جانب) اٹھا لیا اور اللہ غالب حکمت والا ہے۔

وقولهم انا قتلنا المسيح عيسى ابن مريم رسول الله ج اور ان کے اس کہنے کی وجہ سے کہ ہم نے مسیح عیسیٰ بن مریم کو (جو بزعم خود) رسول اللہ تھا قتل کر دیا یا یہودیوں نے حضرت عیسیٰ کو رسول اللہ بطور استہزاء کہا ہو (کیونکہ حضرت عیسیٰ کی رسالت کا اعتقاد ان کا نہ تھا) یہ بھی ممکن ہے کہ انہوں نے رسول اللہ کی جگہ برا لفظ کہا ہو لیکن اللہ نے ان کے لفظ کی جگہ اپنی طرف سے لفظ رسول اللہ بطور مدح فرما دیا تا کہ یہ معلوم ہو جائے کہ رسول اللہ کو برے الفاظ سے ذکر کرنے والے مستحق ملامت ہیں۔

وما قتلوه وما صلبوه ولكن شبه لهم ط اور انہوں نے عیسیٰ کو نہ قتل کیا نہ صلیب دی بلکہ اُن کو اشتباہ ہو گیا۔ روایت میں

آیا ہے کہ یہودیوں کی ایک جماعت نے حضرت عیسیٰؑ اور آپ کی والدہ کو گالیاں دیں آپ نے ان کے لئے بددعا کی حضرت کی بددعا سے اللہ نے ان کی صورتیں بندروں اور سوروں کی طرح کر دیں اس پر سب یہودی آپ کے قتل پر متفق الرائے ہو گئے مگر اللہ نے آپ کو اطلاع دے دی کہ تم آسمان کی طرف اٹھالیا جائے گا۔

بعض روایات میں آیا ہے کہ حضرت عیسیٰؑ نے اپنے ساتھیوں سے فرمایا تم میں سے کون اس بات پر راضی ہے کہ اس کو میری شکل دے دی جائے اور اس کو قتل کر کے صلیب پر لٹکا دیا جائے اور جنت میں داخل ہو جائے ایک شخص نے اٹھ کر اظہار رضا مندی کیا اللہ نے اس کی شکل حضرت عیسیٰؑ جیسی کر دی۔ اس کو قتل کر کے صلیب دے دی گئی۔ کذا اخرج النسائی عن ابن عباسؓ۔ بغوی نے ذکر کیا ہے کہ اللہ نے اس شخص کی شکل عیسیٰؑ جیسی بنادی تھی جس نے یہودیوں کو حضرت عیسیٰؑ کی نشان دہی کی تھی۔

حضرت ابن عباسؓ کا قول ہے کہ یہودیوں کے سردار یہودا نے ایک شخص کو جس کا نام طیطانوس تھا مقرر کیا تھا کہ گھر میں گھس کر حضرت عیسیٰؑ کو قتل کر دے مگر اللہ نے حضرت عیسیٰؑ کو اٹھالیا اور طیطانوس کی صورت عیسیٰؑ جیسی بنادی جب وہ باہر نکل کر آیا تو لوگوں نے اس کو عیسیٰ سمجھ کر پکڑ کر مار ڈالا اور صلیب دے دی۔ بعض کا قول ہے کہ لوگوں نے حضرت عیسیٰؑ کو ایک مکان میں بند کر دیا تھا اور ایک چوکیدار نگرانی کے لئے مقرر کر دیا تھا۔ اللہ نے اس چوکیدار کی صورت عیسیٰ جیسی کر دی اور لوگوں نے اسی کو قتل کر دیا۔ واللہ اعلم۔

وان الذین اختلفوا فیہ لفی شک منہ ط کوئی شبہ نہیں کہ جن لوگوں نے عیسیٰؑ کے قتل کے معاملے میں اختلاف کیا وہ اس کے قتل کے متعلق تردد میں ہیں۔ کلبی نے کہا ان کا اختلاف یہ تھا کہ یہودی مدعی تھے ہم نے عیسیٰؑ کا قتل نہیں کیا اور نصاریٰ کا ایک گروہ قائل تھا کہ ہم نے قتل کیا اور نصاریٰ ہی کا ایک گروہ کہتا تھا نہ یہودیوں نے قتل کیا نہ عیسائیوں نے بلکہ اللہ نے ان کو آسمان کی طرف اٹھالیا ہماری نظروں کے سامنے ایسا ہوا تھا۔ یہ بھی کہا گیا کہ اللہ نے طیطانوس کی صرف شکل عیسیٰؑ کی طرح کر دی تھی باقی جسمانی حالت اس کی اصلی تھی اس لئے کچھ لوگ کہنے لگے ہم نے عیسیٰؑ کو قتل کر دیا صورت اسی کی تھی دوسرے لوگوں نے کہا نہیں قتل نہیں کیا جسم عیسیٰؑ کا نہ تھا۔ سدی کا قول ہے اختلاف کی صورت یہ تھی کہ ان لوگوں نے کہا اگر یہ عیسیٰؑ ہے تو ہمارا آدمی کہاں گیا اور یہ ہمارا آدمی ہے تو عیسیٰؑ کہاں گیا۔

بعض علماء کا قول ہے کہ فیہ کی ضمیر عیسیٰ کی طرف راجع ہے مطلب یہ ہے کہ عیسیٰؑ کے معاملے میں لوگوں نے اختلاف کیا کسی نے کہا عیسیٰ جھوٹا تھا ہم نے اس کو قتل کر دیا اور ٹھیک کیا کچھ لوگوں کو تردد ہوا (کہ معلوم نہیں عیسیٰ جھوٹا تھا یا سچا اور ہم نے قتل صحیح کیا یا غلط) بعض لوگوں نے حضرت عیسیٰؑ سے سن لیا تھا کہ اللہ مجھے آسمان پر اٹھالے گا انہوں نے کہا عیسیٰؑ کو آسمان کی طرف اٹھالیا گیا۔

ما لھم بہ من علم الا اتباع الظن ج سوائے تخمین پر چلنے کے ان کے پاس (عیسیٰؑ کے قتل وعدم قتل کا) کوئی یقینی علم (یا یوں ترجمہ کیا جائے کہ عیسیٰؑ کے قتل کی ان کے کوئی دلیل نہیں)۔

وما قتلوہ یقیناo اور یقینی امر ہے کہ عیسیٰؑ کو انہوں نے قتل نہیں کیا۔ یا یہ مطلب ہے کہ ان کا خود بھی خیال ہے کہ عیسیٰ کو قتل کر دینا یقینی امر نہیں فراء نے یہ مطلب بیان کیا کہ جس کو انہوں نے قتل کیا اس کے عیسیٰؑ ہونے کا ان کو یقین نہیں۔

بل رفعہ اللہ الیہ ط بلکہ اللہ نے ان کو اپنی طرف اٹھالیا اس جملہ میں عیسیٰ کے قتل کی تردید اور آپ کے اٹھائے جانے کا اثبات ہے۔ **(۲۸۹)**

یہود یقین رکھتے ہیں کہ انہوں نے مکر وفریب سے عیسیٰ علیہ السلام کو مصلوب کر دیا اور عیسائی بھی یہی سمجھتے ہیں کہ انہیں مصلوب کیا گیا تھا لیکن اس کی حقیقت وہ ہے جو اللہ تعالیٰ نے قرآن مجید میں ارشاد فرمائی۔ اللہ تعالیٰ نے اپنے بندوں کو صحیح صورت حال سے آگاہ فرماتے ہوئے فرمایا کہ اس نے انہیں اس حالت میں اپنی طرف اٹھایا کہ وہ سو رہے تھے یعنی نیند کی حالت میں زمین پر ان کی زندگی کے دن پورے کر کے زندہ ہی اپنی طرف اٹھایا تا کہ وہ اپنے دشمنوں کے ہاتھوں اذیت سے بچ جائیں اور فی الوقت ان کا رشتہ ان دنیا والوں سے منقطع ہو جائے جو اس زمانے کے بعض بادشاہوں کے اشارے پر ان کے قتل کے درپے تھے۔

حسن بصری اور محمد بن اسحٰق بیان کرتے ہیں کہ جس شخص نے عیسیٰ علیہ السلام کا قتل یا انہیں سولی دینے کا حکم دیا تھا اور انہیں بیت المقدس کے قریب ایک گھر میں محصور کروایا تھا، اس کا نام داؤد بن نور تھا۔ جب اس داؤد بن نور کے حکم پر عیسیٰ علیہ السلام کو سولی دینے کے لئے اس گھر سے باہر نکال کر لے جایا جانے لگا اس وقت جمعہ کا دن گزر کر ہفتے (سنیچر) کی رات شروع ہو چکی تھی۔

بہر کیف جیسی خدا کی مرضی تھی عیسیٰ علیہ السلام کے ساتھیوں میں سے جو وہاں حاضر تھے ایک شخص کی صورت ان کے مشابہ کر دی گئی اور جو سپاہی انہیں مصلوب کرنے کے لئے صلیب تک لے جانے کے لئے آئے تھے وہ اس شخص کو عیسیٰ علیہ السلام سمجھ کر اپنے ساتھ لے گئے جب کہ اللہ تعالیٰ نے انہیں اس گھر کے ایک روشندان سے نکال کر آسمان کی طرف اٹھالیا اور انہیں اس طرح باہر جاتے اس گھر کے لوگوں نے دیکھا مگر ان کے اور دوسرے یہودیوں کے علاوہ بہت سے نصرانیوں نے بھی مذکورہ بالا حاکم کے خوف سے اس بات کی گواہی دی کہ واقعی عیسیٰ علیہ السلام کو سولی دے دی گئی اور اس کی وجہ یہ بتائی گئی کہ وہ (خدانخواستہ) لوگوں کو اپنی باتوں سے گمراہ کر رہے تھے (نعوذ باللہ من ذلک) جب کہ بات خود اپنی جگہ انتہائی گمراہ کن تھی۔ (۲۹۰)

وما قتلوہ یقیناً o بل رفعہ اللّٰہ الیہ ط یعنی یہودیوں نے یقیناً حضرت عیسیٰ علیہ السلام کو قتل نہیں کیا، بلکہ ان کو تو اللہ نے اپنی طرف اٹھالیا، اپنی طرف اٹھالینا روح مع جسد کے زندہ اٹھالینے کے لئے ہی بولا جاتا ہے۔ (۲۹۱)

اللہ تعالیٰ نے ان کو یہودیوں کے ہاتھ سے نجات دینے کے لئے آسمان پر زندہ اٹھالیا نہ ان کو قتل کیا جا سکا نہ سولی پر چڑھایا جا سکا، وہ زندہ آسمان پر موجود ہیں اور قرب قیامت میں آسمان سے نازل ہو کر یہودیوں پر فتح پائیں گے، اور آخر میں طبعی موت سے وفات پائیں گے۔ (۲۹۲)

وقیل اختلافھم أن عوامھم قالوا قتلنا عیسی. وقال من عاین رفعه الی السماء : ما قتلناہ. وقیل : اختلافھم أن النسطوریة من النصاری قالوا : صلب عیسی من جھة ناسوته لا من جھة لاُھوته. وقالت الملکانیة : رفع الصلب والقتل علی المسیح بکاله ناسوته ولا ھوته . وقیل : اختلافھم ھو أنھم قالوا : ان کان ھذا صاحبنا فأین عیسی ! اوان کان ھذا عیسی فأین صاحبنا ؟! وقیل : اختلافھم ھو أن الیھود قالوا : نحن قتلناہ ، لأن یھوذا رأس الیھود وھو الذی سعی فی قتله . وقالت طائفة من النصاری : بل قتلناہ نحن . وقالت طائفة منھم : بل رفعه اللّٰہ الی السماء ونحن ننظر الیه. (۲۹۳)

یہود و نصاریٰ کو زبردست مغالطہ ہو گیا تھا، حقیقی واقعہ ان سے پوشیدہ رہا، اور اپنے اپنے گمان و قیاس کے مطابق انہوں نے طرح طرح کے دعوے کیے، اور ان کے آپس ہی میں اختلافات پیدا ہو گئے، اسی حقیقت کی طرف قرآن کریم کے ان الفاظ میں اشارہ کیا گیا ہے: وان الذین اختلفوا فیه لفی شک منه ما لھم به من علم الا اتباع الظن وما قتلوہ یقیناً o کہ ان کے پاس صحیح علم کی بنیاد پر کوئی یقینی بات نہیں ہے، جن جن لوگوں نے حضرت مسیح علیہ السلام کے بارے میں اختلاف کر کے طرح طرح کے دعوے کیے ہیں یہ سب شک اور اٹکل کی باتیں ہیں، صحیح صورت واقعہ یہ ہے کہ انہوں نے حضرت مسیح علیہ السلام کو یقیناً قتل نہیں کیا، بلکہ اللہ تعالیٰ نے ان کو اپنی طرف اٹھالیا۔

بعض روایات میں یہ بھی ہے کہ کچھ لوگوں کو تنبہ ہوا تو انہوں نے کہا کہ ہم نے تو اپنے ہی آدمی کو قتل کر دیا ہے، اس لئے کہ یہ مقتول چہرے میں تو حضرت مسیح (علیہ السلام) کے مشابہ ہے، لیکن باقی جسم میں ان کی طرح نہیں، اور یہ کہ اگر یہ مقتول مسیح (علیہ السلام) ہیں تو ہمارا آدمی کہاں ہے اور اگر یہ ہمارا آدمی ہے تو مسیح (علیہ السلام) کہاں ہیں؟ (۲۹۴)

لیؤمنن به قبل موته:

وان من اھل الکتاب الا لیؤمنن به قبل موته ج ویوم القیٰمة یکون علیھم شھیداً o (۲۹۵)

ترجمہ: اور کوئی اہل کتاب میں سے باقی نہ رہے گا مگر یہ کہ وہ ضرور ایمان لائے گا عیسیٰ ؑ پر اُس (عیسیٰ ؑ) کی موت سے پہلے اور وہ (عیسیٰ ؑ) قیامت کے دن ان پر (اہل کتاب پر) گواہ بنے گا۔

عیسیٰ بن مریم (علیہما السلام) خدائے برتر کی حکمت و مصلحت کو پورا کرنے کے لئے کائنات ارضی پر واپس تشریف لائیں گے اور اس عینی مشاہدہ کے وقت اہل کتاب (یہود و نصاریٰ) میں سے ہر ایک موجود ہستی کو قرآن کے فیصلہ کے مطابق عیسیٰ (علیہ السلام) پر ایمان لے آنے کے سوا کوئی چارۂ کار باقی نہ رہے گا۔ اور پھر جب وہ اپنی مدتِ حیات ختم کر کے موت کی آغوش سے دوچار ہو جائیں گے تو قیامت کے دن اپنی امت (اہلِ کتاب) پر اسی طرح گواہ ہوں گے۔ (۲۹۶)

اہل کتاب (یہ گمراہی چھوڑ کر) ان (عیسیٰ ؑ) کی موت سے قبل ان پر ایمان لے آئیں گے یعنی جب انہیں اللہ تعالیٰ دوبارہ زمین پر اس لئے اتارے گا کہ وہ اہل ایمان کو دجّال مردود کی، جو مسیح ؑ ہونے کا جھوٹا دعویٰ کرے گا، گمراہ کن باتوں سے بچانے کے لئے اس کے خلاف جہاد کریں۔ (یہ وضاحت عیسیٰ علیہ السلام کے آسمان کی طرف اٹھائے جانے کے ذکر کے ساتھ مختلف کتابوں میں پائی جاتی ہے) اس کے علاوہ ان کتابوں میں یہ بھی لکھا ہے کہ عیسیٰ علیہ السلام جب دوبارہ زمین پر تشریف لائیں گے تو وہ دجّال کے خلاف جہاد کرتے ہوئے خنزیروں کو ہلاک کرنے کا حکم دیں گے اور اس زمانے کے عام لوگوں کو دین اسلام کی پیروی کا حکم دیں گے۔ (۲۹۷)

و انه لعلم للساعة (۲۹۸)

یعنی جناب روح اللہ قیامت کے قائم ہونے کا نشان اور علامت ہیں قیامت کے قائم ہونے کی۔ حضرت مجاہد فرماتے ہیں کہ یہ نشان ہیں قیامت کے یعنی حضرت عیسیٰ بن مریم علیہ السلام کا قیامت سے پہلے آنا۔ اسی طرح روایت کی گئی ہے حضرت ابو ہریرہؓ سے اور حضرت ابن عباسؓ سے اور یہی مروی ہے ابوالعالیہ ابو مالک، عکرمہ حسن قتادہ ضحاک وغیرہ سے ﴿رحمہم اللّٰہ تعالیٰ﴾ اور متواتر احادیث میں رسول اللہ ﷺ نے خبر دی ہے کہ قیامت کے دن سے پہلے حضرت عیسیٰ علیہ السلام امام عادل اور حاکم باانصاف ہو کر نازل ہوں گے پس تم قیامت کا ہونا یقینی جانو اس میں شک شبہ نہ کرو اور جو خبریں تمہیں دے رہا ہوں اس میں میرے تابعداری کرو۔ یہی صراط مستقیم ہے۔ (۲۹۹)

قال رسول اللّٰہ ﷺ والذی نفسی بیده لیوشکن ان ینزل فیکم ابن مریم حکماً عدلاً فیکسر الصلیب ویقتل الخنزیر ویضع الجزیة ویفیض المال حتی لا یقبله احد و حتی تکون السجدة لواحدة خیرا لهٗ من الدنیا وما فیها ثم قال ابو هریرة اقرؤا ان شئتم ﴿وان من اهل الکتاب الا لیؤمنن به قبل موته ویوم القیٰمة یکون علیهم شهیداً o﴾ (۳۰۰)

ترجمہ: رسول اللہ ﷺ نے ارشاد فرمایا ''اُس ذات کی قسم جس کے قبضہ میں میری جان ہے ضرور وہ وقت آنے والا ہے کہ تم میں عیسیٰ بن مریم حاکم و عادل بن کر اُتریں گے، وہ صلیب کو توڑیں گے اور خنزیر کو قتل کریں گے (یعنی موجودہ عیسائیت کو مٹائیں گے) اور جزیہ اٹھا دیں گے (یعنی نشانِ الٰہی کے مشاہدہ کے بعد اسلام کے سوا کچھ بھی قبول نہیں ہوگا اور اسلامی احکام میں بادشاہ رسول ﷺ جزیہ کا حکم اسی وقت تک کے لئے ہے) اور مال کی اس درجہ کثرت ہوگی کہ کوئی اس کو قبول کرنے والا نہیں ملے گا اور خدا کے سامنے ایک سجدہ دنیا و مافیہا سے زیادہ قیمت رکھے گا (یعنی مالی کثرت کی وجہ سے خیرات و صدقات کے مقابلے میں عبادتِ نافلہ کی اہمیت بڑھ جائے گی) پھر ابو ہریرہؓ نے فرمایا اگر تم (قرآن سے اس کا استشہاد) چاہو تو یہ آیت پڑھو (**وان من اهل الکتاب** ۔الآیہ) اور کوئی اہل کتاب میں سے نہ ہوگا مگر (عیسیٰ ؑ کی) موت سے پہلے اس پر (عیسیٰ ؑ پر) ضرور ایمان لے آئیگا اور وہ (عیسیٰ ؑ) قیامت کے دن اُن پر گواہ ہوگا۔

قال رسول اللّٰہ ﷺ کیف انتم اذا نزل ابن مریم فیکم و امامکم منکم. (۳۰۱)

ترجمہ: رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: ''اس وقت تمہارا کیا حال ہوگا جب تم میں ابن مریم اتریں گے اور اس حالت میں اتریں گے کہ تم ہی میں سے ایک شخص تمہاری امامت کر رہا ہوگا۔''

اور محدث ابن ابی حاتم نے اور جلیل القدر محدث و مفسر ابن جریر طبریؒ نے بروایت حسن بصری (رحمہ اللہ) بسندِ صحیح حیات و نزولِ عیسیٰ بن مریم سے متعلق ایک روایت نقل کی ہے اس میں ہے:

قال رسول ﷺ للیهود ان عیسیٰ لم یمت وانه راجعٌ الیکم قبل یوم القیٰمة (۳۰۱)

ترجمہ: رسول اللہ ﷺ نے یہود سے فرمایا: ''عیسیٰ (علیہ السلام) مرے نہیں اور بلاشبہ وہ قیامت سے پہلے تمہاری جانب لوٹ کر آئیں گے۔''

حواشی وحوالہ جات باب سوئم

حضرت محمد ﷺ سے قبل انبیاءؑ کے معجزات کا جائزہ

نمبر شمار	کتاب کا نام	مصنف کا نام	شہر کا نام	ادارہ اشاعت	سن اشاعت	صفحہ نمبر	جلد نمبر
۱	عمدۃ الفقہ کتاب الایمان	مولانا سید زوار حسین شاہؒ	کراچی	ادارہ مجددیہ	۱۹۸۱ء	۳۰	۱
۲	القرآن	۲ : ۲۵۳					
۳	قصص القرآن	مولانا محمد حفظ الرحمٰن سیوہاری	کراچی	میر محمد کتب خانہ	۱۳۶۰ھ	۱۷	۱
۴	القرآن	۳۸ : ۷۱					
۵	قصص القرآن	مولانا محمد حفظ الرحمٰن سیوہاری	کراچی	میر محمد کتب خانہ	۱۳۶۰ھ	۶۳،۶۴	۱
۶	ایضاً	"	"	"	"	۶۴	"
۷	ایضاً	"	"	"	"	"	"
۸	معارف القرآن	مفتی محمد شفیع	کراچی	ادارۃ المعارف	۲۰۰۵ء	۵۹۲	۳
۹	تفسیر مظہری	قاضی محمد ثناء اللہ عثمانی	لاہور	خزینۃ العلم	۱۳۸۴ھ	۲۲۹	۴
۱۰	القرآن	۷ : ۶۴					
۱۱	معارف القرآن	مفتی محمد شفیع	کراچی	ادارۃ المعارف	۲۰۰۵ء	۵۹۳	۳
۱۲	ایضاً	"	"	"	"	"	"
۱۳	ایضاً	"	"	"	"	"	"
۱۴	ایضاً	"	"	"	"	۵۹۴،۵۹۵	"
۱۵	معارف القرآن	مفتی محمد شفیع	کراچی	ادارۃ المعارف	۲۰۰۵ء	۵۹۵	۳
۱۶	القرآن	۴۹ : ۱۴					
۱۷	القرآن	۳۱ : ۲۶،۲۷					
۱۸	معارف القرآن	مفتی محمد شفیع	کراچی	ادارۃ المعارف	۲۰۰۵ء	۲۰۴	۶
۱۹	القرآن	۷۱ : ۲۶،۲۷					
۲۰	القرآن	۱۱ : ۳۶ تا ۴۰					
۲۱	معارف القرآن	مفتی محمد شفیع	کراچی	ادارۃ المعارف	۲۰۰۵ء	۶۱۸،۶۱۹	۴

نمبر شمار	کتاب کا نام	مصنف کا نام	شہر کا نام	ادارۂ اشاعت	سن اشاعت	صفحہ نمبر	جلد نمبر
۲۲	القرآن	۷۱ : ۵، ۶					
۲۳	معارف القرآن	مفتی محمد شفیع	کراچی	ادارۃ المعارف	۲۰۰۵ء	۶۱۹	۳
۲۴	ایضاً	"	"	"	"	۶۲۰	"
۲۵	القرآن	۵۴ : ۹ تا ۱۶					
۲۶	معارف القرآن	مفتی محمد شفیع	کراچی	ادارۃ المعارف	۲۰۰۵ء	۳۲۹	۶
۲۷	ایضاً	"	"	"	"	۴۲۳	۳
۲۸	ایضاً	"	"	"	"	۵۹۶	۳
۲۹	ایضاً	"	"	"	"	"	"
۳۰	رحمۃ اللعالمین سیرۃ النبی ﷺ	قاضی محمد سلیمان منصور پوری	لاہور	شیخ غلام علی اینڈ سنز	۱۹۷۹ء	۱۶۶	-
۳۱	قصص القرآن (حصہ اول)	مولانا محمد حفظ الرحمٰن سیوہاروی	کراچی	میر محمد کتب خانہ	۱۳۶۹ھ	۱۲۲	۱
۳۲	تفسیر ابن کثیر	حافظ عماد الدین ابو الفداء اسمٰعیل بن کثیر	لاہور	مکتبہ قدوسیہ	۱۹۹۹ء	۱۸۱	۲
۳۳	قصص القرآن (حصہ اول)	مولانا محمد حفظ الرحمٰن سیوہاروی	کراچی	میر محمد کتب خانہ	۱۳۶۹ھ	۱۲۳	۱
۳۴	ایضاً	"	"	"	"	"	"
۳۵	ایضاً	"	"	"	"	۱۲۴	"
۳۶	ایضاً	"	"	"	"	۱۲۵	"
۳۷	القرآن	۷ : ۷۴					
۳۸	قصص القرآن (حصہ اول)	مولانا محمد حفظ الرحمٰن سیوہاروی	کراچی	میر محمد کتب خانہ	۱۳۶۹ھ	۲۵، ۲۶	۱
۳۹	ایضاً	"	"	"	"	۱۲۷	"
۴۰	القرآن	۱۱ : ۶۱ تا ۶۳					
۴۱	معارف القرآن	مفتی محمد شفیع	کراچی	ادارۃ المعارف	۲۰۰۵ء	۶۳۸، ۶۳۹	۴
۴۲	القرآن	۵۴ : ۲۳ تا ۲۶					
۴۳	معارف القرآن	مفتی محمد شفیع	کراچی	ادارۃ المعارف	۲۰۰۵ء	۲۳۲، ۲۳۳	۸
۴۴	ایضاً	"	"	"	"	۶۴۳	۴
۴۵	القرآن	۱۱ : ۶۴					
۴۶	القرآن	۵۴ : ۲۷، ۲۸					
۴۷	معارف القرآن	مفتی محمد شفیع	کراچی	ادارۃ المعارف	۲۰۰۵ء	۲۳۳	۸
۴۸	القرآن	۵۴ : ۲۹ تا ۳۱					
۴۹	القرآن	۹۱ : ۱۱ تا ۱۵					
۵۰	القرآن	۲۶ : ۱۵۵ تا ۱۵۸					
۵۱	القرآن	۱۱ : ۶۵ تا ۶۸					
۵۲	معارف القرآن	مفتی محمد شفیع	کراچی	ادارۃ المعارف	۲۰۰۵ء	۶۴۳	۴
۵۳	قصص القرآن	مولانا محمد حفظ الرحمٰن سیوہاروی	کراچی	میر محمد کتب خانہ	۱۳۶۹ھ	۱۵۱	۱
۵۴	القرآن	۶ : ۷۴					

نمبر شمار	کتاب کا نام	مصنف کا نام	شہر کا نام	ادارۂ اشاعت	سن اشاعت	صفحہ نمبر	جلد نمبر
۵۵	قصص القرآن	مولانا محمد حفظ الرحمٰن سیوہاری	کراچی	میر محمد کتب خانہ	۱۳۶۹ھ	۱۵۱،۱۵۲	۱
۵۶	القرآن	۲ : ۱۴۳					
۵۷	معارف القرآن	مفتی محمد شفیع	کراچی	ادارۃ المعارف	۲۰۰۵ء	۳۰۹،۳۱۰	۱
۵۸	ایضاً	"	"	"	"	"	"
۵۹	القرآن	۳۱ : ۶۷					
۶۰	معارف القرآن	مفتی محمد شفیع	کراچی	ادارۃ المعارف	۲۰۰۵ء	۱۹۳تا۱۹۵	۸
۶۱	القرآن	۳۱ : ۶۸					
۶۲	معارف القرآن	مفتی محمد شفیع	کراچی	ادارۃ المعارف	۲۰۰۵ء	۱۹۵	۸
۶۳	کنز الایمان ترجمۃ القرآن	امام احمد رضا خان بریلوی	لاہور	ضیاء القرآن پبلیکیشنز	۱۹۷۸ء	۵۸۹	۱
۶۴	القرآن	۳۱ : ۶۹، ۷۰					
۶۵	معارف القرآن	مفتی محمد شفیع	کراچی	ادارۃ المعارف	۲۰۰۵ء	۱۹۵	۸
۶۶	مثنوی مولوی معنوی	مولانا جلال الدین رومی	کانپور	مطبع مجید کانپور	۱۳۱۶ھ	۴۳	دفتر اول
۶۷	معارف القرآن	مفتی محمد شفیع	کراچی	ادارۃ المعارف	۲۰۰۵ء	۲۰۱،۲۰۲	۸
۶۸	تفسیر مظہری	قاضی ثناء اللہ عثمانی	لاہور	خزینۃ العلم	۱۳۸۴ھ	۳۰۴،۳۰۵	۷
۶۹	القرآن	۳۱ : ۷۱ تا ۷۳					
۷۰	معارف القرآن	مفتی محمد شفیع	کراچی	ادارۃ المعارف	۲۰۰۵ء	۱۹۵،۱۹۶	۸
۷۱	ایضاً	"	"	"	"	۳۱۱،۳۱۲	۱
۷۲	القرآن	۳۷ : ۱۰۲					
۷۳	معارف القرآن	مفتی محمد شفیع	کراچی	ادارۃ المعارف	۲۰۰۵ء	۳۱۲،۳۱۳	۱
۷۴	القرآن	۵۳ : ۳۷					
۷۵	القرآن	۵۱ : ۲۴ تا ۳۰					
۷۶	معارف القرآن	مفتی محمد شفیع	کراچی	ادارۃ المعارف	۲۰۰۵ء	۱۶۵	۸
۷۷	القرآن	۲ : ۲۶۰					
۷۸	معارف القرآن	مفتی محمد شفیع	کراچی	ادارۃ المعارف	۲۰۰۵ء	۶۲۲،۶۲۳	۱
۷۹	دائرہ معارف اسلامیہ		لاہور	دانش گاہ پنجاب	۱۹۷۳ء	۷۸۲،۷۸۳	۲۱
۸۰	قصص القرآن	مولانا محمد حفظ الرحمٰن سیوہاری	کراچی	میر محمد کتب خانہ	۱۳۶۹ھ	۳۷۰	۱
۸۱	القرآن	۲۰ : ۳۷ تا ۴۰					
۸۲	معارف القرآن	مفتی محمد شفیع	کراچی	ادارۃ المعارف	۲۰۰۵ء	۸۰،۸۱	۶
۸۳	ایضاً	"	"	"	"	۸۲	"
۸۴	القرآن	۲۸ : ۷ تا ۱۳					
۸۵	قصص القرآن	مولانا محمد حفظ الرحمٰن سیوہاری	کراچی	میر محمد کتب خانہ	۱۳۶۹ھ	۳۷۵	۱
۸۶	القرآن	۲۸ : ۱۳					
۸۷	القرآن	۲۸ : ۱۵ تا ۲۱					
۸۸	القرآن	۲۰ : ۴۰					

نمبر شمار	کتاب کا نام	مصنف کا نام	شہر کا نام	ادارۂ اشاعت	سن اشاعت	صفحہ نمبر	جلد نمبر
۸۹	قصص القرآن	مولانا محمد حفظ الرحمٰن سیوہاری	کراچی	میر محمد کتب خانہ	۱۳۶۹ھ	۳۸۰	۱
۹۰	القرآن	۲۸ : ۲۲ تا ۲۵					
۹۱	القرآن	۲۰ : ۴۰ تا ۴۴					
۹۲	معارف القرآن	مفتی محمد شفیع	کراچی	ادارۃ المعارف	۲۰۰۵ء	۸۱	۶
۹۳	القرآن	۲۸ : ۳۳					
۹۴	القرآن	۲۶ : ۱۴					
۹۵	القرآن	۲۸ : ۲۹					
۹۶	القرآن	۲۰ : ۱۰					
۹۷	قصص القرآن	مولانا محمد حفظ الرحمٰن سیوہاری	کراچی	میر محمد کتب خانہ	۱۳۶۹ھ	۳۹۲	۱
۹۸	القرآن	۲۸ : ۳۰					
۹۹	القرآن	۲۰ : ۱۱ تا ۱۳					
۱۰۰	القرآن	۲۰ : ۱۷					
۱۰۱	القرآن	۲۰ : ۱۸					
۱۰۲	القرآن	۲۰ : ۱۹					
۱۰۳	القرآن	۲۰ : ۲۰					
۱۰۴	قصص القرآن	مولانا محمد حفظ الرحمٰن سیوہاری	کراچی	میر محمد کتب خانہ	۱۳۶۹ھ	۲۹۵	۱
۱۰۵	القرآن	۲۰ : ۲۱					
۱۰۶	قصص القرآن	مولانا محمد حفظ الرحمٰن سیوہاری	کراچی	میر محمد کتب خانہ	۱۳۶۹ھ	۳۹۵،۳۹۶	۱
۱۰۷	القرآن	۲۰ : ۲۲					
۱۰۸	قصص القرآن	مولانا محمد حفظ الرحمٰن سیوہاری	کراچی	میر محمد کتب خانہ	۱۳۶۹ھ	۳۹۶	۱
۱۰۹	القرآن	۲۰ : ۲۳					
۱۱۰	القرآن	۲۸ : ۳۲					
۱۱۱	قصص القرآن	مولانا محمد حفظ الرحمٰن سیوہاری	کراچی	میر محمد کتب خانہ	۱۳۶۹ھ	۳۹۶	۱
۱۱۲	القرآن	۷ : ۱۰۳ تا ۱۱۰					
۱۱۳	معارف القرآن	مفتی محمد شفیع	کراچی	ادارۃ المعارف	۲۰۰۵ء	۲۲	۴
۱۱۴	ایضاً	"	"	"	"	۹۴،۹۵	۶
۱۱۵	القرآن	۲۰ : ۶۵ تا ۷۰					
۱۱۶	مثنوی مولوی معنوی	مولانا جلال الدین رومی	کانپور	مطبع مجید کانپور	۱۳۱۶ھ	۱۱	دفتر اول
۱۱۷	مفتاح العلوم	مولوی محمد نذیر نقشبندی	لاہور	شیخ شوکت علی اینڈ سنز	۱۹۵۴ء	۱۴۳	دفتر اول (حصہ اول)
۱۱۸	مثنوی مولوی معنوی	مولانا جلال الدین رومی	کانپور	مطبع مجید کانپور	۱۳۱۶ھ	۱۱	دفتر اول
۱۱۹	مفتاح العلوم	مولوی محمد نذیر نقشبندی	لاہور	شیخ شوکت علی اینڈ سنز	۱۹۵۴ء	۱۴۳	دفتر اول (حصہ اول)
۱۲۰	مثنوی مولوی معنوی	مولانا جلال الدین رومی	کانپور	مطبع مجید کانپور	۱۳۱۶ھ	۱۱	دفتر اول

نمبر شمار	مصنف کا نام	کتاب کا نام	شہر کا نام	ادارۂ اشاعت	سن اشاعت	صفحہ نمبر	جلد نمبر
۱۲۱	مفتاح العلوم	مولوی محمد نذیر نقشبندی	لاہور	شیخ شوکت علی اینڈ سنز	۱۹۵۴ء	۱۴۳	دفتر اول (حصہ اول)
۱۲۲	معارف القرآن	مفتی محمد شفیع	کراچی	ادارۃ المعارف	۲۰۰۵ء	۹۵،۹۶	۶
۱۲۳	مثنوی مولوی معنوی	مولانا جلال الدین رومی	کانپور	مطبع مجید کانپور	سنہ ۱۲۱۶ھ	۴۴	دفتر اول
۱۲۴	مفتاح العلوم	مولوی محمد نذیر نقشبندی	لاہور	شیخ شوکت علی اینڈ سنز	۱۹۵۴ء	۲۵۵	دفتر اول (حصہ دوم)
۱۲۵	مثنوی مولوی معنوی	مولانا جلال الدین رومی	کانپور	مطبع مجید کانپور	سنہ ۱۲۱۶ھ	۴۳	دفتر چہارم
۱۲۶	کلید مثنوی	شبیر علی حبیب الرحمٰن	مظفر گڑھ	اشرف مظفر گڑھ	۱۳۵۰ھ	۱۴	دفتر چہارم
۱۲۷	مثنوی مولوی معنوی	مولانا جلال الدین رومی	کانپور	مطبع کانپور	سنہ ۱۲۱۶ھ	۴۳	دفتر چہارم
۱۲۸	کلید مثنوی	شبیر علی حبیب الرحمٰن	مظفر گڑھ	اشرف مظفر گڑھ	۱۳۵۰ھ	۱۴	دفتر چہارم
۱۲۹	القرآن	۳۶ : ۴۶ تا ۴۸					
۱۳۰	القرآن	۳۶ : ۴۹ تا ۵۱					
۱۳۱	معارف القرآن	مفتی محمد شفیع	کراچی	ادارۃ المعارف	۲۰۰۵ء	۵۲۲،۵۲۳	۶
۱۳۲	القرآن	۱۷ : ۱۰۱ ، ۱۰۲					
۱۳۳	معارف القرآن	مفتی محمد شفیع	کراچی	ادارۃ المعارف	۲۰۰۵ء	۵۲۶	۵
۱۳۴	القرآن	۷ : ۱۳۳ تا ۱۳۵					
۱۳۵	معارف القرآن	مفتی محمد شفیع	کراچی	ادارۃ المعارف	۲۰۰۵ء	۳۶تا۳۹	۴
۱۳۶	القرآن	۷ : ۱۳۶					
۱۳۷	القرآن	۳۶ : ۵۲ ، ۵۳					
۱۳۸	القرآن	۴۴ : ۲۳ ، ۲۴					
۱۳۹	معارف القرآن	مفتی محمد شفیع	کراچی	ادارۃ المعارف	۲۰۰۵ء	۷۶۵،۷۶۶	۷
۱۴۰	القرآن	۳۶ : ۶۱ تا ۶۸					
۱۴۱	معارف القرآن	مفتی محمد شفیع	کراچی	ادارۃ المعارف	۲۰۰۵ء	۵۲۴،۵۲۵	۶
۱۴۲	تفسیر ابن کثیر	حافظ عماد الدین ابو الفداء	لاہور	مکتبہ قدوسیہ	۱۹۹۹ء	۵۸	۵
۱۴۳	معارف القرآن	مفتی محمد شفیع	کراچی	ادارۃ المعارف	۲۰۰۵ء	۹۷	۶
۱۴۴	القرآن	۱۰ : ۹۰ تا ۹۲					
۱۴۵	قصص القرآن	مولانا محمد حفظ الرحمٰن سیوہاری	کراچی	میر محمد کتب خانہ	۱۳۶۹ھ	۴۷۷	۱
۱۴۶	القرآن	۲ : ۶۰					
۱۴۷	القرآن	۲ : ۵۷					
۱۴۸	معارف القرآن	مفتی محمد شفیع	کراچی	ادارۃ المعارف	۱۹۷۷ء	۲۲۸	۱
۱۴۹	ایضاً	"	"	"	"	۲۲۸،۲۲۹	"
۱۵۰	قصص القرآن	مولانا محمد حفظ الرحمٰن سیوہاری	کراچی	میر محمد کتب خانہ	۱۳۶۹ھ	۴۸۲	۱
۱۵۱	القرآن	۷ : ۱۴۲					
۱۵۲	القرآن	۷ : ۱۴۳					
۱۵۳	معارف القرآن	مفتی محمد شفیع	کراچی	ادارۃ المعارف	۱۹۷۷ء	۶۲	۴

نمبر شمار	کتاب کا نام	مصنف کا نام	شہر کا نام	ادارہ اشاعت	سن اشاعت	صفحہ نمبر	جلد نمبر
۱۵۴	قصص القرآن	مولانا محمد حفظ الرحمٰن سیوہاروی	کراچی	میر محمد کتب خانہ	۱۳۶۹ھ	۴۸۴	۱
۱۵۵	القرآن	۷ : ۱۴۳، ۱۴۵					
۱۵۶	معارف القرآن	مفتی محمد شفیع	کراچی	ادارۃ المعارف	۱۹۷۷ء	۶۲	۴
۱۵۷	القرآن	۲ : ۵۱ تا ۵۳					
۱۵۸	القرآن	۲۸ : ۴۳					
۱۵۹	القرآن	۲ : ۹۲، ۹۳					
۱۶۰	قصص القرآن	مولانا محمد حفظ الرحمٰن سیوہاروی	کراچی	میر محمد کتب خانہ	۱۳۶۹ھ	۵۰۲	۱
۱۶۱	القرآن	۲ : ۵۳					
۱۶۲	قصص القرآن	مولانا محمد حفظ الرحمٰن سیوہاروی	کراچی	میر محمد کتب خانہ	۱۳۶۹ھ	۵۰۴تا۵۰۶	۱
۱۶۳	القرآن	۲ : ۵۵					
۱۶۴	قصص القرآن	مولانا محمد حفظ الرحمٰن سیوہاروی	کراچی	میر محمد کتب خانہ	۱۳۶۹ھ	۵۰۹	۱
۱۶۵	القرآن	۲ : ۶۳					
۱۶۶	معارف القرآن	مفتی محمد شفیع	کراچی	ادارۃ المعارف	۱۹۷۷ء	۲۳۰	۱
۱۶۷	القرآن	۷ : ۱۷۱					
۱۶۸	قصص القرآن	مولانا محمد حفظ الرحمٰن سیوہاروی	کراچی	میر محمد کتب خانہ	۱۳۶۹ھ	۵۱۱	۱
۱۶۹	قصص القرآن	مولانا محمد حفظ الرحمٰن سیوہاروی	کراچی	میر محمد کتب خانہ	۱۳۶۹ھ	۵۱۳	۱
۱۷۰	القرآن	۵ : ۲۰، ۲۱					
۱۷۱	قصص القرآن	مولانا محمد حفظ الرحمٰن سیوہاروی	کراچی	میر محمد کتب خانہ	۱۳۶۹ھ	۵۱۵	۱
۱۷۲	القرآن	۵ : ۲۴					
۱۷۳	القرآن	۵ : ۲۵، ۲۶					
۱۷۴	معارف القرآن	مفتی محمد شفیع	کراچی	ادارۃ المعارف	۱۹۷۷ء	۲۲۸،۲۲۹	۱
۱۷۵	قصص القرآن	مولانا محمد حفظ الرحمٰن سیوہاروی	کراچی	میر محمد کتب خانہ	۱۳۶۹ھ	۵۱۶	۱
۱۷۶	ایضاً	"	"	"	"	۵۱۷،۵۱۸	"
۱۷۷	القرآن	۲ : ۶۷					
۱۷۸	القرآن	۲ : ۶۸ تا ۷۱					
۱۷۹	قصص القرآن	مولانا محمد حفظ الرحمٰن سیوہاروی	کراچی	میر محمد کتب خانہ	۱۳۶۹ھ	۵۱۸	۱
۱۸۰	القرآن	۲ : ۷۲، ۷۳					
۱۸۱	معارف القرآن	مفتی محمد شفیع	کراچی	ادارۃ المعارف	۱۹۷۷ء	۲۳۵	۱
۱۸۲	قصص القرآن	مولانا محمد حفظ الرحمٰن سیوہاروی	کراچی	میر محمد کتب خانہ	۱۳۶۹ھ	۵۲۰	۱
۱۸۳	ایضاً	"	"	"	"	۵۱۲،۵۱۳	"
۱۸۴	تاریخ ابن کثیر	حافظ ابوالفدا عمادالدین	کراچی	نفیس اکیڈمی	۱۹۸۹ء	۳۵۰	۲
۱۸۵	قصص القرآن	مولانا محمد حفظ الرحمٰن سیوہاروی	کراچی	میر محمد کتب خانہ	۱۳۶۹ھ	۵۷	۲
۱۸۶	القرآن	۲ : ۲۵۱					
۱۸۷	القرآن	۳۸ : ۲۶					
۱۸۸	القرآن	۲۱ : ۷۹					

نمبر شمار	کتاب کا نام	مصنف کا نام	شہر کا نام	ادارہ اشاعت	سن اشاعت	صفحہ نمبر	جلد نمبر
۱۸۹	قصص القرآن	مولانا محمد حفظ الرحمٰن سیوہاری	کراچی	میر محمد کتب خانہ	۱۳۶۹ھ	۵۹	۲
۱۹۰	ایضاً	"	"	"	"	۶۱، ۶۲	"
۱۹۱	القرآن	۱۷ : ۵۵					
۱۹۲	القرآن	۴ : ۱۶۳					
۱۹۳	القرآن	۲۱ : ۷۹					
۱۹۴	القرآن	۳۴ : ۱۰					
۱۹۵	القرآن	۳۸ : ۱۸ ، ۱۹					
۱۹۶	تفسیر ابن کثیر	حافظ عماد الدین ابو الفداء	لاہور	مکتبہ قدوسیہ	۱۹۹۹ء	۲۸۸	۴
۱۹۷	معارف القرآن	مفتی محمد شفیع	کراچی	ادارۃ المعارف	۲۰۰۵ء	۲۵۷، ۲۵۸	۷
۱۹۸	قصص القرآن	مولانا محمد حفظ الرحمٰن سیوہاری	کراچی	میر محمد کتب خانہ	۱۳۶۹ھ	۷۰، ۷۱	۲
۱۹۹	القرآن	۳۴ : ۱۰ ، ۱۱					
۲۰۰	القرآن	۲۱ : ۸۰					
۲۰۱	معارف القرآن	مفتی محمد شفیع	کراچی	ادارۃ المعارف	۲۰۰۵ء	۲۶۱	۷
۲۰۲	تفسیر ابن کثیر	حافظ عماد الدین ابو الفداء	لاہور	مکتبہ قدوسیہ	۱۹۹۹ء	۲۸۸، ۲۸۹	۴
۲۰۳	تفسیر مظہری	قاضی ثناء اللہ عثمانی	لاہور	خزینہ علم وادب	۱۴۲۰ھ	۳۱۳، ۳۱۴	۹
۲۰۴	الصحیح البخاری شریف	محمد بن اسمٰعیل بخاری	کراچی	قرآن محل	۱۹۶۰ء	۷۲۹	۱
۲۰۵	قصص القرآن	مولانا حافظ الرحمٰن سیوہاری	کراچی	میر محمد کتب خانہ	۱۳۶۹ھ	۷۲، ۷۳	۲
۲۰۶	الصحیح البخاری	محمد بن اسمٰعیل بخاری	کراچی	دار الاشاعت	۱۹۸۵ء	۳۴۹	۱
۲۰۷	قصص القرآن	مولانا حافظ الرحمٰن سیوہاری	کراچی	میر محمد کتب خانہ	۱۳۶۹ھ	۹۸، ۵۷	۲
۲۰۸	ایضاً	"	"	"	"	۹۸، ۹۹	
۲۰۹	القرآن	۶ : ۸۴					
۲۱۰	القرآن	۳۸ : ۳۰					
۲۱۱	القرآن	۲۷ : ۱۶					
۲۱۲	القرآن	۲۷ : ۱۵ ، ۱۶					
۲۱۳	قصص القرآن	مولانا حافظ الرحمٰن سیوہاری	کراچی	میر محمد کتب خانہ	۱۳۶۹ھ	۱۰۳	۲
۲۱۴	القرآن	۲۷ : ۱۷ تا ۱۹					
۲۱۵	القرآن	۲۷ : ۲۰ تا ۲۴					
۲۱۶	القرآن	۲۱ : ۸۱					
۲۱۷	معارف القرآن	مفتی محمد شفیع	کراچی	ادارۃ المعارف	۱۹۷۷ء	۲۰۶	۸
۲۱۸	القرآن	۳۴ : ۱۲					
۲۱۹	تفسیر مظہری	قاضی ثناء اللہ	لاہور	مکتبہ رحمانیہ	۱۴۲۰ھ	۳۱۴	۹
۲۲۰	تفسیر ابن کثیر	حافظ عماد الدین ابو الفداء	لاہور	مکتبہ قدوسیہ	۱۹۹۹ء	۳۹۰	۴
۲۲۱	القرآن	۳۸ : ۳۶					
۲۲۲	قصص القرآن	مولانا حافظ الرحمٰن سیوہاری	کراچی	میر محمد کتب خانہ	۱۳۶۹ھ	۱۰۴	۲
۲۲۳	ایضاً	"	"	"	"	۱۰۵، ۱۰۶	"

نمبر شمار	کتاب کا نام	مصنف کا نام	شہر کا نام	ادارۂ اشاعت	سن اشاعت	صفحہ نمبر	جلد نمبر
۲۲۴	القرآن	۳۸ : ۲۵					
۲۲۵	القرآن	۲۷ : ۱۷					
۲۲۶	القرآن	۲۱ : ۸۲					
۲۲۷	قصص القرآن	مولانا حافظ الرحمٰن سیوہاری	کراچی	میر محمد کتب خانہ	۱۳۶۹ھ	۱۰۸،۱۰۷	۲
۲۲۸	القرآن	۳۳ : ۱۲ ، ۱۳					
۲۲۹	القرآن	۳۸ : ۳۷ تا ۳۹					
۲۳۰	معارف القرآن	مفتی محمد شفیع	کراچی	ادارۃ المعارف	۱۹۷۷ء	۲۱۲،۲۱۳	۶
۲۳۱	تفسیر مظہری	قاضی ثناء اللہ	لاہور	مکتبہ رحمانیہ	۱۴۰۷ھ	۳۱۵	۹
۲۳۲	تفسیر ابن کثیر	حافظ عماد الدین ابو الفداء	لاہور	مکتبۂ قدوسیہ	۱۹۹۹ء	۲۹۰	۴
۲۳۳	القرآن	۳۴ : ۱۲					
۲۳۴	معارف القرآن	مفتی محمد شفیع	کراچی	ادارۃ المعارف	۱۹۷۷ء	۲۵۸	۷
۲۳۵	ایضاً	"	"	"	"	۲۶۵	"
۲۳۶	تفسیر ابن کثیر	حافظ عماد الدین ابو الفداء	لاہور	مکتبۂ قدوسیہ	۱۹۹۹ء	۲۹۰	۴
۲۳۷	قصص القرآن	مولانا حافظ الرحمٰن سیوہاری	کراچی	میر محمد کتب خانہ	۱۳۶۹ھ	۱۱۱	۳
۲۳۸	القرآن	۳۴ : ۱۴					
۲۳۹	معارف القرآن	مفتی محمد شفیع	کراچی	ادارۃ المعارف	۱۹۷۷ء	۲۷۴	۷
۲۴۰	تفسیر ابن کثیر	حافظ عماد الدین ابو الفداء	لاہور	مکتبۂ قدوسیہ	۱۹۹۹ء	۲۹۲،۲۹۱	۴
۲۴۱	قصص القرآن	مولانا حافظ الرحمٰن سیوہاری	کراچی	میر محمد کتب خانہ	۱۳۶۹ھ	۱۶۸	۳
۲۴۲	تفسیر مظہری	قاضی ثناء اللہ	لاہور	مکتبہ رحمانیہ	۱۴۰۷ھ	۳۱۲،۳۱۳	۹
۲۴۳	قصص القرآن	مولانا حافظ الرحمٰن سیوہاری	کراچی	میر محمد کتب خانہ	۱۳۶۹ھ	۲۰۳	۳
۲۴۴	صحیح بخاری شریف	ابو عبداللہ محمد بن اسمٰعیل بخاری	لاہور	حامد اینڈ کمپنی	۱۹۸۳ء	۲۹۳	۳
۲۴۵	البدایہ والنہایہ	حافظ عماد الدین ابن کثیر	کراچی	نفیس اکیڈمی اردو بازار	۱۹۸۷ء	۲۷۱	۱
۲۴۶	القرآن	۲۷ : ۱۳۹ تا ۱۴۸					
۲۴۷	معارف القرآن	مفتی محمد شفیع	کراچی	ادارۃ المعارف	۱۹۷۷ء	۴۷۷،۴۷۶	۷
۲۴۸	القرآن	۶۸ : ۴۸ تا ۵۰					
۲۴۹	القرآن	۲۱ : ۸۷ ، ۸۸					
۲۵۰	معارف القرآن	مفتی محمد شفیع	کراچی	ادارۃ المعارف	۱۹۷۷ء	۵۳۹	۸
۲۵۱	ایضاً	"	"	"	"	۳۲۳،۳۲۴	۸
۲۵۲	الصحیح البخاری	محمد بن اسمٰعیل	کراچی	دار الاشاعت	۱۹۸۵ء	۳۳۷،۳۳۶	۲
۲۵۳	البدایہ والنہایہ	حافظ عماد الدین ابن کثیر	کراچی	نفیس اکیڈمی اردو بازار	۱۹۸۷ء	۲۷۱	۱
۲۵۴	ایضاً	"	"	"	"	۲۷۲	"
۲۵۵	معارف القرآن	مفتی محمد شفیع	کراچی	ادارۃ المعارف	۱۹۷۷ء	۴۸۰،۴۷۹	۷
۲۵۶	رحمۃ للعالمین	قاضی محمد سلیمان صاحب سلمان منصور پوری	لاہور	شیخ غلام علی اینڈ سنز	۱۹۳۹ء	۱۳۱،۱۳۰	۳

نمبر شمار	کتاب کا نام	مصنف کا نام	شہر کا نام	ادارۂ اشاعت	سن اشاعت	صفحہ نمبر	جلد نمبر
۲۵۷	القرآن	۳ : ۳۷					
۲۵۸	قصص القرآن	مولانا حفظ الرحمٰن سیوہاری	کراچی	میر محمد کتب خانہ	۱۳۷۱ھ	۴۰،۴۱	۴
۲۵۹	القرآن	۳ : ۴۵ تا ۴۹					
۲۶۰	القرآن	۱۹ : ۱۶ تا ۲۱					
۲۶۱	قصص القرآن	مولانا حفظ الرحمٰن سیوہاری	کراچی	میر محمد کتب خانہ	۱۳۷۱ھ	۴۲	۴
۲۶۲	القرآن	۲۱ : ۹۱					
۲۶۳	القرآن	۶۶ : ۱۲					
۲۶۴	قصص القرآن	مولانا حفظ الرحمٰن سیوہاری	کراچی	میر محمد کتب خانہ	۱۳۷۱ھ	۴۲،۴۳	۴
۲۶۵	القرآن	۲۳ : ۵۰					
۲۶۶	القرآن	۱۹ : ۲۲ تا ۳۳					
۲۶۷	تفسیر بیان القرآن	مولانا ظفر احمد عثمانی	کراچی	تاج اینڈ کمپنی	۱۹۵۳ء	۶۰۸،۶۰۹	
۲۶۸	معارف القرآن	مفتی محمد شفیع	کراچی	ادارۃ المعارف	۱۹۷۷ء	۶۶،۶۷	۲
۲۶۹	قصص القرآن	مولانا حفظ الرحمٰن سیوہاری	کراچی	میر محمد کتب خانہ	۱۳۷۱ھ	۴۶	۴
۲۷۰	القرآن	۲ : ۸۷					
۲۷۱	القرآن	۵ : ۱۱۰					
۲۷۲	القرآن	۵ : ۱۱۰					
۲۷۳	القرآن	۳ : ۴۸ تا ۵۱					
۲۷۴	القرآن	۵ : ۱۱۰					
۲۷۵	معارف القرآن	مفتی محمد شفیع	کراچی	ادارۃ المعارف	۱۹۷۷ء	۶۹،۷۰	۲
۲۷۶	القرآن	۶۱ : ۶					
۲۷۷	قصص القرآن	مولانا حفظ الرحمٰن سیوہاری	کراچی	میر محمد کتب خانہ	۱۳۷۱ھ	۷۶	۴
۲۷۸	القرآن	۳ : ۵۲، ۵۳					
۲۷۹	معارف القرآن	مفتی محمد شفیع	کراچی	ادارۃ المعارف	۱۹۷۷ء	۷۰،۷۱	۲
۲۸۰	معارف القرآن	مفتی محمد شفیع	کراچی	ادارۃ المعارف	۱۹۷۷ء	۷۱	۲
۲۸۱	القرآن	۳ : ۵۴، ۵۵					
۲۸۲	معارف القرآن	مفتی محمد شفیع	کراچی	ادارۃ المعارف	۱۹۷۷ء	۷۳	۲
۲۸۳	ایضاً	"	"	"	"	۷۳	"
۲۸۴	ترجمہ تفسیر القرآن	شبیر احمد عثمانی	بجنور	مدینہ پریس بجنور	۱۳۵۵ھ	۷۳	۱
۲۸۵	معارف القرآن	مفتی محمد شفیع	کراچی	ادارۃ المعارف	۲۰۰۵ء	۷۳	۲
۲۸۶	الدر المنثور فی تفسیر بالماثور	شیخ جلال الدین عبدالرحمٰن سیوطی	ایران	منشورات مکتبہ آیۃ اللہ	۱۳۰۴ھ	۳۶	۲
۲۸۷	معارف القرآن	مفتی محمد شفیع	کراچی	ادارۃ المعارف	۲۰۰۵ء	۷۵،۷۶	۲
۲۸۸	القرآن	۴ : ۱۵۷، ۱۵۸					
۲۸۹	تفسیر مظہری	قاضی ثناء اللہ عثمانی	لاہور	مکتبہ رحمانیہ	۱۳۰۷ھ	۲۱۲،۲۱۳	۳
۲۹۰	البدایہ والنہایہ	حافظ عماد الدین ابن کثیر	کراچی	نفیس اکیڈمی اردو بازار	۱۹۸۷ء	۳۳۲ تا ۳۳۳	۲

نمبر شمار	کتاب کا نام	مصنف کا نام	شہر کا نام	ادارہ اشاعت	سن اشاعت	صفحہ نمبر	جلد نمبر
۲۹۱	معارف القرآن	مفتی محمد شفیع	کراچی	ادارۃ المعارف	۲۰۰۵ء	۷۶	۲
۲۹۲	ایضاً	"	"	"	"	۷۹	"
۲۹۳	تفسیر قرطبی						
۲۹۴	معارف القرآن	مفتی محمد شفیع	کراچی	ادارۃ المعارف	۱۹۷۷ء	۶۰۲	۲
۲۹۵	القرآن	۴ : ۱۵۹					
۲۹۶	قصص القرآن	مولانا حفظ الرحمٰن سیوہاری	کراچی	میر محمد کتب خانہ	۱۳۷۱ھ	۱۲۸	۳
۲۹۷	البدایہ والنہایہ	حافظ عماد الدین ابن کثیر	کراچی	نفیس اکیڈمی اردو بازار	۱۹۸۷ء	۴۳۴	۲
۲۹۸	القرآن	۴۳ : ۶۱					
۲۹۹	تفسیر ابن کثیر	عماد الدین ابن کثیر	لاہور	شمع بک الحسینی اردو بازار	۲۰۰۴ء	۴۵	۵
۳۰۰	الصحیح بخاری شریف (کتاب الانبیاء)	ابو عبداللہ محمد بن اسمٰعیل	لاہور	حامد اینڈ کمپنی	۱۹۸۳ء	۳۰۹	۲
۳۰۱	ایضاً	"	"	"	"	"	"

باب چہارم

فصل اوّل

امکان معجزات، شہادت معجزات، یقین معجزات

﴿بسم اللہ الرحمن الرحیم﴾

باب چہارم (فصل اوّل)

" امکان معجزات ، شہادت معجزات، یقین معجزات"

معجزات کے سلسلے میں معجزہ کا وقوع پذیر ہونا یعنی امکان معجزہ اور معجزہ کے وقوعہ کے بعد شہادت، یقین معجزہ کے لئے اہم موضوعات ہیں۔ معجزات کی جو نوعیت ہے، اس کے لحاظ سے سب سے پہلی بحث یہ پیدا ہوتی ہے کہ آیا ان کا وقوع ممکن بھی ہے کہ نہیں؟ قدمائے عللِ خفیہ وغیرہ سے توجیہ معجزات کی جو کوششیں کی ہیں، ان کا مدعا حقیقۃً امکان ہی کو ثابت کرنا ہے، مگر حکمت وفلسفہ کے دور جدید میں امکان کے ساتھ ایک دوسری زیادہ اہم بحث شہادت کی پیدا ہوگئی ہے، نفسِ امکان سے تو اب شاید ہی کسی حکیم یا فلسفی کو انکار ہو، البتہ یہ امکان اس قدر بعید الوقوع معلوم ہوتا ہے کہ یقینِ وقوع کے لئے عام واقعات تاریخی کے درجہ کی شہادت کافی نہیں خیال کی جاتی۔ لیکن چونکہ امکان اور شہادت دونوں کی بحث کا اصلی مرجع معجزانہ واقعات کا قابل یقین واذعان ہونا یا نہ ہونا ہے، اس لئے امکان وشہادت دونوں سے زیادہ اہم سوال خود یقین کی ماہیت واسباب کا ہے۔ (۱)

اگر چہ اموروا قعیہ کی نسبت حجت واستدلال میں ہمارے لئے صرف تجربہ ہی ایک رہنما ہے، تاہم اس کی رہنمائی لغزش وخطا سے پاک نہیں بلکہ بعض صورتوں میں تو یہ عیاناً گمراہ کن ہوتا ہے۔ امورواقعیہ سے متعلق ہمارے استدلالات میں انتہائی قطعیت سے لے کرادنیٰ ترین شہادت تک کے تمام مدارج یقین موجود ہیں۔ اس لئے ایک عقلمند آدمی اپنے یقین کے درجہ کو شہادت کے مساوی ومطابق رکھتا ہے۔ جو نتائج کسی ناقابلِ خطا تجربہ پر مبنی ہیں، ان کی توقع قائم کرنے میں اس کا یقین قطعیت کے انتہائی درجہ پر ہوتا ہے اور اپنے گزشتہ تجربہ کو آئندہ کے لئے وہ قطعی ثبوت سمجھتا ہے اس کے خلاف صورتوں میں وہ زیادہ احتیاط سے کام لیتا ہے۔ مخالف تجربات کے وزن کو ملحوظ رکھتا ہے۔ مختلف احتمالات میں سے جس احتمال یا پہلو کی تائید میں زیادہ تجربات ملتے ہیں، اسی جانب وہ جھک جاتا ہے، لیکن ابھی شک وتردّد باقی رہتا ہے اور بالآخر جب یہ تردّد زائل ہو کر یک سُوئی ہوتی ہے تو بھی وہ اس شہادت کا درجہ اس مرتبۂ یقین کے آگے نہیں بڑھنے دیتا جس کو ہم صحیح طور پر ظنِ غالب سے تعبیر کرتے ہیں۔ لہٰذا معلوم ہوا کہ ہر وہ ظن جس میں ایک احتمال دوسرے سے زیادہ قوی یا راجح ہوتا ہے۔ اس میں مخالف تجربات ومشاہدات کا امکان ہمیشہ قائم رہتا ہے اور راجح پہلو کی شہادت کا وزن تائیدِ تجربات کے ہم نسبت ہوتا ہے۔ اگر ایک جانب تجربے کی سو مثالیں ہوں اور دوسری جانب پچاس، تو آدمی کو آئندہ توقع میں تذبذب رہے گا لیکن جس صورت میں سو تجربے ایک طرح کے ہوں اور صرف ایک آدھ مثال مخالف ملتی ہو تو اس سے آئندہ کے متعلق راجح پہلو پر قریباً قطعی یقین پیدا ہو جاتا ہے۔ (۲)

جو شہادت، شاہدوں کے بیان اور انسانی تصدیق سے ماخوذ ہوتی ہے، چونکہ اس کی بنیاد تجربہ پر ہوتی ہے اس لئے تجربہ کے وزن و قوت کی نسبت سے اس میں بھی تفاوت ہوتا ہے۔ فرض کرو کہ جس واقعہ کو تم کسی روایت سے ثابت کرنا چاہتے ہو وہ خلاف عادت اور عجیب و غریب ہے۔ اس صورت میں یہ روایت اسی قدر کمزور ہو جائے گی جس قدر کہ یہ واقعہ کم یا زیادہ خلاف عادت ہوگا۔ رواۃ یا مؤرخین پر اعتماد کرنے کی وجہ یہ نہیں ہوتی کہ ان کی شہادت اور واقعہ کے مابین ہم کو کوئی عقلی رابطہ نظر آتا ہے۔ بلکہ اس لئے کہ ہم ان دونوں میں ایک توافق واتصال دیکھتے رہنے کے عادی ہو گئے، لیکن جب واقعہ ٔ روایت اس قسم کا ہو جو شاذ ہی کبھی ہمارے مشاہدہ میں آیا ہے تو یہاں دو متضاد تجربوں کا مقابلہ پڑ جاتا ہے۔ جن میں سے ایک، دوسرے کا اپنی قوت کے مناسب ابطال کرتا ہے اور ذہن پر صرف اسی کا اثر ہوتا ہے جو قوی تر ہے۔ تجربہ کا جو

اصول کسی معاملہ میں راویوں کی تصدیق وشہادت کی بنا پر ہمارے اندر یقین واذعان پیدا کرتا ہے بعینہٖ وہی اصول زیر بحث صورت میں اس واقعہ کے مخالف پڑتا ہے جس کو روایت ثابت کرنا چاہتی ہے۔ اس تناقض کا لازمی نتیجہ یہ ہوتا ہے کہ ہمارا یقین واعتبار جاتا رہتا ہے۔ لیکن جس صورت میں راویوں کی شہادت کے خلاف ظن غالب ہوتا ہے اس کے لئے ایک ایسا واقعہ، فرض کرو جو صرف حیرت انگیز نہیں ہے بلکہ حقیقتاً معجزہ نما ہے، ساتھ ہی یہ بھی فرض کرو کہ جو شہادت پیش کی جاتی ہے وہ دیگر حالات سے قطع نظر کر کے بذات خود کامل ثبوت کی حیثیت رکھتی ہے۔ تو اس حالت میں گویا ایک ثبوت دوسرے ثبوت کے خلاف ہوگا جن میں غالب تو وہی رہے گا جو قوی تر ہے۔ البتہ اپنے مخالف ثبوت کی قوت کی نسبت سے اس کی قوت میں کمی ضرور آ جائے گی۔ (۳)

''امکان معجزات'': امکان معجزات کے سلسلے میں شبلی نعمانی نے سیرۃ النبی میں تفصیلی بحث فرمائی ہے:

انسان کے ذہن میں جس قدر یہ اعتقاد راسخ ہے، شاید ہی کوئی اور ہو کہ کائنات کا ذرہ ذرہ عادی علل واسباب اور قویٰ اور خواص کی زنجیروں سے جکڑا ہوا ہے۔ چھوٹے سے چھوٹا واقعہ بھی اپنے ظہور کے لئے ایک اٹل اور غیر متغیر علت رکھتا ہے، ہر شے اپنے اندر کوئی نہ کوئی ایسی قوت یا خاصہ رکھتی ہے، جس سے اس وقت تک اس کا انفکاک ناممکن ہے، جب تک یہ خود اپنی ذات وحقیقت سے منفک نہ ہو جائے، یہ ناممکن ہے کہ میرا قلم میز کی ایک جانب سے دوسری جانب کو چلا گیا ہو، بے اس کے کہ کسی ہاتھ یا کسی اور مادی شے نے اس کو حرکت دی ہو، اس کاغذ پر جو نقوش تم کو نظر آ رہے ہیں ضرور ہے کہ اُن کو کسی نہ کسی قلم نے کھینچا ہو، اسی طرح یہ نہیں ہو سکتا کہ انار کے درخت سے آم کا پھل، یا آم کے درخت سے انار کا پھل پیدا ہو، آم کے درخت سے ہمیشہ آم اور انار کے درخت سے ہمیشہ انار ہی پیدا ہوگا۔

غور کرو جب تم سے یہ کہا جاتا ہے کہ حضرت ابراہیمؑ کو آگ نہ جلا سکی، تو تم کو اُس کے باور کرنے میں کیوں پس وپیش ہوتا ہے، اسی لئے کہ آگ جب تک آگ ہے، جلانے کا خاصہ اس سے منفک نہیں ہو سکتا، اس کو ابراہیم اور نمرود کی تمیز نہیں، اژدہا ایک جاندار مخلوق ہے، جو تولید مثل کے قاعدہ سے اپنی ہی جیسی جاندار مخلوق سے وجود میں آتا ہے، اس لئے یہ ہماری سمجھ سے باہر ہے کہ حضرت موسیٰؑ کا عصا اژدہا کیسے بن گیا، انسان کا بچہ اپنے والدین کے بندھے ہوئے اور مشترک عمل توالد وتناسل کا نتیجہ ہوتا ہے، پھر یہ کیونکر مان لیا جائے کہ حضرت عیسیٰؑ بے باپ کے پیدا ہوئے، دس قدم کی مسافت طے کرنے کے لئے بھی آدمی کو اپنے پاؤں یا کسی اور مادی وسیلہ کی احتیاج ہوتی ہے، اور جس قدر مسافت زیادہ ہوتی ہے اسی قدر اس کے قطع کرنے میں زیادہ وقت لگتا ہے، لہٰذا یہ کیونکر یقین کیا جائے کہ پیغمبر اسلام ﷺ نے بلا معمولی وسائل مادی کے استعمال کے طرفۃ العین میں ''مسجد حرام'' سے ''مسجد اقصیٰ'' اور ''سدرۃ المنتہیٰ'' تک کی سیر کر لی، زمین وآسمان کی آیات کا مشاہدہ کیا، اور تمام انبیائے سابقین سے گفتگو فرمائی، پھر یہ تمام مراحل اتنے وقفہ میں کیونکر طے ہو سکتے ہیں کہ واپسی پر کواڑ کی زنجیر ہل رہی ہو، اور بستر کی گرمی ہنوز قائم ہو۔

سلسلۂ علل واسباب اور اشیاء کے افعال وخواص ہی کے اصول وقوانین کا نام حکماء وفلاسفہ کی اصطلاح میں قوانین فطرت ہے، جن کا خرق محال خیال کیا جاتا ہے، مثلاً کشش ثقل ایک قانونِ فطرت ہے، جس کا یہ اقتضا ہے کہ جب تم ڈھیلے کو اوپر پھینکو گے تو وہ لوٹ کر ہمیشہ نیچے آ جائے گا، فضا میں اس کا معلق رہنا ناممکن ہے، ہائیڈروجن اور آکسیجن دو عناصر کے ایک خاص مقدار میں ملنے کا خاصہ یہ ہے کہ پانی بن جاتا ہے، جس کے خلاف کبھی نہیں ہو سکتا، اگر کوئی شخص یہ پوچھے کہ نمک نمکین اور شکر میٹھی کیوں ہوتی ہے؟ تو یہ سوال تم کو ایسا ہی مہمل اور مضحک معلوم ہوگا جیسے کوئی یہ سوال کرے کہ جز کل سے چھوٹا کیوں ہوتا ہے؟ جز کی حقیقت ہی یہ ہے کہ کُل سے چھوٹا ہو، اسی طرح لوگ سمجھتے ہیں کہ نمکینی اور مٹھاس نمک اور شکر کی حقیقت میں داخل ہیں، لیکن سوچو کہ کیا نمک کی نفس ذات میں تم کو ایسی شے نظر آتی ہے، جس کی بنا پر بلا اس کو چکھے ہوئے تم یہ حکم لگا سکو کہ اس کا مزہ بالضرور شکر کے مزہ سے مختلف ہونا چاہئے، صرف دونوں کے چکھنے اور تجربہ کی بنا پر نمک کو نمکین اور شکر کو شیریں یقین کیا جاتا ہے، سنکھیا زہر ہے، جس کے کھانے سے آدمی مر جاتا ہے، سنکھیا کا ایک ٹکڑا لے کر اُس کو خوب

الٹ پلٹ کے دیکھو، اس کی ذات یا حقیقت میں کہیں کوئی ایسی شے محسوس ہوتی ہے، جس کی وجہ سے تم بلا تجربہ اس کو موت کی علت قرار دے سکو، جس شخص نے سنکھیا کبھی نہیں دیکھی یا اس کے اثر سے ناواقف ہے، اس کو تم بآسانی کھلا سکتے ہو، کیوں؟ صرف اس لئے کہ اس کو خود سنکھیا کے اندر کوئی ایسی شے نہیں نظر آتی، جس سے بلا سابق تجربہ کے وہ اُس کے زہر قاتل یا علتِ موت ہونے کا علم ویقین حاصل کر سکے، بیسویں صدی کے سائنسدان کے لئے یہ حقیقت نا قابلِ انکار ہے کہ پانی دو مختلف اجزا یا عناصر سے مرکب ہے، لیکن جب تک اس حقیقت کا تجربہ نہیں ہوا تھا ڈھائی ہزار سال تک حکماء اور عقلائے عالم پانی کو ایک مفرد و بسیط عنصر یقین کرتے رہے، حالانکہ پانی کی جو صورت و شکل کاونڈس کے سامنے تھی، وہی طالیس ملطی کے سامنے بھی تھی، سنکھیا اور شکر کے بجائے اگر ہم کو سمیت اور شیرنی کا تجربہ پتھر کی کنکریوں میں ہوتا تو ہم ان کو اسی طرح مہلک (ہلاکت کی علت) وشیریں یقین کرتے، جس طرح آج سنکھیا اور شکر کو کرتے ہیں۔ (۴)

جب ہم اپنے آس پاس کی بیرونی چیزوں پر نظر کرتے ہیں، اور عللِ مختلفہ کے افعال کو غور سے دیکھتے ہیں تو ایک بھی مثال ایسی نہیں ملتی، جس سے کسی قوت یا لزوم وضرورت کا انکشاف ہوتا ہو، نہ کوئی ایسی صفت ہی دکھائی دیتی ہے، جو معلول کو علت سے اس طرح جکڑے ہو، کہ ایک دوسرے سے مستنبط کرنے میں خطا کا امکان نہ ہو، ہم کو صرف اتنا ہی نظر آتا ہے کہ واقعہ کے لحاظ سے ایک کا ظہور دوسرے کے تابع ہے، بلیرڈ کے ایک گیند کو مارنے سے دوسرے میں حرکت ظاہر ہوتی ہے، بس حواسِ ظاہری سے جو کچھ معلوم ہوتا ہے اس کی کائنات اسی قدر ہے، اشیاء کے اس تقدم و تاخر یا تبعیت سے ذہن کو کوئی نیا احساس یا باطنی ارتسام نہیں حاصل ہوتا، لہٰذا معلوم ہوا کہ علت ومعلول کی کسی ایک جزئی مثال میں تو کوئی ایسی چیز قطعاً نہیں پائی جاتی جو قوت یا لزوم کا نشان دیتی ہو۔

کسی شے کو پہلی دفعہ دیکھنے سے ہم کبھی قیاس نہیں کر سکتے، کہ اس سے کیا نتیجہ یا معلول ظاہر ہوگا، حالانکہ اگر کسی علت کی قوت یا انرجی کا ذہن کو قیاساً انکشاف ہو سکتا تو ہم بلا کسی سابق تجربہ کے اس کے معلول کی پیشنگوئی کر دیتے اور اول ہی وہلہ میں محض خیال وقیاس کی بنا پر حکم لگا دیتے۔ حقیقتِ حال یہ ہے کہ، کائناتِ مادی کا ایک ذرہ بھی ایسا نہیں ہے، جو اپنے صفاتِ محوسہ کی وساطت سے کسی قوت یا انرجی کا پتہ یا اس قیاس کا موقع دے، کہ یہ کوئی اور ایسی چیز ظاہر کر سکتا ہے، جس کو ہم اس کے معلول کا لقب دیں، صلابت، امتداد، حرکت یہ چیزیں بجائے خود مستقل صفات ہیں، جو کسی اور ایسے واقعہ کا مطلق پتہ نہیں دیتیں، جس کو ان کا معلول کہا جاسکے، موجوداتِ عالم میں ہمہ وقت تجدد و تغیر جاری ہے، اور ایک چیز دوسری کے بعد برابر آتی جاتی رہتی ہے، لیکن وہ قوت وطاقت جو اس ساری مشین کو چلاتی ہے، ہماری آنکھوں سے مخفی ہے، اور اجسام کی کسی محسوس صفت میں اپنا نشان نہیں رکھتی، ہم یہ واقعہ جانتے ہیں کہ حرارت یا تپش ہمیشہ شعلہ کے ساتھ رہتی ہے، لیکن ان دونوں میں کیا رابطہ و لزوم ہے، اس کے قیاس وتخیل سے ہم بالکل عاجز ہیں، لہٰذا یہ ناممکن ہے کہ افعالِ جسم کی محض کسی ایک مثال پر غور وخوض کرنے سے قوت کا تصور حاصل کیا جاسکے، کیونکہ کسی جسم میں بھی کوئی ایسی قوت نہیں معلوم جو اس تصور کی اصل بن سکے۔ (۵)

قوت کا تصور ایک فکری تصور ہے، کیونکہ یہ خود اپنے افعالِ ذہن اور ارادہ کے اس عمل پر خیال کرنے سے پیدا ہوتا ہے، جو اعضائے جسم اور قوائے ذہن دونوں پر مؤثر ہے، اس دعویٰ کو جانچنے کے لئے پہلے ہم ارادہ کے اس اثر کو لیتے ہیں، جو اس کو اعضائے جسم پر حاصل ہے، یہ اثر بھی دیگر واقعاتِ فطرت کی طرح ایک واقعہ ہے، جو ان واقعات کی طرح صرف تجربہ ہی سے جانا جاسکتا ہے، نہ کہ کسی ایسی قوت یا انرجی سے جو خود علت میں موجود نظر آتی ہو، اور اس کو معلول کے ساتھ اس طرح جکڑے ہو، کہ ایک کا دوسرے سے حکماً نتیجہ نکالا جاسکے، بے شک ہم کو اس بات کا ہر لحہ شعور ہوتا رہتا ہے کہ ہمارے جسم کی حرکت ہمارے ارادہ کے تابع ہے، لیکن وہ ذریعہ جس سے یہ اثر پیدا ہوتا ہے، وہ انرجی جس کی بدولت ارادہ سے ایسا عجیب وغریب فعل صادر ہوتا ہے، اس کے شعور واحساس سے ہم اس قدر دور ہیں، کہ انتہائی کوشش تحقیق پر بھی یہ ہمیشہ ہماری گرفتِ علم سے باہر ہی رہے گی۔

اوّلاً تو اس لئے کہ ساری کائناتِ فطرت میں، کوئی اصول بھی اس سے زیادہ پراسرار نہیں ہے، جتنا کہ روح کا جسم کے ساتھ اتحاد جس

کی بناپر مانا جاتا ہے کہ کوئی نامعلوم جوہر روحانی، جوہر مادی پر اس طرح مؤثر ہے کہ لطیف سے لطیف خیال کثیف سے کثیف مادہ پر عمل کر سکتا ہے، اگر ہم کو یہ قدرت حاصل ہوتی کہ ہمارے اندر کی کسی مخفی خواہش یا ارادہ سے پہاڑ چلنے لگتے یا سیاروں کی گردش ہمارے قابو میں آجاتی تو وہ بھی اس سے زیادہ غیر معمولی یا فوق الفہم بات نہ ہوتی جتنا کہ روح کا جسم پر عمل ہے، لیکن اگر نفس ارادہ کے سوا ہم کو اس کے ساتھ کسی قوت یا انرجی کا احساس وشعور ہوتا، تو نہ صرف ہم اس قوت ہی کو جان لیتے ؟ بلکہ یہ بھی معلوم ہو جاتا کہ اپنے معلول کے ساتھ اس کو کیا رابطہ ہے؟ یعنی جسم وروح کے باہمی اتحاد اور دونوں جوہروں کی اس حقیقت پر سے پردہ اٹھ جاتا جس کی بدولت ایک دوسرے پر عامل ومؤثر ہیں۔

قوت کا جاننا بعینہٖ علت کی اس حالت کا جاننا ہے، جو اس قوت کو تخلیق معلول کے قابل بناتی ہے، کیونکہ یہ دونوں مترادف باتیں خیال کی جاتی ہیں، لہٰذا معلوم ہوا کہ قوت کے جاننے کے لئے ہم کو علت ومعلول اور ان کے باہمی علاقہ دونوں چیزوں کا جاننا ضروری ہے، لیکن یہ دعویٰ کیا جا سکتا ہے کہ ہم روح کی حقیقت ،تصور کی ماہیت یا اس استعداد وقابلیت سے آگاہ ہیں، جس کی بنا پر روح کسی تصور کو خلق کر سکتی ہے، حالانکہ یہ فعل خلق حقیقی معنیٰ میں خلق یعنی ایک شے کو لاشے سے پیدا کرنا ہے، جو ایک ایسی زبردست قدرت کو چاہتا ہے کہ بظاہر یہ کام کسی نامحدود ذات سے کمتر ہستی کے بس ہی کا نہیں معلوم ہوتا، اور کم از کم اتنا تو تسلیم ہی کرنا پڑے گا، کہ علم واحساس کیا معنیٰ ایسی زبردست قدرت ذہن کے لئے قابل تصور بھی نہیں ہے، ہم کو علم واحساس جو کچھ ہے، وہ صرف اس واقعہ کا کہ ارادہ کے بعد تصور وجود میں آجاتا ہے، لیکن یہ کیونکر ہوتا ہے، اور وہ کیا قوت ہے، جو ارادہ کے بعد تصور کو پیدا کر دیتی ہے، اس کا سمجھنا قطعاً ہماری فہم سے باہر ہے۔ (۶)

نفس ارادہ ذہن کا یقیناً ایک ایسا فعل ہے، جس سے ہم اچھی طرح واقف ہیں، لیکن اس فعل کے سمجھنے پر تم اپنی ساری عقل لڑا دو۔ ہر پہلو سے اس کو الٹ پلٹ کر دیکھو، پھر بھی کیا تم کو اس میں کسی ایسی قوت تخلیق کا کوئی نشان ملتا ہے، جس کے ذریعہ سے یہ لاشے سے ایک نیا تصور پیدا کر دیتا ہے، اور گویا ایک امر کن سے اس صانع کی (بشرطیکہ ایسا کہنا جائز ہو) قدرت کاملہ کا تماشہ دکھا دیتا ہے، جس نے فطرت کی رنگارنگ کائنات کو نیست سے ہست کیا ہے؟ لہٰذا معلوم ہوا کہ ارادہ کے اندر اس طرح کی کسی قوت کے علم وشعور سے ہم کوسوں دور ہیں کیونکہ اس شعور کے لئے بھی کم از کم اتنا ہی قطعی تجربہ درکار تھا، جتنا ہمارے پاس اس یقین کے لئے موجود ہے، کہ ایسے عجیب وغریب نتائج ارادہ کے ایک معمولی فعل سے ظاہر ہو جاتے ہیں۔

عام طور پر لوگوں کو فطرت کے پیش پا افتادہ اور مانوس افعال کی توجیہہ میں کبھی کوئی دشواری نظر نہیں آتی (مثلاً بھاری چیزوں کا نیچے آجانا، درختوں کی بالیدگی، حیوانات میں توالد وتناسل یا غذا سے جسم کی پرورش وغیرہ کے واقعات) بلکہ وہ سمجھتے ہیں، کہ ان تمام صورتوں میں ان کو علت کی بذات خود اس قوت کا علم واحساس ہے، جس کی بنا پر یہ اپنے معلول کو مستلزم ہے، اور اسلئے ظہور معلول میں خطا کا امکان نہیں، بات یہ ہے کہ تجربہ یا عادت دراز کی وجہ سے، اُن کے ذہن میں ایک ایسا میلان ورجحان پیدا ہو جاتا ہے، کہ علت کے سامنے آتے ہی اس معلول یا نتیجہ کا یقین ہو جاتا ہے، جو معمولاً اس کے ساتھ پایا گیا ہے، اور یہ مشکل ہی سے ممکن معلوم ہوتا ہے، کہ اس کے سوا کوئی اور نتیجہ ظاہر ہو سکتا تھا، صرف اس صورت میں جبکہ غیر معمولی واقعات وحوادث رونما ہوتے ہیں، مثلاً زلزلہ، وبا یا کوئی اور عجیب وغریب بات، تو البتہ ان کی صحیح علت کا پتا نہیں لگتا اور سمجھ میں نہیں آتا کہ ان کی توجیہہ وتشریح کیسے کی جائے، اس مشکل میں پڑ کر لوگ علی العموم کسی اَن دیکھی صاحب عقل وارادہ ذات کے قائل ہو جاتے ہیں، اور سمجھتے ہیں کہ یہ ناقابل توجیہہ ناگہانی واقعات اسی ذات کے پیدا کردہ ہیں، لیکن فلاسفہ کی باریک بین نگاہ کو نظر آتا ہے کہ، روزمرہ کے معمولی واقعات کی پیدا کرنے والی قوت بھی اسی طرح نامعلوم وناقابل توجیہہ ہے، جس طرح کہ انتہائی سے انتہائی غیر معمولی واقعات کی، اور مختلف اشیاء میں باہم جو ربط ووابستگی ہے، اس کا علم ہم کو بلا کسی علاقۂ لزوم کے جانے، محض تجربہ سے حاصل ہوا ہے، چنانچہ بہت سے فلاسفہ اپنی عقل کو مجبور پاتے ہیں، کہ بلا استثناء تمام واقعات عالم کا مبداء اسی ذات کو قرار دیں، جس کی طرف عوام صرف معجزات اور فوق الفطرت واقعات وحوادث کے ظہور کو منسوب کرتے ہیں، وہ عقل وذہن کو اشیاء کی صرف انتہائی اور اصلی علت ہی نہیں مانتے، بلکہ ان کے نزدیک

عالمِ فطرت کا ہر واقعہ براہِ راست صرف اسی عقل کا معلول ہے، وہ مدعی ہیں، کہ جن چیزوں کو عام طور پر علل کے نام سے موسوم کیا جاتا ہے، ان کی حقیقت دراصل صرف اُن مواقع کی ہوتی ہے، جن پر کوئی واقعہ ظاہر ہوتا ہے، ورنہ کسی معلول کی واقعی و بالذات علت عالمِ فطرت کی کوئی قوت نہیں بلکہ ایک ہستی برتر کا یہ ارادہ ہے کہ فلاں چیز ہمیشہ فلاں چیز کے ساتھ وابستہ رہے، یہ کہنے کہ جگہ کہ، بلیرڈ کا ایک گیند دوسرے کو اس قوت سے حرکت دیتا ہے، جو صانعِ فطرت نے اس میں ودیعت کی ہے، وہ یوں تعبیر کرتے ہیں کہ جب دوسرا گیند پہلے سے ٹکراتا ہے تو اس موقع پر خود خدا اپنے ارادۂ خاص سے اس کو متحرک کر دیتا ہے، اور یہ ارادہ اُن عام قوانین کے مطابق ہوتا ہے، جو اس نے اپنی مشیت سے کائنات پر حکم فرمائی کے لئے مقرر کر دیئے ہیں۔ (۷)

خرقِ عادت کے منکرین، کا تمام تر استدلال یہ ہے کہ خرقِ عادت، قانونِ فطرت کے خلاف ہے اور جو چیز قانونِ فطرت کے خلاف ہو وہ ممتنع ہے اس دلیل کے دوسرے مقدمہ سے کسی شخص کو انکار نہیں ہوسکتا لیکن پہلے مقدمہ کے ثابت ہونے کا کیا طریقہ ہے، کیا فطرت کے تمام قوانین منضبط ہو چکے ہیں؟ کیا اس پر اطمینان ہو چکا ہے کہ ہم جن امور کو قانونِ فطرت کہہ رہے ہیں وہ درحقیقت قانونِ فطرت ہیں؟ علوم جدیدہ کی تحقیقات اور تجربہ نے سینکڑوں ایسے قانونِ فطرت دریافت کیے جو مطلق پہلے معلوم نہ تھے، اور یہ سلسلہ برابر قائم ہے، سینکڑوں ہزاروں برس سے فقراء اور جوگیوں کے متعلق یہ واقعات منقول چلے آتے تھے کہ وہ محض توجہ قلب سے دوسرے شخص کو مدہوش اور متاثر کر سکتے ہیں، موجودہ زمانہ اس بنا پر انکار کر رہا تھا کہ یہ خلاف قانونِ فطرت ہے کہ ایک مادّہ بغیر اس کے کہ دوسرا مادّہ اس سے ملاقی ہو کسی قسم کا اثر قبول کر سکے، لیکن جب مسمریزم کے تجربوں نے قوتِ نفسانی کا اثر ثابت کیا تو تمام پچھلے واقعات تسلیم کرنے پڑے، آج ایک مسمریزم کا مشاق علی رؤس الاشہاد، دوسرے اشخاص کو محض قوتِ نظر یا قوتِ نفس سے بیہوش کر سکتا ہے، اس سے جو بات چاہے کہلوا سکتا ہے، جو کام چاہے کرا سکتا ہے۔

قدیم عربی کتابوں میں مذکور ہے کہ مصر میں ایک مچھلی ہوتی ہے جس کے چھونے سے جسم پر رعشہ طاری ہونا شروع ہوتا ہے یہاں تک کہ اگر آدمی اس کو ہاتھ سے پھینک نہ دے تو رعشہ کی شدت سے بیہوش ہو کر گر جائے، یہ واقعہ ایک مدت تک خلاف عقل قرار دیا گیا لیکن موجودہ تحقیقات نے اس مچھلی کا وجود ثابت کیا اور معلوم ہوا کہ اس میں الکٹرسٹی ہوتی ہے۔ خود یورپ کے محققین اس بات کو تسلیم کرتے جاتے ہیں کہ جس قدر تحقیقات بڑھتی جاتی ہے ناممکن چیزیں، ممکن ثابت ہوتی جاتی ہیں۔ (۸)

۱۸۹۱ء میں جو علمی کانفرنس منعقد ہوئی اس کے ایک جلسہ میں پروفیسر لودج نے جو بہت بڑا ریاضی دان ہے، ایک لیکچر دیا اور روح کے متعلق تقریر کرتے وقت کہا کہ "اب وہ وقت آ گیا ہے کہ مادّی اور روحانی عالم میں اب تک جو حد فاصل تھی وہ ٹوٹ جائے جس طرح اور بہت سی حدیں ٹوٹ گئیں۔ اس طریقہ سے ثابت ہو جائے گا کہ ممکنات کی کچھ انتہا نہیں، اور یہ جس قدر ہم جانتے ہیں وہ بمقابلہ ان چیزوں کے جو ہم کو معلوم نہیں ہیں کچھ بھی نسبت نہیں رکھتیں۔" (۹)

قانونِ فطرت کی نوعیت دراصل قانون عادت کی ہے، یعنی کسی خاص فرد کے بارے میں وجوبا پیشن گوئی نہیں کی جا سکتی کہ وہ فلاں عمر میں مر جائے گا، البتہ عادۃً یہ معلوم ہے کہ کسی بڑی جماعت میں اتنے فیصد چالیس سال کی عمر میں مر جائیں گے، مذہب کی زبان میں اسی قانونِ عادت کو عادۃ اللہ سے تعبیر کیا جاتا ہے، جس کی بنا پر بھی عملِ فطرت کی یکسانی یا قوانینِ فطرت کے نفس وجود کا انکار نہیں لازم آتا، البتہ ان قوانین کا منشاء اندھے بہرے بے علم و اختیار مادّہ کا اٹل وجوب و لزوم سے نہیں، بلکہ ایک علم و اختیار والی ذات (اللہ تعالیٰ) کی عادتِ جاریہ سے ہے، جو کسی حکمت و مشیت کے تحت کبھی کبھی اس عادت جاریہ کے خلاف بھی کر سکتی اور کرتی ہے، یہی معجزہ ہے۔

یہ صرف ممکن ہی نہیں ہے کہ خالقِ فطرت اگر چاہے تو کبھی کبھی قوانین فطرت کے خلاف کر سکتا ہے، یعنی معمولی سلسلۂ علل و اسباب و معلولات کو توڑ سکتا ہے، بلکہ ایک اور نامور عالم طبیعات پروفیسر ڈالبیر کا اعتراف یہ ہے کہ اس امر کی ہمارے پاس خاصی شہادت موجود ہے جس کو آسانی سے نظر انداز نہیں کیا جا سکتا، کہ بعض طبعی حوادث اس طرح وقوع پذیر ہوتے ہیں کہ ان کے تمام معمولی علل و اسباب غائب ہوتے ہیں،

اجسام حرکت کرتے ہیں، درآنحالانکہ نہ کوئی شخص ان کو چھو رہا ہے، اور نہ برقی یا مقناطیسی عوامل کا پتہ ہے اس کی شہادت موجود ہے کہ ایک نفس کا خیال دوسرے نفس میں (بلا کسی وساطت کے پہنچ جاسکتا ہے، اور جس قسم کے واقعات کو معجزہ سمجھا جاتا تھا، ان کا وقوع اب غیر اغلب نہیں رہا)۔ (۱۰) حکمائے اسلام نے معجزات کے امکان پر حسب ذیل دلائل قائم کیے ہیں:

(۱) **تاثیراتِ فلکیہ**: معجزات کے انکار کی اصلی وجہ ہے کہ اس کے حل کرنے کے لئے کوئی مادی علت ہمارے پیش نظر نہیں ہے اور ہم تمام معمولات کی تشریح مادی اور طبعی علل واسباب سے کرنا چاہتے ہیں، لیکن حکماء کا اس امر پر اتفاق ہے کہ گردشِ افلاک اور گردشِ نجوم کا اس دنیا کے حوادث پر بہت بڑا اثر ہے، اور قوائے فلکی اس عالم کے واقعات میں مؤثر ہوتے ہیں، ایسی صورت میں اگر کسی بظاہر عجیب وغریب شے کی تعلیل ہم مادی وطبعی علل واسباب سے نہیں کرسکتے، تو یہ کیوں ممکن نہیں ہے کہ اس کے اسباب فلکی وسماوی ہوں۔

(۲) **علل خفیہ**: یہ ہم کو تسلیم ہے کہ تمام حوادث کسی نہ کسی سبب طبعی کی بنا پر ہوتے ہیں، لیکن یہ ضروری نہیں ہے کہ وہ سبب طبعی ہمارے علم وفہم میں آجائے، دنیا میں بیسیوں اسرار قدرت ہیں، جن کی اب تک تحلیل نہیں ہوسکی ہے، اس بنا پر ممکن ہے کہ معجزات بھی اسباب طبعی کے ماتحت ظہور پذیر ہوتے ہوں، لیکن اُن کے اسباب وعلل اب تک ہماری نگاہوں سے مخفی ہوں۔

(۳) **قوتِ کمالیہ**: اس عالم میں جس قدر انسان ہیں، ان کے نفسانی خصوصیات کو اگر غور سے دیکھا جائے تو عجیب وغریب اختلافات نظر آتے ہیں، ایک بلید الفہم اور کودن ہے، تو دوسرا زیرک اور ذی فہم ہے، ایک کو بولنے کا شوق ہے تو دوسرے کو سننے کا، ایک علم کا عاشق ہے تو دوسرا اُس کا دشمن، ایک کے علوے ہمت اور بلند حوصلگی کے سیلاب کے سامنے مشکلات کے بڑے بڑے پہاڑ بھی خس وخاشاک ہیں، دوسرا اتنا پست ہمت اور ضعیف الارادہ ہے کہ وہ تنکے کو بھی پہاڑ جانتا ہے، ایک اس قدر قوی الحافظہ ہے کہ معمولی سے معمولی بات بھی اس کے ذہن کی گرفت سے باہر نہیں نکل سکتی، دوسرے کو موٹی موٹی بات بھی یاد نہیں رہتی، پھر علم وفن کے عشاق میں بھی کسی کو ادبیات سے لگاؤ ہے، کسی کو عقلیات کا چسکا ہے کسی کو منقولات میں مزہ ملتا ہے، قوت شہوانیہ کے لحاظ سے دیکھو تو کسی کو سواری کا شوقین پاؤ گے، کسی کو لباس و پوشاک اور وضع وقطع کا، کسی کو کھانے پینے کا، ایک کو صرف دولت جمع کرنے میں مزہ ملتا ہے تو دوسرے کو اس کے اُڑانے میں لطف حاصل ہوتا ہے، کوئی طبعاً حلیم ہے، تو دوسرا سرتا پا غضب کا شعلہ، ایک خلقی طور سے قانع ہے، تو دوسرا حریص اور طماع، کوئی بدزبان ہے، مگر بدکردار نہیں، دوسرا بظاہر سنجیدہ اور متین نظر آتا ہے، مگر بباطن نہایت بداطوار اور خفیف الحرکتہ ہے، ان میں سے ہر وصف وخاصیت کے بھی سیکڑوں مدارج اور مراتب ہیں، الغرض صفات وخواص نفسانی کے مظہر اس قدر گوناگوں اور بوقلموں ہیں، کہ وہ حصر وتحدید میں بھی نہیں آسکتے۔ ممکن ہے کہ بعض ایسے نفوس بھی ہوں جن کی روحانی یا جسمانی قوت میں کوئی خاص ایسی بات ہو جس کی بنا پر ان سے عجیب و غریب اعمال اور تصرفات صادر ہوتے ہیں، جن کا صدور عام انسانوں کی روحانی وجسمانی قوت سے باہر ہے، اور اس لئے وہ ان کو مستبعد اور نا قابل فہم نظر آتے ہیں۔

(۴) **قوتِ نفسیہ**: ہر انسان اپنے جسم کے ایک ایک عضو کو، جس طرح چاہتا ہے حرکت دیتا ہے گویا ایک قوت ہے، جو اس کے تمام قالب جسمانی پر مسلط ہے، اور یہ جسم اس کے امر اور ارادہ کے ماتحت اس کے حکم کو اس طرح بجالاتا ہے کہ وہ اس کی اطاعت سے سرِ مو انحراف نہیں کر سکتا، یہ تصرف اور عمل ہر نفس انسانی اپنے جسم کے اندر کرتا ہے، اور یہ معمولی اور ادنیٰ نفوس کی قوت کی نیرنگی ہے لیکن جو نفوس ان سے زیادہ طاقتور ہیں، وہ اپنے جسم کے باہر دوسرے نفوس اور اجسام کو بھی اپنا مطیع فرمان کرلیتے ہیں، یہاں تک کہ ان میں سے جن کو کمال کا معجزانہ حصہ ملا ہے ان کے لئے یہ سارا مادی عالم مثل جسم کے ہوتا ہے، اور وہ اسی طرح اس عظیم الشان جسم میں تصرف کرنے لگتے ہیں جس طرح معمولی انسان اپنے جسم میں کرتے ہیں۔

(۵) **تاثیراتِ نفسانیہ**: یہ روزمرّہ کا مشاہدہ ہے کہ نفس انسانی میں جو جذباتی تغیرات پیدا ہوتے ہیں، وہ اس کے جسم مادی کو متاثر کردیتے ہیں،

رات کو کوئی چیز دیکھی، اور اس کا ہیبت ناک تصور کیا، اور گھبرا کر چیخ اٹھا یا بیہوش ہو کر گر پڑا، کسی درخت کی پتلی شاخ پر چڑھتے یا چھت کی منڈیر یا پتلے تختہ کے پُل پر سے گذرتے ہوئے خوف طاری ہوا، ہاتھ پاؤں میں لغزش ہوئی اور آدمی گر پڑا، غصہ سے آدمی کا چہرہ سرخ اور خجالت وشرمندگی سے زرد پڑ جاتا ہے، آدمی نے کسی ناگوار واقعہ کا تصور کیا غصہ آ گیا، غصہ سے بدن میں گرمی پیدا ہو گئی، اور گرمی سے پسینہ آ گیا، محض وہم سے آدمی ڈر جاتا ہے، بلکہ بیمار پڑ جاتا ہے، یہاں تک کہ کبھی کبھی مر جاتا ہے۔ ان تمام واقعات میں دیکھو کہ نفسانی اثرات مادی جسم کو متاثر کر دیتے ہیں، یہ تو کمزور نفوس کا حال ہے، لیکن جو لوگ کہ ارباب نفوسِ قدسیہ ہیں، وہ اپنے نفسانی اثرات سے دوسرے اجسام کو متاثر کر سکتے ہیں اور ان میں عجیب عجیب تغیرات اور تصرفات کر سکتے ہیں۔ (۱۱)

ہم معجزات وخوارق کو قوانین قدرت کے خلاف نہیں کہہ سکتے بلکہ ہمارے نزدیک وہ ایک ایسی دریچی ہے جہاں سے قدرت کا چہرہ زیادہ صفائی اور زیادہ قریب نظر آتا ہے۔ ''خوارق'' کا احیاناً وقوع ہی وہ چیز ہے، جس سے ہم ان منظم قوانین قدرت کے متعلق یہ یقین حاصل کرتے ہیں کہ وہ قوانین قدرت ہیں، کسی غیر قادر یا غیر مختار ہستی سے یوں ہی بالاضطرار نہیں بن گئے۔

معجزہ فطرت کے قوانین اصلیہ کا محافظ ہے: فطرت اور کانشنس دونوں کا یہ تقاضا ہے کہ ہم خدا کی نسبت یہ خیال کریں کہ وہ ابتری واختلال کو نہیں بلکہ امن ونظم اور ترتیب کو بالذات پسند کرتا ہے لیکن جب انسان خدا کے بخشے ہوئے اختیارات کے غلط اور بے موقع استعمال سے دنیا کے امن وانتظام کو توڑتا ہے تو بسا اوقات ایسے خوارق ظہور پذیر ہوتے ہیں جو ہماری پیدا کی ہوئی ابتری کا علاج اور فطری امن وانتظام کے بحال کرنے کا سبب ہوں، اس صورت میں عام قوانین فطرت کی حفاظت کے لئے خوارق کا ظاہر کرنا بجائے خود ایک قانونِ فطرت ہے۔

معجزہ ایک اعلیٰ قانونِ قدرت ہے: خارجی فطرت میں ہمیں چار مختلف عالم نظر آتے ہیں جن میں سے ہر ایک اعلیٰ ادنیٰ پر مبنی اور اُس سے ممیّز ہے۔

(۱) اوّل بظاہر بے ترتیب عالم، جس میں کیمیائی عناصر اور اُن کے مرکبات پائے جاتے ہیں، یا جسے ہم مردہ مادّہ کہتے ہیں۔ یہ عالم اپنے قوانین جرِ ثقیل اور جذب واتصال وغیرہ کے ماتحت ہے۔

(۲) اُس کے اوپر مرتب اور منتظم عالم، (نباتات وغیرہ) ہے، جس کی ساخت اُس پہلے بے ترتیب عالم سے ہوئی۔ اور اس لحاظ سے یہ قوانین مادّہ کے ماتحت ہیں، لیکن اس کے سوا اس میں فطرت کی ایسی پوشیدہ قوتیں اور شرائط پائی جاتی ہیں جو بے ترتیب عالم کو معلوم نہیں، بنابریں یہ اور قسم کے قوانین کے تابع ہے، جن کا ادنیٰ طبقہ سے کچھ تعلق نہیں یعنی منظم زندگی کے قوانین۔

(۳) اِن سے اوپر حیوانی زندگی ہے جس کی خاص صفات وشرائط نشونما، پرورش اور حرکت ارادیہ وغیرہ کے قوانین ہیں۔

(۴) اور اس سے بالاتر انسان کی ذی عقل، مدرک، اخلاقی اور ترقی کُن زندگی ہے، جس کے قوانین پچھلے تینوں عالموں سے جداگانہ ہیں۔

عالموں کے اس سلسلے کا ہر اعلیٰ طبقہ ادنیٰ طبقہ کے لحاظ سے فوق العادت اور اعجازی ہے، قدرت کے جو قوانین عالم جماد یا نبات میں دائر سائر ہیں وہ حیوانات میں نہیں اور جو حیوانات میں ہیں اس سے کہیں بڑھ کر عالم انسان میں پائے جاتے ہیں۔

اگر فرض کرو نباتات یا حیوانات میں ہماری باتیں سمجھنے کی قوت ہو اور ہم اُن کی دنیا میں جا کر اپنے انسانی کارنامے اور بنی آدم کے عجیب وغریب احوال اور وہ قوانین فطرت بیان کریں جو عالمِ انسان میں کارفرما ہیں تو یقیناً وہ اس ساری داستان کو خلاف قانون قرار دے کر ہمارا اسی طرح مذاق اڑائیں گے جیسا کہ معجزات نہ ماننے والے معجزات کا اڑاتے ہیں، کیونکہ جو قوانین اُن نباتات، جمادات کے دائرہ وجود میں عمل کر رہے ہیں، انسان کے متعلق قوانین فطرت ان سے بہت زیادہ بلند اور رفیع واقع ہوئے ہیں جن کے احاطہ کی ادنیٰ طبقہ کی مخلوقات سے توقع کرنا سفاہت ہے۔ سائنس کے بڑے بڑے اساتذہ یہ اعلان کر رہے ہیں کہ ہم کو ابھی تک کُل قوانین قدرت پر تو کہاں، اُس کے کسی معتد بہ حصہ پر بھی احاطہ حاصل نہیں ہوا۔ (۱۲)

سنتے بنهاد و اسباب و طرق	طالباں را زیرایں ازرق فلق
بیشتر احوال بر سُنّت رود	گاہ قدرت، خارقِ سُنّت رود
سنت و عادت نهاده با مزه	باز کرده خرقِ عادت معجزه
اے گرفتارِ سبب! بیروں مَپَر	لیک عزلِ آن مسبب ظن مبر
هر چه خواهد او مسبّب آورد	قدرتِ مطلق سببها بر درد (۱۳)

ترجمہ:

اللہ تعالیٰ نے آسمان کے اُن نیلے پردوں کے نیچے	کام کرنے والوں کے لئے علل واسباب اور عادات مقرر کر لئے ہیں
دنیا کے زیادہ تر واقعات انہی عاداتِ جاریہ کے مطابق ہوتے ہیں	لیکن کبھی قدرت الٰہی اس عادت کو توڑ بھی دیتی ہے
طریق وعادات (یعنی اسباب وعلل) کو اس نے خوش آیند بنایا ہے	لیکن پھر معجزہ سے خرقِ عادت بھی کر دیتا ہے
اے وہ جو اسباب وعلل کی زنجیر میں گرفتار ہے، حد سے زیادہ نہ اُڑ	اور یہ خیال نہ کر کہ ان اسباب وعلل کے بنا دینے سے وہ علۃ العلل اور مسبب الاسباب بیکار ہو گیا
وہ حقیقی مسبب الاسباب جو چاہے کرے	اور اس کی قدرت علی الاطلاق اسباب کو توڑ دے

<u>**شہادتِ معجزات:**</u> کسی امر کا صرف عقلاً جائز اور ممکن ہونا اس کے وقوع کی دلیل نہیں، کسی شے کے وقوع کو قبول کرنے کے لئے دو صورتیں ہیں۔ (i) غیر مشتبہ مشاہدہ یا (ii) تشفی بخش شہادت۔ (۱۴)

جو خرقِ عادت جس درجہ مستبعد ہو، اُسی نسبت سے اگر اُس کے ثبوت کی شہادت قوی ہوگی تو اُس سے انکار کرنے کی کوئی وجہ نہیں۔ (۱۵)

ہیوم کا روایاتِ معجزہ کے متعلق اگر چہ آخری فتویٰ یہی ہے کہ اس کے اثبات کے لئے انسانی شہادت کی کوئی کمیت وکیفیت نہیں کافی ہوسکتی، تاہم نفس خارقِ فطرت وواقعات کے لئے اس کے نزدیک بھی انسانی شہادت کا ایک درجہ ایسا موجود ہے، جس کی بنا پر ان کو قبول کیا جا سکتا ہے۔ (۱۶)

فرض کرو کہ تمام زبانوں کے تمام مصنفین اس پر متفق ہوں کہ یکم جنوری 1600ء سے لے کر آٹھ دن تک برابر تمام رُوئے زمین پر تاریکی چھائی رہی۔ یہ بھی فرض کرو کہ اس غیر معمولی واقعہ کی روایت آج تک لوگوں میں تازہ ہے اور دوسرے ممالک سے جو سیاح آتے ہیں وہ بے کم وکاست اور بلاشائبہ تناقض وہاں کے لوگوں سے بھی یہی روایت لاتے ہیں۔ ظاہر ہے کہ ایسی صورت میں ہمارے زمانے کے حکما کا کام شک کے بجائے اس غیر معمولی واقعہ کا یقین کر کے اس کی توجیہ اور اس کے علل واسباب کی جستجو ہوگی۔ کائناتِ فطرت میں زوال وانحطاط، فساد وفنا کی مثالیں اس کثرت سے ملتی ہیں کہ اگر کسی حادثہ سے اس تباہی کے آثار پائے جائیں تو اس کے بارے میں انسانی شہادت قابلِ قبول ہوگی بشرطیکہ یہ شہادت نہایت وسیع، متواتر اور متفق علیہ ہو۔ (۱۷)

> To establish a miracle, unless the testimony be of such a kind, that its falsehood would be more miraculous, than the fact, which it endeavours to establish; and even in that case there is a mutual destruction of arguments, and the superior only gives us an assurance suitable to that degree of force, which remains after deducting the inferior. When anyone tells me, that he saw a dead man restored to life, I immediately consider with my self, whether it be more probable, that this person should either deceive or be deceived, or that the fact, which he relates, should really have happened. I weigh the one miracle against the other; and according to the superiority, which I discover, I pronounce my decision, and always reject the

greater miracle. If the falsehood of his testimony wold be more miraculous, than the event which he relates; then, and not till then, can he pretend to command my belief or opinion. (۱۸)

لہٰذا صاف نتیجہ یہ نکلتا ہے (جو ایک کلی اصول کی حیثیت رکھتا ہے) کہ ''کوئی تصدیق وشہادت معجزہ کے اثبات کے لئے کافی نہیں تاوقتیکہ یہ ایسی نہ ہو جس کی تکذیب خود اس معجزہ سے بڑھ کر معجزہ ہو، جس کو یہ ثابت کرنا چاہتی ہے اور اس صورت میں بھی دلائل میں باہمی تصادم ہوگا۔ جو دلیل زیادہ قوی ہوگی اپنی زائد قوت کے مناسب یقین پیدا کرے گی۔'' فرض کرو کہ ایک شخص آکر مجھ سے کہتا ہے کہ اس نے ایک مردہ کو دیکھا کہ زندہ ہوگیا۔ تو میں فوراً اپنے دل میں سوچنے لگتا ہوں کہ یہ زیادہ ممکن ہے کہ یہ شخص دھوکہ دینا چاہتا ہو یا خود دھوکہ کھا گیا ہو، یا یہ اغلب ہے کہ جو کچھ وہ بیان کر رہا ہے، واقعہ ہو۔ ان دونوں معجزوں کا موازنہ کرتا ہوں اور جو پلّہ مجھ کو جھکتا معلوم ہوتا ہے اسی کے حق میں فیصلہ کر دیتا ہوں اور ہمیشہ اسی احتمال کو رد کرنا پڑتا ہے جس میں زیادہ معجزہ پن نظر آتا ہے۔ البتہ اگر شہادت کی تکذیب اس واقعہ سے زیادہ معجزہ ہے جس کو وہ بیان کر رہا ہے تو بے شک وہ مجھ کو اس کے یقین پر مجبور کر سکتا ہے۔ لیکن اس کے بغیر یقین ہونا ناممکن ہے۔ (۱۹)

جس درجہ کا واقعہ ہو اسی درجہ کی شہادت بھی ہونی چاہئے، لیکن درجہ نام کمیت اشخاص سے زیادہ کیفیت اشخاص کا ہے، ایک واقعہ کو چند آدمی بیان کرتے ہیں مگر ان کی راست گفتاری معرضِ بحث میں ہے، لیکن ایک ایسا شخص اس کے خلاف اپنی روایت بیان کرتا ہے، جس کی صداقت مسلّم ہے، جس کی راست گفتاری کا بارہا تجربہ ہو چکا ہے، جس کی سمجھ، حافظہ اور وثوق کا ہم کو علم ہے، اور جس کی دوسری اخلاقی صفات جن کا روایت پر اثر پڑتا ہے نہایت بلند ہیں تو ظاہر ہے کہ واقعہ کی حیثیت سے دوسری شہادت پہلی شہادت سے زیادہ قابل قبول ہے۔

چونکہ معجزہ کی شہادت سینکڑوں ہزاروں شہادتوں کے خلاف ہوتی ہے، اس لئے وہ ناقابلِ یقین ہے، یہ حقیقت میں ایک قسم کا مغالطہ ہے، ہزاروں لاکھوں شہادتیں اس بات کی دلیل ہیں کہ آگ نے فلاں فلاں موقع پر جلایا، اب جو شخص ایک معجزہ کو بیان کرتا ہے کہ فلاں موقع پر آگ نے نہیں جلایا تو یہ شہادت ان ہزاروں لاکھوں شہادتوں کے خلاف نہیں ہے، بلکہ اُن سے الگ ایک واقعہ ہے اس روایت سے ان لاکھوں ہزاروں شہادتوں کی مخالفت اور انکار اس وقت لازم آتا کہ جن موقعوں کے متعلق یہ کثیر التعداد شہادتیں اپنا مشاہدہ بیان کرتی ہیں، ان کی تکذیب وتغلیظ کی جاتی، دو شہادتوں کی باہمی ترجیح کا سوال اس وقت پیدا ہوتا ہے، جب وہ دونوں ایک ہی خاص واقعہ کو مختلف نتیجوں کے ساتھ بیان کریں اور یہاں یہ صورت نہیں ہے، جن لوگوں کے جلانے کے متعلق سینکڑوں شہادتیں موجود ہیں، معجزہ کا راوی ان کی تکذیب وتغلیظ نہیں کرتا، بلکہ ایک خاص آگ کی نسبت اپنا مشاہدہ بیان کرتا ہے، جس کے متعلق اُن کو نفیاً یا اثباتاً کوئی علم نہیں، مثلاً ایک طرف ایک شخص کی تنہا یہ شہادت ہوتی کہ پیغمبر اسلام علیہ السلام کے ہاتھوں سے پانی کا چشمہ اُبلنے لگا دوسری طرف سینکڑوں ہزروں آدمیوں کی یہ شہادت ہوتی کہ نہیں ایسا واقعہ نہیں ہوا تو بیشک اس موقع پر دوسری شہادت کو پہلی شہادت پر ترجیح دی جاسکتی۔

معجزہ کی شہادت کے متعلق اصل بحث یہ نہیں کہ یہ ممکن ہے، یا ناممکن، بلکہ اصل بحث یہ ہے کہ یہ شہادت کس درجہ کی ہے؟ اور اس کے رواۃ کی صحیح البیانی کا کیا پایہ ہے؟ اس کے لئے صحابہ کرام اور تابعین عظام کی راستی، دیانت، صدق مقال، اور اُن کی اخلاقی زندگی کے دیگر پہلوؤں کے مطالعہ کی حاجت ہے اور یہی شے ہے جو معجزات کی شہادت کو طاقتور یا کمزور بنا سکتی ہے۔

(۱) معجزہ خرقِ عادت اور قاعدۂ علت ومعلول کی استثنائی شکست کا نام ہے۔ جس کو اللہ تعالیٰ اپنے کسی پیغمبر کی سچائی کی نشانی کے طور پر لوگوں میں ظاہر کرتا ہے۔

(۲) خرقِ عادت اور قاعدہ علّت ومعلول کی شکست ممکن بلکہ واقع ہے۔

(۳) کیونکہ عادتِ طبعی اور سلسلۂ علل ومعلول کا علم ہم کو تجربہ سے ہوا ہے۔

(۴) اور تجربہ سے جو علم حاصل ہو، اس کی کلیت اور عمومیتِ عقلی کا دعویٰ نہیں کیا جاسکتا اس لئے اس سے معجزہ کے محال ہونے پر استدلال نہیں کیا جاسکتا۔

(۵) تجربہ کی بنیاد ذاتی مشاہدہ یا دوسرے مشاہدہ کرنے والوں کی شہادت پر ہے۔

(۶) اس لئے معجزہ کا ثبوت ذاتی مشاہدہ کرنے والوں کی شہادت پر مبنی ہے۔

(۷) اسلامی روایات اور صحیح معجزات نبوی کی شہادت اس قدر بلند ہے کہ دنیا کی کوئی تاریخی روایت اس کا مقابلہ نہیں کر سکتی، اور اس سے معجزات اور خوارقِ عادت کا وقوعی ثبوت بہم پہنچتا ہے۔ (۲۰)

معجزہ همچون گواه آمد زکی! بهرِ صدقِ مدّعی در بیشگی،

نیـ سَببها و الـر ها مغز و پُوست چون بجوئی جملگی آثار اُوست (۲۱)

ترجمہ: اسی طرح اے عقلمند، معجزہ بھی پیغمبر کا گواہ ہے جو مدّعی کی تصدیق کے لئے سامنے آیا ہے

کیا اسباب اور اثرات گودا اور چھلکا نہیں ہیں جب تو جستجو کرے گا سب اُسی کے آثار ہیں

آب از جوشش همی گردد هوا وان هو اگر دوز سردی آبها

بلکه بے اسباب و بیرون زین حکم آب رویا نید تکوین از عدم

توز طفلی چون سببها دیدهٔ در سبب از جهل بر چفیدهٔ

با سببها از مسبب غافلی سوئے این رو پوشهاز ان مائلی (۲۲)

ترجمہ: یعنی پانی اپنے جوش سے ہوا بن جاتا ہے اور وہ ہوا سردی کی وجہ سے پانی ہو جاتی ہے مطلب یہ کہ دیکھو اسباب ظاہری سے اکثر اوقات ہوا پانی بن جاتی ہے اور پانی ہوا بن جاتا ہے لیکن بلکہ بے اسباب سے اور اُس حکم سے باہر تکوین عدم پانی سے اُگاتی ہے۔ مطلب یہ کہ اسباب ظاہری سے تو ہوا سے پانی اور پانی سے ہوا بن جاتے ہیں لیکن بعض مرتبہ اُس کے خلاف بھی ہوتا ہے جیسا کہ یہاں ہو رہا تھا کہ بے اسباب ظاہری کے حکم تکوینی عدم سے اُس پانی کو پیدا کر رہا تھا اور یہ پانی آ رہا تھا۔ آگے فرماتے ہیں کہ تو نے جب بچپن سے اسباب کو دیکھا ہے تو جہل کی وجہ سے سبب پر چپکا ہوا ہے۔ تو اسباب میں مسبب سے غافل ہے اور ان حجابات کی طرف اس وجہ سے مائل ہے۔

عام معجزات کی جو نوعیت ہے چونکہ ان کی مثالیں معمولی واقعاتِ زندگی میں بھی ملتی رہتی ہیں، لہٰذا اسی نسبت سے ان کے استبعاد میں بھی بہت کچھ کمی ہو جاتی ہے، لیکن ''وادی ایمن'' اور " سدرة المنتهیٰ "کی واردات جو اصلی معجزات اور مقامِ نبوت کی حقیقی" ایات کبریٰ" ہیں ان کی بظاہر کوئی مثال اس عالم ناسوت میں نہیں نظر آتی، جس سے عام انسانوں کو ان کی فہم میں مدد ملے، بیشک " لنریک من ایتنا الکبریٰ " کا رتبہ بلند ملا، جس کو مل گیا۔'' اور سچ ہے کہ آفتاب کی عالم افروزی کا اندازہ ستاروں کی چمک سے نہیں ہو سکتا، تاہم بقدر استعداد تجلّی طور کا ہلکا سا پرتو ذرّات پر کبھی کبھی پڑ ہی جاتا ہے اور چشم بینا کی ہدایت کے لئے اتنا ہی بس ہے۔ انبیائے مرسلین کے بعد اولیائے مقربین کے ہاں ان تجلیات کی کافی شہادتیں ملتی ہیں لیکن عام انسانی سطح سے یہ درجہ بھی بہت بلند ہے۔ (۲۳)

پروفیسر ولیم جیمسن جو ایک نامور محقق نفسیات ہے اور جس کا شمار اکابر فلاسفہ میں ہے، اس نے لوگوں کے ذاتی وارداتِ مذہب یا مذہبی تجربہ و شعور کے مختلف اصناف پر بلا قید مشرق و مغرب، انبیاء و اولیاء، عوام و خواص، علماء و حکماء سب کے'' تجرباتِ مذہبی'' کی آپ بیتی واردات کو یکجا کیا۔

سب سے پہلے جیمس نے اپنے ایک بے تکلف دوست اور نہایت ہی ذہین و زیرک دوست کے متعدد تجربات لکھے ہیں، اس دوست کو کبھی کبھی رات کے وقت جب کہ یہ کتب بینی میں مشغول ہے یا خالی بیٹھا ہے، ایسا معلوم ہوا کہ کمرے کے اندر کوئی موجود ہے پلنگ کے پاس ہے

اپنی گود میں اس کو دبا رہا ہے، گو وہ نہیں جانتا کہ یہ کون ہے یا کیا ہے، تاہم نفس اس کی موجودگی کا اس سے کہیں زیادہ اس کو یقین ہے، جتنا کہ دن کی روشنی میں کسی ذی روح کی موجودگی کا ہوسکتا ہے، وہ اس کو کسی متشخص ذات یا انسان کی طرح نہیں دیکھ رہا ہے، پھر بھی اپنے تمام محسوسات سے زیادہ اُس کے حقیقی وواقعی ہونے کا اذعان ہے۔ (۴۴)

"There was not a mere consciousness of something there, but fused in the central happiness of it, a startling awareness of some ineffable good. Not vague either, not like the emotional effect of some poem, or scene, or blossom, of music, but the sure knowledge of the close presence of a sort of mighty person, and after it went, the memory persisted as the one perception of reality. Everything else might be a dream, but not that. (۴۵)

ترجمہ: ''اس کی موجودگی میں نہ کوئی ابہام والتباس ہے، نا یہ شعر یا موسیقی کے وجدو کیف کا سا پیدا کردہ کوئی جذبہ ہے، بلکہ یہ ایک قوی شخصیت کی نہایت قریب موجودگی کا قطعی علم ویقین ہے، اور اس کے چلے جانے کے بعد میرے حافظہ میں اس کی یاد ایک حقیقت کی طرح تازہ ہے، ہر چیز جو میں دیکھتا یا سنتا ہوں خواب ہوسکتی ہے، لیکن یہ واقعہ خواب نہ تھا۔''

Another Informant writes:- " Quite early in the night I was awakend..... I felt as if I had been aroused intentionally, and at first thought some one was breaking into the house..... I then turned on my side to go to sleep again, and immediately felt a consciousness of a presence in the room, and singular to state, it was not the consciousness of a live person, but of a spiritual presence. This may provoke a smile, but I can only tell you the facts as they occurred to me. I do not know how to better describe my sensations than by simply stating that I felt a consciousness of a spiritual presence..... I felt also at the same time a strong feeling of superstitious dread, as if something strange and fearful were about to happen." (۴۶)

ترجمہ: ایک اور شخص کا بیان ہے، ''میری آنکھ بہت رات رہے کھل گئی، ایسا معلوم ہوا کہ کسی نے جان بوجھ کر جگا دیا اور پہلے میں یہی سمجھا کہ کوئی شخص اندر گھس آیا ہے، میں نے پھر سونے کے لئے کروٹ بدل لی، فوراً ہی محسوس ہوا کہ کمرے میں کوئی موجود ہے، اور یہ کچھ عجیب احساس تھا، کسی عام ذی حیات شخص کی موجودگی کا نہیں بلکہ ایک روحانی وجود کا احساس تھا، ممکن ہے کہ تم کو اس پر ہنسی معلوم ہوتی ہو، لیکن میں وہ بیان کرتا ہوں، جو مجھ پر گذری، بجز اس کے کہ میں ایک روحانی وجود سے اس کو تعبیر کروں، اور کوئی بہتر صورت مجھ کو اپنے احساس کے ادا کرنے کی نہیں ملتی۔۔۔ساتھ ہی مجھ کو ایک بے دہشت بھی محسوس ہوئی کہ کوئی عجیب وخوفناک واقعہ ظاہر ہوا چاہتا ہے۔''

It was Dr.Bucke's own experience of a typical onset of cosmic consciousness in his own person which led him to investigate it in others. He has printed his conclusions in a highly interesting volume, from which I take the following account of what occurred to him :- " I had spent the evening in a great city, with tow friends, reading and discussing poetry and philosophy. We parted at midnight. I had a long drive in a hansom to my lodging. My mind, deeply under the influence of the ideas, images, and emotions called up by the reading and talk, was calm and peaceful. I was in a state of quiet, almost passive enjoyment, not actually thinking, but letting ideas, images and emotions flow of themselves, as it were, through my mind. All at once, without warning any kind, I found myself wrapped in a flame-colored cloud. For an instant I thought of fire, an immense conflagration

somewhere close by in that great city ; the next, I knew that the fire was within myself. Directiy afterward there came upon me a sense of exultation, of immense joyousness accompanied or immediately followed by an intellectual illumination impossible to describe. Among other things, I did not merely come to believe, but I saw that the universe is not composed of dead matter, but is, on the contrary, a living Presence ; I became conscious in myself of eternal life. It was not a conviction that I would have eternal life, but a consciousness that I possessed eternal life then ; I saw that all men are immortal ; that the cosmic order is such that without any peradventure all things work together for the good of each and all ; that the foundation principle of the world, of all the worlds, is what we call love, and that the happiness of each and all is in the long run absolutely certain. The vision lasted a few seconds and was gone ; but the memory of it and the sense of the reality of what it taught has remained during the quarter of a century which has since elapsed. I knew that what the vision showed was true. I had attained to a point of view from which I saw that it must be true. That view, that conviction, I may say that consciousness, has never, even during periods of the deepest depression, been lost." (۴۷)

امراض دماغی کے ایک ماہر ڈاکٹر نے خود اپنا تجربہ لکھا ہے کہ "اس کے بعد مجھ پر ایک انتہائی فرحت وانبساط کی کیفیت طاری ہوئی، جس کے ساتھ ہی ایک ایسی اشراقی یا انشراحی حالت پیدا ہوئی، جس کا بیان ناممکن ہے، اس حالت میں دوسری چیزوں کے ساتھ اس بات کا بھی مجھ کو صرف یقین نہیں بلکہ عینی مشاہدہ ہوا کہ کائنات بے جان مادہ سے نہیں بنی ہے، بلکہ ایک ذی حیات موجود ہے، مجھ کو خود اپنے اندر ایک ابدی حیات کا احساس ہوا، یہ کیفیت صرف چند سیکنڈ تک رہی، لیکن اس کی یاد اور حقیقت کا احساس آج چوتھائی صدی گذر جانے پر بھی اسی طرح تازہ ہے۔"

Here is an another document, even more definite in character, which, the writer being a Swiss, I translate from the French original.

" I was in perfect health ; we were on our sixth day of tramping, and in good training. We had come the day before from Sixt to Trient by Buet. I felt neither fatigue, hunger, nor thirst, and my state of mind was equally healthy. I had had at Forlaz good news from home ; I was subject to no anxiety, either near or remote, for we had a good guide, and there was not a shadow of uncertainty about the road we should fellow. I can best describe the condition in which I was by calling it a state of equilibrium. When all at once I experienced a feeling of being raised above myself, I felt the presence of God---I tell of the thing just as I was conscious of it—as if his goodness and his power were penetrating me altogether. The throb of emotion was so violent that I could barely tell the boys to pass on and not wait for me. I then sat down on a stone, unable to stand any longer, and my eyes overflowed with tears. I thanked God that in the course of my life he had taught me to know him, that he sustained my life and took pity both on the insignificant creature and on the sinner that I was. I begged him ardently that my life might be consecrated to the doing of his will. I felt his reply, which was that I should do his will from day to day, in humility and poverty, leaving him, the Almighty God, to be judge of whether I should some time be called to bear witness

more conspicuously. Then, slowly, the ecstasy left my heart ; that is, I felt that God had withdrawn the communion which he had granted, and I was able to walk on, but very slwoly, so strongly was I still possessed by the interior emotion. Besides, I had wept uninterruptedly for several minutes, my eyes were swollen, and I did not wish my companions to see me. The state of ecstasy may have lasted four or five minutes, although it seemed at the time to last much longer. My comrades waited for me ten minutes at the cross of Barine, but I took about twenty-five or thirty minutes to join them, for as well as I can remember, they said that I had kept them back for about half an hour. The impression had been so profound that in climbing slowly the slope I asked myself if it were possible that Moses on Sinai could have had a more intimate communication with God. I think it well to add that in this ecstasy of mine God had neither form, color, odor, nor taste ; moreover, that the feeling of his presence was accompained with no determinate localization. It was rather as if my personality had been transformed by the presence of a spiritual spirit. But the more I seek words to express this intimate intercourse, the more I feel the impossibility of describing the thing by any of our usual images, At bottom the expression most apt to render. what I felt is this ; God was present, though invisible ; he fell under no one of my senses, yet my consciousness perceived him." (۲۸)

ترجمہ: سویٹزلینڈ کے ایک شخص کی آپ بیتی یہ ہے کہ ''میں پوری طرح صحیح وتندرست تھا۔۔۔۔کسی قسم کی کی تھکن، بھوک یا پیاس قطعاً نہ تھی، طبیعت بالکل چاق اور شگفتہ تھی، گھر سے جو خبر ملی تھی اچھی تھی، غرض دور ونزدیک کسی قسم کی کوئی پریشانی نہ تھی، ہوشیار رہنما ہم لوگوں کے ساتھ تھا، راستہ میں بھٹکنے کا بھی مطلقاً اندیشہ نہ تھا، مختصر طور پر اپنی اس حالت کو یوں ادا کرسکتا ہوں کہ میرا دل ودماغ اس وقت کامل توازن کی حالت میں تھا، کہ یکا یک مجھ کو اپنے اندر ایک طرح کا ارتفاع محسوس ہوا، اور یہ معلوم ہوا کہ خدا موجود ہوگیا، اس کی رحمت وقوت میرے سارے وجود میں نفوذ کررہی ہے، یہ کیفیت اس درجہ شدید تھی کہ ساتھیوں سے بہ مشکل اتنا کہہ سکا کہ آگے آگے چلو، میرا انتظار نہ کرو، اب مجھ میں کھڑے ہونے کی تاب نہ تھی، ایک پتھر پر بیٹھ گیا، اور آنکھوں سے آنسوؤں کا دریا امنڈ آیا، میں نے خدا کا شکر ادا کیا کہ اس نے ایک حقیر اور میری جیسی گناہگار مخلوق پر اتنا بڑا رحم وفضل فرمایا کہ زندگی ہی میں اپنے کو پہچنوا کر اپنی ربوبیت کا کرشمہ دکھلا دیا، میں نے اُس سے نہایت الحاح کے ساتھ دعا کی کہ میری زندگی تمام تر اس کی رضا جوئی میں بسر ہو۔ جواب ملا کہ بس تو روز بروز عاجزی وسکنت کے ساتھ میری رضا پر چلنے کی کوشش کر اور اس کا فیصلہ مجھ خدائے قادر وتوانا پر چھوڑ دے کہ اس سے بھی زیادہ قوی شعور کے ساتھ تو مشاہدہ حق کے قابل ہوا ہے یا نہیں۔''۔۔۔۔۔یہ احساس واثر اس قدر گہرا اور واضح تھا کہ میں نے اپنے دل سے سوال کیا کہ کیا موسیٰ نے کوہ طور پر کچھ اس سے بھی زیادہ وضاحت کے ساتھ دیکھا تھا، اس قدر بیان کردینا اور مناسب ہوگا کہ اس عالم وجد میں خدا کسی شکل وصورت اور رنگ وبو سے متصف نہ تھا، نہ میں اس کی موجودگی کی کوئی خاص جگہ محسوس کررہا تھا۔''

ان مثالوں کو سامنے رکھ کر اب یہ حدیث پڑھو کہ ''ایک شب کو جب آپ مصروف نماز تھے، جمال الٰہی بے نقاب ہو کر سامنے آگیا، صحیحین کے علاوہ دیگر کتب حدیث میں ہے کہ ایک دفعہ صبح کی نماز کے لئے آپ ﷺ دیر کو برآمد ہوئے، نماز کے بعد لوگوں کو اشارہ کیا کہ اپنی اپنی جگہ ٹھہرے رہیں، پھر فرمایا کہ آج شب کو جب میں نے اتنی رکعتیں پڑھیں، جتنی میرے لئے مقدر تھیں، تو نماز ہی کے اندر میں اونگھ گیا، میں نے دیکھا کہ جمال الٰہی بے پردہ میرے سامنے ہے، خطاب ہوا، یا محمد! تم جانتے ہو کہ فرشتگان خاص کس امر میں گفتگو کررہے ہیں، عرض کی، ''نہیں، اے میرے رب میں نہیں جانتا۔'' اُس نے اپنا ہاتھ دونوں مونڈھوں کے بیچ میں میری پیٹھ پر رکھا، جس کی ٹھنڈک میرے سینہ تک پہنچ

گئی، اور آسمان وزمین کی تمام چیزیں نگاہوں کے سامنے جلوہ گر ہو گئیں، سوال ہوا'' یا محمد ﷺ! تم جانتے ہو کہ فرشتگان خاص کس امر میں گفتگو کر رہے ہیں۔'' عرض کی'' ہاں اے میرے رب ان اعمال کی نسبت گفتگو کر رہے ہیں، جو گناہوں کو مٹا دیتے ہیں۔'' پوچھا'' وہ کیا ہیں۔'' عرض کی '' نماز با جماعت کی شرکت کے لئے قدم اٹھانا، نماز کے بعد مسجد میں ٹھہر جانا، اور ناگواری کے باوجود اچھی طرح وضو کرنا، جو ایسا کرے گا اس کی زندگی اور موت دونوں بخیر ہوں گی، وہ گناہوں سے ایسا ہی پاک ہو جائے گا، جیسا اُس دن تھا جب اُس کی ماں نے اُس کو جنا تھا۔'' پھر سوال ہوا کہ '' یا محمد ﷺ! اور جات کیا ہیں!'' گذارش کی'' کھانا کھلانا، نرمی سے باتیں کرنا، جب دنیا سوتی ہو تو اٹھ کر نماز پڑھنا۔'' پھر حکم ہوا کہ'' اے محمد ﷺ مجھ سے مانگو، میں نے عرض کی'' خداوند میں نیک کاموں کے کرنے اور بُرے کاموں سے بچنے اور غریبوں سے محبت کرنے کی توفیق چاہتا ہوں، میری مغفرت کر، مجھ پر رحم فرما، جب کسی قوم کو تو آزمانا چاہے تو مجھے بے آزمائے اٹھا لینا، میں تیری محبت کا، اور جو تجھ سے محبت رکھے اس کی محبت کا، اور جو عمل مجھ کو تیری محبت کے قریب کر دے، اُس کی محبت کا خواستگار ہوں۔'' اس کے بعد آپ نے لوگوں سے کہا کہ یہ جو کچھ تھا، حق تھا، اور اس دعا کو پڑھا کرو۔'' (۲۹)

حدثنا محمد بن بشارنا مُعاذ بن هشام ثنی ابی عن قتاده عن ابی قِلابة عن خالدبن الجلاج عن ابن عباس ان النبی ﷺ قال اتانی ربی فی احسن صورة فقال یا محمد فقلت لبیک ربی وسعدیک قال فیم یختصم الملأ الا علی قلت رب لا ادری فوضع یده بین کتفی حتی وجدت بردها. بین لدیی فعلمت ما بین المشرق والمغرب فقال یا محمد فقلت لبیک وسعدیک قال فیم یختصم الملأ الا علی قلت فی الدرجات والکفارات وفی نقل الاقدام الی الجمعات واسباغ الوضوء فی المکروهات وانتظار الصلاة بعد الصلاة ومن یحافظ علیهن عاش بخیر ومات بخیر وکان من ذنوبه کیوم ولدته امه هذا حدیث حسن. (۳۰)

یقین معجزات: واقعات کے یقین کرنے کے اصول کے متعلق، لوگوں میں نہایت اختلاف ہے، محققین کے نزدیک واقعات پر یقین کرنے کے متعلق یہ اصول متعین ہیں:

(۱) جو واقعہ جس قدر زیادہ معمول عام کے موافق ہوگا، اسی قدر اُس کے وقوع کا یقین زیادہ ہوگا اور جو واقعہ جس قدر خلاف عادت اور خلاف معمول ہوگا اسی قدر اس پر یقین کرنے کے لئے زیادہ کدو کاوش کی ضرورت ہوگی۔ فرض کرو کہ ایک شخص نہایت سچا ہے اور اُس نے یہ روایت کی کہ فلاں شہر میں پانی برسا تو فوراً یقین آجائے گا، لیکن وہی شخص اگر پانی کے بجائے خون کا برسنا بیان کرے تو یقین کی حالت بدل جائے گی اور واقعہ کے ثبوت کے لئے زیادہ قوی شہادت درکار ہوگی، غرض واقعہ کی حیثیت سے شہادت کی حیثیت بدلتی جاتی ہے۔

(۲) کسی واقعہ کا صرف ممکن ہونا واقعہ پر یقین کرنے کے لئے کافی نہیں۔

(۳) جو واقعات پیش آتے رہتے ہیں، اُس کے خلاف کا ممکن ہونا، اس بات کی وجہ نہیں ہوتا کہ ہم کو اُن واقعات کے یقین میں شبہ پیدا ہو جائے۔

(۴) جس واقعہ کی نسبت اثبات ونفی کا کوئی پہلو یقینی نہیں ہوتا اُس کی نسبت بھی ہم خالی الذہن نہیں رہتے بلکہ دونوں پہلوؤں میں سے جو زیادہ قریب الیقین ہوتا ہے ہم اُس پر اعتبار کرتے ہیں۔

عام لوگ، ان اصول کو ملحوظ نہیں رکھتے، اور یہی اختلاف کا سبب ہوتا ہے مثلاً ایک شخص نے بیان کیا کہ ابن خلکان نے لکھا ہے کہ فلاں صوفی آگ میں گھس گئے اور آگ نے اُن پر کچھ اثر نہیں کیا۔ اس واقعہ پر عام لوگ فوراً اعتبار کر لیں گے کیوں کہ اُن کے نزدیک یہ واقعہ ممکن ہے، اور ابن خلکان میں مذکور ہے، لیکن ایک محقق شخص اس بات پر غور کرے گا کہ یہ واقعہ جس قدر ممکن ہے اُس سے زیادہ یہ ممکن ہے کہ ابن خلکان نے غلطی کی

ہو یا راوی اوّل نے دھوکہ کھایا ہو، یا بیچ کے رواۃ سے غلطی ہوئی ہو، یا قصداً ان میں سے کسی نے جھوٹ کہا ہو، البتہ جس درجہ کا یہ واقعہ مستبعد اور نادر الوقوع ہے، اُسی نسبت سے اگر اُس کے ثبوت کی شہادت قوی اور مضبوط ہوگی تو واقعہ کا یقین ہو سکے گا۔ اور یہ قرار دیا جائے گا کہ کچھ ایسے اسباب پیدا ہو گئے ہوں گے جن کی وجہ سے اُن کے بدن پر آگ کا اثر نہ ہوا ہوگا۔ (۳۱)

ایک شخص جو حق کا تشنہ ہے جس کا وجدان صحیح ہے، جو سچ اور جھوٹ میں تمیز کر سکتا ہے، جس کے دل میں سچی بات آپ سے آپ اُتر جاتی ہے، وہ جب کسی نبی سے تلقین وہدایت سنتا ہے تو بیہودہ کج بحثیوں میں نہیں پڑتا بلکہ آپ سے آپ اُس کا دل مان لیتا ہے کہ یہ سچ ہے اور سچائی کے مرکز سے نکلا ہے۔ (۳۲)

تمام قضایائے تجربیہ جن پر علوم وفنون کی بنیاد قائم ہے، اور جن کی عمومیت اور کلیت کا آپ کو یقین یا ظن غالب ہے۔ ان کی اس کلیت اور عمومیت کا یقین یا غلبۂ ظن صرف آپ ہی کے ذاتی تجربہ پر مبنی نہیں ہے، بلکہ ان میں سے ہر قضیہ کی عمومیت اور کلیت کے بنانے میں آپ کے سوا اور ہزاروں لاکھوں آدمیوں اور بیسیوں نسلوں کے مشاہدات کو دخل ہے، اور یہ مشاہدات آپ تک تحریری یا زبانی تاریخی شہادتوں کے ذریعہ سے پہنچتے ہیں، تب جا کر وہ انسانی مسلّمات میں داخل ہوئے ہیں۔

لیکن کسی تاریخی شہادت کے مستند ہونے پر آپ کچھ قیود بھی عائد کر سکتے ہیں۔ مثلاً یہ کہ اخیر راوی چشم دید گواہ ہو یعنی یہ کہ وہ واقعہ کے وقت، مقام واقعہ پر حاضر ہو، اور خود اس کا بلاواسطہ ذاتی علم حاصل کیا ہو وہ راست گفتار ہو، اس کا حافظہ صحیح اور درست ہو، فریبی اور جھوٹا نہ ہو، اسی طرح آغاز سلسلۂ روایت سے لے کر آخر تک بیچ کا ہر راوی بھی انہی صفات سے متصف ہو، جہاں تک ان صفات میں ترقی ہوگی، واقعہ کے متعلق آپ کے علم واذعان میں بھی ترقی ہوگی اور جہاں تک ان میں کمی ہوگی آپ کے علم واذعان میں بھی کمی ہوگی۔

اب مسلمانوں کا علم اخبار یا علم نقل وروایت یعنی اصول حدیث پر نظر ڈالئے تو معلوم ہوگا کہ بعینہٖ یہی اصول انہوں نے ہر روایتی شہادت کے قبول کرنے کے لئے مقرر کیا ہے، سلسلۂ روایت کے ان اوصاف میں جس قدر بھی نقص ہوگا، اسی جزء واقعہ کے علم واذعان میں بھی اسی قدر نقص ان کے نزدیک پیدا ہوگا، پیغمبر اسلام علیہ السلام کی طرف جس قدر بھی صحیح ومستند معجزات منسوب ہیں، ان میں سے ایک بھی ایسا نہیں ہے جس کی صداقت کو اصول پر پرکھ نہ لیا گیا ہو۔

صحیح معجزات نبوی ﷺ کے پہلے رواۃ یعنی وہ صحابہ کرام جو واقعات کے چشم دید گواہ ہیں، صدق مقال اور راست گفتاری پر اُن کی زندگی کا ایک ایک حرف گواہ ہے، اور اُن کی عقل، رزانت اور متانتِ رائے پر ان کے کارنامے شاہد عدل ہیں، بیچ کے رواۃ وہ محدثین عظام ہیں، جن کی سچائی، راستی اور حفظ وفہم پر اسمائے رجال کے اوراق کی مہریں ثبت ہیں، پیغمبر اسلام علیہ السلام نے علیٰ رؤس الاشہاد کہا، اور بار بار کہا کہ "جو شخص میری طرف کسی جھوٹی بات کی نسبت کرے گا اس کا ٹھکانہ جہنم ہے۔" صحابہؓ کا یہ حال تھا کہ آنحضرت ﷺ کے متعلق کسی خبر کو بیان کرتے ہوئے کانپ جاتے تھے، بیچ کے ثقہ اور مستند رواۃ بھی انتہائی انسانی احتیاط سے کام لیتے تھے۔

دنیا میں جو واقعہ ظہور پذیر ہوتا ہے اس کے علم کے دو ہی طریقے ہیں، یا تو انسان اس واقعہ کے وقت موجود ہوگا یا موجود نہ ہوگا، پہلی صورت میں اس کا علم اس کے احساس اور مشاہدہ پر موقوف ہے، اور وہ روایت کے تمام جھگڑوں سے بے نیاز ہے، جیسے کہ ان صحابہ کا اس معجزہ کے متعلق علم جو اُن کے سامنے ظاہر ہوا۔ اور دوسری صورت میں اس واقعہ کا علم صرف روایت سے ہو سکتا ہے اور اس کے سوا کوئی ذریعہ علم اس کے لئے دنیا میں موجود نہیں ہے۔ (۳۳)

عملی دنیا کا کاروبار ارسطو کے بنائے ہوئے اصول وقواعد پر نہیں چل رہا ہے بلکہ خالق فطرت اپنے وضع کردہ اصول وقواعد پر اس کو چلا رہا ہے، واقعات کسی حد تک تعجب انگیز اور دور از عقل ہوں، تاہم انسانوں کی بڑی تعداد، دلیل و برہانِ منطقی کے بغیر صدق دل سے ان پر یقین رکھتی ہے، کسی واقعہ پر یقین رکھنے کے لئے اس کا فہم انسانی میں آجانا اور عقل واستدلال کی میزان میں اس کا پورا اتر جانا ضروری نہیں ہے ایک

طبیع فلسفی سے لے کر عامی تک مادّہ کے وجود پر یقین رکھتا ہے، حالانکہ استدلال سے اس کا وجود ثابت نہیں کیا جاسکتا۔ (۳۴)

الغرض ناقصین اور معاندین کے لئے جس طرح صدقِ نبوت کے دوسرے دلائل بے کار ہوتے ہیں، معجزہ کی شہادت بھی بیکار ہوتی ہے، معجزہ طلب فرقہ، شاذ و نادر ہی دولتِ ایمان پاتا ہے، لیکن وہ ہستیاں جو براہِ راست پیغمبر کے وجود سے اثر پذیر ہوتی ہیں، اُن کو قبولِ اثر کیلئے معجزہ کے واسطہ کی حاجت نہیں، ابوجہل معجزہ جمادات دیکھ کر بھی کافر ہی رہا، اور ابوبکرؓ معجزۂ دل سے صدیق اکبر ہوئے، رضی اللّٰہ تعالیٰ عنہٗ (۳۵)

از سعجزہ خواست بو جهل لعیں	معجزات از مصطفی شاہ بهیں
معجزہ جست از نبی بو جهل سگ	دیدو نفز و دش ازان الا کہ شک
لیک آں صدیق حق، معجز نخواست	گفت ایں روخود نہ گوید غیر راست (۳۶)

ترجمہ: ابوجہل نے عناد سے آنحضرت ﷺ سے معجزہ طلب کیا لیکن یہ معجزہ دیکھ کر بھی، شک کے سوا اس کو یقین نہ پیدا ہوا لیکن ابوبکر صدیقؓ نے معجزہ طلب نہ کیا، انہوں نے کہا کہ یہ چہرۂ نبوی سچ کے سوا جھوٹ کہہ نہیں سکتا۔

غرض یقین اپنی ماہیت کی رو سے تمام تر صرف ایک نفسی میلان ہے، جو نہ علم کا پابند ہے نہ جہل کا، جس کا انحصار نہ عقل پر ہے نہ بے عقلی پر، جو نہ سچ پر موقوف ہے، نہ جھوٹ پر، وہ فلسفہ، حکمت، علم و عقل سب چیزوں سے پیدا ہوسکتا ہے، اور کسی سے بھی نہیں پیدا ہوسکتا، یقین کی ماہیت صرف ایک طرح کا غیر منطقی میلانِ نفسی ہے۔ تو اس کے اسباب کی جستجو منطق و فلسفہ کے دلائل میں بے سود ہے منطقی یا فلسفیانہ دلائل زیادہ سے زیادہ میلانِ یقین کی تقویت و تضعیف کا کام دے سکتے ہیں، لیکن خود اس میلان کی تخلیق ان کے بس سے باہر ہے، یہ میلان بذاتِ خود ایک نفسی حقیقت ہے۔ (۳۷)

کم و بیش تمام علمائے نفسیات نے یقین کی ماہیت و اسباب پر بحث کی ہے، امریکہ کے سب سے بڑے استاد نفسیات پروفیسر ولیم جیمس کا نام مستند ترین ضمانت ہوسکتا ہے۔ پروفیسر موصوف کتاب ''اصول نفسیات'' کے باب احساسِ حقیقت (جلد دوم) میں اسبابِ یقین کے متعلق چند اصولی باتیں بیان کرتے ہیں۔

(i) Provided that no one remembered its appearance loved one is sick or in pain. To do anything is a relief. Accordingly, whatever remedy may be suggested is a spark on inflammable soil. The mind makes its spring towards action on that cue, sends for that remedy, and for a day at least believes the danger past. Blame, dread, and hope are thus the great belief-inspiring passions, and cover among them the future, the present, and the past. (۳۸)

(۱) ''معالجات (تدابیر شفا طلبی) کے بارے میں انسان کی زود اعتقادی اسی قسم کے نفسی اسباب (یعنی جذباتی (احوال) پر مبنی ہے، حتیٰ کہ جب کوئی محبوب و عزیز شخص خطرناک بیماری یا تکلیف میں مبتلا ہو، تو ناگوار سے ناگوار شے بھی زود اعتقادی کی راہ میں حائل نہیں ہوسکتی، (خصوصاً عورتوں کے لئے) جس شے میں کچھ بھی امید شفا ہو، اس کے کرنے سے تسلی حاصل ہوتی ہے، لہٰذا جو علاج بھی ایسی حالت میں تجویز کیا جائے، وہ آتشگیر مادہ کے لئے چنگاری کا کام دیتا ہے، طبیعت فوراً اس پر عمل کے لئے آمادہ ہوجاتی ہے، آدمی اس علاج کا سامان کرتا ہے اور کم از کم ایک دن کے لئے اس کو یقین ہوجاتا ہے کہ خطرہ جاتا رہا، لہٰذا معلوم ہوا کہ یقین آفرینی کے بڑے اسباب امید و بیم وغیرہ کے جذبات ہیں جن کے احاطۂ اقتدار میں ماضی، مستقبل اور حال تینوں داخل ہیں۔ (۳۹)

(ii) That theory will be most generally believed which, besides offering us objects able to account satisfactorily for our sensible experience, also offers those which are most interesting, those which appeal most urgently to our esthetic, emotional, and active needs. (۴۰)

(۲) "سب سے زیادہ یقین آفرین وہ نظریہ ہوتا ہے، جو ہمارے محسوسات کی تشفی بخش توجیہ کے علاوہ ایسی چیزیں ہمارے سامنے پیش کرتا ہو، جو سب سے زیادہ دلچسپ ہوں اور جو ہمارے حاسۂ جمال پرستی اور جذباتی و عملی ضروریات کو سب سے زیادہ متاثر کرتی ہو۔" (۴۱)

(iii) Will and Belief, in short, meaning a certain relation between objects and the Self, are two names for one and the same PSYCHOLOGICAL phenomenon. (۴۲)

(۳) "ارادہ (خواہش) اور یقین (جس کے معنی نفس اور اشیاء کے مابین ایک خاص تعلق کے ہیں ایک ہی نفسیاتی واقعہ کے دو نام ہیں۔" (۴۳)

ارادہ اور یقین کے ایک ہونے کے معنی یہ ہیں کہ کسی چیز کے لئے لازمی ہے کہ پہلے دل میں اس کے یقین کا ارادہ یا خواہش پیدا ہو، یقین ایک قسم کی تشفی ہے، جب تک اس کے لئے طلب و تشنگی نہ موجود ہو، یہ نہیں حاصل ہوتا، پانی پینے اور اس سے سیراب ہونے کے لئے ضروری ہے کہ پہلے پیاس لگے، لیکن اکثر پیاس لگنا ہی پانی پی لینے کے لئے کافی نہیں ہوتا، بلکہ شرط یہ ہے کہ اس کے پینے سے کوئی روکنے والا خیال موجود نہ ہو، مثلاً پانی کا دشمن کے ہاتھ سے ملنا، اس کی ناپاکی کا شبہ یا کسی بیماری کے لئے اس کے مضر ہونے کا اندیشہ، اسی طرح نفس پیاس کے علاوہ کبھی کبھی ترغیبات کی موجودگی بھی پانی پینے پر آمادہ کردیتی ہے، مثلاً گرمی کے موسم میں کسی دوست کے یہاں صفائی ونفاست کے ساتھ کوری کوری صراحیوں میں ٹھنڈا پانی رکھا ہو، اور ان کے آس پاس لکھنؤ کے نازک کاغذی آبخورے ہوں تو بے پیاس کی پیاس لگ آتی ہے۔ (۴۴)

یقین کے پیدا کرنے میں خواہش اور ارادہ کا خاص دخل ہے لیکن ساتھ ہی مویدات وموانع بھی انسان کے اپنے نفسیاتی اور ذہنی رجحان کے مطابق اثر انداز ہوتے ہیں۔

جب کوئی چیز یقین واذعان کے لئے پیش کی جاتی تو خواہش اور اس کے موانع ومؤیدات میں باہم ایک نفسی معرکہ آرائی ہوتی ہے، اور یقین یا عدم یقین کا فیصلہ اس معرکہ آرائی کے آخری نتیجہ پر منحصر ہوتا ہے، اگر خواہش یقین زیادہ قوی ہے تو وہ بلا مؤیدات کی اعانت کے موانع پر غالب آجاتی ہے، اگر موانع زیادہ قوی ہیں تو وہ خواہش کو مغلوب کردیتے ہیں، اگر موانع سرے سے نہیں موجود ہیں تو تنہا خواہش کافی ہوسکتی ہے، یا اگر موانع بہت ہی معمولی درجہ کے ہیں تو ضعیف سے ضعیف خواہش بھی اپنے مؤیدات کی رو سے ان کو زیر کرلے گی، فرض کرو کہ زید کے گھر ایک شخص مہینوں سے مریض پڑا ہے، جتنی علاج کوئی کارگر نہیں ہوتا، ایک دوست آکر کہتا ہے کہ شہر میں ایک متقی، پرہیزگار، بے طمع بزرگ ہیں، جن کی دعا سے بہتوں کو فائدہ ہوا ہے، تم بھی انہی کی طرف کیوں نہ رجوع کرو، ظاہر ہے کہ زید کے دل میں اس مریض کے لئے شفا طلبی کی خواہش موجود ہے، اب اگر اس کو بزرگوں سے بدعقیدگی (مانع) نہیں ہے، تو بے تکلف دوست کے مشورہ پر عمل کے لئے آمادہ ہوجائے گا، اور طبیعت میں کم از کم کچھ دیر کے لئے شفا کی امید بندھ جائے گی، جس کا نام میلان یقین ہے، اب بزرگ موصوف کے پاس پہنچ کر وہ دیکھتا ہے کہ اہل حاجت کا میلہ لگا ہوا ہے۔ پھر ان کے اتقاء اور بے لوثی کی کچھ مثالیں آنکھ کے سامنے آتی ہیں، لازماً ان چیزوں سے زید کے میلانِ یقین کی اور تائید وتقویت ہوتی ہے۔

لیکن اگر زید کے الحاد وبدعقیدگی کا جذبہ اتنا زبردست ہے کہ وہ اس کی قوی سے قوی خواہشِ شفا طلبی کو بھی زیر کرسکتا ہے، تو بڑے سے بڑے بزرگ کی بزرگی بھی بیکار ثابت ہوگی، اور دوست کی جانب سے دعا کی شفا بخشی کے دلائل وشواہد کا اگر انبار بھی لگادیا جائے، تو رائیگاں جائے گا، **ختم اللہ علی قلوبھم وعلی سمعھم وعلی ابصارھم غشاوۃ** میں غالباً اسی حقیقت کی جانب اشارہ ہے، ایمان ویقین کا حاسۂ قلب ہے اگر وہ مختوم ہے تو پھر عقلِ انسانی کی کوئی منطق اس مختومیت کا ازالہ نہیں کرسکتی۔ (۴۵)

سیرۃ النبی ﷺ میں قبولِ اسلام کے سلسلے کے ابتدائی واقعات میں اس افراد کے ذوقِ ایمان اور طلب یقین سے پُر یہ نفسی حقائق مکمل طور پر واضح تصویر پیش کرتے ہیں۔

واقعہ ابوذر غفاریؓ کا قبولِ اسلام: حضرت ابوذر غفاریؓ کا اسلام قبول کرنے کے بعد ان کا کھلم کھلا اعلان حق ان کے نفسی کیفیات کی بھرپور عکاسی کرتا ہے۔

اسلام ابی ذر رضی اللّٰہ عنه حدثنی عمرو بن عباس حدثنا عبد الرحمن بن مهدی حدثنا المثنّٰی عن ابی جمرة عن ابن عباس رضی اللّٰہ عنهما قال لما بلغ ابا ذر مبعث النبی ﷺ قال لاخیه ارکب الٰی هذا الوادی فاعلم لی علم هٰذا الرجل الذی یزعم انهٗ نبی یاتیه الخبر من السمآء واسمع من قولهٖ ثم ائتنی فانطلق الاخ حتّٰی قدمهٗ وسمع من قولهٖ ثم ائتنی نا نطلق الاخ حتی قومهٗ وسمع من قولهٖ ثم رجع الٰی ابی ذر فقال لهٗ رایتهٗ یامر بمکارم الاخلاق و کلامًا ما هو بالشعر فقال ما شفیتنی مما اردت فتزود وحمل شنةً لهٗ فیها ماءٌ حتّٰی قدم مکة فاتی المسجد فالتمس النبی ﷺ ولا یعرفهٗ و کره ان یسال عنه حتّٰی ادرکهٗ بعض اللیل فاضطجع فراه علی فعرف انهٗ غریب فلما راه تبعهٗ فلم یسال واحد منهما صاحبهٗ عن شیء حتّٰی اصبح ثم احتمل قربتهٗ وزادهٗ الی المسجد وظل ذٰلک الیوم ولا یراه النبی ﷺ حتّٰی امسٰی فعاد الٰی مضجعه فمر به علی فقال اما نال للرجل ان یعلم منزلهٗ فاقامهٗ فذهب به معهٗ لا یسال واحد منهما صاحبهٗ عن شیء حتّٰی اذا کان یوم الثالث فعاد علیٌّ مثل ذٰلک فاقام معهٗ ثم قال الا تحدثنی ما الذی اقدمک قال ان اعطیتنی عهدا ومیثاقا لترشدننی فعلت ففعل فاخبرهٗ قال فانهٗ حق وهو رسول اللّٰہ ﷺ فاذا اصبحت فاتبعنی فانی ان رایت شیئًا اخاف علیک قمت کانی اریق المآء فان مضیت فاتبعنی حتّٰی تدخل مدخلی ففعل فانطلق یقفوه حتّٰی دخل علَی النبی ﷺ ودخل معهٗ فسمع من قولهٖ واسلم مکانهٗ فقال لهٗ النبی ﷺ ارجع الٰی قومک فاخبرهم حتّٰی یأتیک امری قال والذی نفسی بیدهٖ لاصرخن بها بین ظهرانیهم فخرج حتّٰی اتی المسجد فنادٰی باعلٰی صوتهٖ اشهد ان لا اله الا اللّٰہ وان محمدا رسول اللّٰہ ثم قام القوم فضربوه حتّٰی اضجعوه واتی العباس فاکب علیه قال ویلکم الستم تعلمون انهٗ من غفار وان طریق تجارکم الی الشام فانقذهٗ منهم. ثم عاد من الغد لمثلها فضربوه و ثاروا الیه فاکب العباس علیه. (۳۶)

حضرت ابوذر کا اسلام لانا: حضرت ابن عباسؓ فرماتے ہیں کہ جب ابوذر کو نبی کریم ﷺ کے مبعوث ہونے کی خبر پہنچی تو انہوں نے اپنے بھائی سے کہا کہ تم سوار ہو کر اس وادی کی طرف جاؤ اور اس شخص کے بارے میں معلومات حاصل کرو جو اپنے نبی ہونے اور اپنے پاس آسمانی خبروں کے آنے کا دعویٰ کرتا ہے اور اس کی بات سننا، پھر میرے پاس آنا۔ پس ان کا بھائی روانہ ہو کر آپ ﷺ کی خدمت میں پہنچا اور آپ کی باتیں سُن کر ابوذر کی طرف واپس لوٹ گیا۔ پھر انہیں بتایا کہ وہ شخص اچھے اخلاق کا حکم دیتا ہے اور اس کے پاس جو کلام ہے وہ شاعری نہیں۔ ابوذر کہنے لگے کہ تمہارے بیان سے میری تسلی نہیں ہوئی۔ پس یہ زادِ راہ اور ایک مشکیزے میں پانی لے کر مکہ مکرمہ پہنچ گئے۔ پھر جب مسجد میں آئے تو نبی کریم ﷺ کی جستجو رہی لیکن آپ سے متعارف نہ تھے اور کسی سے پوچھنا بھی پسند نہ آیا۔ اسی جستجو میں رات ہو گئی اور یہ لیٹ گئے۔ پس حضرت علی نے انہیں دیکھ لیا اور جان گئے کہ یہ مسافر ہے۔ یہ بھی انہیں دیکھ کر پیچھے ہو گئے۔ صبح ہو گئی لیکن ایک نے دوسرے سے کچھ بھی نہ پوچھا۔ چنانچہ یہ اپنا زادِ راہ اور مشکیزہ لے کر پھر مسجد میں آ گئے۔ یہ دن بھی انتظار میں گزر گیا اور انہوں نے نبی کریم ﷺ کو نہ دیکھا۔ شام کے وقت یہ پھر لیٹنے کی جگہ پر آ گئے تو ان کے پاس سے حضرت علی گزرے تو دل میں کہنے لگے کہ اس آدمی کو اپنی منزلِ مقصود نہیں ملی تا کہ وہاں قیام کرتا۔ پس انہیں اپنے ساتھ لے گئے اور دونوں میں سے کسی نے ایک دوسرے سے کچھ بھی نہ پوچھا۔ جب تیسرا روز ہوا تو حضرت علی نے اس روز بھی انہیں اپنے پاس

ٹھہرایااورفرمایا کہ تم مجھے اپنے آنے کی وجہ کیوں نہیں بتاتے؟ جواب دیا: کہ اگر آپ میری رہنمائی کرنے کا پکا عہد و پیمان کریں تو میں اپنے مقصد کا اظہار کر سکتا ہوں۔ انہوں نے وعدہ کرلیا، تو انہوں نے مقصد ظاہر کر دیا۔ حضرت علی نے فرمایا کہ تم نے سچی بات سنی، واقعی وہ اللہ تعالیٰ کے رسول ہیں۔ جب خیر سے صبح ہو جائے تو میرے پیچھے چلنا۔ اگر کسی مقام پر مجھے تمہارے لئے خطرہ نظر آیا تو میں ٹھہر جاؤں گا اور اس طرح بیٹھوں گا جیسے پیشاب کرتا ہوں پھر جب چلوں تو تم بھی میرے پیچھے چلتے رہنا یہاں تک کہ نبی کریم ﷺ کی خدمت میں جا پہنچے اور یہ بھی ساتھ ہی پہنچ گئے۔

جب انہوں نے آپ ﷺ کی باتیں سنیں تو اس جگہ اسلام قبول کرلیا۔ نبی کریم ﷺ نے ان سے فرمایا کہ اپنی قوم کے پاس جا کر انہیں میرا پیغام دو۔ یہ عرض گزار ہوئے کہ قسم اس ذات کی جس کے قبضے میں میری جان ہے، میں تو لوگوں کے سامنے اس کلمۂ حق کا چیخ پکار کر اعلان کرتا رہوں گا۔ پس یہ نکل کر باہر مسجد میں آگئے اور بلند آواز سے کہنے لگے کہ میں گواہی دیتا ہوں کہ اللہ تعالیٰ کے سوا کوئی عبادت کے لائق نہیں اور محمد ﷺ اللہ کے رسول ہیں۔ پس لوگوں نے کھڑے ہو کر انہیں مارنا پیٹنا شروع کر دیا، یہاں تک کہ زمین پر لٹا لیا۔ اتنے میں عباس آکر ان پر جھک گئے اور کہا: تمہارا خانہ خراب ہو، کیا تم یہ نہیں جانتے کہ یہ قبیلہ غفار کا ایک فرد ہے اور شام کی تجارت کے لئے یہی تمہارے گزرگاہ ہے اور یہ کہہ کر ان کے پنجے سے چھڑایا۔ دوسرے روز بھی انہوں سے اسی طرح اعلان کیا کافروں نے اسی طرح انہیں مارا پیٹا اور حضرت عباس نے انہیں بچالیا۔

حضرت ابوذرؓ مکہ سے جب واپس گئے، اور اپنے قبیلہ کو اسلام کی دعوت دی تو آدھا قبیلہ اُسی وقت مسلمان ہو گیا، بقیہ آدمیوں نے کہا کہ ہم اس وقت اسلام کا اظہار کریں گے جب آنحضرت ﷺ مدینہ میں آجائیں، چنانچہ جب آپ مدینہ میں تشریف لائے تو باقی آبادی بھی مسلمان ہو گئی۔ غفار سے قریب اسلم کا قبیلہ آباد تھا، اور دونوں قبیلوں میں قدیم تعلقات تھے، غفار کے اثر سے انہوں نے بھی اسلام قبول کرلیا۔ (۴۷)

حضرت حمزہؓ آپ ﷺ کے وہ چچا تھے جن کے ساتھ آپ ﷺ کا بچپن گزرا اور جنہیں آپ ﷺ سے دلی لگاؤ تھا۔ حضرت حمزہؓ کو آپ ﷺ سے خاص محبت تھی، آپ ﷺ سے صرف دو تین برس بڑے تھے، اور ساتھ کھیلے تھے، وہ گو ابھی ایمان نہیں لائے تھے، لیکن آپ ﷺ کی ہر ادا کو محبت سے دیکھتے تھے، دل میں نورِ حق موجود تھا، بالآخر ان بے رحمانہ ایذاؤں نے جو دشمنانِ اسلام آنحضرت ﷺ کو پہنچاتے تھے، اظہارِ اسلام پر بیتاب کر دیا، ''اظہار تو کر دیا، لیکن گھر پر آئے تو متردد تھے، کہ آبائی دین کو دفعتہ کیوں کر چھوڑ دوں، تمام دن سوچتے رہے آخر غور و فکر کے بعد یہ فیصلہ کیا کہ دینِ حق یہی ہے۔'' موانع یقیناً موجود تھے، لیکن ''دینِ حق'' کے قبول اور اس کے داعی ﷺ کی حمایت کا جذبہ ان موانع سے قوی تر تھا۔ (۴۸)

حضرت حمزہؓ کا اسلام قبول کرنے کا واقعہ بھی ان کی نفسی کیفیات اور نفسی حقائق کی واضح دلیل ہے۔

عمرو بن عنبسہ سلمی بھی ان ہی بزرگوں میں ہیں، جنہوں نے لوگوں کی زبانی یہ سن کر کہ مکہ میں ایک شخص پیدا ہوا ہے جو بہت سے باتیں بتاتا ہے، مشتاقانہ مکہ آئے، آنحضرت ﷺ اس وقت قریش کے مظالم کی بنا پر چھپے رہتے تھے، عمرو بنؓ عنبسہ کسی طرح آنحضرت ﷺ کی خدمت میں پہنچ گئے اور عرض کی کہ ''آپ کون ہیں؟'' آپ نے فرمایا ''میں پیغمبر ہوں'' انہوں نے کہا ''پیغمبر کس کو کہتے ہیں؟'' آپ نے فرمایا ''خدا نے مجھے بھیجا ہے'' انہوں نے پھر پوچھا ''کیا پیغام دے کر بھیجا ہے؟'' ارشاد فرمایا ''مجھے خدا نے یہ پیغام دے کر بھیجا ہے کہ قرابت کا حق ادا کیا جائے، بت توڑے جائیں، خدا کو ایک مانا جائے اور کسی کو اس کا شریک نہ ٹھہرایا جائے۔'' عمرو نے پوچھا ''اس مذہب کے کتنے پیرو ہیں؟'' آپ نے فرمایا ''ایک آزاد (ابوبکرؓ) اور ایک غلام (بلالؓ)'' عمرو نے کہا ''میں بھی آپ کی پیروی کرتا ہوں۔'' ارشاد ہوا کہ ابھی تو یہ ممکن نہیں، تم دیکھتے ہو کہ میں کس حال میں ہوں اور لوگوں کا کیا حال ہے۔ میری کامیابی کا جب حال سنو تو میرے پاس آجانا، چنانچہ عمرو واپس گئے اور ہجرت کے بعد جب لوگوں کی زبانی آپ کی کامیابی کا حال معلوم ہوا تو حاضر خدمت ہوئے۔ (۴۹)

ضماد بنؓ ثعلبہ، قبیلۂ ازدشنوءہ کے رئیس اور آپ ﷺ کے زمانۂ جاہلیت کے دوست تھے، وہ مکہ آئے، تو سنا کہ محمد کو جنون ہو گیا ہے، وہ جھاڑ پھونک بھی کرتے تھے، وہ آپ ﷺ کے پاس آئے کہ لاؤ میں تمہارا علاج کر دوں، آپ نے فرمایا **الحمد للہ نحمدہٗ و نستعینہ من یھدہ**

اللّٰہ فلا مضل لہٗ ومن یضللہ فلا ھادی لہٗ واشھد ان لا الٰہ اللّٰہ وحدہٗ لا شریک لہٗ واشھدان محمدا عبدہٗ ورسولہٗ، ان فقروں نے ضماد پر غیر معمولی اثر کیا، عرض کی دوبارہ ارشاد فرمایئے، آپ نے پھر اعادہ فرمایا، ضماد نے پھر تیسرے بار پڑھوایا، اب وہ بالکل مسحور تھے، بولے کہ "میں نے کاہنوں کی باتیں، جادوگروں کے منتر اور شاعروں کے قصائد سنے ہیں، لیکن ایسا کلام میں نے نہیں سُنا، یہ تو دریا کی تہ تک میں بھی اثر کر جائے گا، لایئے ہاتھ لایئے، میں اسلام پر بیعت کرتا ہوں۔" آپ نے اُن سے بیعت لی، پھر فرمایا، اپنے پورے قبیلہ کی طرف سے بھی بیعت کرلو، چنانچہ انہوں نے پورے قبیلہ کی طرف سے بیعت کرلی، اور وہ اُن کی دعوت سے مسلمان ہوگئے۔ (۵۰)

ضماد بن ثعلبہ پر کلام ربانی کے اثر نے ان کی نفسی کیفیات میں تبدیلی پیدا کی انہوں نے فوراً ہی اسلام قبول کرلیا۔

طفیل بن عمرو دوسی عرب کا مشہور شاعر تھا، اور چونکہ عرب میں شعراء کا اثر بہت تھا یعنی وہ قبیلہ کے قبیلہ کو جدھر چاہتے تھے، جھونک دیتے تھے، اس لئے قریش نے کوشش کی کہ وہ کسی طرح آنحضرت ﷺ کی خدمت میں نہ پہنچنے پائے، لیکن ایک دفعہ جب اُس نے اتفاقیہ آنحضرت ﷺ کو قرآن مجید پڑھتے سنا تو وہ فوراً مسلمان ہوگیا، اور اس کے اثر سے اسی زمانہ میں قبیلۂ دوس میں بھی اسلام پھیلنے لگا، تاہم عام قبیلہ نے طفیل کی دعوت قبول نہ کی، وہ رنجیدہ ہوکر آنحضرت ﷺ کے پاس آئے اور عرض کی یارسول اللہ! دوس نے نافرمانی کی، ان پر بددعا کیجئے، آپ نے ہاتھ اٹھا کر دعا مانگی کہ "خدایا دوس کو ہدایت دے، اور اُن کو بھیج اس کے بعد سارا قبیلہ مسلمان ہوگیا۔ (۵۱)

حدثنا ابو نعیم حدثنا سفیان عن ابن ذکوان عن عبد الرحمن العرج عن ابی ھریرۃ رضی اللّٰہ عنہ قال جآء الطفیل بن عمرو الی النبی ﷺ فقال. ان دوسا قد ھلکت عصت وابت فادع اللّٰہ علیھم فقال اللّٰھم اھد دوسا وات بھم. (۵۲)

ترجمہ حضرت ابوہریرہؓ فرماتے ہیں کہ حضرت طفیل بن عمرو دوسی ایک دفعہ نبی کریم ﷺ کی خدمت میں حاضر ہوکر عرض گزار ہوئے کہ قبیلہ دوس ہلاک ہوا، نافرمانی کی اور اس نے اسلام قبول کرنے سے انکار کردیا لہٰذا آپ اُن کی ہلاکت کے لئے اللہ تعالیٰ سے دعا کریں۔ پس آپ نے دعا کی کہ اے اللہ! قبیلۂ دوس کو ہدایت فرما اور انہیں دائرہ اسلام میں لے آ۔

قیصر روم کے پاس جس وقت داعی اسلام (ﷺ) کا نامۂ مبارک پہنچا اور قیصر و ابوسفیان میں باہم جو گفتگو ہوئی اس کے بعد گو قیصر کے ضمیر میں ایمان واذعان کی روشنی پیدا ہوئی اور اس نے کہا کہ "مجھ کو یہ ضرور خیال تھا کہ ایک پیغمبر آنے والا ہے، لیکن یہ خیال نہ تھا، کہ وہ عرب میں پیدا ہوگا، میں اگر وہاں جاسکتا تو خود اس کے پاؤں دھوتا۔" لیکن قیصر نے ابوسفیان سے جو گفتگو کی تھی اس سے بطارقہ اور اہلِ دربار سخت برہم ہوچکے تھے، نامۂ مبارک پڑھے جانے کے بعد اور بھی برہم ہوئے، یہ حالت دیکھ کر قیصر نے اہلِ عرب کو دربار سے اٹھا دیا، اور گو اس کے دل میں نورِ ایمان آچکا تھا، لیکن تاج وتخت کی تاریکی میں وہ روشنی بجھ کر رہ گئی۔" تخت وتاج کی حرص، دولتِ ایمان کی ترغیب سے قوی تر ثابت ہوئی، خسرو پرویز کے تاریک دل میں قیصر روم کے برابر بھی ایمان کی روشنی نہ تھی اس پر طرہ یہ ہوا کہ عجم کا طریقہ یہ تھا، کہ سلاطین کو جو خطوط لکھتے تھے، ان میں عنوان پر پہلے بادشاہ کا نام ہوتا تھا، بخلاف اس کے نامہ مبارک پر پہلے خدا کا نام، اور پھر عرب کے دستور کے موافق رسول اللہ ﷺ کا نام تھا، خسرو نے اس کو اپنی تحقیر سمجھا اور بولا کہ "میرا غلام ہوکر مجھ کو یوں لکھتا ہے، پھر نامۂ مبارک چاک کر ڈالا" لیکن چندروز کے بعد خود سلطنتِ عجم کے پرزے اُڑ گئے۔ (۵۳)

یقین سے متعلق مندرجہ ذیل عوامل کارفرما ہوتے ہیں:

(۱) بذاتِ خود یقین، عام انسانی جذبات واحساسات ہی کی طرح کا ایک نفسی میلان یا ذہنی کیفیت ہے، فلسفہ وحکمت، بلکہ ریاضی تک کے منطقی دلائل سے جو یقین پیدا ہوتا ہے اس کی ماہیت بھی اس نفس میلان سے زیادہ نہیں ہے۔

(۲) یقین کی بنیاد عقلی ونقلی تمام چیزوں میں، یقین کی نفس خواہش اور پھر اس خواہش کے موانع ومؤیدات کا وزن ہے۔

(۳) ان بنیادی اسبابِ یقین کی تعمیر تمام تر ان جذبات و معتقدات اور مزعومات و مفروضات (علوم عقلیہ) سے ہوتی ہے، جو کسی شے کے قبول و یقین کو پیش کرنے سے پہلے افراد یا جماعت کے نفس میں جاگزیں ہوتے ہیں۔ (۵۴)

(۱) چنانچہ "اکثر وہ لوگ اسلام لائے جو پہلے سے تلاشِ حق میں سرگرداں اور فطرۃً نیک طبع اور پاکیزہ اخلاق تھے، حضرت ابو بکرؓ، حضرت صہیبؓ اور ابو ذرؓ وغیرہ کا شمار انہی طالبانِ حق میں ہے۔" (خواہش یقین)

(۲) "بعض صحابہ ایسے تھے، جو احناف کے تربیت یافتہ تھے، یعنی وہ لوگ جو زمانہ اسلام سے پہلے بُت پرستی ترک کر چکے تھے، اور اپنے آپ کو حضرت ابراہیمؑ کا پیرو کہتے تھے۔" (موانع یقین کی کمی)

(۳) "یہ امر سب میں مشترک تھا کہ یہ لوگ قریش کے مناصب اعظم میں سے کوئی منصب نہیں رکھتے تھے، بلکہ اکثر ایسے تھے، مثلاً عمارؓ، خبابؓ، ابو فکیہؓ، صہیبؓ وغیرہ جن کو دولت و جاہ کے دربار میں جگہ بھی نہیں مل سکتی تھی۔" (مانع کی کمی) (۵۵)

=====================

حواشی و حوالہ جات باب چہارم (فصل اول)

نمبر شمار	کتاب کا نام	مصنف کا نام	مقام اشاعت	ادارۂ اشاعت	سن اشاعت	صفحہ نمبر	جلد نمبر
۱۔	سیرۃ النبی ﷺ	مولانا شبلی نعمانی	کراچی	قرآن محل	۱۹۴۷ء	۱۴۰،۱۴۱	۳
۲۔	فہم انسانی	ڈیوڈ ہیوم مترجم عبدالباری	لاہور	بک ہوم	۲۰۰۵ء	۱۳۶،۱۳۷	
۳۔	ایضاً	"	"	"	"	۱۳۸،۱۳۹،۱۴۰	
۴۔	سیرۃ النبی ﷺ	مولانا شبلی نعمانی	کراچی	قرآن محل	۱۹۴۷ء	۱۳۶ تا ۱۳۹	۳
۵۔	فہم انسانی	ڈیوڈ ہیوم مترجم عبدالباری	لاہور	بک ہوم	۲۰۰۵ء	۷۰،۷۱	
۶۔	ایضاً	"	"	"	"	۷۱ تا ۷۶	
۷۔	ایضاً	"	"	"	"	۷۷ تا ۷۹	
۸۔	الکلام علم الکلام	مولانا شبلی نعمانی	اعظم گڑھ	مطبع معارف اعظم گڑھ	۱۳۳۱ھ	۱۱۶،۱۱۷	
۹۔	ایضاً	"	"	"	"	۱۴۴	
۱۰۔	سیرۃ النبی ﷺ	مولانا شبلی نعمانی	کراچی	قرآن محل	۱۹۴۷ء	۱۵۸،۱۵۹	۳
۱۱۔	ایضاً	"	"	"	"	۶۵ تا ۶۹	۳
۱۲۔	خوارقِ عادات	علامہ شبیر احمد عثمانی	بجنور	مدینہ پریس بجنور	۱۳۵۱ھ	۳ تا ۷	
۱۳۔	مثنوی مولوی معنوی	مولانا جلال الدین رومیؒ	کانپور	مطبع مجید کانپور	۱۳۱۶ھ	۴۷،۴۸	دفتر پنجم
۱۴۔	سیرۃ النبی ﷺ	مولانا شبلی نعمانی	کراچی	قرآن محل	۱۹۴۷ء	۱۶۱	۳
۱۵۔	الکلام علم الکلام	مولانا شبلی نعمانی	اعظم گڑھ	مطبع معارف اعظم گڑھ	۱۳۳۱ھ	۸۱	
۱۶۔	سیرۃ النبی ﷺ	مولانا شبلی نعمانی	کراچی	قرآن محل	۱۹۴۷ء	۱۶۲	۳
۱۷۔	فہم انسانی	ڈیوڈ ہیوم مترجم عبدالباری	لاہور	بک ہوم	۲۰۰۵ء	۱۵۲،۱۵۳	
۱۸۔	ENQUIRIES CONCERNING THE HUMAN UNDERSTANDING	DAVID HUME	OXFORD	THE CLAREN DON PRESS	۱۹۰۲ء	۱۱۶	ch.10
۱۹۔	فہم انسانی	ڈیوڈ ہیوم مترجم عبدالباری	لاہور	بک ہوم	۲۰۰۵ء	۱۴۱	
۲۰۔	سیرۃ النبی ﷺ	مولانا شبلی نعمانی	کراچی	قرآن محل	۱۹۴۷ء	۱۰۳ تا ۱۰۷	۳
۲۱۔	مثنوی مولوی معنوی	مولانا جلال الدین رومیؒ	کانپور	مطبع مجید کانپور	۱۳۱۶ھ	۳۵	دفتر ششم
۲۲۔	ایضاً	"	"	"	"	۸۳	دفتر سوئم
۲۳۔	سیرۃ النبی ﷺ	مولانا شبلی نعمانی	کراچی	قرآن محل	۱۹۴۷ء	۱۷۹،۱۸۰	۳
۲۴۔	ایضاً	"	"	"	"	۱۸۰،۱۸۱	۳
۲۵۔	THE VARIETIES OF RELIGIOUS EXPERIENCE	WILLIAM JAMES	AMERICA	PENGUIN BOOKS	۱۹۸۵-۸۶ء	۶۰،۶۱	
۲۶۔	ایضاً	"	"	"	"	۶۴	
۲۷۔	ایضاً	"	"	"	۱۹۸۵-۸۶ء	۳۹۹	
۲۸۔	ایضاً	"	"	"	"	۶۷،۶۸	

نمبر شمار	کتاب کا نام	مصنف کا نام	مقام اشاعت	ادارہ اشاعت	سن اشاعت	صفحہ نمبر	جلد نمبر
۲۹۔	سیرۃ النبی ﷺ	مولانا شبلی نعمانی	کراچی	قرآن محل	۱۹۷۴ء	۳۹۸،۳۹۹	۳
۳۰۔	جامع ترمذی	ابو عیسیٰ ترمذی	دہلی	مطبع العلوم دہلی	۱۳۶۵ھ	۳۳۵	۲
۳۱۔	الکلام علم الکلام	شبلی نعمانی	اعظم گڑھ	مطبع معارف اعظم گڑھ	۱۳۳۱ھ	۸۲،۸۳	
۳۲۔	ایضاً	"	"	"	"	۱۰۳	
۳۳۔	سیرۃ النبی ﷺ	مولانا شبلی نعمانی	کراچی	قرآن محل	۱۹۷۴ء	۱۰۰ تا ۱۰۲	۳
۳۴۔	ایضاً	"	"	"	"	۱۰۷،۱۰۸	۳
۳۵۔	ایضاً	"	"	"	"	۱۳۲	۳
۳۶۔	مثنوی مولوی معنوی	مولانا جلال الدین رومی	کانپور	مطبع مجید کانپور	۱۳۱۶ھ	۱۲	دفتر چہارم
۳۷۔	سیرۃ النبی ﷺ	مولانا شبلی نعمانی	کراچی	قرآن محل	۱۹۷۴ء	۱۹۴ تا ۱۹۶	۳
۳۸۔	THE PRINCIPLES OF PSYCHOLOGY	WILLIAM JAMES	AMERICA	DOVER PUBLICATIONS INC.	۱۹۱۸ء	۳۱۰،۳۱۱	۲
۳۹۔	سیرۃ النبی ﷺ	مولانا شبلی نعمانی	کراچی	قرآن محل	۱۹۷۴ء	۱۹۷،۱۹۸	۳
۴۰۔	THE PRINCIPLES OF PSYCHOLOGY	WILLIAM JAMES	AMERICA	DOVER PUBLICATIONS, INC	۱۹۱۸ء	۳۱۲	۲
۴۱۔	سیرۃ النبی ﷺ	مولانا شبلی نعمانی	کراچی	قرآن محل	۱۹۷۴ء	۱۹۸	۳
۴۲۔	THE PRINCIPLES OF PSYCHOLOGY	WILLIAM JAMES	AMERICA	DOVER PUBLICATIONS, INC	۱۹۱۸ء	۳۲۱	۲
۴۳۔	سیرۃ النبی ﷺ	مولانا شبلی نعمانی	کراچی	قرآن محل	۱۹۷۴ء	۱۹۸	۳
۴۴۔	ایضاً	"	"	"	"	۱۹۸،۱۹۹	۳
۴۵۔	ایضاً	"	"	"	"	۲۰۰،۲۰۱	۳
۴۶۔	صحیح بخاری	ابی عبداللہ محمد بن اسمٰعیل بخاری	میرٹھ	المطبع قدیمی	۱۳۸۲ھ	۵۴۴،۵۴۵	۱
۴۷۔	سیرۃ النبی ﷺ	مولانا شبلی نعمانی	کراچی	قرآن محل	۱۹۷۴ء	۱۷	۲
۴۸۔	ایضاً	"	"	"	"	۲۰۲،۲۰۳	۳
۴۹۔	ایضاً	"	"	"	"	۱۴،۱۵	۲
۵۰۔	ایضاً	"	"	"	"	۱۵	۲
۵۱۔	ایضاً	"	"	"	"	۱۴،۱۵	۲
۵۲۔	صحیح بخاری	ابی عبداللہ محمد بن اسمٰعیل بخاری	میرٹھ	المطبع قدیمی	۱۳۸۲ھ	۶۳۰	۲
۵۳۔	سیرۃ النبی ﷺ	مولانا شبلی نعمانی	کراچی	قرآن محل	۱۹۷۴ء	۲۰۳،۲۰۴	۳
۵۴۔	ایضاً	"	"	"	"	۲۰۶	۳
۵۵۔	ایضاً	"	"	"	"	۲۰۴	۳

====================

فصل دوم

منتخب معجزات نبوی صلی اللہ علیہ وسلم

﴿ بسم اللہ الرحمن الرحیم ﴾

باب چہارم (فصل دوم)

منتخب معجزات نبوی ﷺ

حضرت محمد ﷺ:

اللہ تعالیٰ نے نسلِ انسانی کا آغاز آدم علیہ السلام کی پیدائش سے کیا۔ اپنی اس مخلوق کی تمام مادی ضرورتوں کو پورا کرنے کے لئے دنیا بنائی اور اس دنیا کو انسانی ضروریات کی تمام اشیاء سے آراستہ و پیراستہ کیا۔ ساتھ ہی انسان کو روحانی ضرورت اور اس کی نشوونما و ترقی کے لئے اور معرفت خداوندی حاصل کرنے کا ذریعہ بھی آدم علیہ السلام کو بنایا۔ آپؑ ایک طرف نسل انسانی کے باپ ہیں تو دوسری طرف رشد و ہدایت کا راستہ دکھانے کے لئے اپنی نسل کے روحانی پیشوا اور اللہ تعالیٰ کے پہلے پیغمبر ہیں۔ روحانیت کا یہ سلسلہ آدم علیہ السلام سے شروع ہو کر حضرت محمد ﷺ پر اس طرح ختم ہوتا ہے کہ روحانی سلسلہ کی یہ کڑیاں تسلسل کے ساتھ اس طرح پیوستہ ہیں کہ ان میں سے کسی بھی ایک پیغمبر کا انکار یا تکذیب گویا پورے سلسلہ روحانیت کی تکذیب ہے۔

لا نفرق بین احد من رسلہ ۔ (۱) ترجمہ: ہم اس کے کسی رسول پر ایمان لانے میں فرق نہیں کرتے۔

حضرت محمد ﷺ اس سلسلۂ روحانیت کی آخری کڑی ہیں۔ اللہ تعالیٰ نے تمام انبیاء کرام جو آپ ﷺ سے پہلے مبعوث ہوئے ان سب سے آپ ﷺ پر ایمان لانے اور آپ ﷺ کی تصدیق کرنے اور مخالفوں کے مقابلے میں آپ ﷺ کی حمایت کا عہد لیا اور ساتھ ہی یہ عہد بھی لیا کہ جو لوگ آپؑ (انبیاء) پر ایمان لائیں ان تک یہ بات پہنچادیں۔ تمام انبیاء علیہ السلام کی تعلیمات کی اساس و بنیاد ایک ہے اسی طرح ان کا آپس میں تعلق ایسا ہی ہے جیسے کہ باپ بیٹے یا بھائی بھائی۔

اسی کو زبانِ وحی ترجمان نے ان الفاظ میں بیان کیا: **نحن بنو علّات دیننا و احد** ہم تمام انبیاء و رسل کی تعلیمات اصل و بنیاد میں اسی طرح ایک ہیں جیسا کہ علاّتی بھائی کہ ان سب کا باپ ایک ہی ہے۔ (۲)

اللہ تعالیٰ نے آپ ﷺ سے قبل مبعوث کیے جانے والے ہر نبی سے عہد لیا کہ وہ آپ ﷺ پر ایمان لائیں اور آپ ﷺ کی بعثت کی تصدیق کریں اور جو لوگ ان پر ایمان لائیں ان تک بھی یہ بات پہنچادیں چنانچہ ہر نبیؑ نے آپ ﷺ کا یہ حق ادا کیا، اسی میثاق کے بارے میں قرآن کریم میں اللہ تعالیٰ حضرت محمد ﷺ سے ارشاد فرماتے ہیں:

واذ اخذ اللّٰہ میثاق النبیین لما اتیتکم من کتٰب و حکمة ثم جآئکم رسول مصدق لما معکم لتؤمنن بہ ولتنصرنہٗ ۔ قال ء اقررتم واخذتم علیٰ ذٰلکم من اصری ۔ قالوا اقررنا ۔ قال فاشھدوا وانا معکم من الشٰھدینo (۳)

ترجمہ: ''اور (وہ وقت یاد کرو) جب اللہ نے پیغمبروں سے عہد کیا کہ میں تم کو جو کچھ کتاب اور حکمت عطا کروں اور پھر تمہارے پاس وہ پیغمبر آئے جو ان کتابوں کی تصدیق کرتا ہو جو تمہارے پاس ہیں تم ضرور اس پر ایمان لانا اور ضرور اس کی مدد کرنا (پھر) اللہ نے فرمایا تم اس عہد کا اقرار کرتے ہو اور اس کو میرا اہم عہد سمجھ کر قبول کرتے ہو تو انہوں نے کہا بے شک ہم اقرار کرتے ہیں، اللہ نے فرمایا اب تم اس عہد پر گواہ رہو اور میں بھی تمہارے ساتھ گواہ بنتا ہوں۔''

قال ابن اسحاق : فلما بلغ محمد رسول اللّٰہ ﷺ اربعین سنة بعثة اللّٰہ تعالیٰ رحمةً للعالمین.

وکافۃً للناس بشیرًا ، وکان اللہ تبارک وتعالیٰ قد اخذ المیثاق علی کل نبی بعثۃ قلبہ بالایمان بہ ، والتصدیق لہ والنصرلہٗ علی من خالفہٗ واخذ علیھم ان یؤدّوا ذٰلک الیٰ کل من آمَنَ بھم وصدّقھم ، فأدّوامن ذٰلک ما کان علیھم من الحق فیہ . (۴)

تمام انبیاء علیہ السلام نے اللہ تعالیٰ سے کیئے ہوئے اس عہد کو پورا کیا اور اپنے او پر ایمان لانے والوں سے آپ ﷺ پر ایمان لانے، آپ ﷺ کی تصدیق کرنے اور مخالفین کے مقابلے میں آپ ﷺ کی مدد کرنے کا عہد لیا خاص کر اہل کتاب جو اپنے انبیاء بنی اسرائیل پر ایمان لائے اور ان کی تصدیق کی جیسا کہ توراۃ میں آپ ﷺ کی بعثت کی بشارت ملتی ہے۔

''میں ان کے لیے ان کے بھائیوں میں سے تجھ سا ایک نبی برپا کروں گا اور اپنا کلام اُس کے منہ میں ڈالوں گا اور جو کچھ میں اُسے فرماؤں گا وہ سب ان سے کہے گا۔ اور ایسا ہوگا کہ جو کوئی میری باتوں کو کہ جنہیں وہ میرا نام لے کر کہے گا نہ سُنے گا تو میں اس کا حساب اس سے لوں گا''۔ (۵)

''اس بشارت کا مصداق ذاتِ اقدس محمد (ﷺ) کے ماسوا دوسری کوئی ہستی نہیں ہے۔ تاریخ کہتی ہے کہ بنی اسرائیل کے بھائیوں میں بنی اسمٰعیل کے علاوہ دوسرا کوئی نہیں جو اس کا مصداق بن سکے اور بنی اسمٰعیل میں محمد ﷺ کے ماسوا کوئی نبی ہی نہیں جو موسیٰؑ کی مانند کہلایا جاسکے''۔ (۶)

وما ینطق عن الھوٰی ۝ ان ھو اَلّا وحی یوحٰی۝ (۷)

ترجمہ: ''وہ (ﷺ) اپنی خواہش سے کچھ نہیں کہتے وہ جو کچھ بھی کہتے ہیں خدا کی وحی سے کہتے ہیں جو اُن پر وحی کی جاتی ہے۔''

قرآن کریم کی یہ آیاتِ مبارکہ بعینہٖ توراۃ کے الفاظ ''میں اپنا کلام اُس کے منہ میں ڈالوں گا'' کی تصدیق کرتی ہے۔ قرآن مجید فرقان حمید میں اللہ تعالیٰ حضور اکرم ﷺ کی صفاتِ کاملہ اور آپ ﷺ کے ساتھیوں (صحابہ) کے ذکر کے ساتھ ساتھ یہ بھی بار بار دہرایا ہے کہ آپ ﷺ کا ذکر اور آپ ﷺ کی صفات کے بارے میں توراۃ اور انجیل میں ذکر موجود ہے۔

محمد رسول اللہ ط والذین معہٗ اشدآء علی الکفار رحمآء بینھم ترٰھم رکعا سجدا یبتغون فضلاً من اللہ ورضوانـاً ز سیمـاھـم فـی وجوھھم من اثر السجود ط ذٰلک مثلھم فـی التورٰۃ ج ومثلھم فی الانجیل۝ (۸)

ترجمہ: ''محمد اللہ کے رسول ہیں اور جو لوگ (صحابہ) ان کے ساتھ ہیں وہ منکروں پر سخت ہیں اور آپس میں نرم خو ہیں۔ (اے مخاطب!) تو اُن کو دیکھے گا (خدا کے سامنے) جھکنے والے سجدہ کرنے والے اور اس طریقہ سے خدا کے فضل اور اس کی رضا کے خواہش مند ہیں اُن کی نشانی یہ ہے کہ ان کے چہروں (پیشانیوں) پر سجدے کے نشانات ہیں، تورات اور انجیل میں ان کا ذکر اسی طرح ہے''۔

حضرت عیسیٰؑ نے اپنی قوم کو اپنے اور آنے والے نبی ﷺ کی آمد کا کھلم کھلا اعلان کیا۔ جن کا واضح ثبوت قرآن کریم کی آیات مبارکہ ہیں۔

واذ قال عیسی ابن مریم یٰبنی اسرآئیل انی رسول اللہ الیکم مصدقا لما بین یدی من التورٰۃ ومبشرا م برسول یأتی من بعدی اسمہٗ احمد ط فلما جآءھم بالبینٰت قالوا ھٰذا سحر مبین۝ (۹)

ترجمہ: اور (وہ وقت قابلِ ذکر ہے) جب عیسیٰ ابن مریمؑ نے کہا ''اے بنی اسرائیل! میں تمہاری جانب اللہ کا رسول (ایلچی) ہوں، تصدیق کرنے والا ہوں توراۃ کی جو میرے سامنے موجود ہے، اور بشارت دینے والا ہوں ایک رسول کی جو میرے بعد آئے گا اور اس کا نام احمد (فارقلیط) ہوگا پس جب اُن کے پاس وہ (خدا کا پیغمبر) دلائل لے کر آیا تو یہ کہنے لگے یہ تو کھلا جادو ہے''۔

اورایک مرتبہ خود نبی اکرم (ﷺ) نے انہی بشارات کی جانب اشارہ کرتے ہوئے فرمایا: **دعوة ابی ابرٰهيم و بشرٰی عیسٰی** (یعنی) میں اپنے باپ ابراہیم کی دعا ہوں اور عیسیٰ مسیح کی بشارت ہوں (یعنی) دعاءِ خلیل اور نوید مسیحا۔ (۱۰)

حضور اکرم ﷺ کی ذاتِ مبارکہ آپ ﷺ کے جدِ امجد حضرت ابراہیم علیہ السلام کی دعا کا ثمرہ ہے۔ جس کا ذکر اللہ تبارک وتعالیٰ نے سورۃ بقرہ میں بیان فرمایا:

ربنا وابعث فيهم رسولا منهم يتلوا عليهم اٰيٰتك ويعلمهم الكتٰب والحكمة ويزكيهم ط انك انت العزيز الحكيم○ (۱۱)

ترجمہ: اے ہمارے پروردگار! ان (اہل عرب) ہی میں سے ایک رسول بھیج، جو اُن پر تیری آیات پڑھے اوران کو کتاب اور حکمت سکھائے اوراُن کو (ہر قسم کی برائیوں سے) پاک کرے۔ بے شبہ تو غالب اور حکمت والا ہے۔

حضرت محمد ﷺ کی تاریخ ولادت باسعادت:

تمام علماءِ امت کا اس بات پر اتفاق ہے کہ حضرت محمد ﷺ کی ولادت باسعادت دوشنبہ کے دن ربیع الاول کے بابرکت مہینے میں ہوئی۔ علامہ ابن ہشام سیرۃ النبویہ ﷺ میں امام محمد بن اسحاق کے حوالے سے تحریر فرماتے ہیں:

ولد رسول الله صلى الله تعالىٰ عليه وسلم يوم الاثنين لاثنتى عشرة ليلة خلت من شهر ربيع الاوّل عام الفيل. (۱۲) ترجمہ: رسول اللہ ﷺ سوموار بارہ ربیع الاوّل عام الفیل میں پیدا ہوئے۔

''حضور نبی کریم ﷺ سوموار کے دن فجر کے وقت ربیع الاوّل کی بارہ تاریخ کو بمطابق بیں اگست ۵۷۰ عیسوی پیدا ہوئے۔ اہل مکہ سرکار دو عالم ﷺ کے مقام ولادت کی زیارت کے لئے اسی تاریخ کو جایا کرتے ہیں''۔ (۱۳)

سیرۃ النبویہ ابن ہشام میں ابن اسحاق کے حوالے سے حسان بن ثابت کا یہ قول ہے کہ:

قال: والله انى العلام يفعةً ابن سنين او ثمان اعقل كل ما سمعت اذ سمعت يهوديا يصرخ ما على صوته على اطمة بيثرب يا معشر يهود حتى اذا اجتمعوا اليه قالوا لهٗ ويلك! مالك. قال: " طلع نجم احمد الذى ولد به فى هذه الليلة اى الذى طلوعهٗ علامة على ولادته صلى الله عليه وسلم فى تلك الليلة فى بعض الكتب القديمة". (۱۴)

ترجمہ: میری عمر ابھی سات آٹھ سال تھی مجھ میں اتنی سمجھ بوجھ تھی کہ جو دیکھتا اور سنتا تھا وہ مجھے یاد رہتا تھا۔ ایک دن علی الصبح ایک اونچے ٹیلے پر یثرب میں ایک یہودی کو میں نے چیختے چلاتے ہوئے دیکھا وہ یہ اعلان کر رہا تھا **یا معشر یهود فاجتمعوا اليه** اے گروہ یہود سب میرے پاس اکٹھے ہو جاؤ۔ وہ اس کا اعلان سن کر بھاگتے ہوئے اس کے پاس جمع ہو گئے اور اس سے پوچھا بتاؤ کیا بات ہے: ''اس نے کہا وہ ستارہ طلوع ہو گیا ہے جس نے اس شب کو طلوع ہونا تھا جو بعض کتب قدیمہ کے مطابق احمد (ﷺ) کی ولادت کی رات ہے۔''

نسب مبارک: نبی اکرم (ﷺ) عربی النسل ہیں اور عرب کے معزز قبیلہ قریش کی سب سے زیادہ مقتدر شاخ بنی ہاشم سے ہیں۔ علماء انساب نے نسب نامہ کی تفصیل اس طرح بیان کی ہے: **محمد بن عبد الله بن عبد المطلب بن هاشم بن عبد مناف بن قصى بن كلاب بن مره بن كعب بن لُوّى بن غالب بن فهر بن مالك بن نضر بن كنانه بن خزيمه بن مُدرِكه بن الياس من مُضر بن نزار بن معد بن عدنان.** اور والدہ کی جانب سے آپ ﷺ کا نسب نامہ کلاب پر جا کر پدری سلسلہ نسب کے ساتھ مل جاتا ہے یعنی **آمنه بنت وهب بن عبد مناف بن زهره بن كلاب** ، کلاب کو حکیم بھی کہتے ہیں۔ (۱۵)

اپنے نسب مبارکہ کے سلسلے میں آپ ﷺ کا ارشادِ مبارک ہے:

حدثنا محمد بن مهران الرازی ومحمد بن عبد الرحمن بن سهم جميعا عن الوليد قال ابن مهران حدثنا الوليد بن مسلم حدثنا الاوزاعی عن ابی عمار شدادٍ انهٔ سمع واثلة بن الاسقع يقول سمعت رسول الله ﷺ يقول ان الله اصطفى كنانة من ولد اسماعيل واصطفى قريشا من كنانة واصطفى من قريشٍ بنی هاشمٍ واصطفانی من بنی هاشمٍ. (۱۶)

حضرت واثلہ بن اسقع رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا اللہ تعالیٰ نے حضرت اسماعیل علیہ السلام کی اولاد میں کنانہ کو فضیلت دی، اور کنانہ میں سے قریش کو فضیلت دی اور قریش میں سے بنو ہاشم کو فضیلت دی اور بنو ہاشم میں سے مجھ کو فضیلت دی۔

اذ بعث فيهم رسولا من انفسهمo (۱۷) ترجمہ: **جب کہ بھیج دیا اللہ نے ایک رسول جو بلحاظ نسب اُن ہی میں سے ہے۔**

آپ ﷺ کے والد محترم حضرت عبداللہ آپ ﷺ کے دنیا میں تشریف لانے سے قبل ہی خالق حقیقی سے جا ملے یوں آپ ﷺ کو ولادت باسعادت سے قبل ہی یتیمی کا شرف حاصل ہو چکا تھا۔ ابھی عمر مبارک چھ سال ہی کی تھی کہ والدہ ماجدہ حضرت بی بی آمنہؓ داغ مفارقت دے گئیں چنانچہ دادا حضرت عبدالمطلب نے یتیم پوتے کو اپنی کفالت میں لے لیا لیکن دو سال بعد ہی یہ سایہ بھی سر سے اٹھ گیا۔ ان تمام ظاہری اور مادی اسباب ووسائل سے محرومی کا تذکرہ قرآن پاک میں اللہ تعالیٰ نے اس طرح فرمایا ہے:

الم يجدک يتيماً فاٰوٰیo ووجدک ضآلا فهدٰی o ووجدک عآئلا فاغنٰی o (۱۸)

ترجمہ: (اے پیغمبر!) کیا تجھ کو خدا نے یتیم نہیں پایا، پھر اپنی آغوشِ (رحمت) میں جگہ دی اور کیا تجھ کو ناواقف نہیں پایا، پھر تجھ کو (کائنات کی ہدایت کے لئے) ہدایت مآب بنایا اور کیا تجھ کو (ہر قسم کے وسائل سے محروم و) محتاج نہیں پایا، پھر تجھ کو (ہر قسم کی سروری دے کر) غنی بنادیا۔

تفسیر ابن کثیر میں حافظ عمادالدین حضرت قتادہ رضی اللہ عنہ کا قول تحریر کرتے ہیں کہ ان آیات میں عجیب وغریب اعجاز اور اسلوب بیان کے ساتھ نبی اکرم ﷺ کی حیات طیبہ کے تمام ارتقائی مدارج کا تذکرہ ہے آپؓ فرماتے ہیں کہ اس کلام ربانی کی اصل روح یہ ہے کہ اللہ تعالیٰ نے ذاتِ اقدس کو ہر قسم کے مادی اسباب ووسائل سے بے پرواہ رکھ کر اپنی آغوش تربیت میں لے لیا۔ اور آپ ﷺ کی نشو وارتقاء کو خالص اپنی تربیت میں کامل ومکمل کیا۔

گویا مشیتِ الٰہی کی جانب سے یہ اعلان کر دیا گیا کہ جس ذات قدسی صفات کو خدائے واحد نے خالص اپنی تربیت کے لئے منتخب کر لیا ہے کیسے ممکن ہے کہ اُس کو دنیوی اسباب ووسائل تربیت کا محتاج بنائے۔ اللہ تعالیٰ نے ایک یتیم ویسیر اور مادی وسائل سے محروم ہستی کو اپنے لئے چُن کر کس طرح اپنی ربوبیتِ کاملہ کا مظہر بنایا۔ (۱۹)

یوں اللہ تعالیٰ نے تربیت کاملہ کے ساتھ آپ ﷺ کی ذات قدسی کو مقام رفعت تک پہنچایا اور آپ ﷺ کے ذکر کو کائنات کے ذرّے ذرّے سے بلند وبالا فرمایا۔ جس کا تذکرہ اللہ تعالیٰ خود فرماتے ہیں:

الم نشرح لک صدرکo ووضعنا عنک وزرکo الذی انقض ظهرکo ورفعنا لک ذکرکo (۲۰)

ترجمہ: کیا ہم نے (قبولِ حق وصداقت کے لئے) تیرا سینہ نہیں کھول دیا اور (معرفتِ الٰہی کی حقیقی طلب اور قوم اور کائناتِ انسانی کی بے راہ روی پر اُن کی ہدایت کی تڑپ کا) وہ بوجھ ہم نے تجھ سے دور کر دیا جس نے تیری کمر توڑ رکھی تھی اور ہم نے تیرے ذکر سے کائناتِ ہست وبود میں بلند کر دیا۔

اسی ''شرح صدر'' نے معرفتِ الٰہی کے تمام پوشیدہ گنجینے تجھ پر وا کر دیئے اور وہ سارا بوجھ تیرے سینے پر سے ہٹ گیا جس نے تیری

کمر کو اس لئے شکستہ کر رکھا تھا کہ قلبی جستجو اور دلی تڑپ کے باوجود تو اس سے قبل نہیں جانتا تھا کہ معرفتِ الٰہی کی راہِ مستقیم کون سی ہے اور گم کردہ راہوں کی راہنمائی کی سبیل کیا ہے؟ مگر اب یہ سب کچھ روشن ہو جانے کے بعد ہم نے عالمِ بالا و پست میں تیرے ذکر کو وہ بلندی اور رفعت عطا فرمائی کہ تیرا مقام "بعد از خدا بزرگ توئی قصہ مختصر" ۔قرار پایا، چنانچہ نام احمد ﷺ و محمد ﷺ ہے اور مقام، مقامِ محمود سورۃ الحمد وظیفۂ حیات ہے اور لوائے حمد قیامت میں طغرائے امتیاز۔ (۴۱)

دادا حضرت عبدالمطلب کے انتقال کے بعد آپ ﷺ کے چچا حضرت ابو طالب جو آپ ﷺ کو بچپن ہی سے بہت چاہتے تھے اور اپنی پوری زندگی آپ ﷺ سے سچی محبت اور رفاقت کا حق ادا کرتے رہے لیکن تمام انبیاء و رسل کی سنت کے مطابق آپ ﷺ نے بھی اپنی روزی کا بار کسی پر نہیں ڈالا۔ بچپن ہی سے آپ ﷺ بکریاں چراتے اور جب بڑے ہوئے تو تجارت کو اپنا پیشہ بنایا اور اسی سلسلے میں حضرت خدیجہؓ جو ایک مالدار بیوہ خاتون تھیں مضاربت پر ان کا مالِ تجارت شام کے تجارتی شہر بصرہ لے گئے۔ حضرت خدیجہؓ کا غلام میسرہ بھی اس تجارتی سفر میں آپ ﷺ کے ساتھ تھا، دورانِ سفر آپ ﷺ کی صداقت و امانت اور بیش بہا منافع کا ذکر میسرہ نے حضرت خدیجہؓ سے کیا، یہی تمام باتیں حضرت خدیجہؓ سے رشتہ ازدواج کا باعث بنیں۔

اب آپ ﷺ کی زندگی میں ایک اور انقلاب رونما ہوا اور آپ ﷺ کی طبیعتِ مبارکہ خلوت نشینی کی طرف راغب ہونے لگی، بت پرستی سے ہمیشہ سے نفرت تھی، فطرتِ سلیم صنم پرستی کی مجلسوں اور محفلوں سے آپ ﷺ کو دور رکھتی۔ آپ ﷺ نے کبھی کسی بت کے سامنے سر نہیں جھکایا۔ فطرتِ سلیم جس طرح راہنمائی کرتی خدائے واحد کی عبادت کرتے، قوم کو صنم پرستی کرتے دیکھتے تو ایک خلش آپ ﷺ کو بے چین کیے رکھتی کہ کس طرح دنیائے انسانی کو اس صنم پرستی اور مشرکانہ ماحول سے نکال کر خدائے واحد کی عبادت کی طرف لایا جائے، یہی وہ کیفیات اور جذبات تھے جو آپ ﷺ کو مضطرب کیے رکھتے قلبی سکون کے لئے آپ ﷺ غارِ حرا میں یادِ الٰہی میں مصروف رہتے۔ اس صورتحال میں کئی کئی روز غارِ حرا میں گذر جاتے، کبھی حضرت خدیجہؓ سامانِ خورد و نوش دے جاتیں اور کبھی آپ ﷺ خود جا کر کھانے پینے کا چند روز کا سامان لے آتے، اور پھر خدائے واحد کی عبادت میں مشغول ہو جاتے۔ آپ ﷺ کی حیاتِ طیبہ کے انفرادی اور اجتماعی دونوں پہلوؤں کا یہ عالم تھا کہ ایک طرف خلوت کدے میں معرفتِ الٰہی کے لئے مستغرق رہتے اور صراطِ مستقیم کی جستجو اور نوعِ انسانی کی اصلاح کی فکر دامن گیر رہتی تو دوسری طرف افرادِ قوم کے ساتھ تمام اخلاقِ کریمانہ اور صفاتِ حمیدہ کا مظاہرہ تھا۔ قوم کا ہر فرد آپ ﷺ کے ان اوصاف کی وجہ سے آپ ﷺ کو قدر کی نگاہ سے دیکھتا تھا، اور معاشرہ میں آپ ﷺ "الصادق الامین" کے لقب سے پکارے جاتے۔

بعثت: یہی حالات و واقعات تھے جبکہ عمرِ مبارک چالیس منزلیں طے کر چکی تھی، رمضان کا مہینہ تھا اور آپ ﷺ غارِ حراء میں مشغولِ عبادت تھے کہ اچانک آپ ﷺ کے سامنے جبرئیلؑ فرشتہ نمودار ہوا اور اُس نے بشارت دی کہ اللہ تعالیٰ نے آپ ﷺ کو ثقلین کی رشد و ہدایت کے لئے چُن لیا اور رسالت و پیغمبری کے منصبِ کبریٰ پر فائز کیا۔ (۴۲)

حدثنا . یحیی بن بکیر قال اخبرنا اللیث عن عقیل عن ابن شهاب عن عروة بن الزبیر عن عائشة ام المؤمنین رضی الله عنها انها قالت اوّل ما بدیٔ رسول الله ﷺ من الوحی الرؤیا الصالحة فی النوم فکان لا یریٰ رؤیاً الا جآئت مثل فلق الصبح ثم حبب الیه الخلآء و کان یخلوا بغار حرآء فیتحنث فیه هو التعبد اللیالی ذوات العدد قبل ان ینزع الی اهله ویتزود لذٰلک ثم یرجع الی خدیجة فیتزود لمثلها حتی جآءه الحق وهو فی غارِ حرآء فجآءه الملک فقال اقرأ فقال قلت ما انا بقاریٔ قال فاخذنی فغطنی حتی بلغ منی الجهد ثم ارسلنی فقال اقرأ فقلت ما انا بقاریٔ الثانیة حتّی بلغ منی الجهد ثم ارسلنی فقال اقرأ فقلت ما انا بقاریٔ قال فاخذنی فغطنی الثالثة ثم ارسلنی فقال اقرأ باسم ربک الذی خلق ○ خلق الانسان من علق○ اقرأ وربک الاکرم ○ فرجع بها رسول الله ﷺ یرجف فؤادهٗ فدخل

علٰی خدیجة بنت خویلد فقال زملونی زملونی فزملوہ حتی ذھب عنه الروع فقال لخدیجة واخبرھا الخبر لقد خشیت علٰی نفسی فقالت خدیجة کلا واللّٰہ ما یخزیک اللّٰہ ابداانک لتصل الرحم وتحمل الکل وتکسب المعدوم وتقری الضیف وتعین علٰی نوآئب الحق فانطلقت بہ خدیجة حتی اتت بہ ورقة بن نوفل بن اسد ابن عبد العزی ابن عم خدیجة وکان امراء ا تنصرفی الجاھلیة وکان یکتب الکتاب العبرانی فیکتب من الانجیل بالعبرانیة ما شآء اللّٰہ ان یکتب وکان شیخا کبیرا قد عمی فقالت لہٗ خدیجة یا ابن عم اسمع من ابن اخیک فقال لہٗ ورقة یا ابن اخی ماذا تریٰ فاخبرہٗ رسول اللّٰہ ﷺ خبر ما رای فقال لہٗ ورقة ھٰذا الناموس الذی نزل اللّٰہ علٰی موسٰی یالیتنی فیھا جذعاً یالیتنی اکون حیا اذ یخرجک قومک فقال رسول اللّٰہ ﷺ او مخرجی ھم قال نعم لم یأت رجل قط بمثل ما جئت بہ الا عودی وان یدرکنی یومک انصرک نصرا مؤزرا ثم لم ینشب ورقة ان توفی۔ (۲۳)

یحییٰ بن بکیر، لیث، عقیل، ابن شہاب، عروۃ بن زبیر ام المومنین حضرت عائشہؓ سے روایت کرتے ہیں، حضرت عائشہؓ نے فرمایا کہ سب سے پہلی وحی جو رسول اللہ ﷺ پر اترنی شروع ہوئی وہ اچھے خواب تھے جو بحالتِ نیند آپ دیکھتے تھے چنانچہ جب بھی آپ خواب دیکھتے تو وہ صبح کی روشنی کی طرح ظاہر ہو جاتا پھر تنہائی سے آپ کو محبت ہونے لگی اور اور غار حرا میں تنہا رہنے لگے اور قبل اس کے کہ گھر والوں کے پاس آنے کا شوق ہو وہاں تحنث کیا کرتے تحنث سے مراد ہے کئی راتیں عبادت کرنی اور اس کے لئے توشہ لیتے پھر حضرت خدیجہؓ کے پاس واپس آتے اور اسی طرح توشہ لیتے یہاں تک کہ جب وہ غار حرا میں تھے، حق آیا چنانچہ ان کے پاس فرشتہ آیا اور کہا، پڑھ آپ نے فرمایا کہ میں نے کہا کہ میں پڑھا ہوا نہیں ہوں آپ بیان کرتے ہیں کہ مجھے فرشتہ نے پکڑا اور زور سے دبایا، یہاں تک کہ مجھے تکلیف محسوس ہوئی پھر چھوڑ دیا اور کہا پڑھ میں نے کہا میں پڑھا ہوا نہیں ہوں پھر دوسری بار مجھے پکڑا اور زور سے دبایا یہاں تک کہ میری طاقت جواب دینے لگی پھر مجھے چھوڑا اور کہا پڑھ میں نے کہا میں پڑھا ہوا نہیں ہوں آپ فرماتے ہیں کہ پھر تیسری بار پکڑ کر مجھے زور سے دبایا پھر چھوڑ دیا اور کہا پڑھ اپنے رب کے نام سے جس نے انسان کو بستہ خون سے پیدا کیا پڑھ اور تیرا رب سب سے بزرگ ہے، رسول اللہ ﷺ نے اس کو دہرایا اس حال میں کہ آپ کا دل کانپ رہا تھا چنانچہ حضرت خدیجہؓ بنت خویلد کے پاس آئے اور فرمایا کہ مجھے کمبل اڑھا دو مجھے کمبل اڑھا دو تو لوگوں نے کمبل اڑھا دیا یہاں تک کہ آپ کا ڈر جاتا رہا حضرت خدیجہؓ سے سارا واقعہ بیان کر کے فرمایا مجھے اپنی جان کا ڈر ہے حضرت خدیجہؓ نے کہا ہرگز نہیں خدا کی قسم اللہ تعالیٰ آپ کو کبھی بھی رسوا نہیں کرے گا۔ آپ تو صلہ رحمی کرتے ہیں ناتواں کا بوجھ اپنے اوپر لیتے ہیں محتاجوں کے لئے کماتے ہیں مہمان کی مہمان نوازی کرتے ہیں اور حق کی راہ میں مصیبتیں اٹھاتے ہیں پھر حضرت خدیجہؓ آپ کو لے کر ورقہ بن نوفل بن اسد بن عبد العزی ابن عم کے پاس گئیں جو حضرت خدیجہؓ کے چچازاد بھائی تھے ایام جاہلیت میں نصرانی ہو گئے تھے اور عبرانی کتاب لکھا کرتے تھے چنانچہ انجیل کو عبرانی زبان میں لکھا کرتے تھے، جس قدر اللہ چاہتا نابینا اور بوڑھے ہو گئے تھے ان سے حضرت خدیجہؓ نے کہا اے میرے چچازاد بھائی اپنے بھتیجے کی بات سنو آپ سے ورقہ نے کہا اے میرے بھتیجے تم کیا دیکھتے ہو تو جو کچھ رسول اللہ ﷺ نے دیکھا تھا، بیان کر دیا ورقہ نے آپ سے کہا کہ یہی وہ ناموس ہے جو اللہ تعالیٰ نے حضرت موسیٰؑ پر نازل فرمایا تھا کاش میں، جوان ہوتا، کاش میں اس وقت تک زندہ رہتا جب تمہاری قوم تمہیں نکال دے گی تو رسول اللہ ﷺ نے فرمایا کیا وہ مجھے نکال دیں گے ورقہ نے جواب دیا ہاں! جو چیز تو لے کر آیا ہے، اس طرح کی چیز جو بھی لے کر آیا اس سے دشمنی کی گئی! اگر میں تیرا زمانہ پاؤں تو میں تیری پوری مدد کروں گا پھر زیادہ زمانہ نہیں گزرا کہ ورقہ کا انتقال ہو گیا۔

بعثتِ محمدی کا نصب العین اور مقصد وحید، اور تمام انبیاء و رسل علیہم الصلوٰۃ والسلام کے مقابلہ میں ذات اقدس محمد ﷺ کی بعثت کے لئے طغرائے امتیاز تھی، یعنی خدائے برتر نے آپ ﷺ کی بعثت کو ''بعثتِ عام'' قرار دیا اور حکم ہوا کہ آپ نہ صرف قریش کے لئے، نہ صرف ام القریٰ (مکہ) اور اطراف مکہ کے لئے، نہ صرف عرب کے لئے رسول بنا کر بھیجے گئے ہیں بلکہ آپ کی بعثت تمام کائناتِ انسانی کے لئے ہوئی

ہے اور آپ عرب وعجم اور اسود واحمر سب کے لئے پیغامبر اور خدا کے ایلچی ہیں۔ (۲۴)

جیسا کہ ارشاد ربانی ہے: **وما ارسلنک الا کآفة للناس بشیرا و نذیرا ولکن اکثر الناس لا یعلمون○ (۲۵)**

ترجمہ: **اور ہم نے تم کو کائناتِ انسانی کے لئے پیغام دے کر بھیجا ہے (اعمال نیک پر) خوشخبری سنانے اور (اعمال بد پر) لوگوں کو ڈرانے کے لئے اور اکثر (جاہل) لوگ اس حقیقت کو نہیں سمجھتے۔**

معجزات کا صدار ہونا انبیاء علیہم السلام سے مختص ہے۔ تمام انبیائے کرام کو معجزات عطا ہوئے۔ کسی کو کم کسی کو زیادہ۔ سرور کائنات رحمۃ للعالمین تھے اس لئے لازم تھا کہ کائنات کے ذرّہ ذرّہ کو آپ ﷺ کی صداقت، کے روشن نشانات کا مشاہدہ کرایا جائے۔ (۲۶)

انبیاء علیہم السلام اللہ تعالیٰ کی وہ برگزیدہ ہستیاں ہیں جنہیں اللہ تعالیٰ نے خصائص نبوت سے سرفراز فرمایا یہ خصائص انہیں عام انسانوں سے ممتاز و ممیز کرتے ہیں۔ اللہ تعالیٰ نے اپنے کلام اور احکامات سے انہیں آگاہ کیا ہے اور ان کے احساس اور ادارک کو اس قدر بلندی عطا فرمائی ہے کہ جو چیزیں عام انسانوں کو نظر نہیں آتیں وہ انہیں نظر آتی ہیں اور جو آوازیں عام انسان سننے سے قاصر ہیں وہ انہیں سنائی دیتی ہیں، جب ان کی آنکھیں سوتی ہیں تو دل بیدار ہوتے ہیں۔ ملائکہ اللہ کا پیغام ان تک پہنچاتے ہیں۔ اللہ تعالیٰ نے تمام انبیاء علیہم السلام کو کوئی نہ کوئی نشانی یا معجزہ عطا فرمایا ہے۔ آنحضرت ﷺ خاتم الانبیاء اور افضل الرسل ہیں اس لئے اللہ تعالیٰ نے ان تمام خصوصیات میں بھی کامل و اکمل فرمایا۔

''پیغمبر اسلام ﷺ کا معجزہ یہ ہے کہ ایک اُمّی ہو کر وہ ایک ایسی کتاب اور ایسی تعلیم پیش کرتا ہے جس کی صداقت کو علمائے بنی اسرائیل جانتے اور سمجھتے ہیں کیا یہ معجزہ جہلائے قریش کی تسلی کے لئے کافی نہیں کہ بڑے بڑے علماء اس کی سچائی کے دل سے معترف ہیں۔'' (۲۷)

معجزات کی تقسیم عقلی اور نقلی اعتبار سے بھی کی گئی ہے۔ آنحضرت ﷺ کو یہ امتیاز اور تفوق بھی حاصل ہے کہ آپ ﷺ کو دونوں قسم کے معجزات عطا فرمائے گئے:

(۱) عقلی معجزات سے مراد وہ خوارق عادت امور ہیں جن کے فہم وادراک میں عقل کو دخل ہوتا ہے۔

(۲) حسی معجزات وہ معجزات ہیں جن کا ادراک حواس سے کیا جاتا ہے۔

(۱) **<u>عقلی معجزات:</u>** حسب ذیل خوارق عادت امور کو عقلی معجزات شمار کیا جاتا ہے:

<u>(i) وحی الٰہی اور خدائے تعالیٰ اور ملائکہ سے شرف ہم کلامی:</u> قرآن کریم اور تواتر احادیث سے یہ امر ثابت ہے کہ سرور کائنات ﷺ کو یہ امتیاز حاصل تھا کہ آپ ﷺ پر وحی نازل ہوتی تھی۔ وحی ایک قسم کی خداوند تعالیٰ سے ہم کلامی ہے، جو عام طور پر کسی فرشتے کی وساطت سے ہوتی ہے۔ بعض انبیاء کو براہ راست بھی خدا تعالیٰ سے ہم کلامی کا شرف حاصل ہوتا رہا ہے خود سرور کائنات ﷺ کو یہ شرف کئی بار حاصل ہوا، بالخصوص شب معراج میں، جہاں بقول بعض عبد و معبود کے درمیان سے ہر حجاب اٹھا لیا گیا تھا۔ اس کے علاوہ سرور کائنات ﷺ تک خدا تعالیٰ کا پیغام حسب ذیل صورتوں میں پہنچتا تھا:

(۱) رویائے صادقہ۔ (۲) نفث فی الروع یا القا فی القلب (دل میں کسی پیغام کا پھونکنا یا ڈالنا)

(۳) صلصلۃ الجرس (گھنٹی کی طرح کی آواز) (۴) فرشتے کا اپنی اصلی شکل وصورت میں نظر آجانا تاہم اس کی انتہائی صورت یہ تھی کہ فرشتہ اپنی اصل شکل وصورت میں حضور ﷺ کو نظر آتا تھا۔

(۵) اللہ تعالیٰ سے اور فرشتوں سے ہم کلام ہونا (جس کی شہادت انتہائی معتبر ذرائع سے ملی ہے) آنحضرت ﷺ کا عظیم عقلی معجزہ ہے۔

<u>(ii) آنحضرت ﷺ کے کمالات علمیہ:</u> خداوند قدوس کی طرف سے آنحضرت ﷺ کو جو علمی اور عملی محاسن و کمالات مرحمت ہوئے وہ دنیا کے کسی بھی انسان کو نصیب نہیں ہو سکے۔ علمی کمالات کا یہ عالم تھا کہ آپ ﷺ کی زبان سے نکلا ہوا ہر لفظ علمائے اسلام کی تحقیق وکاوش کا صدیوں

مرکز بنا رہا اور ماہرین اپنی طویل عمروں میں بھی ان کے حقائق اور رموز و اسرار کو کماحقہٗ نہ جان سکے۔ احادیث کے ہر جملے سے کئی کئی مسائل و نکات معلوم کیے گئے۔ معلومات کا یہ عالم کے جس طرف روئے سخن پھر گیا، معلوم ہوتا کہ یہی آپ ﷺ کا اصلی میدان ہے۔ الفاظ اس طرح کے مہذب اور شائستہ کہ اہل علم کی زبانیں اس کی تعریف کرنے سے قاصر ہیں، علم و عرفان کی یہ وسعت اور سیرت و کردار کی عظمت آپ ﷺ کی نبوت کی زبردست دلیل ہے۔

آپ ﷺ کی امیت: آپ ﷺ کی زبان مبارک سے معجزۂ قرآنی ظاہر ہوا، جو دنیا میں سب سے بڑی کتاب اور علوم و معارف کا سب سے بڑا مخزن ہے۔ اس کے علاوہ ہر موضوع پر آپ ﷺ کے اقوال و ارشادات کثیر تعداد میں مروی ہیں، مگر اس کے باوجود یہ حقیقت اپنی جگہ ہے کہ آپ ﷺ امی محض تھے، نہ کسی سے آپ ﷺ نے پڑھنا لکھنا سیکھا، نہ اس مقصد کے لئے کوئی سفر کیا۔ (۲۸)

الذین یتبعون الرسول النبی الامی ٥(۲۹) ترجمہ: یعنی وہ جو (محمد ﷺ) رسول (اللہ) کی، جو نبی اُمّی ہیں پیروی کرتے ہیں۔

مشاہدات و مسموعات (عالم بیداری) : انبیاء علیہم السلام کے حواس عام اصنافِ انسانی کے حواس سے زیادہ لطیف ہوتے ہیں، یا ہمارے حواس کے ماسوا اُن کے کچھ اور بھی حواس ہوتے ہیں، جن سے عام انسان اسی طرح بیگانہ ہیں، جس طرح مادر زاد نابینا ایک تیز نگاہ نوجوان کی قوتِ بینائی اور لطفِ نظر سے نا آشنا ہے۔ (۳۰)

افتمٰرونہٗ علٰی ما یریٰ ٥ (۳۱) ترجمہ: پیغمبر جو کچھ دیکھتا ہے کیا اُس پر تم اس سے جھگڑتے ہو۔

مشاہدات نبوی ﷺ کی فہرست میں سب سے پہلی چیز روح القدس یا روح الامین یا جبرئیلؑ نام فرشتہ کی رویت ہے، جو سب سے پہلے غارِ حرا میں نظر آیا، اور اُس کے بعد کچھ زمانہ تک وہ آپ ﷺ کی نگاہ سے اوجھل رہا، اور آنحضرت ﷺ کو اس کی وجہ سے تکلیف رہی، جبرئیلؑ کے علاوہ دوسرے فرشتگانِ الٰہی بھی بارگاہِ نبوت میں آیا کرتے تھے۔ (۳۲)

مشاہدات نبوی ﷺ کی فہرست میں سب سے پہلی چیز روح القدس یا روح الامین یا جبرئیلؑ نام فرشتہ کی رویت ہے، جو سب سے پہلے غارِ حرا میں نظر آیا، اور اُس کے بعد کچھ زمانہ تک وہ آپ ﷺ کی نگاہ سے اوجھل رہا، اور آنحضرت ﷺ کو اس کی وجہ سے تکلیف رہی۔ صحیح مسلم میں حضرت ابن عباسؓ سے روایت ہے کہ مکہ میں آپ ﷺ کے چند سال ایسے گزرے کہ آپ ﷺ کو صرف غیب کی آوازیں سنائی اور روشنی دکھائی دیتی تھی اور کوئی چیز آپ ﷺ کو نظر نہیں آتی تھی غالباً یہی فترۃ الوحی کا زمانہ ہے۔ (۳۳)

وفترا لوحی قال ابن شھاب و اخبرنی ابو سلمۃ بن عبد الرحمٰن ان جابر بن عبد اللّٰہ الانصاری قال وھو یحدث عن فترۃ الوحی فقال فی حدیثہٖ بینا انا امشی اذ سمعت صوتاً من السمآء فرفعت بصری فاذا الملک جآئنی بحرآء جالس علٰی کرسی بین السمآء والارض فرعبت منہ فرجعت فقلت زملونی زملونی فانزل اللّٰہ تعالٰی یٰایھا المدثر قم فانذر وربک فکبر وثیابک فطھر والرجز فاھجر فحمی الوحی وتتابع تابعۃ.

وحی کا آنا کچھ دنوں کے لئے بند ہوگیا ابن شہاب نے کہا کہ مجھ سے ابو سلمۃ بن عبد الرحمٰن نے بیان کیا کہ جابر بن عبد اللہؓ انصاری وحی کے رکنے کی حدیث بیان کر رہے تھے تو اس حدیث میں بیان کیا کہ آنحضرت ﷺ بیان فرما رہے تھے کہ ایک بار میں جا رہا تھا تو آسمان سے ایک آواز سنی نظر اٹھا کر دیکھا تو وہی فرشتہ تھا جو میرے پاس حرا میں آیا تھا آسمان و زمین کے درمیان کرسی پر بیٹھا ہوا تھا، مجھ پر رعب طاری ہوگیا اور واپس لوٹ کر میں نے کہا مجھے کمبل اڑھا دو، مجھے کمبل اڑھا دو تو اللہ تعالیٰ نے یہ آیت نازل فرمائی اے کمبل اوڑھنے والے اٹھ اور لوگوں کو ڈرا اور اپنے رب کی بڑائی بیان کر اور اپنے کپڑوں کو پاک رکھ اور ناپاکی کو چھوڑ دے پھر وحی کا سلسلہ گرم ہوگیا اور لگا تار آنے لگی۔ (۳۴)

جبرئیلؑ صرف دو دفعہ اپنی اصلی صورت میں آپ ﷺ کو نظر آئے، آپ ﷺ نے اُس وقت دیکھا کہ ان کے جسم میں چھ سو پر ہیں اور ان کے دونوں بازوؤں نے افق کو گھیر لیا ہے۔ (۳۵) ترجمہ: لیکن آپ ﷺ **ولٰکنہٗ رئی جبرئیل علیہ السلام فی صورتہٖ مرتین.**

نے جبرئیل علیہ السلام کو ان کی صورت میں دوبارہ دیکھا۔

حضور اکرم ﷺ نے صلوٰۃ الکسوف الشمس کے دوران جنت اور دوزخ کے مشاہدات کیے۔

عن عبد اللّٰہ بن عباسؓ قال انخسفت الشمس علٰی عھد النبی ﷺ فصلّٰی رسول اللّٰہ ﷺ فقام قیاما طویلاً نحوا من قرآءۃ سورۃ البقرۃ ثم رکع رکوعا طویلا ثم رفع فقام قیاما طویلا وھو دون القیام الاوّل ثم رکع رکوعا طویلا وھو دون الرکوع الاوّل ثم سجد ثم قام قیاما طویلا وھو دون القیام الاوّل ثم رکع رکوعا طویلا وھو دون الرکوع الاوّل ثم رفع فقام قیاما طویلا وھو دون القیام الاوّل ثم رکع رکوعا طویلا وھو دون الرکوع الاوّل ثم سجد ثم انصرف وقد تجلت الشمس فقال ان الشمس والقمر اٰیتان من اٰیات اللّٰہ لا یخسفان لموت احد ولا لحیٰوتہٖ فاذا رایتم ذٰلک فاذکروا اللّٰہ قالوا یا رسول اللّٰہ رایناک تناولت شیئا فی مقامک ثم رایناک تکعکعت فقال انی رایت الجنۃ وتناولت عنقودا ولوا اصبتہٗ لاکلتم منہ ما بقیت الدنیا واریت النار فلم ارا منظرا کالیوم قط افظع ورایت اکثر اھلھا النسآء قالوا بم یا رسول اللّٰہ قال بکفرھن قیل ایکفرن باللّٰہ قال یکفرن العشیر ویکفرن الاحسان لو احسنت الٰی احداھن الدھر کلہٗ ثم رات منک شیئا قالت ما رایت منک خیرا قط۔ (۳۶)

عبداللہ بن عباسؓ نے بیان کیا کہ آفتاب کو نبی ﷺ کے زمانہ میں گہن لگا تو رسول اللہ ﷺ نے نماز پڑھائی اور سورہ بقرہ کی تلاوت کے برابر طویل قیام کیا، پھر طویل رکوع کیا، پھر سر اٹھایا اور دیر تک کھڑے رہے جو پہلے قیام سے کم تھا، پھر طویل رکوع کیا جو پہلے رکوع سے کم تھا، پھر سجدہ کیا پھر کھڑے ہوئے، اور دیر تک کھڑے رہے، لیکن یہ پہلے قیام سے کم تھا، پھر طویل رکوع کیا، جو پہلے رکوع سے کم تھا، پھر سر اٹھایا اور دیر تک کھڑے رہے، لیکن یہ پہلے قیام سے کم تھا، پھر طویل رکوع کیا، جو پہلے رکوع سے کم تھا، پھر سجدہ کیا، پھر نماز سے فارغ ہوئے، تو آفتاب روشن ہو چکا تھا، تو آپ نے فرمایا آفتاب و ماہتاب اللہ تعالیٰ کی دو نشانیاں ہیں، جو کسی کی موت یا حیات کے باعث گہن میں نہیں آتے تو جب تم یہ دیکھو تو اللہ تعالیٰ کو یاد کرو، لوگوں نے عرض کیا کہ یا رسول اللہ ہم لوگوں نے دیکھا کہ آپ اپنی جگہ سے کوئی چیز لے رہے تھے، پھر آپ کو پیچھے ہٹتے ہوئے دیکھا، تو آپ نے فرمایا کہ میں نے جنت کو دیکھا، تو اس میں سے ایک خوشہ لینا چاہا، اگر میں اسے پا لیتا تو تم اس سے اس وقت تک کھاتے جب تک دنیا قائم ہے، اور مجھے دوزخ دکھلایا گیا کہ آج کی طرح کا منظر میں نے کبھی نہ دیکھا تھا، اور ان دوزخیوں میں زیادہ عورتوں کو دیکھا، لوگوں نے پوچھا، کہ یا رسول اللہ ایسا کیوں ہے، تو آپ نے فرمایا کہ ان کے کفر کے سبب سے کہا گیا کہ وہ خدا کے ساتھ کفر کرتی ہیں، آپ نے فرمایا، بلکہ شوہروں کی نافرمانی کرتی ہیں، اور احسان کا شکریہ ادا نہیں کرتیں ہیں، اگر ان میں سے کسی کے ساتھ زندگی بھر احسان کرتے رہو، اور وہ تم سے کچھ برائی دیکھے تو وہ کہیں گی کہ میں نے تم سے کبھی بھلائی نہیں دیکھی۔

حدثنا عثمان بن الھیثم حدثنا عوف عن ابی رجآء عن عمران عن النبی ﷺ قال : اطلعت فی الجنۃ فرایت اکثر اھلھا الفقرآء واطلعت فی النار فرایت اکثر اھلھا النسآء۔ (۳۷)

عثمان بن ہیثم عوف، ابو رجاء عمران آنحضرت ﷺ سے روایت کرتے ہیں، کہ آپ ﷺ نے فرمایا، میں نے جنت میں جھانک کر دیکھا، تو وہاں اکثر فقراء کو پایا اور جب دوزخ میں جھانکا، تو میں نے دیکھا، کہ وہاں زیادہ رہنے والی عورتیں تھیں۔

آپ ﷺ قبروں میں ہونے والے عذاب کا مشاہدہ فرماتے اور سنتے تھے۔

حدثنا قتیبۃ حدثنا جریر عن الاعمش عن مجاھد عن طاؤس قال بن عباس رضی اللّٰہ عنھما مر النبی ﷺ

علٰی قبرین فقال انھما لیعذبان وما یعذبان من کبیر ثم قال بلٰی اما احدھما فکان یسعٰی بالنمیمة واما احدھما فکان لا یستتر من بولہٖ قال ثم اخذ عودا رطبا فکسرہٗ باثنتین ثم غرز کل واحد منھا علٰی قبر ثم قال لعلہٗ یخفف عنھا مالم ییبسا۔ (۳۸)

ترجمہ: قتیبہ، جریر، اعمش، مجاہد، طاؤس، ابن عباس سے روایت کرتے ہیں، انہوں نے بیان کیا، کہ نبی کریم ﷺ دو قبروں کے پاس سے گزرے، اور فرمایا کہ ان دونوں قبر والوں پر عذاب ہو رہا ہے اور کسی بڑے کام کی وجہ سے ان پر عذاب نہیں ہو رہا، پھر فرمایا کہ ان میں سے ایک تو چغلی کھاتا پھرتا تھا، اور دوسرا پیشاب سے نہیں بچتا تھا، پھر آپ ﷺ نے تر لکڑی لی۔ اس کے دو ٹکڑے کیے، اور ایک ایک ٹکڑا ہر ایک قبر پر گاڑ دیا، پھر فرمایا کہ شاید ان دونوں کے عذاب میں تخفیف ہو جائے، جب تک یہ دونوں لکڑیاں خشک نہ ہو جائیں۔

آپ ﷺ کو حوضِ کوثر کا مشاہدہ کرایا گیا۔ **حدثنا قتیبة عن سوید قال حدثنا اللیث عن یزید بن ابی حبیب عن ابی الخیر عن عقبة ابن عامر ان رسول اللّٰہ ﷺ خرج یوما فصلّٰی علٰی اھل احد صلاتہٗ علی المیت ثم انصرف الی المنبر فقال: انی فرطکم وانا شھید علیکم وانی واللّٰہ لانظر الٰی حوضی الأن مرانی قد اعطیت مفاتیح خزآئن الارض او مفاتیح الارض وانی واللّٰہ ما اخاف علیکم ان تشرکوا بعدی ولکنی اخاف علیکم ان تنافسوا فیھما۔ (۳۹)**

قتیبہ بن سعید، لیث بن یزید بن ابی حبیب، ابو الخیر، عقبہ بن عامر سے روایت کرتے ہیں، کہ رسول اللہ ﷺ ایک دن باہر تشریف لائے، اور شہدائے احد پر نماز پڑھی جس طرح جنازہ کی نماز پڑھی جاتی ہے، پھر منبر کی طرف لوٹے اور فرمایا، کہ میں جنت میں تمہارے لئے پیش خیمہ ہوں، اور میں تم پر گواہ ہوں، اور خدا کی قسم میں اس وقت اپنے حوض کو دیکھ رہا ہوں اور مجھے زمین کے خزانوں کی چابیاں دی گئی ہیں، خدا کی قسم میں تمہارے متعلق اس بات سے نہیں ڈرتا ہوں، کہ تم شرک کرنے لگو گے، لیکن میں اس بات سے ڈرتا ہوں، کہ تم اس دنیا کی طرف رغبت نہ کرنے لگو۔

حدثنا محمد بن المثنی قال حدثنا یحیٰ قال حدثنا شعبہ قال حدثنی عون بن ابی حجیفة عن ابیہ عن البراء ابن عازب عن ابی ایوب۔ قال خرج النبی ﷺ وقد وجبت الشمس فسمع صوتا فقال یھود تعذب فی قبورھا۔ (۴۰)

ترجمہ: ’’حضرت ابو ایوب انصاریؓ سے روایت ہے کہ ایک دفعہ آپ ﷺ گھر سے نکلے اس حال میں کہ آفتاب غروب ہو چکا تھا۔ آپ ﷺ کے کانوں میں ایک آواز آئی فرمایا کہ یہ یہود پر ان کی قبروں میں عذاب ہو رہا ہے۔‘‘

صحیح مسلم میں ہے کہ آپ ﷺ ایک دفعہ بنی نجار کے نخلستان میں جا نکلے، آپ ﷺ ایک خچر پر سوار تھے، اور جان نثار ساتھ ساتھ تھے کہ دفعتاً خچر اس زور سے بھڑکا کہ قریب تھا کہ آپ ﷺ گر پڑیں، پاس پانچ چھ قبریں تھیں، دریافت فرمایا کہ ان قبروں کو کوئی جانتا ہے، ایک نے کہا، ہاں یا رسول اللہ! میں جانتا ہوں، فرمایا ’’یہ لوگ کب مرے ہیں۔‘‘ عرض کیا کہ یہ لوگ شرک کی حالت میں مرے ہیں، فرمایا ’’ان لوگوں کی اُن کی قبروں میں آزمائشیں ہو رہی ہیں، اگر یہ خیال نہ ہوتا کہ تم مردوں سے ڈر کر ایک دوسرے کو دفن کرنے میں ڈرنے لگو گے تو میں خدا سے دعا کرتا کہ تم کو بھی عذابِ قبر کی آواز سنائے جو میں سُن رہا ہوں۔ (۴۱)

گذشتہ انبیائے اکرامؑ کی تمثیلیں اکثر آپ ﷺ کو دکھائی گئی ہیں، معراج اور عالم رویا کے علاوہ بیداری کے عالم میں بھی یہ مشاہدے ہوئے ہیں۔

صحیح مسلم میں حضرت ابن عباسؓ سے روایت ہے کہ ایک دفعہ آپ ﷺ سفر میں (غالباً سفر حج) جاتے ہوئے وادی ارزق سے گذرے، آپ ﷺ نے دریافت فرمایا، یہ کون سی وادی ہے، لوگوں نے کہا یہ وادی ارزق ہے، فرمایا "گویا میں دیکھ رہا ہوں کہ موسیٰ" گھاٹی سے اتر رہے ہیں، اور اُن کی زبان پر تلبیہ (صدائے حج) جاری ہے" اس کے بعد ہرشا کی گھاٹی آئی، فرمایا "یہ کون سی گھاٹی ہے، لوگوں نے بتایا یہ ہرشا کی گھاٹی ہے، فرمایا گویا میں دیکھ رہا ہوں متی کے بیٹے یونسؑ سرخ اونٹنی پر سوار ہیں، کمبل کا جبہ پہنے ہیں اونٹنی کی نکیل کھجور کی چھال کی ہے اور وہ لبیک اللّٰھم لبیک کہتے جارہے ہیں۔" (۴۲)

معراج کے واقعہ میں جب کفار نے بیت المقدس کا نقشہ دریافت کیا تو آپ ﷺ نے فرمایا کہ وہ مجھے اچھی طرح یاد نہ تھا کہ دفعتہً اللہ تعالیٰ نے اُس کو میری نگاہوں کے سامنے کر دیا، وہ ایک ایک چیز کو پوچھتے جاتے تھے، اور میں جواب دیتا جاتا تھا۔ (۴۳)

آپ ﷺ کو جنت اور دوزخ کے مشاہدات کرائے جاتے۔ قبروں میں ہونے والے عذاب کی آوازیں آپ ﷺ سنتے اور جس وجہ سے ان قبروں کو عذاب دیا جارہا ہوتا آپ ﷺ ان سب چیزوں سے واقف ہوتے۔ یہاں تک کہ آنے والے وقت میں ہونے والے فتنوں کا آپ ﷺ قبل از وقت مشاہدہ فرماتے اور صحابہ اکرام کو ان سے آگاہ کرتے۔

معجزہ اسراء معراج؛ واقعہ معراج نبوی ﷺ، اسرار، اعلانات، احکام:

سبحٰن الذی اسری بعبدہٖ لیلا من المسجد الحرام الی المسجد القصا الذی بٰر کنا حولهٗ لنریهٗ من ایٰتنا ط الله هو السمیع البصیر o (۴۴)

ترجمہ: پاک ہے وہ اللہ جو اپنے بندے کو رات ہی رات میں مسجد حرام سے مسجد اقصیٰ تک لے گیا جس کے آس پاس ہم نے برکت دے رکھی ہے اس لئے کہ ہم اسے اپنی قدرت کے بعض نمونے دکھائیں، یقیناً اللہ ہی خوب سننے دیکھنے والا ہے۔

"اسراء" کے معنی شب میں لے جانے کے ہیں، نبی اکرم (ﷺ) کا وہ بے نظیر شرف ومجد اور حیرت زاد واقعہ "جس میں خدائے برتر نے اپنے رسول کو مسجدِ حرام (مکہ) سے مسجدِ اقصیٰ (بیت المقدس) اور وہاں سے ملاء اعلیٰ تک بجسدِ عنصری اپنی نشانیاں دکھانے کے لئے سیر کرائی" چونکہ شب کے ایک حصہ میں پیش آیا تھا اس لئے "اسراء" کہلاتا ہے۔

"معراج" عروج سے مشتق ہے جس کے معنی چڑھنے اور بلند ہونے کے ہیں اور اسی لئے معراج زینے کو بھی کہتے ہیں، نبی اکرم (ﷺ) نے چونکہ اس شب میں ملاء اعلیٰ کے منازلِ ارتقاء طے فرماتے ہوئے سبع سماوات، سدرۃ المنتہٰی، اور اس سے بھی بلند ہو کر آیات اللہ کا مشاہدہ فرمایا اور ان واقعات کے ذکر میں زبانِ وحی ترجمان نے "عُرِجَ بِیْ" کا جملہ استعمال فرمایا اس لئے اس باجبروت اور پُرعظمت واقعہ کو "معراج" سے تعبیر کیا جاتا ہے۔ بعض علماء نے اصطلاحی فرق و امتیاز کے لئے یہ بھی فرمایا کہ اس واقعہ کا وہ حصہ جس کا ذکر بصراحت سورۂ بنی اسرائیل میں ہے قرآنی تعبیر کی اتباع میں "اسراء" ہے، اور وہ حصہ جس کا تذکرہ سورۂ النجم اور صحیح احادیث میں ہے ذاتِ اقدس (ﷺ) کی تعبیر "ثم عرج بی" کی مناسبت سے "معراج" کے عنوان سے معنون ہے۔ (۴۵)

اس آیت میں واقعہ معراج کا بیان ہے جو ہمارے رسول اللہ ﷺ کا ایک خصوصی اعزاز اور امتیازی معجزہ ہے لفظ اسریٰ اسراء سے مشتق ہے جس کے لغوی معنیٰ رات کو لے جانا ہیں اس کے بعد لیلاً کے لفظ سے صراحتہً بھی اس مفہوم کو واضح کر دیا اور لفظ لیلاً کے نکرہ لانے سے اس طرف بھی اشارہ کر دیا کہ اس تمام واقعہ میں پوری رات بھی صرف نہیں کی بلکہ رات کا ایک حصہ صرف ہوا ہے۔ مسجد حرام سے مسجد اقصیٰ تک کا سفر جس کا ذکر اس آیت میں ہے اس کو اسراء کہتے ہیں اور یہاں سے جو سفر آسمانوں کی طرف ہوا اس کا نام معراج ہے۔ اسراء اس آیت کی نصِ قطعی سے ثابت ہے اور معراج کا ذکر سورۂ نجم کی آیات میں ہے اور احادیث متواترہ سے ثابت ہے بعبدہٖ اس مقام اعزاز و اکرام میں لفظ بعبدہٖ ایک خاص محبوبیت کی طرف اشارہ ہے کیونکہ حق تعالیٰ کسی کو خود فرمادیں کہ یہ میرا بندہ ہے اس سے بڑھ کر کسی بشر کا بڑا اعزاز نہیں ہو سکتا۔

انسان کا سب سے بڑا کمال یہ ہے کہ وہ اللہ کا عبدِ کامل بن جائے۔ اس لئے کہ خصوصی اعزاز کے مقام پر آپ کی بہت سی صفاتِ کمال میں سے صفتِ عبدیت کو اختیار کیا گیا اور اس لفظ سے ایک بڑا فائدہ یہ بھی مقصود ہے کہ اس حیرت انگیز سفر سے جس میں اوّل سے آخر تک سب فوق العادات معجزات ہی ہیں کسی کو خدائی کا وہم نہ ہو جائے جیسے عیسیٰ علیہ السلام کے آسمان پر اٹھائے جانے سے عیسائیوں کو دھوکہ لگا ہے، اس لئے لفظ عبد کہہ کر یہ بتلا دیا کہ ان تمام صفات و کمالات اور معجزات کے باوجود آنحضرت ﷺ اللہ کے بندے ہیں خدا نہیں۔ (۴۶)

تحقیق تاریخ و سنہ: یہ عدیم النظیر واقعہ کب پیش آیا؟ اس کے تعین میں اگر چہ متعدد اقوال مذکور ہیں لیکن ان دو باتوں پر سب کا اتفاق نظر آتا ہے، ایک یہ کہ واقعۂ معراج قبل از ہجرت پیش آیا، اور دوسری بات یہ کہ حضرتِ خدیجۃ الکبریٰ (رضی اللہ عنہا) کی وفات کے بعد وقوع میں آیا اور جبکہ واقعۂ ہجرت باتفاق ۱۳ھ نبوت کو پیش آیا اور بخاری میں مذکور حضرت عائشہ (رضی اللہ عنہا) کی روایت کے مطابق حضرت خدیجہؓ کا انتقال ہجرت سے تین سال قبل اور ایک دوسری روایت کے پیش نظر نماز پنجگانہ کی فرضیت سے قبل ہو چکا تھا۔ تو اب واقعۂ معراج کو ہجرت سے قبل کے ان تین برسوں کے اندر ہی ہونا چاہئے۔ ارباب سیر و تاریخ یہ فرماتے ہیں کہ معراج کا واقعہ ہجرت سے ایک سال یا ڈیڑھ سال قبل پیش آیا ان کا ارشاد پایہ تحقیق رکھتا ہے۔ پھر مہینہ اور تاریخ کے تعین میں بھی متعدد اقوال موجود ہیں مگر راجح قول یہ ہے کہ مہینہ رجب کا تھا اور تاریخ ۲۷ تھی۔ (۴۷)

اس واقعہ کے وقوع میں پانچ اقوال مروی ہیں، مگر ان میں سے مستند اور محقق یہی ہے کہ یہ واقعہ ۲۷ رجب ۱۰ نبوی کو بوقت شب بعد از نماز عشاء و قبل از صلوٰۃ الفجر پیش آیا۔ (۴۸)

واقعہ کی وحدت: مستند اور محقق روایت کے مطابق اس واقعہ کا وقوع ایک ہی مرتبہ ہوا۔ تعدد کے قائلین کا استشہاد تعدد و اختلاف روایات سے ہے جب کہ یہ اختلاف جزئیات کے بیان میں ہے نہ کہ اصل واقعہ کے بیان میں۔ پھر باقاعدہ نظام کتابت نہ ہونے کی وجہ سے ایسے واقعات کے راویوں میں اختلاف کا پایا جانا غیر متوقع بھی نہیں۔ (۴۹)

دو مختلف تعبیروں اور واقعات کی تفصیلات میں جزوی اختلاف کے پیش نظر تطبیق روایات کی خاطر اس واقعہ کے تعدد کا قائل ہونا تاریخی اور تحقیقی نقطۂ نظر سے ہرگز صحیح نہیں ہے اور مشہور محقق جلیل القدر محدث، مفسّر اور مؤرخ حافظ عماد الدین بن کثیر کا یہ ارشاد بلاشبہ درست اور حقیقتِ حال کے لئے کاشف ہے، فرماتے ہیں:

> ''ان تمام روایتوں کے جمع کرنے سے یہ بات بخوبی واضح ہوگئی کہ واقعۂ معراج صرف ایک مرتبہ ہی پیش آیا ہے اور راویوں کی عبارات کے بعض حصص کا ایک دوسرے سے کچھ مختلف اور تفصیلات میں کم و بیش ہونا وحدتِ واقعہ پر اثر انداز نہیں ہے کیونکہ انبیاء علیہم السلام کے علاوہ دوسرے انسان خطا کاری سے محفوظ نہیں ہیں۔
>
> سو ان روایات کے جزوی اختلافات کو دیکھ کر جن علماء نے تعدد واقعہ کا مسلک اختیار کیا اور ہر ایک مختلف روایت کو جدا جدا واقعہ بنا دیا اور اس طرح یہ دعویٰ کر دیا کہ معراج کا واقعہ متعدد بار پیش آیا ہے۔ انہوں نے بعید از قیاس بات کہہ ڈالی اور قطعاً غلط راہ روی اختیار کر لی اور حقیقتِ حال سے دور پڑ گئے ۔۔۔۔۔۔ یہ مسلک اس لئے بھی صحیح نہیں ہے کہ نہ سلفِ صالحین سے تعدد واقعہ منقول ہے اور نہ تاریخی دلائل اس کے مؤید ہیں اور اگر ایسا ہوتا تو خود نبی اکرم (ﷺ) ضرور بصراحت اس سے مطلع فرماتے اور راویانِ روایت بلاشبہ اس کو روایت کرتے۔'' (۵۰)

معراج کے جسمانی ہونے پر قرآن و سنت کے دلائل اور اجماع:

سورۃ بنی اسرائیل کی ابتدائی آیت میں واقعہ اسراء کے متعلق جو کچھ کہا گیا اس کی اگر تحلیل کی جائے تو بآسانی یہ فیصلہ کیا جا سکتا ہے کہ جہاں تک قرآن کا تعلق ہے اس کا فیصلہ یہی ہے کہ واقعۂ اسراء بحالتِ بیداری بجسدِ عنصری پیش آیا، اور اس مطلب سے ہٹ کر جب اس کو

روحانی یا منامی رؤیا کہا جاتا ہے تو تاویلات باردہ کے بغیر دعویٰ پر دلیل قائم نہیں ہوسکتی۔ بنی اسرائیل میں اس واقعہ کی ابتداء خدائے برتر کی قدوسیت اور سُبحانیت کے بعد لفظ "اسریٰ" سے ہوئی ہے، یہ لفظ "س ، ر ، ی۔ سریٰ یسریٰ" سے ماخوذ ہے۔ لُغت میں جس کے معنی ''رات میں چلنے'' کے آئے ہیں: **سری، یسری ، سریٰ وسریۃ** الخ **سارلیلاً** (منجد) 'سُریٰ، یسری سریۃً میں سرٰی کے معنی ہیں وہ **رات میں چلا**'' اور "اسریٰ" کے معنی بھی ''شب میں لے چلا'' آتے ہیں، چنانچہ کتب لُغت میں ہے:

اسریٰ ، اسراءً ، سار لیلاً (منجد) **اسرٰی کے معنی ہیں ''رات میں چلا''**

یہی معنی اقرب الموارد ، قاموس، لسان العرب اور تمام کتب لغت میں بصراحت مذکور ہیں اور اسی لفظ اسرٰی کو جب متعدد بنانا چاہتے ہیں یعنی ''راتوں رات لے جانا'' ظاہر کرنا چاہتے ہیں تو ''ب تعدیہ'' بڑھادیتے ہیں۔ اس موقع کے علاوہ قرآن عزیز میں جہاں جہاں ''اسراء'' اور اس کے مشتقات آئے ہیں ان تمام مقامات میں بھی اس معنی میں استعمال ہوا ہے۔ (۵۱)

قرآن مجید کے ارشادات اور احادیث متواترہ سے ثابت ہے کہ اسراء ومعراج کا تمام سفر صرف روحانی نہیں تھا بلکہ جسمانی تھا جیسے عام انسان سفر کرتے ہیں۔ قرآن کریم کے پہلے لفظ سُبحانَ میں اس طرف اشارہ موجود ہے کیونکہ یہ لفظ تعجب اور کسی عظیم الشان امر کے لئے استعمال ہوتا ہے۔ اگر معراج صرف روحانی بطور خواب کے ہوتی تو اس میں کونسی عجیب بات ہے، خواب تو ہر مسلمان بلکہ ہر انسان دیکھ سکتا ہے کہ میں آسمان پر گیا فلاں فلاں کام کیے۔ دوسرا اشارہ لفظ عَبد سے اسی طرف ہے کیونکہ عَبد صرف روح نہیں بلکہ جسم وروح کے مجموعہ کا نام ہے اس کے علاوہ، واقعۂ معراج آنحضرت ﷺ نے حضرت اُمِ ہانیؓ کو بتلایا تو انہوں نے حضور ﷺ کو یہ مشورہ دیا کہ آپ ﷺ اس کا کسی سے ذکر نہ کریں ورنہ لوگ اور زیادہ تکذیب کریں گے اگر معاملہ خواب کا ہوتا تو اس میں تکذیب کی کیا بات تھی۔

پھر جب آنحضرت ﷺ نے لوگوں پر اس کا اظہار کیا تو کفار مکہ نے تکذیب کی اور مذاق اڑایا یہاں تک کہ بعض نو مسلم اس خبر کو سُن کر مرتد ہوگئے اگر معاملہ خواب کا ہوتا تو ان معاملات کا کیا امکان تھا اور یہ بات ان کے منافی نہیں کہ آپ ﷺ کو اس سے پہلے اور بعد میں کوئی معراج روحانی بصورتِ خواب بھی ہوئی ہو جمہور امت کے نزدیک آیت قرآن **وما جعلنا الرء یا التی اربنک** میں رء یا سے مراد رویت ہے مگر اس کو بلفظ رء یا (جو اکثر خواب میں دیکھنے کے معاملے میں استعمال ہوتا ہے) تعبیر کرنے کی وجہ یہ ہوسکتی ہے کہ اس معاملہ کو تشبیہ کے طور پر رء یا کہا گیا ہو کہ اس کی مثال ایسی ہے جیسے کوئی خواب دیکھ لے اور اگر رء یا کے معنی خواب ہی کے لئے جائیں تو یہ بھی کچھ بعید نہیں کہ واقعہ معراج جسمانی کے علاوہ اس سے پہلے یا پیچھے یہ معراج روحانی بطور خواب بھی ہوئی ہو اس لئے حضرت عبداللہ بن عباسؓ اور حضرت عائشہ ام المومنینؓ سے جو اس واقعہ کا خواب ہونا منقول ہے وہ بھی اپنی جگہ صحیح ہے مگر اس سے یہ لازم نہیں آتا کہ معراج جسمانی نہ ہوئی ہو۔ (۵۲)

وما جعلنا الرء یا التی اربنک الا فتنة للناس ہ (۵۳)

ترجمہ: اور وہ دکھلاوا جو تجھ کو ہم نے دکھایا سو لوگوں کی آزمائش کے لئے (دکھلایا)

آیت ''**وما جعلنا الرء یا التی اربنک**'' میں ''رء یا'' بمعنی عینی مشاہدہ ہے نہ کہ خواب یا روحانی رویت اور لغتِ عرب میں ''رء یا'' کے یہ معنی مجاز نہیں بلکہ حقیقت ہیں۔ آیت ''**الا فتنة للناس**'' میں قرآن نے اس واقعہ کا اقرار وانکار کی شکل میں ایمان وکفر کے لئے معیار قرار دیا ہے اور اگرچہ انبیاء علیہم السلام کے روحانی مشاہدہ یا خواب پر بھی مشرکین ومنکرین کا انکار وجحود ممکن اور ثابت ہے لیکن اس جگہ یہ تبادر یہی ظاہر کرتا ہے کہ واقعی کی عظمت وفخامت کے پیش نظر منکرین کا انکار اس لئے شدید سے شدید تر ہوا کہ نبی کریم (ﷺ) نے اس واقعہ کو عینی مشاہدہ کی طرح بیان فرمایا ہے۔ (۵۴)

ماہ عرصہ آسمان را در شبے	می بُرد اندر سیر و مذھبے
چون بیک شب مہ بُرید ابراج را	ازچہ منکر می شوی معراج را (۵۵)

ترجمہ: چاند، ایک رات میں آسمان کے میدان کو چلنے اور رفتار میں قطع کرتا ہے
جب چاند نے ایک رات میں بُرجوں کو قطع کرلیا تو تُو معراج کا کیوں منکر بنتا ہے؟

والنجم اذا ھوٰی o ما ضل صاحبکم وما غویٰ o وما ینطق عن الھوٰی o ان ھو الا وحی یوحٰی o علمهٗ شدید القویٰ o ذو مرة ط فاستویٰ o وھو بالافق الاعلٰی o ثم دنا فتدلّٰی o فکان قاب قوسین او ادنٰی o فاوحٰی الٰی عبدہٖ مآ اوحٰی o ما کذب الفؤاد ما راٰی o افتمٰرونهٗ علٰی ما یریٰ o ولقد راٰہ نزلة اخریٰ o عند سدرة المنتھٰی o عندھا جنة الماویٰ o اذ یغشی السدرة ما یغشٰی o ما زاغ البصر وما طغٰی o لقد راٰی من اٰیٰت ربه الکبریٰ o (٥٦)

ترجمہ: شاہد ہے ستارہ جب کہ غروب ہو، تمہارا رفیق نہ گمراہ ہوا اور نہ بھٹکا اور نہیں بولتا اپنے نفس کی خواہش سے یہ نہیں ہے مگر حکم جو اس کو بھیجا گیا ہے، اس کو بتلایا ہے سخت قوتوں والے زور آور (فرشتہ) نے (کہ یہ خدا کی وحی ہے) جو سیدھا بیٹھا اور تھا وہ آسمان کے اونچے کنارہ پر، پھر وہ قریب ہوا، پس جھک آیا، پھر رہ گیا (دونوں کے درمیان) دو کمان بلکہ اس سے بھی نزدیک کا فرق پس خدا نے اپنے بندے (محمد ﷺ) پر وحی نازل فرمائی جو بھی وحی بھیجی، اس (بندہ) نے جو دیکھا (اس کے) دل نے جھوٹ نہیں کہا (یعنی آنکھ کی دیکھی بات کو جھٹلایا نہیں بلکہ تصدیق کی) تو کیا تم اس سے اس پر جھگڑتے ہو جو اس نے خود دیکھا ہے (یعنی واقعہ پر جھگڑتے ہو) اور اس (بندہ) نے خدا کو دیکھا ایک (خاص) نزول کے ساتھ جبکہ وہ بندہ سدرۃ المنتھٰی کے نزدیک موجود تھا جس کے پاس آرام سے رہنے کی بہشت (جنت الماویٰ ہے) اس وقت سدرہ (بیری کا درخت) پر چھا رہا تھا جو کچھ چھا رہا تھا اُس رویت کے وقت نہ نگاہ بہکی اور نہ حد سے متجاوز ہوئی، بلاشبہ اُس (بندہ) نے (اس حالت میں) اپنے پروردگار کے بڑے بڑے نشان دیکھے۔

آیت "**ما زاغ البصر وما طغٰی**" میں رؤیت جبرئیل نہیں بلکہ واقعۂ اسرار کا مشاہدۂ یقینی مراد ہے اور سورۃ کی آیت "**ما زاغ البصر وما طغٰی**" میں یہ بتلانا مقصود ہے کہ آنکھ نے جو کچھ دیکھا قلب نے ہو بہو اُس کی تصدیق کی اور واقعہ سے متعلق نہ رویتِ عینی نے کجی اختیار کی اور نہ رویتِ قلبی نے اس حقیقت کا انکار کیا بلکہ دونوں کی مطابقت نے اس کی صداقت پر مہر تصدیق ثبت کردی۔ (٥٧)

وقال اللّٰہ تعالیٰ (ما زاغ البصر وما طغٰی)، البصر من آلات الذات لا الروح، وایضاء فانه حمل علی البراق وھو دابة بیضاء براقة لھا لمعان وانما یکون ھذا اللبدن لا للروح لانھا لا تحتاج فی حرکتھا الٰی مرکب ترکب علیه واللہ اعلم. وقال آخرون بل أسری برسول ﷺ بروحه لا بجسده. (٥٨)

ترجمہ: اللہ تعالیٰ کا قول کہ نہ تو نگاہ بہکی نہ بھٹکی۔ بصر انسان کی ذات کا ایک وصف ہے نہ کہ صرف روح کا۔ پھر براق کی سواری کا لایا جانا اور اس سفید چمکیلے جانور پر سوار کرا کر آپ ﷺ کو لے جانا یہ بھی اس بات کی دلیل ہے کہ یہ واقعہ جاگنے کا اور جسمانی ہے۔ ورنہ صرف روح کے لئے سواری کی ضرورت نہیں ہوتی۔

سیّد عالم ﷺ کے قلب مبارک نے اس کی تصدیق کی جو چشم مبارک نے دیکھا معنی یہ ہیں کہ آنکھ سے دیکھا دل سے پہچانا اور اس رویت و معرفت میں شک و تردد کی راہ نہ پائی اب یہ بات کہ کیا دیکھا بعض مفسرین کا قول یہ ہے کہ حضرت جبرئیل کو دیکھا لیکن مذہب صحیح یہ ہے کہ سیّد عالم ﷺ نے اپنے رب تعالیٰ کو دیکھا۔ (٥٩)

عن ابن عباس انه کان یقول ان محمد ﷺ راٰی ربهٗ مرتین مرة ببصرہٖ ومرة بفؤادہٖ. (٦٠)

ترجمہ: حضرت ابن عباس رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے (ان آیات کے بارے میں) فرمایا کہ حضور اکرم ﷺ نے اپنے رب کا دیدار اپنے دل کی آنکھوں سے دو بار کیا۔

معجزہ معراج النبی ﷺ حضرت محمد ﷺ کا ایک عظیم ترین معجزہ ہے جس کی تمام تفصیلات صحیح بخاری کی اس حدیث میں موجود ہیں۔

حدثنا یحییٰ بن بکیر قال ثنا اللیث عن یونس عن ابن شهاب عن انس بن مالک قال کان ابو ذر یحدث ان رسول اللّٰہ ﷺ قال فرج عن سقف بیتی وانا بمکة فنزل جبریل علیه السلام ففرج صدری ثم غسلهٗ بمآء زمزم ثم جآء بطشت من ذهب ممتلیءٍ حکمة و ایمانا فافرغهٗ فی صدری ثم اطبقهٗ ثم اخذ بیدی فعرج بی الی السمآء فلما جئت الی السمآء الدنیا قال جبریل علیه السلام لخازن السمآء افتح قال من هذا قال هذا جبریل قال هل معک احدٌ قال نعم معی محمدٌ فقال ء اُرسل الیه قال نعم فلما فتح علونا السمآء الدنیا فاذا رجلٌ قاعدٌ علیٰ یمینهٖ اسودةٌ وعلیٰ یسارهٖ اسودةٌ اذا نظر قبل یمینهٖ ضحک واذا نظر قبل شمالهٖ بکٰی فقال مرحبا بالنبی الصالح والابن الصالح قلت لجبریل من هذا قال هذا اٰدم وهٰذه الاسودة عن یمینهٖ وشمالهٖ نسم بنیه فاهل الیمین منهم اهل الجنة والاسودة التی عن شمالهٖ اهل النار فاذا نظر عن یمینهٖ ضحک واذا نظر قبل شمالهٖ بکٰی حتیٰ عرج بی الی السمآء الثانیة فقال لخازنها افتح فقال لهٗ خازنها مثل ما قال الاوّل ففتح قال انس فذکر انهٗ وجد فی السمٰوٰت اٰدم وادریس وموسٰی وعیسٰی وبراهیم ولم یثبت کیف منازلهم غیر انهٗ ذکر انهٗ وجد اٰدم فی السمآء الدنیا وابراهیم فی السماء السادسة قال انسؓ فلما مر جبریل علیه السلام بالنبی ﷺ بادریس قال مرحباً بالنبی الصالح والاخ الصالح فقلت من هذا قال هذا ادریس ثم مررت بموسٰی فقال مرحباً بالنبی الصالح والاخ الصالح قلت من هذا قال هذا موسٰی ثم مررت بعیسٰیؑ فقال مرحبا بالنبی الصالح والاخ الصالح قلت من هذا قال هذا عیسٰی ثم مررت بابراهیم فقال مرحباً بالنبی الصالح والابن الصالح قلت من هذا قال هذا ابراهیم قال ابن شهاب فاخبرنی ابن حزم ان ابن عباس وابا حیة الانصاری کانا یقولان قال النبی ﷺ ثم عرج بی حتّٰی ظهرت لمستوًی اسمع فیه صریف الاقلام قال ابن حزم وانس بن مالک قال النبی ﷺ ففرض اللّٰہ عزّ وجلّ علیٰ امتی خمسین صلوٰة فرجعت بذٰلک حتّٰی مررت علیٰ موسٰی فقال ما فرض اللّٰہ لک علیٰ امتک قلت فرض خمسین صلوٰة قال فارجع الٰی ربک فان امتک لا تطیق فرجعت فوضع شطرها فرجعت الٰی موسٰی قلت وضع شطرها فقال راجع ربک فان امتک لا تطیق ذٰلک فرجعت فوضع شطرها فرجعت الیه فقال ارجع الٰی ربک فان امتک لا تطیق ذٰلک فراجعتهٗ فقال هی خمس و هی خمسون لا یبدل القول لدی فرجعت الٰی موسٰی فقال راجع ربک فقلت استحییت من ربی ثم انطلق بی حتّٰی انتهٰی بی الی السدرة المنتهٰی وغشیهآ الوانٌ لا ادری ما هی ثم ادخلت الجنة فاذا فیها حبآئل اللؤلؤ واذا ترابها المسک. (۶۱)

ترجمہ: یحییٰ بن بکیر، لیث، یونس، ابن شہاب، انس بن مالکؓ روایت کرتے ہیں کہ ابوذر بیان کیا کرتے تھے کہ رسول خدا ﷺ نے فرمایا (ایک شب) میرے گھر کی چھت پھٹ گئی اور میں مکہ میں تھا۔ پھر جبرئیل علیہ السلام اترے اور انہوں نے میرے سینہ کو چاک کیا، پھر اسے زمزم کے پانی سے دھویا، پھر ایک طشت سونے کا حکمت وایمان سے بھرا ہوا لائے اور اسے میرے سینے میں ڈال دیا، پھر سینہ کو بند کر دیا، اس کے بعد میرا ہاتھ پکڑ لیا اور مجھے آسمان پر چڑھا لے گئے، جب میں دنیا کے آسمان پر پہنچا، تو جبرائیل علیہ السلام نے آسمان کے داروغہ سے کہا کہ (دروازہ) کھول دے، اس نے کہا، کون ہے، وہ بولے جبرئیل ہے، پھر اس نے کہا، کیا تمہارے ساتھ کوئی (اور بھی) ہے؟ جبرئیلؑ نے کہا ہاں! میرے ہمراہ محمد ﷺ ہیں، اس نے کہا، کیا وہ بلائے گئے تھے؟ جبرئیل نے کہا ہاں! جب دروازہ کھول دیا گیا تو ہم آسمان دنیا کے اوپر چڑھے، یکا یک ایک ایسے شخص پر نظر پڑی جو بیٹھا ہوا تھا، اس کی داہنی جانب کچھ

لوگ تھے اوراس کی بائیں جانب (بھی) کچھ لوگ تھے، جب وہ اپنے داہنی جانب دیکھتے تو ہنس دیتے اور جب بائیں جانب دیکھتے تو رو دیتے، انہوں نے (مجھے دیکھ کر) کہا کہ **مرحبا بالنبی الصالح و الابن الصالح**، میں نے جبرئیل سے پوچھا کہ یہ کون ہیں؟ انہوں نے کہا، یہ آدمؑ ہیں، اور یہ لوگ ان کے داہنے اور بائیں ان کی اولاد کی روحیں ہیں، داہنے جانب جنت والے ہیں اور بائیں جانب دوزخ والے، اسی سبب سے جب وہ اپنی داہنی جانب نظر کرتے ہیں، تو ہنس دیتے ہیں، اور جب بائیں طرف دیکھتے ہیں، تو رونے لگتے ہیں، یہاں تک کہ مجھے دوسرے آسمان تک لے گئے، اور اس کے داروغہ سے کہا، کہ (دروازے) کھول دے، تو ان سے داروغہ نے اسی قسم کی گفتگو کی جیسے پہلے نے کی تھی، پھر (دروازہ) کھول دیا گیا، انسؓ کہتے ہیں پھر ابوذرؓ نے ذکر کیا کہ آپ نے آسمانوں میں آدمؑ اور ادریسؑ اور موسیٰؑ اور عیسیٰؑ اور ابراہیم (علیہم السلام) کو پایا، اور یہ نہیں بیان کیا، کہ ان کے ملدج کس طرح ہیں، سوا اس کے کہ انہوں نے ذکر کیا ہے، کہ آدمؑ کو آسمان دنیا میں، اور ابراہیمؑ کو چھٹے آسمان میں پایا انسؓ کہتے ہیں، پھر جب جبرئیل علیہ السلام نبی ﷺ کو لے کر حضرت ادریس کے پاس سے گذرے، تو انہوں نے کہا **مرحبا بالنبی الصالح والاخ الصالح** (آپ فرماتے ہیں) میں نے (جبرئیل سے) پوچھا کہ یہ کون ہیں؟ جبرئیل نے کہا یہ ادریسؑ ہیں، پھر میں موسیٰؑ کے پاس سے گذرا تو انہوں نے (مجھے دیکھ کر) کہا **مرحبا بالنبی الصالح والاخ الصالح** میں نے (جبرئیل سے) پوچھا کہ یہ کون ہیں، جبرئیل نے کہا یہ موسیٰؑ ہیں، پھر میں عیسیٰؑ کے پاس سے گذرا تو انہوں نے کہا **مرحبا بالنبی الصالح والاخ الصالح** میں نے (جبرئیل سے) پوچھا، یہ کون ہیں؟ جبرئیل نے کہا یہ عیسیٰ ہیں، پھر میں ابراہیم کے پاس سے گذرا، تو انہوں نے کہا **مرحبا بالنبی الصالح والابن الصالح** میں نے پوچھا، یہ کون ہیں؟ جبرئیل نے کہا یہ ابراہیم ہیں، ابن شہاب کہتے ہیں مجھے ابن حزم نے خبر دی، کہ ابن عباس اور ابوحبہ انصاری کہتے ہیں کہ نبی ﷺ نے فرمایا، پھر مجھے چڑھا لے گئے، یہاں تک کہ میں ایک ایسے بلند مقام میں پہنچا، جہاں (فرشتوں کے) قلموں کی (کشش کی) آواز میں نے سنی، ابن حزم اور انس بن مالکؓ کہتے ہیں، کہ نبی ﷺ نے فرمایا، پھر اللہ تعالیٰ نے میری امت پر پچاس نمازیں فرض کیں، جب میں یہ فریضہ لے کر لوٹا اور موسیٰ پر گذرا تو موسیٰ نے کہا، اللہ نے آپ کے لئے آپ کی امت پر کیا فرض کیا میں نے کہا پچاس نمازیں فرض کی ہیں، انہوں نے (یہ سن کر) کہا، کہ اپنے اللہ کے پاس لوٹ جایئے اس لئے کہ آپ کی امت (اس قدر عبادت کی) طاقت نہیں رکھتی تب میں لوٹ گیا، تو اللہ نے اس کا ایک حصہ معاف کردیا پھر میں موسیٰؑ کے پاس لوٹ کر آیا، اور کہا، کہ اللہ نے اس کا ایک حصہ معاف کردیا ہے، حضرت موسیٰؑ نے پھر وہی کہا، کہ اپنے پروردگار سے رجوع کیجئے، کیونکہ آپ کی امت (اس کی بھی) طاقت نہیں رکھتی، پھر میں نے رجوع کیا تو اللہ نے ایک حصہ اس کا (اور) معاف کردیا، پھر میں ان کے پاس لوٹ کر آیا (اور بیان کیا) تو وہ بولے کہ آپ اپنے پروردگار کے پاس لوٹ جایئے، کیونکہ آپ کی امت (اس کی بھی) طاقت نہیں رکھتی، چنانچہ پھر میں نے اللہ سے رجوع کیا، تو اللہ نے فرمایا کہ اچھا (اب) یہ پانچ (رکھی جاتی) ہیں اور یہ (درحقیقت باعتبار ثواب کے) پچاس ہیں میرے ہاں بات بدلی نہیں جاتی، پھر میں موسیٰ کے پاس لوٹ کر آیا انہوں نے کہا، پھر اپنے پروردگار سے رجوع کیجئے، میں نے کہا (اب) مجھے اپنے پروردگار سے (بار بار کہتے ہوئے) شرم آتی ہے، پھر مجھے روانہ کیا گیا، یہاں تک کہ میں سدرۃ المنتہیٰ پہنچایا گیا اور اس پر بہت سے رنگ چھا رہے تھے میں نہ سمجھا، کہ یہ کیا ہیں، پھر میں جنت میں داخل کیا گیا تو (کیا دیکھتا ہوں کہ) اس میں موتی کی لڑیاں ہیں، اور اس کی مٹی مشک ہے۔

تفسیر ابن کثیر کے مفسران آیات کی تفسیر میں واقعہ معراج کو اس طرح بیان فرماتے ہیں:

یمجد تعالیٰ نفسهٗ ، ویعظم شانهٗ ، لقدرته علی مالا یقدر علیه احد سواه ، فلا اِله غیرهٗ ولارب سواه (الذی اسری بعبده) یعنی محمداً ﷺ (لیلاً) : ای فی جنح اللیل (من المسجد الحرام) : وهو مسجد مکة

(الی المسجد الاقصیٰ) : وهو بیت المقدس الذی ایلیاء معدن الانبیاء من لدن ابراهیم الخلیل علیه السلام ، ولهذا جمعوا لهٗ هناک کلهم امهم فی محلتهم ودارهم، فدل علی انهٗ هو الامام الاعظم ، والرئیس المقدم، صلوات الله وسلامه علیه وعلیهم اجمعین ؛ وقوله تعالیٰ (الذی بارکنا حولهٗ) : ای فی الزروع والثمار (لنریهٗ) : ای محمد (من آیاتنا) : ای العظام کما قال الله تعالیٰ : (لقد رای من آیات ربه الکبریٰ) (۶۲)

ترجمہ: اللہ تعالیٰ اپنی ذات پاک کی عزت وعظمت اور اپنی پاکیزگی وقدرت بیان فرماتا ہے کہ وہ ہر چیز پر قادر ہے۔ اس جیسی قدرت کسی میں نہیں۔ وہی عبادت کے لائق اور صرف وہی ساری مخلوق کی پرورش کرنے والا ہے۔ وہ اپنے بندے یعنی حضرت محمد مصطفیٰ ﷺ کو ایک ہی رات کے ایک حصے میں مکہ مکرمہ کی مسجد سے بیت المقدس کی مسجد تک لے گیا۔ جو حضرت ابراہیم خلیل اللہ علیہ السلام کے زمانے سے انبیاء کرام علیہم السلام کا مرکز رہا ہے۔ اسی لئے تمام انبیاء علیہم السلام وہیں آپ کے پاس جمع کیے گئے اور آپ نے وہیں ان سب کی امامت کی۔ جو اس امر کی دلیل ہے کہ امام اعظم اور رئیس مقدم آپ ہی ہیں۔ **صلوات الله وسلامه علیه وعلیهم اجمعین** اس مسجد کے اردگرد ہم نے برکت دے رکھی ہے۔ پھل، پھول، کھیت، باغات وغیرہ سے۔ یہ اس لئے کہ ہمارا ارادہ اپنے اس محترم رسول ﷺ کو اپنی زبردست نشانیاں دکھانے کا تھا۔ جو آپ ﷺ نے اس رات ملاحظہ فرمائیں۔

امام ابن تیمیہ کتاب النبوۃ میں واقعہ معراج کا ذکر کرتے ہوئے فرماتے ہیں:

وکذلک مسری الرسول ﷺ من المسجد الحرام الی المسجد الاقصیٰ لیریه الرب من آیاته ، فخاصة الرسول لیست مجرد قطع هذه المسافة ، بل قطعها لیریه الرب من الآیات الغائبة ما یخبر به ، فهذا لا یقدر علیه الجن ، وهو نفسه لم یحتج بالمسری علی نبوة ، بل جعلهٗ مما یؤمن به فأخبرهم به لیؤمنوا به ، والمقصود ایمانهم بما أخبرهم من الغیب الذی رآه تلک اللیلة ، والا فهم کانوا یعرفون المسجد الاقصیٰ وهذا قال : (وما جعلنا الرؤیا التی أریناک الا فتنة للناس والشجرة الملعونة فی القرآن)

قال ابن عباس رضی الله عنه هی رؤیا عین أریها رسول الله ﷺ لیلة أسری به ، وهذا کما قال فی الآیة : (ولقد رآه نزلة أخری عند سدرة المنتهیٰ عندها جنة المأوی اذیغشی السدرة ما یغشی ما زاغ البصر وما طغی لقد رأی من آیات ربه الکبری) (۶۳)

دیدار الٰہی:

ما زاغ البصر وما طغی ان آیات کی تفسیر کرتے ہوئے علماء مفسرین نے اس مسئلے پر سیر حاصل بحث کی ہے کہ کیا حضور سرورِ عالم ﷺ کو شب معراج دیدار الٰہی نصیب ہوا یا نہیں۔ حضرت ام المؤمنین عائشہ صدیقہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا اور حضرت ابن مسعود رضی اللہ تعالیٰ عنہ اور ان کے پیروکار اس طرف گئے ہیں کہ شب معراج دیدار الٰہی نصیب نہیں ہوا، لیکن حضرت ابن عباس، دیگر صحابہ، تابعین اور ان کے ہم نواؤں کی یہ رائے ہے کہ اللہ تعالیٰ نے شب معراج اپنے محبوب کریم ﷺ کو دولت دیدار سے مشرف فرمایا۔

حضرت ابن عمر نے حضرت ابن عباس سے اس مسئلہ کے بارے میں رجوع کیا اور پوچھا کیا حضور نے اپنے رب کا دیدار کیا۔ پس ابن عباس نے جواب دیا کہ حضور نے اپنے رب کا دیدار کیا۔ حضرت ابن عمر نے ان کے اس قول کو تسلیم کیا اور تردد وانکار کا راستہ اختیار نہیں کیا۔
خلاصہ کلام کو علامہ نووی ان الفاظ میں بیان کرتے ہیں: **الحاصل ان الراجح عند اکثر العلماء ان رسول الله ﷺ رای ربهٗ بعینی رأسه لیلة الاسراء .... وهذا مما لا ینبغی ان یتشکک فیه.** ”حاصل بحث یہ ہے کہ اکثر علماء کے نزدیک راجح قول یہ ہے

کہ رسول اللہ ﷺ نے شب معراج اللہ تعالیٰ کو اپنے سر کی آنکھوں سے دیکھا اور اس میں شک کی کوئی گنجائش نہیں۔" (۶۴)

حضرت شیخ عبدالحق محدث دہلوی نے اشعۃ اللمعات میں اس مسئلے کی تحقیق کرتے ہوئے اسی قول کو پسند فرمایا ہے کہ حضور نبی کریم ﷺ نے اللہ تعالیٰ کے دیدار کا شرف حاصل کیا۔ **والحمد للّٰہ علیٰ ذٰلک**

'**فاوحٰی الیٰ عبدہٖ مآ اوحٰی**' اس مقام پر عبد اور معبود میں جو باتیں ہوئیں، وہ اسرار ہیں جنھیں اللہ تعالیٰ اور اس کا حبیب مکرم ﷺ ہی جانتے ہیں۔ ہم کو صرف ان امور کا علم ہے جن سے خود نبی کریم علیہ الصلوٰۃ والسلام نے پردہ اٹھایا۔ (۶۵)

گوید احمد ﷺ گر یقینش افزوں بُدے	**خود ھو ایش مرکب و ھامون شُدے**
ھمچومن کہ بر ھوا راکب شُدم	**در شبِ معراج مُستصحِب شُدم** (۶۶)

ترجمہ: احمد ﷺ فرماتے ہیں، اگر اُن کا یقین بڑھا ہوا ہوتا — خود ہوا اُن کے لئے سواری اور جنگل ہوتی

میری طرح کہ میں ہوا پر سوار ہوا — معراج کی رات میں اور صحبت حاصل کرنے والا بنا

معجزہ شق القمر: **بسم اللّٰہ الرحمٰن الرحیم ○ اقتربت الساعۃ وانشق القمر ○ وان یروا اٰیۃ یعرضوا ویقولوا سحر مستمر ○** (۶۷)

ترجمہ: "اللہ کے نام سے شروع کرتا ہوں جو بہت ہی مہربان، ہمیشہ رحم فرمانے والا ہے۔ قیامت قریب آگئی ہے اور چاند شق ہو گیا۔ اور اگر وہ کوئی نشانی دیکھتے ہیں تو منہ پھیر لیتے ہیں کہنے لگتے ہیں۔ یہ بڑا زبردست جادو ہے۔"

کفار مکہ نے رسول اللہ ﷺ سے آپ ﷺ کی نبوت و رسالت کے لئے کوئی نشانی معجزہ طلب کی، حق تعالیٰ نے آپ ﷺ کی حقانیت کے ثبوت کے لئے یہ معجزہ شق القمر ظاہر فرمایا، اس معجزہ کا ثبوت قرآن کریم کی اس آیت میں بھی موجود ہے **وانشق القمر** اور احادیث صحیحہ جو صحابۂ کرام کی ایک جماعت کی روایت سے آئی ہیں جن میں حضرت عبداللہ بن مسعودؓ، عبداللہ بن عمرؓ، جُبَیر بن مُطعم، ابن عباسؓ، انس بن مالکؓ وغیرہ شامل ہیں، اور حضرت عبداللہ بن مسعودؓ خود اپنا اس وقت میں موجود ہونا اور معجزہ کا مشاہدہ کرنا بھی بیان فرماتے ہیں، امام طحاویؒ اور ابن کثیرؒ نے واقعۂ شق القمر کی روایات کو متواتر قرار دیا ہے، اس لئے اس معجزۂ نبوی کا وقوع قطعی دلائل سے ثابت ہے۔

واقعہ کا خلاصہ یہ ہے کہ رسول اللہ ﷺ مکہ مکرمہ کے مقام منیٰ میں تشریف رکھتے تھے، مشرکین مکہ نے آپ ﷺ سے نبوت کی نشانی طلب کی، یہ واقعہ ایک چاندنی رات کا ہے، حق تعالیٰ نے یہ کھلا ہوا معجزہ دکھلا دیا کہ چاند دو ٹکڑے ہو کر ایک مشرق کی طرف دوسرا مغرب کی طرف چلا گیا، اور دونوں ٹکڑوں کے درمیان میں پہاڑ حائل نظر آنے لگا، رسول اللہ ﷺ نے سب حاضرین سے فرمایا کہ دیکھو اور شہادت دو، جب سب لوگوں نے صاف طور پر یہ معجزہ دیکھ لیا تو یہ دونوں ٹکڑے پھر آپس میں مل گئے، اس کھلے ہوئے معجزہ کا انکار تو کسی آنکھوں والے سے ممکن نہ ہو سکتا تھا، مگر مشرکین کہنے لگے کہ محمد (ﷺ) سارے جہان پر جادو نہیں کر سکتے، اطراف ملک سے آنے والے لوگوں کا انتظار کرو وہ کیا کہتے ہیں، بیہقی اور ابوداؤد۔۔۔ طیالسی کی روایت حضرت عبداللہ بن مسعودؓ سے ہے کہ بعد میں تمام اطراف سے آنے والے مسافروں سے ان لوگوں نے تحقیق کی تو سب نے ایسا ہی چاند کے دو ٹکڑے دیکھنے کا اعتراف کیا۔ (۶۸)

معجزہ شق القمر سے متعلق اکابر صحابہ کرام سے روایت کردہ احادیث صحیحہ:

حدثنی عبد اللّٰہ بن عبد الوھاب حدثنا بشر بن المفضل حدثنا سعید بن ابی عروبۃ عن قتادۃ عن انس بن مالک رضی اللّٰہ عنہ ان اھل مکۃ سالوا رسول اللّٰہ ﷺ ان یریھم اٰیۃ فاراھم القمر شقتین حتٰی راوا حراء بینھما. (۶۹)

عبداللہ بن عبدالوہاب، بشر بن مفضل سعید بن ابی عروبہ قتادہ، حضرت انس بن مالکؓ سے روایت کرتے ہیں وہ فرماتے ہیں کہ اہل مکہ نے رسول اللہ ﷺ سے ایک معجزہ طلب کیا، تو آپ نے انہیں چاند کے دو ٹکڑے (کر کے) دکھائے حتیٰ کہ انہوں نے حراء پہاڑ کو ان دونوں ٹکڑوں کے درمیان دیکھا (یعنی وہ دونوں ٹکڑے اتنے فاصلے پر ہوگئے تھے کہ حراء پہاڑ ان کے درمیان نظر آ رہا تھا)۔

حدثنا صدقة بن الفضل اخبرنا بن عيينة عن ابن ابى نجيح عن مجاهد عن ابى معمر عن عبد الله بن مسعود رضى الله عنه قال انشق القمر علىٰ عهد رسول الله ﷺ شقتين فقال النبى ﷺ اشهدوا.

صدقہ، ابن عیینہ، ابن ابی نجیح، مجاہد، ابو معمر، حضرت عبد اللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ سے روایت کرتے ہیں۔ انہوں نے کہا کہ رسول اللہ ﷺ کے زمانے میں چاند شق ہوا، یعنی درمیان سے اس کے دو ٹکڑے ہوگئے، تو آنحضرت ﷺ نے کافروں سے فرمایا، کہ گواہ رہو۔

حدثنى عبد الله بن محمد حدثنا يونس حدثنا شيبان عن قتادة عن انس بن مالك وقال لى خليفة حدثنا يزيد بن زريع حدثنا سعيد عن قتادة عن انس بن مالك رضى الله عنه انه حدثهم ان اهل مكة سالوا رسول الله ﷺ ان يريهم اية فاراهم انشقاق القمر.

عبداللہ بن یونس، شیبان، قتادۃ، حضرت انس بن مالکؓ سے روایت کرتے ہیں، کہ مکہ کے کافروں نے رسالت مآب ﷺ سے کہا (اگر تم نبی ہو تو) کوئی معجزہ دکھاؤ تو آنحضرت ﷺ نے ان کو چاند کے دو ٹکڑے کر کے دکھلائے۔

حدثنى خلف بن خالد القرشى حدثنا بكر بن مضر عن جعفر بن ربيعة عن عراك بن مالك عن عبيد الله بن عبد الله بن مسعود عن ابن عباس رضى الله عنهما ان القمر انشق فى زمان النبى ﷺ. (۷۰)

خلف بن خالد القریشی، بکر بن مضر، جعفر بن ربیعہ، عراک بن مالک، عبید اللہ بن مسعود، حضرت ابن عباسؓ سے روایت کرتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ کے زمانے میں چاند کے دو ٹکڑے ہوگئے تھے۔

شق القمر کے متعلق احادیث کی تحقیق کے سلسلے میں علامہ سید محمود آلوسی لکھتے ہیں کہ: "دلائل النبوۃ میں حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما سے روایت کیا ہے کہ رسول اللہ ﷺ کے عہد میں مشرکین جمع ہوئے ان میں ولید بن مغیرہ، ابو جہل بن ہشام، عاص بن وائل، عاص بن ہشام، اسود بن عبد یغوث، اسد بن عبد المطلب، ربیعہ بن اسود اور نضر بن حارث تھے، انہوں نے نبی ﷺ سے کہا اگر آپ سچے نبی ہیں تو ہمارے لئے چاند کے دو ٹکڑے کر دیں، جس کا نصف ابو قبیس (پہاڑ) پر ہو اور نصف قیقعاع پر ہو، نبی ﷺ نے ان سے فرمایا: اگر میں نے ایسا کیا تو تم ایمان لے آؤ گے، انہوں نے کہا ہاں! وہ چودھویں کے چاند کی رات تھی، پھر رسول اللہ ﷺ نے رب عزوجل سے دعا کی کہ وہ ان کے مطالبہ کو پورا کر دے، پھر اس رات چاند کے دو ٹکڑے ہوگئے، اس کا نصف ٹکڑا ابو قبیس پر تھا اور نصف ٹکڑا قیقعاع پر اور رسول اللہ ﷺ ندا فرما رہے تھے: اے ابو سلمہ بن عبد الاسد، اے ارقم بن ارقم گواہ ہو جاؤ!

حضرت انس، حضرت ابن مسعود، حضرت ابن عباس، حضرت حذیفہ، حضرت جبیر بن مطعم اور حضرت ابن عمرو غیرہم رضی اللہ عنہم سے اس سلسلہ میں بہ کثرت احادیث مروی ہیں، البتہ ان میں سے بعض صحابہ اس موقعہ پر حاضر نہ تھے، جیسے حضرت ابن عباس یہ اس وقت پیدا نہیں ہوئے تھے، اور جیسے حضرت انس یہ اس وقت مدینہ میں تھے اور ان کی عمر چار یا پانچ سال تھی، ان کی روایات از قبیل مراسیل ہیں، لیکن اس سے ان احادیث کی صحت میں کوئی اثر نہیں پڑتا۔

صحیح بخاری اور دیگر کتب حدیث میں حضرت ابن مسعود سے روایت ہے کہ چاند اس وقت دو ٹکڑے ہوا جب ہم رسول اللہ ﷺ کے ساتھ منیٰ میں تھے، اور حضرت انسؓ سے روایت ہے کہ یہ معجزہ اس وقت ہوا جب آپ مکہ میں تھے، ان دونوں روایتوں میں کوئی تعرض نہیں ہے

کیونکہ ان سے مراد یہ ہے کہ نبی ﷺ کی ہجرت سے پہلے اس واقعہ کا ظہور مکہ میں ہوا تھا۔

حضرت عبداللہ بن مسعودؓ کی روایت سے ابوداؤد طیالسی نے اور بیہقی نے بھی یہ نقل کیا ہے:

انشق القمر بمكة حتّٰى صار فرقتين فقال كفار قريش اهل مكة هذا سحر سحر كم به ابن ابى كبشة انظروا السفار فان كانوا رأوا ما رايتم فقد صدق وان كانوا لم يروا مثل ما رايتم فهو سحر سحر كم به فسئل السفار قال و قدموا من كل جهة فقالوا راينا. (۷۱)

''مکہ مکرمہ (کے قیام کے زمانہ) میں چاند شق ہو کر دو ٹکڑے ہو گیا، کفار قریش کہنے لگے کہ یہ جادو ہے ابن ابی کبشہ (یعنی محمد ﷺ) نے تم پر جادو کر دیا ہے، اس لئے تم انتظار کرو، باہر سے آنے والے مسافروں کا، اگر انہوں نے بھی یہ دو ٹکڑے چاند کے دیکھے ہیں تو انہوں نے سچ کہا ہے اور اگر باہر کے لوگوں نے ایسا نہیں دیکھا تو پھر یہ بیشک جادو ہی ہوگا، پھر باہر سے آنے والے مسافروں سے تحقیق کی جو ہر طرف سے آئے تھے، سب نے اعتراف کیا کہ ہم نے بھی یہ دو ٹکڑے دیکھے ہیں۔''

علامہ آلوسی لکھتے ہیں والا حادیث **الصحيحة فى الانشقاق كثيرة** یعنی شق قمر کے بارے میں صحیح احادیث بکثرت ہیں **الصحيح عندى ان انشقاق القمر متواتر منصوص عليه فى القران مروى فى الصحيحين وغيرهما من طريق شتّٰى بحيث لا يمترى فى تواتره** ''میرے نزدیک انشقاق قمر کی احادیث متواتر ہیں اور یہ معجزہ قرآن کریم کی نص سے ثابت ہے۔'' (۷۲)

معجزہ شق القمر رحمتِ عالم حضرت محمد ﷺ کے عظیم الشان معجزات میں سے ایک ہے۔ کسی دوسرے اولوالعزم پیغمبر یا رسول کو اللہ تعالیٰ نے یہ معجزہ عطا نہیں فرمایا۔ یہ معجزہ تمام انبیاء علیہم السلام میں آپ ﷺ کی عظمت اور شانِ یکتائی کی دلیل ہے۔ مولانا جلال الدین رومیؒ اپنی مثنوی میں آپ ﷺ کی شانِ عظیمت کو اس طرح بیان فرماتے ہیں:

صد چو ماہ است آں عجب دُرِّ یتیم	**کہ بیک ایمالے اُو شدُمہ دوِیم**
آں عجب کُو در شگافِ مَہ نمُود	**ہم بقدرِ ضعفِ حِسّ خلق بُود** (۷۳)
وہ عجیب دُرّ یکتا، سو چاند جیسا ہے	کہ اُس کے ایک اشارے سے چاند دو ٹکڑے ہو گیا
وہ عجیب بات، جو چاند کے ٹکڑے ہونے میں دکھائی	وہ مخلوق کے ادارک کی کمزوری کے بقدر تھی

<u>معجزہ شق صدر:</u> **الم نشرح لک صدرک ○** (۷۴) ترجمہ: ''کیا ہم نے نہیں کھول دیا تیرا سینہ۔''

کیا ہم نے آپ کی خاطر آپ کا سینہ (علم وحلم سے) کشادہ نہیں کر دیا۔ **الم نشرح لک صدرک، شرح** کے لفظی معنے کھلنے کے ہیں، اور سینہ کو کھول دینا اسکو علوم ومعارف اور اخلاقِ حسنہ کے لئے وسیع کر دینے کے معنے میں استعمال ہوتا ہے جیسا کہ ایک دوسری آیت میں ہے **فمن يرد الله ان يهدية يشرح صدرهٗ للاسلام**، رسول اللہ ﷺ کے سینہ مبارک کو حق تعالیٰ نے علوم ومعارف اور اخلاق کریمہ کے لئے ایسا وسیع بنا دیا تھا کہ آپ کے علم وحکمت کو بڑے بڑے عقلاء بھی نہ پا سکے اور اسی شرح صدر کا نتیجہ تھا کہ آپ کو مخلوق کی طرف توجہ کرنا حق تعالیٰ کی طرف توجہ میں مخل نہ ہوتا تھا اور بعض احادیث صحیحہ میں یہ آیا ہے کہ فرشتوں نے بحکمِ الٰہی آپ ﷺ کا سینہ مبارک ظاہری طور بھی چاک کر کے صاف کیا، بعض حضرات مفسرین نے شرح صدر سے اس جگہ وہ ہی شق صدر کا معجزہ مراد لیا ہے۔ (۷۵)

محمد بن عمر اپنے اصحاب سے روایت کرتے ہیں: رسول اللہ ﷺ دو سال تک قبیلہ بنی سعد میں رہے، دودھ چھڑایا گیا تو ایسا معلوم ہوتا تھا جیسے آپ چار سال کے ہیں، آنحضرت ﷺ کی والدہ سے ملنے کے لئے آپ کو لے چلے حلیمہ نے ان سے آنحضرت ﷺ کے حالات بیان کیے، اور آپ کے برکت سے جو دیکھا تھا اس کی کیفیت سنائی۔ آمنہ نے کہا: میرے بچہ کو واپس لے جاؤ میں اس کی طرف سے مکہ کی وبا سے

ڈرتی ہوں، خدا کی قسم اس کی ایک خاص شان ہوگی۔ چنانچہ آنحضرت ﷺ کو واپس لے گئیں۔

آنحضرت جب چار سال کے ہوئے۔ تو اپنے بھائی بہنوں کے ساتھ نکل جاتے تھے یہ جگہ محلے کے قریب ہی تھی اور یہاں جانور رہتے تھے۔ اسی مقام پر دو فرشتوں نے آ کے آنحضرت ﷺ کا سینہ چاک کر کے ایک سیاہ نقطہ نکال کر اس کو پھینک دیا۔ اور سونے کے ایک بڑے تسلے میں رکھ کے برفاب سے سینہ مبارک کو دھویا، امت کے ایک ہزار آدمیوں کے ہم عمر کر کے آپ کو تولا۔ تو آپ ہی بھارے ٹھہرے ایک فرشتے نے دوسرے سے کہا: **دعه فلوزن بامته كلها لوزنهم** (جانے دو اگر تمام امت کے ساتھ وزن کرو گے تو بھی آپ ہی کا پلہ بھاری ہوگا)۔ آنحضرت ﷺ کے بھائی چیختے چلاتے اپنی ماں کے پاس پہنچے کہ: **ادركي اخي القرشي** (میرے قریشی بھائی کی خبر لے)۔ حلیمہ اپنے شوہر کے ساتھ دوڑتی ہوئی نکلیں تو رسول اللہ ﷺ کو ایسی حالت میں پایا کہ آپ کا رنگ اڑا ہوا تھا۔ آمنہ کے پاس آنحضرت ﷺ کو لے کے پہنچیں اور حالت سنا کے کہا: **انا لا نرده الا على جلع آنفنا** (ہم اس بچے کو یوں واپس نہیں کرتے اپنی ناک کٹا کے واپس کرنے پر مجبور ہیں)۔ مگر لوٹتے وقت آنحضرت ﷺ کو پھر لیتی آئیں اور ایک سال یا اسی کے قریب آنحضرت ﷺ (واقعہ شق صدر کے بعد) حلیمہ ہی کے پاس رہے کہ اب آپ کو وہ کہیں دور نہ جانے دیتی تھیں۔ (۷۶)

حضرت حلیمہ بتاتی ہیں کہ حضور کی واپسی کے دو تین ماہ بعد ایک روز حضور ہمارے مکانوں کے عقب میں اپنے رضائی بھائی کے ساتھ بکریاں چرا رہے تھے کہ دوپہر کے وقت اچانک آپ کا بھائی دوڑتا ہوا آیا وہ بہت گھبرایا ہوا تھا اس نے بتایا دو مرد جنھوں نے سفید لباس پہنا ہوا تھا میرے قرشی بھائی کے پاس آئے پکڑ کر اسے زمین پر لٹا دیا اس کے شکم کو چاک کر دیا میں اور آپ کا باپ دوڑتے ہوئے آپ کی طرف لپکے ہم نے دیکھا کہ آپ کھڑے ہیں اور چہرہ مبارک کی رنگت زردی مائل ہے آپ کے باپ نے آپ کو گلے لگالیا اور پوچھا میرے بیٹے کیا ہوا آپ نے بتایا میرے قریب دو آدمی آئے جنھوں نے سفید کپڑے پہنے ہوئے تھے اور مجھے پکڑ کر زمین پر لٹا دیا۔ پھر میرے شکم کو چیر دیا اس میں سے کوئی چیز نکالی اور اسے باہر پھینک دیا پھر میرے پیٹ کو سی کر پہلے کی طرح کر دیا۔

شق صدر کے بارے میں جو روایات کتب حدیث میں موجود ہیں ان سے یہ واضح ہوتا ہے کہ یہ خواب کا واقعہ نہیں بلکہ عالم بیداری میں حسی طور پر سینہ مبارک شق کیا گیا قلب انور باہر نکالا گیا اسے چیرا گیا۔ اس میں سے خون کا لوتھڑا کاٹ کر الگ کیا گیا۔ پھر اسے دھویا گیا پھر اسے اپنے مقام پر رکھ کر سینہ مبارک کو سی دیا گیا۔ (۷۷)

شق صدر کتنی بار ہوا؟: حضرت مولانا شاہ عبدالعزیز صاحب محدث دہلوی رحمۃ اللہ علیہ نے سورہ "**الم نشرح**" کی تفسیر میں فرمایا ہے کہ چار مرتبہ آپ کا مقدس سینہ مبارک چاک کیا گیا اور اس میں نور و حکمت کا خزینہ بھرا گیا۔ پہلی مرتبہ جب آپ حضرت حلیمہ کے گھر تھے جس کا ذکر ہو چکا۔ اس کی حکمت یہ تھی کہ حضور ﷺ ان وسوسوں اور خیالات سے محفوظ رہیں جن میں بچے مبتلا ہو کر کھیل کود اور شرارتوں کی طرف مائل ہو جاتے ہیں۔ دوسری بار دس برس کی عمر میں ہوا تا کہ جوانی کی پر آشوب شہادتوں کے خطرات سے آپ بے خوف ہو جائیں۔ تیسری بار غار حراء میں شق صدر ہوا۔ اور آپ کے قلب میں نور سکینہ بھر دیا گیا تا کہ آپ وحی الٰہی کے عظیم اور گراں بار بوجھ کو برداشت کر سکیں۔ چوتھی مرتبہ شب معراج میں آپ کا مبارک سینہ چاک کر کے نور و حکمت کے خزانوں سے معمور کیا گیا تا کہ آپ کے قلب مبارک میں اتنی وسعت اور صلاحیت پیدا ہو جائے کہ آپ دیدار الٰہی کی تجلیوں اور کلام ربانی کی ہیبتوں اور عظمتوں کے متحمل ہو سکیں۔ (۷۸)

حدثنا يحيٰى بن بكير قال ثنا اليث عن يونس عن ابن شهاب عن انس بن مالك قال كان ابو ذر يحدث ان رسول اللّٰه ﷺ قال فرج عن سقف بيتي وانا بمكة فنزل جبريل عليه السلام ففرج صدري ثم غسلهٔ بمآء زمزم ثم جآء بطشت من ذهب ممتلئ حكمة و ايمانا فافرغه في صدري ثم اطبقهٔ ثم اخذ بيدي فعرج بي الى السمآء. (۷۹)

ترجمہ: یحییٰ بن بکیر، لیث، یونس، ابن شہاب، انس بن مالکؓ روایت کرتے ہیں کہ ابوذر بیان کیا کرتے تھے کہ رسول خدا ﷺ نے فرمایا (ایک شب) میرے گھر کی چھت پھٹ گئی اور میں مکہ میں تھا پھر جبرئیل علیہ السلام اترے اور انہوں نے میرے سینہ کو چاک کیا، پھر اسے زمزم کے پانی سے دھویا، پھر ایک طشت سونے کا حکمت وایمان سے بھرا ہوا لائے اور اسے میرے سینہ میں ڈال دیا، پھر سینہ کو بند کر دیا، اس کے بعد میرا ہاتھ پکڑ لیا اور مجھے آسمان پر چڑھا لے گئے۔

حضور ﷺ ایک رات خانہ کعبہ کے پاس حطیم میں آرام فرما رہے تھے کہ جبرئیل امین حاضر خدمت ہوئے اور خواب سے بیدار کیا۔ اور ارادہ خداوندی سے آگاہی بخشی حضور اٹھے چاہ زمزم کے قریب لائے گئے۔ سینہ مبارک کو چاک کیا گیا قلب اطہر میں ایمان وحکمت سے بھرا ہوا طشت انڈیل دیا گیا پھر سینہ مبارک درست کر دیا گیا۔ (۸۰)

اقسمت بالقمر المنشق ان لہٗ　　　من قلبہ نسبۃ مبرورۃ القسم (۸۱)

حافظ ابن حجر عسقلانی فرماتے ہیں کہ شق صدر سے متعلق احادیث صحیحہ سے جو کچھ وارد ہے تمام امور خارق عادت ہیں ان کو تسلیم کرنا لازم ہے اور ان کی حقیقت جاننے کے درپے نہیں ہونا چاہئے کیونکہ اللہ تعالیٰ کی قدرت سے کوئی چیز بعید نہیں۔ آپ لکھتے ہیں کہ پہلی بار شق صدر اس لئے ہوا تا کہ آپ ﷺ کے قلب مبارک سے جمے ہوئے خون کا لوتھڑا نکلا جاسکے، دوسری بار شق صدر اس لئے ہوا کہ آپ ﷺ کے دل میں وحی کی استعداد رکھی جاسکے اور تیسری بار شق صدر اس لئے ہوا کہ معراج کے واقعات مثلاً عجائبات، برزخ، آیات الٰہیہ دیکھنے کی استعداد آپ ﷺ کے دل میں رکھی جائے۔ بعض علماء کرام نے یہ بیان کیا ہے کہ پہلی بار آپ ﷺ کا شق صدر ہوا تا کہ آپ ﷺ کے دل میں علم الیقین کی استعداد پیدا ہو، دوسری بار شق صدر ہوا تا کہ دل میں عین الیقین کی استعداد ہو اور تیسری بار شق صدر ہوا تا کہ آپ ﷺ کے دل میں حق الیقین کی استعداد حاصل ہو۔

ہجرت اور دوران ہجرت پیش آنے والے معجزانہ واقعات:

دائرہ اسلام مین داخل ہونے والے اور دین حق کی حفاظت کرنے والے فدا کاران اسلام کو کفار مکہ اور مشرکین قریش نے جب طرح طرح کے ظلم وستم کا نشانہ بنایا اور ان کے لئے اپنے وطن میں جینا دوبھر کر دیا تو ان مٹھی بھر مسلمانوں کے لئے اپنے وطن کو چھوڑنے کے سوا کوئی چارۂ کار نہ رہا۔ سب سے پہلے ان دین حق کے ماننے والوں نے حبشہ کی جانب ہجرت کی، ان ہجرت کرنے والوں میں سب سے نمایاں شخصیت حضرت عثمانؓ اور ان کی زوجہ محترمہ دختر رسول ﷺ حضرت رقیہ رضی اللہ عنہا تھیں اور حضرت جعفرؓ حضور اکرم ﷺ کے چچازاد بھائی بھی ان کے ساتھ تھے۔ اللہ کے دین کی حفاظت کے خاطر پہلی ہجرت کرنے والوں کی تعداد رفتہ رفتہ اسی تک پہنچ گئی۔

۱۱ نبوی ﷺ میں حج کے زمانے میں یثرب سے آنے والے چند لوگوں نے مقام عقبہ میں رات کی تنہائی میں نبی اکرم ﷺ کا پیغام حق سنا اور اسلام قبول کر لیا۔ دوسرے سال اسی موقع پر مزید بارہ افراد مسلمان ہو گئے اس طرح یثرب میں رفتہ رفتہ دین اسلام پھیلنے لگا اور ۱۳ نبوی کو یثرب کے قبیلہ اوس اور خزرج کی تمام شاخوں سے تقریباً تہتر مرد اور عورتیں اسی مقام عقبہ پر حج کے زمانے میں رات کی تاریکی میں آپ ﷺ کی خدمت میں حاضر ہو کر نور نبوت ﷺ سے فیض یاب ہوئے اس موقع پر حضور اکرم ﷺ کے ساتھ آپ ﷺ کے چچا حضرت عباسؓ بھی تھے آپ ﷺ نے دین اسلام پر ایک پر اثر وعظ فرمایا جس کے اثر سے ان حضرات کے قلوب نور ایمان سے منور ہو گئے چنانچہ اس کے بعد ان لوگوں کے حضور اکرم ﷺ کے درمیان یہ گفتگو ہوئی کہ آپ ﷺ یثرب تشریف لے آئیں تو اس طرح اسلام تیزی سے پھیلے گا اور وہاں کے لوگ بھی آپ ﷺ سے فیض حاصل کر سکیں گے۔ مدینہ منورہ میں جب اسلام تیزی سے پھیلنے لگا تو حکم خداوندی کے مطابق آپ ﷺ نے مکہ کے مسلمانوں کو یثرب کی جانب ہجرت کی اجازت دے دی تا کہ مکہ کے مسلمان یہاں کے مشرکوں کی ایذا رسانی سے خود کو محفوظ کر سکیں۔ اور یثرب کی جانب ہجرت کر جائیں۔ یوں مشرکین کی جانب سے مظالم میں اضافہ کے باوجود یہ فدا کاران اسلام اپنی جان، مال، عزت، آبرو اور

اولاد کی زندگی کو خطرے میں ڈال کر راہِ خدا میں اپنے وطن کو خیر باد کہہ کر یثرب کی جانب ہجرت کرتے رہے۔

ہجرتِ نبوی ﷺ: اب مکہ میں مشاہیر مسلمانوں میں سے صرف ابو بکر اور علی (رضی اللہ عنہما) ہی باقی رہ گئے تھے اور ایک قلیل تعداد باقی مسلمانوں کی تھی تب قریش نے سوچا کہ محمد ﷺ کو قتل کر کے اسلام کو مٹا دینے کا اس سے بہتر دوسرا کوئی موقع نہیں آئے گا۔ چنانچہ تمام سردارانِ قریش قصی بن کلاب کے قائم کردہ گورنمنٹ ہاؤس ''دارالندوۃ'' میں جمع ہوئے اور سرورِ عالم ﷺ کے قتل سے متعلق سازشی مجلسِ مشاورت قائم کی، اس مجلس میں عتبہ، شیبہ، ابوسفیان، طعیمہ بن عدی، جبیر بن مطعم، حارث بن عامر، نضر بن حارث، ابوالبختری، رفعہ بن اسود، حکیم بن حزام، ابوجہل، منبہ بن الحجاج، امیہ بن خلف جیسے صنادید قریش شریک مشورہ تھے۔

آخر ایک شخص نے کہا: تمام قبائل میں سے ایک ایک جوان لیجئے اور ان سے کہئے کہ وہ بیک وقت محمد (ﷺ) پر حملہ کر کے قتل کر دیں اس سے کام بھی بن جائے گا اور بنو عبد مناف کسی سے قصاص لینے کی جرأت بھی نہ کر سکیں گے اور صرف خون بہا پر معاملہ طے ہو جائے گا۔ شیخ نجدی نے اس رائے کو بہت سراہا اور یہی رائے طے پا گئی۔ (۸۲)

وحی الٰہی نے مشرکین کی سازشوں سے آپ ﷺ کو اس طرح آگاہ فرمایا:

واذ یمکر بک الذین کفروا لیثبتوک او یقتلوک او یخرجوک ویمکرون و یمکراللہ ط واللہ خیر الماکرین○ (۸۳)

اور (وہ وقت قابلِ ذکر ہے) جب منکرین تیرے خلاف سازش کر رہے تھے تاکہ تجھ کو قید کر لیں یا مار ڈالیں یا (مکہ سے) نکال دیں اور وہ اپنی سازشوں میں لگے ہوئے تھے خدا (اس کے خلاف تدبیر کر چکا تھا) اور اللہ تدبیر کرنے والوں میں سب سے بہتر مدبر ہے۔

ادھر جبرئیلؑ نے وحی الٰہی کے ذریعہ ذات اقدس ﷺ کے سامنے اس پوری داستان کو کہہ سنایا اور عرض کیا کہ خدا کی مرضی یہ ہے کہ آپ آج کی شب اپنے بستر پر حضرت علی رضی اللہ عنہ کو سُلا کر خود مدینہ کو ہجرت کر جایئے، چنانچہ وحی الٰہی کے مطابق آپ ﷺ قریش کے نوجوانوں کی حراست کے باوجود سورۂ یٰسین کی چند آیات **"فاغشیناھم فھم لا یبصرون"** پڑھتے ہوئے اور **"شاھت الوجوہ"** فرما کر مٹھی بھر خاک اُن کے سروں پر ڈالتے ہوئے صاف بچ کر نکل گئے اور حضرت ابو بکرؓ کے مکان پر جا کر اور وحی الٰہی کا مژدۂ رفاقت سُنا کر اُن کو ہمراہ لئے مدینہ کو روانہ ہو گئے۔ ہجرت کا یہ واقعہ ربیع الاول ۱۳ نبوت میں دوشنبہ کے روز پیش آیا۔ (۸۴)

رسول اکرم ﷺ کی اللہ تعالیٰ نے ہجرت کے دوران جس طرح مدد فرمائی ان معجزانہ واقعات کا تذکرہ قرآن پاک میں اللہ تعالیٰ یوں بیان فرماتے ہیں:

الا تنصروہ فقد نصرہ اللہ اذ اخرجہ الذین کفروا ثانی اثنین اذھما فی الغار اذ یقول لصاحبہٖ لا تحزن ان اللہ معنا ط فانزل اللہ سکینتہٗ علیہ وایدہٗ بجنود لم تروھا وجعل کلمۃ الذین کفروا السفلیٰ ط وکلمۃ اللہ ھی العلیا ط واللہ عزیز حکیم ○ (۸۵)

ترجمہ: اگر تم اللہ کے رسول کی مدد نہیں کرو گے تو (نہ کرو) اس کی اللہ تعالیٰ نے اس وقت مدد فرمائی جب اس کو منکرین نے (مکہ سے) نکالا جب کہ وہ دونوں (محمد ﷺ اور ابو بکرؓ) غار میں (حراء میں روپوش) تھے جب وہ (رسول) اپنے رفیق (ابو بکرؓ سے) کہہ رہا تھا، تو غم نہ کھا بلاشبہ اللہ ہمارے ساتھ ہے، پس اللہ نے اس پر اپنا سکینہ (طمانیت) اتارا اور اس کو اپنے لشکر کے ذریعہ قوت پہنچائی کہ تم اس کو نہیں دیکھ رہے تھے اور (اس طرح) خدا نے کافروں کا کلمہ پست کر دیا اور اللہ کا کلمہ ہی سب سے بلند ہے اور بلاشبہ اللہ غالب ہے حکمت والا ہے۔

اللہ کو ہر چیز پر پوری قدرت ہے اگر تم لوگ رسول اللہ (ﷺ) کی مدد نہ کرو گے تو (اللہ آپ کی مدد کرے گا، جیسا کہ) اللہ تعالیٰ آپ

کی مدد اس وقت کر چکا ہے جب کہ (اس سے زیادہ مصیبت و پریشانی کا وقت تھا جب کہ) آپ کو کافروں نے (تنگ کر کر کے مکہ سے) جلاوطن کر دیا تھا جب کہ دو آدمیوں میں ایک آپ تھے (اور دوسرے حضرت ابو بکر صدیقؓ آپ کے ہمراہ تھے) جس وقت کہ دونوں (صاحب) غار (ثور) میں (موجود) تھے جب کہ آپ اپنے ہمراہی سے فرما رہے تھے کہ تم (کچھ) غم نہ کرو یقیناً اللہ تعالیٰ (کی مدد) ہمارے ہمراہ ہے سو (وہ مدد یہ ہوئی کہ) اللہ تعالیٰ نے آپ (کے قلب) پر اپنی (طرف سے) تسلی نازل فرمائی اور آپ کو (ملائکہ کے) ایسے لشکروں سے قوت دی جن کو تم لوگوں نے نہیں دیکھا، اور اللہ تعالیٰ نے کافروں کی بات (اور تدبیر) نیچی کر دی (کہ وہ ناکام رہے) اور اللہ ہی کا بول بالا رہا (کہ ان کی تدبیر اور حفاظت غالب رہی) اور اللہ زبردست حکمت والا ہے۔ (۸۶)

واقعہ ہجرت کے وقت غار ثور میں چھپنے کے وقت رسول کریم ﷺ کو یہ پیش آیا تھا کہ دشمن جو آپ کے تعاقب میں تھے اس غار کے دہانے پر آ کھڑے ہوئے، ذرا نیچے نظر کریں تو آپ ﷺ ان کے سامنے آ جائیں، اس وقت صدیق اکبرؓ کو گھبراہٹ ہوئی تو آپ نے یہی جواب دیا **لا تحزن ان اللہ معنا** ،کہ غم نہ کرو اللہ ہمارے ساتھ ہے۔ حضرت موسیٰ علیہ السلام نے اپنی قوم کو تسلی دینے کے لئے کہا **ان معی ربی** ''میرے ساتھ میرا رب ہے'' اور رسول اللہ ﷺ نے جواب **معنا** فرمایا کہ ہم دونوں کے ساتھ ہمارا رب ہے، یہ امت محمد یہ ﷺ کی خصوصیت ہے کہ اس کے افراد بھی اپنے رسول ﷺ کے ساتھ معیتِ الٰہیہ سے سرفراز ہیں۔ (۸۷)

حدثنا موسی بن اسماعیل حدثنا همام عن ثابت عن انس عن ابی بکر رضی اللہ عنہ قال کنت مع النبی ﷺ فی الغار فرفعت رأسی فاذا انا باقدام القوم فقلت یا نبی اللہ لو ان بعضهم طأطاء بصرہٗ رآنا قال اسکت یا ابا بکر اثنان اللہ ثالثهما. (۸۸)

ترجمہ: موسیٰ بن اسماعیل، ہمام، ثابت، انس، حضرت ابو بکر رضی اللہ عنہ سے روایت کرتے ہیں وہ فرماتے ہیں کہ میں رسول اللہ (ﷺ) کے ساتھ غار (ثور) میں تھا، جب میں نے اپنا سر اٹھایا تو لوگوں کے پاؤں دیکھے، میں نے عرض کیا، کہ یا رسول اللہ ﷺ اگر ان میں سے کوئی اپنی نظر نیچی کرے تو ہمیں دیکھ لے گا آپ نے فرمایا، ابو بکر خاموش رہو (ہم) دو آدمی ہیں (مگر ہمارے ساتھ) اللہ تیسرا ہے۔

اللہ تعالیٰ کا رسول ﷺ کسی انسان کی نصرت اور امداد کا محتاج نہیں، اللہ تعالیٰ آپ ﷺ کو براہ راست غیب سے امداد پہنچا سکتے ہیں، جیسا کہ ہجرت کے وقت پیش آیا، جب آپ ﷺ کو آپ ﷺ کی برادری اور اہلِ وطن نے وطن سے نکلنے پر مجبور کر دیا، سفر میں آپ ﷺ کا رفیق ایک صدیقؓ کے سوا کوئی نہ تھا، دشمنوں کے پیادے اور سوار تعاقب کر رہے تھے، آپ ﷺ کی جائے پناہ بھی کوئی مستحکم قلعہ نہ تھا بلکہ ایک غار تھا، جس کے کنارے تک تلاش کرنے والے دشمن پہنچ چکے تھے، اور رفیقِ غار ابو بکرؓ کو اپنی جان کا تو غم نہ تھا، مگر اس لئے سہم رہے تھے کہ یہ دشمن سردار دو عالم ﷺ پر حملہ آور ہو جائیں گے، مگر رسول اللہ ﷺ کوہ ثبات بنے ہوئے نہ صرف خود مطمئن تھے، بلکہ اپنے رفیق صدیقؓ کو فرما رہے تھے **لا تحزن ان اللہ معنا** ''تم غمگین نہ ہو کیونکہ اللہ ہمارے ساتھ ہے۔'' (۸۹)

فالصدق فی الغار والصدیق لم یرما   **وهم یقولون ما بالغار من ارم**

وقایة اللہ اغنت عن مضاعفة   **من الدروع وعن عال من الاطم** (۹۰)

ترجمہ: اس غار میں آنحضرت ﷺ اور حضرت ابو بکرؓ موجود تھے اور وہاں سے ہٹے نہ تھے (لیکن یہ آپ ﷺ کا معجزہ تھا کہ آپ ﷺ کفار کو دکھائی نہ دیئے) اور وہ کہتے تھے کہ غار میں تو کوئی بھی نہیں ہے۔ اللہ کی حفاظت نے آپ ﷺ کو دوہرے حلقوں والی زرہوں اور بلند قلعوں سے مستغنی کر دیا۔

وقل رب ادخلنی مدخل صدق واخرجنی مخرج صدق واجعل لی من لدنک سلطانا نصیرا o (۹۱)

ترجمہ: اور کہئے !اے میرے پروردگار مجھ کو داخل کر (مدینہ) میں اچھا داخلہ اور نکال مجھ کو (مکہ) سے عزت کے ساتھ اور میرے لئے اپنی جانب سے زبردست نصرت و مدد عطا کر۔

صحیح بخاری کی اس حدیث میں جو حضرت عائشہ صدیقہؓ سے مروی ہے حضور اکرم ﷺ کی ہجرت کے دوران پیش آنے والے تمام واقعات تفصیلی طور پر درج ہیں: حدثنا یحیی بن بکیر حدثنا الیث عن عقیل قال ابن شهاب فاخبرنی عروة بن الزبیر ان عائشة رضی اللّٰه عنها زوج النبی ﷺ قالت لم اعقل ابوی قط الا وهما یدینان الدین ولم یمر علینا یوم الا یاتینا فیه رسول اللّٰه ﷺ طرفی النهار بکرة وعشیة فلما ابتلی المسلمون خرج ابو بکر مهاجرا نحو ارض الحبشة حتّٰی بلغ برک الغماد لقیه ابن الدغنة وهو سید القارة فقال این ترید یا ابا بکر فقال ابو بکر اخرجنی قومی فارید ان اسیح فی الارض واعبد ربی قال ابن الدغنة فان مثلک یا ابا بکر لا یخرج ولا یخرج انک تکسب المعدوم وتصل الرحم وتحمل الکل وتقری الضیف وتعین علٰی نوائب الحق فانا لک جار ارجع واعبد ربک ببلدک وارتحل معه ابن الدغنة فطاف ابن الدغنة عشیة فی اشراف قریش فقال لهم ان ابابکر لا یخرج مثلهٗ ولا یخرج اتخرجون رجلا یکسب المعدوم ویصل الرحم ویحمل الکل ویقریٔ الضیف ویعین علٰی نوآئب الحق فلم تکذب قریش بجوار ابن الدغنة وقالوا لابن الدغنة مر ابا بکر فلیعبد ربهٗ فی دارہٖ فلیصل فیها ولیقرأ ما شآء ولا یؤذینا بذٰلک ولا یستعلن بهٖ فانا نخشٰی ان یفتن نسآء نا وابنآء نا فقال ذٰلک ابن الدغنة لابی بکر فلبث ابو بکر بذٰلک یعبد ربهٗ فی دارہٖ ولا یستعلن بصلوتهٖ ولا یقرأ فی غیر دارہٖ ثم بدا لابی بکر فابتنٰی مسجدا بفنآء دارہٖ وکان یصلی فیه ویقرأ القران فینقذف علیه نسآء المشرکین وابنآؤهم وهم یعجبون منه وینظرون الیه وکان ابو بکر رجلا بکاء لا یملک عینیه اذا قرأ القران وافزع ذٰلک اشراف قریش من المشرکین فارسلوا الی ابن الدغنة فقدم علیهم فقالوا انا کنا اجرنا ابابکر بجوارک علٰی ان یعبد ربهٗ فی دارہٖ فقد جاوز ذٰلک فابتنٰی مسجدا بفنآء دارہٖ فاعلن باصلٰوة والقرأة فیه وانا قد خشینا ان یفتن نسآء نا وابنآء نا فانههٗ فان احب ان یقتصر علٰی ان یعبد ربهٗ فی دارہٖ فعل وان ابی الا ان یعلن بذٰلک فسئله ان یرد الیک ذمتک فانا قد کرهنا ان نخفرک ولسنا مقرین لابی بکر الاستعلان. قالت عآئشة فاتی ابن الدغنة الٰی ابی بکر فقال قد علمت الذی عاقدت لک علیه فاما ان تقتصر علٰی ذٰلک واما ان ترجع الیّ ذمتی فانی لا احب ان تسمع العرب انی اخفرت فی رجل عقدت لهٗ فقال ابوبکر فانی ارد الیک جوارک وارضٰی بجوار اللّٰه عز وجل والنبی ﷺ یومئذ بمکة فقال النبی ﷺ للمسلمین انی اریت دار هجرتم ذات نحل بین لابتین وهما الحرتان فها جرمن هاجر قبل المدینة ورجع عامة من کان هاجر بارض الحبشة الی المدینة وتجهز ابوبکر قبل المدینة فقال لهٗ رسول اللّٰه ﷺ علٰی رسلک فانی ارجوا ان یوذن لی فقال ابوبکر وهل ترجوا ذٰلک بابی انت قال نعم فحبس ابو بکر نفسهٗ علٰی رسول اللّٰه ﷺ لیصحبهٗ وعلف راحلتین کانتا عندهٗ ورق السمر وهو الخبط اربعة اشهر قال ابن شهاب قال عروة قالت عآئشة : فبینما نحن یؤما جلوس فی بیت ابی بکر فی نحر الظهیرة قال قآئل لابی بکر هٰذا رسول اللّٰه ﷺ متقنعا فی ساعة لم یکن یأتینا فیها فقال ابوبکر فداء لهٗ ابی وامی واللّٰه ما جآء بهٖ فی هٰذه الساعة الا امر قالت فجآء رسول اللّٰه ﷺ فاستأذن فاذن لهٗ فدخل فقال النبی ﷺ لابی بکر اخرج من عندک فقال ابوبکر انما هم اهلک بابی انت یا رسول اللّٰه قال فانی قد اذن لی فی الخروج فقال ابوبکر الصاحبة بابی انت یا رسول اللّٰه قال رسول اللّٰه ﷺ نعم قال ابوبکر : فخذ بابی انت یا رسول اللّٰه احدٰی راحلتی هاتین

قال رسول اللّٰه ﷺ بالثمن قالت عآئشة فجهزنا هما احث الجهاز وصنعنا لهما سفرة فى جراب فقطعت اسماء بنت ابى بكر قطعة من نطاقها فربطت به علىٰ فم الجراب فبذٰلك سميت ذات النطاق قالت ثم لحق رسول اللّٰه ﷺ وابوبكر بغار فى جبل ثور فكمنا فيه ثلاث ليال يبيت عندهما عبد اللّٰه بن ابى بكر وهو غلام شاب ثقف لقن فيدلج من عندهما بسحر فيصبح مع قريش بمكة كبائت فلا يسمع امرا يكتا دان به الا وعاه حتّٰى يأتيهما بخبر يختلط الظلام ويرعٰى عليهما عامر بن فهيرة مولٰى ابى بكر منحة من غنم فيريحها عليهم حين تذهب ساعة من العشآء فيبيتان فى رسل وهو لبن منحتهما ورضيفهما حتّٰى ينعق بها عامر بن فهيرة بغلس يفعل ذٰلك فى كل ليلة من تلك الليالى الثلاث واستاجر رسول اللّٰه ﷺ وابوبكر رجلا من بنى الديل وهو من بنى عبد بن عدى هاديا خريتا والخريت الماهر بالهداية قد غمس حلفا فى آل العاص بن وآئل السهمى وهو علىٰ دين كفار قريش فامناه قد فعا اليه راحلتيهماوواعداه غار ثور بعد ثلاث ليال براحلتيهما صبح ثلاث وانطلق معهما عامر بن فهيرة والدليل فاخذ بهم طريق السواحل قال ابن شهاب واخبرنى عبد الرحمٰن بن مالك المدلجى وهو ابن اخى سراقة بن مالك بن جعشم ان اباه اخبرهٗ انهٗ سمع سراقة بن جعشم يقول جآء نا رسل كفار قريش يجعلون فى رسول اللّٰه ﷺ وابى بكر دية كل واحد منهما من قتلهٗ او اسرهٗ فبينما انا جالسٌ فى مجلس من مجالس قومى بنى مدلج قبل رجل منهم حتّٰى قام علينا ونحن جلوس فقال ياسراقة انى قد رايت انفا اسودة بالساحل اراها محمدا واصحابهٗ قال سراقة فعرفت انهم هم فقلت لهٗ انهم ليسوا بهم ولكنك رايت فلانا و فلانا انطلقوا باعيننا ثم لبثت فى المجلس ساعة ثم قمت فدخلت فامرت جاريتى ان تخرج بفرسى وهى من وراء اكمة فتحبسها على واخذت رمحى فخرجت به من ظهر البيت فخططت برجه الارض وخفضت عاليهٗ حتّٰى اتيت فرسى فركبتها فرفعتها تقرب بى حتّٰى دنوت منهم فعثرت بى فرسى فخررت عنها فقمت فاهويت يدى الٰى كنانتى فاستخرجت منها الازلام فاستقسمت بها اضرهم ام لا فخرج الذى اكره فركبت فرسى وعصيت الازلام تقرب بى حتّٰى اذا سمعت قراءة رسول اللّٰه ﷺ وهو لا يلتفت وابوبكر يكثر الالتفات ساخت يدا فرسى فى الارض حتّٰى بلغتا الركبتين فخررت عنها ثم زجرتها فنهضت فلم تكد تخرج يديها فلما استوت قآئمة اذا لاثر يديها عثان ساطع فى السمآء مثل الدخان فاستقسمت بالازلام فخرج الذى اكره فناديتهم بالامان فوقفوا فركبت فرسى حتّٰى جئتهم ووقع فى نفسى حين لقيت ما لقيت من الحبس عنهم ان سيظهر امر رسول اللّٰه ﷺ فقلت لهٗ ان قومك قد جعلوا فيك الدية واخبرتهم اخبار ما يريد الناس بهم وعرضت عليهم الزاد والمتاع فلم يرزانى ولم يسئالانى الا ان قال اخف عنا فسالتهٗ ان يكتب لى كتاب امن فامر عامر بن فهيرة فكتب فى رقعة من اديم ثم مضىٰ رسول اللّٰه ﷺ: قال ابن شهاب فاخبرنى عروة بن الزبير ان رسول اللّٰه ﷺ لقى الزبير فى ركب من المسلمين كانوا تجارا قافلين من الشام فكسا الزبير رسول اللّٰه ﷺ وابا بكر ثياب بياض وسمع المسلمون بالمدينة مخرج رسول اللّٰه ﷺ من مكة فكانوا يغدون كل غداة الى الحرة فينتظ رونهٗ حتّٰى يردهم حر الظهيرة فانقلبوا يوما بعد ما اطالوا انتظارهم فلما اوو الٰى بيوتهم اوفٰى رجل من يهود علىٰ اطم من اطامهم لامر ينظر عليه فبصر برسول اللّٰه ﷺ واصحابه مبيضين يزول بهم السراب فلم يملك اليهودى ان قال باعلٰى صوته يا معاشر العرب هٰذا جدكم الذى تنتظرون فثار المسلمون الى السلاح فتلقوا رسول اللّٰه ﷺ بظهر الحرة فعدل بهم ذات اليمين حتّٰى نزل بهم فى بنى عمرو ابن عوف ذالك يوم الاثنين من شهر ربيع الاوّل فقام ابوبكر

للناس وجلس رسول اللّٰہ ﷺ صامتا فطفق من جآء من الانصار ممن لم یر رسول اللّٰہ ﷺ یحیی ابابکر حتّٰی اصابت الشمس رسول اللّٰہ ﷺ فاقبل ابوبکر حتّٰی ظلل علیہ بردآئہٖ فعرف الناس رسول اللّٰہ ﷺ عند ذٰلک فلبث رسول اللّٰہ ﷺ فی بنی عمرو بن عوف بضع عشرۃ لیلۃ واسس المسجد الذی اسس علی التقوٰی وصلّٰی فیہ رسول اللّٰہ ﷺ ثم رکب راحلتہٗ فسار یمشی معہ الناس حتّٰی برکت عند مسجد الرسول ﷺ بالمدینۃ وھو یصلی فیہ یومئذ رجال من المسلمین وکان مربدا للتمر لسھیل وسھل غلامین یتیمین فی حجر سعد بن زرارۃ فقال رسول اللّٰہ ﷺ حین برکت بہٖ راحلتہٗ ھٰذا انشآء اللّٰہ المنزل ثم دعا رسول اللّٰہ ﷺ الغلامین فساومھما بالمربد لیتخذہٗ مسجدا فقالا : لا بل نھبہٗ لک یا رسول اللّٰہ ﷺ ینقل معھم اللبن فی بنیانہٖ ویقول وھو ینقل اللبن ھٰذا الحمال لاحمال خیبر ھٰذا ابر ربنا واطھر ویقول اللّٰھم ان الاجر اجر الأخرۃٗ : فارحم الانصار والمھاجرۃٗ فتمثل بعشر رجل من المسلمین لم یسم لی قال ابن شھاب ولم یبلغنا فی الاحادیث ان رسول اللّٰہ ﷺ تمثل ببیت شعر تام غیر ھٰذا البیت. (۹۲)

''یحیٰی بن بکیر، لیث، عقیل، ابن شہاب، عروہ بن زبیرؓ رسول اللہ ﷺ کی زوجہ حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا سے روایت کرتے ہیں، وہ فرماتی ہیں کہ جب سے میں نے ہوش سنبھالا تو اپنے والدین کو دین (اسلام) سے مزین پایا اور کوئی دن ایسا نہ ہوتا تھا، جس میں رسول اللہ ﷺ صبح وشام دونوں وقت ہمارے یہاں تشریف نہ لاتے ہوں، جب مسلمانوں کو ستایا جانے لگا تو حضرت ابوبکرؓ بارادۂ ہجرت حبش (گھر سے) نکلے حتی کہ جب (مقام) برک الغماد تک پہنچے تو ابن الدغنہ سے جو (قبیلہ) قارہ کا سردار تھا ملاقات ہوگئی اس نے پوچھا اے ابوبکرؓ کہاں جارہے ہو، انہوں نے جواب دیا کہ مجھے میری قوم نے نکال دیا ہے میں چاہتا ہوں کہ سیاحی کروں اور اپنے رب کی عبادت کروں، ابن الدغنہ نے کہا، کہ اے ابوبکرؓ تم جیسا آدمی نہ نکل سکتا ہے نہ نکالا جاسکتا ہے تم فقیر کی مدد کرتے ہو، رشتہ داروں سے حسنِ سلوک کرتے ہو، بے کسوں کی کفالت کرتے ہو، مہمان کی ضیافت کرتے ہو حق کی (راہ میں پیش آنے والے) مصائب میں مدد کرتے ہو میں تمہارا حامی ہوں چلو لوٹ چلو اور اپنے وطن ہی میں اپنے رب کی عبادت کرو چنانچہ آپ ابن الدغنہ کے ساتھ واپس آئے پھر ابن الدغنہ نے شام کے وقت تمام اشراف قریش میں چکر لگایا اور ان سے کہا کہ ابوبکرؓ جیسا آدمی نہ تو نکل سکتا ہے اور نکالا جاسکتا ہے کیا تم ایسے شخص کو نکالتے ہو جو فقیر کی مدد کرتا ہے رشتہ داروں کے ساتھ سلوک کرتا ہے بے کسوں کی کفالت کرتا ہے مہمانوں کی ضیافت کرتا ہے اور حق کی (راہ میں پیش آنے والے مصائب) میں مدد کرتا ہے پس قریش نے ابن الدغنہ کی امان سے انکار نہ کیا اور ابن الدغنہ سے کہا کہ ابوبکرؓ سے کہہ دو کہ اپنے گھر میں اپنے رب کی عبادت کریں گھر میں نماز پڑھیں اور جو جی چاہے پڑھیں اور ہمیں اس سے تکلیف نہ دیں، اور زور سے نہ پڑھیں کیونکہ ہمیں خوف ہے کہ ہماری عورتیں اور بچے (اس نئے دین میں) پھنس جائیں گے، ابن الدغنہ نے حضرت ابوبکرؓ سے یہ بات کہہ دی کچھ عرصہ تک حضرت ابوبکرؓ اسی طرح اپنے گھر میں اپنے رب کی عبادت کرتے رہے کہ نہ زور سے نماز پڑھتے تھے اور نہ گھر کے سوا پڑھتے تھے پھر حضرت ابوبکرؓ کے دل میں آیا تو انہوں نے ایک مسجد اپنے گھر کے سامنے بنالی اور (اب) وہ اس مسجد میں نماز اور قرآن پڑھتے مشرکین کی عورتیں اور بیٹے ان کے پاس جمع ہو جاتے اور ان سے خوش ہوتے اور ان کی طرف دیکھتے تھے بات یہ ہے کہ حضرت ابوبکرؓ (رقت قلبی کی وجہ سے) بڑے رونے والے تھے جب وہ قرآن پڑھا کرتے تو انہیں اپنی آنکھوں پر اختیار نہ رہتا اشراف قریش اس بات سے گھبرا گئے اور انہوں نے ابن الدغنہ کو بلا بھیجا جب وہ ان کے پاس آیا، تو انہوں نے کہا کہ ہم نے تمہاری امان کی وجہ سے ابوبکرؓ کو اس شرط پر امان دی تھی کہ وہ اپنے رب کی عبادت کریں مگر وہ اس حد سے بڑھ گئے اور انہوں نے اپنے گھر کے سامنے ایک مسجد بنا ڈالی اور اس میں زور سے نماز اور قرآن پڑھتے ہیں اور ہمیں خوف ہے کہ ہماری عورتیں اور بچے نہ پھنس جائیں لہٰذا انہیں روکو، اگر وہ اپنے رب کی عبادت اپنے گھر میں کرنے پر اکتفا کریں، تو فبہا، اور اگر وہ اعلان کیے بغیر نہ مانیں تو ان سے کہہ دو کہ وہ تمہاری

ذمہ داری کو واپس کردیں، کیونکہ ہمیں تمہاری بات نیچی کرنا بھی گوارا نہیں اور ہم ابوبکر کو اس اعلان پر چھوڑ بھی نہیں سکتے حضرت عائشہؓ فرماتی ہیں کہ ابن الدغنہ ابوبکرؓ کے پاس آیا اور کہا جس بات پر میں نے آپ سے معاہدہ کیا تھا آپ کو معلوم ہے اب یا تو اسی پر قائم رہو یا میری ذمہ داری مجھے سونپ دو کیونکہ یہ مجھے گوارا نہیں ہے کہ اہل عرب یہ بات سنیں کہ میں نے جس شخص سے معاہدہ کیا تھا اس کی بابت میری بات نیچی ہوئی حضرت ابوبکرؓ نے کہا، میں تمہاری امان تمہیں واپس کرتا ہوں اور اللہ عزوجل کی امان پر راضی ہوں رسول اللہ ﷺ اس زمانے میں مکہ میں تھے پھر نبی ﷺ نے مسلمانوں سے فرمایا کہ مجھے (خواب) میں تمہاری ہجرت کا مقام دکھایا گیا ہے کہ وہ کھجور کے درخت ہیں اور وہ دو سنگستانوں کے درمیان واقع ہے پھر جس نے بھی ہجرت کی، تو مدینہ کی طرف ہجرت کی اور جو لوگ حبشہ کو گئے تھے ان میں سے اکثر مدینہ لوٹ آئے حضرت ابوبکرؓ نے بھی مدینہ کی طرف ہجرت کرنے کی تیاری کی تو رسول اللہ ﷺ نے ان سے فرمایا کہ تم کچھ ٹھہرو کیونکہ مجھے امید ہے کہ مجھے بھی ہجرت کی اجازت مل جائے گی حضرت ابوبکرؓ نے (فرط مسرت سے) عرض کیا میرے ماں باپ آپ پر قربان کیا آپ کو ایسی امید ہے پھر حضرت ابوبکر رسول اللہ ﷺ کی رفاقت کی وجہ سے رک گئے اور دو اونٹنیاں جوان کے پاس تھیں انہیں چار مہینے تک کیکر کے پتے کھلاتے رہے ابن شہاب بواسطہ عروہ حضرت عائشہؓ سے روایت کرتے ہیں وہ فرماتی ہیں کہ ہم ایک دن ابوبکرؓ کے مکان میں ٹھیک دوپہر میں بیٹھے ہوئے تھے کہ ایک کہنے والے نے ابوبکرؓ سے کہا (دیکھو) وہ رسول اللہ ﷺ منہ پر چادر ڈالے ہوئے (تشریف لا رہے ہیں آپ کی یہ تشریف آوری) ایسے وقت تھی جس میں آپ کبھی ہمارے ہاں تشریف نہ لاتے تھے حضرت ابوبکرؓ نے کہا میرے ماں باپ آپ پر قربان بخدا ضرور کوئی بات ہے جبھی تو آپ اس وقت تشریف لائے حضرت عائشہ فرماتی ہیں کہ پھر رسول اللہ ﷺ تشریف لے آئے اور آپ نے اندر آنے کی اجازت مانگی آپ کو اجازت مل گئی آپ اندر تشریف لائے، پھر رسول اللہ ﷺ نے ابوبکرؓ سے فرمایا اپنے پاس سے اوروں کو ہٹا دو، حضرت ابوبکرؓ نے عرض کیا، یا رسول اللہ میرے ماں باپ آپ پر فدا ہو جائیں یہاں تو صرف آپ کی گھر والی ہیں، آپ نے فرمایا مجھے ہجرت کی اجازت مل گئی ہے ابوبکر نے عرض کیا، یا رسول اللہ! میرے (ماں باپ آپ پر فدا ہوں مجھے بھی رفاقت کا شرف عطا ہو آپ نے فرمایا، ہاں رفیق سفر تم ہو گے) حضرت ابوبکرؓ نے عرض کیا یا رسول اللہ! میرے (ماں) باپ آپ پر قربان میری ایک اونٹنی آپ لے لیجئے، رسول اللہ ﷺ نے فرمایا ہم تو بقیمت لیں گے حضرت عائشہ فرماتی ہیں کہ پھر ہم نے ان دونوں کے لئے جلدی میں جو کچھ تیار ہو سکا تیار کر دیا اور ہم نے ان کے لئے چمڑے کی ایک تھیلی میں تھوڑا سا کھانا رکھ دیا اسماء بنت ابوبکرؓ نے اپنے ازار بند کا ایک ٹکڑا کاٹ کر اس تھیلی کا منہ اس سے باندھ دیا اسی وجہ سے ان کا لقب (ذات النطاق) ازار بند والی ہو گیا حضرت عائشہ فرماتی ہیں کہ پھر نبی ﷺ اور ابوبکر جبل ثور کے ایک غار میں پہنچ گئے اور اس میں تین دن تک چھپے رہے عبداللہ بن ابوبکر جو نوجوان ہشیار ذکی لڑکے تھے آپ حضرات کے پاس رات گذارتے اور علی الصبح اندھیرے منہ ان کے پاس سے جا کر مکہ میں قریش کے ساتھ اس طرح صبح کرتے جیسے انہوں نے یہیں رات گذاری ہے اور قریش کی ہر وہ بات جس میں ان دونوں حضرات کے متعلق کوئی مکر و تدبیر ہوتی یہ اسے یاد کر کے جب اندھیرا ہو جاتا تو ان دونوں حضرات کو آ کر بتا دیتے تھے اور ابوبکرؓ کے آزاد کردہ غلام عامر بن فہیرہ ان کے پاس ہی دن کے وقت بکریاں چراتے اور تھوڑی رات گئے وہ ان دونوں کے پاس بکریاں لے جاتے اور یہ دونوں حضرات ان دونوں بکریوں کا دودھ ہی پی کر اطمینان سے رات گذارتے حتی کہ عامر بن فہیرہ صبح اندھیرے منہ ان بکریوں کو ہانک لے جاتے اور ان تین راتوں میں ایسا ہی کرتے رہے اور رسول اللہ ﷺ اور ابوبکرؓ نے (قبیلہ) بنو دیل کے ایک آدمی کو جو بنی عبد بن عدی میں سے تھا مزدور رکھا وہ بڑا واقف کار رہبر تھا اور آل عاص بن وائل سہمی کا حلیف تھا اور کفار قریش کے دین پر تھا ان دونوں نے اسے امین بنا کر اپنی دونوں سواریاں اس کے حوالہ کر دیں اور تین راتوں کے بعد صبح کو ان دونوں سواریوں کو غار ثور پر لانے کا وعدہ لے لیا (چنانچہ وہ حسب وعدہ آ گیا) اور ان دونوں حضرات کے ساتھ عامر بن فہیرہ اور وہ رہبر ان کو ساحل کے راستے پر ڈال کر لے چلا، ابن شہاب نے فرمایا، سراقہ بن جعشم کے بھتیجے عبدالرحمٰن بن مالک مدلجی نے بواسطہ اپنے والد کے سراقہ بن جعشم سے روایت کی ہے وہ فرماتے ہیں کہ ہمارے پاس کفار قریش کے قاصد آ پڑے (جو اعلان کر رہے تھے) کہ جو شخص

رسول اللہ ﷺ اور حضرت ابو بکرؓ کو قتل کردے یا پکڑ لائے تو اسے ہر ایک کے عوض سو اونٹ ملیں گے اسی حال میں اپنی قوم بنو مدلج کی ایک مجلس میں بیٹھا ہوا تھا کہ ان میں سے ایک آدمی آکر ہمارے پاس کھڑا ہو گیا ہم بیٹھے ہوئے تھے کہ اس نے کہا اے سراقہ میں نے ابھی چند لوگوں کو ساحل پر دیکھا ہے میرا خیال ہے کہ وہ محمد (ﷺ) اور آپ کے ساتھی ہیں سراقہ کہتے ہیں کہ میں سمجھ گیا، کہ یہ وہی لوگ ہیں (مگر) میں نے (اسے دھوکہ دینے کے لئے تاکہ وہ میرے حاصل کردہ انعام میں شریک نہ ہو سکے) اس سے کہا، یہ وہ لوگ نہیں ہیں بلکہ تو نے فلاں فلاں آدمی کو دیکھا ہے جو ابھی ہمارے سامنے سے گئے ہیں پھر میں تھوڑی دیر مجلس میں ٹھہر کر کھڑا ہو گیا، اور گھر آکر اپنی باندی کو حکم دیا کہ میرے گھوڑے لے جاکر (فلاں) ٹیلہ کے پیچھے میرے لئے پکڑ کر کھڑی رہے اور میں اپنا نیزہ لے کر اس کی شام سے زمین پر خط کھینچتا ہوا اور اوپر کے حصہ کو جھکائے ہوئے گھر کے پیچھے سے نکل آیا، حتی کہ میں اپنے گھوڑے کے پاس آگیا بس میں نے اپنے گھوڑے کو اڑا دیا کہ وہاں جلد پہنچ سکوں جب میں ان حضرات کے قریب ہوا تو گھوڑے نے ٹھوکر کھائی اور میں گر پڑا فوراً میں نے کھڑے ہو کر اپنے ترکش میں ہاتھ ڈالا اور اس میں سے تیر نکالے پھر میں نے ان تیروں سے فال نکالی کہ آیا میں انہیں نقصان پہنچا سکوں گا یا نہیں؟ تو وہ بات نکلی، جو مجھے پسند نہیں تھی پھر میں اپنے گھوڑے پر سوار ہوا، اور میں نے ان تیروں کے فال کی پرواہ نہ کی وہ گھوڑا مجھے ان کے قریب لے گیا حتی کہ میں نے رسول اللہ ﷺ کی تلاوت (کی آواز) سنی، آپ ادھر ادھر نہیں دیکھ رہے تھے اور ابو بکرؓ ادھر ادھر بہت دیکھ رہے تھے کہ میرے گھوڑے کے اگلے پاؤں گھٹنوں تک زمین میں دھنس گئے اور میں اس کے اوپر سے گر پڑا میں نے اپنے گھوڑے کو للکارا جب وہ (بڑی مشکل سے) سیدھا کھڑا ہوا تو اس کے اگلے پاؤں کی وجہ سے ایک غبار اٹھ کر دھوئیں کی طرح آسمان پر چڑھنے لگا پھر میں نے تیروں سے فال نکالی تو اس میں میری ناپسندیدہ بات نکلی پھر میں نے ان حضرات کو امان طلب کرتے ہوئے پکارا تو یہ ٹھہر گئے میں سوار ہو کر ان کے پاس آیا تو ان تک پہنچنے میں مجھے جو موانع پیش آئے ان کے پیش نظر میرے دل میں یہ خیال آیا کہ رسول اللہ ﷺ کا دین غالب ہو جائے گا تو میں نے آپ سے عرض کیا کہ آپ کی قوم نے آپ (کی) گرفتاری یا قتل کے سلسلہ میں سو اونٹ انعام کے مقرر کیے ہیں اور میں نے انہیں وہ تمام خبریں بتا دیں جو لوگوں کا ان کے ساتھ ارادہ تھا اور میں نے ان کے سامنے کھانا اور سامان پیش کیا لیکن انہوں نے کچھ بھی نہ لیا اور نہ مجھ سے کچھ مانگا صرف یہ کہا کہ ہمارا حال چھپانا پھر میں نے آپ سے درخواست کی کہ مجھے ایک امن کی تحریر لکھ دیں آپ نے عامر بن فہیرہ کو حکم دیا، انہوں نے چمڑے کے ٹکڑے پر تحریر لکھ دی پھر رسول اللہ ﷺ چلے گئے ابن شہاب کہتے ہیں کہ مجھ سے عروہ بن زبیر نے بیان کیا کہ رسول اللہ ﷺ کی ملاقات زبیر سے ہوئی جو مسلمان تاجروں کے ایک قافلہ میں شام سے آرہے تھے تو زبیر نے رسول اللہ ﷺ اور حضرت ابو بکر رضی اللہ عنہ کو پہننے کے لئے سفید کپڑے دیئے ادھر مدینہ کے مسلمانوں نے رسول اللہ ﷺ کی مکہ سے نکل آنے کی خبر سن لی تھی تو وہ روزانہ صبح کو مقام حرہ تک (آپ کے استقبال کے لئے) آتے اور آپ کا انتظار کرتے رہتے یہاں تک کہ دوپہر کی گرمی کی وجہ سے واپس چلے جاتے ایک دن وہ طویل انتظار کے بعد واپس چلے گئے اور جب اپنے اپنے گھروں میں پہنچ گئے تو اتفاق سے ایک یہودی اپنی کسی چیز کو دیکھنے کے لئے مدینہ کے کسی ٹیلہ پر چڑھا بس اس نے رسول اللہ ﷺ اور آپ کے اصحاب کو سفید (کپڑوں میں ملبوس) دیکھا کہ سراب ان سے چھپ گیا ہے تو وہ یہودی بے اختیار بلند آواز سے پکارا کہ اے گروہ عرب! یہ ہے تمہارا نصیب و مقصود جس کا تم انتظار کرتے تھے یہ سنتے ہی مسلمان اپنے اپنے ہتھیار لے کر امنڈ آئے اور رسول اللہ ﷺ کا مقام حرہ کے پیچھے استقبال کیا آپ نے ان سب کے ساتھ داہنی طرف کا راستہ اختیار کیا حتی کہ آپ نے ماہ ربیع الاول پیر کے دن بنی عمرو بن عوف میں قیام فرمایا، پس حضرت ابو بکرؓ لوگوں کے سامنے کھڑے ہو گئے اور رسول اللہ ﷺ خاموش بیٹھے رہے جن انصاریوں نے رسول اللہ ﷺ کو نہیں دیکھا تھا وہ آتے تو حضرت ابو بکرؓ کو سلام کرتے یہاں تک کہ رسول اللہ ﷺ پر دھوپ آگئی تو حضرت ابو بکرؓ نے آگے بڑھ کر اپنی چادر سے نبی ﷺ پر سایہ کر دیا اس وقت ان لوگوں نے رسول اللہ ﷺ کو پہچانا، پھر آنحضرت ﷺ بنی عمرو بن عوف میں دس دن سے کچھ اوپر مقیم رہے اور یہیں اس مسجد کی بنیاد ڈالی گئی جس کی بنیاد تقویٰ پر ہے اور اس میں رسول اللہ ﷺ نے نماز پڑھی، پھر آپ اپنی اونٹنی پر سوار ہو کر چلے لوگ آپ کے ساتھ چل رہے تھے یہاں تک کہ وہ اونٹنی مدینہ

میں (جہاں اب) مسجد نبوی (ہے اس) کے پاس بیٹھ گئی اور وہاں اس وقت کچھ مسلمان نماز پڑھتے تھے اور وہ زمین دو یتیم بچوں کی تھی جو اسعد بن زرارہ کی تربیت میں تھے اور جن کا نام سہل و سہیل تھا اور ان کی کھجوروں کا کھلیان تھی جب آنحضرت ﷺ کی اونٹنی بیٹھ گئی تو نبی ﷺ نے فرمایا انشآءاللہ یہی ہمارا مقام ہوگا پھر رسول اللہ ﷺ نے ان دونوں بچوں کو بلایا اور اس جگہ مسجد بنانے کے لئے آپ نے اس کھلیان کی ان سے قیمت معلوم کی تو انہوں نے کہا (ہم قیمت) نہیں (لیں گے) بلکہ یا رسول اللہ ﷺ ہم یہ زمین آپ کو ہبہ کرتے ہیں، پھر آنحضرت ﷺ نے اس جگہ مسجد کی بنیاد ڈالی اور رسول اللہ ﷺ بھی صحابہ کرام کے ساتھ اس کی تعمیر میں اینٹیں اٹھا اٹھا کر لا رہے تھے اور فرماتے جاتے تھے یہ بوجھ اٹھانا اے ہمارے رب بڑا نیک اور پاکیزہ کام ہے اور آپ ﷺ فرما رہے تھے اے خدا ثواب تو صرف آخرت کا ہے انصار اور مہاجرین پر رحم فرما پھر آپ نے کسی مسلمان شاعر کا شعر پڑھا، جس کا نام مجھے نہیں بتایا گیا، ابن شہاب کہتے ہیں، کہ احادیث میں ہمیں یہ بات معلوم نہیں ہوئی کہ رسول اللہ ﷺ نے اس شعر کے سوا کسی اور شعر کو پورا پڑھا ہو۔"

ہجرت کے دوران سراقہ بن مالک بن جعشم نے آپ کا پیچھا کیا اور آپ کی دعا سے معجزانہ طور پر اس کا گھوڑا زمین میں دھنس گیا۔

حدثنا محمد بن بشار حدثنا غندر حدثنا شعبة عن ابی اسحق قال سمعت البراء رضی اللہ عنه قال لما اقبل النبی ﷺ الی المدینة تبعهٔ سراقة بن مالک بن جعشم فدعا علیه النبی ﷺ فساخت به فرسهٔ قال ادع اللہ لی ولا اضرک فدعا لهٔ قال فعطش رسول اللہ ﷺ فمر براع قال ابوبکر فاخذت قدحا فحلبت فیه کثبة من لبن فاتیتهٔ فشرب حتّٰی رضیت۔ (۹۳)

محمد بن بشار، غندر، شعبہ ابواسحاق، حضرت براء بن عازب سے روایت کرتے ہیں وہ فرماتے ہیں کہ جب نبی ﷺ مدینہ کی جانب روانہ ہوئے تو سراقہ بن مالک بن جعشم آپ کے پیچھے لگ گیا آپ نے اس کے لئے بددعا کی تو اس کا گھوڑا زمین میں دھنس گیا اس نے کہا آپ اللہ سے میرے لئے دعا کیجئے میں آپ کو ضرر نہیں پہنچاؤں گا چنانچہ آپ نے اس کے لئے دعا کر دی پھر آپ کو پیاس لگی تو ایک چرواہے کے پاس سے گذر ہوا، حضرت ابوبکرؓ کہتے ہیں کہ میں نے ایک پیالہ لیا اور اس میں تھوڑا دودھ دوہا، پھر آپ کے پاس لایا تو آپ نے پیا حتی کہ میں خوش ہو گیا۔

غزوۂ بدر کے معجزانہ حقائق اور نصرتِ خداوندی:

ہجرت مدینہ اور آپ ﷺ اور مسلمانوں کا مشرکین مکہ کی ایذاء رسانیوں سے بچ نکلنا کفار مکہ اور مشرکین قریش کے لئے انتہائی اشتعال انگیزی کا باعث بنا۔ یہ اشتعال انگیزی اس قدر بڑھی کہ اب ان سب نے مل کر یہ طے کر لیا کہ جس قیمت پر بھی ہو سکے مسلمانوں کو نیست و نابود کر دینا چاہئے۔ اس معرکہ کی ابتداء چھوٹے چھوٹے غزوات جیسے غزوہ بواط اور عشیرہ وغیرہ سے ہوئی لیکن یہ مشرکین کی آتش حسد کو نہ بجھا سکے کیونکہ وہ چاہتے تھے کہ مسلمانوں سے ایک فیصلہ کن جنگ ہو جائے۔ مسلمانوں سے جنگ کے لئے مشرکین مکہ نے ابوسفیان کی سرکردگی میں ایک تجارتی قافلہ شام کی طرف روانہ کیا تاکہ وہاں سے کثیر منافع حاصل کر کے سامانِ حرب حاصل کریں۔ اس کے لئے مکہ کے تمام مشرکین نے اپنا اپنا سرمایہ پیش کیا۔ یہ تجارتی قافلہ کثیر منافع حاصل کر کے شام سے مکہ کی طرف جانے کے لئے بدر کے مقام سے گذرا تو آنحضرت ﷺ نے صحابہ کرام کو جمع کر کے مشورہ کیا تو بعض حضرات نے بخوشی اس سے مقابلے کے لئے آمادگی کا اظہار کیا اور بعض نے اس پر آمادگی کا ثبوت نہ دیا، کیونکہ انہوں نے اسے اہم جنگ کا معاملہ نہیں سمجھا تھا بلکہ صرف تجارتی قافلہ کا تعاقب سمجھ رہے تھے۔ مسلمانوں کا یہ لشکر جو قافلے کے تعاقب میں نکلا تھا وہ صرف تین سو تیرہ افراد پر مشتمل تھا، چند تلواریں، تین گھوڑے، ساٹھ زرہیں اور صرف ساٹھ اونٹ اس قافلے کا متاعِ جنگ تھا۔ مسلمانوں کا یہ مختصر قافلہ قریش کے اس تجارتی قافلے پر قابض ہو کر دشمن کو سامانِ حرب سے بے مایہ کرنے نکلا تھا۔ جب ابوسفیان کو مسلمانوں کے تعاقب کی اطلاع ملی تو اس نے قریش مکہ کو معاملہ سے آگاہ کیا چنانچہ قریش مکہ میں جوش و جذبہ اور زیادہ ہو گیا اور وہ ایک ہزار کا لشکر، ساتھ

نیزے،تلواریں، ستر گھوڑے اور بے شمار اونٹ لے کر"بدر" کی جانب بڑھے۔ ادھر ابوسفیان نے مسلمانوں کے قافلے کے بارے میں معلوم کیا اور اپنے تجارتی قافلے کا رخ ساحل کی جانب پھیر دیا اور مکہ کی طرف چل پڑا۔

اس دوران مسلمان وادی زفران تک پہنچ چکے تھے یہاں پہنچ کر مسلمانوں کو پتا چلا کہ ابوسفیان کا قافلہ بدر پہنچنے والا ہے اور قریش کا ایک ہزار لشکر بھی بدر کی جانب مسلمانوں سے لڑنے کے لئے بڑھ رہا ہے۔ ابوسفیان کو یہ یقین ہو گیا کہ وہ مسلمانوں سے بچ نکلا ہے لہٰذا اس نے قریش مکہ کی جانب قاصد کو روانہ کیا کہ اب جنگ کی ضرورت نہیں ہے لیکن ابوجہل نے واپسی کے لئے سختی سے منع کر دیا اور کہا کہ بدر ضرور پہنچنا ہے اور مسلمانوں کا قلع قمع کر کے قصہ ہی ختم کر دینا ہے۔

اب اس ساری صورتحال کے پیش نظر آپ ﷺ نے صحابہ اکرام سے پھر مشورہ کیا ارادۂ نبوی ﷺ کو محسوس کرتے ہوئے کہ مرضی مبارک حق و باطل کی جنگ سے وابستہ ہے انصار و مہاجرین غرض تمام فدا کارانِ اسلام نے بھر پور جذبۂ وفاداری کا اظہار کیا اور کہا ہم ہر طرح جنگ کے لئے تیار ہیں، چنانچہ آپ نے پُر مسرت انداز میں فرمایا اللہ کے نام پر آگے بڑھو۔

''اب اللہ کے نام پر آگے بڑھو اور بشارت حاصل کرو، کیونکہ اللہ تعالیٰ نے مجھ سے وعدہ فرمایا ہے کہ دو گروہ (قافلہ اور مشرکینِ مکہ کا لشکر) میں سے ایک کو تمہارے قبضہ میں دیدوں گا اور قافلہ نہیں بلکہ مشرکین کا لشکر تمہارے قبضہ میں دے دیا جائے گا اور خدا کا وعدہ بلاشبہ سچا ہے اور قسم بخدا میں جنگ سے قبل ابھی سے قوم کے سرداروں کی قتل گاہ کو دیکھ رہا ہوں۔ اور صحیح مسلم میں ہے کہ آپ ﷺ نے بدر پہنچ کر زمین پر ہاتھ رکھ کر بتایا کہ اس جگہ فلاں قریشی مارا جائے گا اور یہاں فلاں قتل ہوگا۔'' (۹۴)

غرض کفار ہر طرح کی بھر پور تیاری کے ساتھ، کثیر لشکر، سامان حرب سے مسلح، تمام موافق حالات جب کہ مسلمان تعداد میں انتہائی کم، سامانِ حرب نہ ہونے کے برابر، حالات یکسر مخالف غرض یہ کہ جانثارانِ دین حق آگے بڑھے اور محاذ جنگ کا نقشہ اس طرح بنا کہ مسلمان اور مشرکین مکہ بالمقابل تھے اور ابوسفیان کا قافلہ مشرکین کے لشکر کی پشت پر سے گذر رہا تھا کہ مشرکین جب چاہیں یہ تجارتی قافلہ ان کی مدد کے لئے بغیر کسی رکاوٹ کے آ سکتا تھا۔ مسلمان تمام ناسازگار حالات کے ساتھ ساتھ پانی سے بھی محروم تھے جب کہ دشمن پانی پر بھی قابض تھے، لیکن وحی الٰہی کے ذریعہ اللہ کے نبی ﷺ کو یہ معلوم ہو چکا تھا کہ خدا کا یہ وعدہ کہ تم کو عیر اور نفیر دونوں میں سے ایک پر مسلط کر دیا جائے گا صرف اس صورت میں پورا ہونے والا تھا کہ مسلمان مشرکین کے لشکر کا مقابلہ کریں اور حق و باطل کے اس معرکہ میں مسلمان کامیاب ہوں اور مشرکین ناکام اور ذلیل و خوار ہوں۔

اذ انتم بالعدوة الدنيا وهم بالعدوة القصوىٰ والركب اسفل منكم ط ولو تواعدتم لاختلفتم فى الميعاد لا ولكن ليقضى الله امرا كان مفعولا o ليهلك من هلك عن بينة ويحيىٰ من حى عن بينة ط وان الله لسميع عليمo(۹۵)

یہ وہ (بدر کا دن تھا کہ تم ادھر قریب کے ناکہ پر تھے، اُدھر دشمن دور کے ناکہ پر اور قافلہ تم سے نچلے حصہ میں تھا (یعنی سمندر کے کنارے کنارے گزر رہا تھا) اور اگر تم آپس میں لڑائی کی بات ٹھہراتے تو ضرور جنگ کے وقت کے بارہ میں تم اختلاف کرتے کیونکہ تم چاہتے ہو کہ کسی حالت میں جنگ نہ ہو اور دشمن چاہتا ہے کہ ضرور جنگ ہو (یعنی تمہیں دشمنوں کی کثرت اور اپنی بے سروسامانی کا اندیشہ تھا اور قافلہ پر تسلط آسان نظر آ رہا تھا اور دشمن اپنی کثرت اور ساز و سامان کے بل پر گھمنڈ کیے ہوئے تھا، لیکن اللہ نے دونوں لشکروں کو بھڑا دیا تا کہ جو بات ہونے والی تھی اُسے کر دکھائے، نیز اس لئے کہ جسے ہلاک ہونا ہے اتمام حجت کے بعد ہلاک ہو اور جو زندہ رہنے والا ہے اتمام حجت کے بعد زندہ رہے اور بلاشبہ اللہ سب کی سُنتا اور سب کچھ جانتا ہے۔

یہ وہ وقت تھا کہ جب تم اس میدان کے اِدھر والے کنارے پر تھے اور وہ لوگ (یعنی کفار) اُس میدان کے ادھر والے کنارہ پر تھے (اِدھر والے سے مراد مدینہ سے نزدیک کا موقع اور ادھر والے سے مراد مدینہ سے دور کا موقع) اور وہ قافلہ (قریش کا) تم سے نیچے کی طرف کو

(بچاہوا) تھا (یعنی سمندر کے کنارے کنارے جارہاتھا) حاصل یہ کہ پورے جوش کا سامان جمع ہورہاتھا کہ دونوں آپس میں آمنے سامنے تھے کہ ہرایک دوسرے کو دیکھ کر جوش میں آئے اُدھر قافلہ رستہ ہی میں تھا جس کی وجہ سے لشکر کفار کو اس کی حمایت کا خیال دلنشین ہوا جس سے اور جوش میں زیادتی ہوغرض وہ ایسا شدید وقت تھا پھر بھی خداتعالیٰ نے تم پر امدادغیبی نازل کی۔ (۹۶)

ان کنتم امنتم باللّٰہ وما انزلنا علیٰ عبدنا یوم الفرقان یوم التقی الجمعان ط واللّٰہ علیٰ کل شیٔ قدیر ٥ (۹۷)

اگرتم اللہ پر اور اس (غیبی مدد) پر یقین رکھتے ہو جو ہم نے فیصلہ کردینے والے دن اپنے بندہ پر نازل کی تھی جبکہ لشکر ایک دوسرے کے مقابل ہوئے تھے تو چاہئے کہ اس تقسیم پر (یعنی مال غنیمت کی مقررہ تقسیم پر) کاربند ہو اور اللہ ہر شئے پر قدرت رکھتا ہے۔

اور (وہ تو مصلحت یہ ہوئی کہ اتفاقاً مقابلہ ہوگیا ورنہ) اگر (پہلے سے حسب معمول وعادت) تم اور وہ (لڑائی کے لئے) کوئی بات ٹھہراتے (کہ فلاں وقت لڑیں گے) تو (مقتضا حالتِ موجودہ کا یہ تھا کہ) ضرور اس تقرر کے بارہ میں تم میں اختلاف ہوتا (یعنی خواہ صرف مسلمانوں میں باہم کہ بوجہ بے سروسامانی کے کوئی کچھ کہتا، کوئی کچھ کہتا اور خواہ کفار کے ساتھ اختلاف ہوتا جس کی وجہ سے اس طرح کی بے سروسامانی اور اس طرف مسلمانوں کا رعب بہرحال دونوں طرح اس جنگ کی نوبت نہ آتی پس اس میں جو فوائد ہوئے وہ ظہور میں نہ آتے جن کا بیان لیھلک میں آتا ہے) لیکن (اللہ تعالیٰ نے ایسا سامان کردیا کہ اس کی نوبت نہیں آئی بلاقصد لڑائی ٹھن گئی) تا کہ جو کام اللہ کو کرنا منظور تھا اس کی تکمیل کردے۔ (۹۸)

ولقد نصرکم اللّٰہ ببدر وانتم اذلۃ فاتقوا اللّٰہ لعلکم تشکرون ٥ اذ تقول للمؤمنین الن یکفیکم ان یمدکم ربکم بثلثۃ الاف من الملٰئکۃ منزلین ٥ بلیٰ ص ان تصبروا وتتقوا ویأتوکم من فورھم ھذا یمددکم ربکم بخمسۃ الاف من الملٰئکۃ مسومین ٥ وما جعلہ اللّٰہ الا بشریٰ لکم ولتطمئن قلوبکم بہ ط وما النصر الا من عند اللّٰہ العزیز الحکیم ٥ لیقطع طرفا من الذین کفروا او یکبتھم فینقلبوا خآئبین٥ (۹۹)

اور اللہ تمہاری مدد کرچکا ہے بدر کی لڑائی میں، اور تم کزور حالت میں تھے، پس اللہ سے ڈرتے رہو تا کہ تم شکر گذار ہو۔ (یہ جب ہوا) کہ تو مسلمانوں سے کہہ رہا تھا کیا تم کو کافی نہیں ہے کہ تمہارا پروردگار تمہاری مدد کو آسمان سے اُترنے والے تین ہزار فرشتے بھیجے، ہاں بلاشبہ اگر تم صبر کرو اور تقویٰ کی راہ اختیار کرو اور پھر ایسا ہو کہ دشمن اسی دم تم پر چڑھ آئے تو تمہارا پروردگار (بھی) پانچ ہزار نشان رکھنے والوں سے تمہاری مدد کرے گا۔ اللہ نے صرف یہ اس لئے کیا کہ تمہارے لیے خوشخبری ہو اور اس کی وجہ سے تمہارے دل مطمئن ہو جائیں اور مدد ونصرت جو کچھ بھی ہے اللہ ہی کی طرف سے ہے اس کی طاقت سب پر غالب ہے، اور وہ اپنے تمام کاموں میں حکمت رکھنے والا ہے اور نیز اس لئے تاکہ منکرینِ حق کی جمعیت وطاقت کا ایک حصّہ بیکار کردے۔ انھیں اس درجہ ذلیل وخوار کردے کہ وہ نامراد ہوکر اُلٹے پاؤں پھرجائیں۔

اس حالت میں دونوں فریق جنگ کے لئے صف آرا ہوئے تو اوّل آپ ﷺ نے مسلمانوں کی صفوف کو درست فرمایا اور پھر اس عریش (خس پوش جھونپڑی) کے نیچے جاکر جو آپ ﷺ کے لئے میدانِ جنگ میں بنادی گئی تھی، درگاہِ الٰہی میں الحاح وتضرع کے ساتھ دعا شروع کردی اور عرض کیا:

اللّٰھم انجزلی ما وعدتنی اللّٰھم ان تھلک ھٰذہ العصابۃ من اھل الاسلام لا تعبد فی الارض۔ (۱۰۰)

خدایا! تو نے مجھ سے وعدۂ (نصرت) فرمایا اس کو پورا کر۔ خدایا! اگر یہ مٹھی بھر مسلمان ہلاک ہوگئے تو پھر خطۂ زمین پر کوئی تیرا عبادت گذار باقی نہیں رہے گا۔

حدثنا ھنا دبن السری حدثنا ابن المبارک عن عکرمۃ بن عمار حدثنی سماک الحنفی قال سمعت ابن عباس یقول حدثنی عمر بن الخطاب قال لما کان یوم بدر وحدثنا زھیر بن حرب واللفظ لہٗ حدثنا

عمر بن یونس الحنفی حدثنا عکرمة بن عمار حدثنی ابوزمیل هو سماک الحنفی حدثنی عبد اللّٰہ ابن عباس قال حدثنی عمر بن الخطاب قال لما کان یوم بدر نظر رسول اللّٰہ ﷺ الی المشرکین وھم الف واصحابہٗ ثلاثمائة وتسعة عشر رجلا فاستقبل نبی اللّٰہ ﷺ القبلة ثم مد یدیه فجعل یھتف بربہٖ اللّٰھم انجزلی ما وعدتنی اللّٰھم ات ما وعدتنی اللّٰھم ان تھلک ھذہ العصابة من اھل الاسلام لا تعبد فی الارض فما زال یھتف بربہٖ مآدا یدیه مستقبل القبلة حتّٰی سقط ردآؤہٗ عن منکبیه فاتاہ ابوبکر فاخذ ردآء ہ فالقاہ علٰی منکبیه ثم التزمہٗ من ورآئہٖ وقال یا نبی اللّٰہ کفاک منا شدتک ربک فانہٗ سینجز لک ما وعدک فانزل اللّٰہ عز وجل اذ تستغیثون ربکم فاستجاب لکم انی ممدکم بالف من الملٰئکة مردفین فامدہ اللّٰہ بالملٰئکة قال ابوزمیل فحدثنی ابن عباس قال بینما رجل من المسلمین یومئذ یشتد فی اثر رجل من المشرکین امامہٗ اذسمع ضربة بالسوط فوقہٗ وصوت الفارس یقول اقدم حیزدم فنظر الی المشرک امامہٗ فخر مستلقیا فنظر الیه فاذا ھو قد خطم انفہٗ وشق وجھہٗ کضربة السوط فاخضر ذٰلک اجمع فجآء الانصاری فحدث بذٰلک رسول اللّٰہ ﷺ فقال صدقت ذٰلک من مدد السمآء الثالثة فقتلوا یومئذ سبعین واسروا سبعین. (۱۰۱)

حضرت عبداللہ بن عباس رضی اللہ عنہما بیان کرتے ہیں کہ حضرت عمر بن الخطاب رضی اللہ عنہ نے کہا غزوہ بدر کے دن رسول اللہ ﷺ نے مشرکین کی طرف دیکھا تو وہ ایک ہزار تھے اور آپ کے ساتھ تین سوانیس مرد تھے، رسول اللہ ﷺ نے قبلہ کی طرف منہ کیا اور ہاتھ اٹھا کر با آواز بلند اپنے رب سے یہ دعا کی: اے اللہ! تو نے مجھ سے جو وعدہ کیا ہے اس کو پورا فرما، اے اللہ! تو نے جس چیز کا مجھ سے وعدہ کیا ہے وہ عطا فرما، اے اللہ اہل اسلام کی یہ جماعت اگر ہلاک ہوگئی تو پھر روئے زمین پر تیری عبادت نہیں کی جائے گی، آپ ہاتھ پھیلا کر بآواز بلند مسلسل دعا کرتے رہے حتیٰ کہ آپ کے شانوں سے چادر گرگئی، پھر حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ آپ کے پاس آئے اور چادر پکڑ کر آپ کے کاندھوں پر ڈالی اور پھر پیچھے سے آپ کے ساتھ لپٹ گئے اور کہنے لگے یا نبی اللہ! اللہ سے آپ کی یہ دعا کافی ہے، آپ کا رب آپ سے کیے ہوئے وعدہ کو عنقریب پورا فرمائے گا پھر اللہ تعالیٰ نے یہ آیت نازل فرمائی: (ترجمہ) ''جب تم اپنے رب سے مدد طلب کر رہے تھے تو اس نے تمہاری دعا قبول فرمائی، میں تمہاری لگاتار ایک ہزار فرشتوں سے مدد فرماؤں گا'' پھر اللہ تعالیٰ نے فرشتوں سے آپ کی مدد فرمائی، ابوزمیل نے کہا حضرت ابن عباس نے یہ حدیث بیان کی اس روز ایک مسلمان ایک مشرک کے پیچھے دوڑ رہا تھا جو اس سے آگے تھا، اتنے میں اس نے اپنے اوپر سے ایک کوڑے کی آواز سنی اور ایک گھوڑے سوار کی آواز آئی جو کہہ رہا تھا ''اے حیزدم آگے بڑھ''۔ (حیزدم اس فرشتے کے گھوڑے کا نام تھا) پھر اچانک اس نے دیکھا کہ وہ مشرک اس کے سامنے چت گر پڑا، اس مسلمان نے اس مشرک کی طرف دیکھا تو اس کی ناک پر چوٹ تھی اور اس کا چہرہ اس طرح پھٹ گیا تھا جیسے کوڑا لگا ہوا اور اس کا پورا جسم نیلا پڑ گیا تھا، اس انصاری نے رسول اللہ ﷺ کی خدمت میں حاضر ہو کر یہ واقعہ بیان کیا آپ نے فرمایا تم نے سچ کہا یہ تیسرے آسمان سے مدد آئی تھی، اس دن مسلمانوں نے ستر مشرکوں کو قتل کیا اور ستر کو گرفتار کرلیا۔

آخر ہوا بھی یہی کہ ہر قسم کے ناسازگار حالات اور اس درجہ کمزوری کے باوجود کہ کسی مسلمان کا اس معرکہ سے صحیح وسالم بچ کر نکل جانا خود ایک معجزہ ہوتا مسلمانوں کو غیبی نصرت وامداد نے بامراد اور کامیاب کیا، فتح ونصرت نے قدم چومے، اور تاریخ عالم کا ایک بے نظیر اور حیرت زا انقلاب پیش کر دیا اور مشرکین قریش کے تمام سردار اور مشہور نبرد آزما ہی قتل نہیں ہوئے بلکہ شرک وکفر کی اجتماعی طاقت ہی کا خاتمہ ہوگیا۔ (۱۰۲)

قد کان لکم اٰیة فی فئتین التقتا ط فئة تقاتل فی سبیل اللّٰہ واخرٰی کافرة یرونھم مثلیھم رأی العین ط واللّٰہ یؤید بنصرہٖ من یشآء ط ان فی ذٰلک لعبرة لاولی الابصار٥ (۱۰۳)

ترجمہ: ابھی گذر چکا ہے تمہارے سامنے ایک نمونہ دو فوجوں میں جن میں مقابلہ ہوا، ایک فوج ہے جو لڑتی ہے اللہ کی راہ میں اور دوسری فوج کافروں کی ہے دیکھتے ہیں یہ ان کو اپنے سے دو چند صریح آنکھوں سے، اور اللہ زور دیتا ہے اپنی مدد کا جس کو چاہے، اسی میں عبرت ہے دیکھنے والوں کو۔

اس آیت میں جنگ بدر کی کیفیت کو بیان کیا گیا ہے، جس میں کفار تقریباً ایک ہزار تھے جن کے پاس سات سو اونٹ اور ایک سو گھوڑے تھے، دوسری طرف مسلمان مجاہدین تین سو سے کچھ اوپر تھے، جن کے پاس کُل ستر اونٹ، دو گھوڑے، چھ زر ہیں اور آٹھ تلواریں تھیں، اور تماشہ یہ تھا کہ ہر ایک فریق کو حریفِ مقابل اپنے سے دوگنا نظر آتا تھا، جس کا نتیجہ یہ تھا کہ کفار کے دل مسلمانوں کی کثرت کا تصور کر کے مرعوب ہو رہے تھے، اور مسلمان اپنے سے دوگنی تعداد دیکھ کر اور زیادہ حق تعالیٰ کی طرف متوجہ ہوتے، اور کامل توکل اور استقلال سے خدا کے وعدہ "**ان یکن منکم مائۃ صابرۃ یغلبوا مائتین**" پر اعتماد کر کے فتح و نصرت کی امید رکھتے تھے، اگر ان کی پوری تعداد جو تین گنی تھی منکشف ہو جاتی تو ممکن تھا خوف طاری ہو جاتا، اور یہ فریقین کا دُوگنی تعداد دیکھنا بعض احوال میں تھا، ورنہ بعض احوال وہ تھے جب ہر ایک کو دوسرے فریق کی جمعیت کم محسوس ہوئی۔ (۱۰۴)

اذ یریکھم اللّٰہ فی منامک قلیلا ط ولو ارٰکھم کثیرا لفشلتم ولتنازعتم فی الامر ولکن اللّٰہ سلم ط انہ علیم بذات الصدور ٥ واذ یریکموھم اذ التقیتم فی اعینکم قلیلا و یقللکم فی اعینھم لیقضی اللّٰہ امرا کان مفعولا ط والی اللّٰہ ترجع الامور٥ (۱۰۵)

ترجمہ: جب اللہ نے وہ کافر دکھلائے تجھ کو تیری خواب میں تھوڑے، اور اگر تجھ کو بہت دکھلا دیتا تو تم لوگ نامرادی کرتے اور جھگڑا ڈالتے کام میں لیکن اللہ نے بچالیا، اُس کو خوب معلوم ہے جو بات ہے دلوں میں۔ اور جب تم کو دکھلائی وہ فوج مقابلہ کے وقت تمہاری آنکھوں میں تھوڑی اور تم کو تھوڑا دکھلایا اُن کی آنکھوں میں تا کہ کر ڈالے اللہ ایک کام جو مقرر ہو چکا تھا، اور اللہ تک پہنچتا ہے ہر کام۔

کرشمۂ قدرت یہ تھا کہ لشکرِ کفار اگر چہ واقع میں مسلمانوں سے تین گنا تھا مگر اللہ تعالیٰ نے محض اپنی قدرت کاملہ سے مسلمانوں کو اُن کی تعداد بہت کم کر کے دکھلائی، تا کہ مسلمانوں میں کمزوری اور اختلاف پیدا نہ ہو جائے، اور یہ واقعہ دو مرتبہ پیش آیا۔ ایک مرتبہ آنحضرت ﷺ کو خواب میں دکھلایا گیا آپ نے سب مسلمانوں سے بتلا دیا جس سے اُن کی ہمت بڑھ گئی۔ دوسری مرتبہ عین میدان جنگ میں جب کہ دونوں فریق آمنے سامنے کھڑے تھے مسلمانوں کو اُن کی تعداد کم دکھلائی گئی۔

حضرت عبداللہ بن مسعودؓ فرماتے ہیں کہ ہماری نظروں میں اپنا مقابل لشکر ایسا نظر آ رہا تھا کہ میں نے اپنے قریب کے ایک آدمی سے کہا کہ یہ لوگ نوّے آدمیوں کی تعداد میں ہوں گے اس نے کہا نہیں سو ہوں گے۔ **یقللکم فی اعینھم** یعنی اللہ تعالیٰ نے مسلمانوں کو بھی مقابل لشکر کی نظر میں کم کر کے دکھلایا۔ اس کے یہ معنیٰ بھی ہو سکتے ہیں کہ مسلمانوں کی تعداد تو حقیقت ہی میں کم تھی وہ صحیح تعداد اُن کو دکھلا دی اور یہ بھی ہو سکتے ہیں کہ جتنی تعداد واقعی تھی اُس سے بھی کم کر کے دکھلایا گیا جیسا کہ بعض روایات میں ہے کہ ابوجہل نے مسلمانوں کے لشکر کو دیکھ کر اپنے ساتھیوں سے کہا ان کی تعداد تو اس سے زیادہ معلوم نہیں ہوتی جن کی خوراک ایک اونٹ ہو۔ عرب میں کسی لشکر کی تعداد معلوم کرنے کے لئے اس سے اندازہ قائم کیا جاتا تھا کہ کتنے جانوران کی خوراک کے لئے ذبح ہوتے ہیں، ایک اونٹ سو آدمیوں کی خوراک سمجھا جاتا تھا۔ رسول کریم ﷺ نے بھی اس میدانِ بدر میں وہاں کے کچھ لوگوں سے قریشِ مکہ کے لشکر کا پتہ چلانے کے لئے پوچھا تھا کہ ان کے لشکر میں روزانہ کتنے اونٹ ذبح کئے جاتے ہیں تو آپ کو دس اونٹ روزانہ بتلائے گئے جس سے آپ نے ایک ہزار لشکر کا تخمینہ قائم فرمایا۔ خلاصہ یہ ہے کہ ابوجہل کی نظر میں مسلمان کُل سو آدمی کی تعداد میں دکھلائے گئے۔ یہاں بھی کم کر کے دکھلانے میں یہ حکمت تھی کہ مشرکین کے قلوب پر مسلمانوں کا رعب پہلے ہی نہ چھا جائے جس کی وجہ سے وہ میدان چھوڑ بھاگیں۔ بعض اوقات معجزہ اور خرقِ عادت کے طور پر یہ بھی ہو سکتا ہے کہ آنکھوں کا مشاہدہ

غلط ہو جائے۔ جیسا یہاں ہوا۔ اسی لئے اس جگہ دوبارہ فرمایا **لیقضی اللّٰہ امرا کان مفعولا**۔ یعنی یہ کرشمہ قدرت اور آنکھوں کے مشاہدات پر تصرف اس لئے ظاہر کیا گیا کہ جو کام اللہ تعالیٰ کرنا چاہتے ہیں وہ پورا ہو جائے۔ یعنی مسلمانوں کو قلت و بے سامانی کے باوجود فتح دے کر اسلام کی حقانیت اور تائیدِ غیبی کا اظہار جو اس جنگ سے مقصود تھا وہ پورا کر دکھائے۔

آخر آیت میں ارشاد فرمایا **والی اللّٰہ ترجع الامور** یعنی آخر کار سب کام اللہ تعالیٰ ہی کی طرف لوٹتے ہیں۔ جو چاہے کرے جو چاہے حکم دے۔ قلت کو کثرت پر قوت کو ضعف پر غلبہ دے دے کم کو زیادہ، زیادہ کو کم کر دے۔ (۱۰۶)

قول اللّٰہ تعالیٰ اذ تستغیثون ربکم فاستجاب لکم انی ممدکم بالف من الملئکۃ مردفین ٥ وما جعلہ اللّٰہ الا بشرٰی ولتطمئن بہ قلوبکم وما النصر الا من عند اللّٰہ ان اللّٰہ عزیز حکیم ٥ اذ یغشیکم النعاس امنۃ منہ وینزل علیکم من السمآء مآء لیطھرکم بہ ویذھب عنکم الرجز الشیطان ولیربط علٰی قلوبکم ویثبت بہ الاقدام٥ اذ یوحی ربک الی الملئکۃ انی معکم فثبتوا الذین امنوا سالقی فی قلوب الذین کفروا الرعب فاضربوا فوق الاعناق واضربوا منھم کل بنان٥ ذلک بانھم شآقوا اللّٰہ ورسولہٗ ومن یشاقق اللّٰہ ورسولہٗ فان اللّٰہ شدید العقاب٥ (۱۰۷)

فرمایا اللہ تعالیٰ نے جب تم اپنے مالک سے فریاد کر رہے تھے اس نے تمہاری فریاد کو سن لیا پھر فرمایا میں مسلسل ایک ہزار فرشتے بھیج کر تمہاری امداد کروں گا اور مدد جو اللہ نے کی وہ صرف تم کو خوش کرنے اور تمہارے اطمینان قلب کے لئے تھی ورنہ اصل فتح تو خدا ہی کی طرف سے ہے کیونکہ اللہ تعالیٰ زبردست اور حکمت والا ہے یہ وہ وقت تھا جب کہ اللہ تم کو بے ڈر بنانے کے لئے تم پر اونگھ ڈال رہا تھا اور آسمان سے تمہارے پاک کرنے کو پانی برسایا، تاکہ تم سے شیطان کا وسوسہ بھی دور کر دے اور تمہارے دل محکم ہو جائیں اور تم ثابت قدم رہ سکو اے محمد جس وقت تمہارے رب نے فرشتوں کو حکم دیا کہ میں تمہارے ساتھ ہوں تم جا کر مسلمانوں کا دل مضبوط کرو میں ابھی ابھی کافروں کے دل میں رعب بٹھائے دیتا ہوں تم ان کی گردنوں اور جوڑ جوڑ پر مار لگانا، ان کی یہی سزا ہے، کیونکہ انہوں نے اللہ اور اس کے رسول سے خلاف کیا اور جو کوئی اللہ اور اس کے رسول کی مخالفت کرے گا، اس کو یہ سمجھ لینا چاہئے، کہ اللہ کا عذاب بہت سخت ہے۔

غیبی نصرت و امداد:

(۱) مسلمانوں کی نگاہ میں دشمنوں کی تعداد اصل تعداد سے کم نظر آئی تاکہ مسلمان مرعوب نہ ہوں اور مشرکین کی نگاہوں میں مسلمان مٹھی بھر معلوم ہوئے تاکہ وہ جنگ سے جی نہ چرائیں اور معرکہ حق و باطل ٹل نہ جائے۔

(۲) مسلمانوں کی دعاء پر اوّل اُن کی مدد ایک ہزار فرشتوں سے کی گئی: **اذ تستغیثون ربکم فاستجاب لکم انی ممدکم بالف من الملئکۃ مردفین ٥** اور پھر یہ تعداد بڑھا کر تین ہزار کر دی گئی ''**الن یکفیکم ان یمدکم ربکم بثلثۃ الاف من الملئکۃ منزلین ٥**'' اور اگر دشمن تم پر یکلخت حملہ کر دے تو ہم تین ہزار کی بجائے پانچ ہزار فرشتوں سے مدد کریں گے ''**یمدد کم ربکم بخمسۃ الاف من الملئکۃ مسومین ٥**''

(۳) مسلمانوں پر عین معرکہ کے وقت اونگھ طاری کر دی جس کے چند منٹ بعد اُن کی بیداری نے اُن میں ایک نئی تازگی اور نئی روح پیدا کر دی ''**اذ یغشیکم النعاس امنۃ منہ**''

(۴) آسمان سے پانی برسا کر مسلمانوں کے لئے ریتیلی زمین کو پختہ فرش کی طرح بنا دیا اور نشیب کی وجہ سے حوض نما گڑھے میں پانی مہیا کر دیا اور دشمنوں کی زمین کو کیچڑ کی طرح دلدل بنا ڈالا ''**وینزل علیکم من السمآء مآء لیطھر بہ ویذھب عنکم رجز الشیطان ولیربط علٰی قلوبکم ویثبت بہ الاقدام٥**''

بہر حال معرکۂ جنگ بپا ہوا اور دونوں جانب سے نبرد آزما ایک دوسرے کے مقابل ہو کر " **هل من مبارز** " پکارنے اور دادِ شجاعت دینے لگے اور پھر یکا یک ہجومی جنگ شروع ہو گئی، مسلمان اوّل تو جنگ مغلوبہ لڑے مگر فراغتِ دعاء کے بعد جب میدان جنگ میں آ کر نبی اکرم ﷺ نے " **شاهت الوجوه** " (چہرے سیاہ ہوں) پڑھتے ہوئے مٹھی بھر خاک اور کنکریاں دشمنوں کی جانب پھینکیں تو خدائے برحق کی معجزانہ قدرت نے ہوا کے ذریعہ اُس کے ذرات تمام مشرکین کی آنکھوں تک پہنچا دیے اور وہ اس ناگہانی پریشانی سے مضطرب ہو کر آنکھیں ملنے لگے اور جنگِ مغلوبہ "جنگِ غالبہ" کی شکل میں بدل گئی۔ (۱۰۸)

وما رميت اذ رميت ولكن الله رمىٰ ○ (۱۰۹)

(اے محمد ﷺ) اور تو نے جب (کنکریاں) پھینکیں تو درحقیقت تو نے نہیں پھینکیں بلکہ اللہ نے پھینکیں (کیونکہ انسانی ہاتھ ایک مٹھی میں اتنے بڑے لشکر کے ہر آدمی پر ری نہیں کر سکتا تھا، یہ جو کچھ ہوا نبی ﷺ کے ہاتھ پر خدا کا معجزہ ہوا)۔

اور دیر نہیں لگی کہ مشرکین کے بڑے بڑے سردار مارے گئے اور دشمنوں کے پیر اُکھڑ گئے، وہ بھاگتے تھے مگر بھاگنے کا موقع نہ پاتے تھے، چنانچہ اُن کے ستر آدمی قتل ہوئے اور ستر گرفتار اور باقی نے راہِ فرار اختیار کی۔ مسلمان اگرچہ خدا کی نصرت اور اس کے فضل سے کامیاب ہوئے اور فتح و کامرانی کے مالک بنے، تاہم بائیس مجاہدین نے بھی جامِ شہادت نوش کیا۔ معرکۂ بدر ایک ہنگامی معرکہ نہیں تھا بلکہ اس نے قریشِ مکہ کی قوت کا ہمیشہ کے لئے خاتمہ کر دیا اور مسلمانوں کے لئے اعلاءِ کلمۃ اللہ کی راہیں کھول دیں۔ (۱۱۰)

حدثني عمرو بن خالد حدثنا زهير حدثنا ابو اسحق عن عمرو بن ميمون عن عبد الله بن مسعود رضي الله عنه قال استقبل النبي ﷺ الكعبة فدعا على نفر من قريش على شيبة بن ربيعة وعتبة بن ربيعة والوليد بن عتبة ابو جهل بن هشام فاشهد بالله لقد رايتهم صرعى قد غيرتهم الشمس وكان يوما حارا. (۱۱۱)

عمر بن خالد، زہیر بن معاویہ، ابو اسحاق، عمرو بن میمون، عبداللہ بن مسعودؓ سے روایت کرتے ہیں کہ انہوں نے فرمایا، کہ نبی ﷺ نے کعبہ کی طرف منہ کیا اور قریش کے کئی کافروں کے لئے بددعا کی، یعنی شیبہ، عتبہ، ولید اور ابوجہل بن ہشام کے لئے حضرت ابن مسعودؓ فرماتے ہیں خدا گواہ ہے، میں نے ان سب کو بدر کے دن میدان میں پڑا ہوا دیکھا، کہ دھوپ کی شدت سے ان کی لاشیں بدبودار ہو گئیں، اور اس دن سخت گرمی تھی۔

حدثني عبد الله بن محمد سمع روح بن عبادة حدثنا سعيد بن ابي عروبة عن قتادة قال ذكر لنا انس بن مالك عن ابي طلحه ان نبي الله ﷺ امر يوم بدر باربعة وعشرين رجلا من صناديد قريش فقذفوا في طوي من اطواء بدر خبيث مخبث وكان اذا ظهر على قوم اقام بالعرصة ثلث ليال فلما كان ببدر اليوم الثالث امر براحلته فشد عليها رحلها ثم مشىٰ واتبعهٗ اصحابهٗ وقالوا ما نرىٰ ينطلق الا لبعض حاجتهٖ حتّٰى قام على شفة الركي فجعل يناديهم باسمآئهم واسمآء ابآئهم يا فلان بن فلان ويا فلان بن فلان ايسركم انكم اطعتم الله ورسولهٗ فانا قد وجدنا ما وعدنا ربنا حقا فهل وجدتم ما وعد ربكم حقا قال فقال عمر يا رسول الله ما تكلم من اجساد لا ارواح لها فقال رسول الله ﷺ والذي نفس محمد بيدهٖ ماانتم باسمع لما اقول منهم قال قتادة احياهم الله حتّٰى اسمعهم قولهٗ توبيخا وتصغيرا و نقيمة وحسرة وندما. (۱۱۲)

عبداللہ بن محمد، روح بن عبادہ، سعید بن ابی عروبہ، حضرت قتادہؓ سے روایت کرتے ہیں کہ انہوں نے بیان کیا، کہ حضرت انسؓ نے ابو طلحہ سے روایت کی، کہ رسول اکرم ﷺ نے بدر کے دن چوبیس سردارانِ مکہ کی لاشوں کو بدر کے ایک گندے کنویں میں پھینکنے کا حکم دیا اور رسول پاک کی عادت تھی، کہ جب وہ کسی قوم پر غالب آتے تھے تو تین راتیں اسی جگہ قیام فرماتے تھے، لہٰذا بدر میں بھی تین دن قیام فرمایا، تیسرے دن آپ کے حکم سے اونٹنی پر زین کسا گیا پھر آپ چلے صحابہ کرام نے خیال کیا کہ آپ کسی حاجت کے لئے جا رہے ہیں،

اصحاب ساتھ ہولئے، آپ چلتے چلتے اس کنویں کی منڈیر پر تشریف لے گئے اور کھڑے ہوکر مقتولین قریش کو نام بنام آواز دینے لگے، اور اس طرح فرمانے لگے اے فلاں ابن فلاں، اور فلاں بن فلاں، اب تم کو یہ اچھا معلوم ہوتا ہے کہ تم اللہ تعالیٰ اور اس کے رسول کا حکم مان لیتے ہم سے تو ہمارے رب نے جو وعدہ کیا تھا وہ ہم نے پالیا تم سے جس عذاب کا وعدہ کیا تھا وہ تم نے بھی پایا، یا نہیں، حضرت طلحہؓ کہتے ہیں، کہ یہ سن کر حضرت عمرؓ نے عرض کیا، یارسول اللہ! آپ ایسے لاشوں سے خطاب فرمارہے ہیں جن میں کوئی جان نہیں ہے آپ نے فرمایا، قسم ہے اس ذات کی جس کے ہاتھ میں محمد ﷺ کی جان ہے میں جو باتیں کررہا ہوں تم ان کو ان کو ان سے زیادہ نہیں سن سکتے قتادہ نے کہا کہ اللہ نے اس وقت ان کو زندہ فرمادیا تھا تاکہ ان کو اپنی ذلت ورسوائی اور اس سزا سے شرمندگی حاصل ہو۔

غزوۂ بدر معجزہ ہلاک تھا: جس طرح دوسری قوموں کے لئے مختلف معجزات عذاب آئے، اسی طرح جس قوم میں آنحضرت ﷺ مبعوث ہوئے تھے اس کے لئے غزوہ بدر معجزۂ عذاب تھا، ہجرت سے قبل آنحضرت ﷺ کی بددعا سے پہلے قریش پر قحط کا عذاب آیا جو اس قدر سخت تھا کہ بھوک سے آنکھوں کے سامنے اندھیرا چھا جاتا تھا، آسمان کی طرف دیکھتے تھے تو دھواں سا نظر آتا تھا بعض رؤسا قریش نے خدمت نبوی میں آکر کہا محمد ﷺ! تم رحمت وشفقت اور صلۂ رحمی کی دعوت دیتے ہو، تم دیکھتے ہو کہ اس قحط سے قریش کا کیا حال ہے؟ آنحضرت ﷺ نے دعا کی اور یہ بلا دور ہوئی، مگر پھر قریش کی سرگردانی کا وہی عالم ہوگیا تو ان کے لئے معجزۂ عذاب کے سوا کوئی اور طریقہ علاج باقی نہ رہا، چنانچہ ہجرت کے بعد بدر کا بطشۂ کبریٰ (بڑی پکڑ) ان کے لئے ہلاکت کی نشانی قرار پائی۔ قرآن مجید نے ہجرت سے پہلے ہی مکہ میں اپنا یہ اعلان عام سنا دیا جس میں پہلے اس قحط کی، پھر ان کے گڑگڑانے کی اور اس کے بعد غزوۂ بدر کی پیشن گوئی تھی۔ (۱۱۳)

فارتقب یوم تأتی السمآء بدخان مبین ○ یغشی الناس ط هذا عذاب الیم ○ ربنا اکشف عنا العذاب انا مؤمنون ○ انّٰی لهم الذکرٰی وقد جآء هم رسول مبین ○ ثم تولوا عنه وقالوا معلم مجنون ○ انا کاشفوا العذاب قلیلا انکم عآئدون○ یوم نبطش البطشة الکبرٰی انا منتقمون○ فلقد فتنا قبلهم قوم فرعون○ (۱۱۴)

اس دن کی راہ دیکھ جب آسمان صاف دھواں کرلادے جو لوگوں کو گھیرلے اس وقت کہا جائے گا یہ ہے دکھ کی مار، تب گڑگڑائیں گے کہ خداوندا ہم سے یہ عذاب دور کردے، ہم ایمان لاتے ہیں کہاں ہے ان کے لئے سمجھنا حالانکہ ان کے پاس کھول کر سنانے والا رسول آچکا تو اس سے پیٹھ پھیری، اور کہا کہ سکھایا ہوا دیوانہ ہے، اچھا ہم تھوڑے دنوں کے لئے عذاب دور کردیتے ہیں تم پھر وہی کرنے والے ہو، انتظار کرو اس دن کا جب ہم بری پکڑ پکڑیں گے ہم بدلہ لینے والے ہیں اور ان سے پہلے ہم فرعون کی قوم کو آزما چکے ہیں۔

ان آیات کریمہ میں پورے واقعہ کی تصویر کھینچ دی گئی ہے اور آخر میں یہ بھی ظاہر کردیا گیا کہ بطشِ اکبران رؤسائے قریش کے لئے وہی حیثیت رکھتا ہے جو فرعون کے لئے غرقِ بحر کی حیثیت تھی۔ حضرت عبداللہ بن مسعودؓ نے بیان کیا ہے کہ آیتیں قریش کی شان میں نازل ہوئی ہیں، قریش نے جب نافرمانی کی تو آنحضرت ﷺ نے خدا سے دعا کی کہ اے خدا! ان پر حضرت یوسفؑ کے سات برس والے قحط کی طرح قحط نازل کر، چنانچہ مکہ میں سخت قحط پڑا، یہاں تک کے بھوک سے آسمان اور قریش کی آنکھوں کے درمیان دھواں سا اڑتا نظر آتا تھا انہوں نے آنحضرت ﷺ کے سامنے آکر دعا کی درخواست کی، چنانچہ آپ نے دعا کی اور بارش ہوئی، خدا نے کہا کہ وہ پھر اپنی پہلی حالت پر آجائیں گے یعنی ایمان قبول نہ کریں گے، چنانچہ ایسا ہی ہوا، تب اللہ تعالیٰ نے ان کے لئے بطشۃ الکبریٰ (بڑی پکڑ) کا دن مقرر فرمایا یعنی بدر۔

صحنِ حرم میں رؤسائے قریش جو نماز میں خلل انداز ہوئے تھے، آپ ﷺ نے ان کا نام لے کر ہر ایک کے حق میں بددعا کی تھی، اس سے پہلے کہ غزوۂ بدر کا واقعہ پیش آئے، ہجرت کے بعد ہی آپ نے ان کی ہلاکت وبربادی کا اعلان کردیا تھا۔ (۱۱۵)

وحدثنا عبد الله بن عمر بن محمد بن ابان الجعفی حدثنا عبد الرحیم یعنی ابن سلیمان عن زکریآء عن ابی اسحق عن عمرو بن میمون الاودی عن ابن مسعود قال بینما رسول الله ﷺ یصلی عند البیت

وابوجهل واصحاب لۂ جلوس وقد نحرت جزور بالامس فقال ابوجهل ایکم یقوم الٰی سلا جزور ربنی فلان فیاخذهٔ فیضعهٔ فی کتفی محمد اذا سجد فانبعث اشقی القوم فاخذهٔ فلما سجد النبی ﷺ وسلم وضع بین کتفیه قال فاستضحکوا وجعل بعضهم یمیل علٰی بعض وانا قائم انظروا لو کانت لی منعة طرحتهٔ عن ظهر رسول اللّٰہ ﷺ والنبی ﷺ ساجد ما یرفع رأسهٔ حتی انطلق انسان فاخبر فاطمة فجآء ت وهی جویریة فطرحته عنه ثم اقبلت علیهم تشتمهم فلما قضی النبی ﷺ صلاتهٔ رفع صوتهٔ ثم دعا علیهم وکان اذا دعا دعا ثلاثا واذا سال سال ثلاثا ثم قال اللّٰهم علیک بقریش ثلاث مرات فلما سمعوا صوتهٔ ذهب عنهم الضحک وخافوا دعوتهٔ ثم قال اللّٰهم علیک بابی جهل بن هشام وعتبة بن ربیعة وشیبة بن ربیعة والولید بن عقبة وامیة بن خلف وعتبة بن ابی معیط وذکر السابع ولم احفظه فوا لذی بعث محمدا ﷺ بالحق لقد رایت الذین سمّٰی صرعٰی یوم بدر ثم سحبوا الی القلیب قلیب بدر.(۱۱۶)

حضرت ابن مسعودؓ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ بیت اللہ کے پاس نماز پڑھ رہے تھے اور ابوجہل اور اس کے ساتھی بیٹھے ہوئے تھے اور ایک دن پہلے ایک اونٹنی ذبح ہوئی تھی، ابوجہل نے کہا تم میں سے کوئی شخص جا کر فلاں محلّہ سے اونٹنی کی اوجھ لے آئے اور جب محمد (ﷺ) سجدہ میں جائیں تو اس کو ان کے کندھوں پر رکھ دے، قوم کا سب سے بدبخت شخص (عقبہ بن ابی معیط) اٹھا اور جب نبی ﷺ سجدہ میں گئے تو اس نے اس اوجھ کو آپ کے کندھوں پر رکھ دیا۔ پھر وہ آپس میں مذاق کرتے اور ہنستے ہوئے ایک دوسرے پر گر جاتے۔ میں کھڑا ہوا دیکھ رہا تھا کاش مجھ میں اتنی طاقت ہوتی کہ میں اس اوجھ کو رسول اللہ ﷺ کی پشت سے اٹھا کر پھینک دیتا، نبی ﷺ سجدہ میں رہے اور اپنا سر نہیں اٹھایا، حتّٰی کہ ایک شخص نے جا کر حضرت فاطمہ رضی اللہ عنہا کو بتایا، حضرت فاطمہ نے وہ اوجھ اٹھا کر آپ کی پشت سے پھینکی، حالانکہ اس وقت آپ کم سن بچی تھیں، پھر آپ نے ان لوگوں کی طرف متوجہ ہو کر برا بھلا کہا، جب نبی ﷺ نے اپنی نماز مکمل کر لی تو آپ نے باآواز بلند ان کے خلاف دعا کی۔ آپ جب بھی دعا کرتے تھے تو تین مرتبہ دعا کرتے تھے، پھر جب آپ نے تین مرتبہ فرمایا اے اللہ! قریش پر گرفت فرما، جب قریش نے آپ کی آواز سنی تو ان کی ہنسی جاتی رہی اور وہ آپ کی دعا سے خوف زدہ ہو گئے، پھر آپ نے دعا کی اے اللہ! ابوجہل بن ہشام کی گرفت فرما اور عتبہ بن ربیعہ اور شیبہ بن ربیعہ اور ولید بن عقبہ اور امیہ بن خلف اور عتبہ بن ابی معیط کی گرفت فرما، راوی کہتے ہیں کہ حضور نے ساتویں شخص کا نام بھی لیا تھا لیکن وہ مجھے یاد نہیں رہا، سو قسم اس ذات کی جس نے محمد ﷺ کو حق کے ساتھ مبعوث کیا ہے میں نے جنگ بدر کے دن دیکھا کہ جن جن کا نام لے کر رسول اللہ ﷺ نے گرفت کی دعا کی تھی وہ سب بدر کے کنوئیں میں اوندھے پڑے تھے۔

غزوۂ احزاب (غزوۂ خندق) اور اس کے دوران اللہ کے نبی ﷺ سے معجزات کا ظہور:

غزوہ احزاب تمام غزوات میں اہم ترین غزوہ ہے۔ اس غزوہ میں مسلمانوں کا تمام مشرکین کفار کے گروہوں سے مقابلہ تھا۔ ''حزب'' کے معنی گروہ کے ہیں اس لئے اس غزوہ کو غزوہ احزاب کہا جاتا ہے کیونکہ اس غزوہ میں تمام مشرک قبائل اور یہودی قبائل مل کر مسلمانوں کو نیست ونابود کرنے کے لئے متحد ہو گئے تھے۔ اور مدینہ منورہ کے اندر بھی مسلمانوں کی جماعت میں منافقین کا گروہ خفیہ طور پر ان کی مدد کر رہا تھا۔ چنانچہ حضرت سلمان فارسی کے مشورہ پر اس غزوہ میں مدینہ کو دشمنوں سے محفوظ کرنے کے لئے خندق کھودی گئی اس لئے اس غزوہ کو غزوہ خندق بھی کہا جاتا ہے۔

یہ غزوہ شوال ۵ھ بمطابق ۶۲۷ء کو پیش آیا۔ آپ ﷺ کے مدینہ منورہ ہجرت کے دوسرے ہی سال غزوہ بدر اور اس کے اگلے سال ہی غزوہ احد پیش آیا اور اس کے بعد غزوہ احزاب واقع ہوا۔ یہ غزوہ مسلمانوں کے لئے اس لئے زیادہ سخت تھا کہ اس میں مشرکین مکہ اور

یہودی قبائل سب نے مل کر پختہ عہد و میثاق کے بعد بھر پور طاقت کے ساتھ حملہ کا فیصلہ کیا۔ اس غزوہ میں احزاب کی کل تعداد بارہ سے پندرہ ہزار تک بتائی جاتی ہے۔ جبکہ مسلمان کل تین ہزار تھے، بے سروسامانی کا عالم اور موسم انتہائی سرد تھا۔

اس واقعہ کی ابتداء یہاں سے ہوئی کہ یہود کے قبیلۂ بنی نضیر اور قبیلۂ بنی وائل کے تقریباً بیس آدمی جو رسول اللہ ﷺ اور مسلمانوں سے سخت عداوت رکھتے تھے مکہ مکرمہ پہنچے، اور قریشی سرداروں سے ملاقات کر کے ان کو مسلمانوں سے جنگ کرنے کے لئے آمادہ کیا۔ قریشی سردار سمجھتے تھے کہ جس طرح مسلمان ہماری بت پرستی کو کفر کہتے ہیں اور اس لئے ہمارے مذہب کو برا سمجھتے ہیں یہود کا بھی یہی خیال ہے، تو ان سے موافقت اور اتحاد کی کیا توقع رکھی جائے۔ اس لئے ان لوگوں نے یہود سے سوال کیا کہ آپ لوگ جانتے ہیں کہ ہمارے اور محمد (ﷺ) کے درمیان دین و مذہب کا اختلاف ہے اور آپ لوگ اہل کتاب اور اہل علم ہیں، پہلے آپ ہمیں یہ بتائیں کہ آپ کے نزدیک ہمارا دین بہتر ہے یا ان کا۔ ان یہودیوں نے اپنے علم وضمیر کے بالکل خلاف ان کو یہ جواب دیا کہ تمہارا دین محمد (ﷺ) کے دین سے بہتر ہے۔ اس پر یہ لوگ کچھ مطمئن ہوئے، مگر اس پر بھی معاملہ یہ ٹھہرا کہ بیس آدمی یہ آنے والے اور پچاس آدمی قریشی سرداروں کے مسجد حرام میں جا کر بیت اللہ کی دیواروں کو سینے سے لگا کر اللہ کے سامنے یہ عہد کریں کہ ہم میں سے جب تک ایک آدمی بھی زندہ رہے گا ہم محمد (ﷺ) کے خلاف جنگ کرتے رہیں گے۔ یہ یہودی قریش مکہ کے ساتھ معاہدہ کرنے کے بعد عرب کے ایک بڑے اور جنگجو قبیلہ بنی غطفان کے پاس پہنچے اور ان کو بتلایا کہ ہم اور قریش مکہ اس پر متفق ہو چکے ہیں کہ اس نئے دین (اسلام) کے پھیلانے والوں کا ایک مرتبہ سب مل کر استیصال کر دیں۔ آپ بھی اس پر ہم سے معاہدہ کریں۔ اور ان کو یہ رشوت بھی پیش کی کہ خیبر میں جس قدر کھجور ایک سال میں پیدا ہوگی وہ اور بعض روایات میں ان کا نصف قبیلۂ غطفان کو دیا جانے کا وعدہ کیا۔ قبیلۂ غطفان کے سردار عُیَیْنَہ بن حصن نے اس شرط کے ساتھ ان سے شرکت کو منظور کر لیا اور یہ لوگ بھی جنگ میں شامل ہو گئے۔ اور باہمی قرارداد کے مطابق مکہ سے قریشیوں کا لشکر چار ہزار جوانوں اور تین سو گھوڑوں اور ایک ہزار اونٹوں کے سامان کے ساتھ ابو سفیان کی قیادت میں مکہ مکرمہ سے نکلا اور مرّ ظہران میں قیام کیا یہاں قبیلۂ اسلم اور قبیلۂ اشجع اور بنو مرّہ۔ بنو کنانہ اور فزارہ اور غطفان کے سب قبائل شامل ہو گئے۔ جن کی مجموعی تعداد بعض روایات میں دس بعض میں بارہ ہزار اور بعض میں پندرہ ہزار بیان کی گئی ہے۔ (۱۱۷)

جب نبی اکرم ﷺ کو دشمنوں کی نقل وحرکت کا علم ہوا، تو حسب دستور آپ نے صحابہ (رضی اللہ عنہم) سے مشورہ فرمایا، حضرت سلمان فارسیؓ نے عرض کیا! ہم اہل فارس کا دستور یہ ہے کہ ایسے موقع پر خندق کھود کر دشمن سے خود کو محفوظ رکھ لیتے اور اس کو مجبور بنا دیتے ہیں، نبی اکرم ﷺ نے اس مشورہ کو قبول فرما کر خندق کھودنے کا حکم دیا اور کدال لے کر خود بھی بہ نفس نفیس شرکت فرمائی۔ (۱۱۸)

اس خندق کی کُل لمبائی تقریباً ساڑھے تین میل تھی، چوڑائی اور گہرائی کی صحیح مقدار کسی روایت سے معلوم نہیں ہوئی، لیکن یہ ظاہر ہے کہ چوڑائی اور گہرائی بھی خاصی ہوگی جس کو عبور کرنا دشمن کے لئے آسان نہ ہو۔

رسول اللہ ﷺ نے پورے لشکر کے مہاجرین وانصار کو دس دس آدمیوں کی جماعت میں تقسیم کر کے ہر دس آدمیوں کو چالیس گز خندق کھودنے کا ذمہ دار بنایا۔ حضرت سلمان فارسیؓ چونکہ خندق کھودنے کا مشورہ دینے والے اور کام سے واقف اور مضبوط آدمی تھے، اور نہ انصار میں شامل تھے اور نہ مہاجرین میں، اُن کے متعلق انصار و مہاجرین میں ایک مسابقت کی فضا پیدا ہوگئی۔ انصار ان کو اپنے میں شامل کرنا چاہتے تھے، مہاجرین اپنے میں۔ یہاں تک کہ رسول اللہ ﷺ کو رفع نزع کے لئے مداخلت کرنے کی نوبت آئی اور آپ ﷺ نے یہ فیصلہ دیا کہ سلمان منا اهل البیت، یعنی سلمان ہمارے اہل بیت میں شامل ہیں۔ (۱۱۹)

آپ ﷺ بذات خود انصار و مہاجرین کے ساتھ کدال لئے خندق کی کھدائی میں برابر کے شریک تھے۔ کھدائی کے دوران جہاں کہیں مسلمانوں کو دشواری کا سامنا ہوتا بنفس نفیس اس مقام پر پہنچ کر اس دشواری کو دور فرماتے۔

اتفاق سے جو حصہ خندق کا حضرت سلمانؓ وغیرہ کے سپرد تھا اس میں ایک سخت اور چکنے پتھر کی بڑی چٹان نکل آئی۔ حضرت سلمانؓ کے ساتھی عمرو بن عوفؓ فرماتے ہیں کہ اس چٹان نے ہمارے اوزار توڑ دیئے اور ہم اس کے کاٹنے سے عاجز ہو گئے۔ تو میں نے سلمانؓ سے کہا

کہ اگر چہ یہ ہوسکتا ہے کہ ہم اس جگہ سے کچھ ہٹ کر خندق کھودیں اور ذراسی کجی کے ساتھ اصل خندق سے ملا دیں، مگر رسول اللہ ﷺ کے کھینچے ہوئے خط سے انحراف ہمیں اپنی رائے سے نہیں کرنا چاہئے، آپ آنحضرت ﷺ سے یہ واقعہ بیان کر کے حکم حاصل کریں کہ ہمیں کیا کرنا چاہئے۔ حضرت سلمان فارسیؓ رسول اللہ ﷺ کی خدمت میں حاضر ہوئے اور واقعہ بتلایا۔ رسول اللہ ﷺ خود بھی اپنے حصہ کی خندق میں کام کر رہے تھے، خندق کی مٹی کو اس کی جگہ سے منتقل کرنے میں مصروف تھے۔ حضرت براء بن عازبؓ فرماتے ہیں کہ میں نے آپ کو دیکھا کہ آپ ﷺ کے جسم مبارک کو غبار نے ایسا ڈھانپ لیا تھا کہ پیٹ اور پیٹھ کی کھال نظر نہ آتی تھی۔ ان کو کوئی مشورہ یا حکم دینے کی بجائے خود ان کے ساتھ موقع پر تشریف لائے اور دس حضرات صحابہؓ مع سلمانؓ کے جو اس کے کھودنے میں مصروف تھے خندق کے اندر اتر کر آپ ﷺ بھی ان میں شامل ہو گئے۔ اور کدال اپنے دستِ مبارک میں لے کر اس چٹان پر ایک ضرب لگائی۔ اور یہ آیت پڑھی **تمت کلمة ربک صدقا** (یعنی پوری ہوگئی نعمت آپ کے رب کی سچائی کے ساتھ) اس ایک ہی ضرب سے چٹان کا ایک تہائی حصہ کٹ گیا اور اس کے ساتھ ہی ایک روشنی پتھر کی چٹان سے برآمد ہوئی۔ اس کے بعد آپ ﷺ نے دوسری ضرب لگائی اور آیت مذکورہ کو آخر تک پڑھا، **تمت کلمة ربک صدقا و عدلا**، اس دوسری ضرب سے ایک تہائی چٹان اور کٹ گئی، اور اسی طرح پتھر سے ایک روشنی نکلی۔ تیسری مرتبہ پھر وہی آیت پوری پڑھ کر تیسری ضرب لگائی، تو باقی چٹان بھی کٹ کر ختم ہوگئی، اور رسول اللہ ﷺ خندق سے باہر تشریف لائے۔ اور اپنی چادر جو خندق کے کنارہ پر رکھ دی تھی اٹھا لی اور ایک طرف بیٹھ گئے۔ اس وقت سلمان فارسیؓ نے عرض کیا یا رسول اللہ ﷺ آپ نے جتنی مرتبہ اس پتھر پر ضرب لگائی میں نے ہر مرتبہ پتھر سے ایک روشنی نکلتی دیکھی۔ رسول اللہ ﷺ نے حضرت سلمان فارسیؓ سے فرمایا کہ کیا واقعی تم نے یہ روشنی دیکھی ہے؟ انہوں نے عرض کیا یا رسول اللہ میری آنکھوں نے اس کا مشاہدہ کیا ہے۔

رسول اللہ ﷺ نے فرمایا کہ پہلی ضرب میں جو روشنی نکلی میں نے اس روشنی میں یمن اور کسریٰ کے شہروں کے محلات دیکھے اور جبرئیل امین نے مجھے بتلایا کہ آپ کی امت ان شہروں کو فتح کرے گی۔ اور جب میں نے دوسری ضرب لگائی تو مجھے رومیوں کے سرخ محلات دکھائے گئے، اور جبرئیل امین نے یہ خوشخبری دے دی کہ آپ کی امت ان شہروں کو بھی فتح کرے گی یہ ارشاد سن کر سب مسلمان مطمئن ہوئے، اور آئندہ عظیم الشان فتوحات پر یقین ہوگیا۔ (۱۴۰)

حضرت جابر بن عبداللہ جو اس غزوہ میں شریک تھے ان کی روایت سے یہ واقعہ صحیح بخاری میں مذکور ہے۔

حدثنا خلا دبن یحییٰ حدثنا عبد الواحد بن ایمن عن ابیه قال اتیت جابرا فقال انا یوم الخندق نحفر فعرضت کدیة شدیدة فجآء وا النبی ﷺ فقالوا هذه کدیة عرضت فی الخندق فقال انا نازل ثم قام وبطنهٗ معصوب بحجر ولبثنا ثلثة ایام لا نذوق ذواقا فاخذ النبی ﷺ المعول فضرب فعاد کثیبا. (۱۴۱)

خلاد بن یحییٰ، عبدالواحد بن ایمن، اپنے والد ایمن سے روایت کرتے ہیں، انہوں نے کہا، کہ میں جابر بن عبداللہ کے پاس آیا انہوں نے فرمایا ہم خندق کھود رہے تھے، کہ اتنے میں ایک سخت پتھر نکلا، ہم نبی ﷺ کی خدمت میں آئے، اور عرض کیا، کہ ایک سخت پتھر خندق میں نکل آیا ہے کیا کرنا چاہئے، آپ نے فرمایا، ٹھہرو، میں خود خندق میں اترتا ہوں، پھر آپ کھڑے ہوئے، اور آپ کے پیٹ سے پتھر بندھا ہوا تھا، اور تین دن کے بھوکے پیاسے تھے، ہم لوگوں نے بھی تین دن سے کچھ نہ کھایا تھا آپ نے کدال ہاتھ میں لے کر اس پتھر کے سخت قطعہ پر ماری، پتھر ریتی کی طرح بہنے لگا، (ٹکڑے ٹکڑے ہوگیا)۔

اس غزوہ میں سلمان فاقہ کشی کے عالم میں جذبہ جہاد میں شاد مصرف بہ عمل تھے اس دوران کئی معجزات ظاہر ہوئے۔

حدثنی عمرو بن علی حدثنا ابو عاصم اخبرنا حنظلة بن ابی سفیان اخبرنا سعید بن میناء قال سمعت جابر بن عبد اللّٰه قال لما حفر الخندق رایت بالنبی ﷺ خمصاً شدیدا فانکفات الی امراتی فقلت هل عندک شیٔ

فانی رایت برسول اللہ ﷺ خمصا شدیدا فاخرجت الی جرابا فیه صاع من شعیر و لنا بهیمة داجن فذبحتها وطحنت الشعیر ففرغت الٰی فراغی وقطعتها فی برمتها ثم ولیت الٰی رسول اللّٰہ ﷺ فقالت لا تفضحنی برسول اللّٰہ ﷺ وبمن معهٗ فجئهٗ فساررتهٗ فقلت یا رسول اللّٰہ ذبحنا بهیمیة لنا وطحنا صاعا من شعیر کان عندنا فتعال انت و نفر معک فصاح النبی ﷺ فقال یا اهل الخندق ان جابرا قد صنع سورا فحی هلا بکم فقال رسول اللّٰہ ﷺ لا تنزلن برمتکم ولا تخبزن عجینکم حتّٰی اجیٓء فجئت وجآء رسول اللّٰہ ﷺ یقدم الناس حتّٰی جئت امراتی فقالت بک وبک فقلت قد فعلت الذی قلت فاخرجت لهٗ عجینا فبصق فیه وبارک ثم عمدا الٰی برمتنا فبصق وبارک ثم قال ادع خابزة فلتخبز منی واقدحی من برمتکم ولا تنزلوها وهم الف فاقسم باللّٰہ لقد اکلوا حتّٰی ترکوا وانحرفوا وان برمتنا لتغط کما هی وان عجیننا لیخبز کما هو. (۱۳۲)

عمرو بن علی، ابو عاصم، حنظلہ بن ابی سفیان، سعید بن مینار، حضرت جابر بن عبداللہؓ سے روایت کرتے ہیں، انہوں نے فرمایا کہ جب خندق کھودی جارہی تھی، تو میں نے دیکھا، کہ حضور اکرم ﷺ سخت بھوکے ہیں، میں گھر آیا، اور بیوی سے پوچھا کچھ کھانے کو ہے، کیونکہ آنحضرت ﷺ بھوکے معلوم ہوتے ہیں، بیوی نے بوری سے جَو نکالے، جو ایک صاع تھے، گھر میں بکری کا ایک بچہ پلا ہوا تھا، وہ میں نے ذبح کیا، اتنے میں بیوی نے آٹا پیس لیا، اور گوشت کاٹ کر ہانڈی میں چڑھا دیا، پھر میں آنحضرت ﷺ کی خدمت میں آیا، بیوی نے چلتے وقت کہا، کہ دیکھو، کہ مجھے حضور ﷺ اور ان کے اصحاب کے سامنے شرمندہ مت کرنا، کہ بہت سے آدمی آجائیں اور کھانا تھوڑا ہوجائے، میں نے رسول اکرم ﷺ سے چپکے سے عرض کیا، میں نے ایک بکری کا بچہ کاٹا ہے، اور ایک صاع کا آٹا پیسا ہے، آپ اپنے ساتھ چند آدمیوں کو لے کر چلئے، آپ نے آواز دی، اے خندق والو! جلدی چلو، جابر نے کھانا پکایا ہے، پھر آنحضرت ﷺ نے مجھ سے فرمایا، تم چلو، مگر میرے آنے تک نہ ہانڈی اتارنا، اور نہ خمیر کی روٹیاں پکانا، میں چلا اور آنحضرت ﷺ بھی لوگوں کو لے کر آنے کے لیے تیار ہونے لگے، میں نے آکر بیوی سے سب باتیں کہہ دیں تو وہ گھبرا گئی، اور کہا، تم نے یہ کیا کیا، میں نے کہا، میں نے تمہاری بات بھی حضور اکرم ﷺ سے کہہ دی تھی، غرض آنحضرت ﷺ تشریف لائے، اور خمیر میں لعاب دہن ملایا، اور دعائے برکت فرمائی، پھر فرمایا، اے جابر! روٹی پکانے والی کو بلاؤ، وہ میرے پاس روٹی پکائے، اور ہانڈی سے گوشت نکالے، اور اسے چولہے سے نہ اتارے، آخر سب نے پیٹ بھر کر کھالیا، ہانڈی اسی طرح پک رہی تھی اور اُبل رہی تھی، اور روٹیاں پکائی جارہی تھیں، جابر کہتے ہیں، خدا کی قسم! کھانے والے ایک ہزار تھے، سب نے کھایا، اور پھر بھی بچ رہا، ہانڈی میں گوشت بھرا ہوا تھا، اور روٹیاں برابر پک رہی تھیں۔

آپ ﷺ انصار اور مہاجرین کے ساتھ خندق کھودتے جاتے، ساتھ ساتھ انصار اور مہاجرین کے لئے اللہ تعالیٰ سے بخشش اور مغفرت کی دعا فرماتے جاتے جسے سن کر مجاہدین اسلام جوش و مسرت میں اپنی جانثاری اور فدا کارانہ جذبات کا اظہار کرتے۔

حدثنا عبد اللّٰہ بن محمد حدثنا مُعٰویة بن عمرو حدثنا ابو اسحٰق عن حمید سمعت انسا یقول خرج رسول اللّٰہ ﷺ الی الخندق فاذا المهاجرون والانصار یحفرون فی غداة باردة فلم یکن لهم عبید یعملون ذٰلک لهم فلما رای ما بهم من النصب والجوع قال اللّٰهم ان العیش عیش الأخره. فاغفر للانصار والمهاجره.

فقالوا مجیبین لهٗ ۔

نحن الذین بایعوا محمدا.

علی الجهاد ما بقینا ابدا. (۱۳۳)

ترجمہ: عبداللہ بن محمد، معاویہ بن عمرو، ابواسحٰق، حمید الطویل، حضرت انس بن مالک رضی اللہ عنہ سے روایت کرتے ہیں، وہ کہتے تھے، کہ رسول اکرم ﷺ جب خندق کی طرف تشریف لے گئے، تو کیا دیکھتے ہیں، کہ مہاجرین وانصار سردی میں خندق کھود رہے ہیں، ان کے پاس یہ کام لینے کے لئے غلام بھی نہیں تھے، آنحضرت ﷺ ان کی تکلیف اور بھوک کو دکھ کر فرمانے لگے، کہ اے اللہ! عیش تو آخرت کا ہی بہتر ہے تو مہاجرین وانصار کو بخش دے، مسلمانوں نے یہ سن کر جواب دیا کہ۔

ہم تو محمد (ﷺ) سے بیعت کر چکے ہیں،

کہ جب تک جان جسم میں ہے جہاد کرتے رہیں گے۔

ایک اور حدیث مبارکہ میں ہے کہ آپ ﷺ خود مٹی اٹھا رہے تھے اور آپ ﷺ کا جسم مبارک گرد آلود تھا اور آپ ﷺ اشعار پڑھ رہے تھے۔

حدثنا مسلم بن ابراهیم حدثنا شعبه عن ابی اسحٰق عن البرآء قال کان النبی ﷺ ینقل التراب یوم الخندق حتّٰی اغمر بطنهٗ اوغبر بطنهٗ یقول ۔

واللّٰه لولا اللّٰه ما اهتدینا

ولا تصدقنا ولا صلینا

فانزلن سکینة علینا

وثبت الاقدام ان لاقینا

انّ الاولٰی قد بغوا علینا

اذا ارادوا فتنة ابینا

ورفع بها صوتهٗ ابینا ابینا. (۱۲۴)

ترجمہ: مسلم بن ابراہیم، شعبہ ابواسحاق، حضرت براء بن عازب سے روایت کرتے ہیں، انہوں نے کہا، کہ رسول اکرم ﷺ خندق کے دن بذات خود مٹی اٹھا رہے تھے، یہاں تک کہ آپ کے شکم مبارک کو مٹی نے چھپالیا تھا، یا گرد آلود ہو گیا تھا، اور آپ یہ اشعار پڑھ رہے تھے۔

تو اگر ہدایت نہ کرتا، تو کہاں ملتی نجات

نہ پڑھتے ہم نمازیں اور نہ دیتے ہم زکوٰۃ

اب اتار ہم پر تسلی اے شہ و عالی صفات

پاؤں جموادے ہمارے دے لڑائی میں ثبات

بے سبب ہم پر یہ دشمن ظلم سے چڑھ آئے ہیں

جب پکاریں وہ ہمیں سنتے نہیں ہم ان کی بات

رسول اکرم اس آخری مصرعہ کو بلند آواز سے ادا فرما رہے تھے۔

صحابہ کرام رضوان اللہ علیہم اجمعین کی جدوجہد اور کوشش کا نتیجہ چھ روز میں سامنے آگیا، کہ اتنی طویل اور چوڑی اور گہری خندق کی چھ روز میں تکمیل ہوگئی۔ اس طرح جب چھ روز میں خندق سے فراغت ہوگئی تو احزاب کا لشکر آپہونچا، اور رسول اکرم ﷺ اور صحابہ کرامؓ نے جبل سلع کو اپنی پشت کی طرف رکھ کر فوج کی صف بندی کر دی۔ (۱۲۵)

اللہ تعالیٰ نے اس غزوہ کا مکمل حال سورۂ احزاب میں بیان فرمایا ہے۔اس وقت مسلمان جس طرح کفار و مشرکین اور یہودی قبائل کے نرغے میں تھے اور ہر طرف سے دشمنوں کے گھیرے میں تھے۔اس وقت مسلمانوں کے دلی جذبات،منافقوں کی کیفیات،ان کا زبان سے بڑبڑانا،کفار کے دلوں میں اللہ تعالیٰ کا فرشتوں کے ذریعے رعب ڈالنا اور تیز آندھی سے ان کے خیمے اکھاڑ پھینکنا،تمام تفصیلات سورۂ احزاب کی آیت نمبر ۹ سے آیت نمبر ۲۷ تک کھول کھول کر بیان فرمائی ہیں۔

یٰایها الذین امنوا اذکروا نعمة اللّٰه علیکم اذ جآء تکم جنود فارسلنا علیهم ریحا و جنودا لم تروها ط وکان اللّٰه بما تعملون بصیرا ○ اذ جآء وکم من فوقکم ومن اسفل منکم واذ زاغت الابصار وبلغت القلوب الحناجر وتظنون باللّٰه الظنونا○ هنالک ابتلی المؤمنون وزلزلوازلزالا شدیدا○ واذ یقول المنٰفقون والذین فی قلوبهم مرض ما وعدنا اللّٰه ورسولهٗ الا غرورا ○ واذ قالت طآئفة منهم یاهل یثرب لا مقام لکم فارجعوا ج ویستاذن فریق منهم النبی یقولون ان بیوتنا عورة ط وما هی بعورة ج ان یریدون الا فرارا○ ولو دخلت علیهم من اقطارها ثم سئلوا الفتنة لاٰتوها وما تلبثوا بها الا یسیرا ○ ولقد کانوا عاهدوا اللّٰه من قبل لا یولون الادبار ط وکان عهد اللّٰه مسئولا ○ قل لن ینفعکم الفرار ان فررتم من الموت او القتل واذا لا تمتعون الا قلیلا○ قل من ذا الذی یعصمکم من اللّٰه ان ارادبکم سوٓء او اراد بکم رحمة ط ولا یجدون لهم من دون اللّٰه ولیا ولا نصیرا○ قد یعلم اللّٰه المعوقین منکم والقآئلین لاخوانهم هلم الینا ج ولا یاتون البأس الا قلیلا ○اشحة علیکم صلے فاذا جآء الخوف رایتهم ینظرون الیک تدور اعینهم کالذی یغشٰی علیه من الموت ج فاذا ذهب الخوف سلقوکم بالسنة حداد اشحة علی الخیر ط اولٰٓئک لم یؤمنوا فاحبط اللّٰه اعمالهم ط وکان ذٰلک علی اللّٰه یسیرا ○ یحسبون الاحزاب لم یذهبوا ج وان یات الاحزاب یودوا لو انهم بادون فی الاعراب یسئلون عن انبآئکم ط ولو کانوا فیکم ما قٰتلوا الا قلیلا ○ لقد کان لکم فی رسول اللّٰه اسوة حسنة لمن کان یرجوا اللّٰه والیوم الاٰخر وذکر اللّٰه کثیرا○ ولما را لمؤمنون الاحزاب لا قالوا هٰذا ما وعدنا اللّٰه ورسولهٗ وصدق اللّٰه ورسولهٗ ز وما زادهم الا ایمانا و تسلیما○ من المؤمنین رجال صدقوا ما عاهدوا اللّٰه علیه ج فمنهم من قضٰی نحبهٗ ومنهم من ینتظر صلے وما بدلوا تبدیلا○ لیجزی اللّٰه الصٰدقین بصدقهم ویعذب المنٰفقین ان شآء او یتوب علیهم ط ان اللّٰه کان غفورا رحیما ○ ورد اللّٰه الذین کفروا بغیظهم لم ینالوا خیرا ط وکفی اللّٰه المؤمنین القتال ط وکان اللّٰه قویا عزیزا ○ وانزل الذین ظاهروهم من اهل الکتاب من صیاصیهم وقذف فی قلوبهم الرعب فریقا تقتلون وتأسرون فریقا ○ واورثکم ارضهم ودیارهم واموالهم وارضا لم تطؤها ط وکان اللّٰه علی کل شیء قدیرا○ (۱۲۶)

اے ایمان والو یاد کرو احسان اللہ کا اپنے اوپر جب چڑھ آئیں تم پر فوجیں پھر ہم نے بھیج دی اُن پر ہوا اور وہ فوجیں جو تم نے نہیں دیکھیں،اور ہے اللہ جو کچھ کرتے ہو دیکھنے والا۔جب چڑھ آئے تم پر اوپر کی طرف سے اور نیچے سے اور جب بدلنے لگیں آنکھیں اور پہنچے دل گلوں تک اور اٹکل کرنے لگے تم اللہ پر طرح طرح کی اٹکلیں،وہاں جانچے گئے ایمان والے اور جھڑ جھڑائے گئے زور کا جھڑ جھڑانا،اور جب کہنے لگے منافق اور جن کے دلوں میں روگ ہے جو وعدہ کیا تھا ہم سے اللہ نے اور اس کے رسول نے سب فریب تھا۔اور جب کہنے لگی ایک جماعت ان میں اے یثرب والو! تمہارے لئے ٹھکانہ نہیں سو پھر چلو،اور رخصت مانگنے لگا ایک فرقہ ان میں نبی سے کہنے لگے ہمارے گھر کھلے پڑے ہیں،اور وہ کھلے نہیں پڑے ان کی کوئی غرض نہیں مگر بھاگ جانا۔اور اگر شہر میں کوئی گھس آئے

ان پر اس کے کناروں سے پھر ان سے چاہے دین سے بچلنا تو مان لیں اور دیر نہ کریں اس میں مگر تھوڑی۔ اور اقرار کر چکے تھے اللہ سے پہلے کہ نہ پھیریں گے پیٹھ، اور اللہ کے قرار کی پوچھ ہوتی ہے۔ تو کہہ کچھ کام نہ آئے گا تمہارا یہ بھاگنا اگر بھاگو گے مرنے سے یا مارے جانے سے اور پھر بھی پھل نہ پاؤ گے مگر تھوڑے دنوں۔ تو کہہ کون ہے کہ تم کو بچائے اللہ سے اگر چاہے تم پر برائی یا چاہے تم پر مہربانی، اور نہ پائیں گے اپنے واسطے اللہ کے سوائے کوئی حمایتی اور نہ مددگار۔ اللہ کو خوب معلوم ہے جو اٹکانے والے ہیں تم میں اور کہتے ہیں اپنے بھائیوں کو چلے آؤ ہمارے پاس، اور لڑائی میں نہیں آتے مگر کبھی۔ دریغ رکھتے ہیں تم سے پھر جب آئے ڈر کا وقت تو تو دیکھے اُن کو کہ تکتے ہیں تیری طرف پھرتی ہیں آنکھیں اُن کی جیسے کسی پر آئے بے ہوشی موت کی، پھر جب جاتا رہے ڈر کا وقت چڑھ چڑھ بولیں تم پر تیز تیز زبانوں سے ڈھلے پڑتے ہیں مال پر وہ لوگ یقین نہیں لائے پھر اکارت کر ڈالے اللہ نے اُن کے کام، اور یہ ہے اللہ پر آسان۔ سمجھتے ہیں کہ فوجیں کفار کی نہیں پھر گئیں، اور اگر آ جائیں وہ فوجیں تو آرزو کریں کسی طرح ہم باہر نکلے ہوئے ہوں گاؤں میں پوچھ لیا کریں تمہاری خبریں، اور اگر ہوں تم میں لڑائی نہ کریں مگر بہت تھوڑی۔ تمہارے لئے بھلی تھی سیکھنی رسول اللہ ﷺ کی چال اس کے لئے جو کوئی امید رکھتا ہے اللہ کی اور پچھلے دن کی اور یاد کرتا ہے اللہ کو بہت سا۔ اور جب دیکھی مسلمانوں نے فوجیں، بولے یہ وہی ہے جو وعدہ دیا تھا ہم کو اللہ نے اور اس کے رسول نے اور سچ کہا اللہ نے اور اس کے رسول ﷺ نے اور ان کو اور بڑھ گیا یقین اور اطاعت کرنا۔ ایمان والوں میں کتنے مرد ہیں کہ سچ کر دکھلایا جس بات کا عہد کیا تھا اللہ سے پھر کوئی تو پورا کر چکا ان میں اپنا ذمہ اور کوئی ہے ان میں راہ دیکھ رہا، اور بدلا نہیں ایک ذرہ۔ تا کہ بدلہ دے اللہ سچوں کو ان کے سچ کا اور عذاب کرے منافقوں پر اگر چاہے یا توبہ ڈالے ان کے دل پر بیشک اللہ ہے بخشنے والا مہربان۔ اور پھیر دیا اللہ نے منکروں کو اپنے غصہ میں بھرے ہوئے ہاتھ نہ لگی کچھ بھلائی، اور اپنے اوپر لے لی اللہ نے مسلمانوں کی لڑائی، اور ہے اللہ زور آور زبردست، اور اتار دیا ان کو جو ان کے پشت پناہ ہوئے تھے اہل کتاب سے ان کے قلعوں سے اور ڈال دی ان کے دلوں میں دھاک کتنوں کو تم جان سے مارنے لگے، اور کتنوں کو قید کر لیا۔ اور تم کو دلائی ان کی زمین اور ان کے گھر اور ان کے مال اور ایک زمین کہ جس پر نہیں پھیرے تم نے اپنے قدم اور ہے اللہ سب کچھ کر سکتا۔

اے ایمان والو! اللہ کا انعام اپنے اوپر یاد کرو، جب تم پر بہت سے لشکر چڑھ آئے (یعنی عُیَینہ کا لشکر اور ابوسفیان کا لشکر اور یہود بنی قُریظہ) پھر ہم نے اُن پر ایک آندھی بھیجی (جس نے ان کو پریشان کر دیا اور ان کے خیمے اکھاڑ پھینکے) اور (فرشتوں کی) ایسی فوج بھیجی جو کہ تم کو (عام طور پر) دکھائی نہ دیتی تھی (گو بعض صحابہؓ مثلاً حضرت حذیفہؓ نے بعض ملائکہ کو بشکل انسان دیکھا بھی اور کفار کے لشکر میں یہ جاسوسی کے لئے گئے تھے وہاں یہ آواز بھی سنی کہ بھاگو بھاگو، اور اس واقعہ میں ملائکہ نے قتال نہیں کیا، صرف کفار کے دلوں میں رعب ڈالنے کے لئے بھیجے گئے تھے) اور اللہ تعالیٰ تمہارے (اس وقت کے) اعمال کو دیکھتے تھے، (کہ تم نے ایک طویل و عریض اور گہری خندق کھودنے میں بڑی محنت اٹھائی، پھر کفار کے مقابلے کے لئے بڑے استقلال کے ساتھ ثابت قدم رہے اور اس پر خوش ہو کر تمہاری امداد فرما رہے تھے، یہ واقعہ اس وقت ہوا تھا) جب کہ وہ (دشمن) لوگ تم پر (ہر طرف سے نرغہ کر کے) آ چڑھے تھے اوپر کی طرف سے اور نیچے کی طرف سے بھی (یعنی کوئی قبیلہ مدینہ کی نشیب کی طرف سے اور کوئی قبیلہ اس کی بلندی کی طرف سے) اور جب کہ آنکھیں (مارے دہشت کے) کھلی کی کھلی رہ گئی تھیں، اور کلیجے مُنہ کو آنے لگے تھے اور تم لوگ اللہ کے ساتھ طرح طرح کے گمان کر رہے تھے (جیسا مواقع شدت میں طبعی طور پر مختلف وسوسے آیا کرتے ہیں۔ (۱۲۷)

آپ ﷺ کا مسلمان مجاہدین کو فتح و نصرت کی بشارت دینا اور آئندہ فتوحات کی پیشن گوئیاں سنانا، مسلمانوں کے دلوں میں جذبۂ ایمان کو استحکام اور مزید اضافہ پیدا کر رہا تھا جب کہ منافقین مسلمانوں کی اس کسمپرسی کی حالت کو دیکھ کر مسلمانوں سے طعنہ زنی کر رہے تھے۔ اس وقت جو منافقین خندق کی کھدائی میں شامل تھے، وہ کہنے لگے تمہیں محمد (ﷺ) کی بات پر حیرت و تعجب نہیں ہوتا۔ وہ تمہیں کیسے

باطل اور بے بنیاد وعدے سنا رہے ہیں کہ یثرب میں انہیں خندق کی گہرائی کے اندر حیرہ اور مدائن کسریٰ کے محلات نظر آ رہے ہیں، اور یہ کہ تم لوگ ان کو فتح کرو گے، ذرا اپنے حال کو تو دیکھو کہ تمہیں اپنے تن بدن کا تو ہوش نہیں۔ تم ہو جو کسریٰ وغیرہ کے ملک کو فتح کرو گے۔ اسی واقعہ پر یہ آیات مذکورالصدر میں یہ نازل ہوا اذ **یقول المنفقون والذین فی قلوبھم مرض ما وعدنا اللہ ورسولہٗ الا غرورا** ، اس آیت میں **الذین فی قلوبھم مرض** میں بھی انہی منافقین کا حال بیان کیا گیا ہے جن کے دلوں میں نفاق کا مرض چھپا ہوا تھا۔

اس وقت مسلمانوں کے ایمان اور رسول اللہ ﷺ کی خبر پر پورے یقین کا کیسا سخت امتحان تھا کہ ہر طرف سے کفار کے نرغہ اور خطرے میں ہیں، خندق کھودنے کے لئے مزدور اور خادم نہیں، خود ہی یہ محنت ایسی حالت میں برداشت کر رہے ہیں کہ سخت سردی نے سب کو پریشان کر رکھا ہے، ہر طرف سے خوف ہی خوف ہے۔ بظاہر اسباب اپنے بچاؤ اور بقا پر یقین کرنا بھی آسان نہیں، دنیا کی عظیم سلطنت روم و کسریٰ کی فتوحات کی خوشخبری پر یقین کس طرح ہو؟ مگر ایمان کی قیمت سب اعمال سے زیادہ اسی بنا پر ہے کہ اسباب وحالات کے سراسر خلاف ہونے کے وقت بھی ان کو رسول ﷺ کے ارشاد میں کوئی شک وشبہ پیدا نہ ہوا۔ (۱۲۸)

خندق کی کھدائی کا کام چند روز جاری رہا اور اس طرح دشمن سے حفاظت کا پوری طرح سامان ہو گیا، لیکن جب محاصرہ کو بیس روز ہو گئے تو یہود بنی قریظہ کی عہد شکنی اور مسلسل محاصرہ سے کچھ اکتانے اور مضطرب ہونے لگے، اُس وقت خدا کی نصرت نے نزول کیا اور مسلمانوں کی کامیابی کے اسباب مہیا ہو گئے، ہوا یہ کہ کفار کے لشکر میں ایک شخص نعیم بن مسعود نجعی تھا، یہ گو ابھی تک مسلمان نہیں ہوا تھا، لیکن اس کے قلب میں صداقت ایمان گھر کر چکی تھی، اس لئے اس نے اپنی ہوشیاری سے مشرکین مکہ اور یہود مدینہ کے درمیان بے اعتمادی پیدا کر دی اور جنگ کے معاملہ میں دونوں فریق میں ایسا اختلاف پیدا ہو گیا کہ ایک نے دوسرے کے ساتھ مل کر مسلمانوں کے ساتھ جنگ کرنے سے انکار کر دیا اور ابھی مشرکین مکہ واپس بھی نہ ہوئے تھے کہ قدرت کی جانب سے ہوائے تند کا ایسا طوفان اٹھا کہ جس نے آن کی آن میں دشمن کے تمام لشکر کو زیر وزبر کر ڈالا، خیمے اکھڑ کر گرنے لگے، چوپائے بھڑک بھڑک کر بھاگنے لگے اور سارے لشکر میں ابتری پھیل گئی اور دشمن نے محاصرہ چھوڑ کر راہ فرار اختیار کی اور اس طرح اللہ تعالیٰ نے مسلمانون کو ان کے فتنہ سے نجات دی۔

نبی کریم ﷺ نے اس موقعہ پر ارشاد فرمایا۔ " **نصرت بالصبا واھلکت العاد بالدبور** " اللہ تعالیٰ کی جانب سے مجھ کو پُر وا ہوا کے ذریعہ فتح عطا کی گئی اور عاد پچھوا ہوا سے ہلاک کیے گئے تھے۔ (۱۲۹)

نبی اکرم ﷺ کو جب دشمن کی خبریں معلوم کرنے کی ضرورت پیش آئی تھی تو تین مرتبہ آپ ﷺ نے دریافت کیا کہ اس خدمت کو کون انجام دے گا اور تینوں مرتبہ حضرت زبیر بن عوام نے پیش قدمی کر کے عرض کیا: اس خدمت کے لئے میں حاضر ہوں۔ تب آپ ﷺ نے ارشاد فرمایا: " **ان لکل نبی حواریا وان حواری الزبیر** " ہر ایک نبی کے حواری ہوتے ہیں اور میرے حواری زبیر ہیں۔ (۱۳۰)

حدثنا محمد بن کثیر اخبرنا سفیان عن ابن المنکدر قال سمعت جابرا یقول قال رسول اللہ ﷺ یوم الاحزاب من یأتینا بخبر القوم فقال الزبیر انا ثم قال من یأتینا بخبر القوم فقال الزبیر انا ثم قال من یأتینا بخبر القوم فقال الزبیر انا ثم قال ان لکل نبی حواری وان حواری الزبیر. (۱۳۱)

محمد بن کثیر، سفیان، محمد بن منکدر، حضرت جابر رضی اللہ عنہ سے روایت کرتے ہیں، انہوں نے کہا، کہ میں حضور اکرم ﷺ کو فرماتے ہوئے سنا جنگ احزاب کے دن، کون ہے جو کفار قریش کی خبریں لائے، زبیرؓ نے کہا، میں ہوں، پھر فرمایا، کون ہے جو ہم کو قوم کی خبر لا کر دے، زبیرؓ نے کہا، میں ہوں، پھر فرمایا، کون ہے، جو قوم بنی قریظہ کی خبر لائے، زبیر بن عوام نے کہا، میں ہوں، پھر حضور اکرم نے فرمایا، ہر پیغمبر کا حواری (رفیق خاص) ہوتا ہے اور میرا حواری زبیر بن عوام ہے۔

جب کفار کے لشکر کے لئے اللہ تعالیٰ نے ناموافق حالات پیدا فرما دیئے تو ان میں ابتری پھیل گئی اور انہوں نے محاصرہ چھوڑ کر فرار کا

راستہ اختیار کیا۔ اللہ تعالیٰ نے مسلمانوں کو کفار کی فتنہ انگیزیوں سے محفوظ کرلیا اور فتح ونصرت عطا فرمائی اور عزت بخشی۔ آپ ﷺ نے دعائیہ کلمات سے پروردگار کا شکر ادا کیا۔

حدثنا قتیبة بن سعید حدثنا اللیث سعید بن ابی سعید عن ابیه عن ابی هریرة ان رسول الله ﷺ کان یقول لا الله الا الله وحدهٗ اعز جندهٗ ونصر عبدهٗ وغلب الاحزاب وحدهٗ فلا شیٔ بعدهٗ. (۱۳۲)

قتیبہ بن سعید، لیث بن سعد، سعید بن ابی سعید اپنے والد سے، وہ حضرت ابو ہریرہؓ سے روایت کرتے ہیں، کہ آنحضرت ﷺ یہ دعائیہ کلمات ارشاد فرماتے تھے، اور اللہ کے سوا کوئی معبود نہیں، وہ اکیلا ہے، جس نے اپنے لشکر کو غلبہ عطا فرمایا اور اپنے بندے کی مدد کی، اور جماعت کفار کو مغلوب کیا، اس کی ذات بے مثل ہے، باقی ہر شئی کو فنا ہے۔

ادھر خندق کے دونوں طرفوں سے تیر اندازی اور پتھراؤ کا سلسلہ جاری رہا حضرت سعد بن معاذ لشکر میں پہنچے تو ان کو تیر لگا جس نے ان کی رگ اکحل کو کاٹ ڈالا۔ اس وقت حضرت سعدؓ نے یہ دعا کی کہ اگر آئندہ بھی قریش کا کوئی حملہ رسول اللہ ﷺ کے مقابلہ پر ہونا مقدر ہے تو مجھے اس کے لئے زندہ رکھئے، کیونکہ اس سے زیادہ میری کوئی تمنا نہیں کہ میں اس قوم سے مقاتلہ کروں جنہوں نے رسول اللہ ﷺ کو ایذائیں پہنچائیں، وطن سے نکالا، اور آپ ﷺ کی تکذیب کی۔ اور اگر آئندہ آپ کے علم میں یہ جنگ کا سلسلہ ختم ہو چکا ہے تو آپ مجھے موتِ شہادت عطا فرمائیں، مگر اس وقت تک مجھے موت نہ آئے جب تک بنی قریظہ سے ان کی غداری کا انتقام لے کر میری آنکھیں ٹھنڈی نہ ہو جائیں۔ حق تعالیٰ نے آپ کی یہ دونوں دعائیں قبول فرمائیں۔ اس واقعۂ احزاب کو کفار کا آخری حملہ بنا دیا۔ اس کے بعد مسلمانوں کی فتوحات کا دور شروع ہوا۔ ایک روز مقابل کفار نے یہ طے کیا کہ سب مل کر یکبارگی حملہ کرو اور کسی طرح خندق کو عبور کر کے آگے پہنچو۔ یہ طے کر کے بڑی بے جگری سے مسلمانوں کے مقابلہ میں آگئے، اور سخت تیر اندازی کی۔ اس میں رسول اللہ ﷺ اور صحابۂ کرام کو دن بھر ایسا مشغول رہنا پڑا کہ نماز کے لئے بھی ذرا سی مہلت نہ ملی، چار نمازیں عشاء کے وقت میں پڑھی گئیں۔

جب مسلمانوں پر شدت کی انتہا ہوگئی تو رسول اللہ ﷺ نے احزاب کفار کے لئے بددعاء کی، اور تین روز پیر، منگل، بدھ میں مسجد فتح کے اندر مسلسل احزاب کی شکست وفرار اور مسلمانوں کی فتح کے لئے دعاء کرتے رہے۔ تیسرے روز بدھ کے دن ظہر وعصر کے درمیان دعاء قبول ہوئی، اور رسول اللہ ﷺ شاداں وفرحاں صحابۂ کرام کے پاس تشریف لائے، فتح کی بشارت سنائی۔ صحابۂ کرام فرماتے ہیں کہ اس وقت کے بعد سے کسی مسلمان کو کوئی تکلیف پیش نہیں آئی۔ (۱۳۳)

اللہ تعالیٰ نے دشمن گروہ میں سے ایک شخص کے ذریعہ ان کے آپس میں پھوٹ ڈال دی، اور ان لوگوں کے پاؤں اکھڑ گئے۔ اس کے ساتھ دوسری آسمانی افتاد اُن پر یہ آئی کہ اللہ تعالیٰ نے ایک سخت اور برفانی ہوا ان پر مسلط کردی، جس نے اُن کے خیمے اکھاڑ پھینکے، ہنڈیاں چولھوں سے اڑا دیں۔ یہ تو ظاہری اسباب اللہ تعالیٰ نے ان کے پاؤں اکھاڑنے کے لئے فرما دیئے تھے اس پر مزید اپنے فرشتے بھیج دیئے جو باطنی طور پر ان کے دلوں پر رعب طاری کردیں، ان دونوں باتوں کا ذکر آیت مذکورہ کے شروع میں بھی اس طرح فرمایا گیا ہے **فارسلنا علیهم ریحا و جنودا لم تروها** ''یعنی ہم نے بھیج دی اُن کے اوپر ایک تند وسخت ہوا اور بھیج دیئے فرشتوں کے لشکر۔''

اس کا نتیجہ یہ تھا کہ اب اُن لوگوں کے لئے بھاگ کھڑے ہونے کے سوا کوئی چارۂ کار نہ تھا۔ دوسری طرف حضور ﷺ کو نعیم ابن مسعودؓ کی کارگزاری اور احزاب کے درمیان پھوٹ کے واقعات کی خبر ملی تو ارادہ فرمایا کہ اپنا کوئی آدمی جا کر دشمن کے لشکر اور ان کے ارادوں کا پتہ لائے۔ مگر وہ سخت برفانی ہوا جو دشمن پر بھیجی گئی تھی بہرحال پورے مدینہ پر حاوی ہوئی، اور مسلمان بھی اس سخت سردی سے متاثر ہوئے۔ رات کا وقت تھا، صحابۂ کرام دن بھر کی محنت ومقابلہ سے چُور چُور سخت سردی کے سبب سمٹے ہوئے بیٹھے تھے۔ رسول اللہ ﷺ نے مجمع کو مخاطب کر کے فرمایا کہ کون ہے جو کھڑا ہو اور دشمن کے لشکر میں جا کر ان کی خبر لائے، اور اللہ تعالیٰ اس کو جنت میں داخل فرمائے جاں نثار صحابہ کا مجمع تھا مگر حالات

نے ایسا مجبور کر رکھا تھا کہ کوئی کھڑا نہ ہو سکا۔ رسول اللہ ﷺ نماز میں مشغول ہو گئے، اور کچھ دیر نماز میں مشغول رہنے کے بعد پھر مجمع کو مخاطب کر کے فرمایا کہ ہے کوئی شخص جو دشمن کے لشکر کی مجھے خبر لادے وراس کے عوض میں جنت حاصل کرے۔ اس مرتبہ بھی پورے مجمع میں سناٹا رہا، کوئی نہیں اُٹھا۔ آنحضرت ﷺ پھر نماز میں مشغول ہو گئے اور کچھ دیر کے بعد پھر تیسری مرتبہ وہی خطاب فرمایا کہ جو ایسا کرے گا وہ جنت میں میرے ساتھ ہوگا۔ مگر پوری قوم دن بھر کے سخت تکان اور کئی وقت کے فاقہ سے اور بھوک سے اور اوپر سے سردی کی شدت سے ایسی بے بس ہو رہی تھی کہ پھر بھی کوئی نہ اُٹھا۔ حضرت حذیفہ بن یمان راوی حدیث فرماتے ہیں کہ اس وقت رسول اللہ ﷺ نے میرا نام لے کر فرمایا حذیفہ تم جاؤ۔ حالت میری بھی سب جیسی تھی، مگر نام لے کر حکم دینے پر اطاعت کے سوا چارہ نہ تھا۔ میں کھڑا ہو گیا، اور سردی سے میرا تمام بدن کانپ رہا تھا۔ آپ ﷺ نے اپنا دست مبارک میرے سر اور چہرے پر پھیرا اور فرمایا کہ دشمن کے لشکر میں جاؤ اور مجھے صرف خبر لا کر دو اور میرے پاس واپس آنے سے پہلے کوئی کام نہ کرو۔ اور پھر آپ ﷺ نے میری حفاظت کے لئے دعا فرمائی۔ میں نے اپنی تیر کمان اٹھائی اور اپنے کپڑے اپنے اوپر باندھ لئے اور ان کی طرف روانہ ہو گیا۔

جب یہاں سے روانہ ہوا تو عجیب ماجرا یہ دیکھا کہ خیمے کے اندر بیٹھے ہوئے جو سردی سے کپکپی طاری تھی وہ ختم ہو گئی، اور میں اس طرح چل رہا تھا جیسے کوئی گرم حمام کے اندر ہو، یہاں تک کہ میں ان کے لشکر میں پہنچ گیا۔ میں نے دیکھا کہ ہوا کے طوفان نے ان کے خیمے اکھاڑ دیئے تھے اور ہانڈیاں الٹ دی تھیں۔ ابوسفیان آگ کے پاس بیٹھ کر سینک رہے تھے۔ میں نے یہ دیکھ کر اپنا تیر کمان مستحکم کیا، اور ابوسفیان پر تیر پھینکنے ہی والا تھا کہ مجھے حضور ﷺ کا یہ فرمان یاد آ گیا کہ، کچھ کام وہاں سے واپس آنے تک نہ کرنا۔ ابوسفیان بالکل میری زد میں تھے، مگر اس فرمان کی بناء پر میں نے اپنا تیر الگ کر لیا۔ ابوسفیان حالات سے پریشان ہو کر واپسی کا اعلان کرنا چاہتے تھے، مگر اس کے لئے ضروری تھا کہ قوم کے ذمہ داروں سے بات کریں۔ رات کی تاریکی اور سناٹے میں یہ خطرہ بھی تھا کہ کوئی جاسوس موجود ہو اور اُن کی بات سُن لے۔ اس لئے ابوسفیان نے یہ ہوشیاری کی کہ بات کرنے سے پہلے سارے مجمع کو کہا کہ ہر شخص اپنی برابر والے آدمی کو پہچان لے، تا کہ کوئی غیر آدمی ہماری بات نہ سُن سکے۔

حضرت حذیفہ ؓ فرماتے ہیں کہ اب مجھے خطرہ ہوا کہ میرے برابر کا آدمی جب مجھ سے پوچھے گا کہ تو کون ہے؟ تو میرا راز کھل جائے گا۔ انہوں نے بڑی ہوشیاری اور دلیری سے خود مسابقت کر کے اپنے برابر والے آدمی کے ہاتھ پر ہاتھ مار کر پوچھا تم کون ہو؟ اس نے کہا تعجب ہے تم مجھے نہیں جانتے، میں فلاں ابن فلاں ہوں۔ وہ قبیلہ ہوازن کا آدمی تھا۔ اس طرح اللہ تعالیٰ نے حضرت حذیفہ ؓ کو گرفتاری سے بچا دیا۔ ابوسفیان نے جب یہ اطمینان کر لیا کہ مجمع اپنا ہی ہے، کوئی غیر نہیں تو اس نے پریشان کُن حالات اور بنو قریظہ کی بدعہدی اور سامان جنگ ختم ہو جانے کے واقعات سنا کر کہا میری رائے یہ ہے کہ اب آپ سب واپس چلیں اور میں بھی واپس جا رہا ہوں اسی وقت لشکر میں بھگدڑ رچ گئی، اور سب واپس جانے لگے۔

حضرت حذیفہ ؓ فرماتے ہیں کہ میں یہاں سے واپس چلا تو ایسا محسوس ہوا کہ میرے گرد کوئی گرم حمام ہے جو مجھے سردی سے بچا رہا ہے۔ واپس پہونچا تو آنحضرت ﷺ کو نماز میں مشغول پایا۔ جب آپ نے سلام پھیرا تو میں نے واقعہ کی خبر دی۔ رسول اللہ ﷺ اس خبر مسرت سے خوش ہو کر ہنسنے لگے۔ یہاں تک کہ رات کی تاریکی میں آپ ﷺ کے دندانِ مبارک چمکنے لگے۔ اس کے بعد رسول اللہ ﷺ نے مجھے اپنے قدموں میں جگہ دی، اور جو چادر آپ ﷺ اوڑھے ہوئے تھے اس کا ایک حصہ مجھ پر ڈال دیا، یہاں تک کہ میں سو گیا، جب صبح ہو گئی تو آپ ﷺ نے ہی مجھے یہ کہہ کر بیدار فرمایا کہ قم یا نومان؛ "کھڑا ہو جا اے بہت سونے والے۔" (۱۳۴)

رسول اللہ ﷺ نے جب حضرت حذیفہ رضی اللہ عنہ کو دشمن کے لشکر میں ان کے ارادوں کا پتہ لگانے اور خبر لانے کے لئے بھیجا وہ انتہائی سرد رات تھی۔ حضرت حذیفہ رضی اللہ عنہ کے ساتھ جو معجزانہ واقعات پیش آئے وہ خود بیان فرماتے ہیں۔

حدثنا زهير بن حرب واسحق بن ابراهيم جميعا عن جرير قال زهير حدثنا جرير عن الاعمش عن ابراهيم التيمي عن ابيه قال كنا عند حذيفة فقال رجل لو ادركت رسول الله ﷺ قاتلت معهٗ وابليت فقال حذيفة انت كنت تفعل ذلک لقد رايتنا مع رسول الله ﷺ ليلة الاحزاب واخذتنا ريح شديدة وقر فقال رسول الله ﷺ الا رجل يأتيني بخبر القوم جعله الله معي يوم القيامة فسكتنا فلم يجبه منا احد ثم قال الا رجل يأتينا بخبر القوم جعله الله معي يوم القيامة فسكتنا فلم يجبه منا احد ثم قال الا رجل يأتينا بخبر القوم جعله الله معي يوم القيامة فسكتنا فلم يجبه منا احد فقال قم يا حذيفة فأتنا بخبر القوم فلم اجد بدا اذ دعاني باسمي ان اقوم قال اذهب فأتني بخبر القوم ولا تذعرهم علي فلماوليت من عنده جعلت كانما امشي في حمام حتّٰى اتيتهم فرايت ابا سفيان يصلي ظهرهٗ بالنار فوضعت سهما في كبد القوس فاردت ان ارميهٗ فذكرت قول رسول الله ﷺ ولا تذعرهم علي ولو رميتهٗ لاصبتهٗ فرجعت وانا امشي في مثل الحمام فلما اتيتهٗ فاخبرتهٗ بخبر القوم وفرغت قررت فالبسني رسول الله ﷺ من فضل عباء ة كانت عليه يصلي فيها فلم ازل نائما حتّٰى اصبحت فلما اصبحت قال قم يا نومان. (۱۳۵)

حضرت حذیفہ رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں ایک شخص نے کہا، اگر میں رسول ﷺ کے عہد مبارک میں ہوتا تو آپ کی معیت میں جہاد کرتا، اور خوب لڑتا، حضرت حذیفہؓ نے فرمایا: تم ایسا کرتے! مجھے وہ منظر یاد ہے کہ غزوہ احزاب کی رات ہم رسول اللہ ﷺ کے ساتھ تھے وہ ایک سرد رات تھی اور ہوا بہت تیز چل رہی تھی، رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: کوئی ایسا شخص ہے جو کفار کی معلومات حاصل کر کے آئے! قیامت کے دن اللہ تعالیٰ اس کو میری رفاقت عطا فرمائے گا، ہم خاموش رہے اور ہم میں سے کسی نے کوئی جواب نہیں دیا، آپ نے پھر فرمایا کوئی ایسا شخص ہے جو کفار کی معلومات حاصل کر کے آئے، قیامت کے دن اللہ تعالیٰ اس کو میری رفاقت عطا فرمائے گا، ہم خاموش رہے اور ہم میں سے کسی نے کوئی جواب نہیں دیا، آپ نے پھر فرمایا کوئی ایسا شخص ہے جو کفار کی معلومات حاصل کر کے آئے، قیامت کے دن اللہ تعالیٰ اس کو میری رفاقت عطا فرمائے گا، ہم خاموش رہے اور ہم میں سے کسی نے کوئی جواب نہ دیا، آپ نے فرمایا: اے حذیفہ! تم جاؤ اور کفا کی معلومات حاصل کر کے آؤ۔ جب آپ نے میرا نام لے کر پکارا تو میرے لئے اُٹھنے کے سوا کوئی چارۂ کار نہ تھا، آپ نے فرمایا جاؤ کفار کی معلومات حاصل کرو اور انہیں میرے خلاف غصہ میں نہ لانا، جب میں آپ کے پاس سے اٹھ کر گیا تو یوں لگتا تھا جیسے میں حمام میں چل رہا ہوں، حتّٰی کہ میں اُن کے پاس پہنچا اور میں نے دیکھا کہ ابوسفیان اپنی پیٹھ کو آگ سے سینک رہا ہے، میں نے کمان پر تیر چڑھا کر اس کو مارنے کا ارادہ کیا پھر مجھے رسول اللہ ﷺ کا فرمان یاد آیا کہ انہیں میرے خلاف غصہ میں نہ لانا، اگر میں اس وقت تیر پھینک دیتا تو بلاشبہ نشانہ پر لگتا، میں واپس لوٹا درآں حالیکہ مجھے یوں لگ رہا تھا جیسے میں حمام میں چل رہا ہوں، پھر جب میں آپ کے پاس پہنچا تو آپ کو کفار کے احوال بیان کیے، جب میں فارغ ہوا تو مجھے ٹھنڈ لگنے لگی، تب رسول اللہ ﷺ نے مجھے اپنا ایک فالتو کمبل اڑھا دیا جس کو اوڑھ کر آپ نماز پڑھتے تھے، میں اس کو اوڑھ کر صبح تک سوتا رہا، جب صبح ہوئی تو آپ نے فرمایا: اے بہت سونے والے اٹھ جا!۔

ابھی آپ ﷺ اور صحابہ کرام مدینہ میں واپس پہنچے ہی تھے کہ اچانک حضرت جبرئیل امین علیہ السلام حضرت دحیہ کلبی صحابی کی صورت میں تشریف لائے اور فرمایا کہ اگر چہ آپ لوگوں نے اپنے ہتھیار کھول دیئے ہیں مگر فرشتوں نے اپنے ہتھیار نہیں کھولے، اللہ تعالیٰ کا آپ کو یہ حکم ہے کہ آپ بنو قریظہ پر حملہ کریں اور میں آپ سے آگے وہیں جا رہا ہوں۔ رسول اللہ ﷺ نے مدینہ میں اعلان کرنے کے لئے ایک منادی بھیج دیا جس نے رسول اللہ ﷺ کا یہ حکم لوگوں کو سنایا اور پہونچایا **لا يصلين احد ن العصر الا في بني قريظة،** "یعنی کوئی آدمی عصر کی نماز نہ پڑھے جب تک کہ بنو قریظہ میں نہ پہنچ جائے۔"

بنو قریظہ سے جہاد کے لئے نکلنے کے وقت رسول اللہ ﷺ نے جھنڈا حضرت علی مرتضٰی رضی اللہ عنہ کے سپرد فرمایا۔ رسول اللہ ﷺ اور صحابہ کرام کے آنے کی خبر سن کر بنو قریظہ قلعہ بند ہو گئے۔ اسلامی لشکر نے قلعہ کا محاصرہ کرلیا۔ بنو قریظہ کا سردار کعب جس نے رسول اللہ ﷺ کا عہد توڑ کر احزاب کے ساتھ معاہدہ کیا تھا، اس نے اپنی قوم کو جمع کر کے حالات کی نزاکت بیان کرتے ہوئے تین صورتیں عمل کی پیش کیں.

اوّل یہ کہ تم سب کے سب اسلام قبول کرو اور محمد (ﷺ) کے تابع ہو جاؤ، کیونکہ میں قسم کھا کر کہتا ہوں کہ تم سب لوگ جانتے ہو کہ وہ حق پر ہیں، اور تمہاری کتاب توراۃ میں ان کی پیشن گوئی موجود ہے، جو تم پڑھتے ہو۔ اگر تم نے ایسا کرلیا تو دنیا میں اپنی جان و مال اور اولاد کو محفوظ کرلو گے، اور آخرت بھی درست ہو جائے گی۔

دوسری صورت یہ ہے کہ تم اپنی اولاد اور عورتوں کو پہلے خود اپنے ہاتھ سے قتل کر دو، اور پھر پوری طاقت سے مقاتلہ کرو یہاں تک کہ تم بھی سب مقتول ہو جاؤ۔

تیسری صورت یہ ہے کہ یوم السبت (ہفتہ کے دن) تم مسلمانوں پر یکبارگی حملہ کر دو، کیونکہ مسلمان جانتے ہیں کہ ہمارے مذہب میں یوم السبت میں قتال حرام ہے، اس لئے وہ ہماری طرف سے اس دن بے فکر ہوں گے، ہم ناگہانی طور پر حملہ کریں تو ممکن ہے کہ کامیاب ہو جائیں۔

اس کے بعد سب نے اس پر اتفاق کیا کہ رسول اللہ ﷺ کے سامنے ہتھیار ڈال دیں اور آپ ان کے بارے میں جو فیصلہ فرمادیں اُس پر راضی ہو جائیں۔ انصاری صحابۂ کرام میں جو لوگ قبیلہ اوس سے متعلق تھے ان کے اور بنو قریظہ کے درمیان قدیم زمانے میں معاہدہ رہا تھا تو اوسی صحابۂ کرام نے آنحضرت ﷺ سے عرض کیا کہ آپ ان لوگوں کو ہمارے حوالے کر دیں۔ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا کہ کیا تم اس پر راضی ہو کہ میں ان کا معاملہ تمہارے ہی ایک سردار کے سپرد کر دوں۔ یہ لوگ اس پر راضی ہو گئے اور آنحضرت ﷺ نے فرمایا کہ وہ تمہارے سردار سعد بن معاذ ہیں، اس کا فیصلہ میں ان کے سپرد کرتا ہوں اس پر سب لوگ راضی ہو گئے۔

حضرت سعد بن معاذؓ کو واقعۂ خندق میں تیر کا زخم شدید پہونچا تھا، رسول اللہ ﷺ نے ان کی تیمارداری کے لئے مسجد کے احاطہ میں ایک خیمہ لگوا کر اس میں ٹھہرا دیا تھا۔ رسول اللہ ﷺ کے فرمان کے مطابق بنو قریظہ کے قیدیوں کا فیصلہ ان پر چھوڑ دیا گیا۔ انہوں نے یہ فیصلہ دیا کہ ان میں سے جو جنگ کرنے والے جوان ہیں وہ قتل کر دیئے جائیں اور عورتوں، بچوں اور بوڑھوں کے ساتھ جنگی قیدیوں کا معاملہ کیا جائے جو اسلام میں معروف ہے۔ یہی فیصلہ نافذ کر دیا گیا، اور اس فیصلے کے فوراً بعد ہی حضرت سعد بن معاذؓ کے زخم سے خون بہہ پڑا، اسی میں ان کی وفات ہوئی۔ اللہ تعالیٰ نے ان کی دونوں دعائیں قبول فرمائیں ایک کہ آئندہ قریش کا رسول اللہ ﷺ پر کوئی حملہ نہ ہوگا، دوسرے، بنو قریظہ کی غداری کی سزا ان کو مل جائے وہ اللہ نے انہی کے ذریعہ دلوادی۔ جن کو قتل کرنا تجویز ہوا تھا ان میں سے بعض مسلمان ہو جانے کی وجہ آزاد کر دیئے ۔ (۱۳۶)

واقعۂ حدیبیہ اور بیعت رضوان فتح عظیم کا معجزانہ مژدہ:

۶ ھ ہجری بمطابق ۶۲۸ء ذیقعدہ کو حضور اکرم ﷺ چودہ سو صحابہ کے ہمراہ بیت اللہ کی زیارت اور عمرہ ادا کرنے کے ارادے سے مکہ مکرمہ کی جانب روانہ ہوئے، جب آپ ﷺ ذوالحلیفہ پہنچے تو آپ ﷺ نے بنی خزاعہ کے ایک شخص کو قریش کے حالات کا اندازہ لگانے اور خبر لانے کے لئے بھیجا۔ آپ ﷺ جب غدیر اشطاط پہنچے تو اس جاسوس نے آکر خبر دی کہ قریش کو آپ ﷺ کی آمد کی خبر مل چکی ہے اور وہ تمام قبائل کو جمع کر کے مقابلہ کی تیاریوں میں مصروف ہیں اور ان کا یہ ارادہ ہے کہ آپ ﷺ کو مکہ میں داخل نہ ہونے دیں چنانچہ آپ ﷺ نے صحابۂ کرام سے مشورہ کیا، حضرت ابوبکر صدیقؓ نے عرض کیا یا رسول اللہ ﷺ ہم تو بیت اللہ کی زیارت کے ارادے سے نکلے ہیں، جنگ یا قتال ہمارا مقصد نہیں ہے، لہٰذا ہم بیت اللہ کی زیارت کو اپنا مقصد سمجھتے ہوئے ضرور آگے بڑھتے رہیں گے۔ اگر کوئی جماعت خواہ مخواہ ہمارے لئے رکاوٹ پیدا کرے گی تو اس سے مجبوراً ہمیں لڑنا پڑے گا۔ چنانچہ آپ ﷺ نے مشورہ کے بعد صحابہ کرام سے فرمایا اب خدا کا نام لے کر آگے بڑھے چلو۔

زائرین کا یہ قافلہ زیارت کعبہ کے لئے مکہ مکرمہ کی جانب بڑھ رہا تھا کہ آپ ﷺ نے فرمایا کہ خالد بن ولید فوج کا دستہ لئے حطیم میں گھات لگائے تمہارا منتظر ہے اس لئے راستہ بدل کر داہنی جانب چلیں اور اچانک ان کے سامنے پہنچ جائیں چنانچہ سب مسلمان اچانک خالد بن ولید کے سامنے پہنچ گئے تو خالد بن ولید گھبرا کر اپنے دستے کو لے کر قریش مکہ کے پاس پہنچے اور انہیں مسلمانوں کی آمد کی اطلاع دی آپ ﷺ جب اس ٹیلہ پر پہنچے کہ جہاں سے اتر کر مکہ مکرمہ پہنچ جاتے کہ آپ ﷺ کی اونٹنی قصواء بیٹھ گئی اور باوجود کوشش کے نہ اٹھی۔ آپ ﷺ نے فرمایا کہ اس کو خدا نے روک دیا کیونکہ قریش مکہ کی بیہودگیوں کی وجہ سے جنگ کی صورت حال پیدا ہو گئی ہے اس لئے خدا کی مرضی یہ ہے کہ ہم اس وقت تک آگے نہ بڑھیں جب تک کعبہ کی حرمت کا عہد نہ کرلیں چنانچہ حضور اکرم ﷺ نے فرمایا ''خدا کی قسم جس کے قبضہ میں میری جان ہے وہ مجھ سے جو بھی ایسی بات چاہیں گے کہ جس میں ''حرمات اللہ'' کی عظمت ان کے پیش نظر ہو تو میں اس کو ضرور پورا کروں گا۔'' اس اعلان کے بعد جب قصواء کو کھڑا کیا گیا تو وہ فوراً کھڑی ہو گئی اور چل پڑی اور حدیبیہ کے میدان میں جا پہنچی۔ حدیبیہ دراصل ایک کنویں کا نام ہے، یہاں پہنچ کر آپ ﷺ نے حضرت عثمانؓ کو مکہ بھیجا تا کہ مشرکین مکہ پر اپنے آنے کا مقصد واضح کردیں۔ لیکن جب حضرت عثمانؓ مکہ پہنچے اور ابوسفیان اور دیگر افراد سے مل کر گفتگو کی تو انہوں نے ایک نہ سنی اور انہوں نے حضرت عثمانؓ سے صاف صاف کہہ دیا کہ اگر تم اکیلے طواف کرنا چاہتے ہو تو تنہا طواف کعبہ کرلو لیکن ہم محمد ﷺ اور تمہارے دوسرے ساتھیوں کو ہرگز مکہ میں داخل نہ ہونے دیں گے۔ حضرت عثمانؓ نے فرمایا کہ یہ تو میں ہرگز نہیں کرسکتا کہ اللہ کے رسول ﷺ کے بغیر تنہا طواف و عمرہ کرلوں۔ قریش مکہ نے جب یہ دیکھا تو انہوں نے حضرت عثمانؓ کو واپس جانے سے روک لیا اور مسلمانوں کو یہ خبر پہنچی کہ حضرت عثمانؓ کو قتل کردیا گیا ہے، یہ خبر سن کر تمام مسلمان مشتعل اور مضطرب ہو گئے۔ ہر فرد بے قابو ہوا جا رہا تھا چنانچہ اس وقت اللہ کے نبی ﷺ نے ایک درخت کے نیچے بیٹھ کر مسلمانوں سے یہ بیعت لی کہ مر جائیں گے مگر ہم میں سے کوئی ایک بھی راہِ فرار اختیار نہیں کرے گا۔ جب آپ ﷺ بیعت لے چکے تو مسلمانوں میں ایک حیرت انگیز جوش و خروش پیدا ہو گیا اور ساری صورتحال کی خبر قریش مکہ کو پہنچی تو وہ گھبرا گئے اور انہوں نے مسلمانوں تک یہ خبر پہنچائی کہ حضرت عثمانؓ کے قتل کی خبر غلط ہے۔ حضرت عثمانؓ صحیح سالم حدیبیہ تشریف لے آئے۔

یہ بیعت انتہائی نازک موقعہ پر لی گئی تھی اور مسلمانوں نے یہ بیعت پورے جوش و جذبہ کے ساتھ کی تھی چنانچہ مسلمانوں کے جذبہ ایثار اور فداکارانہ جوش و ولولہ کو اللہ تعالیٰ نے بڑی قدر و منزلت سے دیکھا اور اپنی رضا و خوشنودی کا اظہار سورۂ فتح میں فرمایا اور ساتھ ہی مسلمانوں کو ایک عظیم فتح مبین کا مژدہ بھی سنایا یوں یہ بیعت ایک زندہ و جاوید کارنامہ بن گئی، اس وجہ سے اس بیعت کو بیعت رضوان بھی کہا جاتا ہے۔

لقد رضی اللہ عن المؤمنین اذ یبایعونک تحت الشجرۃ فعلم ما فی قلوبھم فانزل السکینۃ علیھم و اثابھم فتحا قریباo (۱۲۷)

ترجمہ: بلاشبہ اللہ راضی ہوا ایمان والوں سے جب کہ وہ تیرے ہاتھ پر اس درخت کے نیچے بیعت کرنے لگے اور جان لیا اللہ نے جو اُن کے جی میں تھا، پس اُتارا اُن پر اطمینان اور سکون اور انعام میں دیا، اُن کو ایک فتح قریب۔

اب مشرکین مکہ اس ساری صورتحال کے پیش نظر حضور اکرم ﷺ سے کچھ شرائط کے ساتھ صلح پر آمادہ ہو گئے اور انہوں نے سہیل بن عمرو کو اپنا سفیر بنا کر بھیجا تا کہ وہ آپ ﷺ سے صلح کی شرائط طے کرلیں تا کہ یہ چپقلش ختم ہو لیکن ساتھ ہی اس بات پر قائم رہے کہ مسلمان اس سال عمرہ نہیں کرسکیں گے اور آئندہ سال ہی عمرہ کریں گے۔ آپ ﷺ نے صلح نامہ کے لحاظ سے اس معاہدہ کو پسندیدگی کی نظر سے دیکھا اور معاہدہ کی شرائط کے ساتھ دونوں جانب سے معاہدہ کی توثیق اور تصدیق عمل میں آگئی۔ معاہدہ کی شرائط حسب ذیل تھیں۔

(i) اس سال مسلمان مکہ میں داخل ہوئے بغیر ہی واپس چلے جائیں۔

(ii) آئندہ سال مسلمان مکہ میں بغرض عمرہ اس طرح داخل ہوں گے کہ معمولی حفاظتی ہتھیاروں کے علاوہ کوئی جنگی ہتھیار نہیں ہوگا اور

تلواریں نیام کے اندر ہی رہیں گی۔ اور صرف تین دن قیام کریں گے، اور جب تک وہ رہیں گے ہم مکہ چھوڑ کر پہاڑوں پر چلے جائیں گے۔

(iii) معاہدہ کی مدت کے اندر دونوں جانب امن وعافیت کے ساتھ آمد ورفت کا سلسلہ جاری رہے گا۔

(iv) اگر کوئی شخص مکہ سے اپنے ولی کی اجازت کے بغیر مسلمان ہو کر بھی مدینہ چلا جائے تو اس کو مکہ واپس کرنا ہوگا، اور اگر مدینہ سے کوئی شخص مکہ بھاگ آئے گا تو ہم اس کو واپس نہیں کریں گے۔

(v) تمام قبائل آزاد ہیں کہ ہر دو فریق میں سے جو جس کا حلیف بننا پسند کرے اس کا حلیف بن جائے۔

(vi) یہ معاہدہ دس سال تک قائم رہے گا اور کوئی فریق اس مدت کے اندر اس کی خلاف ورزی نہیں کرے گا۔

یہ شرائط بظاہر مسلمانوں کے سخت خلاف تھیں۔ معاہدہ جب مکمل ہو گیا تو مسلمانوں نے یہ محسوس کیا کہ اس میں ہمارا پہلو کمزور رہا، اور صورت حال یہ ہو گئی کہ گویا ہم نے دب کر صلح کی ہے حتیٰ کہ حضرت عمرؓ سے ضبط نہ ہو سکا اور اعلاء کلمۃ اللہ اور اسلام کی سربلندی کے جذبہ نے مجبور کیا کہ رسول اکرم ﷺ کی خدمتِ اقدس میں عرض کریں "یارسول اللہ! کیا یہ حدیبیہ کا واقعہ "فتح" ہے؟ حضور اقدس ﷺ نے ارشاد فرمایا "ہاں! قسم بخدا بلاشبہ یہ "فتح" ہے۔ صلح کے بعد تین دن تک آپ نے حدیبیہ میں قیام فرمایا، پھر روانہ ہوئے تو راہ میں یہ سورہ فتح اتری۔ (۱۳۸)

انا فتحنا لک فتحا مبینا O (۱۳۹) ہم نے تجھ کو کھلی ہوئی فتح عنایت کی۔

اس صلح نامہ کی تمام شرائط بظاہر مسلمانوں کے خلاف تھیں اور مسلمانوں کے لئے یہ معاہدہ ذلت اور شکست کا باعث نظر آرہا تھا۔ لیکن اللہ تعالیٰ نے واضح طور پر اس صلح نامہ حدیبیہ کو فتح مبین قرار دیا یہ بات کسی معجزہ سے کم نہیں کہ حالات وواقعات مخالف ہوں، دشمن ہر طرح حاوی نظر آرہے ہوں اور ان حالات میں مالک حقیقی پروردگار عالم کی جانب سے فتح ونصرت کی نوید سنائی جارہی ہو۔ مختلف آئمہ دین اس سلسلے میں اس صلح نامہ کے فتح مبین ہونے کو اس طرح واضح کرتے ہیں۔

امام حدیث وسیرت زہریؒ (رحمۃ اللہ) فرماتے ہیں: اسلام میں جو عظیم الشان فتوحات شمار کی گئی ہیں، اس میں سب سے پہلی "فتحِ عظیم"، صلح حدیبیہ ہے، اس لئے کہ اس سے قبل برابر کفار ومشرکین سے جنگ وپیکار کا سلسلہ جاری تھا، اور جب یہ "صلح"، عمل میں آگئی تو اس کی وجہ سے ہر دو فریق کو امن واطمینان کے ساتھ ایک دوسرے سے ملنے اور گفتگو کرنے کا موقع میسر آیا، اور تبادلۂ خیال کی آزادی نصیب ہوئی، نتیجہ یہ نکلا کہ جو شخص بھی اسلام کو اپنی عقلِ صحیح سے جانچتا اور اس کی حقیقت پر غور کرتا، اس کے لئے بجز اس کے کوئی چارہ باقی نہ رہتا تھا کہ وہ فوراً اسلام قبول کرلے، چنانچہ ان دو سال میں (جب تک معاہدہ پر عمل رہا اور مشرکین نے اپنی جانب سے اس کی خلاف ورزی نہیں کی) لوگ اس قدر مسلمان ہوئے کہ اس سے قبل پوری مدت میں اسی قدر یا اس سے بھی کم مسلمان ہوئے تھے۔

حافظ ابن حجر عسقلانیؒ ارشاد فرماتے ہیں: "اس مقام پر "فتح مبین" سے مراد واقعۂ حدیبیہ ہے، صلح حدیبیہ نے درحقیقت "فتح مبین"، "فتحِ مکہ" کے لئے راہ کھول دی، یہ اس لئے کہ جب جنگ کا خطرہ درمیان سے جاتا رہا اور امن واطمینان کی صورت پیدا ہو گئی تو مکہ اور مدینہ کے درمیان سلسلۂ آمد ورفت بے خوف وخطر ہونے لگا اور حضرت خالد بن ولید (رضی اللہ عنہ) اور حضرت عمرو بن العاص (رضی اللہ عنہ) جیسے شجیع اور مدبر حضرات کا قبول اسلام اس صلح کا کارنامہ ہے اور یہی اسباب ترقی آہستہ آہستہ "فتحِ مکہ" کا باعث بنے۔

زہری کے قول کی تائید اس حقیقت حال سے بخوبی ہو جاتی ہے کہ واقعۂ حدیبیہ میں جب نبی اکرم ﷺ نکلے ہیں تو چودہ سو مسلمان جلو میں تھے اور دو سال بعد جب فتح مکہ کے لئے نکلے تو دس ہزار کی تعداد تھی۔" (۱۴۰)

صلح حدیبیہ کی اہمیت اور فضیلت کا اندازہ اس بات سے لگایا جاسکتا ہے کہ جس دن یہ صلح ہوئی حضور اکرم ﷺ نے تمام موجود صحابہ کرام سے فرمایا کہ آج تم تمام زمین والوں سے افضل ہو۔ حضرت جابرؓ جو اس صلح نامہ کے وقت آپ ﷺ کے ساتھ موجود تھے اس حدیث کو روایت فرمایا ہے۔

حدثنا علی حدثنا سفیٰن قال عمرو سمعت جابر بن عبد اللّٰہ قال قال لنا رسول اللّٰہ ﷺ وسلم یوم الحدیبیۃ انتم خیر اھل الارض وکنا الفا و اربع مائۃ ولو کنت ابصر الیوم لاریتکم مکان الشجرۃ تابعہ الاعمش سمع سالما سمع جابرا الفا و اربع مائۃ وقال عبید اللّٰہ بن معاذ حدثنا ابی حدثنا شعبۃ عن عمرو بن مرۃ حدثنی عبد اللّٰہ ابن ابی اوفٰی کان اصحاب الشجرۃ الفا الثلث مائۃ وکانت اسلم ثمن المھاجرین . (۱۴۱)

علی بن عبداللہ مدینی، سفیان بن عیینہ، عمرو بن دینار، حضرت جابر بن عبداللہ سے روایت کرتے ہیں، انہوں نے کہا، کہ رسول اکرم ﷺ نے حدیبیہ کے دن صحابہؓ سے ارشاد فرمایا، آج تم تمام زمین والوں سے افضل ہو، جابرؓ کہتے ہیں، اس دن چودہ سو آدمی تھے، اگر آج میں بینا ہوتا تو تم کو درخت کی جگہ بتاتا، اس حدیث کو سفیان کے ساتھ اعمش بھی بیان کرتے ہیں، انہوں سے سالم بن ابی جعد سے سنا اور انہوں نے حضرت جابرؓ سے سنا، کہ چودہ سو آدمی تھے، عبیداللہ بن معاذ نے شعبہ بن حجاج سے، انہوں نے عمرو بن مرہ سے اور ان سے عبداللہ بن ابی اوفٰی نے بیان کیا، کہ بیعت رضوان میں لوگوں کی تعداد ۱۳ سو تھی، اور قبیلہ اسلم کے لوگ مہاجرین کے آٹھویں حصہ کے برابر تھے۔

صلح حدیبیہ کے موقع پر آپ ﷺ کی ذات مبارکہ سے جو معجزات ظہور پذیر ہوئے وہ ان احادیث مبارکہ سے ظاہر ہیں۔

حدثنی فضل بن یعقوب حدثنا الحسن بن محمد بن اعین ابو علی الحرانی حدثنا زھیر حدثنا ابو اسحاق قال انبانا البرآء بن عازب انھم کانوا مع رسول اللّٰہ ﷺ یوم الحدیبیۃ الفا واربع مائۃ او اکثر فنزلوا علٰی بئر فنزحوھا فاتوا رسول اللّٰہ ﷺ فاتی البئر وقعد علٰی شفیر ھاثم قال ائتونی بدلو من مآئھا فاتی بہ فبصق فدعا ثم قال دعوھا ساعۃ فارووا انفسھم ورکابھم حتّٰی ارتحلوا. (۱۴۲)

فضل بن یعقوب، حسن بن محمد بن اعین، ابوعلی حرانی زھیر بن معاویہ، ابواسحٰق سبیعی نے کہا، کہ ہم کو حضرت براء بن عازب نے بتایا، کہ ہم سب لوگ حدیبیہ میں رسول اکرم ﷺ کے ہمراہ چودہ سو سے کچھ زیادہ تھے، ہم ایک کنویں پر آ کر ٹھہرے، تمام پانی نکال لیا، پھر آنحضرت ﷺ کی خدمت میں حاضر ہو کر عرض کیا، یارسول اللہ! پانی باقی نہیں رہا، کیا کرنا چاہئے، آپ فوراً تشریف لائے، کنویں کی منڈیر پر بیٹھ گئے، اور فرمایا: اس کے پانی کا ایک ڈول لے آؤ، جو حاضر کیا گیا، آپ نے اس میں اپنا لعاب دہن ڈالا، اور خدا سے دعا فرمائی، ذرا ٹھہرے کہ تمام لوگوں نے خود بھی اور اپنے جانوروں کو بھی جی بھر کے پانی پلایا۔

حدثنا یوسف بن عیسٰی حدثنا ابن فضیل حدثنا حصین عن سالم عن جابرؓ قال عطش الناس یوم الحدیبیۃ ورسول اللّٰہ ﷺ بین یدیہ رکوۃ فتوضاء منھا ثم اقبل الناس نحوہٗ فقال رسول اللّٰہ ﷺ مالکم قالوا یا رسول اللّٰہ لیس عندنا مآء نتوضا بہ ولا نشرب الا ما فی رکوتک قال فوضع النبی ﷺ یدہٗ فی الرکوۃ فجعل المآء یفور من اصابعہ کامثال العیون قال فشربنا وتوضانا فقلت لجابر کم کنتم یومئذ قال لو کنا مائۃ الف لکفانا کنا خمس عشرۃ مائۃ. (۱۴۳)

یوسف بن عیسٰی، محمد بن فضیل، حصین بن عبدالرحمٰن، سالم، حضرت جابرؓ سے روایت کرتے ہیں، کہ انہوں نے کہا، کہ حدیبیہ کے دن لوگ پانی کی سخت تنگی محسوس کر رہے تھے، صرف رسول اکرم ﷺ کے پاس ایک برتن تھا، جس میں پانی موجود تھا، آپ نے اس سے وضو کیا، اور لوگوں سے پوچھا کیا حال ہے؟ سب نے کہا، یارسول اللہ! بس یہی اتنا پانی ہے جس سے آپ وضو کر رہے ہیں، حضرت جابرؓ کہتے ہیں کہ، آپ نے یہ سنتے ہی اپنا دست مبارک پانی میں رکھ دیا، اور آپ ﷺ کی انگلیوں سے پانی فوارے کی طرح پھوٹنے لگا، یہاں تک کہ ہم سب نے وضو کیا، اور خوب پیا، سالم نے دریافت کیا، اس دن آپ سب کتنے آدمی تھے، انہوں نے فرمایا، کہ ہم ایک لاکھ کی تعداد میں بھی ہوتے، تب بھی وہ پانی ہمارے لئے کافی ہوتا، مگر اس دن ہم کل پندرہ سو آدمی تھے۔

الفتح الاعظم فتح مکہ اور اس دوران پیش آنے والے معجزات:

صلح حدیبیہ کے بعد تقریباً ڈیڑھ سال تک دونوں جانب (یعنی مسلمانوں اور قریش مکہ) سے معاہدہ پر پوری طرح عملدرآمد ہوتا رہا۔ اس معاہدہ کی ایک شرط یہ بھی تھی کہ تمام قبائل عرب اس بات کے لئے آزاد ہوں گے کہ نبی اکرم ﷺ یا قریش مکہ جس کا حلیف بننا چاہیں بن جائیں۔ معاہدہ کے فوراً بعد ہی عرب کے قبیلے خزاعہ نے مسلمانوں کا حلیف بننا پسند کیا اور قبیلہ بنو بکر قریش کے حلیف بن گئے ان دونوں قبیلوں کے درمیان عرصہ دراز سے جنگ وجدل کا سلسلہ جاری رہ چکا تھا، اس ڈیڑھ سال میں ان کا یہ سلسلہ بند رہا لیکن اچانک کسی بات پر دونوں قبیلوں میں جنگ چھڑ گئی اور قریش نے بھی بنو بکر کا ساتھ دیا، لیکن جلد ہی اپنی حرکت پر نادم ہوئے اور ابوسفیان کو مدینہ حضور اکرم ﷺ کے پاس روانہ کیا تا کہ مسلمانوں میں اشتعال دور کرنے کے لئے یہ تدبیر کریں کہ قریش سابق معاہدہ میں از سرِ نو توثیق اور مدت میں مزید اضافہ چاہتے ہیں۔ چنانچہ ابوسفیان نے آپ ﷺ کی خدمت میں حاضر ہو کر اپنی عرض گذار کی تو آپ ﷺ نے فرمایا کہ اس تجدید اور توثیق کی کیا ضرورت پیش آ گئی کیا کوئی نیا واقعہ پیش آیا ہے۔ ابوسفیان نے کہا نہیں کوئی نئی بات نہیں ہے۔ چنانچہ آپ ﷺ نے فرمایا تم مطمئن رہو ہم اپنے عہد پر قائم ہیں لہٰذا ابوسفیان یہاں سے ناکام ہو کر قریش روانہ ہو گیا۔

اب اس ساری صورتحال کو دیکھتے ہوئے آپ ﷺ نے جہاد کی تیاری شروع کر دی۔ کیونکہ قریش نے خود عہد کی خلاف ورزی کی تھی۔ آپ ﷺ نے اطراف مدینہ یہ اعلان عام کرا دیا کہ جو شخص اللہ اور اس کے رسول اللہ ﷺ پر ایمان رکھتا ہو وہ رمضان تک مدینہ پہنچ جائے۔ آپ ﷺ پوری کوشش فرما رہے تھے کہ کسی طرح ہماری تیاری کا حال قریش کو نہ معلوم ہو جائے، کیونکہ آپ ﷺ کی دلی خواہش یہ تھی کہ مکہ میں جنگ بپا نہ ہونے پائے اور قریش مرعوب ہو کر منقاد و مطیع ہو جائیں۔ (۱۴۴)

حاطب بن بلتعہؓ ایک بدری صحابی تھے، ان کے اہل وعیال مکہ ہی میں تھے کہ یہ صورت حال پیش آ گئی، انہوں نے یہ خیال کرتے ہوئے کہ اس واقعہ کا حال بہر حال مشرکین کو معلوم ہو ہی جائے گا، سو اگر میں بھی قریش مکہ کو اس کی اطلاع کر دوں تو ہمارا (مسلمانوں کا) کوئی نقصان بھی نہیں ہو گا اور میں اُن کی ہمدردی حاصل کر کے اپنے اہل وعیال کو ان کی مضرت سے بھی محفوظ رکھ سکوں گا، مشرکین مکہ کے نام ایک مکتوب لکھ دیا، نبی اکرم (ﷺ) کو بذریعہ وحی الٰہی یہ معلوم ہو گیا، اور آپ ﷺ نے حضرت علیؓ، مقدادؓ، زبیرؓ کو مامور فرمایا کہ روضۃ خاخ جاؤ، وہاں ناقہ سوار عورت ملے گی، وہ جاسوس ہے، کے پاس ایک خط ہے، وہ اس سے چھین لو، یہ حضرات روضۃ خاخ پہنچے تو عورت کو موجود پایا، انہوں نے خط کا مطالبہ کیا، عورت نے انکار کیا کہ میرے پاس کوئی خط نہیں ہے، مگر جب انہوں نے جامہ تلاشی کی دھمکی دی تو مجبور ہو کر اس نے سر کے بالوں میں سے ایک پرچہ نکال کر دیا۔ (۱۴۵)

حدثنا قتيبة حدثنا سفيان عن عمرو بن دينار قال اخبرني الحسن بن محمد انهٔ سمع عبيد الله بن ابی رافع يقول سمعت عليا رضی الله عنه يقول بعثنی رسول الله ﷺ انا والزبير والمقداد فقال انطلقوا حتّٰی تأتوا روضة خاخ فان بها ظعينة معها كتاب فخذوه منها قال فانطلقنا تعادٰی بنا خيلنا حتّٰی اتينا الروضة فاذا نحن بالظعينة قلنا لها اخرجي الكتاب قالت ما معي كتاب فقلنا لتخرجن الكتاب او لنلقين الثياب قال فاخرجته من عقاصها فاتينا به رسول الله ﷺ فاذا فيه من حاطب بن ابی بلتعة الٰی ناس بمكة من المشركين يخبرهم ببعض امر رسول الله ﷺ فقال رسول الله ﷺ يا حاطب ما هذا؟ قال يا رسول الله لا تعجل علی انی كنت امرأ ملصقا فی قريش يقول كنت حليفا ولم اكن من انفسها وكان من معک من المهاجرين من لهم قرابات يحمون اهليهم واموالهم فاحببت اذ فاتنی ذٰلک من النسب فيهم ان اتخذ عندهم يدا يحمون قرابتی ولم افعله ارتدادا عن دينی ولا رضا بالكفر بعد الاسلام : فقال رسول الله ﷺ اما انهٔ قد صدقكم

فقال عمر یا رسول اللہ دعنی اضرب عنق ھذا المنافق فقال انہ قد شھد بدرا وما یدریک لعل اللہ اطلع علی من شھد بدرا قال اعملوا ما شئتم فقد غفرت لکم فانزل اللہ السورۃ یایھا الذین امنوا لا تتخذوا عدوی وعدوکم اولیآء تلقون الیھم بالمودۃ الی قولہ فقد ضل سوآء السبیل۔ (۱۴۶)

ترجمہ: قتیبہ، سفیان، عمرو بن دینار، حسن بن محمد، عبیداللہ بن ابی رافع حضرت علی رضی اللہ عنہ سے روایت کرتے ہیں، وہ فرماتے ہیں، کہ مجھے زبیر اور مقداد کو نبی ﷺ نے بھیجا، اور آپ نے فرمایا تم لوگ جاؤ حتی کہ (مقام) روضۂ خاخ تک پہنچو۔ وہاں تمہیں ایک کجادہ نشین عورت ملے گی۔ جس کے پاس ایک خط ہوگا، وہ خط اس سے لے لو، حضرت علی فرماتے ہیں، کہ ہمارے گھوڑے تیزی کے ساتھ ہمیں لے اڑے، حتی کہ روضہ خاخ پہنچ گئے، وہاں ہمیں ایک کجادہ نشین عورت ملی، ہم نے اس سے کہا خط نکال اس نے کہا میرے پاس کوئی خط نہیں، ہم نے اس سے کہا، کہ یا تو، تو خط نکال دے ورنہ ہم تیرے کپڑے اتار (کر تلاشی) لیں گے، تو اس نے اپنی چوٹی میں سے خط نکالا، ہم وہ خط لے کر رسول اللہ ﷺ کے پاس آئے، تو اس میں لکھا ہوا تھا، حاطب بن ابی بلتعہ کی جانب سے مشرکین مکہ کے نام، انہیں آنحضرت ﷺ کے بعض معاملات (جنگ) کی اطلاع دے رہے تھے، رسول اللہ ﷺ نے حاطب سے فرمایا، حاطب یہ کیا ہے؟ انہوں نے جواب دیا، یا رسول اللہ مجھ پر جلدی نہ کیجئے، میں ایسا آدمی ہوں کہ قریش سے میرا تعلق ہے، یعنی میں ان کا حلیف ہوں، اور میں ان کی ذات سے نہیں اور آپ کے ساتھ جو مہاجر ہیں، ان سب کے رشتہ دار ہیں، جو ان کے مال، اولاد کی حمایت کر سکتے ہیں، چونکہ ان سے میرے قرابت نہیں تھی، اس لئے میں نے چاہا، کہ ان پر کوئی ایسا احسان کر دوں، جس سے وہ میری رشتہ داری کی حفاظت کریں، اور یہ کام میں نے اپنے دین سے پھر جانے اور اسلام لانے کے بعد کفر پر راضی ہونے کے سبب نہیں کیا۔ تو رسول اللہ ﷺ نے فرمایا، دیکھو، حاطب نے تم سے سچ سچ کہہ دیا ہے۔ حضرت عمرؓ نے عرض کیا یا رسول اللہ مجھے اجازت دیجئے کہ میں اس منافق کی گردن ماردوں، آپ نے فرمایا (نہیں نہیں کہ) یہ بدر میں شریک تھے، اور تمہیں کیا معلوم ہے کہ اللہ تعالیٰ نے حاضرین بدر کی طرف التفات کر کے فرمایا تھا کہ تم جو تمہارا جی چاہے، عمل کرو، کہ میں تمہیں بخش چکا، پھر اللہ تعالیٰ نے یہ سورۃ نازل فرمائی کہ "اے ایمان والو! تم میرے اور اپنے دشمنوں کو دوست مت بناؤ، کہ تم ان سے اپنی محبت ظاہر کرو،" آخر آیت ضل سوآء السبیل تک۔

بہر حال رمضان کی ابتدائی تاریخیں تھیں کہ ذات اقدس (ﷺ) دس ہزار جاں نثاروں کے ساتھ مکہ کی جانب روانہ ہوئے، آپ ﷺ جب قدید اور عسفان کے درمیان کدید تک پہنچے تو دیکھا کہ مسلمانوں پر روزہ کی سختی حد سے متجاوز ہوتی جارہی ہے، تب آپ نے پانی طلب فرمایا مجمع کے سامنے نوش فرمایا۔ تاکہ صحابہؓ دیکھ لیں اور سمجھ لیں کہ مسافرت اور پھر جہاد کے موقع پر افطار کی اجازت ہے۔ (۱۴۷)

حدثنا عبد اللہ بن یوسف حدثنا اللیث قال حدثنی عقیل عن ابن شھاب قال اخبرنی عبید اللہ بن عبد اللہ بن عتبۃ ان ابن عباسؓ اخبرہ ان رسول اللہ ﷺ غزا غزوۃ الفتح فی رمضان. قال وسمعت ابن المسیب یقول مثل ذلک. وعن عبید اللہ ان ابن عباس رضی اللہ عنھما قال: صام رسول اللہ ﷺ حتی اذا بلغ الکدید المآء الذی بین قدید و عسفان افطر فلم یزل مفطرا حتی انسلخ الشھر. (۱۴۸)

غزوہ فتح (مکہ) کا بیان، جو رمضان (۸ھ) میں پیش آیا، عبداللہ بن یوسف، لیث، عقیل ابن شہاب، عبیداللہ بن عبداللہ بن عتبہ، حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما سے روایت کرتے ہیں، انہوں نے بیان کیا کہ، رسول اللہ ﷺ نے غزوہ فتح (مکہ) رمضان میں کیا۔ زہری کہتے ہیں، کہ میں نے ابن مسیب سے بھی ایسا ہی سنا ہے، اور عبیداللہ نے بواسطہ حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما روایت کیا کہ آنحضرت ﷺ نے روزہ رکھا، یہاں تک کہ جب (مقام) کدید میں اس چشمہ پر پہنچے، جو قدید اور عسفان کے درمیان ہے تو آپ نے روزہ افطار کیا، پھر اس ماہ کے ختم ہونے تک روزہ نہیں رکھا۔

قریش کو حضور اکرم ﷺ اور اسلامی لشکر کی اطلاع پہنچ گئی چنانچہ انہوں نے ابوسفیان کو مزید دو افراد کے ساتھ آنحضرت کی خبر لینے بھیجا۔

اسلامی لشکر جب مدینہ کے قریب پہنچا تو ابوسفیان چھپ کر لشکر کا صحیح اندازہ کر رہے تھے کہ اچانک مسلمانوں نے گرفتار کر کے خدمتِ اقدس میں پیش کیا، آپ ﷺ نے ابوسفیان پر نگاہِ کرم ڈالتے ہوئے معاف کر دیا، اور قید سے آزاد کر دیا، ابوسفیان نے رحمۃ للعالمین ﷺ کا یہ خلق دیکھا تو فوراً مشرف باسلام ہو گئے، اسی طرح عبداللہ بن ابی امیہ بھی اسلام کے والہ وشیدا بن کر حاضر خدمت ہوئے، آپ ﷺ نے ان حضرات کے قبولِ اسلام پر بہت مسرت کا اظہار فرمایا اور ارشاد فرمایا: "لا تثریب علیکم الیوم یغفر اللّٰہ لکم وھو ارحم الراحمین." نبی کریم ﷺ نے حضرت عباسؓ سے فرمایا کہ ابوسفیان کو ابھی مکہ واپس نہ جانے دو اور سامنے کی پہاڑی پر لے جاؤ تا کہ وہ مسلمانوں کی شان وشوکت کا اندازہ کر سکے۔ (۱۴۹)

حدثنا عبید بن اسماعیل حدثنا ابو اسامة عن هشام عن ابیه قال لما سار رسول اللّٰه ﷺ عام الفتح فبلغ ذٰلک قریشا خرج ابو سفیان بن حرب و حکیم بن حزام وبدیل بن ورقآء یلتمسون الخبر عن رسول اللّٰه ﷺ فاقبلوا یسیرون حتّٰی اتوا مر الظهران فاذا هم بنیران کانها نیران عرفةفقال ابو سفیان : ما هٰذهٖ لکانها نیران عرفة. فقال بن بدیل بن ورقآء : نیران بنی عمرو فقال ابو سفیان عمرو اوّل من ذٰلک فراهم ناس من حرس رسول اللّٰه ﷺ فادر کوهم فاخذوهم فاتوا بهم رسول اللّٰه ﷺ فاسلم ابوسفیان، فلما سار قال للعباسؓ : احبس ابا سفیان عند حطم الخیل حتّٰی ینظر الی المسلمین فحبسهٗ العباس فجعلت القبآئل تمر مع النبی ﷺ تمر کتیبة کتیبةعلٰی ابی سفیان فمرت کتیبة قال یا عباس من هٰذهٖ ؟ قال هٰذهٖ غفار قال مالی ولغفار ثم مرت جهینة قال مثل ذٰلک. ثم مرت سعد بن هذیم فقال مثل ذٰلک. ومرت سلیم فقال مثل ذٰلک. حتّٰی اقبلت کتیبة لم یر مثلها قال من هٰذهٖ قال : هٰؤلآء الانصار علیهم سعد ابن عبادة معه الرایة.فقال سعد بن عبادة یا ابا سفیان الیوم یوم الملحمة الیوم تستحل الکعبة. فقال ابوسفیان یا عباس حبذا یوم الذمار. ثم جآء ت کتیبة وهی اقل الکتائب فیهم رسول اللّٰه ﷺ واصحابهٗ ورایة النبی ﷺ مع الزبیر ابن العوام. فلما مر رسول اللّٰه ﷺ بابی سفیان قال : الم تعلم ما قال سعد بن عبادة قال ما قال ؟ قال کذا و کذا فقال کذب سعد ولکن هٰذا یوم یعظم اللّٰه فیه الکعبة ویوم تکسٰی فیه الکعبة قال وامر رسول اللّٰه ﷺ ان ترکز رایتهٗ بالحجون قال عروة واخبرنی نافع بن جبیر بن مطعم قال سمعت العباس یقول للزبیر بن العوام یا ابا عبد اللّٰه هٰهنا امرک رسول اللّٰه ﷺ ان ترکز الرایة قال وامر رسول اللّٰه ﷺ یومئذ خالد بن الولید ان یدخل من اعلٰی مکة من کدآء ودخل النبی ﷺ من کدا فقتل من خیل خالد یومئذ رجلان حبیش بن الاشعر وکرز بن جابر الفهری. (۱۵۰)

ترجمہ: عبید بن اسماعیل، ابواسامہ، ہشام، اپنے والد سے روایت کرتے ہیں، کہ جب آنحضرت ﷺ فتح (مکہ) کے سال روانہ ہوئے، تو قریش کو اس کی خبر پہنچ گئی، ابوسفیان بن حرب حکیم بن حزام اور بدیل بن ورقاء (قریش کی جانب سے) رسول اللہ ﷺ کی خبر لینے کے لئے نکلے۔ یہ تینوں چلتے چلتے (مقام) مرالظہر ان تک پہنچے، وہاں بکثرت آگ اس طرح روشن دیکھی جس طرح عرفہ میں ہوتی ہے، ابوسفیان نے کہا، یہ آگ کیسی ہے، جیسے عرفہ میں ہوتی ہے، بدیل بن ورقا نے جواب دیا، بنوعمرو کی آگ ہوگی، ابوسفیان نے کہا، عمرو کی تعداد اس سے بہت کم ہے، ان تینوں کو آنحضرت ﷺ کے محافظوں نے دیکھ کر پکڑ لیا، اور انہیں آنحضرت ﷺ کی خدمت میں پیش کیا، ابوسفیان تو مسلمان ہو گئے، پھر جب رسول اللہ ﷺ روانہ ہوئے، تو آنحضرت ﷺ نے حضرت عباسؓ سے فرمایا کہ ابوسفیان کو لشکر اسلام کی تنگ گزرگاہ کے پاس ٹھہرانا تا کہ یہ لشکر اسلام کا نظارہ کر سکیں) انہیں حضرت عباسؓ نے وہاں کھڑا کر

دیا، اب آنحضرت ﷺ کے ساتھ قبائل گذرنا شروع ہوئے، لشکر کا ایک ایک دستہ ابوسفیان کے پاس سے گذرنے لگا، چنانچہ جب ایک دستہ گزرا، تو ابوسفیان نے پوچھا، اے عباس یہ کون سا دستہ ہے؟ انہوں نے کہا یہ قبیلہ غفار ہے، ابوسفیان نے کہا، کہ میری اور قبیلہ غفار کی لڑائی تو نہ تھی، پھر قبیلہ جہینیہ گزرا تو اسی طرح کہا، پھر سعد بن ہذیم گزرا، تو اسی طرح کہا، پھر سلیم گزرا، تو اسی طرح کہا، پھر ایک دستہ گزرا کہ اس جیسا دیکھا ہی نہ تھا، ابوسفیان نے کہا یہ کون ہے؟ عباسؓ نے کہا یہ انصار ہیں، ان کے سپہ سالار سعد بن عبادہ ہیں، جن کے پاس پرچم ہے، سعد بن عبادہؓ نے کہا اے ابوسفیان آج کا دن جنگ کا دن ہے آج کعبہ (میں کافروں کا کشت و خون) حلال ہو جائے گا، ابوسفیان نے کہا، اے عباس ہلاکت (کفار) کا دن کتنا اچھا ہے، پھر ایک سب سے چھوٹا دستہ آیا، جس میں آنحضرت ﷺ اور آپ کے (مہاجر) اصحاب تھے، اور نبی ﷺ کا پرچم زبیر بن عوام کے پاس تھا، جب نبی ﷺ ابوسفیان کے پاس سے گزرے، تو ابوسفیان نے کہا، آپ کو معلوم ہے کہ سعد بن عبادہ نے کیا کہا ہے، آپ نے فرمایا، کیا کہا ہے، ابوسفیان نے کہا ایسا ایسا کہا ہے آپ نے فرمایا، سعد نے صحیح نہیں کہا، لیکن آج کا دن تو وہ دن ہے جس میں اللہ تعالیٰ، کعبہ کو عظمت و بزرگی عطا فرمائے گا، اور کعبہ کو آج غلاف پہنایا جائے گا، عروہ کہتے ہیں، کہ رسول اللہ ﷺ نے اپنے پرچم کو (مقام) حجون میں نصب کرنے کا حکم دیا، عروہ کہتے ہیں کہ مجھے نافع بن جبیر بن مطعم نے بتایا، کہ انہوں نے عباسؓ کو زبیر بن عوامؓ سے یہ کہتے ہوئے سنا، کہ اے ابو عبداللہ رسول اللہ ﷺ نے آپ کو یہاں پرچم نصب کرنے کا حکم دیا ہے، عروہ کہتے ہیں، کہ رسول اللہ ﷺ نے اس دن خالد بن ولید کو حکم دیا، کہ وہ مکہ کے اوپر کے حصہ یعنی کدا سے داخل ہوں، اور خود آنحضرت ﷺ کدا سے داخل ہوئے، اس دن خالد کے دستہ کے دو آدمی حبیش بن اشعر اور کرز بن جابر فہری شہید ہوئے (باقی اور کسی کا کان بھی گرم نہیں ہوا)۔

حضور اکرم ﷺ عظیم فتح کے موقع پر ناقہ پر سوار سورۂ فتح کی خوش الحانی سے تلاوت فرماتے ہوئے اپنے شہر مکہ میں داخل ہوئے۔

حدثنا ابو الوليد حدثنا شعبة عن معاوية بن قرة قال سمعت عبد الله بن مغفل يقول رايت رسول الله ﷺ يوم فتح مكة على ناقته وهو يقرأ سورة الفتح يرجع. وقال لولا ان يجتمع الناس حولي لرجعت كما رجع. (١٥١)

ابوالولید، شعبہ، معاویہ بن قرہ، عبداللہ بن مغفل رضی اللہ عنہ سے روایت کرتے ہیں، انہوں نے بیان کیا، کہ میں نے فتح مکہ کے دن رسول اللہ ﷺ کو ناقہ پر سوار، خوش الحانی سے سورہ فتح پڑھتے ہوئے دیکھا، معاویہ کہتے ہیں، کہ اگر مجھے لوگوں کے ارد گرد جمع ہو جانے کا اندیشہ نہ ہوتا، تو میں آپ کی طرح خوش الحانی کر کے دکھاتا (جیسا کہ عبداللہ بن مغفل نے کی تھی)۔

جب مرالظہر ان میں حضرت عباس رضی اللہ عنہ نے ابوسفیان (رضی اللہ عنہ) کو قبول اسلام کے لئے خدمتِ اقدس میں پیش کیا تھا تو یہ بھی عرض کیا تھا: یارسول اللہ ﷺ! ابوسفیان میں فخر کا مادہ ہے اس لئے اگر اس کو کوئی امتیازی حیثیت نصیب ہو جائے تو بہتر ہو۔ آپ ﷺ نے ارشاد فرمایا: "**من دخل دار ابى سفيان فهو امن** " جو شخص ابوسفیان کے مکان میں داخل ہو جائے گا اُس کو امن ہے۔" غرض جب آپ باعزت و اجلال مکہ میں داخل ہوئے تو اس وقت یہ اعلان کرا دیا: (i) جو مکان بند کر کے بیٹھ جائے اُس کو امن ہے۔ (ii) جو ابوسفیان کے مکان میں پناہ لے اُس کو امن ہے۔ (iii) جو مسجد حرام میں پناہ لے اس کو امن ہے۔

البتہ اس امنِ عام اور عفوِ عظیم سے چند ایسی ہستیوں کو مستثنیٰ فرما دیا، جنہوں نے اسلام کے خلاف بہت زہر چکانی کی تھی اور مسلمانوں کی ایذا رسانی میں بہت زیادہ حصہ لیا تھا، مگر ان میں سے اکثر اس وقت چھپ گئے یا فرار ہو گئے اور آہستہ آہستہ عفوِ عام سے مستفیض ہو کر مشرف باسلام ہو گئے۔

نبی کریم (ﷺ) مکہ میں اس شان سے داخل ہوئے کہ آپ ﷺ کا عَلَم سپید رنگ کا تھا اور آپ ﷺ کا پرچم عقاب نامی سیاہ رنگ تھا، سر پر مغفر اوڑھے اور اس پر سیاہ عمامہ باندھے ہوئے تھے اور سورہ "انا فتحنا" پڑھتے ہوئے آیات کو بلند آواز سے دہراتے جاتے تھے،

اور تواضع کا یہ عالم تھا کہ درگاہِ الٰہی میں خشوع وخضوع کے ساتھ ناقہ پر اس درجہ جھکے ہوئے تھے کہ چہرۂ مبارک ناقہ کی پیٹھ کو مس کر رہا تھا۔

نبی اکرم (ﷺ) نے کعبہ کا طواف کیا اور پھر بتوں کے سامنے کھڑے ہو کر لکڑی سے اُن کو چرکا دیتے جاتے اور یہ پڑھتے جاتے تھے:"**جآء الحق وزهق الباطل وما يبدئ الباطل وما يعيد**" (حق آ پہنچا اور باطل اُڑ گیا، اور باطل نہ کسی شے کو پیدا کرے اور نہ پھیر کر لائے (یعنی باطل تو خود فنا ہونے کے لئے ہے)۔ (۱۵۲)

حدثنا صدقة بن الفضل اخبرنا ابن عيينة عن ابن ابى نجيح عن مجاهد عن ابى معمر عن عبد الله رضى الله عنه قال دخل النبى ﷺ مكة يوم الفتح و حول البيت ستون وثلث مائة نصب فجعل يطعنها بعود فى يدهٖ ويقول : جآء الحق وزهق الباطل جآء الحق وما يبدئ الباطل وما يعيد. (۱۵۳)

ترجمہ: صدقہ بن فضل، ابن ابی نجیح، مجاہد، ابو معمر، حضرت عبداللہ رضی اللہ عنہ سے روایت کرتے ہیں، انہوں نے بیان کیا، کہ آنحضرت ﷺ فتح (مکہ) کے دن مکہ میں داخل ہوئے، اور بیت اللہ کے ارد گرد تین سو ساٹھ بت تھے، آپ ﷺ اپنے ہاتھ کی لکڑی سے ان کو مارتے ہوئے فرماتے تھے "حق آ گیا، اور باطل ملیامیٹ ہو گیا۔" حق آیا اور اب باطل نہ آئے گا، اور نہ دوبارہ لوٹے گا۔

کعبہ جب بتوں کی نجاست وتلویث سے پاک کر دیا گیا تو نبی اکرم (ﷺ) کعبہ میں داخل ہوئے اور اُس کے گوشوں میں گھومتے ہوئے بلند آواز سے تکبیرات کہتے رہے اور نماز نفل ادا کی، باہر تشریف لائے تو مصلّٰے ابراہیمی پر جا کر نماز ادا کی، جب آپ ﷺ اور صحابہؓ ضوفرما رہے تھے تو مشرکین انگشت بدنداں وحیران تھے کہ بایں فتح وکامرانی نہ جشن ہے نہ کبر ونخوت کا اظہار، بلکہ درگاہِ الٰہی میں اظہار عبودیت کے لئے ہر ایک مجاہد بیتاب نظر آتا ہے، بلاشبہ یہ "بادشاہت" نہیں ہے بلکہ دوسرا ہی کوئی عالم ہے۔ (۱۵۴)

حدثنى اسحاق حدثنا عبد الصمد قال حدثنى ابى حدثنا ايوب عن عكرمة عن ابن عباس رضى الله عنهما ان رسول الله ﷺ لما قدم مكة ابى ان يدخل البيت وفيه الألهة فامر بها فاخرجت فاخرج صورة ابراهيم واسماعيل فى ايديهما من الازلام فقال النبى ﷺ قاتلهم الله لقد علموا ما استقسمابها قط ثم دخل البيت فكبر فى نواحى البيت وخرج ولم يصل فيه تابعهٗ معمر عن ايوب. وقال وهيب حدثنا ايوب عن عكرمة عن النبى ﷺ. (۱۵۵)

اسحاق عبدالصمد ان کے والد، ایوب، عکرمہ، ابن عباس سے روایت کرتے ہیں، وہ فرماتے ہیں، کہ رسول اللہ ﷺ جب مکہ تشریف لائے تو کعبہ میں (بہت سے) بت تھے، آپ کعبہ میں داخل ہونے سے رکے رہے، تو آپ نے اب بتوں کو نکالنے کا حکم دیا، تو انہیں نکالا گیا (ان میں) ابراہیم علیہ السلام اور اسمٰعیلؑ کی تصویریں نکالی گئیں جن کے ہاتھوں میں (پانسہ کے) تیر تھے، تو نبی ﷺ نے فرمایا، اللہ ان کافروں کو سمجھے، انہیں خوب اچھی طرح معلوم ہے ان دونوں بزرگوں نے کبھی پانسہ کے تیر نہیں پھینکے، پھر آنحضرت ﷺ کعبہ میں داخل ہوئے، اور اس کے گوشوں میں تکبیر کہی، اور اس میں بغیر نماز پڑھے ہوئے باہر تشریف لے آئے، معمر نے بواسطہ ایوب، اور وہیب نے بواسطہ ایوب، عکرمہ نبی ﷺ سے اس کے متابع حدیث روایت کی ہے۔

دخول النبی ﷺ: آپ ﷺ کعبہ میں داخل ہوئے اور کافی دیر تک اندر ٹھہرے رہے۔

من اعلٰى مكة. وقال الليث حدثنى يونس قال اخبرنى نافع عن عبد الله بن عمر رضى الله عنهما ان رسول الله ﷺ اقبل يوم الفتح من اعلٰى مكة على راحلتهٖ مردفا اسامة بن زيد ومعهٗ بلال ومعهٗ عثمان بن طلحة من الحجبة حتٰى فتح فى المسجد فامرهٗ ان يأتى بمفتاح البيت فدخل رسول الله ﷺ ومعهٗ اسامة بن زيد و بلال و عثمان بن طلحة فمكث فيه نهارا طويلا، ثم خرج فاستبق الناس فكان عبد الله بن عمر اوّل من دخل

فوجد بلالا ورآء الباب قائما فسالهٔ این صلّی رسول اللہ ﷺ فاشارلهٔ الی مکان الذی صلّی فیه. قال عبد اللہ فنسیت ان فسالهٔ کم من سجدۃ. (۱۵۶)

لیث، یونس۔ نافع، عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہما سے روایت کرتے ہیں، کہ نبی ﷺ فتح مکہ کے دن مکہ کے اوپر والے حصہ سے اپنی سواری پر اسامہ بن زید کو بٹھائے ہوئے تشریف لائے آپ کے ساتھ بلالؓ اور حاجب کعبہ عثمان بن طلحہؓ تھے، آپ نے مسجد میں اپنی سواری کو بٹھا دیا، اور عثمان کو کعبہ کی چابی لانے کا حکم دیا، آنحضرت ﷺ کے ساتھ اسامہ بن زیدؓ، بلالؓ اور عثمان بن طلحہؓ کعبہ میں داخل ہو گئے اور اس میں بہت دیر تک ٹھہرے رہے، پھر آنحضرت ﷺ باہر تشریف لے آئے اب لوگ دوڑے، سب سے پہلے حضرت عبداللہ بن عمرؓ اندر گئے، انہوں نے دروازے کے پیچھے حضرت بلالؓ کو کھڑا ہوا دیکھا، تو ان سے دریافت کیا، کہ رسول اللہ ﷺ نے نماز کہاں پڑھی ہے؟ تو بلالؓ نے آنحضرت ﷺ کے نماز پڑھنے کی جگہ بتادی، عبداللہؓ کہتے ہیں، کہ میں بلالؓ سے یہ پوچھنا بھول گیا، کہ آنحضرت ﷺ نے کتنی رکعتیں پڑھی تھیں۔

اب لوگ منتظر تھے کہ دیکھیے جن مشرکین نے برسوں تک آپ ﷺ کو اور مسلمانوں کو ہر قسم کی ایذاء دی، مصائب میں مبتلا کیا، آج اُن کے ساتھ کیا معاملہ ہوتا ہے؟ آپ ﷺ نے تمام قریشی قیدیوں کو حاضر ہونے کا حکم دیا اور جب سب خدمتِ اقدس میں پیش ہوئے تو آپ ﷺ نے دریافت فرمایا: ''اے قریشی گروہ! تمہارا کیا خیال ہے کہ میں تمہارے ساتھ کس طرح پیش آؤں؟ انہوں نے جواب دیا۔ ''ہم آپ سے خیر کی امید رکھتے ہیں۔''

آپ ﷺ نے یہ سُن کر زبانِ وحی ترجمان سے یہ ارشاد فرمایا: **''اذھبوا فانتم الطلقاء''** (جاؤ تم سب آزاد ہو)۔ اس عفو و کرم کا یہ نتیجہ نکلا کہ زعماء قریش جوق در جوق حاضر خدمت ہوتے اور دولتِ اسلام سے مشرف ہو کر سعادتِ کبریٰ سے محظوظ ہوتے تھے، چنانچہ حضرت معاویہؓ اور حضرت ابوبکر صدیقؓ کے والد ابوقحافہؓ جیسے حضرات اسی دن مسلمان ہوئے۔ (۱۵۷)

اذا جآء نصر اللہ والفتح ० ورایت الناس یدخلون فی دین اللہ افواجا ० (۱۵۸)

جب آجائے اللہ کی مدد اور فتح (مکہ) اور تم دیکھو لوگوں کو کہ وہ اللہ کے دین میں فوج در فوج داخل ہونے لگیں۔

غزوات کے دوران آپ ﷺ سے بے شمار معجزات ظاہر ہوئے۔

ابن اسحاق بیان کرتے ہیں کہ عکاشہ رضی اللہ عنہ غزوۂ بدر میں اپنی تلوار سے قتل و غارت کر رہے تھے کہ ان کی تلوار ٹوٹ گئی۔ پھر وہ رسول اللہ ﷺ کی خدمت میں حاضر ہوئے۔ حضور ﷺ نے ایک لکڑی ان کے ہاتھ میں دے دی اور فرمایا اس کے ساتھ جنگ کرو۔ وہ چھڑی عکاشہ رضی اللہ عنہ کے ہاتھ میں لمبی اور سخت کر والی لوہے کی تلوار بن گئی۔ اور انہوں نے اس سے ہی قتال کیا۔ یہاں تک کہ مسلماوں کو فتح حاصل ہوئی۔ عکاشہ رضی اللہ عنہ نے اس تلوار کا نام ''عون'' رکھا۔ یہ تلوار برابر حضرت عکاشہ رضی اللہ عنہ کے ہاتھ میں رہی اور جملہ غزوات میں اس سے قتل کرتے رہے یہاں تک کہ جب وہ شہید ہوئے تو یہ تلوار ان کے ہاتھ میں تھی۔ (۱۵۹)

حضرت عبداللہ بن جحش رضی اللہ عنہ کی تلوار ٹوٹ گئی حضور ﷺ نے ان کو کھجور کی ٹہنی عنایت فرمائی۔ یہ ٹہنی ان کے ہاتھ میں تلوار بن گئی جس طرح کہ بدر میں حضرت عکاشہ رضی اللہ عنہ کو عنایت فرمائی تھی اور انہوں نے اس کا نام عون رکھا تھا۔ اسی طرح حضرت عبداللہ نے اپنی اس تلوار کا نام عرجون رکھا۔ (۱۶۰)

روز احد ایک تیر حضرت قتادہ بن النعمان کی آنکھ میں لگا اور ان کی آنکھ نکل کر ان کے رخساروں پر آپڑی، پھر حضور ﷺ نے ان کی آنکھ کو اس کے حلقہ میں لوٹا کر فرمایا **''اللّٰھم کسه جمالا''** اے خدا ان کو حسن و جمال عطا فرما۔ ان کی یہ آنکھ دوسری آنکھ سے زیادہ تیز روشن اور خوبصورت ہو گئی۔ (۱۶۱)

قاضی عیاض رحمۃ اللہ علیہ ابن وھب سے روایت کرتے ہیں کہ معاذ رضی اللہ عنہ حضور ﷺ کے پاس اس حال میں آئے کہ ان کا ہاتھ

ان کی کھال سے لٹکا ہوا تھا۔ پھر حضورﷺ نے اپنا لعاب دہن مبارک اس پر لگا کر اس کی جگہ چسپاں کر دیا اور وہ ہاتھ ٹھیک ہو گیا اس کے بعد وہ حضرت عثمان ذوالنورین رضی اللہ عنہ کے زمانہ تک زندہ رہے۔ (۱۶۲)

غزوات کے دوران حضرت جبرئیلؑ آپﷺ کے ساتھ شریک جہاد ہوتے تھے۔

حدثنا ابراهيم بن موسٰى اخبرنا عبد الوهاب حدثنا خالد عن عكرمة عن ابن عباس قال النبى ﷺ يوم احد هذا جبريل اخذ برأس فرسه واداة الحرب. (۱۶۳)

ترجمہ: ابراہیم بن موسیٰ، عبدالوہاب، خالد، عکرمہ، حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہ سے روایت کرتے ہیں، وہ فرماتے ہیں، کہ رسالت مآبﷺ نے اُحد کے دن فرمایا، (دیکھو) یہ جبرئیلؑ آ گئے ہیں، اپنے گھوڑے کا سر پکڑے، اور ہتھیار لگائے۔

غزوہ احد میں فرشتوں نے مسلمانوں کے ساتھ قتال کیا۔

حدثنا عبد العزيز بن عبد اللّٰه حدثنا ابراهيم بن سعد عن ابيه عن جده عن سعد بن ابى وقاص قال رايت رسول اللّٰه ﷺ يوم احد ومعهٔ رجلان يقاتلان عنه عليهما ثياب بيض كاشد القتال ما رايتهما قبل ولا بعد. (۱۶۴)

عبدالعزیز بن عبداللہ، ابراہیم بن سعد، اپنے والد سعد بن ابراہیم، اور دادا عبدالرحمٰن بن عوف، سعد بن ابی وقاصؓ سے روایت کرتے ہیں، انہوں نے کہا، کہ میں نے احد کے دن آنحضرتﷺ کو دیکھا، کہ ان کے ہمراہ دو مرد سفید لباس والے تھے، جو آپ کی حمایت میں بڑی مستعدی سے لڑ رہے تھے، میں نے ان کو اس سے پہلے اور بعد کبھی نہیں دیکھا۔

مختلف غزوات کے دوران حضور اکرمﷺ سے ظاہر ہونے والے معجزات آپﷺ کی نبوت کی واضح دلیلیں ہیں۔ جو احادیث مبارکہ میں جلیل القدر صحابہ اکرام سے مروی ہیں۔ جس طرح حضرت جابر بن عبداللہ رضی اللہ عنہما جن کے والد غزوہ احد میں شہید ہو گئے ان کی چھ لڑکیاں جو اس وقت کم سن تھیں اور بہت سا قرض ان کے ذمہ تھا۔ آپﷺ نے کھجور کے ایک ڈھیر سے ان کا قرض ادا فرما دیا اور کھجوریں جوں کی توں موجود رہیں۔

حدثنا احمد بن ابى شريح اخبرنا عبيد اللّٰه بن موسٰى حدثنا شيبان عن فراس عن الشعبى، قال حدثنى جابر بن عبداللّٰه ان اباهٔ استشهد يوم احد وترک عليه دينا و ترک ست بنات فلما حضر جزاز النخل قال اتيت رسول اللّٰه ﷺ فقلت قد علمت ان والدى قد استشهد يوم احد ترک دينا كثيرا وانى احب ان يراک الغرمآء فقال اذهب فبيد ر كل تمر علٰى ناحية ففعلت ثم دعوتهٔ فلما نظروا اليه كانهم اغروبى تلک الساعة فلما رأى ما يصنعون اطاف حول اعظمها بيدرا ثلاث مرات ثم جلس عليه ثم قال ادع لک اصحابک فما زال يكيل لهم حتّٰى ادى اللّٰه عن والدى امانتهٔ وانا ارضى ان يؤدى اللّٰه امانته والدى ولا ارجع الى اخوانى بتمرة فسلم اللّٰه البيادر كلها وحتّٰى انى انظر الى البيدر الذى كان عليه النبى ﷺ كانها لم ينقص تمرة واحدة. (۱۶۵)

احمد بن شریح، عبیداللہ بن موسیٰ، شیبان، فراس بن یحییٰ شعبی سے روایت کرتے ہیں، انہوں نے کہا حضرت جابر بن عبداللہ رضی اللہ عنہ نے بیان کیا، کہ میرے والد احد کے دن شہید ہو گئے، وہ قرضدار تھے، اور چھ لڑکیاں کم عمر چھوڑ گئے، جب کھجوریں توڑنے کا وقت آیا، تو میں نے حضور اکرمﷺ کی خدمت میں حاضر ہو کر عرض کیا، یارسول اللہﷺ آپ جانتے ہیں، کہ میرے والد اُحد میں شہید ہو گئے، اور بہت قرض چھوڑ گئے ہیں، اور میں یہ دوست رکھتا ہوں کہ آپ تشریف لے چلیں، تا کہ قرض خواہ آپ کو دیکھیں، آپ نے فرمایا، اچھا تم باغ میں چلو، اور الگ الگ کھجوروں کا ڈھیر لگاؤ، چنانچہ میں نے یہی کیا، پھر آپ تشریف لائے، مگر قرض خواہ آپ کو دیکھ کر اور بھی ضد

کرنے لگے، جب آپ نے ان کی یہ حالت دیکھی، تو ایک بڑے ڈھیر کے تین چکر لگائے، اور بیٹھ گئے، پھر فرمایا، قرض خواہوں کو بلاؤ، پھر ان کو ناپ ناپ کر دیتے جاتے، یہاں تک کہ اللہ تعالیٰ نے میرے والد کا سب قرض بیباق کرا دیا، اور میں یہی چاہتا تھا کہ جس طرح بھی ہو، یہ قرض ادا ہو جائے، خواہ میری بہنوں کے لئے کھجور کا ایک دانہ بھی نہ بچے، اللہ تعالیٰ نے سب ڈھیروں کو بچا دیا، جس ڈھیر پر رسالت مآب ﷺ بیٹھے ہوئے تھے، میں اس کو دیکھ رہا تھا، اور مجھے یہ معلوم ہوتا تھا، کہ اس میں سے ایک کھجور بھی کم نہیں ہوئی ہے (یہ حضور اکرم ﷺ کی برکت اور معجزہ تھا، اس قسم کے واقعات آپ کی نبوت کے دلائل میں سے ہیں)۔

غزوہ خیبر کے دن حضرت علیؓ کی آنکھیں دکھ رہی تھیں۔ آپ ﷺ نے انہیں جھنڈا عنایت کرنے کے لئے بلایا اور اپنا لعاب دہن مبارک ان کی دکھتی ہوئی آنکھوں پر لگایا۔ حضرت علی رضی اللہ عنہ بالکل تندرست ہو گئے اور خیبر فتح کیا۔

حدثنا قتيبة بن سعيد حدثنا يعقوب بن عبد الرحمٰن عن ابی حازم قال اخبرنی سهل بن سعد رضی الله عنه ان رسول الله ﷺ قال يوم خيبر لاعطين هٰذه الراية غدا رجلا يفتح الله علىٰ يديه يحب الله ورسولهٗ ويحبهٗ الله ورسولهٗ قال فبات لناس يدوكون ليلتهم ايهم يعطاها فلما اصبح الناس غدوا علىٰ رسول الله ﷺ كلهم يرجوا ان يعطاها فقال اين علی بن ابی طالب فقيل هو يا رسول الله يشتكی عينيه قال فارسلوا اليه فأتی به فبصق رسول الله ﷺ فی عينيه ودعا لهٗ فبرأ كان لم يكن به وجع فاعطاه الراية فقال علی يا رسول الله اقاتلهم حتّٰی يكونوا مثلنا فقال انفذ علىٰ رسلک حتّٰی تنزل بساحتهم ثم ادعهم الی الاسلام واخبرهم بما يجب عليهم من حق الله فيه فو الله لان يهدی الله بک رجلا واحدا خير لک من ان يكون حمر النعم. (۱۶۶)

ترجمہ: قتیبہ بن سعید، یعقوب بن عبدالرحمٰن، ابوحازم، سہل بن سعد رضی اللہ عنہ سے روایت کرتے ہیں، کہ رسول اللہ ﷺ نے خیبر کے دن فرمایا، میں کل یہ پرچم ایسے شخص کو دوں گا، جس کے ہاتھ پر اللہ تعالیٰ فتح عطا فرمائے گا، جو اللہ اور اس کے رسول سے محبت رکھتا ہے، اور اللہ اور اس کا رسول اس سے محبت رکھتے ہیں، سہیل کہتے ہیں، کہ لوگوں نے وہ رات بڑی بے چینی سے گذاری، کہ (دیکھئے کل) کسے پرچم عطا ہوتا ہے، جب صبح ہوئی، تو لوگ رسول اللہ ﷺ کی خدمت میں پہنچ گئے اور ہر ایک اس پرچم کے ملنے کا خواہشمند تھا، آنحضرت ﷺ نے فرمایا، علی بن ابو طالب کہاں ہیں، عرض کیا گیا، یا رسول اللہ، ان کی آنکھیں دکھتی ہیں، آپ نے فرمایا، ان کے پاس آدمی بھیج کر ان کو بلاؤ، چنانچہ انہیں بلایا گیا، تو آنحضرت ﷺ نے اپنا لعاب دہن ان کی آنکھوں میں لگا کر ان کے لئے دعا کی، تو وہ ایسے تندرست ہو گئے، گویا انہیں کوئی تکلیف ہی نہ تھی، تو آپ نے انہیں پرچم دے دیا، حضرت علی نے عرض کیا، یا رسول اللہ کیا میں ان سے اس وقت تک جہاد کرتا رہوں، جب تک وہ ہماری طرح مسلمان نہ ہو جائیں، آپ نے فرمایا تم سیدھے جا کر ان کے میدان میں اتر پڑو، پھر انہیں اسلام کی دعوت دو، اور اسلام میں اللہ کے جو حقوق ان پر واجب ہوں گے، وہ بتاؤ، قسم خدا کی تمہارے ذریعہ اللہ تعالیٰ کا کسی کو (اسلام کی طرف) ہدایت فرما دینا تمہارے لئے سرخ (عمدہ) اونٹوں سے بہتر ہے۔

جب خیبر فتح ہوا تو آپ ﷺ کی خدمتِ اقدس میں ایک یہودی عورت نے زہر آلود بکری کا بھنا ہوا گوشت بطور ہدیہ بھیجا۔ جب لوگوں نے کھانے کے لئے ہاتھ بڑھائے تو آپ ﷺ نے سب کو روک دیا اور فرمایا اس میں زہر ملا ہوا ہے۔

حدثنا عبد الله بن يوسف حدثنا الليث حدثنی سعيد عن ابی هريرة رضی الله عنه قال لما فتحت خيبر اهديت لرسول الله ﷺ شاة فيها سم. (۱۶۷)

عبداللہ بن یوسف، لیث، سعید، حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت کرتے ہیں، انہوں نے بیان کیا، کہ جب خیبر فتح ہوا، تو آنحضرت ﷺ کی خدمت میں زہر آلود بکری ہدیہ پیش کی گئی۔

ابونعیم نے بروایت ابی سعید خدری بیان کیا کہ ایک یہودی عورت نے نبی کریم علیہ الصلوٰۃ والتسلیم کی خدمت میں بکری کا بھنا ہوا گوشت پیش کیا۔ لوگوں نے اُس کو کھانے کے لئے ہاتھ بڑھائے تو آپ نے فرمایا کہ اپنے اپنے ہاتھ روک لو کیونکہ گوشت کا ایک ٹکڑا مجھ سے کہہ رہا ہے کہ مجھ میں زہر ملا ہوا ہے اور گوشت بھیجنے والی کے پاس ایک آدمی کو بھیج کر دریافت کرایا کہ کیا تو نے اس گوشت میں زہر ملایا ہے اس نے کہا ہاں! میرا خیال تھا کہ اگر آپ جھوٹے نبی ہیں تو زہر سے مرجاویں گے اور لوگ اس جھوٹے دعوے سے نجات پا جاویں گے اور اگر آپ سچے ہوں گے تو مجھ کو یقین تھا کہ خداوند عالم آپ کو اس سے مطلع کر دے گا۔ اس کو سُن کر آپ ﷺ نے صحابہ سے ارشاد فرمایا کہ اللہ کا نام لے کر اس کو کھانا شروع کرو صحابہ نے کھایا اور کسی کو نقصان نہ پہنچا۔ (۱۶۸)

یہ آپ ﷺ کا کھلا معجزہ ہے جو آپ ﷺ کی تصدیق کے لئے آیات و بینات میں سے ہے، اور یہودی ان چیزوں سے بخوبی آگاہ تھے۔

اخبرتہ الشاۃ نطقا انہٗ سمۃ قوم وقد کان اکل

لم یؤثر فیہ سم ناقع خاب من شاء اذاہ وخذل (۱۶۹)

انگلیوں سے پانی کا جاری ہونا:

احادیث کی تلاش وجستجو سے یہ پتہ چلتا ہے کہ آپ کی مبارک انگلیوں سے تیرہ مواقع پر پانی کی نہریں جاری ہوئیں۔ (۱۷۰)

انگشتہائے مبارک سے پانی کا جاری ہونا حضور کے معجزات میں سے ایک ہے۔ اس کے بارے میں علامہ قرطبی لکھتے ہیں کہ انگلیوں سے پانی صرف ایک دفعہ جاری نہیں ہوا بلکہ بہت سے مقامات پر یہ معجزہ لوگوں نے دیکھا اور اس کی روایت اتنی کثیر سندوں سے ہوئی ہے کہ اس سے علم قطعی ثابت ہوتا ہے کیونکہ یہ روایتیں تواتر معنوی تک پہنچی ہوئی ہیں۔ قاضی عیاض رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں کہ اس واقعہ کو کثیر التعداد راویوں اور جم غفیر نے روایت کیا ہے اور یہ سلسلہ روایت صحابہ تک چلا جاتا ہے، کیونکہ اس قسم کے واقعات اس وقت ہوئے جب حضور ایک محفل میں تشریف فرما تھے یا مجاہدین کا جمگھٹا تھا۔ پھر کسی نے بھی اس واقعہ کے راویوں پر کوئی اعتراض نہیں کیا۔ پھر فرماتے ہیں: فھذا النوع ملحق بالقطعی من معجزاتہ ''کہ یہ معجزات کی قسم قطعی الثبوت ہے، جس میں شک وشبہ کی کوئی گنجائش نہیں۔''

یہ حضور سرور عالم ﷺ کا عظیم معجزہ ہے جو کسی دوسرے نبی کو ارزانی نہیں فرمایا گیا۔ حضرت موسیٰ علیہ السلام نے اپنے عصا کی ضرب سے بارہ چشمے جاری کئے لیکن وہ پتھر سے جاری ہوئے اور پتھروں سے پانی کا جاری ہونا یہ ایک عام سی بات ہے لیکن انگلیوں سے پانی کے چشموں کا ابلنا یہ اللہ کے محبوب مکرم ﷺ کا معجزہ ہے۔ (۱۷۱)

حضرت انس سے ایک روایت اس طرح منقول ہے۔ آپ فرماتے ہیں ہم مدینہ طیبہ کے بازار میں زوراء کے مقام پر تھے۔ عصر کی نماز کا وقت ہو گیا۔ لوگ وضو کرنے کے لئے پانی تلاش کرنے لگے لیکن آس پاس پانی نہ ملا۔ چنانچہ بارگاہ رسالت میں تھوڑا سا پانی جو دستیاب ہوا تھا پیش کر دیا گیا۔ حضور ﷺ نے اس برتن میں اپنا دست مبارک رکھا اور لوگوں کو حکم دیا کہ وضو کر لیں۔ میں نے دیکھا کہ حضور ﷺ کی مبارک انگلیوں سے پانی کے چشمے ابلنے لگے یہاں تک کہ سب لوگوں نے بڑی تسلی سے وضو کیا اور ان کی تعداد ستر یا اسی تھی۔ اور ایک روایت میں یہ ہے کہ ہم نے حضرت انس سے پوچھا تمہارے تعداد کتنی تھی انہوں نے کہا ہم تین سو کے قریب تھے۔

امام نووی فرماتے ہیں کہ انگلیوں سے پانی ابلنے کا واقعہ ایک مرتبہ نہیں ہوا دو مرتبہ ہوا۔ ایک بار جن لوگوں نے وضو کیا ان کی تعداد ستر یا اسی تھی اور دوسری مرتبہ جب لوگوں نے وضو کیا تو ان کی تعداد تین سو کے قریب تھی۔ (۱۷۲)

انگلیوں کے نیچے سے پانی جاری ہونے کے معجزہ کے بارے میں حضرت انس بن مالک* فرماتے ہیں کہ میں نے خود آپ ﷺ کی انگلیوں کے نیچے سے پانی ابلتے دیکھا۔

حدثنا عبد اللّٰہ بن مسلمۃ عن مالک عن اسحاق بن عبد اللّٰہ بن ابی طلحۃ عن انس بن مالک رضی اللّٰہ

عنہ انہٗ قال رایت رسول اللّٰہ ﷺ وجآء ت صلوٰۃ العصر فالتمر الوضوء فلم یجدوہ فاتی رسول اللّٰہ ﷺ بوضوء فوضع رسول اللّٰہ ﷺ یدہٗ فی ذٰلک الاناء فامر الناس ان یتوضاء وا منہ فرأیت المآء ینبع من تحت اصابعہٖ فتوضأ الناس حتّٰی توضاء وا من عند اٰخرھم. (۱۷۳)

ترجمہ: عبداللہ بن مسلمہ، مالک، اسحاق، حضرت انس بن مالک رضی اللہ عنہ سے روایت کرتے ہیں، انہوں نے کہا میں نے نبی اکرم ﷺ کو دیکھا، اور عصر کی نماز کا وقت آ گیا تھا لوگوں نے وضو کے واسطے پانی تلاش کیا، مگر جب پانی نہ ملا تو رسول اللہ ﷺ کے پاس کچھ تھوڑا سا پانی لایا گیا تو رسول اکرم ﷺ نے اس برتن میں اپنا ہاتھ رکھ دیا، اور لوگوں کو حکم دیا کہ اس سے وضو کریں، تو میں نے پانی کو دیکھا کہ آپ کی انگلیوں کے نیچے سے ابلتا تھا، لوگوں نے وضو کرنا شروع کیا، یہاں تک کہ سب لوگوں نے وضو کر لیا۔

حدثنی ابو غسان المسمعی حدثنا معاذ (یعنی ابن ھشام) حدثنی ابی عن قتادۃ حدثنا انس بن مالک ان نبی اللّٰہ ﷺ واصحابہٗ بالزورآء (قال والزورآء بالمدینۃ عند السوق والمسجد فیما ثمہٗ) دعا بقدح فیہ مآء فوضع کفہٗ فیہ فجعل ینبع من بین اصابعہٖ فتوضأ جمیع اصحابہ قال قلت کم کانوا یا ابا حمزۃ قال کانوا زھآء الثلثہ مائۃ. (۱۷۴)

ترجمہ: حضرت انس بن مالک رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ نبی ﷺ اور آپ کے اصحاب مقام زوراء میں تھے، (راوی نے کہا زوراء مدینہ کے بازار میں مسجد کے قریب ایک جگہ ہے) آپ نے ایک پیالہ منگایا جس میں پانی تھا، آپ نے اس میں اپنی ہتھیلی رکھ دی، پھر آپ کی انگلیوں میں سے پانی پھوٹنے لگا، آپ کے تمام اصحاب نے وضو کر لیا، راوی نے کہا اے ابوحمزہ اس وقت لوگوں کی کتنی تعداد تھی؟ انہوں نے کہا اندازاً تین سو آدمی ہوں گے۔

حدثنی محمد بن بشار حدثنا ابن ابی عدی عن سعید عن قتادۃ عن انس رضی اللّٰہ عنہ قال اتی النبی ﷺ باناء وھو بالزورآء فوضع یدہٗ فی الانآء فجعل المآء ینبع من بین اصابعہٖ فتوضآء القوم قال قتادۃ قلت لانس کم کنتم قال ثلثمائۃ اوزھآء ثلثمائۃ. (۱۷۵)

ترجمہ: محمد، ابوعدی، سعید، قتادہ، حضرت انس رضی اللہ عنہ سے روایت کرتے ہیں، انہوں نے کہا، کہ رسول اللہ ﷺ کے پاس پانی کا ایک برتن لایا گیا (اس وقت) آپ (مدینہ کے بازار کے نزدیک) مقام زوار میں تشریف فرما تھے، اس برتن میں آپ نے اپنا ہاتھ رکھ دیا اور پانی آپ کی انگلیوں سے ابلنے لگا جس سے تمام لوگوں نے وضو کر لیا قتادہ کہتے ہیں، میں نے حضرت انسؓ سے دریافت کیا تم لوگ کس قدر تھے، انہوں نے کہا، تین سو یا تین سو کے قریب۔

امام بیہقی نے حضرت انس سے ایک اور حدیث روایت کی ہے وہ کہتے ہیں۔ ہم اپنے آقا علیہ الصلوٰۃ والسلام کے ساتھ قبا روانہ ہوئے۔ جب قبا کی بستی میں پہنچے تو ایک گھر میں سے ایک چھوٹا سا پیالہ لایا گیا۔ وہ اتنا چھوٹا تھا کہ بمشکل نبی رحمت کی چار انگلیاں اس میں داخل ہو سکیں۔ پھر حضور نے لوگوں کو کہا آؤ پانی پیو۔ حضرت انس فرماتے ہیں میری آنکھوں نے دیکھا کہ حضور کی انگلیوں کے درمیان سے پانی ابل رہا تھا۔ لوگ یکے بعد دیگرے اس پیالہ کے پاس آتے رہے اور پانی پی کر واپس لوٹتے رہے یہاں تک کہ تمام لوگ سیراب ہو گئے۔ (۱۷۶)

حدثنا عبد الرحمٰن بن مبارک حدثنا حزم قال سمعت الحسن قال حدثنا انس بن مالک رضی اللّٰہ عنہ قال خرج النبی ﷺ فی بعض مخارجہ ومعہٗ ناس من اصحابہٖ فانطلقوا یسیرون فحضرت الصلوٰۃ فلم یجدوا مآء یتوضأون فانطلق رجل من القوم فجآء بقدح من مآء یسیر فاخذہ النبی ﷺ فتوضأ ثم مدء وا اصابعہ الاربع علی القدح ثم قال قوموا فتوضأ فتوضأ القوم حتّٰی بلغوا فیما یریدون من الوضوء و کانوا سبعین او نحوہٗ. (۱۷۷)

عبدالرحمٰن بن مبارک، حزم، حسن، حضرت انس بن مالک رضی اللہ عنہ سے روایت کرتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ اپنے کسی سفر میں باہر تشریف لے گئے، آپ کے ہمراہی میں آپ کے کچھ اصحاب بھی تھے، چلتے چلتے نماز کا وقت آ گیا، تو اُن کو وضو کرنے کے لئے پانی نہیں ملا، ان میں سے ایک شخص گیا، اور ایک پیالہ جس میں تھوڑا سا پانی تھا لے آیا، اس کو رسول اللہ ﷺ نے لیا اور وضو فرمایا، اس کے بعد آپ نے اپنی چار انگلیاں پانی کے اوپر رکھ دیں، اور فرمایا، کھڑے ہو جاؤ، اور وضو کرو، چنانچہ لوگوں نے وضو کرنا شروع کیا یہاں تک کہ سب لوگوں نے وضو کر لیا۔ اور وہ سب ستر یا ستر کے قریب آدمی تھے۔

حدثنا عبد اللّٰہ بن منیر سمع یزیدا اخبرنا حمید عن انس رضی اللّٰہ عنہ قال حضرت الصلوة فقام من کان قریب الدار من المسجد یتوضاء وبقی قوم فاتی النبی ﷺ بمخضب من حجارة فیہ مآء فوضع کفہٗ فصغر المخضب ان یبسط فیہ کفہٗ فضم اصابعہٗ وفضعھا فی المخضب فتوضاء القوم کلھم جمیعا قلت کم کانوا قال ثمانون رجلا. (۱۷۸)

ترجمہ: عبداللہ، یزید، حمید، حضرت انس رضی اللہ عنہ سے روایت کرتے ہیں، انہوں نے کہا (ایک دفعہ) نماز کا وقت آ گیا، پانی نہ تھا تو جس شخص کا گھر مسجد کے قریب تھا، وہ وضو کرنے چلا گیا، اور کچھ آدمی باقی رہ گئے، رسول اللہ ﷺ کے پاس ایک برتن پتھر کا لایا گیا جس میں کچھ پانی تھا، آپ نے اپنا ہاتھ اس کے اندر پھیلانا چاہا لیکن وہ برتن چھوٹا تھا، آپ اس میں اپنا ہاتھ نہ پھیلا سکے، تو آپ نے اپنی انگلیاں ملا لیں اور ان کو اس برتن کے اندر رکھ لیا، پس تمام آدمیوں نے وضو کر لیا میں نے پوچھا وہ لوگ کتنے تھے، حضرت انس نے فرمایا اسی آدمی تھے۔

صلح حدیبیہ کے واقعے کے دوران جب آپ ﷺ اور مسلمان حدیبیہ کے مقام پر تھے۔ ایک وقت ایسا آیا کہ تمام لوگ پیاسے تھے اور آس پاس پانی کا ایک قطرہ نہیں تھا صرف آپ ﷺ کی چھاگل میں تھوڑا سا پانی تھا جس سے آپ ﷺ پانی پیتے اور وضو فرماتے تھے اس وقت آپ ﷺ سے پانی کے چشموں کے ابلنے کا معجزہ ظہور میں آیا۔

حدثنا موسی بن اسماعیل حدثنا عبد العزیز بن مسلم حدثنا حصین عن سالم بن ابی الجعد عن جابر بن عبد اللّٰہ رضی اللّٰہ عنھما قا ل، عطش الناس یوم الحدیبیة والنبی ﷺ بین یدیہ رکوة فتوضاء فجھش الناس نحوہ فقال ما لکم قالوا لیس عندنا ماء فتوضاء ولا نشرب الا ما بین یدیک فوضع یدہٗ فی الرکوة فجعل المآء یثور بین اصابعہٖ کامثال العیون فشربنا وتوضأنا قلت کم کنتم قال لو کنا مائة الف لکفانا کنا خمس عشرة مائة. (۱۷۹)

موسیٰ، عبدالعزیز، حصین، سالم بن ابی جعد، حضرت جابر بن عبداللہ سے بیان کرتے ہیں کہ حدیبیہ کے واقعہ میں لوگ پیاسے تھے اور رسول اللہ ﷺ کی ایک چھاگل تھی جس سے آپ نے وضو کیا، جب آپ وضو کر چکے تو لوگ اس کی طرف جھکے، آپ نے فرمایا تمہارا کیا حال ہے، عرض کیا، ہمارے پاس وضو کرنے اور پینے کے لئے پانی نہیں ہے صرف یہی پانی ہے، جو آپ کی چھاگل میں ہے جو کافی نہیں ہو سکتا، یہ سن کر آپ نے اپنا ہاتھ چھاگل پر رکھ لیا، اور پانی اس کے اندر سے ابلنے لگا، آپ کی انگلیوں کے درمیان میں سے گویا پانی کے چشمے جاری ہو گئے، چنانچہ ہم سب نے پیا اور وضو کیا، میں نے دریافت کیا تم سب کتنے آدمی تھے، حضرت جابر نے کہا، اگر ہم ایک لاکھ ہوتے تب بھی وہ پانی کافی ہوتا (اس وقت ہم پندرہ سو تھے)۔

پانی کا کثیر ہونا:

حضور اکرم ﷺ چودہ، پندرہ سو صحابہ اکرام رضی اللہ عنہما کے ساتھ جب حدیبیہ کے مقام پر پہنچے تو وہاں ایک کنواں تھا جس کی تہہ میں

بہت کم مقدار میں پانی موجود تھا۔لوگوں نے کنوئیں سے پانی بھرنا شروع کیا، پانی کی وہ قلیل مقدار تھوڑی دیر میں ختم ہوگئی پانی نہ ہونے کی وجہ سے لوگ پریشان ہوگئے اور آپ ﷺ کی خدمت میں دوڑے ہوئے آئے اور پانی نہ ہونے کی شکایت کی۔ آپ ﷺ تشریف لائے اور کنوئیں کی منڈیر پر بیٹھ گئے۔اور بچا ہوا پانی منگوا کر وضو کیا، کلی کی اور اللہ تعالیٰ سے دعا کی اور پھر یہ بچا ہوا پانی کنوئیں میں ڈال دیا۔عبیداللہ بن موسیٰ حضرت براء سے روایت کرتے ہیں کہ انہوں نے فرمایا کہ پھر ہم اور ہمارے مویشیوں نے اس کنوئیں سے خوب پانی پیا۔

حدثنا عبید اللّٰہ بن موسٰی عن اسرائیل عن ابی اسحٰق عن البرآءؓ قال تعدون انتم الفتح فتح مکة وقد کان فتح مکة فتحا و نحن نعد الفتح بیعة الرضوان یوم الحدیبیة کنا مع النبی ﷺ اربع عشرة مائة والحدیبیة بئر فنزحنا ھا فلم نترک فیھا قطرة فبلغ ذٰلک النبی ﷺ فاتاھا فجلس علٰی شفیرھا ثم دعا باناء من مآء فتوضا ثم مضمض ودعا ثم صبہٗ فترکناھا غیر بعید ثم انھا اصدرتنا ما شئنا نحن ورکابنا۔ (۱۸۰)

عبیداللہ بن موسیٰ، اسرائیل، ابواسحٰق، حضرت براءؓ سے روایت کرتے ہیں، کہ انہوں نے کہا، کہ اے لوگو! تم انا فتحنا سے مکہ کی فتح مراد لیتے ہو، بے شک مکہ کی فتح بھی ایک فتح ہی ہے، مگر ہم تو بیعت رضوان کو جو حدیبیہ میں ہوئی فتح جانتے ہیں، چنانچہ ہم سب چودہ سو آدمی رسول اکرم ﷺ کے ہمراہ تھے، حدیبیہ ایک کنواں تھا، ہم نے اس سے پانی بھرنا شروع کیا، یہاں تک کہ ایک ایک قطرہ نکال لیا، کیونکہ بہت لوگ پیاسے ہو رہے تھے، یہ خبر رسول اکرم ﷺ کو ملی، تو آپ تشریف لائے، اور کنوئیں کی منڈیر پر بیٹھ گئے، پانی کا برتن منگا کر وضو کیا، کلی کی، اور اللہ تعالیٰ سے دعا مانگی پھر بچا ہوا پانی کنویں میں ڈال دیا، اور انتظار کرنے لگے پھر تو اس کنویں نے ہم کو اور ہمارے جانوروں کو خوب جی بھر کر پانی پلایا۔

حضرت عمران بن حصین خزاعیؓ بیان فرماتے ہیں کہ ایک سفر میں حضور اکرم ﷺ کے ساتھ تھے۔ کچھ لوگوں نے آپ ﷺ سے پیاس کی شدت کی شکایت کی آپ ﷺ نے حضرت علیؓ اور حضرت زبیرؓ کو پانی کی تلاش کیلئے بھیجا۔ یہ دونوں صحابہ اکرامؓ پانی کی تلاش میں نکلے انہیں ایک عورت ملی جو اونٹ پر سوار تھی اور پانی کے مشکیزے بھرے ہوئے اونٹ کی دونوں جانب لٹک رہے تھے۔ یہ دونوں صحابہ اکرام اسے لے کر حضور اکرم ﷺ کی خدمت میں حاضر ہوئے۔ آپ ﷺ نے ایک برتن منگوا کر دونوں مشکیزوں کے منہ اس میں کھول دیئے اور برتن میں اپنا دست مبارک رکھا تو پانی دست مبارک سے ابلنے لگا۔ تمام لوگ اپنی اپنی ضرورت کے مطابق پانی لے کے جاتے رہے، عورت یہ سب دیکھتی رہی، سارا لشکر پانی سے سیراب ہوگیا، اور مشکیزے بھرے کے بھرے رہے۔ یہ معجزہ دیکھ کر عورت حیران تھی۔

حدثنا ابو الولید حدثنا سلم بن زریر سمعت ابا رجآء قال حدثنا عمران بن حصین انھم کانوا مع النبی ﷺ فی مسیر فاذبحوالیلتھم حتٰی اذا کان وجہ الصبح عرسوا ضفایتھم اعینھم حتی ارتفعت الشمس فکان اول من استیقظ من منامہٖ ابو بکر و کان لا یوقف رسول اللّٰہ ﷺ من منامہٖ حتٰی یستقظ فاستیقظ عمر فقعد ابوبکر عند راسہٖ فجعل یکبر ویرفع صوتہٗ حتی استیقظ النبی ﷺ فنزل وصلّٰی بنا لغداة فاعتزل رجل من القوم لم یصل معنا فلما انصرف قال یا فلان ما یمنعک ان تصلی معنا قال اصابتنی جنابة فامرہٗ ان یتیمم بالصعید ثم صلّٰی وجعلنی رسول اللّٰہ ﷺ فی رکوب بین یدیہ وقد عطشنا عطشاً شدیدا فبینما نحن نسیر اذا نحن بامراة سادلة رجلیھا بین مزادتین فقلنا لھا این المآء فقالت انہٗ لا مآء فقلنا کم بین اھلک وبین المآء قالت یوم و لیلة فقلنا انطلقی الٰی رسول اللّٰہ ﷺ قالت وما رسول اللّٰہ فلم نملکھا من امرھا حتی استقبلنابھا النبی ﷺ فحدثتہ بمثل الذی حدثتنا غیر انھا حدثتہ انھا مؤتمة فامر بمزادتیھا فمسح فی العز لا دین فشربنا عطاشا اربعین رجلا حتٰی روینا فملانا کل قربة معنا واداوة غیر انہٗ لم نسق بعیر وھی تکاد تنض من الملء ثم قال ھاتوا ما عندکم فجمع لھا من الکسر والتمر حتٰی اتت اھلھا قالت لقیت اسحر الناس او ھو

نبی کما زعموا فھدی اللہ ذاک الصرم بتلک المرأۃ فاسلمت واسلموا۔ (۱۸۱)

ابو الولید، سلم، ابو رجاء، حضرت عمران بن حصین رضی اللہ عنہ سے بیان کرتے ہیں، انہوں نے کہا کسی سفر میں ہم (صحابہ) رسول اللہ ﷺ کے ساتھ تھے۔ رات بھر چلتے رہے، جب صبح نزدیک ہوئی، تو سب نے قیام کیا، پھر نیند ان پر اتنی غالب ہوئی کہ سورج بلند ہو گیا سب سے پہلے جو شخص بیدار ہوا وہ ابو بکر تھے، اور رسول اللہ ﷺ کو نیند سے بیدار نہ کیا جاتا تھا، یہاں تک کہ آپ خود بیدار ہوں، پھر عمر بیدار ہوئے، اس کے بعد ابو بکر آنحضرت ﷺ کے سر مبارک کے پاس بیٹھ گئے، اور بلند آواز سے تکبیر کہنے لگے، یہاں تک کے نبی ﷺ بیدار ہوئے، پھر آپ نے ہم لوگوں کو صبح کی نماز پڑھائی۔ قوم میں سے ایک آدمی علیحدہ رہا، اس نے ہمارے ساتھ نماز نہیں پڑھی، جب آپ فارغ ہوئے، تو آپ نے فرمایا اے فلاں! تجھ کو ہمارے ساتھ نماز پڑھنے سے کس چیز نے باز رکھا، اس نے عرض کیا، مجھے جنابت پیش آگئی، آپ نے حکم دیا، کہ مٹی سے تیمم کرلو، اس کے بعد اس نے نماز ادا کی اور مجھ کو رسول اللہ ﷺ نے چند سواروں کے ہمراہ آگے بھیج دیا، ہم لوگ سخت پیاسے تھے، لیکن چلے جارہے تھے، اچانک ہم کو ایک عورت ملی، جو اپنے دو پیر بڑی مشکوں کے درمیان لٹکائے ہوئے تھی، ہم نے اس عورت سے پوچھا، پانی کہاں ہے؟ اس نے کہا پانی نہیں ہے، ہم نے دریافت کیا، تیرے گھر اور پانی کے درمیان کتنا فاصلہ ہے، اس نے کہا، ایک دن رات کا، پھر ہم نے کہا تو رسول اللہ ﷺ کے پاس چل، اس نے کہا کون رسول اللہ؟ ہم اس کو مجبور کر کے آپ ﷺ کے پاس لے گئے، آپ سے بھی اس نے ویسا کہا جیسا ہم سے کہا تھا، اور اس نے آپ ﷺ سے یہ بھی بیان کیا کہ وہ دو یتیم بچوں کی ماں ہے، آپ ﷺ نے اس کی دونوں مشکوں کو کھولنے کا حکم دیا اور ان کے دہانہ پر ہاتھ پھیرا، چنانچہ ہم چالیس پیاسے آدمیوں نے خوب پانی پیا اور ہم سیراب ہو گئے، اور ہم نے جس قدر مشکیں اور برتن ہمارے پاس تھے سب بھر لئے، صرف ہم نے اونٹوں کو پانی نہ پلایا پھر بھی اس کی مشک زیادہ بھری ہونے کی وجہ سے پھٹنے والی تھی۔ اس کے بعد آپ ﷺ نے فرمایا جو کچھ پاس ہے لے آؤ چنانچہ اس کے لئے روٹی کے ٹکڑے اور چھوہارے جمع کر دیئے گئے، حتی کہ وہ اپنے گھر والوں کے پاس گئی اور اس نے کہا میں نے ایک بڑے جادوگر کو دیکھا، لوگ خیال کرتے ہیں کہ وہ نبی ہے، اللہ نے اس کے ذریعے اس گاؤں کے لوگوں کو ہدایت کی، وہ بھی مسلمان ہو گئی اور وہ سب بھی مسلمان ہو گئے۔

مج فی ماء السطیح فارتویٰ ی	ذلک الجمع الکثیر والنھل
وھی ملأیٰ لم یغض من ماء ھا	بل وزادت امتلاء وکمل (۱۸۲)

ترجمہ: آپ نے پکھال کے پانی میں کلی کر دی تو اُس کثیر مجمع نے تھوڑے سے پانی سے سیرابی حاصل کی اور وہ پکھال بھری رہی اُس کا پانی بالکل کم نہ ہوا بلکہ اور زیادہ بھری ہوئی اور کامل معلوم ہوتی تھی۔

نزول بارانِ رحمت کا معجزہ: عرب کی سرزمین خشک صحرائی علاقہ ہے، وہاں نہ کوئی دریا تھا نہ نہریں اگر وقت پر بارش ہو جاتی تو تالاب وغیرہ بھر جاتے۔ ان ہی سے انسان اپنی پیاس بجھاتے اور کھیتوں کو سیراب کرتے، اگر بارش بر وقت نہ ہوتی تو درختوں کے پھل پھول خشک ہو کر جھڑ جاتے اور قحط سے لوگوں کو فاقہ کشی کی نوبت پہنچ جاتی۔ عہد رسالت میں جب کبھی ایسا موقع آتا کہ بارش نہ ہوتی تو لوگ بارگاہِ رسالت میں حاضر ہوتے اور اپنی فریاد سناتے اور آپ ﷺ سے دعا کی درخواست کرتے، آپ ﷺ لوگوں کی دادرسی کرتے اور پروردگار عالم سے دعا فرماتے، اللہ تعالیٰ آپ ﷺ کی دعا قبول فرماتے اور موسلا دھار بارش برسنا شروع ہو جاتی۔

حضرت انسؓ فرماتے ہیں کہ رحمت عالم ﷺ ایک مرتبہ جمعہ کی نماز سے پہلے خطبہ ارشاد فرما رہے تھے کہ ایک اعرابی نے گزارش کی کہ خشک سالی اور قحط کی وجہ سے ہمارے مویشی مر رہے ہیں اللہ تعالیٰ کی بارگاہ میں دعا فرمائیے کہ ہم پر بارانِ رحمت فرمائے۔ آپ ﷺ نے

دونوں ہاتھ اٹھا کر دعا فرمائی: اللّٰھم اسقنا . اللّٰھم اسقنا . اللّٰھم اسقنا. حضرت انسؓ فرماتے ہیں۔ خدا کی قسم اس وقت آسمان بالکل صاف تھا، چھوٹا سا بادل کا ٹکڑا بھی نظر نہیں آرہا تھا، آپ ﷺ کی دعا کے ساتھ ہی اچانک ایک بادل کا ٹکڑا نمودار ہوا اور آسمان کے درمیان میں پہنچ کر چاروں طرف پھیل گیا، اور بارش برسنا شروع ہوگئی۔ اور لگاتار دوسرے جمعہ تک برستی رہی۔ دوسرے جمعہ کو اسی آدمی نے کھڑے ہو کر حضور اکرم ﷺ سے عرض کی۔ یارسول اللہ ﷺ مکان گر گئے ہیں اللہ سے دعا کیجئے بارش روک دے، آپ ﷺ مسکرائے اور اللہ سے بارش تھم جانے کی دعا فرمائی۔

اس دفعہ اتنی بارش ہوئی کہ وادی قناۃ ایک ماہ تک بہتی رہی۔ اس عرصہ میں دور دراز علاقوں کے جتنے لوگ بھی آئے انہوں نے یہی اطلاع دی کہ ہر جگہ موسلا دھار بارش ہوئی ہے۔ علامہ ابن کثیر لکھتے ہیں: **ھذہ طرق متواترۃ عن انس بن مالک تفید القطع.** ''یہ تمام طرق روایت حد تواتر کو پہنچے ہوئے ہیں اور یقین کا فائدہ دیتے ہیں۔ یعنی یہ ایسا معجزہ ہے جس کے بارے میں شک کی گنجائش نہیں۔'' (۱۸۳)

حدثنا مسدد حدثنا حماد عن عبد العزیز عن انس وعن یونس عن ثابت عن انس رضی اللّٰہ عنہ قال اصاب اھل المدینۃ قحط علی عھد رسول اللّٰہ ﷺ فبینا ھو یخطب یوم جمعۃ اذ قام رجل فقال یا رسول اللّٰہ ھلکت الکراع ھلکت الشاء فادع اللّٰہ یسقینا فمد یدیہ ودعا قال انس وان السمآء لمثل الزجاجۃ فھاجت ریح انشات سحابا ثم اجتمع ثم ارسلت السمآء عزالیھا فخرجنا نخوض المآء حتّٰی اتینا منازلنا فلم نزل نمطر الی الجمعۃ الاخرٰی فقام الیہ ذٰلک الرجل او غیرہٗ فقال یا رسول اللّٰہ تھدمت البیوت فادع اللّٰہ یحبسہٗ فتبسم ثم قال حوالینا ولا علینا فنظرت الی السحاب تصدع حول المدینۃ کانہٗ اکلیل. (۱۸۴)

مسدد، عبدالعزیز، انس، یونس، ثابت، حضرت انسؓ سے روایت کرتے ہیں، کہ رسول اللہ ﷺ کے زمانہ میں (ایک مرتبہ) قحط پڑا، ان ہی ایام میں رسول اللہ ﷺ جمعہ کے دن خطبہ پڑھ رہے تھے، کہ ایک شخص نے کھڑے ہو کر عرض کیا، یارسول اللہ ﷺ گھوڑے مر گئے، بکریاں ہلاک ہو گئیں، خدا تعالیٰ سے ہمارے لئے دعا فرمایئے کہ وہ آب رحمت برسائے، آپ نے دعا کے لئے دونوں ہاتھ اٹھا دیئے، اور دعا کی، حضرت انسؓ کہتے ہیں، اس وقت آسمان شیشے کی طرح بالکل صاف تھا (اس پر ابر کا ایک ٹکڑا بھی نہ تھا) ایک ہوا چلی، بادل آئے، اور آسمان نے اپنا منہ کھول دیا اتنی بارش ہوئی کہ ہم پانی میں اپنے گھر پہنچے، اور دوسرے جمعہ تک برابر بارش ہوتی رہی دوسرے جمعہ اسی شخص نے کھڑے ہو کر کہا، یارسول اللہ مکانات گر گئے، آپ اللہ سے دعا کیجئے، کہ پانی کو روک دے، تو آپ مسکرائے، اس کے بعد فرمایا، ہمارے آس پاس برس، ہمارے اوپر نہ برس، بس میں نے ابر کی طرف دیکھا، کہ وہ مدینہ کے آس پاس سے ہٹ گیا ایسا معلوم ہوتا تھا، کہ گویا وہ بادلوں کے درمیان تاج کی طرح نظر آرہا ہے۔

امام بیہقی ایک دوسرے واقعے کے بارے میں حضرت انس بن مالک سے روایت کرتے ہیں کہ ایک اعرابی بارگاہ رسالت میں حاضر ہوا عرض کی۔ **اتیناک والعذراء یدمی لبانھا وقد شغلت ام الصبی عن الطفل** ''یارسول اللہ! ہم حضور کی خدمت میں حاضر ہوئے ہیں اس حال میں کہ ہماری کنواری بچیوں کے سینوں سے خون رس رہا ہے اور بچے کی ماں مارے بھوک کے اپنے بچے سے غافل ہوگئی ہے۔'' **ولیس لنا الا الیک فرارنا واین فرار الناس الا الی الرسل** ''ہمارے لئے حضور کے بغیر کوئی جائے پناہ نہیں اور لوگوں کے لئے، مصیبت کے دنوں میں، اللہ کے رسولوں کے بغیر کہاں پناہ ملتی ہے۔'' اس کی اس درد بھری فریاد کو سن کر حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام تیزی سے اٹھے اور اپنی چادر مبارک کو کھینچتے ہوئے منبر پر تشریف لے گئے۔ اللہ تعالیٰ کی حمد وثناء کے بعد مبارک ہاتھ آسمان کی طرف اٹھائے اور ان کلمات طیبات سے اپنی التجاء بارگاہ رب العالمین میں پیش کی:

اللّٰھم اسقنا غیثا مغیثا مرینا مریعا . سریعا غدقا طبقا عاجلا غیر رائث نافعا غیر ضار تملأ بہ الضرع وتنبت بہ الزرع. وتحي بہ الارض بعد موتھا و کذٰلک تخرجون.

"اے اللہ! ہمیں ایسے بادل سے سیراب کر جو خوشگوار، سرسبز وشاداب کرنے والا، تیز برسنے والا، سیراب کرنے والا، ہر جگہ یکساں برسنے والا، جلدی برسنے والا، تاخیر نہ کرنے والا اور نفع بخش ہو، ضرر دینے والا نہ ہو۔ جس سے مویشیوں کی کھیریاں دودھ سے بھر جائیں اور زمینوں کی فصلیں اُگ آئیں۔ اور جس سے زمین کو تو بنجر ہونے کے بعد زندہ کر دے اور اسی طرح تمہیں قیامت کے دن قبروں سے اٹھایا جائے گا۔"

حضرت انس فرماتے ہیں: **فوا اللّٰہ ما ردیدہٗ الٰی نحرہٖ حتّٰی الفت السمآء باوراقھا** "خدا کی قسم حضور نے اپنے دست مبارک جب اپنے چہرے پر پھیرے تو آسمان سے گھڑوں پانی برسنے لگا۔ (۱۸۵)

اسی قسم کا ایک اور واقعہ لشکر اسلام کو پیش آیا جب وہ غزوہ تبوک کے لئے مسافت طے کر رہے تھے۔ نافع بن جبیر حضرت عبداللہ بن عباس سے روایت کرتے ہیں کہ لوگوں نے سیدنا عمر بن خطاب سے عرض کی کہ ہمیں غزوہ تبوک کے بارے میں کوئی بات سنائیے۔ آپ نے فرمایا کہ ہم شدید گرمی میں تبوک کی طرف روانہ ہوئے۔ راستہ میں ستانے کے لئے ایک جگہ ٹھہرے۔ ہم سب کو پیاس کی شدت نے بیتاب کر دیا تھا یہاں تک کہ ہمیں اپنے زندہ بچنے کی امید بھی نہ رہی۔ نوبت یہاں تک پہنچ گئی کہ لوگ اپنے سواری کے اونٹوں کو ذبح کرتے، ان کے معدوں کو نکال کر نچوڑتے اور جو چند قطرے ان سے ٹپکتے اس سے اپنے خشک ہونٹوں اور سوکھے گلے کو تر کرتے اور اگر کوئی چیز بچ جاتی تو اس کو اپنے کلیجے پر رکھتے۔ جب یہ تکلیف انتہا کو پہنچ گئی تو حضرت صدیق اکبر رضی اللہ عنہ نے بارگاہ رسالت میں حاضر ہو کر گزارش کی یا رسول اللہ! اللہ تعالیٰ نے آپ کو اس بات کا خوگر بنا دیا ہے کہ جب بھی آپ دست سوال اس کی بارگاہ میں اٹھاتے ہیں تو وہ خالی واپس نہیں آتا، اللہ تعالیٰ آپ کی دعا کو شرف قبول بخشتا ہے۔ یا رسول اللہ! از راہ نوازش اپنے رب کریم کی بارگاہ میں ہمارے لئے دعا فرمائیے۔

حضور نے اپنے صدیق کو کہا او تحب ذلک اے صدیق تمہیں یہ بات پسند ہے کہ میں اپنے رب کی بارگاہ میں التجا کروں؟ صدیق اکبر نے عرض کی ہمیں یہ بات بہت پسند ہے۔ رحمت عالم ﷺ نے آسمان کی طرف اپنے ہاتھ بلند کئے اور اس سے پیشتر کے اٹھے ہوئے ہاتھ واپس آتے سارا آسمان ابر آلود ہو گیا۔ فوراً بارش برسنے لگی یہاں تک کہ جتنے برتن کسی کے پاس تھے انہوں نے سب بھر لئے اور جب باہر نکلے تو ہم نے دیکھا کہ صرف وہاں تک بارش ہوئی ہے جہاں تک مجاہدین اسلام کے خیمے نصب تھے، اس سے باہر ایک قطرہ بھی کہیں نہیں ٹپکا۔ علامہ واقدی اس کے بارے میں لکھتے ہیں کہ اس لشکر میں بارہ ہزار اونٹ، بارہ ہزار گھوڑے اور تیس ہزار مجاہدین تھے اور اتنی بارش نازل ہوئی کہ تمام نشیبی جگہیں لبریز ہو گئیں۔ اور ایک تالاب کا پانی اس سے نکل کر دوسرے تالاب میں جانے لگا **فصلوات اللّٰہ وسلامہٗ علیہ** اللہ تعالیٰ کے درود اور اللہ کے سلام نازل ہوں اس سراپا یمن و برکت رسول اکرم پر جس کی زبان کھلنے کی دیر ہوتی تھی کہ اللہ تعالیٰ کی رحمت کے خزانوں کے منہ کھل جاتے تھے۔ (۱۸۶)

تھوڑے سے کھانے میں زیادہ افراد کا سیر ہو جانا:

"تکثیر طعام سے مراد وہ معجزہ ہے، کہ تھوڑا سا طعام بہت کے لئے کافی ہو جائے۔ انجیل کے مطالعہ سے ظاہر ہوتا ہے کہ اس معجزہ کا ظہور مسیحؑ سے بھی ہوا۔ انہوں نے چار روٹیوں اور تین مچھلیوں سے بہت بڑی جماعت کو سیر کیا۔ نبی ﷺ کی آیات نبوۃ میں بھی ایسے واقعات کا ذکر احادیث صحیحہ میں بکثرت ہے۔" (۱۸۷)

تمام دنیا جانتی ہے کہ مسلمانوں کا ابتدائی زمانہ بہت ہی فقر و فاقہ میں گذرا ہے۔ کئی کئی دن گزر جاتے تھے کہ ان لوگوں کو کوئی چیز کھانے کے لئے نہیں ملتی تھی۔ ایسی حالت میں اگر رسول اللہ ﷺ کا یہ معجزہ ان فاقہ زدہ مسلمانوں کی نصرت و دستگیری نہ کرتا تو بھلا ان مفلس اور فاقہ مست مسلمانوں کا کیا حال ہوتا۔

حضرت عیسیٰ علیہ السلام نے آسمان سے اترے دستر خوان کی سات روٹیوں اور سات مچھلیوں سے کئی سو آدمیوں کو شکم سیر کر دیا۔

یقیناً یہ ان کا بہت ہی عظیم الشان معجزہ ہے۔ جس کا ذکر انجیل اور قرآن دونوں مقدس آسمانی کتابوں میں مذکورہ ہے، لیکن حضور رحمتہ اللعالمین ﷺ کے دست مبارک سے سینکڑوں مرتبہ اس قسم کی معجزانہ برکتوں کا ظہور ہوا کہ تھوڑا کھانا پانی سینکڑوں بلکہ ہزاروں انسانوں کو شکم سیر اور سیراب کرنے کے لئے کافی ہوگیا۔ اس قسم کے سینکڑوں معجزات میں سے مندرجہ ذیل چند معجزات آپ کے معجزانہ تصرفات کی آیات بینات بن کر احادیث کی کتابوں میں اس طرح چمک رہے ہیں جس طرح آسمان پر اندھیری راتوں میں ستارے چمکتے اور جگمگاتے رہتے ہیں۔ (۱۸۸)

حضور اکرم ﷺ کا معجزہ ام سلیم کی چند روٹیوں میں ستر اسی آدمیوں نے سیر ہو کر کھایا۔

حدثنا عبد اللّٰہ بن یوسف اخبرنا مالک عن اسحاق بن عبد اللّٰہ بن ابی طلحۃ انہٗ سمع انس بن مالک یقول قال ابو طلحۃ لام سلیم لقد سمعت صوت رسول اللّٰہ ﷺ ضعیفا اعرف الجوع فھل عندک من شیء قالت نعم فاخرجت اقراصا من شعیر ثم اخرجت خمارا لھا فلفت الخبز ببعضہٖ ثم دستہ تحت یدی ولاثتنی ببعضہٖ ثم ارسلتنی الی رسول اللّٰہ ﷺ قال فذھبت بہ فوجدت رسول اللّٰہ ﷺ فی المسجد ومعہ الناس فقمت علیھم فقال لی رسول اللّٰہ ﷺ ارسلک ابو طلحۃ فقلت نعم قال بطعام فقلت نعم فقال رسول اللّٰہ ﷺ لمن معہٗ قوموا فانطلق وانطلقت بین ایدیھم حتّٰی جئت ابا طلحۃ فاخبرتہٗ فقال ابو طلحۃ یا ام سلیم قد جآء رسول اللّٰہ ﷺ بالناس ولیس عندنا ما نطعمھم فقالت اللّٰہ ورسولہٗ اعلم فانطلق ابو طلحۃ حتّٰی لقی رسول اللّٰہ ﷺ فاقبل رسول اللّٰہ ﷺ وابو طلحۃ معہٗ فقال رسول اللّٰہ ﷺ ھلمی یا ام سلیم ما عندک فاتت بذلک الخبز فامر بہٖ رسول اللّٰہ ﷺ ففت وعصرت ام سلیم عکۃ فادمتہ ثم قال رسول اللّٰہ ﷺ فیہ ما شآء اللّٰہ ان یقول ثم قال ائذن لعشرۃ فاذن لھم فاکلوا حتّٰی شبعوا ثم خرجوا ثم قال ائذن لی لعشرۃ فاذن لھم فاکلوا حتّٰی شبعوا ثم خرجوا ثم قال ائذن لعشرۃ فاذن لھم فاکلوا حتّٰی شبعوا ثم خرجوا ثم قال ائذن لعشرۃ فاکل القوم کلھم وشبعوا والقوم سبعون او ثمانون رجلا. (۱۸۹)

عبداللہ، مالک، اسحٰق بن ابی طلحہ سے روایت کرتے ہیں، انہوں نے حضرت انس بن مالک کو یہ کہتے سنا، ابوطلحہ (انس ؓ کی والدہ کے دوسرے شوہر) نے ام سلیم (انس کی والدہ) سے کہا کہ میں نے (آج) رسول اللہ ﷺ کی آواز کو کمزور اور سست پایا ہے، میرے خیال میں آپ بھوکے ہیں، کیا تمہارے پاس کھانے پینے کی کوئی چیز ہے، ام سلیم نے کہا ہاں ہے، یہ کہہ کر ام سلیم نے جو کی چند روٹیاں نکالیں، پھر اپنی اوڑھنی لی، اور اس میں اُن روٹیوں کو لپیٹا، اور چھپا کر میرے ہاتھ میں دے دیں اور کچھ اوڑھنی مجھے اوڑھا دی اس کے بعد مجھے رسول اللہ ﷺ کے پاس بھیجا، حضرت انس کہتے ہیں، میں گیا تو میں نے رسول اللہ ﷺ کو مسجد میں دیکھا، آپ کے ہمراہ اور لوگ بھی تھے، بس میں (خاموش) کھڑا ہوا تھا کہ رسول اللہ ﷺ نے مجھ سے فرمایا کیا تم کو ابوطلحہ نے بھیجا ہے میں نے عرض کیا جی ہاں، پھر دریافت کیا کھانا دے کر بھیجا ہے، میں نے عرض کیا جی ہاں، آپ نے لوگوں سے جو آپ کے پاس موجود تھے فرمایا کہ اٹھو چلو، یہ فرما کر آپ (بمعہ لوگوں کے) چلے، میں بھی آپ کے آگے آگے چلا اور ابوطلحہ کے پاس پہنچ کر آپ کی تشریف آوری کی خبر دی، ابوطلحہ نے ام سلیم سے کہا کہ نبی ﷺ لوگوں کے ساتھ ہمارے پاس تشریف لا رہے ہیں اور اتنا سامان نہیں، کہ ہم ان (سب کو) کھلا سکیں، ام سلیم نے کہا، اللہ اور اس کا رسول بہتر جانتے ہیں، ابوطلحہ ؓ (استقبال کے لئے) گھر سے باہر نکلے اور رسول اللہ ﷺ سے ملاقات کی، پھر رسول اللہ ﷺ کے ہمراہ تشریف لائے، پھر حضور ﷺ نے فرمایا ام سلیم جو کچھ تمہارے پاس ہے لے آؤ، ام سلیم وہی روٹیاں جو ان کے پاس تھیں لے آئیں اور رسول اللہ ﷺ نے ابوطلحہ کو حکم دیا کہ وہ ان کے ٹکڑے کریں (چنانچہ ان کو ریزہ ریزہ کیا گیا) اور ام سلیم سے کپی میں سے گھی نچوڑا جو سالن ہو گیا، پھر رسول اللہ ﷺ نے کچھ پڑھ کر دم کر دیا، اس کے بعد آپ نے حکم دیا کہ دس دس آدمیوں کو بلاؤ، چنانچہ دس آدمیوں کو بلا کر کھانے کی اجازت دی گئی اور انہوں نے پیٹ بھر کر کھا لیا، پھر جب یہ اٹھ گئے تو دس کو اور بلایا گیا، یہاں تک

کہ اسی طرح تمام لوگوں نے پیٹ بھر کر کھالیا، یہ سب ستر یا اسی آدمی تھے۔

تکثیر طعام کا ایک اور معجزہ جو حضرت ابوبکرؓ کے مہمانوں کے ساتھ پیش آیا۔

حدثنا موسی بن اسماعیل حدثنا معتمر عن ابیه حدثنا ابوعثمان انهٗ حدثهٗ عبد الرحمٰن بن ابی بکر رضی اللّٰه عنهما ان اصحاب الصفة كانوا اناسا فقرآء وان النبی ﷺ قال مرة. من كان عندهٗ طعام اثنين فليذهب بثالث ومن كان عندهٗ طعام اربعة فليذهب بخامس او سادس او كما قال وان ابا بكر جآء بثلاثة وانطلق النبی ﷺ بعشرة و ابوبكر و ثلاثة قال فهو انا وابی وامی ولا ادری هل قال امراتی وخادمی بين بيتنا وبين بيت ابی بكر وان ابا بكر تعشّٰی عند النبی ﷺ ثم لبث حتّٰی صلّی العشآء ثم رجع فلبث حتّٰی تعشی رسول اللّٰه ﷺ فجآء بعد ما مضٰی من الليل ما شآء اللّٰه قالت له امراتهٗ ما حبسک عن اضيافک او ضيفک قال او عشيتهم قالت ابوا حتّٰی تجیٓ قد عرضوا عليهم فغلبوهم فذهبت فاختبأت فقال يا غنثر فجدع وسب وقال كلوا وقال لا اطعمهٗ ابدا قال وايم اللّٰه ما كنا ناخذ من اللقمة الا ربا من اسفلها اكثر منها حتّٰی شبعوا وصارت اكثر مما كانت قبل فنظر ابوبكر فاذا شیٓ او اكثر قال لامرأة يا اخت بنی فراس قالت لا وقرة عينی لهی الأن اكثر مما قبل بثلاث مرات فاكل منها ابوبكر وقال انما كان الشيطان يعنی يمينهٗ ثم اكل منها لقمة ثم حملها الی النبی ﷺ فلصبحت عندهٗ وكان بيننا وبين قوم عهد فمضی الاجل ففرقنا اثنا عشر رجلا من كل رجل منهم اناس اللّٰه اعلم كم مع كل رجل غير انهٗ بعث معهم قال اكلوا منها اجمعون او كما قال. (۱۹۰)

موسیٰ، معتمر، ابوعثمان، عبدالرحمٰن بن ابی بکر رضی اللہ عنہما سے روایت کرتے ہیں کہ اصحاب صفہ مفلس اور فقیر لوگ تھے، ایک دن رسول اللہ ﷺ نے (صحابہ سے) فرمایا، جس شخص کے پاس دو آدمیوں کا کھانا ہو تو وہ ایک تیسرا آدمی (ان میں سے) لے جائے اور جس کے پاس چار آدمیوں کو کھانا ہو تو وہ پانچویں، اور اس سے زیادہ ہو تو چھٹے کو لے جائے، چنانچہ حضرت ابوبکر تین آدمیوں کو لائے، اور رسول خدا ﷺ دس آدمیوں کو لے گئے، حضرت ابوبکرؓ کے (گھر میں) تین آدمی تھے میرے والد اور میری والدہ اور ایک خادم جو ہمارا اور ابوبکر کا مشترک تھا (اس رات کو) ابوبکر نے شب کا کھانا بھی رسول اللہ ﷺ کے ہمراہ کھایا، پھر وہیں توقف کیا، اور عشاء کی نماز بھی وہیں پڑھی، اور حضور ﷺ کے پاس ہی ٹھہرے رہے، اس کے بعد بہت رات گئے گھر لوٹے، تو ان سے ان کی بیوی نے کہا، آپ کو اپنے مہمانوں کا خیال نہ آیا، ابوبکر نے کہا، کیا تم نے انہیں کھانا نہیں کھلایا ہے، ان کی بیوی نے کہا، انہوں نے اس وقت تک کھانا کھانے سے انکار کیا جب تک تم نہ آجاؤ، لوگوں نے ان کے سامنے کھانا پیش کیا، مگر انہوں نے نہ مانا (عبدالرحمٰن کہتے ہیں) میں تو مارے خوف کے چھپ رہا، ابوبکر نے کہا ارے غنثر (یہ ایک سخت کلمہ ہے جو ڈانٹ ڈپٹ کے وقت بولا جاتا ہے) پھر انہوں نے مجھے بہت سخت کہا، اور کہا تم لوگ کھاؤ میں اس کھانے کو ہرگز نہ کھاؤں گا، عبدالرحمٰن کہتے ہیں، خدا کی قسم، ہم جو لقمہ اس کے نیچے سے اٹھاتے، اس سے زیادہ بڑھ جاتا (یعنی جس جگہ سے کھانا اٹھاتے تھے وہ خالی ہونے کی بجائے کھانے سے بھر جاتی اور کھانے میں زیادتی ہو جاتی تھی، یہاں تک کہ سب لوگ شکم سیر ہو گئے، اور وہ کھانا اس سے بھی تین گنا زیادہ ہو گیا، ابوبکر نے اپنی بیوی سے کہا اے بنی فراس کی بہن یہ کھانا تو پہلے سے بھی زیادہ ہے، انہوں نے کہا، اپنی ٹھنڈی آنکھ کی قسم ہے، بے شک وہ کھانا تو پہلے سے تین گنا زیادہ ہے، پھر ابوبکرؓ نے اس میں سے کھایا، اور کہا وہ قسم شیطان کی وجہ سے تھی، اس کے بعد اس کو رسول اللہ ﷺ کے پاس لے گئے، صبح تک وہ کھانا حضرت کے ہاں رہا، ہمارے اور کچھ لوگوں کے درمیان معاہدہ تھا، جب مدت معاہدہ گزر گئی، تو ہم نے بارہ آدمی حکم اور پنچ بنائے ان میں ہر شخص کے ساتھ کچھ لوگ تھے، خدا معلوم ہر شخص کے ہمراہ کتنے آدمی تھے، بہر حال پنچوں کے ساتھ ان لوگوں کو بھیجا گیا، عبدالرحمٰن کہتے ہیں کہ اسی میں کھانے میں سے سب لوگوں نے کھایا۔

حضور اکرم ﷺ کے دست مبارک سے خیر و برکت کے ظاہر ہونے کا معجزہ ایسا ہے کہ جس چیز کو آپ ﷺ کے دستِ مبارک چھو جاتے اس میں خیر و برکت آئندہ بھی جاری وساری رہتی۔ ام مالک کی گھی کی کپی کا واقعہ بھی اس معجزہ کی دلیل ہے۔ ام مالک آپ ﷺ کو اس کپی میں گھی بھیجا کرتی تھیں، اس کپی میں جو گھی لگا رہ جاتا تھا اس کی خیر و برکت کا یہ عالم تھا کہ ان کے گھر میں سالن کا مسئلہ اس کپی کے گھی سے حل ہو جاتا تھا۔

وحدثنی سلمة بن شبیب حدثنا الحسن بن اعین حدثنا معقل عن ابی الزبیر عن جابر ان ام مالک کان تهدی للنبی ﷺ فی عکة لها سمنا فیأتیها بنوها فیسالون الادم ولیس عندهم شئ فتعمد الی الذی کانت تهدی فیه للنبی ﷺ فتجد فیه سمنا فما زال یقیم لها ادم بیتها حتّٰی عصرته فاتت النبی ﷺ فقال عصرتیها قالت نعم قال لو ترکتیها ما زال قآئما. (۱۹۱)

حضرت جابرؓ بیان کرتے ہیں کہ ام مالک رضی اللہ عنہا نبی ﷺ کو ایک کپی میں گھی بھیجا کرتی تھیں، ان کے بیٹے آ کر ان سے سالن مانگتے، ان کے پاس کوئی چیز نہیں ہوتی تھی، تو جس کپی میں وہ نبی ﷺ کے لئے گھی بھیجتی تھیں اس میں سے ان کو کچھ گھی مل جاتا، ان کے گھر میں سالن کا مسئلہ اسی طرح حل ہوتا رہا، حتّٰی کہ انہوں نے ایک دن اس کپی کو نچوڑلیا، پھر وہ نبی ﷺ کی خدمت میں حاضر ہوئیں، آپ نے فرمایا: تم نے کپی کو نچوڑلیا؟ انہوں نے کہا جی! آپ نے فرمایا: اگر تم اس کو اسی طرح رہنے دیتیں تو اس سے (گھی) اسی طرح نکلتا رہتا۔

حدثنی ابو نعیم بنحو من نصف هذا الحدیث حدثنا عمر بن ذر حدثنا مجاهد ان ابا هریرة کان یقول : الله الذی لا اله الا هو ان کنت لاعتمد بکبدی علی الارض من الجوع و ان کنت لاشد الحجر علٰی بطنی من الجوع، ولقد قعدت یوما علٰی طریقهم الذی یخرجون منه فمر ابوبکر فسالتهٗ عن ایة من کتاب الله ما سالتهٗ الا لیشبعنی فمر ولم یفعل، ثم مر بی عمر فسا لتهٗ عن ایة من کتاب الله ما سالتهٗ الا لیشبعنی فمر بی فلم یفعل، ثم مر بی ابو القاسم ﷺ فتبسم حین رانی وعرف ما فی نفسی ومافی وجهی ثم قال : ابا هر قلت لبیک یا رسول الله، قال الحق ومضٰی فتبعتهٗ فدخل فاستاذن فاذن لی فدخل فوجد لبنا فی قدح فقال : من این هذا اللبن ؟ قالوا اهداة لک فلان او فلانة قال : ابا هر قلت لبیک یا رسول الله قال الحق الی اهل الصفة فادعهم لی قال ، واهل الصفه اضیاف الاسلام لا یادون الی اهل ومال ولا علٰی احد اذا اتته صدقة بعث بها الیهم ولم یتناول منها شیئا، واذا اتته هدیة ارسل الیهم واصاب منها واشرکهم فیها،فسآء نی ذٰلک فقلت : وما هذا اللبن فی اهل الصفة؟ کنت احق انا ان اصیب من هذا اللبن شربة اتقوّٰی بها فاذا جآء امرنی فکنت انا اعطیهم وما عسٰی ان یبلغنی من هذا اللبن، ولم یکن من طاعة الله وطاعة رسوله ﷺ بد، فاتیتهم فدعوتهم فاقبلوا فاستاذنوا فاذن لهم واخذوا مجالسهم من البیت قال یا ابا هر، قلت لبیک یا رسول الله قال : خذ فاعطهم قال فاخذت القدح فجعلت اعطیه الرجل فیشرب حتّٰی یروٰی ثم یرد علی القدح اعطیه الرجل فیشرب حتّٰی یروٰی ثم یرد علی القدح فیشرب حتّٰی یروٰی ثم یرد علی القدح حتی انتهیت الی النبی ﷺ وقد روٰی القوم کلهم فاخذ القدح فوضعهٗ علٰی یدهٖ فنظر الی فتبسم فقال : ابا هر قلت لبیک یا رسول الله، قال بقیت وانا وانت، قلت صدقت یا رسول الله قال اقعد فاشرب، فقعدت فشربت فقال اشرب فشربت، فما زال یقول اشرب حتّٰی قلت لا والذی بعثک بالحق ما اجد لهٗ مسلکا، قال فارنی فاعطیتهٗ القدح فحمد الله وسمّٰی وشرب الفضلة. (۱۹۲)

مجاہد کا بیان ہے کہ حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ فرمایا کرتے: اللہ وہ ہے جس کے سوا کوئی معبود نہیں مگر وہی بھوک کے باعث میں زمین پر پیٹ بل لیٹ جاتا اور کبھی بھوک کے سبب اپنے پیٹ پر پتھر باندھ لیتا، ایک روز میں لوگوں کی عام گزرگاہ پر بیٹھ گیا تو حضرت ابوبکر گزرے تو میں نے ان سے قرآن کریم کی ایک آیت پوچھی۔ میں نے سوال اسی لئے کیا کہ مجھے کھانا کھلا دیں، لیکن وہ گزر گئے اور ایسا نہ کیا، پھر میرے پاس سے حضرت عمر گزرے تو میں نے اُن سے بھی کتاب الٰہی کی ایک آیت پوچھی اور اُن سے بھی کھانے کے باعث سوال کیا تھا، چنانچہ وہ بھی گزر گئے اور انہوں نے ایسا نہیں کیا، پھر میرے پاس حضرت ابوالقاسم ﷺ گزرے اور مجھے دیکھ کر تبسم فرمایا کیونکہ آپ نے میری دلی خواہش اور چہرے کی حالت کو جان لیا تھا۔ چنانچہ فرمایا: اے ابو ہر! عرض گزار ہوا: یارسول اللہ! میں حاضر ہوں۔ فرمایا کہ آگے آؤ اور آپ چل دیئے تو میں بھی آپ کے پیچھے رہا، چنانچہ آپ اندر داخل ہوئے اور مجھے بھی اجازت مرحمت فرمائی پس میں اندر داخل ہوا، چنانچہ آپ نے پیالے میں دودھ پایا تو فرمایا کہ یہ دودھ کہاں سے آیا؟ گھر والوں نے جواب دیا کہ فلاں مرد یا فلاں عورت نے بطور ہدیہ آپ کے لئے پیش کیا، فرمایا کہ اے ابو ہر! عرض گزار ہوا کہ یارسول اللہ میں حاضر ہوں، فرمایا کہ اہل صُفّہ کے پاس جاؤ اور انہیں میرے پاس بلا لاؤ، حضرت ابو ہریرہ کا بیان ہے کہ اہل صُفّہ اسلام کے مہمان تھے، اہل وعیال، مال اور کسی شخص کے پاس نہیں جاتے تھے جب آپ کی خدمت میں صدقہ آتا تو ان کے لئے بھیج دیتے اور خود اس میں سے ذرا بھی تناول نہ فرماتے اور جب آپ کی خدمت میں ہدیہ پیش کیا جاتا تو اس میں اہل صفہ کو بھی شامل فرما لیتے۔ مجھے یہ بات اچھی نہ لگی اور اپنے دل میں کہا کہ یہ دودھ اہل صفہ کا کیا بنائے گا؟ جبکہ اس کا زیادہ حقدار میں ہوں اگر یہ دودھ مجھے عطا فرما دیا جائے اور میں اسے پی لوں تو کچھ جان میں جان آئے۔ پس جب وہ آئیں جیسا کہ مجھے حکم فرمایا ہے اور میں انہیں دوں تو غالب گمان ہے کہ یہ دودھ مجھ تک تو پہنچے گا ہی نہیں، لیکن اللہ اور اس کے رسول کا حکم ماننے بغیر چارہ نہیں۔ پس میں گیا اور انہیں بلا لایا، چنانچہ وہ آئے پھر انہوں نے اجازت مانگی تو انہیں اجازت دے دی گئی اور وہ گھر کے اندر بیٹھ گئے، فرمایا کہ ابو ہر: عرض گزار ہوا کہ یارسول اللہ! میں حاضر ہوں، فرمایا کہ اسے لیکر انہیں دو، ان کا بیان ہے کہ میں نے پیالہ پکڑ لیا اور ایک آدمی کو دیا، چنانچہ جب وہ شکم سیر ہو گیا تو اُس نے پیالہ مجھے واپس کر دیا پھر دوسرے نے پیالہ مجھے دے دیا۔ اس طرح میں نبی کریم ﷺ تک پہنچ گیا اور اصحاب صفہ سب شکم سیر ہو چکے تھے چنانچہ آپ نے پیالہ لے لیا اور اسے اپنے دستِ کرم پر رکھا پھر میری طرف دیکھ کر تبسم فرمایا، ارشاد ہوا: اے ابو ہریرہ! عرض گزار ہوا کہ یارسول اللہ، میں حاضر ہوں، فرمایا اب میں اور تم باقی رہ گئے میں نے عرض کیا یارسول اللہ آپ نے سچ فرمایا، ارشاد ہوا کہ بیٹھ جاؤ اور پیو، چنانچہ میں بیٹھ گیا اور میں نے پیا پھر فرمایا کہ پیو، لہٰذا میں نے پھر پیا، آپ برابر ہی فرماتے رہے کہ اور پیو، یہاں تک کہ میں نے انکار کرتے ہوئے کہا، قسم ہے اُس ذات کی جس نے آپ کو حق کے ساتھ مبعوث فرمایا ہے، مجھے اب کوئی گنجائش نظر نہیں آتی، فرمایا کہ مجھے دکھاؤ، چنانچہ میں نے پیالہ پیش کر دیا، پس آپ نے اللہ تعالیٰ کی حمد و ثناء بیان کی اور بسم اللہ پڑھ کر بچا ہوا دودھ نوش فرما لیا۔

حدثنا عبد اللّٰہ بن ابی شیبة حدثنا ابو اسامة حدثنا ھشام عن ابیه عن عآئشة رضی اللّٰہ عنھا قالت : لقد توفی النبی ﷺ وما فی رفی من شیٔ یاکلهٔ ذو کبد الا شطر شعیر فی رف لی فاکلت منه حتّٰی طال علی فکلتهٔ ففنی. (۱۹۳)

عروہ بن زبیر کا بیان ہے کہ حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا نے فرمایا کہ بیشک نبی کریم ﷺ وفات پا گئے لیکن اُس وقت ہمارے پاس کوئی چیز نہ تھی جسے کوئی جاندار کھا سکے مگر تھوڑے سے جو میری کھٹیا میں تھے جن میں سے کافی دنوں تک میں کھاتی رہی لیکن میں نے انہیں ماپ لیا تو وہ ختم ہو گئے۔

حدثنا الصلت بن محمد حدثنا حماد بن زید عن الجعد ابی عثمان عن انس وعن ھشام عن محمد عن انس وعن سنان ابی ربیعة عن انس ؓ ان ام سلیم امهٔ عمدت الٰی مد من شعیر جشته وجعلته منه خطیفة وعصرت

عكة عندها ثم بعثني الى النبی ﷺ فاتيته وهو في اصحابه فدعوته قال ومن معی فجئت فقلت انه يقول ومن معی فخرج اليه ابو طلحة قال يا رسول الله انما هو شئ صنعته ام سليم فدخل فجئ به وقال ادخل على عشرة فدخلوا فاكلوا حتّٰی شبعوا ثم قال ادخل على عشرة فدخلوا فاكلوا حتّٰی شبعوا ثم قال ادخل على عشرة حتّٰی عد اربعين ثم اكل النبی ﷺ ثم قام فجعلت انظر هل نقص منها شئ. (۱۹۴)

حضرت انس رضی اللہ عنہ سے تین سندوں کے ساتھ مروی ہے کہ اُن کی والدہ ماجدہ حضرت ام سلیم رضی اللہ عنہا نے ایک مد جو دل کر اُن سے دلیہ تیار کیا پھر جو اُن کے پاس کپی تھی اُس میں سے گھی نکال کر ڈالا، پھر مجھے نبی کریم ﷺ کی خدمت میں بھیجا، پس میں حاضر خدمت ہوا جبکہ آپ اپنے اصحاب کے جھرمٹ میں جلوہ افروز تھے، پس میں نے آپ کو پیغام دعوت دیا، فرمایا اور جو میرے ساتھ ہیں؟ پس میں واپس آیا اور بتایا آپ یہ فرماتے ہیں کہ جو آدمی میرے پاس ہیں (کیا وہ بھی آئیں) پس حضرت ابوطلحہ آپ کی جانب روانہ ہوئے اور عرض کی کہ یا رسول اللہ! ہمارے پاس تو کھانے کی صرف اتنی ہی چیز ہے جو ام سلیم نے آپ کے لئے تیار کی ہے۔ پس آپ اُن کے ساتھ تشریف لے آئے اور فرمایا کہ دس آدمیوں کو بلالاؤ، پس وہ داخل ہوئے اور شکم سیر ہو کر کھانا کھایا، پھر فرمایا دس آدمی میرے پاس اور بلالاؤ پس وہ آئے اور پیٹ بھر کر کھانا کھا گئے، پھر ارشاد ہوا کہ دس آدمیوں کو میرے پاس اور بھیجو یہاں تک کہ چالیس افراد شمار کئے گئے، پھر نبی کریم ﷺ نے کھانا تناول فرمایا اور اٹھ کھڑے ہوئے، پس میں نے کھانے کو دیکھنے لگا کہ کیا اس میں سے کچھ کم ہوا ہے۔

دیگر معجزات رسول عربی ﷺ: حضور اکرم ﷺ کی ذات مبارکہ سے اور بہت سے معجزات ظہور میں آئے، جن کا علم احادیث مبارکہ سے ہوتا ہے۔

حدثنی محمد بن المثنّٰی حدثنا معاذ قال حدثنی ابی عن قتادة حدثنا انس رضی الله عنه ان رجلين من اصحاب النبی ﷺ خرجا من عند النبی ﷺ فی ليلة مظلمة ومعهما مثل المصباحين يضيئان بين ايديهما فلما افترقا صار مع كل واحد منهما واحد حتّٰی اتٰی اهله. (۱۹۵)

حضرت انس رضی اللہ تعالیٰ عنہ فرماتے ہیں کہ نبی کریم ﷺ کے دو صحابی نبی کریم ﷺ کے پاس سے ایک اندھیری رات میں اپنے گھروں کو گئے اور ان دونوں کے ہاتھوں میں چراغ کی طرح کوئی چیز روشن تھی۔ جب راستے میں وہ دونوں جدا ہوئے تو وہ چراغ ان میں سے ہر ایک کے ساتھ ہو گیا، یہاں تک کہ وہ اپنے اہل وعیال کے پاس پہنچ گئے۔

حضرت سلمہ بن اکوع ؓ کو غزوہ خیبر میں پنڈلی پر ایسا زخم آیا کہ اس کی شدت کے سبب لوگ یہ سمجھے کہ اب وہ زندہ نہیں بچیں گے، وہ حضور اکرم ﷺ کی خدمت میں حاضر ہوئے اور آپ ﷺ نے اس زخم پر تین مرتبہ دم کیا تو ان کی ساری تکلیف دور ہو گئی۔

حدثنا المكی بن ابراهيم حدثنا يزيد بن ابی عبيد قال رايت اثر ضربة فی ساق سلمة فقلت يا ابا مسلم ما هذه الضربة فقال هذه ضربة اصابتنی يوم خيبر فقال الناس اصيب سلمة فاتيت النبی ﷺ فنفث فيه ثلاث نفثات فما اشتكيتها حتی الساعة. (۱۹۶)

یزید بن ابو عبید فرماتے ہیں کہ میں نے حضرت سلمہ بن اکوع رضی اللہ عنہ کی پنڈلی پر زخم کا نشان دیکھا تو دریافت کیا کہ ابو مسلم! یہ نشان کیسا ہے؟ فرمایا، یہ غزوۂ خیبر میں زخم آیا تھا، لوگ تو یہی کہنے لگے تھے کہ سلمہ کا آخری وقت آپہنچا ہے لیکن نبی کریم ﷺ کی بارگاہ میں حاضر ہو گیا۔ پس آپ نے اس پر تین مرتبہ دم فرمایا تو مجھے اب تک کوئی تکلیف محسوس نہیں ہوئی۔

حضرت ابو ہریرہ ؓ نے آنحضرت ﷺ سے حدیثیں بھول جانے کی شکایت کی آپ ﷺ نے ان کی چادر پھیلا کر اس میں اپنا چلو ڈال

دیا اور فرمایا چادر اپنے اوپر لپیٹ لو حضرت ابو ہریرہ فرماتے ہیں اس کے بعد میں کوئی حدیث نہیں بھولا۔ یہ آپ ﷺ کا معجزہ تھا جس سے حضرت ابو ہریرہ فیض یاب ہوئے۔

حدثنا ابو مصعب احمد بن ابی بکر قال ثنا محمد بن ابراهیم بن دینار عن ابن ابی ذئب عن سعیدن المقبری عن ابی هریرة قال قلت یا رسول الله انی اسمع منک حدیثا کثیرا انساه قال ابسط ردآءک فبسطتهٔ فغرف بیدیه ثم قال ضم فضممتهٔ فما نسیت شیئا حدثنا ابراهیم ابن المنذر قال حدثنا ابن ابی فدیک بهٰذا وقال فغرف بیدهٖ فیه. (۱۹۷)

ابو مصعب، احمد بن ابی بکر، محمد بن ابراہیم بن دینار، ابن ابی ذئب، سعید مقبری، ابو ہریرہؓ کہتے ہیں، کہ میں نے کہا یا رسول اللہ ﷺ میں آپ سے بہت سی حدیثیں سنتا ہوں، مگر انہیں بھول جاتا ہوں، آپ نے فرمایا اپنی چادر پھیلاؤ، چنانچہ میں نے چادر پھیلائی تو آپ نے اپنے دونوں ہاتھوں سے چلو بنایا (اور اس چادر میں ڈال دیا) پھر فرمایا کہ (اس چادر کو) اپنے اوپر لپیٹ لو چنانچہ میں نے لپیٹ لیا پھر اس کے بعد میں کچھ نہیں بھولا، ہم سے ابراہیم بن منذر نے اس حدیث کو بواسطہ ابن ابی فدیک روایت کیا، اور کہا کہ اپنے ہاتھ سے ایک چلو اس میں ڈال دیا۔

عبد اللہ بن عتیک نے دشمن رسول ﷺ، ابو رافع کو ہلاک کیا اس دوران ان کی پنڈلی ٹوٹ گئی حضور اکرم ﷺ کے دست مبارک پھیرنے سے پنڈلی بالکل ٹھیک ہوگئی۔

حدثنا یوسف بن موسٰی حدثنا عبید اللّٰه بن موسٰی عن اسرائیل عن ابی اسحٰق عن البرآء قال بعث رسول اللّٰه ﷺ الٰی ابی رافع الیهودی رجالا من الانصار فامر علیهم عبد الله بن عتیک وکان ابورافع یؤذی رسول اللّٰه ﷺ ویعین علیه وکان فی حصن لهٔ بارض الحجاز فلما دنوا منه وقد غربت الشمس وراح الناس بسرحهم فقال عبد الله لاصحابه اجلسوا مکانکم فانی منطلق ومتلطف للبواب لعلی ان ادخل فاقبل حتی دنا من الباب ثم تقنع بثوبه کانهٔ یقضی حاجة وقد دخل الناس فهتف به البواب یا عبد الله ان کنت ترید ان تدخل فادخل فانی ارید ان اغلق الباب فدخلت فکمنت فلما دخل الناس اغلق الباب ثم علق الا غالیق علٰی وقد قال فقمت الی الاقالید فاخذتها ففتحت الباب وکان ابورافع یسمر عندهٔ وکان فی علا لی لهٔ فلما ذهب عنه اهل سمرهٖ صعدت الیه فجعلت کلما فتحت بابا اغلقت علی من داخل قلت ان القوم نذروا بی لم یخلصوا الی حتّٰی اقتلهٔ فانتهیت الیه فاذا هو فی بیت مظلم وسط عیالهٖ لا ادری این هو من البیت فقلت یا ابا رافع، قال من هٰذا فاهویت نحو الصوت فاضربهٔ ضربة بالسیف وانا دهش فما اغنیت شیئا فصاح فخرجت من البیت فامکث غیر بعید ثم دخلت الیه فقلت ما هٰذا الصوت یا ابا رافع فقال لامک الویل ان رجلا فی البیت ضربنی قبل بالسیف قال فاضربهٔ ضربة اثخنته ولم اقتله ثم وضعت ظبة السیف فی بطنهٖ حتّٰی اخذ فی ظهرهٖ فعرفت انی قتلتهٔ فجعلت افتح الابواب بابا بابا حتی انتهیت الٰی درجة لهٔ فوضعت رجلی وانا اری انی قد انتهیت الی الارض فوقعت فی لیلة مقمرة فانکسرت ساقی فعصبتها بعمامة ثم انطلقت حتّٰی جلست علی الباب فقلت لا اخرج اللیلة حتّٰی اعلم اقتلتهٔ فلما صاح الدیک قام الناعی علی السور فقال انعی ابا رافع تاجر اهل الحجاز فانطلقت الٰی اصحابی فقلت النجآء فقد قتل الله ابا رافع فانتهیت الی النبی ﷺ فحدثتهٔ فقال ابسط رجلک فبسطت رجلی فمسحها فکانما لم اشتکها قط. (۱۹۸)

یوسف بن موسیٰ، عبیداللہ بن موسیٰ، اسرائیل، ابواسحٰق، براء بن عازب سے روایت کرتے ہیں، کہ رسول اللہ ﷺ نے ابورافع کے پاس کئی انصاریوں کو بھیجا، اور عبداللہ بن عتیک کو سردار مقرر کیا، ابورافع دشمن رسول تھا، اور مخالفین رسول کی مدد کرتا تھا، اس کا قلعہ حجاز میں تھا، اور وہ اسی میں رہا کرتا تھا، جب یہ لوگ اس کے قلعہ کے قریب پہنچے، تو سورج ڈوب گیا تھا، اور لوگ اپنے جانوروں کو شام ہونے کی وجہ سے واپس لا رہے تھے، عبداللہ بن عتیک نے ساتھیوں سے کہا، تم یہیں ٹھہرو، میں جاتا ہوں اور دربان سے کوئی بہانہ کر کے اندر جانے کی کوشش کروں گا، چنانچہ عبداللہ گئے اور دروازے کے قریب پہنچ گئے، پھر خود کو اپنے کپڑوں میں اس طرح چھپایا جیسے کوئی رفع حاجت کے لئے بیٹھتا ہے، قلعہ والے اندر جا چکے تھے، دربان نے عبداللہ کو یہ خیال کر کے کہ ہمارا ہی آدمی ہے، آواز دی اور کہا اے اللہ کے بندے اگر تو اندر آنا چاہتا ہے، تو آ جا کیونکہ میں دروازہ بند کرنا چاہتا ہوں، عبداللہ بن عتیک کہتے ہیں، کہ میں یہ سن کر اندر گیا اور چھپ رہا، دربان نے دروازہ بند کر کے چابیاں کیل میں لٹکا دیں جب دربان سو گیا، تو میں نے اٹھ کر چابیاں اتار لیں اور قلعہ کا دروازہ کھول دیا (تا کہ بھاگنے میں آسانی ہو) ادھر ابورافع کے پاس رات کو داستان ہوتی تھی وہ اپنے بالا خانے پر بیٹھا داستان سن رہا تھا، جب داستان کہنے والے تمام چلے گئے، اور ابورافع سو گیا، تو میں بالا خانہ پر چڑھا، اور جس دروازہ میں داخل ہوتا تھا، اس کو اندر سے بند کر لیتا تھا اور اس سے میری یہ غرض تھی، کہ اگر لوگوں کو میری خبر ہو جائے، تو ان کے پہنچنے تک ابورافع کا کام تمام کر دوں، غرض میں ابورافع تک پہنچا، وہ ایک اندھیرے کمرے میں اپنے بچوں کے ساتھ سو رہا تھا، میں اس کی جگہ کو اچھی طرح معلوم نہ کر سکا، اور ابورافع کہہ کر پکارا، اس نے کہا کون ہے، میں نے آواز پر بڑھ کر تلوار کا ہاتھ مارا، میرا دل دھڑک رہا تھا، مگر یہ وار خالی گیا اور وہ چلایا، میں کوٹھری سے باہر آ گیا، اور پھر فوراً ہی اندر جا کے پوچھا کہ اے ابورافع تم کیوں چلائے، اس نے مجھے اپنا آدمی سمجھا، اور کہا تیری ماں تجھے روئے، ابھی کسی نے مجھ پر تلوار کا وار کیا ہے، یہ سنتے ہی میں نے ایک ضرب اور لگائی، زخم اگرچہ گہرا لگا، لیکن مرا نہیں آخر میں نے تلوار کی دھار اس کی پیٹ پر رکھ دی اور زور سے دبائی وہ چیرتی ہوئی پیٹھ تک پہنچ گئی، اب مجھے یقین ہو گیا کہ وہ ہلاک ہو گیا، پھر میں واپس لوٹا اور ایک ایک دروازہ کھولتا جاتا تھا اور سیڑھیوں سے اترتا جاتا تھا، میں سمجھا کہ زمین آ گئی ہے، چاندنی رات تھی، میں گر پڑا، اور پنڈلی ٹوٹ گئی، میں نے اپنے عمامہ سے پنڈلی کو باندھ لیا، اور قلعہ سے باہر آ کر دروازہ پر بیٹھ گیا اور دل میں طے کر لیا، کہ میں اس وقت تک یہاں سے نہیں جاؤں گا جب تک اس کے مرنے کا یقین نہ ہو جائے، آخر صبح ہوئی مرغ نے اذان دی، اور قلعہ کے اوپر دیوار پر کھڑے ہو کر ایک شخص نے کہا، اے لوگو! ابورافع حجاز کا سوداگر مر گیا، میں یہ سنتے ہی اپنے ساتھیوں کی طرف چل دیا، اور ان سے آ کر کہا، اب جلدی چلو یہاں سے اللہ نے ابورافع کو ہلاک کرا دیا، اس کے بعد ہم نے رسول خدا ﷺ کو آ کر خوشخبری سنائی، آپ ﷺ نے میرے پیر کو دیکھا، اور فرمایا اپنا پاؤں پھیلاؤ، میں نے پھیلا دیا، آپ نے دستِ مبارک پھیر دیا، بس ایسا معلوم ہوا کہ اس پیر کو کوئی صدمہ نہیں پہنچا۔

ستون حنانہ کا آپ ﷺ کی جدائی میں رونا آپ ﷺ کا معجزہ تھا:

حضور اکرم ﷺ مسجد میں خطبہ دیتے وقت کھجور کے درخت کے تنے سے ٹیک لگا لیا کرتے تھے، لوگوں نے آپ ﷺ کی اجازت سے منبر بنا دیا، آپ ﷺ جمعہ کے دن خطبہ کے لئے منبر پر تشریف فرما ہوئے تو کھجور کے تنے سے رونے کی آواز آنے لگی جو آپ کی جدائی میں بچوں کی طرح بلکنے لگا۔

حدثنا ابو نعیم حدثنا عبد الواحدبن ایمن قال سمعت ابی عن جابربن عبد اللہ رضی اللہ عنهما ان النبی ﷺ کان یقوم یوم الجمعة الی شجرة او نخلة فقالت امراة من الانصار او رجل یا رسول اللہ الانجعل لک منبرا قال ان شئتم فجعلوا لہ منبرا فلما کان یوم الجمعة دفع الی المنبر فصاحت النخلة صیاح الصبی ثم

نزل النبی ﷺ فضمها الیه تئن انین الصبی الذی یسکن قال کانت تبکی علی ما کانت تسمع من الذکر عندھا. (۱۹۹)

ابونعیم، عبدالواحد بن ایمن، حضرت جابر بن عبداللہ رضی اللہ عنہ سے روایت کرتے ہیں، کہ رسول اللہ ﷺ جمعہ کا خطبہ پڑھتے وقت ایک کھجور کے درخت کے تنہ سے کمر لگا لیتے تھے تو ایک انصاری عورت یا کسی مرد نے عرض کیا، یا رسول اللہ ہم آپ کے لئے منبر کیوں نہ بنا دیں، فرمایا، اگر چاہو (تو بنا دو) چنانچہ ان لوگوں نے آپ کے لئے منبر بنا دیا، جب جمعہ کا دن ہوا تو آپ منبر پر تشریف لے گئے، کھجور کی لکڑی کا وہ ٹکڑا بچوں کی طرح رونے اور چلانے لگا، رسول اللہ ﷺ نے منبر سے اتر کر اس لکڑی کو سینے سے لگا لیا وہ ایسی آواز سے رونے لگا جس طرح وہ بچہ روئے جو چپ کرایا جاتا ہے، حضرت جابر کہتے ہیں، وہ اس ذکر کی یاد میں رونے لگا جو اس کے پاس ہوا کرتا تھا۔

حدثنا اسماعیل قال حدثنی اخی عن سلیمان بن بلال عن یحیی بن سعید قال اخبرنی حفص بن عبید اللّٰہ بن انس بن مالک انہٗ سمع جابر بن عبد اللّٰہ رضی اللّٰہ عنھما یقول کان المسجد مسقوفا علی جذوع من نخل فکان النبی ﷺ اذا خطب یقوم الی جذع منھا فلما صنع لہ المنبر و کان علیہ فسمعنا لذٰلک الجذع صوتا کصوت العشار حتٰی جآء النبی ﷺ فوضع یدہٗ علیھا فسکنت. (۲۰۰)

اسماعیل، سلیمان، یحیٰی، حفص، حضرت انس بن مالکؓ سے روایت کرتے ہیں، انہوں نے حضرت جابر بن عبداللہ کو یہ کہتے ہوئے سنا کہ (ابتداء میں) مسجد (نبوی) کھجور کی شاخوں سے پٹی ہوئی تھی، رسول اللہ ﷺ جب خطبہ پڑھتے تو کھجور کے ایک ستون سے سہارا لگا لیتے تھے جب آپ ﷺ کے لئے منبر بنایا گیا، تو آپ اس پر جلوہ افروز ہوئے، اس کی وجہ سے ہم نے اس کھجور کے ستون سے ایک آواز سنی، مثل اونٹنی کی آواز کے، اور آپ نے دستِ مبارک اس پر رکھا، تو وہ چپ ہوا۔

اُستنِ حنّانہ در ہجرِ رسول　　　نالہ میزد، ہمچوں اربابِ عقُول (۲۰۱)

ترجمہ: ستونِ گریاں رسول اللہ ﷺ کے فراق (کے صدمے) میں انسانوں کی طرح روتا چلاتا تھا۔

جن جذع النخل اذ حل بہٖ　　　من مصاب الھجر حزن و خبل

ضمّہٗ بالصدر فاستسلٰی بہٖ　　　کصبی بلبان یشتغل

واسر بکلام فارتضٰی　　　کونہٗ فی الخلد غرسا وامتثل (۲۰۲)

ترجمہ: کھجور کا تنہ چلایا جب اُس پر آپ ﷺ کی مفارقت کا غم اور جنون سوار ہوا۔ آپ نے اُس کو اپنے سینے سے لگا لیا تو اس کو اس سے ایسی تسلی ہوئی جس طرح کسی بچہ کو دودھ پلا کر بہلایا جاتا ہے اور آپ نے اُس سے آہستہ سے کچھ فرمایا تو اُس نے اُس کو پسند کیا کہ وہ جنت میں پودہ ہو کر رہے۔ اور آپ ﷺ کے ارشاد کی تعمیل کی۔

ہجرت مدینہ کے دوران سراقہ نے آپ ﷺ کا پیچھا کیا تو آپ ﷺ نے اس کے لئے بددعا کی اس کا گھوڑا زمین میں دھنس گیا۔

حدثنا محمد بن یوسف حدثنا احمد ابن یزید بن ابراھیم ابو الحسن الحرانی حدثنا زھیر بن معاویۃ حدثنا ابو اسحاق سمعت البرآء ابن عازب یقول جآء ابوبکر رضی اللّٰہ عنہ الی ابی فی منزلہٖ فاشتریٰ منہ رحلا فقال لعازب ابعث ابنک یحملہ معی قال فحملتہ معہٗ وخرج ابی ینتقد ثمنہٗ فقال لہٗ ابی یا ابا بکر حدثنی کیف صنعتما حین سریت مع رسول اللّٰہ ﷺ قال نعم اسرینا لیلتنا ومن الغد حتٰی قام قائم الظھیرۃ وخلا الطریق لایمر فیہ احد فرفعت لنا صخرۃ طویلۃ لھا ظل لم تات علیہ الشمس فنزلنا عندہٗ وسویت للنبی ﷺ

مکانا بیدی ینام علیه وبسطت فیه فروة وقلت نم یا رسول اللّٰہ وانا انفض لک ما حولک فنام وخرجت انفض ما حولہٗ فاذا انا براع مقبل بغنمہ الی الصخرة یرید منها مثل الذی اردنا فقلت لمن انت یا غلام فقال لرجل من اهل المدینة او مکة قلت افی غنمک لبن قال نعم قلت افتحلب قال نعم فاخذ شاة فقلت انفض الضرع من التراب والشعر والقذی قال فرایت البرآء یضرب احدیٰ یدیه علی الاخریٰ ینفض فحلب فی قعب کثبة من لبن ومعی اداوة حملتها للنبی ﷺ یرتوی منها یشرب ویتوضا فاتیت النبی ﷺ فکرهت ان اوقظہٗ فوافقتہٗ حین استیقظ فصببت من المآء علی اللبن حتی برد اسفلہٗ فقلت اشرب یا رسول اللّٰہ قال فشرب حتّٰی رضیت ثم قال الم یأن للرحیل قلت بلٰی قال فارتحلنا بعد ما زالت الشمس واتبعنا سراقة بن مالک فقلت اتینا یا رسول اللّٰہ فقال لا تحزن ان اللّٰہ معنا فدعا علیه النبی ﷺ فارتطمت بہٖ فرسہٗ الی بطنها اریٰ فی جلد من الارض شک زهیر فقال انی اراکما قد دعوتما علی فادعوا لی فاللّٰہ لکما ان ارد عنکما الطلب فدعا لہٗ النبی ﷺ فنجا فجعل لا یلقی احدا الا قال کفیتکم ما هنا فلا یلقی احدا الا ردہٗ قال ووفی لنا. (۲۰۳)

محمد، احمد، زبیر، ابواسحٰق، حضرت براء بن عازب سے روایت کرتے ہیں وہ کہتے ہیں (ایک دن) حضرت ابوبکر میرے والد کے پاس گھر تشریف لائے اور ان سے ایک کجاوہ خریدا، پھر فرمایا اپنے بیٹے سے کہہ دو کہ وہ اس کو میرے ساتھ لے چلے، پھر ان سے میرے والد نے کہا مجھ کو بتلایئے جب آپ رسول اللہ ﷺ کے ہمراہ ہجرت کو چلے تھے تو اس وقت آپ دونوں پر کیا گزری، حضرت ابوبکر نے بیان کیا کہ (غار سے نکل کر) ہم ساری رات چلے اور دوسرے دن بھی آدھے دن تک سفر کرتے رہے، جب دوپہر ہوگئی اور راستہ بالکل سونا ہوگیا، اس پر کوئی شخص چلنے والا نہ رہا تو ہم کو ایک بڑا پتھر نظر آیا جس کے نیچے سایہ تھا دھوپ نہ تھی ہم اس کے پاس اتر پڑے اور میں نے رسول اللہ ﷺ کے لئے ایک جگہ اپنے ہاتھوں سے صاف اور ہموار کردی تا کہ آپ اس پر سور ہیں پھر اس پر ایک پوستین بچھا کر عرض کیا یا رسول اللہ آپ تھوڑی دیر آرام فرمایئے اور میں ڈھونڈ ڈھانڈ کے ادھر ادھر سے دودھ لاتا ہوں آپ ﷺ سو رہے اور میں دودھ لینے کے لئے ادھر ادھر چلا، ناگہاں میں نے ایک چرواہے کو دیکھا جو اپنی بکریاں لیے ہوئے اسی پتھر طرف آرہا تھا وہ بھی اس پتھر سے وہی بات چاہتا تھا جو ہم نے چاہی تھی میں نے اس سے دریافت کیا، تو کس کا غلام ہے اس نے مدینہ یا مکہ والوں میں سے کسی شخص کا بتلایا میں نے پوچھا کیا تیری بکریوں میں دودھ ہے اس نے کہاں ہاں، میں نے کہا کیا تو دودھ دودھ دے گا اس نے کہا ہاں! یہ کہہ کر اس نے ایک بکری کو پکڑ لیا میں نے کہا تھن سے مٹی ونجاست اور بال صاف کرلو، اسحٰق کہتے ہیں، میں نے براء کو دیکھا وہ اپنا ایک ہاتھ دوسرے ہاتھ پر مار کر جھاڑتے تھے کہ اس طرح سے اس نے تھن جھاڑ کر صاف کیا اور ایک پیالہ میں دودھ دودھ دیا، میرے پاس ایک چھاگل تھی، میں اس کو نبی کریم ﷺ کی خاطر اپنے ہمراہ رکھتا تھا تا کہ آپ اس سے پانی پی سکیں اور وضو کرسکیں، میں آپ ﷺ کے پاس واپس آیا، اور مجھے آپ کو بیدار کرنا اچھا نہ معلوم ہوا لیکن میں نے آپ ﷺ کو اس حال میں پایا کہ آپ ﷺ بیدار ہوچکے تھے پھر میں نے دودھ میں تھوڑا سا پانی ڈالا حتی کہ وہ ٹھنڈا ہوگیا، اور پھر عرض کیا یا رسول اللہ ﷺ پی لیجئے، آپ ﷺ نے پی لیا میں بہت خوش ہوا پھر آپ ﷺ نے فرمایا کیا ابھی کوچ کا وقت نہیں آیا، میں نے عرض کیا، ہاں وقت آگیا، چنانچہ آفتاب ڈھل جانے کے بعد ہم نے کوچ کیا، اور سراقہ بن مالک ہمارے پیچھے پیچھے چلا (جس کو مکہ کے کافروں نے آپ ﷺ کی تلاش میں بھیجا تھا، اور سو اونٹ انعام مقرر کیا تھا) میں نے عرض کیا، یارسول اللہ کوئی ہمارا تعاقب کر رہا ہے آپ ﷺ نے فرمایا تم فکر نہ کرو خدا ہمارے ساتھ ہے، پھر آپ ﷺ نے سراقہ پر بددعا کی تو اس کا گھوڑا پیٹ تک معہ اس کے زمین میں دھنس گیا زمین کے سخت اور پتھریلے ہونے کا زبیر نے شک کیا ہے، سراقہ نے کہا میں جانتا ہوں کہ تم دونوں نے میرے لئے بددعا کی ہے تم میرے لئے دعا کرو تا کہ میں زمین سے نکل آؤں بخدا میں تمہاری تلاش کرنے والوں کو واپس کردوں گا، چنانچہ آپ ﷺ نے اس کے لئے دعا کی اور اس نے نجات پائی پھر سراقہ

جب کسی سے ملتا تو کہتا میں تلاش کر چکا ہوں غرض جس سے ملتا اس کو واپس کر دیتا ابو بکر کہتے ہیں اس نے اپنا وعدہ پورا کیا۔

شجر حجر آپ ﷺ کے تابع فرمان تھے۔ آپ ﷺ کے حکم پر دو درخت اپنے تنوں پر چلتے ہوئے آپ ﷺ کے ساتھ آئے اور آپس میں مل گئے حضور اکرم ﷺ نے اپنی حاجت پوری کی اور انہیں واپس جانے کا حکم دیا تو وہ واپس اپنی جگہوں پر لوٹ گئے۔

وعن جابر قال سرنا مع رسول اللّٰہ ﷺ حتّٰی نزلنا وادیا افیح فذھب رسول اللّٰہ یقضی حاجتہٗ فلم یر شیئا یستتر بہٖ واذا شجرتان بشاطئ الوادی فانطلق رسول اللّٰہ ﷺ الی احدٰھما فاخذ بغصن من اغصانھا فقال انقادی علی باذن اللّٰہ تعالٰی فانقادت معہٗ کالبعیر المخشوش الذی یصانع قائدہٗ حتّٰی اتی الشجرۃ الاخریٰ فاخذ بغصن من اغصانھا فقال انقادی علی باذن اللّٰہ فانقادت معہٗ کذالک حتّٰی اذا کان بالمنصف بینھا قال التئما علی باذن اللّٰہ فالتامتا فجلست احدث نفسی فحانت منی لفتۃ فاذا انا برسول اللّٰہ ﷺ مقبلا واذا الشجرتان قد افترقتا فقامت کل واحد منھا علٰی ساق. (۲۰۴)

حضرت جابرؓ سے روایت ہے فرماتے ہیں کہ ہم رسول اللہ ﷺ کے ساتھ تھے، حتی کہ ہم ایک وسیع جنگل میں اترے تو رسول اللہ ﷺ قضاء حاجت (استنجاء) کے لئے گئے تو ایسی کوئی چیز نہ پائی جس سے آڑ کریں۔ حضور ﷺ نے جنگل کے کناروں میں دو درخت دیکھے، تو رسول اللہ ﷺ ان میں سے ایک کی طرف گئے۔ ان کی شاخوں میں سے ایک شاخ پکڑی۔ فرمایا اللہ کے حکم سے میری اطاعت کرو کہ وہ آپ ﷺ کے ساتھ اس مہار والے اونٹ کی طرح چلے جو اپنے چلانے والے کی اطاعت کرتا ہے حتی کہ آپ دوسرے درخت کے پاس پہنچے تو اس کی شاخوں میں سے ایک شاخ پکڑی۔ فرمایا اللہ کے حکم سے میری اطاعت کر، وہ بھی اسی طرح حضور ﷺ کے ساتھ چلا کہ جب ان دونوں کے بیچ میں ہوئے تو فرمایا اللہ کے حکم سے مجھ پر مل جاؤ۔ وہ دونوں مل گئے، میں بیٹھ گیا اپنے دل میں کچھ سوچتا تھا میرا اور طرف دھیان گیا تو میں نے رسول اللہ ﷺ کو آتے ہوئے دیکھا اور درختوں کو دیکھا کہ جدا ہو گئے تھے، ان میں سے ہر ایک اپنی پنڈلی پر کھڑا ہو گیا تھا۔

جآءت لدعوتہ الاشجار ساجدۃ　　　تمشی الیہ علٰی ساقٍ بلا قدم (۲۰۵)

آپ ﷺ جس پہاڑ یا درخت کے پاس سے گزرتے وہ آپ ﷺ کی خدمت میں سلام پیش کرتا۔

حدثنا عباد بن یعقوب الکوفی نا الولید بن ابی ثور عن السدی عن عباد بن ابی یزید عن علی بن ابی طالب قال کنت مع النبی ﷺ بمکۃ فخرجنا فی بعض نواحیھا فما استقبلہٗ جبل ولا شجر الا وھو یقول السلام علیک یا رسول. (۲۰۶)

حضرت علی بن ابی طالب رضی اللہ عنہ سے روایت ہے فرماتے ہیں میں مکہ مکرمہ میں نبی اکرم ﷺ کے ہمراہ تھا، ہم بعض اطراف کی چلے تو جو پہاڑ اور پتھر آپ کے سامنے آتا...... ''السلام علیک یا رسول اللہ کہتا''

سلمت احجار واد اذا رأت　　　یا نبی اللّٰہ قالت تستھل (۲۰۷)

آپ ﷺ کے بلانے پر کھجور کے گچھے کا درخت سے اتر کر آپ ﷺ کی خدمت میں حاضر ہونا اور پھر واپس اپنی جگہ چلے جانا۔

حدثنا محمد بن اسماعیل نا محمد بن سعیدنا شریک عن سماک عن ابی ظبیان عن ابن عباس قال جآء اعرابی الی رسول اللّٰہ ﷺ قال بم اعرف انک نبی قال ان دعوت ھذا العذق من ھذہ النخلۃ تشھد انی رسول اللّٰہ ﷺ فدعاہ رسول اللّٰہ ﷺ فجعل ینزل من النخلۃ حتّٰی سقط الی النبی ﷺ ثم قال ارجع فعاد فاسلم الاعرابی. (۲۰۸)

حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما سے روایت ہے ایک اعرابی نبی کریم ﷺ کی خدمت میں حاضر ہوااور کہنے لگا مجھے کیسے معلوم ہو کہ آپ نبی ہیں؟ آپ ﷺ نے فرمایا اگر میں کھجور کے اس درخت کے اس گچھے کو بلاؤں تو وہ گواہی دے گا کہ میں اللہ تعالیٰ کا رسول ہوں، پھر ااپ نے اسے بلایا تو وہ درخت سے اترنے لگا یہاں تک کہ نبی کریم ﷺ کے پاس آگرا پھر آپ نے فرمایا واپس ہو جاوہ واپس ہو گیا اوراس اعرابی نے اسلام قبول کیا۔

ثم تھوی سجدا حین تری لیس یثنیھا کلال او فشل (۲۰۹)

ترجمہ: پھر آپ کو دیکھ کر سجدے میں گر پڑتے تھے اور نہ اُن کو تھکن اس سے مانع ہوتی تھی نہ کسل۔

''ابونعیم کی روایت میں یہ لفظ ہے کہ آپ کے پاس آکر اُس نے سجدہ کیے، تب آپ نے فرمایا اپنی جگہ پر واپس جاؤ۔ وہ اپنی جگہ پہنچ گیا۔ اعرابی نے یہ دیکھ کر اسی وقت کلمہ شہادت پڑھا اور مسلمان ہوگیا۔

آپ ﷺ کا اس پتھر کے بارے میں ذکر کرنا جو بعثت کے زمانہ میں سلام کیا کرتا تھا۔

حدثنا محمد بن بشار و محمود بن غیلان قالانا ابو داوٗد الطیالسی نا سلیمان ابن معاذ الضبی عن سماک بن حرب عن جابر بن سمرة قال قال رسول اللہ ﷺ ان بمکة حجرا کان یسلم علی لیالی بعثت انی لاعرفهٗ الأن. (۲۱۰)

حضرت جابر بن سمرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے رسول اکرم ﷺ نے فرمایا مکہ مکرمہ میں ایک پتھر ہے جو مجھے بعثت کی راتوں میں سلام کیا کرتا تھا میں اسے اب بھی پہچانتا ہوں۔

وکذا یعنو لامر وجھھا بسجود او ھبوط من قللْ (۲۱۱)

ترجمہ: اسی طرح بہت زیادہ تعظیم کے ارادہ سے پتھروں کے چہرے سجدہ کر کے یا پہاڑوں کی چوٹیوں سے گر کر آپ سے بعجز پیش آتے تھے۔

حدیث شریف جس کو ابونعیم نے بسند معتمر بن سلیمان سے بیان کیا ہے کہ حضرت جبرئیل نے نبی کریم ﷺ کو پکڑ کر کسی ایسے فرش پر بٹھایا جو کہ قالین کے مشابہ تھا اور اُس میں یاقوت و جواہر جڑے ہوئے تھے اور فرمایا کہ: **اقرا باسم ربک الذی خلق ٥** پڑھو۔ بعدازاں فرمایا کہ اے محمد تم ڈرو نہیں تم خدا کے رسول ہو۔ آپ وہاں سے واپس ہوئے تو جس درخت یا پتھر کی طرف سے گزرتے تھے وہ سجدہ کر کے **السلام علیک یا رسول اللہ** کہتا تھا۔ اس کو دیکھ کر آپ مطمئن ہوئے اور آپ نے سمجھا کہ میں خلعتِ رسالت سے سرفراز فرمایا گیا ہوں۔

بزار اور ابونعیم نے بروایت حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا بیان کیا کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا کہ جب خدا کی وحی مجھ پر نازل ہونا شروع ہوئی تو میں جس پتھر یا درخت پر سے ہو کر گزرتا تھا وہ **السلام علیک یا رسول اللہ** کہتا تھا۔

کھانے میں برکت کا معجزہ آپ ﷺ سے سینکڑوں مرتبہ ظہور میں آیا۔

حدثنا محمد بن بشارنا یزید بن ھارون نا سلیمان التیمی عن ابی العلاء عن سمرة بن جندب قال کنا مع النبی ﷺ نتداول من قصعة من غدوة حتی اللیل یقوم عشرة ویقعد عشرة قلنا فما کانت تمد قال من ای شیٔ تعجب ما کانت تمد الا من ھٰھنا واشار بیدہٖ الی السمآء ھٰذا حدیث حسن صحیح وابو العلاء اسمهٗ یزید بن عبد اللہ ابن الشخیر. (۲۱۲)

حضرت سمرہ بن جندب رضی اللہ عنہ سے روایت ہے ہم نبی اکرم ﷺ کے ہمراہ ایک پیالے میں صبح سے شام تک کھایا کرتے تھے دس آدمی (کھا کر) اٹھتے اور دس بیٹھ جاتے۔ ابوالعلاء کہتے ہیں ہم نے پوچھا وہ کھانا کیسے بڑھ جاتا تھا؟ حضرت سمرہ نے فرمایا تمہیں کس بات سے تعجب ہے ادھر سے بڑھتا تھا (یہ کہہ کر) انہوں نے آسمان کی طرف اشارہ کیا۔ یہ حدیث صحیح ہے ابوالعلاء کا نام یزید بن عبداللہ بن شخیر ہے۔

حدثنا محمد بن بشار قال نا ابو احمد الزبيری نا اسرائیل عن منصور عن ابراهیم علقمة عن عبد الله قال انکم تعدون الأیات عذابا و انا کنا نعدها علی عهد رسول الله ﷺ بر کة لقد کنا ناکل الطعام مع النبی ﷺ ونحن نسمع تسبیح الطعام قال و اتی النبی ﷺ باناء فوضع یدهٗ فیه فجعل المآء ینبع من بین اصابعه فقال النبی ﷺ حی علی الوضوا المبارک و البرکة من السمآء حتّٰی توضأنا کلنا هٰذا حدیث حسن صحیح. (۲۱۳)

حضرت علقمہ سے روایت ہے حضرت عبداللہ رضی اللہ عنہ نے فرمایا تم لوگ معجزات کو عذاب سمجھتے ہو ہم عہد رسالت میں انہیں باعث برکت سمجھا کرتے تھے۔ ہم، آنحضرت ﷺ کی معیت میں کھانا کھا رہے ہوتے تو کھانے سے تسبیح کی آواز سنتے تھے (ایک مرتبہ) آپ کے پاس پانی کا ایک برتن لایا گیا آپ نے اس میں دست مبارک رکھا تو آپ کی انگلیوں سے پانی پھوٹ پھوٹ کر نکلنے لگا۔ رسول اکرم ﷺ نے فرمایا وضو کے مبارک پانی اور آسمانی برکت کی طرف آؤ یہاں تک کہ ہم سب نے وضو کرلیا۔ یہ حدیث حسن صحیح ہے۔

والطعام حین یوتی عندهٗ سبح اللّٰه فما عنه غفل (۲۱۴)

ترجمہ: (اور جب) کھانا آپ کے سامنے لایا گیا تو اس نے خدا کی پاکی بیان کی اور اُس سے (بہ برکت قرب آں حضرت ﷺ) غافل نہ ہوا۔

<u>پیشن گوئیاں نبی ﷺ:</u> آپ ﷺ نے قیامت تک ہونے والے تمام واقعات کی پیشگی اطلاع فرمادی تھی۔

وعن ابی سعید الخدری قال قام فینا رسول الله ﷺ خطیبا بعد العصر فلم یدع شیئا یکون الی قیام الساعة الا ذکرهٗ حفظهٗ من حفیظهٗ ونسیهٗ من نسیهٗ وکان فیما قال ان الدنیا حلوة حضرة و ان الله مستخلفکم فیها فناظر کیف تعملون. (۲۱۵)

حضرت ابوسعید خدری رضی اللہ عنہ سے مروی ہے رسالت مآب ﷺ ہمارے درمیان خطبہ دیتے ہوئے عصر کے بعد کھڑے ہوئے اور تا قیامت ہونے والے واقعات میں سے کسی کو نہیں چھوڑا، بلکہ ہر شے بیان فرمادی یاد رہا جس نے یاد رکھا، بھول گیا جس نے بھلا دیا اور اس میں آپ نے فرمایا: یہ دنیا میٹھی سبز ہے اور اللہ تعالیٰ نے تمہیں زمین میں خلیفہ بنایا ہے تا کہ دیکھے تم کیا عمل کرتے ہو۔

حضرت عمرو بن اخطب انصاری رضی اللہ عنہ کہتے ہیں کہ ایک دن حضور ﷺ ہم لوگوں کو نماز فجر پڑھا کر منبر پر تشریف لے گئے اور ہم لوگوں کو خطبہ سناتے رہے۔ یہاں تک کہ نماز ظہر کا وقت آ گیا۔ پھر آپ نے منبر سے اتر کر نماز ظہر ادا فرمائی۔ پھر خطبہ دینے میں مشغول ہو گئے۔ یہاں تک کہ نماز عصر کا وقت ہو گیا اس وقت آپ نے منبر سے اتر کر نماز عصر پڑھائی۔ پھر منبر پر چڑھ کر خطبہ پڑھنے لگے۔ یہاں تک کہ سورج غروب ہو گیا تو اس دن بھر کے خطبہ میں حضور ﷺ نے ہم لوگوں کو تمام ان واقعات کی خبر دے دی جو قیامت تک ہونے والے تھے تو جس شخص نے جس قدر زیادہ اس خطبہ کو یاد رکھا وہ ہم صحابہ میں سب سے زیادہ علم والا ہے۔ (۲۱۶)

وعلمک مالم تکن تعلم ط وکان فضل الله علیک عظیما o (۲۱۷)

ترجمہ: اللہ نے آپ کو ہر اس چیز کا علم عطا فرمادیا جس کو آپ نہیں جانتے تھے اور آپ پر اللہ کا بہت ہی بڑا فضل ہے۔

<u>اسلامی فتوحات کی پیش گوئیاں:</u>

ابتداء اسلام میں مسلمان جن آلام و مصائب میں گرفتار اور جس بے سروسامان کے عالم میں تھے اس وقت اس کو کوئی سوچ بھی نہیں سکتا تھا کہ چند نہتے، فاقہ کش اور بے سروسامان مسلمان قیصر و کسریٰ کی جابر حکومتوں کا تختہ الٹ دیں گے لیکن غیب جاننے والے پیغمبر صادق نے اس حالت میں پورے عزم و یقین کے ساتھ اپنی امت کو یہ بشارتیں دیں کہ اے مسلمانوں! تم عنقریب قسطنطیہ کو فتح کرو گے اور قیصر و کسریٰ کے خزانوں کی کنجیاں تمہارے دست تصرف میں ہوں گی۔ مصر پر تمہاری حکومت کا پرچم لہرائے گا، تم سے اور ترکوں سے جنگ ہوگی جن کی

آنکھیں چھوٹی چھوٹی اور چہرے چوڑے چوڑے ہوں گے اوران جنگوں میں تم کو فتح مبین حاصل ہوگی۔ تاریخ گواہ ہے کہ غیب داں نبی کی دی ہوئی یہ سب غیب کی خبریں عالم ظہور میں آئیں۔ (۲۱۸)

قیصر وکسریٰ کو فتح کرنے اوراس کے بعد مسلمانوں کی خوشحالی کی آپ ﷺ نے اس وقت پیشن گوئی فرمادی تھی جب مسلمان انتہائی بدحالی اور پر مژدگی کا شکار تھے اور بے حد خستہ حالی کے دور سے گذر رہے تھے۔ آپ ﷺ نے مسلمانوں کی خوشحالی اور امن وسکون کی اطلاع دیتے ہوئے فرمایا کہ ایک بڑھیا حیرہ سے سفر شروع کرے گی اور طواف کعبہ کرے گی اور اللہ کے سوااسے کسی کا ڈر نہ ہوگا۔ حضرت عدی بن حاتم فرماتے ہیں کہ میں نے اس بڑھیا کو دیکھ لیا۔ آپ ﷺ کی زبان سے نکلی ہوئی ہر پیشن گوئی اپنے اپنے وقت پر پوری ہوتی گئی۔ آپ ﷺ نبی برحق اور رسول صادق وامین ہیں اور ترجمان وحی کون ومکان ہیں۔

حدثنی محمد بن الحکم اخبرنا النضر اخبرنا سعد الطائی اخبرنا محل بن خلیفة عن عدی بن حاتم قال بینا انا عند النبی ﷺ اذ اتاه رجل فشکا الیه الفاقة ثم اتاه اٰخر فشکا قطع السبیل فقال یاعدی هل رایت الحیرة قلت لم ارها وقد انبئت عنها قال طالت بک حیاة لترین الظعینة ترتحل من الحیرة حتّٰی تطوف بالکعبة لا تخاف احدا الا اللّٰه قلت فیما بینی وبین نفسی فاین دعار طیئ الذین سعروا البلاد ولئن طالت بک حیوة لتفتحن کنوز کسریٰ قلت کسری بن هرمز قال کسری بن هرمز. ولئن طالت بک حیوة لترین الرجل یخرج ملٔ کفه من ذهب او فضة یطلب من یقبلهٗ منه فلا یجد احدا یقبلهٗ منه لیلقین اللّٰه احدکم یوم یلقاه ولیس بینه وبینهٗ ترجمان یترجم لهٗ فیقولن الم ابعث الیک رسولا فیبلغک فیقول بلٰی فیقول الم اعطک مالا و افضل علیک فیقول بلٰی فینظر عن یمینه فلا یریٰ الا جهنم وینظر عن یساره فلا یریٰ الا جهنم قال عدی سمعت النبی ﷺ یقول اتقوا النار ولو بشقة تمرة..... فمن لم یجد شقة تمرة فبکلمة طیبة. قال عدی فرایت الظعینة ترتحل من الحیرة حتّٰی تطوف بالکعبة لا تخاف الا اللّٰه وکنت فیمن افتتح کنوز کسری بن هرمز ولئن طالت بکم حیوة لترون ما قال النبی ابو القاسم ﷺ یخرج ملٔ کفه. (۲۱۹)

محمد بن حکم، نضر، سعد، محل، حضرت عدی بن حاتمؓ سے روایت کرتے ہیں، انہوں نے کہا، کہ ہم رسول اللہ ﷺ کے پاس تھے، کہ ایک شخص نے آکر آپ سے فاقہ کی شکایت کی، پھر دوسرے نے آپ کے پاس آکر ڈاکہ زنی کی شکایت کی، تو آپ نے فرمایا، عدی کیا تم نے حیرہ دیکھا ہے، میں نے عرض کیا، میں نے وہ جگہ نہیں دیکھی، لیکن اس کا محل وقوع مجھے معلوم ہے، فرمایا اگر تمہاری زندگی زیادہ ہوئی، تو یقیناً تم دیکھ لوگے، کہ ایک بڑھیا عورت حیرہ سے چل کر کعبہ کا طواف کرے گی، خدا کے علاوہ اس کو کسی کا خوف نہ ہوگا، میں نے اپنے جی میں کہا (قبیلہ) طے کے ڈاکو کدھر جائیں گے جنہوں نے تمام شہروں میں آگ لگا رکھی ہے، آپ نے فرمایا، تمہاری زندگی زیادہ ہوئی، تو یقیناً تم کسری کے خزانوں کو فتح کرو گے میں نے دریافت کیا کسریٰ بن ہرمز، آپ نے فرمایا ہاں (کسریٰ بن ہرمز) اور اگر تمہاری زندگی زیادہ ہوئی تو یقیناً تم دیکھ لوگے کہ ایک شخص مٹھی بھر سونے اور چاندی کو لے کر نکلے گا اور ایسے آدمی کو تلاش کرے گا، جو اسے لے لے، لیکن اس کو کوئی نہ ملے گا، جو یہ رقم لے لے، یقیناً تم میں سے ہر شخص قیامت میں اللہ سے ملے گا (اس وقت) اس کے اور اللہ کے درمیان کوئی ترجمان نہیں ہوگا، جو اس کی گفتگو کا ترجمہ کرے، خدا تعالیٰ اس سے فرمائے گا، کیا میں نے تیرے پاس رسول نہ بھیجا تھا جو تجھے تبلیغ کرتا وہ عرض کرے گا ہاں پھر اللہ تعالیٰ فرمائے گا کیا میں نے تجھے مال وزر اور فرزند سے نہیں نوازا، وہ عرض کرے گا ہاں، پھر وہ اپنی داہنی جانب دیکھے گا، دوزخ کے سوا کچھ نہ دیکھے گا حضرت عدی کہتے ہیں کہ میں نے رسول اللہ ﷺ سے سنا کہ آگ سے بچو اگر چہ چھوارے کا ایک ٹکڑا ہی سہی، یہ بھی نہ ہوسکے تو کوئی عمدہ سی بات کہہ کر ہی سہی، عدی کہتے ہیں میں نے بڑھیا کو دیکھ لیا، کہ حیرہ سے سفر شروع کرتی ہے اور کعبہ کا طواف کرتی ہے، اور اللہ کے سوا اس کو کسی کا ڈر نہیں تھا اور میں ان لوگوں میں سے ہوں جنہوں

نے کسریٰ بن ہرمز کے خزانے فتح کیے تھے، اگر تم لوگوں کی زندگی زیادہ ہوئی، تو جو کچھ آپ ﷺ نے فرمایا ہے، کہ ایک شخص مٹھی بھر سونا لے کر نکلے (تو تم یہ بھی دیکھ لوگے)۔

حدثنی سعید بن شرجیل حدثنا لیث عن یزید بن ابی الخیر عن عقبة بن عامر ان النبی ﷺ خرج یوما فصلّٰی علٰی اهل احد صلٰوتهٗ علی المیت ثم انصرف الی المنبر فقال انی فرطکم وانا شهید علیکم انی واللّٰه لانظر الٰی حوضی الاٰن وانی قد اعطیت مفاتیح خزائن الارض وانی واللّٰه ما اخاف بعدی ان تشرکوا ولکن اخاف ان تنافسوا فیها. (۲۲۰)

سعید، لیث، یزید، ابوالخیر، حضرت عقبہ بن عامر کہتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ ایک دن باہر تشریف لائے اور آپ نے شہداء احد پر اس طرح نماز پڑھی، جس طرح میت پر نماز پڑھی جاتی ہے، اس کے بعد منبر پر تشریف لا کر فرمایا، میں تمہارا پیش خیمہ ہوں اور گواہ ہوں اور خدا کی قسم میں اس وقت حوضِ کوثر کی طرف دیکھ رہا ہوں بیشک مجھ کو تمام روئے زمین کے خزانوں کی کنجیاں عطا کی گئی ہیں خدا کی قسم اپنے بعد تمہارے مشرک ہو جانے کا خوف نہیں کرتا، بلکہ اس بات سے ڈر رہا ہوں، کہ تم صرف دنیا ہی میں لگ جاؤ۔

<u>قیصر و کسریٰ کی بربادی:</u> عین اس وقت جب قیصر و کسریٰ کی حکومتوں کے پرچم انتہائی جاہ و جلال کے ساتھ دنیا پر لہرا رہے تھے اور بظاہر ان کی بربادی کا کوئی سامان نظر نہیں آ رہا تھا مگر غیب داں نبی نے اپنی امت کو یہ غیب کی خبر سنائی کہ: **اذا اهلک کسریٰ فلا کسریٰ بعدهٗ واذا هلک وقیصر فلا قیصر بعدهٗ ولتنفقن کنوز هما فی سبیل اللّٰه.** جب کسریٰ ہلاک ہوگا تو اس کے بعد کوئی کسریٰ نہ ہوگا اور جب قیصر ہلاک ہوگا تو اس کے بعد کوئی قیصر نہ ہوگا اور ضرور ان دونوں کے خزانے اللہ تعالیٰ کی راہ میں (مسلمانوں کے ہاتھ سے) خرچ کیے جائیں گے۔ دنیا کا ہر مؤرخ اس حقیقت کا گواہ ہے کہ حضرت امیر المومنین فاروق اعظم رضی اللہ عنہ کے دورِ خلافت میں کسریٰ اور قیصر کی تباہی کے بعد نہ پھر کسی نے سلطنت فارس کا تاج خسروی دیکھا نہ رومی سلطنت کا روئے زمین پر کہیں وجود نظر آیا۔ کیوں نہ ہو کہ یہ غیب داں نبی صادق کی وہ غیب کی خبریں ہیں جو اللہ تعالیٰ علام الغیوب کی وحی سے آپ نے دی ہیں۔ بھلا کیونکر ممکن ہے کہ غیب داں نبی کی دی ہوئی غیب کی خبریں کروڑویں حصہ کے برابر بھی خلاف واقع ہو سکیں گی؟ (۲۲۱)

حدثنا ابو الیمان اخبرنا شعیب حدثنا ابو الزناد عن الاعرج عن ابی هریرة رضی اللّٰه عنه ان رسول اللّٰه ﷺ قال اذا هلک کسریٰ لا کسریٰ بعدهٗ واذا هلک قیصر فلا قیصر بعدهٗ والذی نفسی بیدهٖ لتنفقن کنوزهما فی سبیل اللّٰه. (۲۲۲)

ابوالیمان، شعیب، ابوالزناد، اعرج، ابوہریرہؓ سے روایت کرتے ہیں، کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا، جب کسریٰ مر جائے گا تو اس کے بعد کوئی کسریٰ نہیں ہوگا، اور جب قیصر ہلاک ہو جائے گا تو اس کے بعد پھر کوئی قیصر نہیں رہے گا، اور اس ذات کی قسم جس کے ہاتھ میں میری زندگی ہے تم لوگ قیصر و کسریٰ کے خزانے راہ الٰہی میں صرف کرو گے۔

حدثنا اسحٰق سمع جریرا عن عبد الملک عن جابر بن سمرة رضی اللّٰه عنه قال قال رسول اللّٰه ﷺ اذا هلک کسریٰ فلا کسریٰ بعدهٗ واذا هلک قیصر فلا قیصر بعدهٗ والذی نفسی بیدهٖ لتنفقن کنوزهما فی سبیل اللّٰه. (۲۲۳)

اسحٰق، جریر، عبدالملک، حضرت جابرؓ سے روایت کرتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا کہ جب کسریٰ ہلاک ہو جائے گا، تو کسریٰ اس کے بعد نہیں رہے گا، اور جب قیصر ہلاک ہو جائے گا، تو اس کے بعد کوئی قیصر نہیں رہے گا، اور قسم ہے اس ذات کی جس کے قبضہ میری جان ہے، تم لوگ ان دونوں کا خزانہ اللہ کا نام بلند کرنے کی راہ میں خرچ کرو گے۔

قتال اليهود:

حدثنا الحكم بن نافع اخبرنا شعيب عن الزهری قال اخبرنی سالم بن عبد اللّٰه بن عمر رضی اللّٰه عنهما قال سمعت رسول اللّٰه ﷺ يقول. تقاتلكم اليهود فتسلطون عليهم ثم يقول الحجر يا مسلم هذا يهودی ورآئی فاقتله. (۲۲۴)

<u>یہودیوں سے جنگ کرنے کا بیان:</u> حکم، شعیب، زہری، سالم بن عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہم سے بیان کرتے ہیں، انہوں نے کہا، حضرت عبداللہ بن عمر کہتے ہیں کہ میں نے رسول اللہ ﷺ سے سنا، کہ یہودی تم سے جنگ کریں گے پھر تم ان پر غالب آجاؤ گے یہاں تک کہ (یہودی پتھر کے پیچھے چھپتا پھرے گا) پتھر تم سے کہیں گے، کہ اے مسلمان ادھر آ میرے پیچھے یہودی (چھپا بیٹھا) ہے، اس کو موت کے گھاٹ اتار دے۔

حضور اکرم ﷺ ساری کائنات کے لئے اور قیامت تک لئے مبعوث فرمائے گئے۔ آپ ﷺ کی ہدایت تمام انسانوں کے لئے تھی اس لئے دنیا کے کونے کونے میں آپ ﷺ کی ہدایت کا پیغام پہنچنا تھا۔ چنانچہ آپ ﷺ نے تا قیامت جن جن اقوام سے مسلمانوں کو جہاد کرنا تھا ان سب کی پیشن گوئیاں اپنی حیات طیبہ ہی میں صحابہ اکرام ؓ کو فرمادی تھیں۔

حدثنا ابو اليمان اخبرنا شعيب حدثنا ابو الزناد عن الاعرج عن ابی هريرة رضی اللّٰه عنه عن النبی ﷺ قال لا تقوم الساعة حتّٰی تقاتلوا قوما نعالهم الشعر وحتّٰی تقاتلوا الترک صغار الاعين حمر الوجوه ذلف الانوف کان وجوههم المجان المطرقة وتجدون من خير الناس اشدهم کراهية لهٰذا الامر حتّٰی يقع فيه والناس معادن خيارهم فی الجاهلية خيارهم فی الاسلام وليأتين علٰی احدکم زمان لان يرانی احب اليه من ان يکون لهٗ مثل اهله وماله. (۲۲۵)

ابوالیمان، شعیب، ابوزناد، اعرج، حضرت ابوہریرہؓ سے بیان کرتے ہیں، کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا، کہ اس وقت تک قیامت قائم نہ ہوگی، جب تک تم ایسی قوم سے جنگ نہ کرلو جن کی جوتیاں بال کی ہوں گی، اور جب تک تم ترکوں سے قتال نہ کرو گے، جن کی آنکھیں چھوٹی ہوں گی، چہرے سرخ ہوں گے، ناکیں چپٹیں ہوں گی، گویا ان کے چہرے پٹی ہوئی ڈھالیں ہیں اور تم ان میں سے اچھے اشخاص کو بھی پاؤ گے کہ وہ سب سے زیادہ اس خلافت سے نفرت کرنے والا ہوگا یہاں تک کہ اس کو مجبور کیا جائے گا، لوگوں کی مثال معدن اور کان کی طرح ہے ان میں جو لوگ زمانہ جاہلیت میں اچھے تھے، وہی اسلام میں بھی اچھے ہیں، اور تم میں سے کسی ایک پر ایسا زمانہ آئے گا کہ اس کو میرا دیکھنا، اس کے گھر والوں اور مال سے زیادہ پسند و مرغوب ہوگا۔

حدثنا علی بن عبد اللّٰه حدثنا سفيان قال قال اسماعيل اخبرنی قيس قال اتينا ابا هريرة رضی اللّٰه عنه فقال صحبت رسول اللّٰه ﷺ ثلاث سنين لم اکن فی سنی احرص علٰی ان اعی الحديث منه فيهن سمعتهٗ يقول وقال هٰکذا بيده بين يدی الساعة تقاتلون قوما نعالهم الشعر وهو هٰذا البازر وقال سفيان مرة وهم اهل البازر. (۲۲۶)

علی بن عبداللہ، سفیان، اسمٰعیل، قیس سے روایت ہے انہوں نے کہا، ہم (ایک مرتبہ) حضرت ابوہریرہؓ کے پاس آئے، تو انہوں نے کہا کہ میں نے رسول اللہ ﷺ کی صحبت میں تین سال صرف کیے اپنی تمام عمر میں مجھے حدیث یاد کرنے کا اس قدر شوق نہ تھا جس قدر ان تین سال میں اشتیاق بڑھ گیا، میں نے آپ کو اپنے ہاتھ کا اشارہ کرتے ہوئے یہ سنا، کہ قیامت سے پہلے تم ایک ایسی قوم سے جنگ کرو گے، جس کی جوتیاں بالدار ہوں گی، اور وہی اہل عجم ہیں۔

روایت میں یہ ہے کہ قیامت سے پہلے تم لوگ ایسی قوم سے جنگ کرو گے جن کے جوتے بال کے ہوں گے وہ اہل "بازر" ہیں (یعنی صحراؤں اور میدانوں میں رہنے والے ہیں)۔ غیب داں نبی نے یہ خبریں اس وقت دی تھیں جب اسلام ابھی پورے طور پر زمین حجاز میں بھی نہیں پھیلا تھا مگر تاریخ گواہ ہے کہ مخبر صادق ﷺ کی یہ تمام پیش گوئیاں پہلی ہی صدی کے آخر تک پوری ہو گئیں کہ مجاہدین اسلام کے لشکروں نے ترکوں اور صحراؤں میں رہنے والے بربریوں سے جہاد کیا اور اسلام کی فتح مبین ہوئی اور ترک و بربری اقوام دامن اسلام میں آ گئیں۔ (۲۲۷)

آنحضرت ﷺ نے صحابہ اکرامؓ اور تابعین کے لئے جہاد میں فتح یاب ہونے کی خبر پیشگی فرما دی۔

حدثنا قتیبة بن سعید حدثنا سفیان عن عمرو عن جابر عن ابی سعید رضی الله عنه عن النبی ﷺ قال یاتی علی الناس زمان یغزون فیقال هل فیکم من صحب الرسول ﷺ فیقولون نعم فیفتح علیه ثم یغزون فیقال لهم هل فیکم من صحب من صحب الرسول ﷺ فیقولون نعم فیفتح لهم. (۲۲۸)

قتیبہ، سفیان، عمرو، جابر، حضرت ابو سعید خدریؓ سے روایت کرتے ہیں، کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا، کہ لوگوں پر ایسا زمانہ آئے گا، کہ وہ جہاد کریں گے تو ان سے دریافت کیا جائے گا کیا تم میں کوئی ایسا شخص موجود ہے جس نے رسول اللہ ﷺ کی صحبت اٹھائی ہو، وہ کہیں گے ہاں، تو ان کو فتح دی جائے گی پھر وہ جہاد کریں گے، تو ان سے پوچھا جائے گا، کیا تم میں کوئی ایسا شخص موجود ہے جو نبی ﷺ کے صحابی کی صحبت سے فیض یاب ہوا ہے وہ کہیں گے ہاں موجود ہیں، تو ان کو بھی فتح دے دی جائے گی۔

آپ ﷺ نے رومیوں سے جنگ کی پیش گوئی فرمائی۔

ما قیل فی قتال الروم: حدثنا اسحٰق یزید الدمشقی حدثنا یحیی بن حمزة قال حدثنی ثور بن یزید عن خالد بن معدان ان عمیر بن الاسود العنسی حدثهٗ انهٗ اتٰی عبادة ابن الصامت وهو نازل فی ساحل حمص وهو فی بنآء لهٗ ومعهٗ ام حرام قال عمیر فحدثتنا ام حرام انها سمعت النبی ﷺ یقول اول جیش من امتی یغزون البحر قد اوجبوا قالت ام حرام قلت یا رسول الله انا فیهم قال انت فیهم ثم قال النبی ﷺ اول جیش من امتی یغزون مدینة قیصر مغفور لهم فقلت انا فیهم یا رسول الله قال لا. (۲۲۹)

جنگ روم کا بیان: اسحٰق بن یزید دمشقی یحیی بن حمزہ ثور بن یزید، خالد بن معدان، عمیر بن اسود عنسی سے روایت کرتے ہیں، کہ وہ حضرت عبادہ بن صامت کے پاس گئے، جب کہ وہ ساحل حمص میں اپنے ایک محل میں تھے، اور ان کے ہمراہ ان کی بی بی ام حرام بھی تھیں۔ عمیر کہتے ہیں مجھ سے ام حرام نے بیان کیا، انہوں نے رسول اللہ ﷺ کو یہ فرماتے ہوئے سنا کہ میری امت میں سب سے پہلے جو لوگ دریا میں جنگ کریں گے، ان کے لئے جنت واجب ہے، ام حرام کہتی تھیں، میں نے عرض کیا یا رسول اللہ میں انہیں میں سے ہو جاؤں، فرمایا تم انہیں میں ہو، ام حرام کہتی تھیں، کہ پھر رسول اللہ نے فرمایا، کہ میری امت میں سب سے پہلے جو لوگ قیصر کے پایہ تخت میں جنگ کریں گے۔ وہ مغفور ہیں میں نے عرض کیا، کہ رسول اللہ! کیا میں ان لوگوں میں سے ہوں، آپ نے فرمایا نہیں۔

آپ ﷺ نے یہ پیشن گوئی سنائی کہ لوگ دریا میں جہاد کے لئے سفر کریں گے اور وہ بھی ان میں شامل ہوں گی اور ان لوگوں کی مثال ایسی ہو گی گویا تخت نشین بادشاہ ہوں۔

حدثنا عبد الله ابن محمد حدثنا معٰویة ابن عمرو حدثنا ابو اسحٰق عن عبد الله بن عبد الرحمٰن الانصاری قال سمعت انسا یقول دخل رسول الله ﷺ علی ابنة ملحان فاتکاء عندها ثم ضحک فقالت لم تضحک یا رسول الله فقال ناس من امتی یرکبون البحر الاخضر فی سبیل الله مثلهم مثل الملوک علی الاسرة قالت یا رسول الله ادع الله ان یجعلنی منهم قال اللّٰهم اجعلها منهم ثم عاد فضحک فقالت لهٗ مثل او مم ذٰلک

فقال لها مثل ذلک فقالت ادع اللّٰہ ان یجعلنی منهم قال انت من الاولین ولست من الأخرین قال انس فتزوجت عبادة ابن صامت فرکبت البحر مع بنت قرظة فلما قفلت رکبت دآبتها فرقصت بها فسقطت عنها فماتت. (۲۳۰)

عبداللہ بن محمد، معاویہ بن عمرو، ابواسحٰق، عبداللہ بن عبدالرحمٰنؒ سے روایت کرتے ہیں، کہ میں نے حضرت انسؓ کو کہتے ہوئے سنا، کہ رسول اللہ بنت ملحان کے پاس تشریف لے گئے، اوران کے ہاں تکیہ لگا کے لیٹ گئے، اور (سو گئے) پھر (جب بیدار ہوئے تو) ہنسے، بنت ملحان نے کہا کہ یارسول اللہ آپ کیوں ہنس رہے ہیں، فرمایا کہ میں نے خواب میں دیکھا کہ میری امت کے کچھ لوگ خدا کی راہ میں (جہاد کرنے کے لئے) اس دریا میں سوار ہوں گے، ان کی حالت مثل تخت نشین بادشاہوں کے ہوگی، بنت ملحان نے کہا یارسول اللہﷺ اللہ سے دعا کیجئے، کہ وہ مجھے ان لوگوں میں سے کردے، آپ نے فرمایا اے اللہ بنت ملحان کو انہیں میں سے کردے، آپ نے پھر ایک نیند لی، اور مسکراتے ہوئے بیدار ہوئے، تو بنت ملحان نے آپ سے پھر وہی عرض کیا، آپ نے ان سے پھر ویسا ہی فرمایا، بنت ملحان نے کہا اللہ سے دعا کیجئے، مجھے انہیں لوگوں میں سے کردے، آپ نے فرمایا، تم پہلے لوگوں میں سے ہو، پچھلے لوگوں میں سے نہیں ہو، عبدالرحمٰن کہتے ہیں انس کہتے تھے، پھر بنت ملحان نے عبادہ بن صامت سے نکاح کرلیا، پھر وہ معاویہ کی بی بی یعنی بنت قرظہ کے ہمراہ دریا میں سوار ہوئیں، جب لوٹ کر اپنی سواری پر بیٹھنے لگیں، تو اس سے گر پڑیں اور اس سے کچل کر مر گئیں۔

حضور اکرمﷺ نے اس بات کی پیشگی اطلاع فرمادی تھی کہ میری امت کی تباہی قریش کے چند نوجوانوں کے ہاتھوں سے ہوگی۔

حدثنی احمد بن محمد المکی حدثنا عمرو ابن یحیٰی بن سعید الاموی عن جده قال کنت مع مروان وابی هریرة فسمعت ابا هریرة یقول سمعت الصادق المصدوق یقول هلاک امتی علٰی یدی غلمة من قریش فقال مروان غلمة قال ابو هریرة ان شئت ان اسمیهم بنی فلان وبنی فلان. (۲۳۱)

احمد بن محمد المکی، عمرو بن یحییٰ بن سعید الاموی، ان کے دادا نے حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت کیا، کہ میں نے صادق و مصدوق حضرت رسول اللہﷺ کو فرماتے ہوئے سنا کہ میری امت کی ہلاکت قریش کے چند نوجوانوں کے ہاتھ میں ہے، مروان نے کہا، چند نوجوانوں کے ہاتھ میں، حضرت ابو ہریرہ نے کہا، اگر تو چاہے تو میں ان کے نام بھی تجھ کو بتلادوں۔

حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ اس حدیث کو سنا کر فرمایا کرتے تھے کہ اگر میں چاہوں تو لڑکوں کے نام بتا سکتا ہوں وہ فلاں کے بیٹے اور فلاں کے بیٹے ہیں۔ تاریخ اسلام گواہ ہے کہ ۶۰ھ میں بنوامیہ کے کم عمر حاکموں نے جو فتنے برپا کئے واقعی یہ ایسے فتنے تھے کہ جن سے ہر مسلمان کو اللہ کی پناہ مانگنی چاہئے۔ ان واقعات کی برسوں پہلے نبی برحقﷺ نے خبر دی جو یقیناً غیب کی خبر ہے۔ (۲۳۲)

آپﷺ نے حضرت جعفرؓ اور حضرت زیدؓ کے مارے جانے کی اطلاع پیشگی فرمادی تھی۔

حدثنا سلیمان بن حرب حدثنا حماد بن زید عن ایوب عن حمید بن هلال عن انس بن مالک رضی اللّٰہ عنه ان النبی ﷺ نعٰی جعفرا وزیدا قبل ان یجیٔ خبرهم وعیناه تذرفان. (۲۳۳)

سلیمان بن حرب، حماد، ایوب، حمید بن ہلال، حضرت انس بن مالک رضی اللہ عنہ سے روایت کرتے ہیں، کہ رسول اللہﷺ نے جعفر اور زید کے مارے جانے کی خبر بیان کی، اس سے پہلے کہ ان (کے مارے جانے کی) خبر آئے، اور آپ کی دو آنکھوں سے آنسو جاری تھے۔

<u>حضرت عمر و حضرت عثمان شہید ہوں گے:</u> حضور اکرمﷺ نے یہ پیشن گوئی برسوں پہلے سنادی تھی۔

حدثنا مسدد حدثنا یحیٰی عن سعید عن قتادة ان انسا رضی اللّٰہ عنه حدثهم قال صعد النبی ﷺ احدا ومعهٗ

ابوبکر و عمر و عثمان فرجف فقال اسکن احد اظنہٗ ضربہٗ برجلہٖ فلیس علیک الا نبی و صدیق و شھیدان. (۲۳۴)

مسدد، یحییٰ، سعید، قتادہ، حضرت انس رضی اللہ عنہ سے روایت کرتے ہیں، کہ رسول اللہ ﷺ (ایک روز) احد پہاڑ پر چڑھے تھے، اور آپ کے ساتھ حضرت ابوبکرؓ وعمرؓ وعثمانؓ بھی تھے، جب وہ (جوش ومسرت) سے ہلنے لگا، تو آپ نے فرمایا اے احد ٹھہر جا، خیال ہے، کہ آپ نے اس کے ایک ٹھوکر لگائی، اور فرمایا، تیرے اوپر ایک نبی، ایک صدیق اور دو شہید ہیں۔

نبی، آپ ﷺ کی ذات مبارکہ تھی اور صدیق حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ اور دو شہید حضرت عمرؓ اور حضرت عثمانؓ تھے۔

فاتح خیبر کون ہوگا:

حدثنا قتیبة بن سعید حدثنا عبد العزیز عن ابی حازم عن سھل بن سعید رضی اللّٰہ عنه ان رسول اللّٰہ ﷺ قال لاعطین الرایة غدا رجلا یفتح اللّٰہ علٰی یدیه قال فبات الناس یدو کون لیلتھم ایھم یعطاھا فلما اصبح الناس غدوا علٰی رسول اللّٰہ ﷺ کلھم یرجوا ان یعطاھا فقال ابن علی بن ابی طالب فقالوا یشتکی عینیه یا رسول اللّٰہ قال فارسلوا الیه فاتونی بہٖ فلما جآء بصق فی عینیه ودعا لہٗ فبرأ حتّٰی کان لم یکن بہٖ وجع فاعطاہ الرایة فقال علٰی یا رسول اللّٰہ اقاتلھم حتّٰی یکونوا مثلنا فقال انفذ علٰی رسلک حتّٰی تنزل بساحتھم ثم ادعھم الی الاسلام واخبرھم بما یجب علیھم من حق اللّٰہ فیه فوا اللّٰہ لان یھدی اللّٰہ بک رجلا واحدا خیر لک من ان یکون لک حمر النعم. (۲۳۵)

قتیبہ، عبدالعزیز، ابوحازم، حضرت سہل بن سعد رضی اللہ عنہ سے بیان کرتے ہیں، کہ رسول اللہ ﷺ نے (خیبر کے دن) فرمایا کل میں یہ جھنڈا ایک شخص کو دوں گا جس کے ہاتھوں سے خداوند تعالیٰ (قلعہ خیبر کو) فتح کرائے گا، رات کو تمام لوگ سوچتے رہے دیکھئے جھنڈا کس کو ملتا ہے، جب صبح ہوئی، تو تمام لوگ رسول اللہ ﷺ کی خدمت اقدس میں یہ امید لے کر حاضر ہوئے، کہ جھنڈا انہیں کو ملے گا، آنحضرت ﷺ نے دریافت کیا کہ علی بن ابی طالب کہاں ہیں، لوگوں نے عرض کیا یا رسول اللہ ان کی آنکھیں دکھتی ہیں، آپ نے فرمایا کوئی جا کر ان کو بلا لائے، چنانچہ انہیں بلا کر لایا گیا، جب وہ آئے تو آپ نے ان کی دونوں آنکھوں پر لعاب دہن لگا دیا، اور ان کے لئے دعا کی، وہ اچھی ہوگئیں، گویا دکھتی ہی نہ تھیں، پھر آپ نے ان کو جھنڈا عطا فرمایا، حضرت علی نے عرض کیا، یا رسول اللہ میں ان لوگوں (یعنی دشمنوں) سے اس وقت تک لڑوں گا، جب تک وہ ہماری مانند مسلمان نہ ہو جائیں، آپ نے فرمایا ٹھہرو جب تم میدان جنگ میں پہنچ جاؤ، تو پہلے ان کو اسلام کی دعوت دینا (یعنی اسلام کی طرف بلانا) پھر خدا کا حق جو ان پر واجب ہے اس سے ان کو مطلع کرنا، اس لئے کہ بخدا!! اگر تمہاری تحریک وتبلیغ کے ذریعہ سے اللہ تعالیٰ نے ایک شخص کو بھی ہدایت دے دی، تو تمہارے لئے سُرخ اونٹوں سے بھی بدرجہا بہتر ہے۔

حضور اکرم ﷺ نے ایک دن قبل ہی یہ بتا دیا تھا کہ حضرت علی رضی اللہ عنہ خیبر کو فتح کریں گے۔ کل کیا ہوگا، یہ علم غیب ہے جو خدا تعالیٰ کے علاوہ کوئی نہیں جانتا اللہ تعالیٰ نے اپنے محبوب کو یہ علم عطا فرمایا کہ کل فاتح کون ہوگا۔

امت کو دجال کی خبر دی:

حدثنا یحیی بن سلیمان قال اخبرنی ابن وھب قال حدثنی عمرو بن محمد ان اباہ حدثہٗ عن ابن عمر قال کنا نتحدث بحجة الوداع والنبی ﷺ بین اظھرنا ولا ندری ما حجة الوداع فحمد اللّٰہ واثنٰی علیه ثم ذکر المسیح الدجال فاطنب فی ذکرہٖ وقال ما بعث اللّٰہ من نبی الا انذر امتہٗ الذرہٗ نوح والنبیون من بعدہٖ وانہٗ

يخرج فيكم فما خفي عليكم من شانه فليس يخفٰى عليكم ان ربكم ليس علٰى ما يخفٰى عليكم ثلاثا ان ربكم ليس باعور وانهٗ اعور عين اليمنٰى كان عينهٗ عنبة طافية الا ان اللّٰه حرم عليكم دماء كم واموالكم كحرمة يومكم هذا في بلدكم هذا في شهركم هذا الا هل بلغت قالوا نعم قال اللّٰهم اشهد ثلثا ويلكم او ويحكم انظروا لا ترجعوا بعدي كفارا يضرب بعضكم رقاب بعض. (۲۳۶)

حضرت ابن عمر رضی اللہ عنہما فرماتے ہیں کہ ہم حجۃ الوداع کا ذکر کر رہے تھے اور نبی کریم ﷺ ہمارے پیچھے کھڑے تھے اور ہم حجۃ الوداع کے متعلق کچھ بھی نہیں جانتے تھے، پس آپ نے اللہ تعالیٰ کی حمد و ثنا بیان کی اور اس کے بعد مسیح دجال کا ذکر فرمایا اور تفصیلاً ذکر فرمایا، یہ بھی فرمایا کہ کوئی نبی ایسا نہیں جس نے اپنی امت کو اس سے نہ ڈرایا ہو، خواہ وہ حضرت نوح ہوں یا ان کے بعد والے انبیائے کرام، وہ تم میں ضرور آئے گا، تم پر اس کی نشانیاں پوشیدہ نہیں ہیں، آپ نے تین مرتبہ فرمایا کہ تمہارا رب کانا نہیں ہے جب کہ وہ داہنی آنکھ سے کانا ہوگا اور اس کی وہ آنکھ پھولے ہوئے انگور کی طرح ہوگی، خبردار ہو جاؤ کہ اللہ تعالیٰ نے تمہارے اوپر تمہارے خون اور مال اسی طرح حرام فرمائے ہیں جیسے اس دن کو، اس شہر کو اور اس مہینے کو حرام فرمایا ہے، کیا میں تمہیں اللہ تعالیٰ کے احکام پہنچا چکا؟ لوگوں نے جواب دیا، ہاں کہا، اے اللہ! گواہ رہنا، یہ تین مرتبہ کہا۔ پھر فرمایا، ایسے کام نہ کرنا جن کا انجام خرابی یا افسوس ہو، دیکھو میرے بعد کافر نہ ہو جانا کہ ایک دوسرے کی گردن اتارنے لگ جاؤ۔

دو گروہوں میں جنگ ہوگی اور دونوں کا دعویٰ ایک ہی ہوگا۔

حدثنا الحكم بن نافع حدثنا شعيب عن الزهري قال اخبرني ابو سلمة ان ابا هريرة رضي اللّٰه عنه قال قال رسول اللّٰه ﷺ لا تقوم الساعة حتّٰى يقتتل فئتان دعواهما واحدة. (۲۳۷)

حکم بن نافع، شعیب، زہری، ابو سلمہ، حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت کرتے ہیں، وہ کہتے ہیں کہ رسالت مآب ﷺ نے ارشاد فرمایا کہ قیامت قائم نہ ہوگی، یہاں تک کہ دو گروہوں میں جنگ ہوگی اور ان دونوں کا دعویٰ ایک ہی ہوگا۔

جھوٹے نبیوں کی پیشن گوئی کہ تیس جھوٹی نبوت کا دعویٰ کرنے والے پیدا ہوں گے۔

حدثني عبد اللّٰه بن محمد حدثنا عبد الرزاق اخبرنا معمر عن همام عن ابي هريرة رضي اللّٰه عنه عن النبي ﷺ قال لا تقوم الساعة حتّٰى يقتتل فئتان فيكون بينهما مقتلة عظيمة دعواهما واحدة ولا يقوم الساعة حتّٰى يبعث دجالون كذابون قريباً من ثلاثين كلهم يزعم انهٗ رسول اللّٰه. (۲۳۸)

عبد اللہ بن محمد، عبد الرزاق، معمر، ہمام، حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت کرتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا کہ قیامت قائم نہ ہوگی، یہاں تک کہ دو گروہ آپس میں لڑیں گے، ان کے درمیان جنگ عظیم ہوگی، اور ان دونوں کا دعویٰ ایک ہی ہوگا، اور اس وقت تک قیامت نہ ہوگی، جب تک تقریباً تیس جھوٹ بولنے والے دجال پیدا نہ ہوں گے اور وہ سب یہی دعویٰ کریں گے کہ ہم اللہ کے رسول اور پیغمبر ہیں۔

ان لوگوں سے متعلق پیشن گوئی جو اختلاف کے وقت ظاہر ہوں گے۔

حدثنا ابو اليمان اخبرنا شعيب عن الزهري قال اخبرني ابو سلمة بن عبد الرحمٰن ان ابا سعيد ن الخدري رضي اللّٰه عنه قال بينما نحن عند رسول اللّٰه ﷺ وهو يقسم قسما اتاه ذو الخويصرة وهو رجل من بني تميم فقال يا رسول اللّٰه اعدل فقال ويلك ومن يعدل اذا لم اعدل قد خبت وخسرت ان لم اكن اعدل فقال عمر يا رسول اللّٰه ائذن لي فيه فاضرب عنقهٗ فقال دعه فان لهٗ اصحابا يحقر احدكم صلٰوتهٗ مع صلٰوتهم وصيامهٗ مع صيامهم يقرء ون القرآن لا يجاوز تراقيهم يمرقون من الدين كما يمرق السهم من الرمية ينظر

الٰی نصلہٖ فلا یوجد فیہ شیٔ ثم ینظر الٰی رصافۃ فما یوجد فیہ شی ثم ینظر الی نضیہ وھو قدحہٗ فلا یوجد فیہ شیٔ ثم ینظر الٰی قذذہٖ فلا یوجد فیہ شی قد سبق الفرث والدم اٰیتھم رجل اسود احدیٰ عضدیہ مثل ثدی المراۃ او مثل البضعۃ تدردر ویخرجون علٰی حین فرقۃ من الناس قال ابو سعید. فاشھد انی سمعت ھذا الحدیث من رسول اللّٰہ ﷺ واشھد ان علی بن ابی طالب قاتلھم وانا معہٗ فامر بذٰلک الرجل فالتمس فاتی بہٖ حتّٰی نظرت الیہ علٰی نعت النبی ﷺ الذی نعتہٗ. (۲۳۹)

ابوالیمان، شعیب، زہری، ابوسلمہ، حضرت ابوسعید خدری رضی اللہ عنہ سے روایت کرتے ہیں، انہوں نے کہا کہ ہم رسول اللہ ﷺ کی خدمت میں حاضر تھے، آپ کچھ مال تقسیم کر رہے تھے کہ آپ کے پاس ذوالخویصرہ جو قبیلہ بنی تمیم کا ایک شخص تھا، حاضر ہوا، اس نے کہا: یارسول اللہ! انصاف کیجئے! آپ نے فرمایا تیری خرابی ہو، اگر میں انصاف نہ کروں گا تو کون ہے جو انصاف کرے گا، اگر میں انصاف نہ کروں تو بہت ناکام و نامراد ہوں گا، حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے عرض کیا، کہ یارسول اللہ مجھ کو اجازت دیجئے کہ میں اس کی گردن اڑا دوں، فرمایا اس کو رہنے دو، اس کے چند ساتھی ایسے ہیں جن کی نمازوں کو دیکھ کر تم اپنی نمازوں کو حقیر سمجھو گے، اور ان کے روزوں کے سامنے اپنے روزوں کو کمتر، قرآن کی تلاوت کریں گے مگر وہ ان کے حلق سے نیچے نہیں اترے گا، یہ دین سے اس طرح نکل جائیں گے جس طرح کمان سے تیر نکل جاتا ہے، اس کے پکڑنے کی جگہ دیکھی جائے تو اس میں کوئی چیز معلوم نہ ہوگی، اس کے پر دیکھے جائیں تو ان میں کوئی چیز معلوم نہ ہوگی، اس کے پر اور پکڑنے کی جگہ کے درمیانی مقام کو دیکھا جائے تو اس میں کوئی چیز دکھائی نہ دے گی، حالانکہ وہ گندگی اور خون سے ہو کر گذرا ہے، ان کی نشانی یہ ہے کہ ان میں ایک سیاہ آدمی ہوگا، اس کا ایک مونڈھا عورت کے پستان یا پھڑکتے ہوئے گوشت کے لوتھڑے کی طرح ہوگا جب لوگوں میں اختلاف پیدا ہوگا، تو یہ ظاہر ہوں گے، حضرت ابوسعید کہتے ہیں کہ میں اس امر کی شہادت دیتا ہوں کہ میں نے یہ حدیث نبی ﷺ سے سنی ہے، اور یہ کہ حضرت علیؓ بن ابی طالب نے ان لوگوں سے جنگ کی ہے، میں ان کے ساتھ تھا، انہوں نے حکم دیا وہ شخص تلاش کر کے لایا گیا، میں نے اس میں وہی خصوصیات پائیں، جن کو نبی ﷺ نے اس کے بارہ میں بیان فرمایا تھا۔

فتنوں سے متعلق پیشگوئیاں:

حدثنا ابو الیمان اخبرنا شعیب عن الزھری قال حدثنی عروۃ بن الزبیر ان زینب ابنۃ ابی سلمۃ حدثتہ ان ام حبیبۃ بنت ابی سفیان حدثتھا عن زینب بنت حجش ان النبی ﷺ دخل علیھا فزعا یقول لا الٰہ الا اللّٰہ ویل للعرب من شر قد اقترب فتح الیوم من ردم یأجوج وماجوج مثل ھذا وحلق باصبعہٖ وبالتی تلیھا فقالت زینب فقلت یا رسول اللّٰہ انھلک وفینا الصالحون قال نعم اذا کثر الخبث. وعن الزھری حدثنی ھند بنت الحارث ان ام سلمۃ قال استیقظ النبی ﷺ فقال سبحان اللّٰہ ماذا انزل من الخزآئن وما ذا انزل من الفتن. (۲۴۰)

ابویمان، شعیب، زہری، عروہ بن زبیر، زینب، ام حبیبہ، حضرت زینب بنت جحش سے روایت کرتی ہیں، کہ رسول اللہ ﷺ (ایک دن) خوف کی حالت میں یہ کہتے ہوئے تشریف لے گئے، کہ لا الٰہ الا اللّٰہ عرب کی خرابی ہوگی، اس شر سے جو نزدیک آگیا ہے، یاجوج ماجوج نے دیوار میں اس قدر سوراخ کر لیا ہے، جس کو آپ ﷺ نے جو انگلیوں کا حلقہ بنا کر بتایا، حضرت زینب فرماتی ہیں، میں نے عرض کیا، یارسول اللہ کیا ہم ہلاک ہو جائیں گے، حالانکہ ہم میں نیک لوگ بھی موجود ہیں، آپ ﷺ نے فرمایا ہاں جس وقت برائی زیادہ پھیل جائے گی، ایک دوسری روایت میں حضرت ام سلمہ سے مروی ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے بیدار ہو کر فرمایا کہ سبحان اللّٰہ کس قدر خزانے نازل کیے گئے ہیں، اور کس قدر فتنے لائے گئے ہیں۔

حدثنا ابو نعیم حدثنا عبد العزیز بن ابی سلمة بن الماجشون عن عبد الرحمٰن بن ابی صعصعة عن ابیه عن ابی سعید ن الخدری رضی الله عنه قال قال لی انی اراک تحب الغنم وتتخذها فاصلحها واصلح رعامها فانی سمعت النبی ﷺ یقول یأتی علی الناس زمان تکون الغنم فیه خیر مال المسلم یتبع بها شعف الجبال او سعف الجبال فی مواقع القطر یفر بدینه من الفتن. (۲۴۱)

ابونعیم، عبدالعزیز بن ابی سلمہ، عبدالرحمٰن بن ابی صعصعہ ان کے والد، حضرت ابوسعید خدری رضی اللہ عنہ سے روایت کرتے ہیں، انہوں نے فرمایا، میں تم کو دیکھتا ہوں، کہ تم بکریوں کو پسند کرتے ہو، اور ان کو پالتے ہو، تو ان کی ہر طرح نگہداشت کرو، ان کی بیماری کا خیال رکھو، اس لئے کہ میں نے رسالت مآب ﷺ سے سنا ہے، آپ فرماتے تھے کہ لوگوں پر ایسا زمانہ آئے گا جس میں مسلمان کا بہترین مال بکریاں ہوں گی، کہ ان کو لے کر پہاڑ کے دروں میں، پانی برسنے کی جگہوں میں چلا جائے گا، اور فتنوں سے بھاگ کر اپنے دین کو بچا لے گا۔

حدثنا عبد العزیز الاویسی حدثنا ابراهیم عن صالح بن کیسان عن ابن شهاب عن ابن المسیب وابی سلمة بن عبد الرحمٰن ان ابا هریرة رضی الله عنه قال قال رسول الله ﷺ ستکون فتن القاعد فیها خیر من القائم والقائم فیها خیر من الماشی والماشی منها خیر من الساعی ومن یشرف لها تستشرفه ومن وجد ملجاء او معاذا فلیعذبه. (۲۴۲)

عبدالعزیز الاویسی، ابراہیم، صالح بن کیسان، ابن شہاب، ابن المسیب، ابی سلمہ، حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت کرتے ہیں، کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا، کہ عنقریب فتنوں کا ظہور ہوگا، ان فتنوں کے زمانے میں بیٹھنے والا بہتر ہوگا چلنے والے سے اور چلنے والا بہتر ہوگا دوڑنے والے سے، جو شخص ان فتنوں کی طرف جھانکے گا، فتنہ اس کو اپنی طرف کھینچ لے گا (اس زمانہ میں) اگر کوئی پناہ کی جگہ پائے تو وہ وہاں جا کر پناہ حاصل کر لے۔

دوزخی کی پیشن گوئی:

ان اللّٰه یؤید الدین بالرجل الفاجر حدثنا ابو الیمان اخبرنا شعیب عن الزهری وحدثنی محمود بن غیلان حدثنا عبد الرزاق اخبرنا معمر عن الزهری عن ابن المسیب عن ابی هریرة رضی الله عنه قال شهدنا مع رسول الله ﷺ فقال لرجل ممن یدعی الاسلام هذا من اهل النار فلما حضر القتال قاتل الرجل قتالا شدیدا فاصابته جراحة فقیل یا رسول الله الذی قلت انهٔ من اهل النار فانهٔ قد قاتل الیوم قتالا شدیدا وقد مات فقال النبی ﷺ الی النار قال فکاد بعض الناس ان یرتاب فبینما هم علی ذٰلک اذ قیل انهٔ لم یمت ولکن به جراحا شدیدا فلما کان من اللیل لم یصبر علی الجراح فقتل نفسهٔ فاخبر النبی ﷺ بذٰلک فقال الله اکبر اشهد انی عبد الله ورسولهٔ ثم امر بلالا فنادی بالناس انهٔ لا یدخل الجنة الا نفس مسلمة وان الله لیؤید هذا الدین بالرجل الفاجر. (۲۴۳)

اللہ تعالیٰ کا فاجر، فاسق آدمی کے ذریعہ اسلام کی امداد کا اعلان: ابوالیمان، شعیب، زہری (دوسری سند) محمود، عبدالرزاق، معمر، زہری، ابن مسیب، حضرت ابوہریرہؓ سے روایت کرتے ہیں، کہ ہم رسالت مآب ﷺ کے ہم رکاب تھے، آپ نے اس شخص کی بابت جو اسلام کا دعویٰ کیا کرتا تھا، فرمایا یہ دوزخی ہے، اور جب میدان جنگ میں آیا، تو بہت سے لوگوں کو تہ تیغ کیا، اور اس معرکہ میں اسے کاری ضرب لگی تھی، کسی نے عرض کیا یا رسول اللہ جس کو آپ نے دوزخی فرمایا تھا، اس نے آج بڑی جوانمردی سے کشتے کے کشتے لگائے

تھے، اور بالآخر خود داعی اجل کو لبیک کہا ہے، جس پر رسالت مآب ﷺ نے فرمایا، وہ تو دوزخ میں گیا، حضرت ابو ہریرہ ؓ کا بیان ہے، کہ قریب تھا کہ بعض لوگ شک وشبہ میں گرفتار ہو جائیں، اتنے میں کسی نے کہا، وہ جوانمرد ابھی تک مرا نہیں ہے بلکہ اس کو کاری زخم آئے ہیں، جب رات ہوئی، تو وہ ان زخموں کی تکلیف برداشت نہ کرسکا، اور اس نے خودکشی کر لی، جب رسالت مآب ﷺ کو اس کی اطلاع ملی تو، آپ نے فرمایا اللہ اکبر! میں اس امر کی شہادت دیتا ہوں، کہ میں اللہ کا بندہ اور اس کا رسول ہوں، اس کے بعد آپ نے بلال کو حکم دیا، کہ اعلان کردو، کہ جنت میں مسلمانوں کے علاوہ اور کوئی دوسرا داخل نہیں ہوگا، اور اللہ تعالیٰ بعض اوقات اسلام کو بدکار آدمی کے کام سے بھی مدد دیتا ہے۔

حضرت حسن رضی اللہ عنہ کے لئے پیشن گوئی:

حدثنی عبد اللّٰہ بن محمد حدثنا یحیی بن ادم حدثنا حسین الجعفی عن ابی موسیٰ عن الحسن عن ابی بکرۃ رضی اللّٰہ عنہ اخرج النبی ﷺ ذات یوم الحسن فصعد بہ علی المنبر فقال ابنی ھذا سید ولعل اللّٰہ ان یصلح بہ بین فئتین من المسلمین. (۲۴۴)

عبداللہ بن محمد، یحییٰ بن آدم، حسین جعفی، ابوموسیٰ، حضرت ابوبکرہ رضی اللہ عنہ سے روایت کرتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ حضرت حسن رضی اللہ عنہ کو ایک روز باہر لے کر نکلے اور ان کو منبر پر چڑھا کر ارشاد فرمایا، کہ یہ میرا بیٹا سید ہے، اور امید ہے، کہ خدا تعالیٰ اس کے ذریعہ سے مسلمانوں کے دو گروہوں میں صلح کرا دے گا۔

آپ ﷺ نے اپنی امت کے ایک گروہ کے لئے پیشن گوئی فرمائی کہ وہ ہمیشہ حق پر قائم رہے گا اور مخالفوں کی مخالفت سے اسے کوئی نقصان نہیں پہنچ سکے گا۔

حدثنا سعید بن منصور و ابو الربیع العتکی وقتیبۃ بن سعید قالوا حدثنا حماد (وھو ابن زید) عن ایوب عن ابی قلابۃ عن ابی اسمآء عن ثوبان قال قال رسول اللّٰہ ﷺ لا تزال طآئفۃ من امتی ظاھر بن علی الحق لا یضرھم من خذلھم حتّٰی یاتی امر اللّٰہ وھم کذٰلک ولیس فی حدیث قتیبۃ وھم کذٰلک. (۲۴۵)

حضرت ثوبان رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: میری امت کا ایک گروہ ہمیشہ حق پر قائم رہے گا، جو شخص ان کو رسوا کرنا چاہے گا وہ ان کو نقصان نہیں پہنچا سکے گا وہ اسی حال پر رہیں گے حتّٰی کہ قیامت آجائے۔

حدثنی ھٰرون بن عبد اللّٰہ وحجاج بن الشاعر قالا حدثنا حجاج بن محمد قال قال ابن جریج اخبرنی ابو الزبیر انہٗ سمع جابر بن عبد اللّٰہ یقول سمعت رسول اللّٰہ ﷺ یقول لا تزال طآئفۃ من امتی یقاتلون علی الحق ظاھر ین الٰی یوم القیامۃ. (۲۴۶)

حضرت جابر بن عبداللہ رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ میں نے رسول اللہ ﷺ کو یہ فرماتے ہوئے سنا ہے میری امت کا ایک گروہ ہمیشہ حق کی خاطر جنگ کرتا رہے گا وہ (ہمیشہ) لوگوں پر غالب رہیں گے حتّٰی کہ قیامت آجائے گی۔

آپ ﷺ نے اپنے وصال سے قبل ہی اپنی وفات کا اعلان کرنا شروع کر دیا تھا۔ جس سال آپ ﷺ کا وصال ہوا اسی سال کئی موقعوں پر آپ ﷺ نے اس بات کی طرف اشارہ دیتے ہوئے پیشگی اطلاع فرما دی تھی۔

حدثنا اسماعیل بن عبد اللّٰہ قال حدثنی مالک عن ابی النضر مولٰی عمر بن عبید اللّٰہ عن عبید یعنی ابن حنین عن ابی سعید الخدری رضی اللّٰہ عنہ ان رسول اللّٰہ ﷺ جلس علی المنبر فقال ان عبدا خیرہ اللّٰہ بین ان یؤتیہٗ من زھرۃ الدنیا ما شآء وبین ما عندہٗ فاختار ما عندہٗ فبکٰی ابوبکر وقال فدیناک بآبآئنا وامھاتنا

فعجبنا لهٗ وقال الناس انظروا الی هذا الشیخ یخبر رسول اللہ ﷺ عن عبد خیرہ اللہ بین ان یؤتیہٗ من زھرۃ الدنیا وبین ما عندہٗ وھو یقول فدیناک باٰبآئنا و امھاتنا فکان رسول اللہ ﷺ ھو المخیر و کان ابوبکر ھو اعلمنا بہ وقال رسول اللہ ﷺ ان من امن الناس علی فی صحبتہ ومالہٖ ابابکر ولو کنت متخذا خلیلا من امتی لا تخذت ابابکر الا خلۃ الاسلام لا یبقین فی المسجد خوخۃ الا خوخۃ ابی بکر. (۲۴۷)

اسماعیل بن عبداللہ، مالک، عمر بن عبیداللہ کے آزاد کردہ غلام ابوالنصر، عبید بن حنین، حضرت ابوسعید خدری رضی اللہ عنہ سے روایت کرتے ہیں وہ فرماتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ (مرض وفات میں) منبر پر تشریف فرما ہوئے اور آپ نے فرمایا کہ اللہ تعالیٰ نے اپنے ایک بندہ کو اختیار دیا، کہ وہ دنیا اور اس کی تروتازگی کو اختیار کرلے یا اللہ کے پاس جو نعمتیں ہیں، انہیں اختیار کرلے تو اس بندہ نے اللہ کے پاس والی نعمتوں کو اختیار کرلیا (یہ سن کر ابوبکرؓ رو پڑے اور عرض کیا، یارسول اللہ! ہم آپ پر اپنے ماں باپ کو قربان کرتے ہیں، (راوی کہتا ہے) کہ ہمیں حضرت ابوبکرؓ پر تعجب ہوا اور لوگوں نے کہا اس بڈھے کو تو دیکھو، کہ رسول اکرم ﷺ تو ایک بندہ کا حال بیان فرمارہے ہیں کہ اللہ نے اس دنیا کی تروتازگی اور اپنے پاس کے انعامات کے درمیان اختیار دیا، اور یہ بڈھا کہہ رہا ہے کہ ہم اپنے ماں باپ کو آپ پر فدا کرتے ہیں (اور رو رہا ہے) لیکن چند روز کے بعد آپ کا وصال ہوگیا تو ہم یہ راز سمجھ گئے کہ حضرت ابوبکرؓ کیوں روئے تھے حقیقت یہ ہے کہ) رسول اللہ ﷺ کو ہی اختیار دیا گیا تھا (گویا آپ کی وفات کی طرف اشارہ تھا جسے ابوبکر سمجھ گئے تھے) اور حضرت ابوبکر ہم میں سب سے بڑے عالم تھے اور آپ نے فرمایا، کہ اپنی رفاقت اور مال کے اعتبار سے مجھ پر سب سے زیادہ احسان ابوبکر کا ہے اگر میں اپنی امت میں کسی کو خلیل (دوست حقیقی) بناتا تو، ابوبکر کو بناتا لیکن اسلامی دوستی (کافی) ہے (دیکھو) مسجد میں سوائے ابوبکرؓ کے دریچہ کے اور کوئی دریچہ (کھلا ہوا) باقی نہ رہے۔

آپ ﷺ نے اپنے وصال سے پہلے حضرت فاطمہ کو بلا کر اپنے وصال کی پیشگی خبر سنائی اور اور اپنے بعد اہل بیت میں سب سے پہلے ان کے دنیا سے جانے کی اطلاع بھی دی۔ گویا دونوں پیشگوئیاں سنائیں۔

حدثنی یحیی بن قزعۃ حدثنا ابراھیم بن سعد عن ابیہ عن عروۃ عن عآئشۃ رضی اللہ عنھا قالت دعا النبی ﷺ فاطمۃ ابنتہٗ فی شکواہ الذی قبض فیھا فسارھا بشیٔ فبکت. ثم دعاھا فسارھا فضحکت. قالت فسالتھا ما عن ذٰلک فقالت سارنی النبی ﷺ فاخبرنی انہٗ یقبض فی وجعہ الذی توفی فیہ فبکیت ثم سارنی فاخبرنی انی اوّل اھل بیتہٖ ابتعہٗ فضحکت. (۲۴۸)

یحییٰ بن قزعہ، ابراہیم بن سعد، سعد، عروہ، حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا سے روایت کرتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ نے اپنے مرض وفات میں اپنی بیٹی حضرت فاطمہ کو بلایا اور ان سے کچھ آہستہ سے فرمایا، تو وہ رونے لگیں، پھر ان کو بلایا اور آہستہ سے ایک بات کہی تو ہنسنے لگیں، حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا فرماتی ہیں کہ میں نے ان سے اس کی وجہ دریافت کی، تو انہوں نے کہا، رسول اللہ ﷺ نے مجھ سے آہستہ سے یہ خبر بیان کی تھی کہ وہ اس مرض میں جس میں رحلت فرمائی وفات پائیں گے تو میں رونے لگی، اس کے بعد آپ نے مجھ سے آہستہ سے بیان کیا، کہ اہل بیت میں سب سے پہلے میں ان سے ملوں گی، تو میں ہنسنے لگی۔

بشارت نبوی ﷺ: اصحاب حدیبیہ کے لئے بشارت:

حضور اکرم ﷺ نے صلح حدیبیہ کے دن موجود صحابہ اکرام سے فرمایا آج تم تمام زمین والوں سے افضل ہو۔

حدثنا علی حدثنا سفیٰن قال عمر سمعت جابر بن عبد اللہ قال قال لنا رسول اللہ ﷺ یوم الحدیبیۃ انتم خیر اھل الارض وکنا الفا واربع مائۃ ولو کنت ابصر الیوم لاریتکم مکان الشجرۃ تابعہ الاعمش سمع

سالما سمع جابر الفا واربع مائة وقال عبيد الله بن معاذ حدثنا ابی حدثنا شعبة عن عمرو بن مرة حدثنی عبد اللّٰه ابن ابی اوفٰی کان اصحاب الشجرة الفا و ثلث مائة و کانت اسلم ثمن المهاجرين تابعهٗ محمد بن بشار حدثنا ابو داؤد حدثنا شعبة. (۲۴۹)

علی بن عبداللہ مدینی، سفیان بن عیینہ، عمرو بن دینار، حضرت جابر بن عبداللہ سے روایت کرتے ہیں، انہوں نے کہا، رسول اکرم ﷺ نے حدیبیہ کے دن صحابہؓ سے ارشاد فرمایا، آج تم تمام زمین والوں سے افضل ہو، جابرؓ کہتے ہیں، اس دن چودہ سو آدمی تھے، اگر آج میں بینا ہوتا، تو تم کو درخت کی جگہ بتاتا، اس حدیث کو سفیان کے ساتھ اعمش بھی بیان کرتے ہیں، انہوں نے سالم بن ابی جعد سے سنا اور انہوں نے حضرت جابرؓ سے سنا، کہ چودہ سو آدمی تھے، عبیداللہ بن معاذ نے شعبہ بن حجاج سے، انہوں نے عمرو بن مرہ سے اور ان سے عبداللہ بن ابی اوفے نے بیان کیا، کہ بیعت رضوان میں لوگوں کی تعداد ۱۳۰۰ تھی، اور قبیلہ اسلم کے لوگ مہاجرین کے آٹھویں حصہ کے برابر تھے، عبیداللہ بن معاذ کے ساتھ اس حدیث کو معاذ بن بشار نے بھی روایت کیا ہے، ان سے ابوطیالسی نے اور ان سے شعبہؓ نے بیان کیا ہے۔

اھلِ جنت کے لئے بشارت: آپ ﷺ نے فرمایا جنت میں داخل ہونے والے پہلے گروہ کے چہرے چودھویں رات کے چاند کی طرح چمک رہے ہوں گے۔

حدثنا محمد بن مقاتل اخبرنا عبد اللّٰه اخبرنا معمر عن همام بن منبه عن ابی هريرة رضی الله عنه قال قال رسول الله ﷺ اوّل زمرة تلج الجنة صورتهم علٰی صورة القمر ليلة البدر لا يبصقون فيها ولا يمتخطون ولا يتغوطون آنيتهم فيها الذهب امشاطهم من الذهب والفضة ومجامرهم الالوّة ورشحهم المسک ولکل واحد منهم زوجتان يرٰی مخ سوقها من ورآء اللحم من الحسن لااختلاف بينهم ولا تباغض قلوبهم قلب واحد يسبحون الله بکرة وعشيا. (۲۵۰)

محمد بن مقاتل، عبداللہ، معمر، ہمام بن منبہ، حضرت ابوہریرہ سے روایت کرتے ہیں، کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا کہ جنت میں داخل ہونے والے اول گروہ کے چہرے ایسے ہوں گے جیسے چودھویں رات کا چاند، نہ تو جنت میں انہیں تھوک آئے گا، نہ ناک کی ریزش، نہ پاخانہ، ان کے برتن سونے کے ہوں گے۔ ان کی کنگھیاں سونے چاندی کی، اور ان کی انگیٹھیوں میں عود سلگتا رہے گا ان کا پسینہ مشک (جیسا خوشبودار) ہوگا، اور ہر ایک کی دو دو بیویاں ہوں گی، لطافت حسن کی وجہ سے ان کی پنڈلیوں کا گودا گوشت کے اوپر سے دکھائی دے گا، نہ اہل جنت میں آپس میں اختلاف ہوگا نہ بغض و کدورت، سب کے دل ایک ہوں گے، صبح و شام اللہ کی پاکی بیان کریں گے۔

حدثنا ابو اليمان اخبرنا شعيب حدثنا ابو الزناد عن الاعرج عن ابی هريرة رضی الله عنه ان رسول الله ﷺ قال اول زمرة تدخل الجنة علٰی صورة القمر ليلة البدر والذين علٰی اثرهم کاشد کوکب اضاء ة قلوبهم علٰی قلب رجل واحد لا اختلاف بينهم ولا تباغض لکل امرئ منهم زوجتان کل واحدة منهما يرٰی مخ ساقها من ورآء لحمها من الحسن يسبحون الله بکرة و عشيا لا يسقمون ولا يمتخطون ولا يبصقون آنيتهم الذهب والفضة وامشاطهم الذهب ووقود مجامرهم الالوّة قال ابو اليمان يعنی العود ورشحهم الملسک. وقال مجاهد. الابکار. اوّل الفجر والعشی ميل الشمس ان تراه تغرب. (۲۵۱)

ابوالیمان، شعیب، ابوالزناد، اعرج، حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت کرتے ہیں، کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا کہ جنت میں

داخل ہونے والے سب سے پہلے گروہ کے چہرے ایسے (چمک رہے) ہوں گے، جیسے چودھویں رات کا چاند اور جوان کے بعد داخل ہوں گے، ان کے چہرے ایسے ہوں گے، جیسے بہت زیادہ چمکدار ستارہ، سب کے سب ایک دل ہوں گے، نہ ان میں کوئی اختلاف ہوگا، نہ بغض وحسد، ہر آدمی کی دو بیویاں ہوں گی، نزاکت حسن کی وجہ سے ان کی پنڈلیوں کا گودا گوشت کے اوپر سے دکھائی دے گا، ہر صبح وشام اللہ کی تسبیح کریں گے، نہ وہ بیمار ہوں گے، نہ انہیں ناک کی ریزش آئے گی، نہ تھوک آئے گا، ان کے برتن سونے اور چاندی کے، اور کنگھیاں سونے کی ہوں گی، ان کی انگھیٹیوں میں عود سلگتا رہے گا، اور ان کا پسینہ مشک (جیسا خوشبودار) ہوگا۔ مجاہد نے کہا، کہ ابکار کے معنی اول صبح اور عشی کے معنی سورج کا غروب ہونے کے لئے ڈھل جانا ہے۔

جنت کے بارے میں حضور اکرم ﷺ نے بہت سے بشارتیں صحابہ اکرام ؓ کو سنائیں جس میں جنت کے مقامات کا ذکر فرمایا، انبیاء اور رسول جنت میں کس مقام پر ہوں گے اس کا تذکرہ فرمایا، جنتوں اور جنت کی چیزوں کے بارے میں بتایا۔ غرض یہ کہ آپ ﷺ نے فرمایا کہ جنت میں ایک کوڑے بھر جگہ بھی دنیا و مافیہا سے بہتر ہے۔

حدثنا عبد اللّٰہ بن محمد الجعفی حدثنا یونس بن محمد حدثنا شیبان عن قتادۃ حدثنا انس رضی اللّٰہ عنہ قال اھدیٰ للنبی ﷺ جبۃ سندس وکان ینھٰی عن الحریر فعجب الناس منھا فقال والذی نفس محمد بیدہٖ لمنادیل سعد بن معاذ فی الجنۃ احسن من ھٰذا۔ (۲۵۲)

عبداللہ بن محمد جعفی، یونس بن محمد، شیبان قتادہ، حضرت انس رضی اللہ عنہ سے روایت کرتے ہیں، کہ رسول اللہ ﷺ کو ایک ریشمی جبہ ہدیہ میں دیا گیا، آپ ریشمی کپڑے کے استعمال سے منع فرمایا کرتے تھے، وہ لوگوں کو پسند آیا، تو آپ نے فرمایا، کہ قسم ہے اس ذات کی کہ جس کے قبضہ میں میری جان ہے، سعد بن معاذ کے رومال جنت میں اس سے بھی زیادہ اچھے ہیں۔

حدثنا روح بن عبد المؤمن حدثنا یزید ابن زریع حدثنا سعید عن قتادۃ حدثنا انس بن مالک رضی اللّٰہ عنہ عن النبی ﷺ قال ان فی الجنۃ لشجرۃ یسیر الراکب فی ظلھا مائۃ عام لا یقطعھا۔ (۲۵۳)

روح بن عبدالمومن، یزید بن زریع، سعید، قتادہ، حضرت انس بن مالک رضی اللہ عنہ سے روایت کرتے ہیں، کہ رسالت مآب ﷺ نے فرمایا، کہ جنت میں ایک درخت ایسا ہے، کہ ایک سوار اس کے سایہ میں سو سال تک چلے، تو بھی طے نہ کر سکے۔

حدثنا علی بن عبد اللّٰہ حدثنا سفیان عن ابی حازم عن سھل بن سعد الساعدی قال قال رسول اللّٰہ ﷺ موضع سوط فی الجنۃ خیر من الدنیا وما فیھا۔ (۲۵۴)

علی بن عبداللہ، سفیان، ابوحازم، حضرت سہل بن سعد ساعدی رضی اللہ عنہ سے روایت کرتے ہیں، کہ رسالت مآب ﷺ نے فرمایا، کہ جنت میں کوڑا بھر کی جگہ دنیا و مافیہا سے بہتر ہے۔

حدثنا حجاج بن منھال حدثنا شعبۃ قال عدی بن ثابت اخبرنی قال سمعت البرآء رضی اللّٰہ عنہ عن النبی ﷺ قال لما مات ابراھیم قال ان لہٗ مرضعا فی الجنۃ۔ (۲۵۵)

حجاج بن منہال، شعبہ، عدی بن ثابت، حضرت براء بن عازب رضی اللہ عنہ سے روایت کرتے ہیں، کہ جب (آنحضرت ﷺ) کے فرزند ابراہیم کا انتقال ہوا، تو رسول اللہ ﷺ نے فرمایا، کہ ان کو دودھ پلانے والی جنت میں موجود ہے۔

حدثنا عبد العزیز بن عبد اللّٰہ قال حدثنی مالک بن انس عن صفوان بن سلیم عن عطآء بن یسار عن ابی سعید الخدری رضی اللّٰہ عنہ عن النبی ﷺ قال ان اھل الجنۃ تتراء ون اھل الغرف من فوقھم کما تتراء ون الکواکب الدری الغابر فی الافق من المشرق او المغرب لتفاضل ما بینھم قالوا یا رسول اللّٰہ تلک منازل

الانبیآء لا یبلغها غیرهم قال بلی والذی نفسی بیده رجال امنوا باللّٰه وصدقوا المرسلین. (۲۵۶)

عبدالعزیز بن عبداللہ، مالک بن یونس، صفوان بن سلیم، عطاء بن یسار، حضرت ابوسعید خدریؓ سے روایت کرتے ہیں، کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا، کہ اہل جنت اپنے اوپر کے بالا خانے والوں کو ایسے دیکھیں گے، جیسے مغربی یا مشرقی گوشہ کے قریب ایک روشن ستارہ کو دیکھتے ہوں اس تفاوت کی وجہ سے جوان کے درمیان ہے صحابہؓ نے عرض کیا، یا رسول اللہ وہ تو انبیاء علیہم السلام کے مقامات ہیں، وہاں دوسرا نہیں پہنچ سکتا، آپ نے فرمایا قسم اس ذات کی جس کے قبضہ میں محمد کی جان ہے، وہ لوگ جو اللہ پر ایمان لائے اور رسولوں کی تصدیق کی، وہ وہاں پہنچ سکتے ہیں۔

صفة ابواب الجنة. وقال النبی ﷺ من انفق زوجین دعی من باب الجنة فیه عبادة عن النبی ﷺ. (۲۵۷)

جنت کے دروازوں کا بیان، آنحضرت ﷺ نے فرمایا کہ جو ہر چیز کا جوڑا جوڑا اللہ کی راہ میں خرچ کرے، وہ جنت کے ہر دروازے سے بلایا جائے گا، اس مضمون کو عبادہ نے آنحضرت ﷺ سے روایت کیا ہے۔

آپ ﷺ نے جنتیوں کو خوشخبری دی کہ ان کی بڑی بڑی آنکھوں والی دو خوبصورت بیویاں ہوں گی۔

حدثنا ابراهیم بن المنذر حدثنا محمد بن فلیح حدثنا ابی عن هلال عن عبد الرحمٰن بن ابی عمرة عن ابی هریرة رضی اللّٰه عنه عن النبی ﷺ اوّل زمرة تدخل الجنة علٰی صورة القمر لیلة البدر والذین علٰی اثارهم کاحسن کوکب دری فی السمآء اضآء ة قلوبهم علٰی قلب رجل واحد لا تباغض بینهم ولا تحاسد لکل امریٔ زوجتان من الحورالعین یرٰی مخ سوقهن من ورآء العظم واللحم. (۲۵۸)

ابراہیم بن منذر، محمد بن فلیح، ان کے والد، ہلال، عبدالرحمٰن بن ابوعمرہ، حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت کرتے ہیں کہ جنت میں داخل ہونے والے سب سے پہلے گروہ کے چہرے چودھویں رات کے چاند کی طرح ہوں گے، اور جو لوگ ان کے بعد داخل ہوں گے، ان کے چہرے آسمان میں موتی جیسے روشن ستارے سے بھی زیادہ چمکدار ہوں گے، سب ایک دل ہوں گے، نہ ان میں بغض ہوگا، نہ حسد، ہر آدمی کی بڑی بڑی آنکھوں والی دو بیویاں ہوں گی، ان کی پنڈلیوں کا گودا ہڈی اور گوشت کے اوپر سے نظر آئے گا۔

آپ ﷺ نے حضرت ثابتؓ بن قیس کی جنتی ہونے کی بشارت دی۔

حدثنا علی بن عبد اللّٰه حدثنا ازهر ابن سعد حدثنا ابن عون قال البالی موسی بن انس عن انس بن مالکؓ ان النبی ﷺ افتقد ثابت بن قیس فقال رجل یا رسول اللّٰه انا اعلم لک علمهٗ فاتاه فوجدهٗ جالسا فی بیته منکسا راسهٗ فقال ما شانک فقال شر کان یرفع صوتهٗ فوق صوت النبی ﷺ فقد حبط عملهٗ وهو من اهل النار فاتی الرجل فاخبرهٗ انهٗ قال کذا وکذا فقال موسی بن انس فرجع المرة الأخرة ببشارة عظیمة فقال اذهب الیه فقل لهٗ انک لست من اهل النار ولکن من اهل الجنة. (۲۵۹)

علی، ازہر، ابن عون، موسیٰ بن انس، حضرت انس بن مالک رضی اللہ عنہ سے بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ نے ثابت بن قیس کو (ایک روز) نہ دیکھ کر فرمایا کہ کوئی شخص ہے جو ثابت کی خبر لائے ایک شخص نے عرض کیا، یا رسول اللہ! میں اس کی خبر لاتا ہوں، چنانچہ وہ جوانمرد ثابت بن قیس کے پاس گیا اور ان کو ان کے گھر میں سرنگوں بیٹھا ہوا پایا، اس نے دریافت کیا تمہارا کیا حال ہے، ثابت نے کہا برا حال ہے، یہ نالائق اپنی آواز کو رسول اللہ ﷺ کی آواز سے بلند کرتا تھا، اس لئے اس کا نیک عمل برباد ہو گیا اور دوزخی ہو گیا، چنانچہ اس شخص نے واپس آ کر حضرت کو خبر دی کہ ثابت نے ایسا ایسا کہا ہے موسیٰ بن انس کہتے ہیں، پھر وہ شخص دوبارہ ایک بڑی بشارت لے کر ثابت کے پاس آیا، حضور اکرم ﷺ نے فرمایا تو ثابت کے پاس جا، اور ان سے کہو تم دوزخیوں میں سے نہیں ہو، بلکہ جنتی ہو۔

ایک شخص نے نماز میں سورۂ کہف پڑھی اور اس نے اپنے اوپر ابر کا ٹکڑا سایہ فگن دیکھا، آپ ﷺ نے سنا تو اسے بشارت دی کہ یہ رحمتِ قرآن کی وجہ سے ہے۔

حدثنی محمد بن بشار حدثنا غندر حدثنا شعبة عن ابی اسحاق سمعت البرآء بن عازب رضی الله عنهما. قرأ رجل الکهف وفی الدار الدآبة فجعلت تنفر فسلم فاذا ضبابة او سحابة غشیته فذکرهٗ للنبی ﷺ فقال اقرأ فلان فانها السکینة نزلت للقرآن او تنزلت للقران. (۲۶۰)

محمد بن بشار غندر، شعبہ، ابواسحاق سے روایت کرتے ہیں نے براء بن عازب کو یہ کہتے ہوئے سنا، ایک شخص نے (نماز میں) سورۂ کہف پڑھی، جس کے گھر میں ایک گھوڑا بندھا تھا، وہ بدکنے لگا جب اس نے سلام پھیرا، تو دیکھا، کہ ایک ابر کا ٹکڑا اس پر سایہ فگن ہے، پس رسول اللہ ﷺ سے اس کا ذکر کیا تو آپ نے فرمایا، اے فلاں! پڑھے جا، اس لئے کہ یہ سکینہ قرآن پاک کی وجہ سے نازل ہوا تھا۔

اکابر صحابہ اکرامؓ کو آپ ﷺ نے جنت کی بشارت دی۔

حدثنا محمد بن مسکین ابو الحسن حدثنا یحیٰی بن حبان حدثنا سلیمان عن شریک بن ابی نمر عن سعید بن المسیب قال اخبرنی ابو موسی الاشعری انهٗ توضأ فی بیته ثم خرج فقلت لالزمن رسول الله ﷺ ولا کونن معهٗ یومی هذا قال فجآء المسجد فسال عن النبی ﷺ فقالوا خرج ووجه ههنا فخرجت علی اثره اسأل عنه حتّٰی دخل بئر اریس فجلست عند الباب وبابها من جرید حتّٰی قضٰی رسول الله ﷺ حاجة فتوضأ فقمت الیه فاذا هو جالس علٰی بئر اریس وتوسط قفها و کشف عن ساقیه ودلاهما فی البئر فسلمت علیه ثم انصرفت فجلست عند الباب فقلت لاکونن بواب رسول الله ﷺ الیوم فجآء ابو بکر فدفع الباب فقلت من هذا فقال ابوبکر فقلت علٰی رسلک ثم ذهبت فقلت یا رسول الله هذا ابوبکر یستأذن فقال ائذن لهٗ وبشره بالجنة فاقبلت حتّٰی قلت لابی بکر ادخل ورسول الله ﷺ یبشرک بالجنة فدخل ابوبکر فجلس عن یمین رسول الله ﷺ معهٗ فی القف ودلّٰی رجلیه فی البئر کما صنع النبی ﷺ و کشف عن ساقیه، ثم رجعت فجلست وقد ترکت اخی یتوضأ ویلحقنی فقلت ان یرد الله بفلان خیرا یرید اخاه یأت به فاذا انسان یحرک الباب فقلت من هذا فقال عمر ابن الخطاب فقلت علٰی رسلک ثم جئت الی رسول الله ﷺ فسلمت علیه فقلت هذا عمر ابن الخطاب یستأذن فقال ائذن لهٗ وبشره بالجنة فجئت فقلت ادخل وبشرک رسول الله ﷺ بالجنة فدخل فجلس مع رسول الله ﷺ فی القف عن یساره ودلّٰی رجلیه فی البئر. ثم رجعت فجلست فقلت ان یرد الله بفلان خیرا یأت به فجآء انسان یحرک الباب فقلت من هذا فقال عثمان بن عفان فقلت علٰی رسلک فجئت الٰی رسول الله فاخبرتهٗ فقال ائذن لهٗ وبشره بالجنة علٰی بلوٰی تصیبهٗ فجئتهٗ فقلت لهٗ ادخل وبشرک رسول الله ﷺ بالجنة علٰی بلوٰی تصیبک. فدخل فوجد القف قد ملیٔ فجلس وجاههٗ من الشق الأخر قال شریک قال سعید بن المسیب فاولتها قبورهم. (۲۶۱)

محمد، یحییٰ، سلیمان، شریک، سعید بن مسیب، حضرت ابوموسیٰ اشعری رضی اللہ عنہ سے روایت کرتے ہیں، کہ وہ اپنے گھر میں وضو کر کے باہر نکلے، اور جی میں کہا، کہ میں آج رسول اللہ ﷺ کی خدمت میں لگا رہوں گا، اور آپ ہی کے ہمراہ رہوں گا، وہ فرماتے ہیں، کہ پھر میں نے مسجد میں جا کر رسول اللہ ﷺ کو پوچھا، لوگوں نے بتلایا، کہ آپ اسی جگہ تشریف لے گئے ہیں، میں بھی آپ کے نشان قدم مبارک پر چلا، یہاں تک کہ چاہ اریس پر جا پہنچا، اور دروازہ پر بیٹھ گیا، اور اس کا دروازہ کھجور کی شاخوں کا تھا، یہاں تک کہ

رسول اللہ ﷺ قضائے حاجت سے فارغ ہوئے، اور آپ نے وضو کیا، پھر میں آپ کے پاس گیا، تو آپ بیر اریس پر تشریف فرما تھے، آپ اس کے چبوترے کے درمیان بیٹھے ہوئے تھے، اور اپنی پنڈلیوں کو کھول کر کنوئیں میں لٹکا دیا تھا، میں نے سلام کیا، اس کے بعد میں لوٹ آیا، اور دروازہ پر بیٹھ گیا اور (اپنے جی میں کہا) کہ آج میں رسول اللہ ﷺ کا دربان بنوں گا، پھر حضرت ابو بکرؓ آئے، اور انہوں نے دروازہ کھٹکھٹایا، میں نے پوچھا کون؟ انہوں نے کہا ابو بکر! میں نے کہا ٹھہریئے، پھر میں آپ کے پاس گیا، اور میں نے عرض کیا، یارسول اللہ! ابو بکر اجازت مانگتے ہیں، فرمایا ان کو اجازت دے دو اور جنت کی بشارت دے دو، میں نے آگے بڑھ کر ابو بکرؓ سے کہا، اندر آجایئے، اور رسول اللہ ﷺ آپ کو جنت کی خوشخبری دیتے ہیں، چنانچہ ابو بکر اندر آئے، اور رسول اللہ ﷺ کی داہنی طرف چبوترے پر بیٹھ گئے، اور انہوں نے بھی اپنے دونوں پاؤں کنویں میں لٹکا دیئے اور اپنی پنڈلیاں کھول لیں، پھر میں لوٹ گیا اور اپنی جگہ بیٹھ گیا، میں نے اپنے بھائی کو گھر میں وضو کرتا ہوا چھوڑا تھا وہ میرے ساتھ آنے والا تھا، میں نے اپنے جی میں کہا کاش اللہ فلاں شخص (یعنی میرے بھائی) کے ساتھ بھلائی کرے، اور اسے بھی یہاں لے آئے، یکایک ایک شخص نے دروازہ ہلایا، میں نے کہا کون؟ اس نے کہا عمر، میں نے کہا ٹھہریئے، میں رسول اللہ ﷺ کی خدمت میں حاضر ہوا، اور سلام کر کے عرض کیا، عمر بن خطاب آئے ہیں، اجازت مانگتے ہیں، فرمایا، ان کو اجازت دے دو، اور انہیں بھی جنت کی بشارت دے دو، میں نے حضرت عمرؓ کے پاس جا کر کہا اندر آجایئے، رسول اللہ ﷺ نے آپ کو جنت کی بشارت دی ہے، وہ اندر آئے اور رسول اللہ ﷺ کے ساتھ چبوترہ پر آپ کے بائیں طرف بیٹھ گئے، اور انہوں نے بھی اپنے دونوں پاؤں کنوئیں میں لٹکا دیئے اس کے بعد میں لوٹا اور اپنی جگہ جا بیٹھا، پھر میں نے کہا، کاش اللہ تعالیٰ فلاں شخص (یعنی میرے بھائی) کے ساتھ بھلائی کرتا، اور اسے بھی یہاں لے آتا، چنانچہ ایک شخص آیا، دروازہ پر دستک دینے لگا، میں نے پوچھا کون؟ اس نے کہا عثمان بن عفان! میں نے کہا ٹھہریئے، اور میں نے رسول اللہ ﷺ کے پاس اندر آ کر اطلاع دی، فرمایا ان کو اندر آنے کی اجازت دو نیز انہیں جنت کی بشارت دو، ایک مصیبت پر جو ان کو پہنچے گی، میں ان کے پاس گیا، اور میں نے ان سے کہا اندر آجایئے، رسول اللہ ﷺ نے آپ کو جنت کی بشارت دی ہے، ایک مصیبت پر جو آپ کو پہنچے گی، پھر وہ اندر آئے اور انہوں نے چبوترہ کو بھرا ہوا دیکھا، تو اس کے سامنے دوسری طرف بیٹھ گئے (شریک راوی حدیث) فرماتے ہیں، کہ سعید بن مسیب کہتے تھے، میں نے اس کی تاویل ان کی قبروں سے لی ہے۔

ختم نبوت اعجاز نبوی ﷺ:

نبوت و رسالت کا جو سلسلہ حضرت آدمؑ سے شروع ہوا اور حضرت عیسیٰؑ تک یہ سلسلہ رشد و ہدایت اس طرح جاری و ساری رہا کہ انبیاء علیہم السلام مختلف زمانوں اور مختلف علاقوں میں نبوت و رسالت کے فرائضِ منصبی ادا فرماتے رہے۔ ان انبیاء علیہم السلام کے سلسلہ رسالت میں یہ بات قدرے یکساں رہی کہ نبوت و رسالت جغرافیائی حدود میں محدود رہی اور ہر نبیؑ اور رسولؑ کی مخاطب ایک خاص قوم رہی۔ حضرت عیسیٰؑ کے مبعوث ہونے کے بعد اگرچہ کسی حد تک اس میں وسعت پیدا ہوئی لیکن آپؑ نے بھی عالمگیر دعوت اور عالمگیر پیغام کا دعویٰ نہیں کیا۔ انجیل میں ذات باری تعالیٰ نے خود فرمادیا کہ آپ کی بعثت اور آپ کا تخاطب محدود ہے۔ لیکن پیغام حق کو اللہ تعالیٰ نے بالآخر دنیا کے کونے کونے میں پہنچانا تھا اور اس پیغام حق کو وسعت اور عالمگیریت عطا فرمانا تھا چنانچہ اللہ تعالیٰ نے فطرت کے عام قانون کی طرح رشد و ہدایت کا جو آغاز آدمؑ سے کیا وہ حضرت محمد ﷺ پر پہنچ کر پایۂ تکمیل کو پہنچا دیا اور اس طرح رسالت کا سلسلہ کامل و مکمل ہو گیا۔ دین کی اکملیت کا یہ اعجاز اللہ تعالیٰ نے اپنے محبوب پیغمبر حضرت محمد مصطفیٰ ﷺ کو عطا فرمایا۔

الیوم اکملت لکم دینکم واتممت علیکم نعمتی ورضیت لکم الاسلام دیناo (۲۶۲)

ترجمہ: آج میں نے تمہارے لئے تمہارا دین کامل کر دیا اور تم پر اپنی نعمت پوری کر دی۔

آپ ﷺ کی ذات مبارکہ کی حیثیت اس آخری اینٹ کی ہے کہ جس کے لگنے کے بعد نبوت و رسالت کا تاج محل مکمل ہوگیا۔

خاتم النبیین ﷺ : حدثنا محمد بن سنان حدثنا سلیم حدثنا سعید بن میناء عن جابر بن عبد اللّٰہ رضی اللّٰہ عنہما قال قال النبی ﷺ مثلی ومثل الانبیآء کرجل بنٰی دارا فاکملها واحسنها الا موضع لبنة فجعل الناس یدخلونها ویتعجبون ویقولون لولا موضع اللبنة. (۲۶۳)

نبی ﷺ کے خاتم النبیین ہونے کا بیان: محمد بن سنان، سلیم، سعید بن مینا، حضرت جابر رضی اللہ عنہ سے روایت کرتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا میری مثال اور دوسرے نبیوں کی مثال ایسی ہے جیسے کہ ایک شخص نے ایک مکان بنایا، اس کو پایۂ تکمیل تک پہنچایا اور عمدہ بنایا، لیکن صرف ایک اینٹ کی جگہ خالی چھوڑ دی، لوگ اس مکان میں جاتے (اور اس کی عمدگی پر) تعجب کرتے اور کہتے کاش اس ایک اینٹ کی جگہ خالی نہ رکھی ہوتی۔

کل اعجاز بدا من قبلہ　　　لنبی او رسول ذی نبل

فلہ فی کل نوع مثلہ　　　بل واعلٰی منہ ابھٰی واجل (۲۶۴)

ترجمہ: کسی نبی یا اولوالعزم رسول سے جس قدر معجزات ظاہر ہوئے اُن میں ہر قسم کے معجزے اُسی کے برابر بلکہ اُس سے بھی اعلیٰ اور اُن سے زیادہ رشن (قاطع وساوس) اور عظمت والے معجزے آپ کو عطا ہوئے تھے۔

شیخ جلال الدین سیوطیؒ کے اُس قول کی طرف تلمیح ہے کہ آپ کی خصوصیات میں سے یہ بھی ہے کہ جس قدر معجزات اور فضائل دیگر انبیاء مرسلین کو عطا فرمائے گئے تھے وہ سب کے سب آپ کو دیئے گئے اور دوسرے انبیاء کو یہ مرتبہ حاصل نہیں ہوا بلکہ ہر ایک کو ایک خاص قسم کے معجزات وفضائل عطا ہوئے۔

=====================

حواشی وحوالہ جات باب چہارم (فصل دوم)

منتخب معجزات نبوی ﷺ

نمبر شمار	کتاب کا نام	مصنف کا نام	شہر کا نام	ادارۂ اشاعت	سن اشاعت	صفحہ نمبر	جلد نمبر
۱۔	القرآن	۳ : ۸۵					
۲۔	قصص القرآن	مولانا محمد حفظ الرحمٰن سیوہارویؒ	کراچی	میر محمد کتب خانہ	۱۳۶۳ھ	۲۱۹	۴
۳۔	القرآن	۳ : ۸۱					
۴۔	السیرۃ النبویہ لابن ہشام	ابو محمد عبد الملک بن ہشام بن ابو الحمیری	مصر	مطبعۃ مصطفیٰ البابی الحلبی	۱۳۵۵ھ	۲۳۹	۱
۵۔	تورات (پرانا عہد نامہ)	باب استثناء ۱۸ : ۱۸ تا ۲۰	لاہور	بائبل سوسائٹی	۲۰۰۰ء	۱۸۴	
۶۔	قصص القرآن	مولانا محمد حفظ الرحمٰن سیوہارویؒ	کراچی	میر محمد کتب خانہ	۱۳۶۳ھ	۲۲۶	۴
۷۔	القرآن	۵۳ : ۳، ۴					
۸۔	القرآن	۴۸ : ۲۹					
۹۔	القرآن	۶۱ : ۶					

نمبر شمار	کتاب کا نام	مصنف کا نام	شہر کا نام	ادارہ اشاعت	سن اشاعت	صفحہ نمبر	جلد نمبر
۱۰۔	قصص القرآن	مولانا محمد حفظ الرحمٰن سیوہارویؒ	کراچی	میر محمد کتب خانہ	۱۳۶۳ھ	۲۲۸	۴
۱۱۔	القرآن	۲ : ۱۲۹					
۱۲۔	السیرۃ النبویہ لابن ہشام	ابو محمد عبدالملک بن ہشام	مصر	مطبعۃ مصطفیٰ البابی الحلبی	۱۳۵۵ھ	۱۶۷	۱
۱۳۔	ضیاء النبی ﷺ	پیر کرم شاہ الازہری	لاہور	ضیاء القرآن پبلیکیشنز	۱۴۲۰ھ	۳۵	۲
۱۴۔	السیرۃ النبویہ لابن ہشام	ابو محمد عبدالملک بن ہشام	مصر	مطبعۃ مصطفیٰ البابی الحلبی	۱۳۵۵ھ	۱۶۸	۱
۱۵۔	قصص القرآن	مولانا محمد حفظ الرحمٰن سیوہارویؒ	کراچی	میر محمد کتب خانہ	۱۳۶۳ھ	۲۵۵	۴
۱۶۔	صحیح مسلم	ابی الحسین مسلم بن الحجاج القشیری	مصر	المطبع مصریہ الازہریہ	۱۳۴۹ھ	۳۶	۱۵
۱۷۔	القرآن	۳ : ۱۶۴					
۱۸۔	القرآن	۹۳ : ۶ تا ۸					
۱۹۔	قصص القرآن	مولانا محمد حفظ الرحمٰن سیوہارویؒ	کراچی	میر محمد کتب خانہ	۱۳۶۳ھ	۲۶۱	۴
۲۰۔	القرآن	۹۴ : ۱ تا ۴					
۲۱۔	قصص القرآن	مولانا محمد حفظ الرحمٰن سیوہارویؒ	کراچی	میر محمد کتب خانہ	۱۳۶۳ھ	۲۶۱،۲۶۲	۴
۲۲۔	ایضاً	"	"	"	"	۲۸۳،۲۸۴	۴
۲۳۔	صحیح بخاری	ابی عبداللہ بن اسمٰعیل بخاری	میرٹھ	المطبع قدیمی	۱۳۸۲ھ	۳۰۲	۱
۲۴۔	قصص القرآن	مولانا محمد حفظ الرحمٰن سیوہارویؒ	کراچی	میر محمد کتب خانہ	۱۳۶۳ھ	۳۱۴	۴
۲۵۔	القرآن	۳۴ : ۲۸					
۲۶۔	معجزات سرور کونین ﷺ	طالب ہاشمی	لاہور	القمر انٹرپرائزز	۱۹۹۶ء	۱۳	
۲۷۔	سیرۃ النبی ﷺ	مولانا شبلی نعمانی	کراچی	قرآن محل	۱۳۳۲ھ	۲۵۲	۳
۲۸۔	دائرہ معارف اسلامیہ		لاہور	دانش گاہ پنجاب	۱۹۸۶ء	۲۵۸،۲۵۹	۱۹
۲۹۔	القرآن	۷ : ۱۵۷					
۳۰۔	سیرۃ النبی ﷺ	مولانا شبلی نعمانی	کراچی	قرآن محل	۱۳۳۲ھ	۴۰۵	۳
۳۱۔	القرآن	۵۳ : ۱۲					
۳۲۔	سیرۃ النبی ﷺ	مولانا شبلی نعمانی	کراچی	قرآن محل	۱۳۳۲ھ	۴۰۵،۴۰۶	۳
۳۳۔	ایضاً	"	"	"	"	۴۰۵،۴۰۶	۳
۳۴۔	صحیح بخاری	ابی عبداللہ بن اسمٰعیل بخاری	میرٹھ	المطبع قدیمی	۱۳۸۲ھ	۳	۱
۳۵۔	ایضاً	"	"	"	"	"	"
۳۶۔	ایضاً	"	"	"	"	۱۴۳،۱۴۴	۱
۳۷۔	ایضاً	"	"	"	"	۹۶۹	۲
۳۸۔	ایضاً	"	"	"	"	۱۸۴	۱
۳۹۔	ایضاً	"	"	"	"	۹۵۱	۲
۴۰۔	ایضاً	"	"	"	"	۱۸۴	۱
۴۱۔	سیرۃ النبی ﷺ	مولانا شبلی نعمانی	کراچی	قرآن محل	۱۳۳۲ھ	۴۱۲	۳
۴۲۔	ایضاً	"	"	"	"	۴۱۰	۳
۴۳۔	ایضاً	"	"	"	"	"	"
۴۴۔	القرآن	۱۷ : ۱					

نمبر شمار	کتاب کا نام	مصنف کا نام	شہر کا نام	ادارہ اشاعت	سن اشاعت	صفحہ نمبر	جلد نمبر
۴۵۔	قصص القرآن	مولانا محمد حفظ الرحمٰن سیوہارویؒ	کراچی	میر محمد کتب خانہ	۱۳۶۳ھ	۳۳۲	۴
۴۶۔	معارف القرآن	مفتی محمد شفیع	کراچی	ادارۃ المعارف	۱۹۷۲ء	۴۳۸	۵
۴۷۔	قصص القرآن	مولانا محمد حفظ الرحمٰن سیوہارویؒ	کراچی	میر محمد کتب خانہ	۱۳۶۳ھ	۳۳۴،۳۳۳	۴
۴۸۔	اردو دائرہ معارف اسلامیہ		لاہور	دانش گاہ پنجاب	۱۹۷۳ء	۳۹	۱۹
۴۹۔	ایضاً		"	"	"	"	"
۵۰۔	قصص القرآن	مولانا محمد حفظ الرحمٰن سیوہارویؒ	کراچی	میر محمد کتب خانہ	۱۳۶۳ھ	۳۳۳،۳۳۲	۴
۵۱۔	ایضاً	"	"	"	"	۳۳۸،۳۳۷	۴
۵۲۔	معارف القرآن	مفتی محمد شفیع	کراچی	ادارۃ المعارف	۱۹۷۲ء	۴۳۹،۴۳۸	۵
۵۳۔	القرآن	۱۷ : ۶۰					
۵۴۔	قصص القرآن	مولانا محمد حفظ الرحمٰن سیوہارویؒ	کراچی	میر محمد کتب خانہ	۱۳۶۳ھ	۳۳۶،۳۳۵	۴
۵۵۔	مثنوی مولوی معنوی	مولانا جلال الدین رومیؒ	کانپور	مطبع مجید کانپور	۱۳۱۶ھ	۸۵	دفتر ششم
۵۶۔	القرآن	۵۳ : ۱ تا ۱۸					
۵۷۔	قصص القرآن	مولانا محمد حفظ الرحمٰن سیوہارویؒ	کراچی	میر محمد کتب خانہ	۱۳۶۳ھ	۳۳۶	۴
۵۸۔	تفسیر ابن کثیر	حافظ عماد الدین بن کثیر	قاہرہ	مکتبۃ النھضۃ الحدیثۃ	۱۳۸۴ء	۲۶	۳
۵۹۔	کنز الایمان ترجمۃ القرآن	امام احمد رضا خان بریلوی	لاہور	ضیاء القرآن پبلیکیشنز	۱۹۷۸ء	۹۴۸	
۶۰۔	صحیح مسلم	ابی الحسین مسلم بن الحجاج القشیری	بجنور (ہند)	المطبع الشہرہ	س۔ن	۳۳۶	۱
۶۱۔	صحیح بخاری	ابی عبداللہ بن اسمٰعیل بخاری	میرٹھ	المطبع قدیمی	۱۳۸۲ھ	۵۱،۵۰	۱
۶۲۔	تفسیر ابن کثیر	حافظ عماد الدین بن کثیر	قاہرہ	مکتبۃ النھضۃ الحدیثۃ	۱۳۳۸ء	۳	۳
۶۳۔	کتاب النبوۃ	امام ابن تیمیہ	بیروت	دار الکتب العلمیہ	۱۴۰۵ھ	۱۱،۱۰	۱
۶۴۔	ضیاء النبی ﷺ	پیر کرم شاہ الازہری	لاہور	ضیاء القرآن پبلیکیشنز	۱۴۲۰ھ	۵۳۶	۲
۶۵۔	ضیاء النبی ﷺ	پیر کرم شاہ الازہری	لاہور	ضیاء القرآن پبلیکیشنز	۱۴۲۰ھ	۱۳۸	۲
۶۶۔	مثنوی مولوی معنوی	مولانا جلال الدین رومیؒ	کانپور	مطبع مجید کانپور	۱۳۱۶ھ	۳۲	دفتر ششم
۶۷۔	القرآن	۵۴ : ۲،۱					
۶۸۔	معارف القرآن	مفتی محمد شفیع	کراچی	ادارۃ المعارف	۱۹۷۷ء	۲۲۵	۸
۶۹۔	صحیح بخاری	ابی عبداللہ محمد بن اسمٰعیل بخاریؒ	میرٹھ	المطبع قدیمی	۱۳۸۲ھ	۵۱۳	۱
۷۰۔	ایضاً	"	"	"	"	"	"
۷۱۔	معارف القرآن	مفتی محمد شفیع	کراچی	ادارۃ المعارف	۱۹۷۷ء	۲۲۷،۲۲۶	۸
۷۲۔	روح المعانی	شہاب الدین السید محمود الالوسی البغدادی	ملتان	مکتبہ امدادیہ	س۔ن	۷۴	۲۷
۷۳۔	مثنوی مولوی معنوی	مولانا جلال الدین رومیؒ	کانپور	مطبع مجید کانپور	۱۳۱۶ھ	۸۵	دفتر ششم
۷۴۔	القرآن	۹۴ : ۱					
۷۵۔	معارف القرآن	مفتی محمد شفیع	کراچی	ادارۃ المعارف	۱۹۷۷ء	۷۷۱،۷۷۰	۸
۷۶۔	طبقات ابن سعد	علامہ ابو عبداللہ محمد بن سعد البصری	کراچی	دار الاشاعت	۲۰۰۳ء	۱۳۵،۱۳۴	۱
۷۷۔	ضیاء النبی ﷺ	پیر کرم شاہ الازہری	لاہور	ضیاء القرآن پبلیکیشنز	۱۴۲۰ھ	۷۲	۲
۷۸۔	سیرت مصطفیٰ ﷺ	مولانا عبد المصطفیٰ الاعظمیؒ	لاہور	ضیاء القرآن پبلیکیشنز	س۔ن	۵۵،۵۴	
۷۹۔	صحیح بخاری	ابی عبداللہ محمد بن اسمٰعیل بخاری	میرٹھ	المطبع قدیمی	۱۳۸۲ھ	۵۰	۱

نمبر شمار	کتاب کا نام	مصنف کا نام	شہر کا نام	ادارہ اشاعت	سن اشاعت	صفحہ نمبر	جلد نمبر
۸۰۔	ضیاء النبی ﷺ	پیر کرم شاہ الازہری	لاہور	ضیاء القرآن پبلیکیشنز	۱۴۲۰ھ	۴۸۳	
۸۱۔	قصیدہ بردۃ المدیح	محمد بن سعید علامہ بوصیریؒ	کراچی	قدیمی کتب خانہ	۱۴۰۷ھ	۹۰	۲
۸۲۔	قصص القرآن	مولانا محمد حفظ الرحمٰن سیوہاریؒ	کراچی	میر کتب خانہ	۱۳۶۳ھ	۳۶۰،۳۵۹	۴
۸۳۔	القرآن	۸ : ۳۰					
۸۴۔	قصص القرآن	مولانا محمد حفظ الرحمٰن سیوہاریؒ	کراچی	میر کتب خانہ	۱۳۶۳ھ	۳۶۰	۴
۸۵۔	القرآن	۹ : ۳۰					
۸۶۔	معارف القرآن	مفتی محمد شفیع	کراچی	ادارۃ المعارف	۱۹۷۲ء	۳۷۶،۳۷۵	۴
۸۷۔	ایضاً	"	"	"	"	۵۴۶	۶
۸۸۔	صحیح بخاری	ابی عبداللہ محمد بن اسمٰعیل بخاریؒ	میرٹھ	المطبع قدیمی	۱۳۸۲ھ	۵۵۸	۱
۸۹۔	معارف القرآن	مفتی محمد شفیع	کراچی	ادارۃ المعارف	۱۹۷۲ء	۳۸۰	۴
۹۰۔	قصیدہ بردۃ المدیح	محمد بن سعید علامہ بوصیریؒ	کراچی	قدیمی کتب خانہ	۱۴۰۷ھ	۹۲،۹۱	
۹۱۔	القرآن	۱۷ : ۸۰					
۹۲۔	صحیح بخاری	ابی عبداللہ محمد بن اسمٰعیل بخاریؒ	میرٹھ	المطبع قدیمی	۱۳۸۲ھ	۵۱،۵۰	۱
۹۳۔	ایضاً	"	"	"	"	۵۵۵	۱
۹۴۔	قصص القرآن	مولانا محمد حفظ الرحمٰن سیوہاریؒ	کراچی	میر کتب خانہ	۱۳۶۳ھ	۳۹۴	۴
۹۵۔	القرآن	۸ : ۴۲					
۹۶۔	معارف القرآن	مفتی محمد شفیع	کراچی	ادارۃ المعارف	۱۹۷۲ء	۴۴۳	۴
۹۷۔	القرآن	۸ : ۴۱					
۹۸۔	معارف القرآن	مفتی محمد شفیع	کراچی	ادارۃ المعارف	۱۹۷۲ء	۴۴۳	۴
۹۹۔	القرآن	۳ : ۱۲۳ تا ۱۲۷					
۱۰۰۔	قصص القرآن	مولانا حفظ الرحمٰن سیوہاریؒ	کراچی	میر محمد کتب خانہ	۱۳۶۳ھ	۳۸۹	۴
۱۰۱۔	صحیح مسلم	ابی الحسین مسلم بن الحجاج القشیری	مصر	المطبعۃ المصریہ بالازہریہ	۱۳۴۹ھ	۸۶تا۸۴	۱۲
۱۰۲۔	قصص القرآن	مولانا حفظ الرحمٰن سیوہاریؒ	کراچی	میر محمد کتب خانہ	۱۳۶۳ھ	۳۹۸	۴
۱۰۳۔	القرآن	۳ : ۱۳					
۱۰۴۔	معارف القرآن	مفتی محمد شفیع	کراچی	ادارۃ المعارف	۲۰۰۴ء	۶۶،۶۵	۲
۱۰۵۔	القرآن	۸ : ۴۴،۴۳					
۱۰۶۔	معارف القرآن	مفتی محمد شفیع	کراچی	ادارۃ المعارف	۲۰۰۴ء	۲۴۹،۲۴۸	۴
۱۰۷۔	صحیح بخاری	ابی عبداللہ محمد بن اسمٰعیل بخاری	میرٹھ	المطبع قدیمی	۱۳۸۲ھ	۵۱۴	۲
۱۰۸۔	قصص القرآن	مولانا حفظ الرحمٰن سیوہاریؒ	کراچی	میر محمد کتب خانہ	۱۳۶۳ھ	۴۰۰تا۳۹۸	۴
۱۰۹۔	القرآن	۸ : ۱۷					
۱۱۰۔	قصص القرآن	مولانا حفظ الرحمٰن سیوہاریؒ	کراچی	میر محمد کتب خانہ	۱۳۶۳ھ	۴۰۰	۴
۱۱۱۔	صحیح بخاری	ابی عبداللہ محمد بن اسمٰعیل	میرٹھ	المطبع قدیمی	۱۳۸۲ھ	۲۶۵	۲
۱۱۲۔	ایضاً	"	"	"	"	۵۶۶	۲
۱۱۳۔	سیرۃ النبی ﷺ	مولانا شبلی نعمانی	لاہور	مکتبہ مدینہ	۱۴۰۸ھ	۷۰	۳
۱۱۴۔	القرآن	۴۴ : ۱۰ تا ۱۷					

نمبر شمار	کتاب کا نام	مصنف کا نام	شہر کا نام	ادارہ اشاعت	سن اشاعت	صفحہ نمبر	جلد نمبر
۱۱۵۔	سیرۃ النبی ﷺ	مولانا شبلی نعمانی	لاہور	مکتبہ مدینہ	۱۳۰۸ھ	۱۷۱	۳
۱۱۶۔	صحیح مسلم	ابی الحسین مسلم بن الحجاج القشیری	مصر	المطبعۃ المصریۃ بالازہریہ	۱۳۴۹ھ	۱۵۱ تا ۱۵۳	۱۲
۱۱۷۔	معارف القرآن	مفتی محمد شفیع	کراچی	ادارۃ المعارف	۲۰۰۴ء	۱۰۱،۱۰۲	۷
۱۱۸۔	قصص القرآن	مولانا حفظ الرحمن سیوہارویؒ	کراچی	میر محمد کتب خانہ	۱۳۶۳ھ	۴۳۷	۴
۱۱۹۔	معارف القرآن	مفتی محمد شفیع	کراچی	ادارۃ المعارف	۲۰۰۴ء	۱۰۲ تا ۱۰۴	۷
۱۲۰۔	ایضاً	"	"	"	"	۱۰۴،۱۰۵	۷
۱۲۱۔	صحیح بخاری	ابی عبداللہ محمد بن اسمٰعیل بخاری	میرٹھ	المطبع قدیمی	۱۲۸۲ھ	۵۸۸	۲
۱۲۲۔	ایضاً	"	"	"	"	۵۸۸،۵۸۹	۲
۱۲۳۔	ایضاً	"	"	"	"	۵۸۸	۲
۱۲۴۔	ایضاً	"	"	"	"	۵۸۹	۲
۱۲۵۔	معارف القرآن	مفتی محمد شفیع	کراچی	ادارۃ المعارف	۲۰۰۴ء	۱۰۷،۱۰۸	۷
۱۲۶۔	القرآن	۳۳ : ۹ تا ۲۷					
۱۲۷۔	معارف القرآن	مفتی محمد شفیع	کراچی	ادارۃ المعارف	۲۰۰۴ء	۹۴	۷
۱۲۸۔	ایضاً	"	"	"	"	۱۰۵،۱۰۶	۷
۱۲۹۔	قصص القرآن	مولانا حفظ الرحمن سیوہارویؒ	کراچی	میر محمد کتب خانہ	۱۳۶۳ھ	۴۳۹،۴۴۰	۴
۱۳۰۔	ایضاً	"	"	"	"	۴۴۰	۴
۱۳۱۔	صحیح بخاری	ابی عبداللہ محمد بن اسمٰعیل	میرٹھ	المطبع قدیمی	۱۲۸۲ھ	۵۹۰	۲
۱۳۲۔	ایضاً	"	"	"	"	۵۹۰	۲
۱۳۳۔	معارف القرآن	مفتی محمد شفیع	کراچی	ادارۃ المعارف	۲۰۰۴ء	۱۱۰ تا ۱۱۲	۷
۱۳۴۔	ایضاً	"	"	"	"	۱۱۲ تا ۱۱۴	۷
۱۳۵۔	صحیح مسلم	ابی الحسین مسلم بن الحجاج القشیری	مصر	المطبع المصریہ	۱۳۴۹ھ	۱۳۵،۱۳۶	۱۲
۱۳۶۔	معارف القرآن	مفتی محمد شفیع	کراچی	ادارۃ المعارف	۲۰۰۴ء	۱۱۶ تا ۱۱۸	۷
۱۳۷۔	القرآن	۳۸ : ۱۸					
۱۳۸۔	قصص القرآن	مولانا حفظ الرحمن سیوہارویؒ	کراچی	میر محمد کتب خانہ	۱۳۶۳ھ	۴۴۵ تا ۴۴۷	۴
۱۳۹۔	القرآن	۳۸ : ۱					
۱۴۰۔	قصص القرآن	مولانا حفظ الرحمن سیوہارویؒ	کراچی	میر محمد کتب خانہ	۱۳۶۳ھ	۴۴۷،۴۴۸	۴
۱۴۱۔	صحیح بخاری	ابی عبداللہ بن محمد بن اسمٰعیل بخاریؒ	میرٹھ	المطبع قدیمی	۱۲۸۲ھ	۵۹۸	۲
۱۴۲۔	ایضاً	"	"	"	"	۵۹۸	۲
۱۴۳۔	ایضاً	"	"	"	"	"	"
۱۴۴۔	قصص القرآن	مولانا حفظ الرحمن سیوہارویؒ	کراچی	میر محمد کتب خانہ	۱۳۶۳ھ	۴۵۱	۴
۱۴۵۔	ایضاً	"	"	"	"	۴۵۱،۴۵۲	۴
۱۴۶۔	صحیح بخاری	ابی عبداللہ بن محمد بن اسمٰعیل بخاریؒ	میرٹھ	المطبع قدیمی	۱۲۸۲ھ	۶۱۲	۲
۱۴۷۔	قصص القرآن	مولانا حفظ الرحمن سیوہارویؒ	کراچی	میر محمد کتب خانہ	۱۳۶۳ھ	۴۵۳	۴
۱۴۸۔	صحیح بخاری	ابی عبداللہ بن محمد بن اسمٰعیل بخاریؒ	میرٹھ	المطبع قدیمی	۱۲۸۲ھ	۶۱۲،۶۱۳	۲
۱۴۹۔	قصص القرآن	مولانا حفظ الرحمن سیوہارویؒ	کراچی	میر محمد کتب خانہ	۱۳۶۳ھ	۴۵۳	۴

نمبرشمار	کتاب کا نام	مصنف کا نام	شہر کا نام	ادارۂ اشاعت	سن اشاعت	صفحہ نمبر	جلد نمبر
۱۵۰۔	صحیح بخاری	ابی عبداللہ بن محمد بن اسمٰعیل بخاریؒ	میرٹھ	المطبع قدیمی	۱۳۸۲ھ	۶۱۳	۲
۱۵۱۔	ایضاً	"	"	"	"	۶۱۴	۲
۱۵۲۔	قصص القرآن	مولانا حفظ الرحمٰن سیوہارویؒ	کراچی	میر محمد کتب خانہ	۱۳۶۳ھ	۴۵۶،۴۵۴	۴
۱۵۳۔	صحیح بخاری	ابی عبداللہ بن محمد بن اسمٰعیل بخاریؒ	میرٹھ	المطبع قدیمی	۱۳۸۲ھ	۶۱۴	۲
۱۵۴۔	قصص القرآن	مولانا حفظ الرحمٰن سیوہارویؒ	کراچی	میر محمد کتب خانہ	۱۳۶۳ھ	۴۵۶	۴
۱۵۵۔	صحیح بخاری	ابی عبداللہ بن محمد بن اسمٰعیل بخاریؒ	میرٹھ	المطبع قدیمی	۱۳۸۲ھ	۶۱۴	۲
۱۵۶۔	ایضاً	"	"	"	"	"	"
۱۵۷۔	قصص القرآن	مولانا حفظ الرحمٰن سیوہارویؒ	کراچی	میر محمد کتب خانہ	۱۳۶۳ھ	۴۵۸	۴
۱۵۸۔	القرآن	۱۱۰ : ۱ ، ۲					
۱۵۹۔	مدارج النبوت ﷺ	علامہ شیخ عبدالحق	لاہور	ضیاء القرآن پبلیکیشنز	۲۰۰۵ء	۱۲۸	۲
۱۶۰۔	ایضاً	"	"	"	"	۱۶۷	"
۱۶۱۔	ایضاً	"	"	"	"	"	"
۱۶۲۔	ایضاً	"	"	"	"	۱۲۳	"
۱۶۳۔	صحیح بخاری	ابی عبداللہ بن محمد بن اسمٰعیل بخاریؒ	میرٹھ	المطبع قدیمی	۱۳۸۲ھ	۵۷۸	۲
۱۶۴۔	ایضاً	"	"	"	"	۵۸۰	۲
۱۶۵۔	ایضاً	"	"	"	"	"	"
۱۶۶۔	ایضاً	"	"	"	"	۶۰۶،۶۰۵	۲
۱۶۷۔	صحیح بخاری	ابی عبداللہ بن محمد بن اسمٰعیل بخاریؒ	میرٹھ	المطبع قدیمی	۱۳۸۲ھ	۶۱۰	۲
۱۶۸۔	لامیۃ المعجزات	مولوی محمد حبیب الرحمٰنؒ	دیوبند	مطبع یحیٰی دیوبند	۱۳۴۳ھ	۶۱،۶۰	
۱۶۹۔	ایضاً	"	"	"	"	۶۰	
۱۷۰۔	سیرت مصطفیٰ ﷺ	مولانا عبدالمصطفیٰ الاعظمیؒ	کراچی	ضیاء القرآن پبلیکیشنز	س ن	۵۱۷	۱
۱۷۱۔	ضیاء النبی ﷺ	پیر کرم شاہ الازہری	لاہور	ضیاء القرآن پبلیکیشنز	۱۴۲۰ھ	۷۳۹،۷۳۸	۵
۱۷۲۔	ایضاً	"	"	"	"	۷۴۰،۷۳۹	"
۱۷۳۔	صحیح بخاری	ابی عبداللہ محمد بن اسمٰعیل بخاریؒ	میرٹھ	المطبع قدیمی	۱۳۸۲ھ	۵۰۴	۱
۱۷۴۔	صحیح مسلم	ابی الحسن مسلم بن الحجاج القشیریؒ	مصر	المطبع المصریہ	۱۳۴۹ھ	۳۹	۱۵
۱۷۵۔	صحیح بخاری	ابی عبداللہ محمد بن اسمٰعیل بخاریؒ	میرٹھ	المطبع قدیمی	۱۳۸۲ھ	۵۰۴	۱
۱۷۶۔	ضیاء النبی ﷺ	پیر کرم شاہ الازہری	لاہور	ضیاء القرآن پبلیکیشنز	۱۴۲۰ھ	۷۴۰	۵
۱۷۷۔	صحیح بخاری	ابی عبداللہ محمد بن اسمٰعیل بخاریؒ	میرٹھ	المطبع قدیمی	۱۳۸۲ھ	۵۰۵،۵۰۴	۱
۱۷۸۔	ایضاً	"	"	"	"	۵۰۵	۱
۱۷۹۔	ایضاً	"	"	"	"	"	"
۱۸۰۔	ایضاً	"	"	"	"	۵۹۸	۲
۱۸۱۔	ایضاً	"	"	"	"	۵۰۴	۱
۱۸۲۔	لامیۃ المعجزات	مولوی محمد حبیب الرحمٰنؒ	دیوبند	مطبع یحیٰی دیوبند	۱۳۴۳ھ	۷۶	
۱۸۳۔	ضیاء النبی ﷺ	پیر کرم شاہ الازہری	لاہور	ضیاء القرآن پبلیکیشنز	۱۴۲۰ھ	۷۳۲	۵
۱۸۴۔	صحیح بخاری	ابی عبداللہ محمد بن اسمٰعیل بخاریؒ	میرٹھ	المطبع قدیمی	۱۳۸۲ھ	۵۰۶	۱

نمبر شمار	کتاب کا نام	مصنف کا نام	شہر کا نام	ادارہ اشاعت	سن اشاعت	صفحہ نمبر	جلد نمبر
۱۸۵۔	ضیاء النبی ﷺ	پیر کرم شاہ الازہری	لاہور	ضیاء القرآن پبلیکیشنز	۱۴۲۰ھ	۷۳۲،۷۳۳	۵
۱۸۶۔	ایضاً	"	"	"	"	۷۳۶،۷۳۷	۵
۱۸۷۔	رحمۃ للعالمین سیرۃ النبی ﷺ	قاضی محمد سلیمان سلمان منصور پوری	لاہور	شیخ غلام علی اینڈ سنز	۱۹۷۹ء	۱۲۸،۱۲۹	۳
۱۸۸۔	سیرت مصطفیٰ ﷺ	مولانا عبد المصطفیٰ الاعظمیؒ	کراچی	ضیاء القرآن پبلیکیشنز	س ن	۵۰۱،۵۰۲	۱
۱۸۹۔	صحیح بخاری	ابی عبد اللہ محمد بن اسمٰعیل بخاریؒ	میرٹھ	المطبع قدیمی	۱۳۸۲ھ	۵۰۵	۱
۱۹۰۔	ایضاً	"	"	"	"	۵۰۶	۱
۱۹۱۔	صحیح مسلم	ابی الحسن مسلم بن الحجاج القشیریؒ	مصر	المطبع المصریہ	۱۳۴۹ھ	۴۰	۱۵
۱۹۲۔	صحیح بخاری	ابی عبد اللہ محمد بن اسمٰعیل بخاریؒ	میرٹھ	المطبع قدیمی	۱۳۸۲ھ	۹۵۵،۹۵۶	۲
۱۹۳۔	ایضاً	"	"	"	"	۹۵۵	۲
۱۹۴۔	ایضاً	"	"	"	"	۸۱۹	۲
۱۹۵۔	ایضاً	"	"	"	"	۵۱۳	۱
۱۹۶۔	ایضاً	"	"	"	"	۶۰۵	۲
۱۹۷۔	ایضاً	"	"	"	"	۳۲	۱
۱۹۸۔	ایضاً	"	"	"	"	۵۷۷	۲
۱۹۹۔	ایضاً	"	"	"	"	۵۰۶	۱
۲۰۰۔	صحیح بخاری	ابی عبد اللہ محمد بن اسمٰعیل بخاریؒ	میرٹھ	المطبع قدیمی	۱۳۸۲ھ	۵۰۶،۵۰۷	۱
۲۰۱۔	مثنوی مولوی معنوی	مولانا جلال الدین رومیؒ	کانپور	مطبع مجید کانپور	۱۳۱۶ھ	۵۵	دفتر اوّل
۲۰۲۔	لامیۃ المعجزات	محمد حبیب الرحمٰن	دیوبند	مطبع دیوبند	۱۳۳۲ھ	۳۶	
۲۰۳۔	صحیح بخاری	ابی عبد اللہ محمد بن اسمٰعیل بخاریؒ	میرٹھ	المطبع قدیمی	۱۳۸۲ھ	۵۱۰،۵۱۱	۱
۲۰۴۔	مشکوٰۃ المصابیح	ابو محمد الحسین بن مسعود الفراء البغویؒ	کراچی	نور محمد اصح المطابع	۱۳۶۸ھ	۵۳۳	۲
۲۰۵۔	بردۃ المدیح	محمد بن سعید بوصیریؒ	کراچی	قدیمی کتب خانہ	۱۴۰۷ھ	۸۷	
۲۰۶۔	جامع ترمذی	امام ابو عیسیٰ	دہلی	المطبع الاحمدی	۱۲۶۶ھ	۶۰۲	۱
۲۰۷۔	لامیۃ المعجزات	محمد حبیب الرحمٰن	دیوبند	مطبع دیوبند	۱۳۳۲ھ	۳۳	
۲۰۸۔	جامع ترمذی	امام ابو عیسیٰ	دہلی	المطبع الاحمدی	۱۲۶۶ھ	۶۰۳	۱
۲۰۹۔	لامیۃ المعجزات	محمد حبیب الرحمٰن	دیوبند	مطبع دیوبند	۱۳۳۲ھ	۳۶	
۲۱۰۔	جامع ترمذی	امام ابو عیسیٰ	دہلی	المطبع الاحمدی	۱۲۶۶ھ	۶۰۲	۱
۲۱۱۔	لامیۃ المعجزات	محمد حبیب الرحمٰن	دیوبند	مطبع دیوبند	۱۳۳۲ھ	۳۳	
۲۱۲۔	جامع ترمذی	امام ابو عیسیٰ	دہلی	المطبع الاحمدی	۱۲۶۶ھ	۶۰۲	۱
۲۱۳۔	ایضاً	"	"	"	"	۶۰۳،۶۰۲	۱
۲۱۴۔	لامیۃ المعجزات	محمد حبیب الرحمٰن	دیوبند	مطبع دیوبند	۱۳۳۲ھ	۳۳	
۲۱۵۔	مشکوٰۃ المصابیح	ابو محمد الحسین بن مسعود الفراء البغویؒ	کراچی	نور محمد اصح المطابع	۱۳۶۸ھ	۴۳۷	۲
۲۱۶۔	سیرت مصطفیٰ ﷺ	مولانا عبد المصطفیٰ الاعظمی	لاہور	ضیاء القرآن پبلیکیشنز	س ن	۴۸۹	
۲۱۷۔	القرآن	۳ : ۱۱۳					
۲۱۸۔	سیرت مصطفیٰ ﷺ	مولانا عبد المصطفیٰ الاعظمی	لاہور	ضیاء القرآن پبلیکیشنز	س ن	۴۷۸	

نمبر شمار	کتاب کا نام	مصنف کا نام	شہر کا نام	ادارہ اشاعت	سن اشاعت	صفحہ نمبر	جلد نمبر
۲۱۹۔	صحیح بخاری	ابی عبداللہ محمد بن اسمٰعیل بخاریؒ	میرٹھ	المطبع قدیمی	۱۳۸۲ھ	۵۰۸،۵۰۷	۱
۲۲۰۔	ایضاً	"	"	"	"	۵۰۸	۱
۲۲۱۔	سیرت مصطفیٰ ﷺ	مولانا عبدالمصطفیٰ الاعظمیؒ	لاہور	ضیاء القرآن پبلیکیشنز	س ن	۴۷۸	
۲۲۲۔	صحیح بخاری	ابی عبداللہ محمد بن اسمٰعیل بخاریؒ	میرٹھ	المطبع قدیمی	۱۳۸۲ھ	۳۳۰	۱
۲۲۳۔	ایضاً	"	"	"	"	۳۳۰	۱
۲۲۴۔	ایضاً	"	"	"	"	۵۰۷	۱
۲۲۵۔	ایضاً	"	"	"	"	۵۰۷	۱
۲۲۶۔	ایضاً	"	"	"	"	"	"
۲۲۷۔	سیرت مصطفیٰ ﷺ	مولانا عبدالمصطفیٰ الاعظمیؒ	لاہور	ضیاء القرآن پبلیکیشنز	س ن	۳۸۲	
۲۲۸۔	صحیح بخاری	ابی عبداللہ محمد بن اسمٰعیل بخاریؒ	میرٹھ	المطبع قدیمی	۱۳۸۲ھ	۵۰۷	۱
۲۲۹۔	ایضاً	"	"	"	"	۳۱۰،۳۰۹	۱
۲۳۰۔	ایضاً	"	"	"	"	۳۰۳	۱
۲۳۱۔	ایضاً	"	"	"	"	۵۰۹	۲
۲۳۲۔	سیرت مصطفیٰ ﷺ	مولانا عبدالمصطفیٰ الاعظمیؒ	لاہور	ضیاء القرآن پبلیکیشنز	س ن	۳۸۲،۳۸۱	
۲۳۳۔	صحیح بخاری	ابی عبداللہ محمد بن اسمٰعیل بخاریؒ	میرٹھ	المطبع قدیمی	۱۳۸۲ھ	۵۱۳	۲
۲۳۴۔	صحیح بخاری	ابی عبداللہ محمد بن اسمٰعیل بخاریؒ	میرٹھ	المطبع قدیمی	۱۳۸۲ھ	۵۲۳	۱
۲۳۵۔	ایضاً	"	"	"	"	۵۲۵	۱
۲۳۶۔	ایضاً	"	"	"	"	۶۳۲	۲
۲۳۷۔	ایضاً	"	"	"	"	۵۰۹	۱
۲۳۸۔	ایضاً	"	"	"	"	۵۰۹	۱
۲۳۹۔	ایضاً	"	"	"	"	۵۱۰۔۵۰۹	۱
۲۴۰۔	ایضاً	"	"	"	"	۵۰۸	۱
۲۴۱۔	ایضاً	"	"	"	"	۵۰۸	۱
۲۴۲۔	ایضاً	"	"	"	"	۵۰۸	۱
۲۴۳۔	ایضاً	"	"	"	"	۶۰۳	۲
۲۴۴۔	ایضاً	"	"	"	"	۵۱۲	۱
۲۴۵۔	صحیح مسلم	ابی الحسین الحجاج القشیری	مصر	المطبع المصریہ	۱۳۴۹ھ	۶۵	۱۳
۲۴۶۔	ایضاً	"	"	"	"	۶۶	۱۳
۲۴۷۔	صحیح بخاری	ابی عبداللہ محمد بن اسمٰعیل بخاریؒ	میرٹھ	المطبع قدیمی	۱۳۸۲ھ	۵۵۲	۱
۲۴۸۔	ایضاً	"	"	"	"	۵۲۷،۵۲۶	۱
۲۴۹۔	ایضاً	"	"	"	"	۵۹۸	۲
۲۵۰۔	ایضاً	"	"	"	"	۳۶۰	۲
۲۵۱۔	ایضاً	"	"	"	"	۳۶۰	۲
۲۵۲۔	ایضاً	"	"	"	"	"	"
۲۵۳۔	ایضاً	"	"	"	"	۳۶۱	۲

نمبر شمار	کتاب کا نام	مصنف کا نام	شہر کا نام	ادارہ اشاعت	سن اشاعت	صفحہ نمبر	جلد نمبر
۲۵۴۔	صحیح بخاری	ابی عبداللہ محمد بن اسمٰعیل بخاریؒ	میرٹھ	المطبع قدیمی	۱۲۸۲ھ	۳۶۱،۳۶۰	۲
۲۵۵۔	ایضاً	"	"	"	"	۳۶۱	۲
۲۵۶۔	ایضاً	"	"	"	"	۳۶۱	۲
۲۵۷۔	ایضاً	"	"	"	"	"	"
۲۵۸۔	ایضاً	"	"	"	"	"	"
۲۵۹۔	ایضاً	"	"	"	"	۵۱۰	۱
۲۶۰۔	ایضاً	"	"	"	"	۵۱۰	۱
۲۶۱۔	ایضاً	"	"	"	"	۵۱۹،۵۱۸	۱
۲۶۲۔	القرآن	۳ : ۵					
۲۶۳۔	صحیح بخاری	ابی عبداللہ محمد بن اسمٰعیل بخاریؒ	میرٹھ	المطبع قدیمی	۱۲۸۲ھ	۵۰۱	۱
۲۶۴۔	لامیۃ المعجزات	محمد حبیب الرحمٰن	دیوبند	مطبع دیوبند	۱۳۳۲ھ	۲۷	

باب پنجم

فصل اوّل

معجزاتِ نبوی ﷺ اور سائنسی حقائق

﴿بسم اللہ الرحمٰن الرحیم﴾

باب پنجم فصل (اوّل)

"معجزاتِ نبوی ﷺ اور سائنسی حقائق"

مادّی دنیا میں قدرت الٰہی کے جو قواعد وضوابط کارفرما ہیں ان کی دریافت کے علم کو سائنس سے تعبیر کیا جاتا ہے۔ لفظ "سائنس" لاطینی زبان کا لفظ ہے جس کے معنی "جاننا" یا "علم" کے ہیں۔

سائنس کا دائرہ علم مادیات سے متعلق ہے جبکہ مذہب میں وہ امور بھی شامل ہیں جو سائنس اور فلسفہ سے خارج ہیں۔ علم سائنس میں امورِ مادّی سے بحث کی جاتی ہے اور فلسفہ میں تخمینیات سے، مذہب ان دونوں علوم میں شامل موضوعات کے علاوہ ان تمام علوم اور عوامل پر محیط ہے جو موجودہ کائناتِ مادی کے علاوہ علوم مابعد الطبیعات، علوم حیاتِ دنیاوی اور علوم حیات مابعد الممات غرضیکہ موجودہ زندگی کے تمام امور دنیاوی واخروی ایک الہامی مذہب کے موضوعات کے دائرے میں شامل ہیں۔

سائنس قوانین فطرت کی دریافت اور حقائق سے آگہی کا علم ہے جبکہ دین اسلام کی تعلیمات کا منبع قرآنِ کریم دینی اور دنیاوی علوم میں حقائق کی تلاش اور تفکر کا پیغام دیتا ہے، گویا اسلام وہ دین فطرت ہے جس نے بنیادی مذہبی عقائد مثلاً وجودِ باری تعالیٰ، توحید باری تعالیٰ، مسئلہ نبوت اور مسئلہ معاد کو سائنسی حقائق اور سائنسی دلائل کی روشنی میں ان کی صداقت اور حقانیت کو واضح کیا ہے۔

قرآن نے اپنے ماننے والوں کو متوجہ کیا کہ وہ عقل سے کام لے کر اس کو استعمال کرے صرف سائنس اور کونی علوم میں نہیں بلکہ دینی علوم وحقائق میں بھی عقل سے کام لیں تاکہ ان کی معقولیت ذہن نشین ہو سکے یہی عقل توجہ دینی اور دنیوی علوم کا سرچشمہ بنی اور اسی سے دونوں علوم کے دروازے کھلتے گئے۔ (۱) جیسا کہ ارشادِ باری تعالیٰ ہے:

ان فی ذٰلک لاٰیات لقوم یتفکرون○ (۲) ترجمہ: بے شک اس میں نشانیاں ہیں غور وفکر کرنے والوں کے لیے۔

گویا جو لوگ عقل وشعور سے کام لیتے ہیں کائنات میں بکھری ہوئی اللہ تعالیٰ کی نشانیاں ان کے لیے راہیں کھولتی ہیں اور ان نشانیوں سے وہ راہِ حق کی جستجو میں کامیاب وکامران ہوتے ہیں۔

ان فی ذٰلک لاٰیٰت لقوم یعقلون○ (۳) ترجمہ: بے شک اس میں نشانیاں ہیں عقل مندوں کے لیے۔

قرآن کریم میں اللہ تعالیٰ نے حقائق کو عقل کی روشنی میں سمجھنے کی بار بار تاکید کی ہے جس کا اصل مقصد عقل کے جمود اور تعطل کو توڑنا ہے تاکہ انسان دینی اور سائنسی حقائق جو مظاہرِ کائنات میں بکھرے ہوئے ہیں دونوں کو اپنی عقل کی روشنی میں سمجھے اور پرکھے کیونکہ اللہ تعالیٰ کا قانونِ شریعت اور قانونِ فطرت باہم مربوط ہیں ان میں کسی قسم کا تصادم نہیں، یہ دونوں قانون ایک دوسرے کے موئد ومعاون ہیں ان میں کسی قسم کا کوئی اختلاف نہیں۔ قرآن کریم میں اللہ تعالیٰ نے بے شمار سائنسی حقائق کو اجمالاً بیان کر کے انسان کی توجہ اس طرف دلائی ہے۔ اللہ تعالیٰ نے قرآن میں کائنات کی تخلیق اور انسان کی پیدائش سے لے کر کائنات میں بکھرے ہوئے تمام سائنسی علوم اور سائنسی حقائق کا اجمالی رنگ میں ذکر کیا ہے تاکہ انسان اپنی عقل اور حواس کو بروئے کار لا کر تجربات کی روشنی میں ان کے نتائج معلوم کرے۔ قرآن نے ان نتائج اور حقائق کو اپنے نزول کے وقت ہی بیان فرما دیا تھا جبکہ انسانی عقل اور اس کے حواس ابھی تجربات سے گزرنے کے قابل بھی نہ ہوئے تھے۔

سائنس قوانینِ فطرت کی دریافت کا نام ہے جو کائنات میں غیر متبدل شکل میں محفوظ ہیں۔ لہٰذا ہر سائنس حقیقت اور اور صداقت اور دینِ فطرت کا عین تقاضا ہے اس کی ضد اور مخالف نہیں۔ قرآن نے سائنس اور علم کونیہ کی طرف انسان کو کس قدر ترغیب دی اور اُن قوانین

قدرت جو مظاہرِ قدرت ہیں اور کائناتِ عالم میں موجود ہیں ان کی طرف کس قدر پُرزور طریقے سے توجہ دلائی اور اسی توجہ نے مسلمانوں میں بے شمار سائنسدان پیدا کیے۔ سائنس کے لیے یہ ضروری ہے کہ وہ خدا کے عقیدہ توحید پر مبنی ہو کہ کائنات کے اندر جس قدر قوانینِ حکیمانہ کارفرما ہیں وہ خدائے کائنات میں کائنات میں رکھے ہیں اور انسان کے دماغ میں اسی خدا نے وہ قوتِ دماغی اور فکری بھی رکھی ہے کہ وہ تجربہ اور استقراء سے ان قوانین کو دریافت کر کے ان کو مفید مقاصد میں استعمال کرے کائنات یا مادہ کائنات ان قوانین کا موجد نہیں بلکہ وہ ان قوانین کا مظہر اور ظرف ہے۔

<u>سائنس کا لغوی معنی:</u> انگریزی لفظ Science لاطینی زبان کے Scientia سے ماخوذ ہے جو علم و دانش کے مفہوم میں استعمال ہوتا ہے۔ عربی زبان میں سائنس کے لیے مطلقاً ''العلم'' کا لفظ استعمال کیا گیا ہے۔

<u>اصطلاحی مفہوم:</u> اصطلاح میں سائنس کا معنی محدود کر کے نظام فطرت کو ایسے علم کے ساتھ خاص کر دیا گیا ہے جو مشاہدہ، تجربہ، اور غور و فکر سے حاصل ہو۔ (۵)

On the simpiest level, science is knowledgeof the world of nature. There are many regularities in nature that mankind has had to recognize for survival since the emergence of *Homo sapiens* as a species. (۶)

سائنس کے لیے عربی زبان میں لفظ ''العلم'' مستعمل ہے۔ پیغمبر اسلام حضرت محمد ﷺ پر ''غار حرا'' میں جب پہلی وحی نازل ہوئی تو آپ ﷺ نے غار حرا سے باہر آ کر لوگوں کو بتایا کہ مجھے حکم دیا گیا ہے کہ:

اقرأ باسم ربک الذی خلق ○ خلق الانسان من علق ○ اقرأ وربک الاکرم ○ الذی علم بالقلم ○ علم الانسان مالم یعلم○ (۷)

ترجمہ: اپنے رب کے نام سے پڑھ جو سب کا بنانے والا ہے۔ جس نے آدمی کو جمے ہوئے خون سے پیدا کیا۔ پڑھ! اور تیرا رب بڑا کریم ہے جس نے علم سکھایا قلم سے۔ انسان کو وہ باتیں سکھائیں جو وہ نہیں جانتا تھا۔

اللہ تعالیٰ کی جانب سے بنی نوع انسان کے لیے پہلا پیغام علم کا پیغام تھا، جب کہ عرب قوم جس میں آپ ﷺ مبعوث کیے گئے ان کی اکثریت نوشت و خواند سے بالکل بے بہرہ تھی اور یہود و نصاریٰ اہل علم سمجھے جاتے تھے لیکن ان کی علمیت کا یہ عالم تھا کہ کتب مقدسہ میں من مانی تاویلات سے ان کی اصل شکل کو بگاڑ دیا گیا تھا اور علم کے حصول کی آزادی پر پابندیاں لگا رکھی تھیں، مذہب کو سائنس سے علیحدہ کر دیا گیا تھا۔

سائنسی قوانین کی دریافت عقل استقرائی اور تجربی کاوشوں سے کرتی ہے اس لیے جب تک انسانی عقل کو حریت اور آزادی نصیب نہ ہو وہ سائنس کی طرف متوجہ ہو سکتی ہے اور نہ سائنسی قوانین کی دریافت کا سلسلہ جاری ہو سکتا ہے اور نہ سائنس کا علم وجود میں آ سکتا ہے۔ (۸)

سائنس کی اصل بنیاد دو چیزوں پر ہے: (۱) مشاہدہ (۲) غور و فکر

مشاہدہ کا تعلق سائنسی تجربات اور حواس سے ہے جبکہ غور و فکر کا تعلق دماغ سے ہے۔ اسلام وہ الہامی مذہب ہے جس کی تعلیمات کا ماخذ قرآن مجید کے تقریباً ایک تہائی حصہ میں قدرت کے بکھرے ہوئے مظاہر کی طرف توجہ دلا کر انسان کو مشاہدہ اور غور و فکر کی دعوت دی گئی ہے۔ گویا قرآنی تعلیمات انسان میں سائنسی جستجو اور سائنسی طریقۂ کار سے فطرت کے رازوں کو سمجھنے کی ترغیب دیتی ہیں۔

ان فی خلق السمٰوٰت والارض واختلاف الیل والنہار لأیات لأولی الباب○ الذین یذکرون اللہ قیٰما و قعودا وعلیٰ جنوبھم ویتفکرون فی خلق السمٰوٰت والارض ربنا ما خلقت ھٰذا باطلا سبحٰنک فقنا عذاب النار○ (۹)

ترجمہ: بے شک زمین و آسمان کی تخلیق اور شب و روز کے اختلاف میں ارباب دانش کے لیے نشانیاں ہیں جو کھڑے بیٹھے اور لیٹے اللہ کو یاد کرتے ہیں اور ارض و سماء کی تخلیق میں غور و فکر کرتے ہیں (اور پکار اٹھتے ہیں) پروردگار! تو نے یہ سب کچھ عبث پیدا نہیں کیا۔ تو پاک ہے ہمیں آگ کے عذاب سے بچا۔

ان فی خلق السمٰوٰت والارض واختلاف الیل والنهار والفلک التی تجری فی البحر بما ینفع الناس وما انزل اللّٰه من السمآء من مآء فاحیا به الارض بعد موتها وبث فیها من کل دآبة وتصریف الریح والسحاب المسخر بین السمآء والارض لأیٰت لقوم یعقلون٥ (١٠)

ترجمہ: بیشک زمین و آسمان کی تخلیق، شب و روز کے اختلاف اور ان کشتیوں میں جو لوگوں کے لیے نفع آور چیزیں لے کر سمندر میں چلتی ہیں اور اس پانی میں جو اللہ نے آسمان سے اتارا پھر اس سے زمین کو پس از مرگ زندہ کیا اور زمین میں جانور پھیلائے اور ابر و باد کی گردش میں جو آسمان و زمین کے درمیان مسخر ہیں اس قوم کے لیے نشانیاں ہیں جو عقل رکھتی ہیں۔

اولم یروا کیف یبدئ اللّٰه الخلق ثم یعیدهٗ ان ذٰلک علی اللّٰه یسیر ٥ قل سیروا فی الارض فانظروا کیف بدأ الخلق ثم اللّٰه ینشیٔ النشأة الأخرة ان اللّٰه علٰی کل شیٔ قدیر٥ (١١)

ترجمہ: کیا وہ دیکھتے نہیں کہ اللہ کیسے تخلیق کا آغاز کرتا ہے پھر اس کا اعادہ کرے گا یہ کام اللہ پر بہت آسان ہے۔ کہہ! زمین پر چلو پھرو پھر دیکھو کہ کیسے تخلیق کا آغاز ہوا پھر اللہ پیدا کرے گا دوسری پیدائش۔ بیشک اللہ ہر چیز پر قادر ہے۔

غرض یہ کہ قرآن کریم انسان کو غور و فکر اور مشاہدہ کی دعوت دیتا ہے تاکہ انسان اس وسیع کائنات پر، اس کے اسباب و علل پر اور قدرت کے اسرار و رموز پر غور و فکر اور تحقیق کرے کیونکہ یہ کائنات اور اس میں پھیلی ہوئی نیرنگیاں ایک عظیم خالق کی تخلیق ہیں اور اس کائنات کا ایک ذرّہ بھی بے مقصد تخلیق نہیں کیا گیا۔

تسخیر کائنات اور قرآنی حقائق: سائنس مادی دنیا کی تسخیر کے لیے ایک منظم طریقہ کار کا نام ہے۔ قرآن کریم خود تسخیر کائنات کی دعوت دیتا اور انسان کی توجہ ان عوامل کی طرف دلاتا ہے جس کے ذریعہ انسان کو علم اور جستجو کی راہ ملتی اور کائنات کی تسخیر کے رازوں کو جاننے کے لیے وہ راہِ مستقیم نظر آتی ہے جس پر چل کر انسان سائنسی میدان میں اپنے مقصد کے حصول تک پہنچ سکتا ہے۔

اللّٰه الذی سخر لکم البحر لتجری الفلک فیه بامره ولتبتغوا من فضله ولعلکم تشکرون ٥ وسخر لکم ما فی السمٰوٰت وما فی الارض جمیعا منه ان فی ذٰلک لأیٰت لقوم یتفکرون٥ (١٢)

ترجمہ: اللہ وہ ہے جس نے تمہارے لیے سمندر مسخر کر دیئے تاکہ ان میں اس کے حکم سے کشتیاں چلیں اور تم اس کا فضل تلاش کرو اور شکر ادا کرو۔ اور جو کچھ آسمانوں اور زمین میں ہے سب تمہارے لیے مسخر کر دیا گیا ہے۔ بیشک اس میں غور و فکر کرنے والوں کے لیے نشانیاں ہیں۔

وسخر لکم الفلک لتجری فی البحر بامره سخر لکم الانهٰر وسخر لکم الشمس والقمر دائبین وسخر لکم الیل والنهار٥ (١٣)

ترجمہ: اللہ نے تمہارے لیے کشتیاں مسخر کر دیں جو اس کے حکم سے سمندر میں چلتی ہیں۔ اور تمہارے لیے دریا مسخر کر دیئے اور سورج اور چاند دونوں گردش کناں ہیں تمہارے لیے مسخر کر دیئے اور شب و روز بھی۔

الم تروا أن اللّٰه سخر لکم ما فی السمٰوٰت وما فی الارض وأسبغ علیکم نعمهٗ ظاهرة و باطنة٥ (١٤)

ترجمہ: کیا تم نے نہیں دیکھا کہ اللہ نے وہ سب کچھ جو آسمانوں اور زمین میں ہے تمہارے لیے مسخر کر دیا اور تم پر اپنی ظاہری و باطنی نعمتیں پوری کر دیں۔

وسخرلکم الیل والنهار والشمس والقمر والنجوم مسخرٰت بامرہٖ ان فی ذٰلک لاٰیٰت لقوم یعقلون ٥ وما ذرالکم فی الارض مختلفا الوانهٗ ان فی ذٰلک لاٰیة لقوم یذکرون ٥ وهو الذی سخر البحر لتاکلوا منه لحما طریا وتستخرجوا منه حلیة تلبسونها وتری الفلک مواخر فیه ولتبتغوا من فضلهٖ ولعلکم تشکرون٥ (١٥)

ترجمہ: شب و روز، شمس و قمر اور ستارے اللہ نے اپنے حکم سے تمہارے لیے مسخر کر دیئے۔ بے شک اس میں عقل مند لوگوں کے لیے نشانیاں ہیں۔ اور زمین میں جو کچھ تمہارے لیے اُگتا ہے۔ رنگا رنگ اس میں نشانی ہے ان لوگوں کے لیے جو نصیحت حاصل کرنا چاہیں۔ وہ وہ ہے جس نے تمہارے لیے سمندر کو مسخر کر دیا تا کہ اس میں سے تازہ گوشت کھاؤ اور اس میں سے زیور نکالو جس کو تم پہنتے ہو اور تو کشتیوں کو دیکھتا ہے اس میں پانی کو چیرتی ہوئی چلتی ہیں تا کہ تم خدا کا رزق تلاش کرو، اور شکر بجالاؤ۔

غرض کہ اللہ تعالیٰ انسان کو غور و فکر، جستجو اور علم و آگہی کا پیغام دیتا ہے اور یہی سائنس کا مقصد ہے۔ اللہ تعالیٰ نے انسان کے لیے علم و آگہی کے دریچے کھول دیئے ہیں اور بار بار انسان کی توجہ اس طرف مبذول کرائی ہے تا کہ انسان تسخیر کائنات کے لیے کوشاں و سرگرداں ہو۔

تخلیق کائنات کا سائنسی تصور اور قرآنی حقائق: سائنسی تحقیق کا علم موجود نظام فطرت کے حقائق کی کھوج لگانے تک محدود تھا، اس نظام فطرت کے پیچھے کارفرما قدرت و طاقت سے وہ لاعلم تھی اپنی اسی لاعلمی کی بدولت یہ مان لیا گیا تھا کہ یہ کائنات ازلی اور ابدی ہے لیکن جوں جوں سائنسی تحقیق آگے بڑھی اس تحقیق نے یہ ثابت کیا کہ یہ کائنات ازلی نہیں بلکہ اس کا ایک نقطۂ آغاز ہے۔ ماہر حیوانیات ایڈورڈ لوتھر کسل سائنسی تحقیق کے حوالے سے کائنات کی حقیقت کے بارے میں فرماتے ہیں:

سائنس کی تحقیق نے صرف یہی ثابت نہیں کیا کہ یہ کائنات ازلی نہیں اور اس کی ایک ابتداء یا آغاز ہے بلکہ تازہ انکشافات یہ بھی ظاہر کرتے ہیں کہ اب سے تقریباً پچاس کھرب سال پہلے ایک تخلیقی دھماکے کے نتیجے میں آن واحد میں یہ کائنات وجود میں آگئی اور آج بھی اس میں توسیع کا عمل جاری ہے جو لوگ سائنس کی تحقیقات کو کوئی وزن دیتے ہیں۔ وہ حقیقت تسلیم کرنے پر مجبور ہیں کہ کائنات تخلیق کی گئی ہے اور یہ عمل تخلیق لگے بندھے قوانین فطرت سے ماورا کسی طاقت کا کرشمہ ہے کیوں کہ قواعد فطرت تو خود کسی کی تخلیق کا نتیجہ ہیں۔ اس ذات خالق کو ہم خدا کہتے ہیں۔ اس خالق حقیقی نے جب قدرتی مادے کو وجود بخشا اور مادے کے عمل کے لیے قواعد و ضوابط معین کر دیئے تو پھر اس نے اس مادے کو اس مقررہ عمل کے ذریعہ تخلیق مسلسل میں لگا دیا ایک ارتقاء جو بتدریج نشو نما کے ذریعہ ہوتا رہتا ہے۔ (١٦)

جیسا کہ ارشاد ربانی ہے: **ان السمٰوٰت والارض کانتا رتقا ففتقنٰهما٥ (١٧)** ترجمہ: آسمان اور زمین سب ایک ڈھیر تھے، پھر ہم نے انہیں پھاڑ دیا۔

سائنسی حقائق اور شواہد سامنے رکھتے ہوئے سائنس دان یہ تسلیم کرنے پر مجبور ہیں کہ کائنات ایک قادر مطلق ذات کی تخلیق کا شاہکار ہے کیونکہ کائنات میں تمام مظاہر فطرت تخلیقی ارتقاء کے تصور کی تائید کرتے ہیں۔ یہ ارتقائی عمل خواہ حیاتیاتی ہو، کیمیائی ہو، طبعیاتی ہو یا توالد و تناسل سے متعلق ہو۔ معمولی کیڑوں مکوڑوں کے تناسل اور ماہیت کی تبدیلیوں پر تحقیقات سے جو نتائج سائنسدان اخذ کرتے ہیں ان سے وہ اس حتمی نتیجے پر پہنچتے ہیں کہ اس کائنات میں ایک نظم اور ضابطے کی موجودگی نا قابل تردید حقیقت ہے اور ارتقاء اور تدریج کے یہ مراحل ایک صانع حقیقی کا پتہ دیتے ہیں اور وہ ذات قدرت کاملہ کی حامل ہے۔ اور ہر چیز پر قادر ہے۔

انما قولنا لشیٍٔ اذا اردناه ان نقول لهٗ کن فیکون٥ (١٨)

ترجمہ: ہم جس چیز کا ارادہ کرتے ہیں اس کے لیے ہمیں بس یہ کہنا ہوتا ہے کہ ہو جا اور وہ ہو جاتی ہے۔

ام خلقوا من غير شئ ام هم الخلقون ٥ (۱۹)

ترجمہ: کیا وہ بغیر کسی بنانے والے کے بن گئے ہیں یا اپنے پیدا کرنے والے وہ خود ہیں؟

وفی الارض ایٰت للموقنین ٥ وفی انفسکم افلا تبصرون ٥ (۲۰)

ترجمہ: نشانیاں ہیں یقین کرنے والوں کے لیے۔ اور خود تمہارے اپنے نفس میں کیا وہ تم کو نظر نہیں آتیں؟

قرآن مجید میں اللہ تعالیٰ نے جگہ جگہ یہ طرز استدلال اختیار کیا ہے جو ایک سائنسی طریقہ جستجو کی دعوت دیتا ہے اور انسان کو تحقیق اور تجربہ کے ذریعے اللہ تعالیٰ کی نشانیوں کو سمجھنے اور نتائج اخذ کرنے کے لیے رہنمائی عطا کرتا ہے۔ قرآن کریم نہ صرف کائنات اور اس میں اللہ تعالیٰ کی پیدا کردہ تمام اشیاء میں اللہ تعالیٰ کی نشانیوں کو تلاش کرنے کی دعوت فکر دیتا ہے بلکہ انسان کو خود اپنی ذات اور اپنے نفس میں موجود ان نشانیوں پر غور و فکر کرنے اور اپنی ذات کو پہچاننے کی بھی ترغیب دیتا ہے تاکہ ان نشانیوں کی سائنسی تحقیق سے وہ ان کے خالق تک رسائی حاصل کر سکے۔

سائنس نے تمام الہامی مذاہب کے اس تصور کو ثابت کر دیا ہے۔ جس پر تمام الہامی مذاہب متفق ہیں کہ کائنات کی عدم سے تخلیق کی گئی ہے۔

پے در پے سائنسی دریافتوں سے بگ بینگ کی صداقت ثابت ہو چکی ہے اور ان سے کائنات کے ''عدم سے وجود'' میں آنے کی وضاحت بھی ہوتی ہے۔ علاوہ ازیں بگ بینگ سے اس امر کی بھی مضبوط شہادت ملتی ہے کہ کائنات، اللہ تعالیٰ نے تخلیق کی ہے۔

تخلیق کی شہادت کا اقرار کرتے ہوئے برطانوی سائنس دان ایچ پی پسن کہتا ہے کہ:

''اگر زندگی کا یہ تمام مادہ ایٹموں، اشعاع اور کائناتی قوتوں کے باہمی عمل دخل سے وجود میں نہیں آیا تو اس کی موجودگی کا کیا مطلب ہے؟..... میرے خیال میں ہمیں لازماً ..... یہ مان لینا چاہئے کہ تخلیق ہی واحد قابل قبول توجیہ ہے۔ میں جانتا ہوں کہ یہ دوسرے طبیعات دانوں کے لیے از حد خوشگوار بات ہوگی۔ جتنی خود میرے لیے ہے، مگر ہم کسی بھی طور پر اسے مسترد نہیں کر سکتے کیونکہ تجرباتی شہادت اس کے حق میں ہے۔'' (۲۱)

کائنات کا ''عدم سے وجود'' میں آنا صرف اور صرف کسی قدرت کاملہ رکھنے والی ماورائی ہستی کا معجزہ ہی ہو سکتا ہے۔ ''بگ بینگ'' خالص سائنسی نظریہ ہے۔ یہی نظریہ اس خالق حقیقی اور قادر مطلق ذات سے روشناس کرواتا ہے۔ جس کی مرضی و منشاء کے بغیر کائنات کی تخلیق ممکن ہی نہ تھی۔

یہ بات ان تمام الہامی کتب میں آ چکی ہے جو اسلام سمیت دوسرے تمام الہامی مذاہب میں مرکزی مقام رکھتی ہیں اور ہزاروں برس سے بنی نوع انسان کی رہنما رہی ہیں۔ عہد نامہ عتیق (توریت) اور عہد نامہ جدید (انجیل) میں اگرچہ بہت زیادہ تحریف کی جا چکی ہے اور ان دونوں کتب کی اصل زبان بھی آج نامعلوم ہے، لیکن ان دونوں کتابوں میں بھی عدم سے کائنات کی تخلیق کا بیان واضح ہے۔ علاوہ ازیں قرآن پاک میں، جو اپنی اصل زبان کے ساتھ اور کسی تحریف کے بغیر آج تک موجود ہے، واشگاف الفاظ میں یہ کہہ دیا گیا ہے کہ اللہ تعالیٰ نے کائنات اور اس میں موجود ہر شے کو عدم سے وجود بخشا ہے۔ (۲۲)

بدیع السمٰوٰت والارض ط (۲۳) ترجمہ: وہ (اللہ ہی) تو آسمانوں اور زمین کا خالق (بے نمونہ بنانے والا) ہے۔

وخلق کل شئ ج وھو بکل شئ علیم ٥ (۲۴)

ترجمہ: اور اس نے ہر چیز پیدا کی اور وہ سب کچھ جانتا ہے۔

اللہ تعالیٰ کی آخری الہامی کتاب اور اسلامی تعلیمات کا منبع ''قرآن پاک'' میں نہ صرف ''تخلیق کائنات'' کے بارے میں واضح طور پر بیان کر دیا بلکہ اس عمل تخلیق کو وضاحت اور تفصیل سے اس انداز میں بیان کیا ہے کہ جو جدید سائنسی نظریات سے ہم آہنگ ہے۔ قرآن کریم کا

یہ اعجاز ہے کہ چودہ سو سال بعد ہونے والی سائنسی تحقیقات اور ان کے نتائج کی نشاندہی اپنے نزول کے وقت ہی کر دی تھی جس وقت کہ انسان ان سائنسی حقیقتوں سے بالکل ناواقف تھا۔

سائنسی حقائق وشواہد اور جدید کونیات کے تحت یہ ایک مسلمہ حقیقت ہے کہ جس وقت کائنات کی تخلیق (بگ بینگ سے) ہوئی اس وقت اس کی جسامت بہت ہی کم تھی۔ قرآن کریم کائنات کی عدم سے تخلیق کے سلسلے میں اس اہم نکتہ کی نشاندہی بھی چودہ سو سال قبل ہی کر چکا ہے۔

اولم یر الذین کفروا ان السمٰوٰت والارض کانتا رتقا ففتقنٰھما ط وجعلنا من المآء کل شیء حی ط افلا یؤمنون ۝ (۲۵)

ترجمہ: ''کیا کافروں نے نہیں دیکھا کہ آسمان اور زمین دونوں ملے ہوئے (بند) تھے تو ہم نے انہیں جدا جدا کر دیا اور تمام جاندار چیزیں ہم نے پانی سے بنائیں۔ پھر یہ لوگ ایمان کیوں نہیں لاتے۔''

آیت کے اصل عربی متن میں ''رتق'' کا لفظ آیا ہے جس کا ترجمہ یہاں ''ملے ہوئے تھے'' کے الفاظ میں کیا گیا ہے۔ عربی لغت کے مطابق اس کا مفہوم ''آپس میں ملے ہوئے، ایک دوسرے کا حصہ بنے ہوئے'' ہے۔ یہ لفظ ایسے دو مختلف مادوں کے لیے بھی استعمال ہوتا ہے جو ہم آمیز ہو کر ایک مکمل شے کی تشکیل کریں۔ بعد ازاں ''انہیں جدا جدا کر دیا'' کی عبارت آئی ہے جس کے لیے قرآن پاک میں اصل عبارت ''فتق'' وارد ہوئی ہے۔ عربی لغت کے اعتبار سے ''فتق'' کوئی ایسی شے ہے جو ''رتق'' کو پھاڑ کر ٹکڑے کر دینے، یا اس کی ساخت کو تباہ کر ڈالنے کے نتیجے میں وجود پذیر ہوئی ہو۔ زمین میں ڈالے گئے کسی بیج سے پودے کے پھوٹنے کے لیے بھی یہی لفظ استعمال ہوتا ہے۔ اس آیت کے مطابق زمین اور آسمان ابتداء میں ''رتق'' کی حالت میں تھے۔ پھر انہیں اس طرح جدا (فتق) کیا گیا کہ وہ دونوں ایک دوسرے سے ممتاز اور علیحدہ حالت میں آ گئے۔ حیرت انگیز طور پر، کونیات کے ماہرین ''کائناتی انڈے'' (Cosmic egg) کے بارے میں بھی بتاتے ہیں، جو عین بگ بینگ کے موقع پر وجود پذیر ہوا تھا اور جس میں کائنات کا تمام تر مادہ اور توانائی بند تھے۔ بہ الفاظ دیگر، یہ کہا جاسکتا ہے کہ تخلیق کے موقع پر زمین و آسمان اسی ''کائناتی انڈے'' کے اندر ''رتق'' کی حالت میں تھے۔ بگ بینگ کے بعد یہی کائناتی انڈا گویا پھٹ کر پھیلتا چلا گیا اور نتیجتاً اس میں موجود تمام تر مادہ اور توانائی ''فتق'' کی شکل میں ظہور پذیر ہوئے۔ یعنی کائنات کی یہ ساری ساخت وجود میں آئی جس کا آج ہم نظارہ کرتے ہیں۔ (۲۶)

<u>نظم کائنات کے سائنسی شواہد اور قرآنی حقائق:</u> کائنات میں بکھرے ہوئے مظاہر فطرت ایک خاص قانون اور تنظیم وضابطہ سے وابستہ ہیں جس میں کہیں تغیر و تبدل نہیں ہوتا۔ کائنات میں نظم ضبط کا سائنسی حوالے سے اپنے خیالات کا اظہار ماہر طبیعات جارج ارل ڈیوس اسطرح کرتے ہیں۔

> ایک عالم طبیعات کی حیثیت سے مجھے کائنات کے اس ناقابل یقین حد تک پیچیدہ نظام کے مطالعے کا موقع ملا ہے اور میں نے اور میں نے ایک ذرے سے لے کر بڑے بڑے ستارے میں حیرت انگیز ضابطہ بندی اور نظم پایا ہے اس کائنات میں روشنی کی ہر شعاع، ہر طبیعاتی اور کیمیائی ردعمل اور ہر ذی حیات شے کی ہر خصوصیت اس نظم اور اسی ضابطے کے تابع فرمان نظر آتی ہے یہ اس کائنات کی وہ تصویر ہے جو سائنس کے انکشافات نے ہمارے سامنے پیش کی ہے اور آپ کے سامنے پیش کی ہے اور آپ سائنس کا جتنا گہرا مطالعہ کریں اتنے ہی زیادہ کائنات کے اس پر پیچ اور دلکش نظام سے آپ مسحور ہوتے چلے جائیں گے۔

قرآن کریم میں کائنات کے نظم وضبط کی حقیقت کو اس طرح بیان کیا گیا ہے۔

ما تری فی خلق الرحمٰن من تفٰوت ؕ فارجع البصر ھل تری من فطور ثم ارجع البصر کرتین ینقلب الیک البصر خاسئا وھو حسیر ۝ (۲۷)

ترجمہ: کیا تو خدا کی تخلیق میں کوئی نقص دیکھتا ہے؟ ذرا آنکھ اٹھا کر دیکھ بھلا تجھ کو آسمان میں کوئی شگاف نظر آتا ہے؟ پھر بار بار نظر کر، نظر تیرے پاس ناکام ہو کر اور تھک کر لوٹ آئے گی۔

اللہ تعالیٰ نے انسانوں کے زندہ رہنے کے لیے سورج بنایا۔ سورج کی بناوٹ اور ساخت کوئی حادثاتی یا غیر ارادی واقعہ نہیں ہے۔ بلکہ سورج کے قلب میں خاص نیوکلیائی نظام کارفرما ہے۔ جس کی بدولت سورج حیات بخش حرارت اور روشنی فراہم کرتا ہے۔

۱) سورج میں ہائیڈروجن کے چار مرکزے (چار پروٹون) آپس میں مل کر ہیلیم کا ایک مرکزہ بناتے ہیں۔

۲) دو مرحلوں پر مشتمل اس نیوکلیائی تعامل میں پہلے ہائیڈروجن کے دو مرکزے آپس میں ملتے ہیں اور ڈیوٹیریم کا مرکزہ بناتے ہیں۔ ایک پروٹون کی نیوٹرن میں تبدیلی کا یہ عمل قدرے سست رفتار ضرور ہوتا ہے مگر اسی کی وجہ سے سورج اپنا نیوکلیائی ایندھن مسلسل چلانے کے قابل بھی رہتا ہے۔

۳) اگر مضبوط نیوکلیائی قوت ذرا سی زیادہ طاقتور ہوتی تو ڈیوٹیریم کے بجائے ڈائی پروٹون وجود میں آتے۔ تاہم ایسا کوئی عمل تادیر جاری نہیں رہ سکتا تھا اور صرف چند سیکنڈ ہی میں زبردست دھماکے سے سارا سورج بکھر کر رہ جاتا۔ مضبوط نیوکلیائی قوت کی مضبوطی اس قدر نپی تلی ہے کہ یہ موزوں حد سے کم ہے نہ زیادہ، لہٰذا سورج میں ہونے والا گداخت کا تعامل بھی سست رفتار ہے (یعنی قابو میں ہے) اور یہ اربوں سال سے اپنی حیات بخش حرارت اور روشنی بکھیرنے میں مصروف ہے۔ اسی اعلیٰ ترین موزونیت (Fine-Tuning) یا "ہم آہنگی" کی وجہ سے زمین پر انسان کا زندہ رہنا ممکن ہوا ہے۔ اگر اس انتظام و اہتمام میں ذرا سا بھی فرق ہوتا تو ستارے (بشمول سورج) وجود ہی میں نہ آتے اور اگر آ بھی جاتے تو بہت قلیل عرصے میں پھٹ کر ختم ہو جاتے۔ (۲۸)

اس سائنسی حقیقت کو اللہ تعالیٰ نے قرآن کریم میں انتہائی جامع اور مختصر انداز میں یوں بیان فرمایا ہے۔

الشمس والقمر بحسبان o (۲۹) ترجمہ: سورج اور چاند ایک (نپے تلے) حساب کے پابند ہیں۔

کائنات میں وسیع پیمانے پر نظم و ضبط اور ہم آہنگی سے بار بار یہی حقیقت ہمارے سامنے آتی ہے کہ کائنات کو بہت سوچ سمجھ کر طے شدہ منصوبے کے تحت پیدا کیا گیا ہے۔ جون بیرو اور فرینک ٹیلر نے اپنی تصنیف "بشری کائناتی اصول" (The Anthropic Cosmological Principle) میں اس حوالے سے لکھا ہے:

"کائنات میں وسیع پیمانے پر ایک عظیم صورت گری (Grand Design) موجود ہے جو ذہین حیات کی (وجود پذیری اور) ترقی کو تقویت پہنچاتا ہے۔"

اسی "عظیم صورت گری" سے ثابت ہوتا ہے کہ اس کے پس پشت کوئی "صورت گر"، بے اندازہ حکمت و قدرت کا حامل کوئی "خالق" ضرور موجود ہے۔ وہ اللہ کے سوا کوئی اور نہیں۔ وہی "تمام جہانوں کا مالک" ہے۔ وہی ہے جس نے قرآن نازل فرمایا اور قرآن کی آیتوں کے ذریعے ہم پر جتلا دیا کہ اسی ذات باری تعالیٰ نے کائنات کو عدم سے وجود عطا کیا۔ اسی ہستی نے اپنی مرضی و منشاء کی مطابقت میں کائنات کو یہ شکل و صورت اور ہم آہنگی عطا کی۔ (۳۰)

جیسا کہ قرآن پاک میں ارشاد ہوتا ہے:

ولہٗ من فی السمٰوٰت والارض ط کل لہٗ قٰنتون o (۳۱)

ترجمہ: اور زمین و آسمان کی ہر چیز اسی کی ملکیت ہے اور ہر چیز اسی کے فرمان کے تحت ہے۔

اس کائنات رنگ و بو میں ورائے عقل بھی بہت سے حقائق ہیں۔ عقل کو خود اپنے اس عجز کا احساس ہے کہ کائنات کی ہر حقیقت اس کے حیطۂ ادراک میں نہیں آسکتی۔ سائنس اُن حقائق کو تسلیم کرنے پر مجبور ہے لیکن کاملاً انہیں سمجھنے سے قاصر رہتی ہے۔ انسانی عقل حواس خمسہ کے ساتھ پرواز کرتی ہے۔ جہاں حواس خمسہ ساتھ چھوڑ دیں وہاں عقل کی پرواز موقوف ہو کر رہ جاتی ہے۔ حواس کے خام مواد کے بغیر عقل عضوِ

معطل ہے۔ایک پیدائشی بہرہ آواز کی حقیقت تک رسائی حاصل نہیں کر سکتا، اسی طرح پیدائشی نابینا رنگ اور روشنی کی آمیزش سے لطف اندوز ہونے کی صلاحیت نہیں رکھتا۔اب یہ عقل کے لیے تدبر اور تفکر کا مقام ہے کہ جس طرح چار حواس کی موجودگی میں پانچویں حس سے متعلقہ محسوسات سے آگاہی ممکن نہیں بالکل اسی طرح اس کائنات ہست وبود میں ہزار ہا ایسی اشیاء اور ایسے حقائق موجود ہیں جو ہمارے پانچوں حواس کے دائرۂ محسوسات سے ماوراء ہیں۔کیا یہ ضروری ہے کہ تمام کائنات کی خلقت اُسی بنیادی ڈھانچے کی مطابقت میں عمل میں لائی گئی ہو جس بنیادی ڈھانچے کے مطابق انسانی حواس کی تخلیق ہوئی ہے؟ کائنات کے تمام موجودات کو حواسِ خمسہ کی کسوٹی پر پرکھنا ایسے ہی خلاف عقل بات ہے جیسے کوئی نابینا اُسے چار حواس کے بل بوتے پر پرکھتا پھرے، وہ یقیناً صحیح نتیجہ پر نہیں پہنچ سکتا۔ (۳۲)

بیشمار احوال وواقعات اور ہزاروں قسم کی مخلوقات کائنات میں موجود ہیں جو انسانی حواس کی گرفت سے باہر ہیں۔اور ان کے بارے میں حواسِ خمسہ اور عقلِ انسانی کے بل بوتے پر تصدیق وتوثیق کرنا اب تک ناممکن تھا۔سائنس کی جدید تحقیقات اور سائنسی دریافتوں کی بدولت ان عوامل کی سراغ رسانی کرنے اور ان تک رسائی حاصل کرنے میں آج کا انسان کسی حد تک کامیاب ہو سکا ہے۔مثلاً خورد بین اور دور بین جیسی سائنسی دریافتوں نے انسان کے ادراک اور فہیم کو اس قابل کیا کہ انسان ان اَن دیکھی مخلوقات کا مشاہدہ کر سکے۔جسطرح چند صدیوں پہلے کا انسان ان سائنسی حقائق سے ناواقف تھا جو ان سائنسی دریافتوں کی بدولت آج کا انسان کائنات میں چھپے ہوئے بہت سے حقائق سے روشناس ہو رہا ہے بالکل اسی طرح چند صدیوں بعد جو سائنسی دریافتیں معرض وجود میں آجائیں گی تو ان کی بدولت اس وقت کا انسان کائنات کے ان چھپے رازوں سے آگہی حاصل کر سکے گا جن سے آج کا انسان ناواقف ہے اور جو اس کے ادراک وفہم سے بالاتر ہیں۔جوں جوں جدید سائنسی دریافتوں کا سلسلہ آگے بڑھتا جا رہا ہے اور کائنات کے رازوں سے سائنسی تحقیقات کسی حد تک واقفیت حاصل کر رہی ہیں توں توں سائنس مذہب اسلام میں بیان کردہ حقائق کو تسلیم کرتی جا رہی ہے۔اسلام دین فطرت ہے اور فاطر فطرت نے کائنات میں جو راز پنہاں ہیں اپنی تعلیمات میں انہیں کھول کھول کر بیان کر دیا ہے۔چنانچہ اب یہ نظریہ کہ مذہب اور سائنس میں تصادم ہے غلط ثابت ہو چکا ہے۔سائنسی تحقیقات کا دائرۂ محسوسات کی حدود تک ہے جب کہ مذہب کا دائرہ تحقیق غیبی امور سے ہے اس لیے ان دونوں میں کوئی تصادم نہیں بلکہ سائنسی تحقیق انسان کو مذہب سے قریب تر کرتی جا رہی ہے اور سائنسی تحقیقات انسان کو آیات الٰہیہ کے سمجھنے میں ممد ومعاون ثابت ہو رہی ہیں سائنسی نتائج اخذ کرنے کے بعد آج کا انسان اس بات پر حیران ہے کہ صدیوں جدوجہد کے بعد انسان جس نتیجہ پر پہنچا ہے قرآن نے وہ نتائج اپنے نزول کے وقت ہی بیان فرما دیئے تھے۔جس قدر سائنسی علوم میں مہارت اور تحقیق سے سائنسی نتائج برآمد ہو رہے ہیں اسی قدر قرآن کریم کے بیان کردہ سائنسی حقائق کی تصدیق وتوثیق ہوتی جا رہی ہے۔

وایة لهم الیل نسلخ منه النهار فاذا هم مظلمون o والشمس تجری لمستقرلها ذٰلک تقدیر العزیز العلیم o والقمر قدرنٰه منازل حتّٰی عاد کالعرجون القدیم o لاالشمس ینبغی لها ان تدرک القمر ولا الیل سابق النهار وکل فی فلک یسبحونo (۳۳)

ترجمہ: رات، ان کے لیے نشان ہے ہم اس پر سے دن کو اتار لیتے ہیں تو لوگ اندھیرے میں رہ جاتے ہیں۔سورج اپنے ٹھکانے کی طرف چلتا ہے۔یہ غالب وعلیم ذات کا مقرر کردہ اندازہ ہے۔اور چاند کی ہم نے منازل مقرر کر دیں یہاں تک کہ ایسا ہو جاتا ہے جیسے کھجور کی خشک ٹہنی۔نہ آفتاب کی مجال ہے کہ چاند کو جا پکڑے اور نہ رات دن سے پہلے آسکتی ہے۔سب ایک ایک دائرے میں تیر رہے ہیں۔

هو الذی جعل الشمس ضیاء والقمر نورا وقدرهٗ منازل لتعلموا عدد السنین والحساب o ما خلق اللّٰه ذٰلک الا بالحق یفصل الأیات لقوم یعلمونo (۳۴)

ترجمہ: وہی ہے جس نے سورج کو چمکدار اور چاند کو روشن بنایا اور اس کی منزلیں مقرر کیں تاکہ تم سالوں اور حساب کا تعین کر سکو۔اللہ نے یہ چیزیں ایک تدبیر کے تحت بنائیں۔وہ اہل علم کے لیے کھول کھول کر اپنی آیات بیان کرتا ہے۔

معجزات اور سائنسی حقائق: جہاں تک معاملہ ہے معجزات کا، تو معجزہ وہ حقیقت ہے جو کسی بھی دور میں کاملاً فہمِ انسانی میں سمانے سے قاصر ہے۔ جدید سائنس کی روشنی میں معجزہ کو جزواً سمجھنا اور اس کی جزوی توجیہہ کرنا کسی حد تک ممکن ہے مگر کاملاً معجزے کا ادراک تا قیامت ممکن نہیں کیونکہ معجزہ اُن حقائق پر مشتمل ہوتا ہے جو حواسِ خمسہ اور عقلِ انسانی تو کجا انسان کے ایجاد کردہ تمام تر سائنسی آلات کی حدود سے بھی ماوراء ہوتا ہے۔ (۳۵)

معجزہ خالصتاً اللہ تعالیٰ کا فعل ہے جو نبیؑ کے ہاتوں ظاہر ہوتا ہے۔ کسی انسان میں طاقت نہیں کہ اللہ کے قوانینِ عام وخاص میں کسی طرح دخل اندازی کر سکے۔ اللہ تعالیٰ معجزہ اپنے عادی نظام کے خلاف صرف اپنی قدرت سے ظاہر فرماتا ہے، تاکہ یہ ثابت کردے کہ قوانینِ فطرت اور قوانینِ طبیعہ اللہ تعالیٰ کے محکوم ہیں اور اللہ تعالیٰ جس طرح چاہے ان میں تصرف کرنے کا اختیار کامل رکھتا ہے۔

انسان اس تگ ودو میں ہے کہ کائنات کے رازہائے سربستہ سے پردہ اُٹھا کر اُس کی تخلیق، مقصدِ تخلیق اور کائنات کے انجام سے آگاہی حاصل کرے اور پھر انسان کی تخلیق، اس کائنات میں اُس کے کردار اور دیگر حقائق کی تہہ تک پہنچ سکے۔ یہ سب کچھ مربوط نظام کے تحت تکمیل پذیر ہے۔ اسے سادہ اور آسان الفاظ میں 'فطری نظام' کہتے ہیں جبکہ اصطلاحاً اسے 'تکوینی نظام' اور 'مکافاتِ عمل' کا نام بھی دیا جاتا ہے۔
اس کائناتِ رنگ وبو میں صرف دو چیزوں کا ظہور ہوتا ہے:

(۱) اللہ ربّ العزت کی عادت

(۲) اللہ ربّ العزت کی قدرت

یہ بات ذہن نشین رہنی چاہئے کہ خالقِ کائنات کی عادت بھی اُس کی قدرتِ کاملہ ہی کے تحت ہوتی ہے، تاہم اصطلاحاً اللہ کی عادت سے مراد اللہ تعالیٰ کا تخلیق کردہ نظامِ فطرت یا تکوینی نظام ہے، جس کے تحت یہ کائنات پست وبالا مسلسل حرکت پذیر ہے۔ یہ بات قابلِ غور ہے کہ کائنات کا آغاز تکوینی نظام کے تحت ہوا اور بالآخر اس کا انجام بھی اس تکوینی نظام کے تحت ہوگا۔ (۳۶)

الٰی ربک منتھٰھا (۳۷) ترجمہ: تمہارے ربّ ہی تک اس کی انتہا ہے۔

عقلِ انسانی کی پہنچ عادتِ جاریہ کے مطابق ہوتی ہے اور جو چیز ماورائے عقل ہو اور جس کی ماہیت اور وقوعہ خلافِ عادت ہو عقل اسے سمجھنے سے قاصر رہتی ہے۔ کیونکہ عقل مقررہ اصول، اسباب ونتائج کے تحت نظام کو سمجھ سکتی ہے۔ جہاں نظام اور اصول سے ہٹ کر کوئی وقعہ ظہور میں آئے وہاں عقل اپنی تمام تر صلاحیتوں کو باوجود معطل ہو کر رہ جاتی ہے۔ انبیاء علیہ السلام کے معجزات کو عقل کی کسوٹی پر پرکھنا ناممکن ہے، کیونکہ معجزہ کہتے ہی اس امر کو ہیں جو عقلِ انسانی کی تمام صلاحیتوں کو عاجز کردے۔

معجزات کے سلسلے میں انبیاءِ اکرام کے واقعات اور تاریخی حقائق سے یہ ظاہر ہوتا ہے کہ ہر نبیؑ کا معجزہ اپنے دور کے حالات اور تقاضوں کے مطابق ہوتا ہے۔ ہر جگہ اور ہر دور میں تاریخِ انسانی کسی نہ کسی فن میں بامِ عروج پر پہنچتی ہے۔ سوچ اور عقلِ انسانی کے اس ارتقائی بامِ عروج کے دور میں جبکہ وہ قوم اس فن میں اپنا سکہ جما چکی ہوتی ہے تو اللہ ربّ العزت اس قوم کی ذہنی اور فکری سوچ اور اس ارتقائی بامِ عروج کو دیکھتے ہوئے اپنے نبیؑ کو ایسا معجزہ عطا فرماتے ہیں جہاں اپنے فن کے ماہر اس معجزہ کے سامنے عاجز اور درماندہ ہو جاتے ہیں۔ گویا جہاں عقلِ انسانی اپنے انتہائے کمال کو پہنچتی ہے اس مقام سے آگے معجزہ کی ابتداء ہوتی ہے۔ حضرت موسیٰؑ کے دور میں جادوگری کا فن بامِ عروج پر تھا۔ ان کی رسیاں زمین پر گر کر سانپ بن جاتیں، ان جادوگروں کے مقابلے میں اللہ تعالیٰ نے موسیٰؑ کو عصا کا اژدہا بن جانے کا معجزہ عطا کیا، اور یہ عصا اژدہا بن کر جادوگروں کے تمام سانپوں کو نگل گیا۔ حضرت عیسیٰؑ کے دورِ نبوت میں طبِ یونانی اپنے عروج پر تھا کہ طبیب عجیب عجیب بیماریوں کا علاج کرنے میں ماہر تھے۔ اللہ تعالیٰ نے عیسیٰؑ کو قوم کی فکری صلاحیتوں اور سوچوں کے مطابق ان کے فنِ طب سے بڑھ کر یہ معجزہ عطا کیا کہ آپؑ پیدائشی اندھوں کو اللہ کے حکم سے بینا کر دیتے اور مردوں کو بحکمِ خداوندی زندہ کر دیتے۔ اس طرح ان کے دور کے اطباء کو آپؑ

کے معجزہ کے آگے عاجز اور درماندہ کر دیا۔ سابقہ تمام انبیاء کرام کی نبوت مخصوص محل و وقوع اور مخصوص وقت تک تھی جبکہ حضور اکرم ﷺ کی نبوت تمام عالموں کے لیے اور قیامت تک کے لیے ہے۔ اسی لیے رب تعالیٰ نے آپ ﷺ کو رحمۃ اللعالمین فرمایا:

وما ارسلنک الا رحمة للعلمین ۝ (۳۸) ترجمہ: اور ہم نے تمھیں تمام جہاں کے لیے رحمت بنا کر بھیجا۔

معجزات محمدی ﷺ کی وسعت و ہمہ گیریت: حضور اکرم ﷺ سے قبل تمام انبیاء اکرام کے معجزات محدود زمان و مکان کے پابند تھے کیونکہ ان کی نبوت و رسالت کا دائرۂ اختیار بھی ایک خاص زمان و مکان کا پابند تھا۔ لیکن آپ ﷺ کی نبوت و رسالت زمان و مکان کی پابند نہ تھی کیونکہ آپ ﷺ کو تمام جہانوں کے لیے اور قیامت تک کے لیے رسولؐ بنا کر بھیجا گیا اور آپ ﷺ پر نبوت کا سلسلہ ختم ہو گیا۔ آپ ﷺ کی نبوت اور رسالت قیامت تک کے لیے ہے۔ چنانچہ آپ ﷺ کو جو معجزات عطا ہوئے ان میں بھی ہمہ گیریت کا پہلو نمایاں ہے۔ آپ ﷺ کو جس دور میں مبعوث کیا گیا اگر چہ اقوامِ عالم جہالت اور گمراہیوں کے اندھیرے میں گھری ہوئی تھی تاہم تاریخ انسانی اپنے کئی ادوار گزار چکی تھی اور تمدنی اور ثقافتی منازل طے کر چکی تھی بہ نسبت سابقہ انبیاء کے ادوار کے۔ یوں یہ وہ دور تھا جب عقلِ انسانی اپنے ارتقاء کی کئی منازل طے کر چکی تھی اور اب عقل انسانی کو مزید نئے مراحل طے کرنا تھے اور قیامت تک نسل انسانی کی ترقی و تعمیر کے لیے کائنات میں بکھرے ہوئے قدرت کے رازوں کا سراغ لگانا تھا۔ چنانچہ آپ ﷺ کو جو معجزات عطا ہوئے وہ بھی کائنات کی وسعتوں اور اس میں بکھرے ہوئے رازوں کی ہمہ گیریت کے مطابق عطا ہوئے۔

عقل انسانی اپنی خداداد صلاحیتوں کے بل پر خواہ کتنے ہی سائنسی آلات ایجاد کرلے اور ان سائنسی ایجادات سے زندگی کے ہر میدان میں قدرت کے چھپے رازوں کا سراغ لگا لے اور سائنسی ترقی کی بدولت خلاؤں کو تسخیر کرتے ہوئے خلاء میں بکھرے سیاروں میں قدم جما لے لیکن اس تمام تگ و دو اور سائنسی ترقی کے باوجود بھی حضور اکرم ﷺ کے معجزات کی وسعت و ہمہ گیریت میں کسی ایک جزو کو بھی مکمل طور پر سمجھنے میں قیامت تک عاجز ہی رہے گی، البتہ معجزات محمدی ﷺ نشانِ راہ ضرور دے سکتے ہیں۔ جن پر چل کر یہ عقل ناقص سائنسی میدان میں ترقی کی نئی نئی راہیں تلاش کر سکتی ہے اور اپنی جستجو کی پیاس بجھا سکتی ہے۔

> ''عقلِ انسانی ایجادات کے جوانبار لگا رہی ہے، وہ معجزاتِ حضور ﷺ کی صحت کی دلیل کا کوئی نہ کوئی راستہ ہے۔ معجزے کا پورا ادراک عقلِ انسانی سے ممکن نہیں لیکن جب عقل اپنے کمال .... یعنی اقرارِ نقص .... کی طرف بڑھی تو معجزے کی صحت کے قریب ہوتی چلی گئی۔ عقل جب تک عقلِ ناقص ہو .... نبی ﷺ کی عظمتوں کا اعتراف کرنے سے قاصر رہتی ہے، لیکن جب اپنے نقص کا اقرار و اعتراف کر کے عقلِ کامل بن جاتی ہے تو عظمتِ مصطفیٰ ﷺ کا کوئی نہ کوئی گوشہ اُس پر آشکار ہو جاتا ہے۔'' (۳۹)

معجزۂ معراج مصطفیٰ ﷺ اور سائنسی حقائق: قرآن کریم میں واقعۂ معراج مصطفیٰ ﷺ کا ذکر سورۂ بنی اسرائیل کہ پہلی آیتِ مبارکہ میں کیا گیا ہے۔ اس آیت کے ابتدائی الفاظ **سبحٰن الذی اسریٰ بعبدہ** سے یہ واضح ہو جاتا ہے کہ آپ ﷺ کا یہ سفر معراج جسم و روح کے ساتھ حالتِ بیداری میں بالکل ایسا ہی سفر تھا جیسا کہ عام انسان سفر کرتے ہیں۔ آپ ﷺ کا یہ سفر دو حصوں پر مشتمل ہے۔ پہلا حصہ مسجد الحرام سے مسجد الاقصیٰ تک کا سفر، جسے **اسراء** کہا گیا اور یہاں سے سفر کا دوسرا حصہ معراج یعنی آسمانوں کی طرف کا سفر ہوا۔ انسان کی کمالِ انسانیت اس کے عبد کامل بننے میں ہے اسی لیے اس معجزہ کے ذکر میں اللہ تعالیٰ نے آپ ﷺ کی بیشمار کمالِ صفات میں عبدیت کو اختیار کیا۔ اگر چہ کہ اس حیرت انگیز اور خارق العادت واقعہ میں بیشمار معجزات کا ظہور ہوتا تھا لیکن قرآن کریم میں اللہ تعالیٰ نے لفظ **''عبد''** سے یہ واضح کر دیا کہ تمام کمالِ صفات اور معجزات کے باوجود آپ ﷺ عبد کامل اور اللہ کے بندے ہیں۔ آپ ﷺ کے اس سفرِ معراج کے دونوں حصے رات کے ایک قلیل حصے میں مکمل ہو گئے۔ جس کے لیے قرآن میں لفظ **''لیلاً''** استعمال ہوا، یعنی مکمل رات بھی نہیں بلکہ رات کا ایک قلیل وقت۔

''حضور ﷺ کو جو معجزات عطا کیے گئے وہ بھی جدید سائنسی علوم کے ذریعہ خلاؤں میں انسان کی پیش رفت کو مدِ نظر رکھ کر عطا کیے گئے۔ اس لیے اب قیامت تک عقل انسانی سائنس اور ٹیکنالوجی کے میدان میں جتنی بھی ترقی کرتی چلی جائے معجزۂ مصطفوی ﷺ کی وسعتوں اور عظمتوں کا جزوی طور پر بھی جواب پیش کرنے سے معذور رہے گی۔'' (۴۰)

واقعۂ معراج میں آپ ﷺ کے لیے زمان و مکان کی وسعتیں بیک وقت سمٹ گئیں اور قلیل وقت میں آپ ﷺ نے ارض و سماء، فرش تا عرش تمام فاصلے طے کیے۔ زمان و مکان (Time and speed) سے متعلق حضور اکرم ﷺ کی بیان کردہ احادیث مبارکہ جدید سائنسی ترقی کے بارے میں پیشگی منہ بولتا ثبوت ہیں۔ آپ ﷺ نے فرمایا:

لا تقوم الساعة حتّٰی یتقارب الزمان. (۴۱)

ترجمہ: قیامت اُس وقت تک منعقد نہ ہوگی جب تک زمانے (وقت) کی اکائیاں سمٹ کر ایک دوسرے کے بالکل قریب نہ آجائیں۔

اسی طرح زمین کے سکڑ جانے (curve of space) انحنائے مکان کے بارے میں ارشادِ نبوی ﷺ ہے:

ان اللّٰہ تعالٰی زوّی لی الأرض، حتی رأیت مشارقھا و مغاربھا. (۴۲)

ترجمہ: بلاشبہ اللہ تعالٰی نے میرے لیے زمین سکیڑ دی، یہاں تک کہ میں نے اُس کے مشارق و مغارب (میں پھیلی تمام حدود) کا نظارہ کر لیا۔

مسلمان سائنسدانوں نے انہی احادیث مبارکہ کی روشنی میں زمان و مکان (Time and space) کے قوانین مرتب کیے اور دورِ جدید کا سائنس دان آئن سٹائن کا نظریہ اضافیت بھی دراصل انہی ابتدائی سائنسی قوانین زمان و مکان کے سلسلے کی ایک اہم کڑی ہے۔ البرٹ آئن سٹائن نے ۱۹۰۵ء میں نظریہ اضافیت مخصوصہ Spcial Theory of Relativity پیش کیا۔ اس تھیوری میں آئن سٹائن نے وقت اور فاصلہ دونوں کو تغیر پذیر قرار دیا اور اس نے یہ ثابت کیا کہ مادہ (Mater)، توانائی (Energy)، کشش (Gravity)، زمان (Time) اور امکان (Space) ان تمام چیزوں میں ایک خاص ربط اور تعلق ہے اور ایک خاص نسبت پائی جاتی ہے۔ اس نے یہ بھی ثابت کیا کہ کائنات کے مختلف مقامات پر وقت اور فاصلہ دونوں کی کی پیائش میں کمی بیشی ہونا ممکن ہے۔ نظریہ اضافیت میں آئن سٹائن نے یہ بھی ثابت کیا کہ کسی بھی مادی جسم کے لیے روشنی کی رفتار کا حصول ناممکن ہے۔ اور ایک جسم جب دو مختلف رفتاروں سے حرکت کرتا ہے تو اس کا حجم بھی اسی رفتار سے گھٹتا بڑھتا ہے۔ آئن سٹائن اپنے نظریہ آضافیت پر برسوں غور و فکر کرنے اور تجربات سے اس نتیجہ پر پہنچا کہ انتہائی تیز رفتار متحرک جسم کی لمبائی اس کی حرکت کی سمت میں کم ہو جاتی ہے۔ چنانچہ روشنی کی 90% رفتار سے سفر کرنے والے جسم کی کمیت دوگنا ہو جاتی ہے جب کہ اس کا حجم نصف رہ جاتا ہے اور اس کے ساتھ ہی وقت کی رفتار بھی اس پر نصف رہ جاتی ہے۔

Einsten's relativity explained this failure and solved the problems associated with electromagnetism, without requiring an ether of any kind. Thereafter that concept withered away. Theoretical physicists had embraced special relativity as correct by the time Pauli published an encyclopaedia article on both special and general relativity in 1921. However, apart from the experiments that failed to detect the ether, precise verification of the predictions of special relativity came slowly, although surely. The investigations of the systematics of nuclear masses verified $E = Mc^2$ during the decade preceding 1940. The systematic study of particle collisions at

relativistic velocities was made possible by the development of high-energy particle accelerators. These collisions could only be analysed successfully and correctly by the use of the kinematics of special relativity. Relativistic quantum mechanics is now an essential tool in the quantitative description of many phenomena in physics, particularly in atomic and sub-atomic physics.

Special relativity made some predictions that many found hard to accept. These included the FitzGerald-Lorentz contraction of the length of a moving body, the slowing down of a moving clock, and the so-called twin paradox. These topics were still the subject of correspondence in the columns of a distinguished scientific journal fifty years after Einstein published his first two papers on relativity in 1905.(۴۳)

"Einstein Theory of Relativity"

$$E = mc^2$$

Enarg = Mass of body. $(\text{Speed of light})^2$.

دوگنی روشنی کی رفتار . کمیت = انرجی

آئن سٹائن کے اس نظریہ کے مطابق روشنی کی رفتار کا 90% حاصل کرنے سے جہاں وقت کی رفتار نصف رہ جاتی ہے وہاں جسم کا حجم بھی سکڑ کر نصف رہ جاتا ہے اور اگر مادی جسم اس سے بھی زیادہ رفتار حاصل کرلے تو اس کا حجم اور اس پر سے گذرنے والے وقت کی رفتار بھی اسی تناسب سے کم ہوتی جائے گی اب اگر کوئی مادی جسم روشنی کی رفتار حاصل کرلے تو اس پر وقت کی رفتار بالکل تھم جائے گی اور اس کی کمیت بڑھتے بڑھتے لامحدود ہوجائے گی اور ساتھ ہی اس کا حجم سکڑ کر بالکل ختم ہوجائے گا یعنی فنا ہوجائے گا۔ اسی بنیاد پر آئن سٹائن اس نتیجے پر پہنچا کہ کسی بھی مادی جسم کے لیے روشنی کی رفتار کا حصول ناممکن ہے۔ آئن سٹائن کے نظریئے کی رو سے یہ قانونِ فطرت پورے نظامِ کائنات پر لاگو ہے۔ آئن سٹائن کے نظریہ اضافیت مخصوصہ Special theory of Relativity کے مطابق یہ قانونِ فطرت پورے نظامِ کائنات پر لاگو ہے۔ گویا کہ یہ قانونِ فطرت ہے۔ لیکن سفرِ معراج مصطفیٰ ﷺ کے موقع پر جب ہم "اللہ کی عادت" کے اس قانون کو دیکھتے ہیں تو معلوم ہوتا ہے کہ اللہ کی فطرت کا یہ قانون اس "معجزہ معراج" کے وقت بدل گیا اور اس اہم موقع پر اللہ کی قدرت کا قانونِ خاص کائنات پر لاگو ہوگیا۔

"اللہ کی عادت" کا یہ نظامِ فطرت اُس کی "قدرت" کے مظہر کے طور پر بدل گیا۔ وقت بھی تھم گیا...... جسم کی کمیت بھی لامحدود نہ ہوئی، اور وہ فنا ہونے سے بچا رہا ...... اُس کا حجم بھی جوں کا توں برقرار رہا ..... اور خلائی سفر کی لابدی متقضیات پورے کیے بغیر سیاحِ لامکاں ﷺ نے بُراق کی رفتار (Multiple Speed of Light) سے سفر کیا، بیت المقدس میں تعدیلِ ارکان کے ساتھ نمازیں بھی ادا کیں، دورانِ سفر کھایا اور پیا بھی، لامکاں کی سیر بھی کی، اللہ کے برگزیدہ انبیاء کے علاوہ خود اللہ رب العزت کا "قاب قوسین" اور "اَو اَدنیٰ" کے مقاماتِ رفعت پر جلوہ بھی کیا اور بالآخر سفرِ معراج کے اختتام پر واپس زمین کی طرف چلے تو تھما ہوا وقت آپ ﷺ کی واپسی کا منتظر تھا۔ وضو کا پانی بہہ رہا تھا، بستر ہنوز گرم تھا اور دروازے کی کنڈی ہل رہی تھی۔ اگرچہ معجزہ کسی مادی توجیہہ کا محتاج نہیں لیکن اس حقیقت کا ادراک ہمیں ضرور ہونا چاہیے سائنس سفرِ ارتقاء کے ہر قدم پر معجزاتِ حضور ﷺ کی اتباع میں

تسخیرِ کائنات کرتے ہوئے اسلام کے الہامی مذہب ہونے کے بالواسطہ اعتراف کا اعزاز حاصل کر رہی ہے۔ نظریۂ اضافیت میں روشنی کی عام رفتار کا حصول بھی ناممکن بنا کر پیش کیا گیا ہے، جبکہ حضور سرورِ کائنات ﷺ براق پر سوار ہو کر ہزار ہا روشنیوں کی رفتار سے سفرِ معراج پر تشریف لے گئے۔ بُراق برق کی جمع ہے، جس کے معنی روشنی کے ہیں۔ آج کا انسان اپنی تمام تر مادی ترقی کے باوجود روشنی کی رفتار کا حصول اپنے لیے ناممکن تصور کرتا ہے۔ یہ احساسِ محرومی اُسے احساسِ کمتری میں مبتلا کر دیتا ہے، جبکہ تاجدارِ کائنات ﷺ روشنی سے بھی کئی گنا تیز رفتار بُراق پر سوار ہو کر سفرِ معراج پر روانہ ہوئے۔ معراج کا واقعہ علمِ انسانی کے لیے اشارہ ہے کہ اس کائناتِ رنگ و بو میں موجود عناصر ہی کی باہم کسی انوکھی ترکیب سے اس بات کا قوی امکان ہے کہ انسان روشنی کی رفتار کو پالے۔ (۴۴)

سائنسی تحقیقات سے یہ بات واضح ہوتی جارہی ہے کہ رفتار میں کمی بیشی کے مطابق کسی جسم پر وقت کا پھیلنا اور سکڑ جانا اور جسم کے حجم اور فاصلوں کا پھیلنا اور سکڑنا قوانینِ فطرت کے عین مطابق ہے، اور خاص موقعوں پر منشاءِ خداوندی سے ان قوانین کا خاص ظہور بھی عین قوانینِ قدرت ہے۔ سائنس برس ہا برس اپنی جستجو اور تحقیق سے ان نتائج پر پہنچی ہے جبکہ خالقِ کائنات نے ان قوانین کا اطلاق اور ان کے نشان صدیوں پہلے کائنات میں چھوڑے ہیں اور جن کا ذکر اپنی آخری کتاب قرآن مجید میں بیان فرمایا ہے۔ سورۂ النمل میں ملکہ سبا بلقیس کا تخت حضرت سلیمانؑ کے دربار میں جو ۹۰۰ میل کے فاصلے پر تھا پلک جھپکنے میں پہنچنے کا واقعہ ''طئی مکانی'' اور اصحابِ کہف اور حضرت عزیر کا واقعہ کہ صدیاں گذر جانے کے باوجود انہیں ایک دن یا اس سے بھی کم وقت گذرنے کا احساس ہوا ''طئی زمانی'' کی کھلی اور واضح دلیلیں ہیں۔ جن کا ذکر اللہ تعالیٰ نے چودہ سو سال پہلے اپنے آخری صحیفۂ آسمانی میں کر کے انسان کو وقت Time، جگہ Space اور اضافی (Relative) کے تصوارت سے آگاہ کر دیا تھا۔ جس کا ادراک عقلِ انسانی اپنی تحقیق اور جستجو کی بنیاد پر چودہ سو سال میں کرنے کے قابل ہوئی ہے۔

طئی زمانی (Curve of time): لاکھوں کروڑوں کلومیٹرز کی وسعتوں میں بکھری ہوئی مسافتوں کے ایک جنبش قدم میں سمٹ آنے کو اصطلاحاً طئی زمانی (Curve of time) کہا جاتا ہے۔

طئی مکانی (Curve of space): صدیوں پر محیط وقت کے چند لمحوں میں سمٹ آنے کو اصطلاحاً طئی مکانی (Curve of time) کہا جاتا ہے۔

معجزہ معراج مصطفیٰ ﷺ کا سفرِ معراج ایک طرف طئی زمانی کا مظہر ہے تو دوسری طرف طئی مکانی کو محیط کیے ہوئے ہے، گویا آپ ﷺ کا سفرِ معراج طئی زمانی اور طئی مکانی دونوں کی جامعیت کا مظہر ہے۔ سورۂ بنی اسرائیل کی پہلی آیت مبارکہ جس میں اس معجزانہ سفر کا تذکرہ ہے۔ نصِ قرآن سے اس سفر مبارک میں طئی زمانی اور طئی مکانی کا جامعیت کے ساتھ واضح اشارہ ہے کہ یہ سفر آپ ﷺ نے رات کے ایک انتہائی قلیل وقت میں مکمل کیا جو طئی زمانی کا ثبوت ہے اور اس قلیل وقت میں مسجد الحرام سے مسجد اقصیٰ اور پھر معراج آسمانی، تمام فاصلے سمٹ گئے طئی مکانی کا کامل ثبوت ہے۔ غرض یہ کہ اس قلیل مدت میں مسجد الحرام سے مسجد اقصیٰ اور پھر آسمانِ دنیا کا سفرِ معراج، سدرۃ المنتہیٰ اور قاب قوسین تک تمام مراحل اور اللہ کی نشانیاں جو اللہ نے چاہا اپنے بندے کو دکھایا۔

شبِ معراج صاحبِ لولاک موجودات حضور رحمتِ عالم ﷺ کو زمان و مکاں (Tiime & Space) کی مسافتیں طے کروانے کے بعد خدائے لم یزل نے اپنے قرب و وصال کی بے پایاں نعمتیں عطا فرمادیں۔ مقامِ قاب قوسین پر اپنی ہم کلامی اور بے حجاب دیدار کا شرف اس طرح ارزانی فرمایا کہ ایک طرف خدا اپنے حبیب ﷺ کا سمیع و بصیر تھا تو دوسری طرف حبیب ﷺ اپنے خدا کا سمیع و بصیر تھا، اور دونوں کے درمیان کوئی پردہ حائل نہ تھا۔

بلغ العلیٰ بکمالہ　　کشف الدجیٰ بجمالہ

حسنت جمیع خصالہ　　صلوا علیہ و آلہ

شب معراج تاجدارِ کائنات رسولِ کون و مکاں حضرت محمد ﷺ کو کیا کیا مقامات عطا ہوئے! انہیں عظمت و رفعت کی کن بلندیوں سے ہمکنار کیا گیا! ارتقائے نسلِ انسانی کو تسخیرِ کائنات کے مقفل دروازوں پر دستک دینے کی کس طرح ترغیب دی گئی! اُس شب کتنی مسافتیں طے ہوئیں اور کتنے زمانے بیت گئے! اس کا حال اللہ رب العزت اور اُس کے حبیب ﷺ کے سوا کوئی نہیں جانتا اور نہ جان ہی سکتا ہے۔ (۴۵)

دورِ نبوت محمدی ﷺ قیامت تک پر محیط ہے آپ ﷺ کے اس دورِ نبوت میں سائنسی جستجو اور عقلِ انسانی نے اپنی تگ و دو سے کرہ ارضی کے احاطے کو عبور کرتے ہوئے انسان کو چاند اور دیگر سیارگانِ فلکی تک پہنچانے کی سعیِ مسلسل میں کافی حد تک کامیابی و کامرانی حاصل کر لی ہے جو اس بات کا بین ثبوت ہے کہ معراجِ مصطفوی ﷺ کے نشانِ راہ نے عقلِ انسانی کو یہ راہِ جستجو عطا کی کہ وہ کرہ ارضی سے اٹھ کر کائنات میں بکھرے ہوئے سیاروں تک رسائی حاصل کرے اور انسان کی یہ رسائی سفرِ معراج کی توثیق ہے۔

حضور ﷺ کے زمانۂ نبوت میں عقلِ انسانی نے کرۂ ارضی پر محیط فضا کے غلاف کو عبور کرتے ہوئے چاند پر پہنچ کر معجزۂ معراجِ مصطفیٰ ﷺ کے امکان کی نشاندہی تو کر دی لیکن اُس منزل تک پہنچنا معجزہ ہے اور سیارگانِ فلکی تک پہنچنا اُس منزل کی تائید اور سفرِ معراج کی توثیق ہے۔ انسان سائنس اور ٹیکنالوجی کے میدان میں جتنی بھی ترقی کر لے آسمان کی حدود کو پھلانگ کر اور مکاں کی حدوں کو چھوڑ کر کبھی وہ لامکاں کی بلندیوں میں داخل نہیں ہو سکتا۔ سفرِ معراج کے نقوشِ پا کو چومنا تو اُس کا مقدر بن سکتا ہے لیکن منزلِ مصطفیٰ ﷺ تک رسائی روزِ قیامت تک اُس کے لیے ممکن نہ ہو سکے گی۔ (۴۶)

اگر انسان کے چاند پر پہنچ جانے کی خلائی مہم ناقابلِ تصور بات نہیں رہی تو ایک افضل البشر انسان کا قابَ قوسین بلکہ اس سے بھی آگے تک پہنچ جانا ناقابلِ تصور بات کیسے ہو سکتی ہے اور سائنس خود اس کی تائید و تصدیق کرتی ہے۔ اللہ تعالیٰ نے اپنے ایک محبوب ترین بندے کو مشاہدہ کرانا تھا، یہ بتانا تھا کہ تم کو تمہاری زمین اور زندگی کا راز بھی آسمان پر یا کہیں اس سے بھی ماورا ملے گا۔ پس وہ اپنے بندے کو جہاں تک لے جانا چاہتا تھا اپنی قدرتِ کاملہ سے لے گیا اگر ایک عام انسان خلائی راکٹ میں چاند تک جا سکتا ہے تو سرورِ دو عالم احمدِ مجتبیٰ محمد مصطفیٰ ﷺ کے قاب قوسین و او ادنیٰ تک چلے جانے پر ایمان نہ رکھنا خدا کی قدرت و ندرت پر ایمان نہ رکھنے کے مترادف ہے۔ کفر و الحاد کے مترادف ہے۔ منکرِ معراج منکرِ خدا ہے۔ (۴۷)

آپ ﷺ کا سفرِ معراج زمین کے ایک خطے سے دوسرے خطے یعنی بیت اللہ سے بیت المقدس اور پھر زمین سے دنیائے آسمان کی بلندیوں کی آخری حدود یعنی قاب قوسین تک پہنچے۔ زمین کی شکل ایک کرہ کی مانند ہے جس کو فضا کے غلاف نے ہر طرف سے گھیرے میں لیا ہوا ہے۔ سائنسی تحقیقات سے یہ واضح ہوتا ہے کہ زمین سے اٹھاسی (۸۸) کلومیٹر بلندی تک ہوا یکساں صورت میں پائی جاتی ہے زمین سے قریب تر حصے میں ہوا کی مقدار زیادہ ہے اور جوں جوں اوپر کی جانب جائیں اس کی مقدار میں کمی آتی جاتی ہے سولہ (۱۶) کلومیٹر سے زیادہ بلندی پر ہوا س قدر لطیف ہو جاتی ہے کہ انسان کے لیے سانس لینا دشوار ہو جاتا ہے۔ زمین کے اوپر پھیلی ہوئی ایک عظیم خلاء ہے جس کی وسعت کا اندازہ لگانا ناممکن ہے۔ اس فضا میں کھربوں اجسام تیرتے رہتے ہیں جن کا بہت ہی معمولی حصہ طاقتور دوربینوں سے انسان دیکھ سکتا ہے۔ اس سے آگے دیکھنا انسان کے اختیار سے باہر ہے۔ سفرِ معراج کے موقع پر حضور ﷺ کو حضرت جبرئیل علیہ السلام براق پر سوار کر کے بیت المقدس پہنچے جہاں فرشتوں کی ایک جماعت آپ ﷺ کے استقبال کے لیے موجود تھی۔ یہاں آپ ﷺ کی امامت میں تمام انبیاء کرامؑ نے نماز ادا کی۔ پھر براق پر سوار ہو کر سفرِ معراج اور آسمانوں کی بلندیوں تک کے لیے روانہ ہوئے۔

براق ایک تیز رفتار سواری کا جانور تھا۔ براق کی تیز رفتاری کا کیا عالم تھا اس کا ادراک عام انسان کے بس کی بات نہیں۔ البتہ سائنسی نقطۂ نظر سے خلائی راکٹ، مصنوعی سیارے اور اڑن طشتریاں تیز رفتاری کے حوالے سے ایسی چیزیں ہیں جن کی تیز رفتاری سے یہ ادراک کسی حد تک حاصل کیا جا سکتا ہے۔ اڑن طشتریاں انتہائی تیز رفتار چیز ہے جو دنیا کے مختلف حصوں میں دیکھی جا چکی ہیں۔ یہ اڑن طشتریاں تیز رفتاری

سے خلاء سے آتی ہیں اور خلاء ہی میں غائب ہو جاتی ہیں۔ سائنس ابھی ان کی اصل حقیقت سے بے خبر ہے۔

سفرِ معراج کے دوران مشاہداتِ مظاہر کائنات اور سائنسی حقائق: مسجدِ اقصیٰ میں انبیاء اکرام کی امامتِ نماز کے بعد آپ ﷺ کو حضرت جبرئیل علیہ السلام قبلہ الصخراء پر لے آئے جہاں ارتقائے معراج کی سیڑھی جو زمین سے آسمان کو چھو رہی تھی۔ یہ سیڑھی فرشتوں کے زمین پر آنے جانے کا راستہ ہے۔

حضرت محمد ﷺ اس سیڑھی کے ذریعہ آسمان تک طلسمِ مہ انجم سے گذرے۔ زمین سے قریب ترین جو سیارہ ہے اُس کو چاند کہتے ہیں۔ اس کا فاصلہ زمین سے تین لاکھ پچاسی ہزار کلومیٹر ہے۔ اور اس کا قطر ۳۴۸۰ کلومیٹر۔ یہ زمین کی نسبت بہت چھوٹا ہے۔ اس کی کشش ثقل بہت کم ہے۔ زمین پر جس چیز کا وزن ۱۵۰ پونڈ ہے چاند پر اس کا وزن ۲۵ پونڈ ہوگا۔ زمین کی طرح چاند کی بھی دو گردشیں ہیں۔ ایک محوری گردش اور دوسری زمین کے گرد مدار میں گردش۔ چاند کی محوری گردش کی رفتار ۱۶.۵ کلومیٹر فی گھنٹہ ہے۔ ان دونوں رفتاروں میں اس قدر توازن ہے کہ زمین سے چاند کا ایک ہی رُخ نظر آتا ہے۔ چاند کی سطح پر جو کالے کالے دھبے نظر آتے ہیں۔ وہ آتش فشاؤں کے دہانے اور بڑے بڑے غار ہیں۔ ان کے علاوہ کافی اونچے اونچے پہاڑ بھی ہیں۔ سائنس دانوں کا متفقہ خیال ہے کہ چاند ایک روز زمین کے قریب آ جائے گا، پھر پھٹ کر ٹکڑے ٹکڑے ہو جائے گا۔ اور زمین کے گرد ایک ہالہ بن جائے گا۔ اس وقت سمندروں میں تلاطم اٹھیں گے اور زندگی کا خاتمہ ہو جائے گا۔

سورج زمین سے ۹۸ کروڑ ۳۰ لاکھ یا ۱۴ کروڑ ۸۸ لاکھ کلومیٹر کے فاصلہ پر ہے۔ سورج زمین سے کئی گنا بڑا ہے۔ اس کا اپنا ایک نظام ہے جس میں نو سیارے ہیں، جو سورج کے گرد گھومتے ہیں۔ پہلا سیارہ عطارد سورج سے بہت قریب ہے۔ اس کا فاصلہ سورج سے تین کروڑ ۶۰ لاکھ میل ہے۔ اس کا قطر ۳۰۱۰ میل ہے۔ وہ ۸۸ دنوں میں سورج کے گرد ایک چکر پورا کرتا ہے یعنی اس کا ایک سال ہمارے ۸۸ دنوں کا ہوتا ہے۔

دوسرا سیارہ زہرہ سورج سے چھ کروڑ ۲۷ لاکھ میل دور ہے۔ اس کا قطر ۷۶۱۰ میل ہے ۲۲۵ دنوں میں سورج کے گرد چکر لگا تا ہے۔ اس کا وزن ۵ کے بعد ۲۱ صفر ٹن ہے۔ زہرا کے بعد زمین ہے جس کا ذکر پہلے آ چکا ہے۔

چوتھا سیارہ مریخ ہے۔ سورج ۱۴ کروڑ ۱۵ لاکھ ۴۰ ہزار میل دور ہے۔ اس کا قطر ۴۱۵۰ میل ہے۔ وہ سورج کے گرد ۶۸۷ دنوں میں گردش کرتا ہے۔ مریخ میں زندگی کی موجودگی کا شبہ کیا جاتا ہے۔

پانچواں سیارہ مشتری ہے۔ یہ ایک بڑا سیارہ ہے۔ وہ سورج سے ۸۸ کروڑ ۳۳ لاکھ میل دور ہے۔ اس کا قطر ۸۶ ہزار ۷ سو میل ہے۔ سورج کے گرد ۱۲ سال میں ایک چکر لگا تا ہے۔ اس کا ایک سال ہمارے سولہ سال کے برابر ہوتا ہے۔ مشتری زمین سے ۳۱۷ گنا بڑا ہے۔

چھٹا سیارہ زحل سورج سے ۸۸ کروڑ ۶۱ لاکھ میل دور ہے۔ اس کا قطر ۷۵۵۰۰ میل ہے۔ ساتواں سیارہ یورنس سورج سے ایک ارب ۸۷ کروڑ ۲۷ لاکھ میل دور ہے۔ اس کا ایک سال ہمارے ۹۴ سال کے برابر ہوتا ہے۔ آٹھواں سیارہ نچون کا فاصلہ دو ارب ۸۰ کروڑ میل ہے۔ اس کا قطر ۲۷۱۰۰ میل ہے۔ یہ سورج کے گرد ۱۶۵ سالوں میں گردش کرتا ہے۔ نویں سیارے پلوٹو کا فاصلہ تین ارب ۶۷ کروڑ میل ہے۔ اس کا قطر ۳۷۰۰ میل ہے۔ اس کا ایک سال ہمارے ۲۵۰ سالوں کے برابر ہے۔

جس طرح ہماری زمین کے گرد چکر لگانے والا اللہ تعالیٰ نے ایک چاند بنایا اسی طرح طرح دوسرے سیاروں کے گرد چکر لگانے والے چاند بھی بنائے ہیں۔ مریخ کے گرد دو چاند گھومتے ہیں۔ مشتری کے گرد بارہ چاند جن میں سے تقریباً آدھے ہمارے چاند سے بڑے ہیں۔ زحل کے گرد ۹ چاند گھومتے ہیں۔ ان کے علاوہ اس کے گرد ایک گول ہالہ بھی ہے جو بے حد خوشنما لگتا ہے۔ یورینس کے گرد پانچ اور نچون کے گرد دو چاند چکر لگاتے ہیں۔

سورج سے قریب ترین ایک اور تارا پراکزیما سینچاری ہے۔ اس کا فاصلہ زمین سے ساڑھے چار نوری سال ہے۔ یہ سورج سے کچھ چھوٹا مگر اُس سے سوا گنا زیادہ روشن ہے۔ اس طرح بہت سے تارے سورج سے کئی گنا زیادہ منور ہیں۔ ایک اور تارہ پروکیان (PROCYON) سورج سے گیارہ نوری سالوں کے فاصلے پر ہے، سورج سے سات گنا روشن ہے۔

حضور اکرم ﷺ کشاں کشاں مہ وانجم کے اس طلسم سے گذرے۔ اس سیڑھی کے انتہائی کنارے تک پہنچے۔ (۴۸)

سفرِ معراج میں آپ ﷺ نے اللہ تعالیٰ کی قدرت کی بیشمار نشانیاں دیکھیں۔ آپ ﷺ نے بڑے بڑے جسیم فرشتوں کو دیکھا۔ آسمانِ دنیا کی ارتقائی منزل پر آپ ﷺ نے ایک ایسا فرشتہ دیکھا جو اپنے دونوں ہاتھوں کو کھولے ہوئے دنیا اور آسمان کے دونوں طبقوں کو اپنے ہاتھ سے سنبھالے ہوئے تھا۔ کرۂ ہوائی میں آپ ﷺ نے دیکھا کہ ہواؤں کو ستر ہزار زنجیروں سے باندھا ہوا ہے اور ہر زنجیر ستر ہزار فرشتے تھامے ہوئے ہیں۔ دوسرے آسمان پر ایک فرشتے کو کرسی پر بیٹھے ہوئے دیکھا اس کے پر بہت چمکیلے تھے اور اس فرشتے کی چوڑائی اس قدر تھی کہ ایک پر کو پھیلاتا تو مشرق سے مغرب تک کی حدود کو گھیر لیتا اور اس فرشتے کے آس پاس بہت سے فرشتے تھے جن کے ہاتھوں میں گرز تھے جن سے وہ گناہ گار انسانوں کو عذاب دے رہے تھے۔ جب وہ گرز مارتے تو انسان کا جسم ریزہ ریزہ ہو جاتا، فوراً ہی پھر وہ اپنی اصل حالت میں آ جاتا اور فرشتے پھر گرز مار کر ریزہ ریزہ کر دیتے۔

چھٹے آسمان پر آپ ﷺ نے ایک بند دروازہ دیکھا جس پر تمام زمینوں اور آسمانوں کے برابر قفل پڑا ہوا تھا۔ حضرت جبرئیلؑ نے بتایا یہ باب الامان ہے جسے اللہ تعالیٰ نے ساتوں زمینوں اور ساتوں آسمانوں کی مخلوقات کو دوزخ کی آگ سے بچانے کے لیے پیدا کیا ہے۔ آپ ﷺ نے حضرت جبرئیلؑ سے فرمایا اس دروازے کے پیچھے کیا ہے۔ حضرت جبرئیلؑ نے فرمایا اس کے پیچھے دوزخ ہے۔ آپ ﷺ نے فرمایا میں ضرور دیکھوں گا کہ اس کے پیچھے کیا ہے۔ حکمِ الٰہی ہوا۔ اے حبیبؐ انگشت سے اشارہ کرو یہ دروازہ کھل جائے گا۔ چنانچہ آپ ﷺ نے اشارہ کیا اور دروازہ کھل گیا۔ دروازہ کھلنے کے ساتھ ہی دھویں کے بادل اور آگ کے شعلے باہر نکلے۔ وہاں آپ ﷺ نے ایک انتہائی رعب اور دبدبہ والا فرشتہ دیکھا جس کے ساتھ اور بہت سے فرشتے تھے جو آتشیں گرز لیے ہوئے تھے۔

ساتویں آسمان سے آگے سدرۃ المنتہٰی پہنچے تو آپ ﷺ نے ایک بڑی ہی عظمت والا فرشتہ دیکھا جس کے طول وعرض کے برابر کوئی فرشتہ نہ تھا۔ اس کی بیشمار زلفیں تھیں جن میں ستارے پروئے ہوئے تھے۔ ہر ستارہ ایک موتی کی مانند تھا اور اللہ کی قدرت سے ہر موتی سے ایک دریا جاری تھا اور ہر دریا میں بڑی بڑی مچھلیاں تیر رہی تھیں۔ یہ بڑے بڑے جسیم فرشتے اور اللہ کی قدرت اور عظمت کی نشانیاں جن کا مشاہدہ رب العزت نے اپنے محبوب ﷺ کو موقع معراج پر کرایا اور اپنی اشرف المخلوقات پر اپنی قدرت کاملہ کے منتہائے راز کو منکشف فرمایا کہ یہ اللہ تعالیٰ کی قدرت وعظمت کی نشانیاں ہیں اور جو خدا اتنی عظیم کائنات اور اس سے بڑھ کر بڑی بڑی کائناتیں پیدا کر سکتا ہے تو اس کے لیے اتنے جسیم اور قد آور فرشتے پیدا کرنا اس کی قدرت کاملہ سے باہر نہیں۔

اللہ تعالیٰ نے ابتدائے آفرینش ہی میں اپنے اس تخلیقی اور تکوینی راز کو منکشف کرنے کے لیے فلک بوس پہاڑوں اور ستاروں میں بھی اس کی تمثیلیں پیدا کر دیں۔ جن کی تصدیق وتائید سائنس اپنی زبان میں یوں کرتی ہے کہ:

ایک طرف صرف ایک سورج کے مقابلہ میں ہماری مٹر برابر زمین کی دنیا کا خیال کریں اور دوسری طرف اس ایک سورج جیسے کروڑوں دوسرے سورجوں کا جو اس مجموعہ میں پائے جاتے ہیں جس کو کہکشانی نظام کہا جاتا ہے، پھر یہ کائنات یا عالم اس کہکشانی نظام پر ختم نہیں ہو جاتا بلکہ اس جیسے لاکھوں لاکھ سحابیے خلاء میں تیر رہے ہیں اور ہم سے قریب ترین سحابیہ بھی چھ کروڑ اڑسٹھ ہزار نواسی نوری سال کی دوری پر واقع ہے اور بے حد بڑا ہے۔ جس زمین پر ہم آباد ہیں یہ نظام شمسی کا صرف ایک سیارہ ہے جو سورج کے مقابلے میں مٹر کا دانہ ہے۔ سورج تو سورج سیارہ مشتری اتنا بڑا ہے کہ اس میں ہماری زمین جیسی ایک ہزار سے زیادہ زمینیں سما سکتی ہیں اور پھر آسمان پر

جو چھوٹے چھوٹے ستارے دکھائی دیتے ہیں ان میں اکثر سورج کے برابر اور بہت سے خود سورج سے اتنے بڑے ہیں کہ ان میں دس ہزار سورج سما سکتے ہیں۔

ستارے وہ کہلاتے ہیں جو خود بخود روشن ہیں یعنی جو اس وقت جلتی ہوئی گیس کی حالت میں پائے جاتے ہیں۔ اور جو ٹھنڈے ہو چکے ہیں جیسے مریخ اور ہماری زمین وغیرہ وہ سیارے کہلاتے ہیں۔ فرس مجمع کے پانچ ستارے فوق کہکشاؤں (EXTRAGALATIC) کا ایک جھرمٹ بتاتے ہیں۔ ان میں سے ہر ایک خود ایک جزیرۂ کائنات ہے اور ہماری کہکشاؤں کی طرح اربوں کھربوں ستاروں کا مجموعہ ہے۔ ہم جس کہکشانی نظام میں واقع ہیں بیسویں صدی کی دوربینوں کے ذریعے اس کے ستاروں کی تعداد قریباً دس ہزار ملین ہے۔ پھر بھی ہمارے کہکشاں بجائے خود صرف ایک مقامی کہکشاں نظام ہے جس کے علاوہ اور بیشمار کہکشانی نظامات پائے جاتے ہیں۔ جدید سے جدید سائنس کے ان سارے انقلابات کے باوجود اہلِ ایمان قرآن کی وحی کے عطا کیے ہوئے خدا پر ایمان رکھیں۔ مادی کائنات کے زیادہ گہرے مطالعہ وفہم نے خدا پر ایمان کے نئے نئے دروازے کھول دیئے ہیں کہ کتنا عظیم ہے وہ خدا جو اتنے بڑے بڑے اجرام فلکی کو توازن کے ساتھ رکھے ہوئے ہے کہ وہ اپنا توازن نہ کھو بیٹھیں۔ کتنی عالیشان ہے وہ ذات جس نے عظیم الجثہ (SUPERGIANT) تارے بنائے اور ان کو روشن کیا۔ جو سورج سے کئی گنا بڑے ہیں۔ (۴۹)

معجزہ شق الصدر اور سائنسی حقائق: معجزہ شق الصدر سے تعلق کتب احادیث مبارکہ میں جو روایات اور تفصیلات موجود ہیں ان سے یہ بات واضح ہوتی ہے کہ واقعہ شق الصدر عالمِ بیداری میں پیش آیا، حسی طور پر آپ ﷺ کا سینہ مبارک چاک کر کے آپ ﷺ کا قلب مبارک نکالا گیا اسے چیرا گیا اور اس میں سے خون کا لوتھڑا نکال کر اسے الگ کیا گیا اور پھر قلب مبارک کو دھو کر صاف کیا گیا اور پھر اسے اپنے مقام پر رکھ کر سینہ مبارک کو سی دیا گیا۔

احادیث مبارکہ کی بعض روایات کے مطابق شق الصدر کا واقعہ تین مرتبہ پیش آیا ایک مرتبہ بچپن میں، جب آپ ﷺ حضرت حلیمہؓ کے پاس تھے، اس وقت آپ ﷺ کی عمر مبارک چار سال تھی۔ دوسری مرتبہ غار حرا میں اور تیسری مرتبہ واقعہ معراج کے موقع پر۔ حضرت مولانا شاہ عبدالعزیز محدث دہلویؒ سورہ الم نشرح کی تفسیر بیان کرتے ہوئے "فتح العزیز" میں بیان فرماتے ہیں کہ چار مرتبہ آپ ﷺ کا سینہ مبارک چاک کیا گیا اور اس میں نور وحکمت کا خزینہ بھرا گیا۔ پہلی مرتبہ جب آپ ﷺ دائی حلیمہؓ کے گھر تھے اس کی حکمت یہ تھی کہ آپ ﷺ کو ان وسوسوں اور خیالات سے محفوظ کیا جائے جن میں مبتلا ہو کر بچے کھیل کود اور شرارتوں کی طرف مائل ہو جاتے ہیں، دوسری مرتبہ دس سال کی عمر میں تاکہ آپ ﷺ جوانی کے پُر آشوب خطرات سے محفوظ ہو جائیں، تیسری مرتبہ غار حرا میں آپ ﷺ کا شق الصدر ہوا اور آپ ﷺ کا قلب مبارک نور سکینہ سے بھر دیا گیا تاکہ وحی الٰہی کے عظیم بار کو برداشت کر سکیں اور چوتھی بار شب معراج میں آپ ﷺ کا سینہ مبارک چاک کیا گیا اور اسے نور وحکمت کے خزانوں سے معمور کیا گیا تاکہ دیدار الٰہی کی تجلیوں اور کلام ربانی کی عظمتوں کے متحمل ہو سکیں۔ قرآن پاک میں اللہ تعالیٰ نے ارشاد فرمایا: " الم نشرح لک صدرک o " ترجمہ: "کیا ہم نے نہیں کھول دیا تیرا سینہ" اس آیہ مبارکہ کی تفسیر بیان کرتے ہوئے مفسرین حضرات فرماتے ہیں کہ اللہ تعالیٰ نے آپ ﷺ کے سینہ مبارک کو علوم ومعارف اور اخلاقِ حسنہ کے لیے ایسا وسیع کر دیا تھا کہ آپ ﷺ کی علم وحکمت کو بڑے بڑے عقلاء بھی نہ پا سکے اور اسی شرح صدر کا نتیجہ یہ تھا کہ آپ ﷺ کا مخلوق کی طرف متوجہ ہونا اللہ تعالیٰ کی طرف توجہ میں مخل نہ ہوتا تھا۔ بعض مفسرین اکرام قرآن پاک کی اس آیہ مبارکہ میں شرح صدر سے معجزہ "شق الصدر" مراد لیتے ہیں کہ جب فرشتوں نے اللہ تعالیٰ کے حکم سے آپ ﷺ کے سینہ مبارک کو ظاہری طور پر بھی چاک کر کے صاف کیا۔

ثبت فی صحیح مسلم من طریق حماد بن سلمه عن ثابت عن انس بن مالک ان رسول الله ﷺ اتاه جبرئیل علیه السلام وهو یلعب مع الغلمان فاخذهٔ فصرعهٔ فشق عن قلبه فاستخرج القلب واستخرج منه علقة سوداء وقال هذا حظ الشیطان . ثم غسلهٔ فی طشت من ذهب بماء زمزم ثم لامهٔ ثم اعادهٔ فی مکانه

وجآء الغلمان یسعون الی امہ یعنی ظئرہ وقالوا ان محمدا قد قتل فاستقبلوہ وھو منتقع اللون. (۵۰)

''صحیح مسلم میں ہے کہ ثابت نے حضرت انس بن مالک سے روایت کیا کہ رسول اللہ ﷺ بچوں کے ساتھ کھیل رہے تھے کہ جبرئیل علیہ السلام آپ کے پاس آئے آپ کو پکڑ لیا زمین پر لٹا دیا پھر سینہ چاک کیا اور دل کو باہر نکالا۔ اور دل میں ایک سیاہ لوتھڑا تھا اس کو باہر نکالا اور کہا یہ شیطان کا حصہ ہے۔ پھر دل مبارک کو ایک سونے کے طشت میں رکھ کر زمزم کے پانی سے دھویا پھر اسے سی دیا۔ اور اس کو اپنی جگہ پر رکھ دیا۔ وہ لڑکے جو حضور ﷺ کے ساتھ کھیل رہے تھے وہ دوڑتے ہوئے حضرت حلیمہ کے پاس آئے اور آ کر بتایا کہ محمد کو قتل کر دیا گیا۔ وہ سارے بھاگتے ہوئے پہنچے دیکھا کہ حضور کھڑے ہیں اور چہرے کا رنگ زردی مائل ہے۔''

امام ابن حبان نے اس حدیث کو عبداللہ بن جعفرؓ از حلیمہ سعدیہ روایت کیا ہے، جس کے الفاظ یہ ہیں۔

قال اتانی رجلان علیھما ثیاب بیض فاضجعانی ثم شق بطنی فواللّٰہ ما ادری ما صنعاء. (۵۱)

ترجمہ: ''(آپ نے حلیمہ سعدیہ کو بتایا) کہ میرے پاس سفید کپڑوں میں ملبوس دو آدمی آئے، انہوں نے مجھے لٹا کر میرا پیٹ چاک کیا، بہ خدا مجھے پتا نہیں چلا کہ انہوں نے کیا کیا۔''

حضرت ابوہریرہؓ کی روایت سے یہ حدیث مزید تفصیل کے ساتھ اس طرح بیان کی گئی ہے:

فاقبل الی یمشیان حتی اخذ کل واحد منھما بعضدی لا اجد لاخذھما مسا فقال احدھما لصاحبہ اضجعہ فاضجعانی بلا قصر ولا ھصر فقال احدھما لصاحبہ افلق صدرہ فھوی احدھما الی صدری ففلقھا فیما اری بلادم ولا وجع. (۵۲)

''دو شخص میرے پاس آئے ان میں سے ایک نے مجھے بازو سے پکڑا، مجھے ان کے پکڑنے سے کوئی درد نہیں ہوا، ان میں سے ایک نے دوسرے سے کہا ان کو لٹاؤ، انہوں نے مجھے جھکا کے لٹا دیا، پھر ایک نے دوسرے سے کہا ان کا سینہ چاک کرو، پھر ان میں سے ایک نے میرا سینہ چاک کیا، میں یہ منظر دیکھ رہا تھا، میرا خون نکلا اور نہ درد ہوا۔''

سائنسی حقیقت: سائنسی ترقی کے اس دور میں جہاں دوسرے شعبہ ہائے زندگی میں سائنس نے ترقی کے کئی مدارج طے کر لیے ہیں وہاں انسانی جسم کے مختلف اعضاء کی ضروری سرجری ایک عام بات ہو چکی ہے۔ انسان اپنی عقل، جستجو اور عنایاتِ خداوندی کی بیشمار صلاحیتوں کی بدولت تسخیر کائنات سے لے کر زندگی کے تمام شعبوں میں ترقی کی منازل طے کر رہا ہے۔ دوسرے اعضائے جسمانی سے لے کر انسانی دل کی سرجری تک روزمرہ کے معمولات ہو چکے ہیں۔

''عقل انسانی کو قدرت کی فیاضیوں نے تسخیر کائنات کی جو بے پناہ قوت اور استعداد ارزانی فرمائی ہے اس کا مشاہدہ ہم صبح و شام کرتے رہتے ہیں اس لیے عقل کی موجودہ فتوحات کو اس کی قوت تسخیر کی آخری سرحد خیال کر لینا نہ قرین انصاف ہے نہ معقول۔

واقعہ شق صدر پر آج سے چند سال قبل جو اعتراضات کیے جاتے تھے انسانی علم کی پیش قدمی نے اب ان بنیادوں کو بھی مسمار کر دیا ہے۔ آج بہت سے ترقی یافتہ ممالک کے سرجن دل کا آپریشن کر رہے ہیں وہ دل کو اپنی جگہ سے نکال کر باہر میز پر رکھ دیتے ہیں اس کا آپریشن کیا جاتا ہے دل کی ضروری چیر پھاڑ کے بعد پھر اس کو اپنی جگہ پر رکھ دیتے ہیں انسان اس سارے عرصہ میں زندہ رہتا ہے اور صحت یاب ہو کر پہلے سے بہتر زندگی گزارنے کے قابل ہو جاتا ہے۔'' (۵۳)

''معجزہ شق الصدر'' جس زمانے میں وقوع پذیر ہوا نہ تو عقل انسانی ان ارتقائی مدارج سے گذری تھی اور نہ ہی سائنسی میدان میں انسان اپنے جوہر استعدادی دکھانے کے قابل ہوا تھا۔ یہ معجزہ بحکم خداوندی رونما ہوا وہ قادر مطلق ذات ہر کام جو وہ کرنا چاہے کرنے پر قادر ہے آپ ﷺ کو جو معجزات اللہ تعالیٰ نے عطا فرمائے انسانی عقل و شعور اور سائنسی ترقی کے لیے مشعل راہ ضرور ہیں لیکن ان میں اللہ کی قدرت اور حکمت کے جو راز پوشیدہ ہیں انسانی عقل ان تک پہنچنے سے قاصر ہے۔

معجزہ شق القمر اور سائنسی حقائق: ہجرت مدینہ سے قبل آپ ﷺ اپنی تبلیغی سرگرمیوں میں مصروف بہ عمل تھے۔ اہل مکہ کا آپ ﷺ اور اہل ایمان کے ساتھ ایذاء رسانیوں اور نازیبا حرکات کا سلسلہ جاری تھا۔ باہر سے آنے والے قبائل کو دعوت حق دینے کا فریضہ بھی آپ ﷺ ادا فرما رہے تھے۔ اگر چہ کہ ان قبائل میں بھی کوئی ایمان نہ لایا لیکن اس ساری صورت حال کے باوجود آپ ﷺ کے عزم میں کوئی کمی نہ آئی بلکہ ادائے فرض میں مزید پختگی پیدا ہوتی گئی۔ ان ظاہری مسلسل ناکامیوں کے باوجود اپنے مالک حقیقی کے نام کو بلند کرنے کا جذبہ روز بہ روز بڑھتا جا رہا تھا۔ اس صبر آزما جدوجہد اور مصائب و آلام سے ثابت قدمی سے گزرنے کے بعد آپ ﷺ کی کامیابیوں اور فتوحات کا دور شروع ہونے سے قبل آپ ﷺ سے ایسے ایسے معجزات کا ظہور شروع ہوا کہ جن سے آپ ﷺ کی نبوت کی واضح اور کھلی دلیلیں لوگوں پر ظاہر ہونا شروع ہو گئیں، لیکن کفار مکہ جن کے دلوں پر مہر نبوت ثبت ہو چکی تھی شمع ہدایت سے ایمان کا نور حاصل کرنے سے محروم ہی رہے۔ ان عظیم معجزات میں ایک معجزہ **"شق القمر"** ہے جس کا ظہور اسی پُر آشوب دور میں ہوا۔

علامہ قرطبی نے حضرت ابن عباس سے نقل کیا ہے کہ ایک دفعہ مشرک اکٹھے ہو کر حضور ﷺ کی خدمت اقدس میں حاضر ہوئے اور کہنے لگے اگر آپ سچے ہیں تو چاند کو دو ٹکڑے کر دکھایئے۔ حضور ﷺ نے فرمایا **ان فعلت تؤمنون** اگر میں ایسا کر دوں تو کیا ایمان لے آؤ گے؟ وہ بولے ضرور۔ اس رات کو چاند کی چودھویں تاریخ تھی۔ اللہ کے پیارے رسول نے اپنے رب سے عرض کی کہ کفار نے جو مطالبہ کیا ہے اسے پورا کرنے کی قوت دی جائے۔ چنانچہ چاند دو ٹکڑے ہو گیا۔ حضور ﷺ اس وقت مشرکین کا نام لے لے کر فرما رہے تھے **یا فلان یا فلان اشھدوا** اے فلاں اے فلاں اب اپنی آنکھوں سے دیکھ لو اور اس بات پر گواہ رہنا۔ تمہاری فرمائش پوری ہو گئی۔ حضرت ابن مسعود کہتے ہیں کفار نے جب اس عظیم معجزہ کو دیکھا تو ایمان لانے کے بجائے انہوں نے کہا **ھذا من سحر ابن ابی کبشۃ** "یہ ابی کبشہ کے بیٹے کی نظر بندی کا اثر ہے۔" اس نے تمہارے آنکھوں پر جادو کر دیا ہے۔ چند دنوں تک باہر سے قافلے آنے والے ہیں۔ ہم ان سے پوچھیں گے۔ اس جادو کی حقیقت خود بخود کھل جائے گی۔ جب وہ قافلے مکہ آئے اور ان سے پوچھا گیا کہ کیا فلاں رات کو چاند کو شق ہوتے تم نے دیکھا ہے۔ سب نے اس کی تصدیق کی لیکن اس کے باوجود کفار مکہ کو ایمان لانے کی توفیق نصیب نہ ہوئی۔ (۵۴)

معجزہ **"شق القمر"** آپ ﷺ کا ایک عظیم حسی معجزہ ہے جو قرآن کریم کے صریح الفاظ سے ثابت ہے۔ قرآن کریم کی سورۃ القمر میں ارشاد ربانی ہوتا ہے۔

اقتربت الساعۃ وانشق القمر o وان یروا ایۃ یعرضوا ویقولوا سحر مستمر o وکذبوا واتبعوا اھوآء ھم وکل امر مستقر o

ترجمہ: قیامت کی گھڑی قریب آ گئی اور چاند پھٹ گیا۔ ان لوگوں کا حال یہ ہے کہ خواہ کوئی نشانی دیکھ لیں، منہ موڑ جاتے ہیں اور کہتے ہیں کہ یہ تو چلتا ہوا جادو ہے۔ انہوں نے جھٹلا دیا اور اپنی خواہشات نفس کی پیروی کی۔

اس عظیم واقعہ کی تفصیلات احادیث مبارکہ کی روایت سے معلوم ہوتی ہیں کہ یہ واقعہ کب اور کس طرح ظہور پذیر ہوا۔ یہ روایات بخاری و مسلم اور دیگر کتب احادیث میں بکثرت سندوں کے ساتھ جلیل القدر صحابہ کرام سے مروی ہیں جن میں سے تین صحابہ اکرام حضرت عبداللہ بن مسعودؓ، حضرت حذیفہؓ اور حضرت جبیر بن مطعمؓ اس واقعہ کے عینی شاہد ہیں۔

یہ ہجرت سے تقریباً ۵ سال پہلے کا واقعہ ہے۔ قمری مہینے کی چودھویں شب تھی۔ چاند ابھی ابھی طلوع ہوا تھا۔ یکایک وہ پھٹا اور اس کا ایک ٹکڑا سامنے کی پہاڑی کے ایک طرف اور دوسرا ٹکڑا دوسری طرف نظر آیا۔ یہ کیفیت بس ایک ہی لحظہ رہی اور پھر دونوں ٹکڑے باہم جڑ گئے۔ نبی ﷺ اس وقت منیٰ میں تشریف فرما تھے۔ آپ ﷺ نے لوگوں سے فرمایا دیکھو اور گواہ رہو۔ کفار نے کہا محمد ﷺ نے ہم پر جادو کر دیا تھا اس لیے ہماری آنکھوں نے دھوکا کھایا۔ دوسرے لوگ بولے کہ محمد ہم پر جادو کر سکتے تھے، تمام لوگوں پر تو نہیں کر سکتے تھے۔

باہر کے لوگوں کو آنے دو۔ ان سے پوچھیں گے کہ یہ واقعہ انہوں نے بھی دیکھا ہے یا نہیں۔ باہر سے جب کچھ لوگ آئے تو انہوں نے شہادت دی کہ وہ بھی یہ منظر دیکھ چکے ہیں۔ (۵۵)

علامہ آلوسی لکھتے ہیں **والاحادیث الصحیحه فی النشقاق کثیرة** یعنی شق القمر کے سلسلے میں احادیث صحیحہ بکثرت ہیں اور بعض نے انہیں متواتر بھی کہا ہے۔

الصحیح عندی ان الشقاق القمر متواتر منصوص علیه فی القران مروی فی اصحیحین وغیرهما من طرق شتّی بحیث لا یمتوی فی تواتره. (۵٦)

ترجمہ: میرے نزدیک انشقاق قمر متواتر ہے اور قرآن کریم کی نص سے ثابت ہے۔ صحیحین کے علاوہ دیگر کتب احادیث میں بھی اتنی سندوں سے مروی ہے کہ اس تواتر میں شک کی گنجائش نہیں رہتی۔

معجزہ شق القمر پر معترضین کا اعتراض یہ ہے کہ یہ ناممکن ہے کہ اتنا بڑا کرہ پھٹ کر الگ الگ دو ٹکڑے ہو جائے اور پھر یہ دونوں ٹکڑے آپس میں جڑ جائیں۔ جدید سائنسی تحقیقات کی روشنی میں اس چیز کو ناممکن نہیں کہا جا سکتا۔ سائنسی تحقیق یہ واضح کرتی ہے کہ کرۂ اپنے اندر آتش فشاں مادہ کی وجہ سے پھٹ کر دو ٹکڑے ہو سکتا ہے۔ اور اپنے ہی اندر پائی جانے والی کشش اور مرکز کی مقناطیسی طاقت کی بدولت یہ دونوں ٹکڑے آپس میں جڑ سکتے ہیں۔

موجودہ زمانے میں سیاروں کی ساخت کے متعلق انسان کو جو معلومات حاصل ہوئی ہیں ان کی بنا پر یہ بات بالکل ممکن ہے کہ ایک کرہ اپنے اندر کی آتش فشانی کے باعث پھٹ جائے اور اس زبردست انفجار سے اس کے ٹکڑے دور تک چلے جائیں، اور پھر اپنے مرکز کی مقناطیسی طاقت کے سبب وہ ایک دوسرے میں آملیں۔ (۵۷)

اس سائنسی حقیقت سے بالاتر یہ ایک مسلمہ حقیقت ہے کہ جب اللہ تعالیٰ نے اپنے نبیؐ کی صداقت کے طور پر کوئی معجزہ رونما فرماتا ہے تو کائنات میں لاگو عام قانون فطرت سے ہٹ کر اللہ کے خاص قانونِ قدرت کے تحت اس کا ظہور ہوتا ہے۔

جدید سائنسی تحقیقات اور اُن کے نتیجہ میں حاصل ہونے والی گوناں گوں ترقی کی بدولت آج کا انسان چاند تک سفر کرنے، سطح قمر پر تجربات کرنے اور وہاں سے مٹی کے نمونے زمین پر لانے پر قادر ہو چکا ہے۔ اسی چاند کو حضور رحمت عالم ﷺ نے معجزۃً دو ٹکڑے کر دیا، مگر ..... اُس کی کمیت (Mass) دو ٹکڑوں میں منقسم ہونے کے باوجود ..... زمین کی کشش اسے اپنے اوپر گرا نہ سکی۔ شق القمر کا معجزہ بھی آقائے دو جہاں ﷺ کی انگشتِ مبارک کے اشارے پر ظہور پذیر ہوا تھا۔ یہ نبی محتشم ﷺ کا کتنا بڑا معجزہ ہے کہ چاند کے دونوں ٹکڑے کافی دیر تک جدا رہیں اور اس کے باوجود حسبِ سابق زمین کے گرد مدار میں رواں دواں رہیں اور بالآخر جب اُن دونوں ٹکڑوں کو دوبارہ باہم پیوست کیا جائے تو وہ دونوں ٹکڑے اس طرح جڑ جائیں کہ جیسے وہ کبھی جدا ہی نہ ہوئے تھے۔ (۵۸)

"معجزہ قرآن" (عظیم اور دائمی معجزہ مصطفیٰ ﷺ) اور سائنسی حقائق: تمام الہامی مذاہب کی بنیاد علم الٰہی اور وحی الٰہی پر ہے۔ علم الٰہی ازلی اور ابدی علم ہے اور اس کی وسعت تمام کائنات کا احاطہ کیے ہوئے ہے۔ جیسا کہ قرآن پاک میں ارشاد ربانی ہے:

فالم یستجیبوا لکم فاعلموا انما انزل بعلم اللّٰه وان لا اله الا هو ج فهل انتم مسلمونo (۵۹)

ترجمہ: پھر اگر وہ تمہاری اس بات کا جواب نہ دے سکیں تو سمجھ لو کہ وہ اللہ کے علم ہی سے اترا ہے اور یہ کہ اس کے سوا کوئی سچا معبود نہیں تو کیا اب تم مانو گے۔

ابتدائے کائنات سے سچا علم وہی ہے جو اللہ تعالیٰ نے اپنے الفاظ میں قرآن پاک کی صورت میں نازل فرمایا۔ قرآن پاک چودہ سو سال قبل نازل ہوا اس میں ایسے ایسے سائنسی حقائق موجود ہیں جن کا انکشاف سائنس دانوں نے موجودہ دور میں اپنی تحقیقات کے ذریعے

سائنسی ترقی کی اس منزل پر پہنچنے پر کیا۔ان سائنسی انکشافات کے ظاہر ہونے سے یہ بات کھل کر سامنے آگئی ہے کہ قرآن پاک اللہ تعالیٰ کا کلام ہے، جو اللہ تعالیٰ نے اپنے آخری نبی حضرت محمد ﷺ پر نازل فرمایا۔ یہ بات عقل انسانی سے بالاتر ہے کہ چودہ سو سال قبل ان سائنسی حقائق کا انکشاف کس طرح ہو گیا تھا۔ جبکہ چودہ صدیاں گذرنے کے بعد سائنسی ترقی کے اس دور میں سائنسی طریقوں اور آلات کے ذریعے سائنس دان ان سائنسی حقیقتوں کے نتائج اخذ کر رہے ہیں اور اس نتیجے پر پہنچ رہے ہیں کہ یہ نتائج در حقیقت وہی ہیں جو قرآن میں وارد ہوئے ہیں۔

جس زمانے میں قرآن کا نزول ہوا نہ انسانی ذہن اپنے ارتقائی مدارج طے کر سکا تھا اور نہ ہی علم سائنس اور سائنسی طریقوں کا وجود تھا۔ یہ بات ہی قرآن کا معجزہ ہونے کا بین ثبوت ہے اور اس بات کی دلیل ہے کہ یہ اس خالق کا کلام ہے، جس نے کائنات کی ہر شے کو تخلیق کیا۔ کائنات کو اللہ تعالیٰ نے عدم سے وجود بخشا۔ جدید سائنسی نظریہ بگ بینگ نے اس کو ثابت کیا جبکہ قرآن نے اس امر کی نشاندہی چودہ سو سال قبل کر دی تھی۔ گویا جدید سائنسی دریافتیں اسی سچائی کو واضح کر رہی ہیں جو قرآن نے بیان فرمائی ہیں۔ کائنات کی تخلیق کے بعد کائناتی پھیلاؤ کی نشاندہی اللہ تعالیٰ نے قرآ کریم میں فرمادی۔

والسمآء بنینٰھا باید وانالموسعون٥ (٦٠)

ترجمہ: اور آسمان کو ہم نے ہاتھوں سے بنایا اور بے شک ہم وسعت دینے والے ہیں۔

قرآن کریم میں السمآء کا لفظ کائنات کے معنوں میں استعمال ہوا ہے۔ اس آیت مبارکہ میں واضح طور پر یہ بیان کر دیا گیا کہ کائنات میں مسلسل توسیع کی جا رہی ہے۔ سائنسی نقطۂ نظر سے بیسویں صدی سے قبل کائنات کے بارے میں یہ نظریہ مروج تھا کہ کائنات ایک غیر متغیر اور مستقل نوعیت رکھتی ہے جو ابتداء سے اسی حالت میں ہے لیکن بیسویں صدی کی سائنسی تحقیق نے اس نظریہ کو غلط ثابت کیا اور یہ انکشاف جدید ٹیکنالوجی کی مدد سے ہوا کہ کائنات کا ایک نقطۂ آغاز تھا اور جب سے یہ کائنات مسلسل پھیل رہی ہے۔

20ویں صدی کے شروع میں روسی ماہر طبیعات الیگزنڈر فرائیڈ مین اور بلجیم کے ماہر علم تکوین عالم (COSMOLOGIST) جارج لیمٹیر کے جمع کردہ نظری حساب کتاب سے یہ حقیقت منکشف ہوئی کہ کائنات مسلسل حرکت کر رہی ہے اور وسیع سے وسیع تر ہو رہی ہے۔ اس انکشاف کی 1929 کے مشاہدات سے تصدیق ہوگئی۔ امریکی ماہر فلکیات ایڈوین ہبل نے اپنی دوربین سے آسمان کا مشاہدہ کرنے کے بعد انکشاف کیا کہ ستارے اور کہکشائیں ایک دوسرے سے مسلسل دور ہٹ رہی ہیں۔ ایک ایسی کائنات جس میں ہر چیز، دوسری چیز سے پرے پرے ہٹتی جا رہی ہے تو اس کا مطلب یہ ہے کہ وہ مسلسل پھیل رہی ہے۔ (٦١)

"کائنات کے پوشیدہ راز" قرآنی دلائل اور سائنسی حقائق: قرآن کریم میں اللہ تعالیٰ نے کائنات کے بے شمار چھپے ہوئے رازوں کو کھول کھول کر بیان فرمایا ہے اور جوں جوں سائنسی علوم اپنی ترقی کے مدارج طے کرتے جا رہے ہیں یہ حقائق سائنس دانوں پر اور دنیا پر آشکارا ہوتے جا رہے ہیں۔

(i) آسمانی فضا کا راز؛ ATMOSPHERE: موجودہ دور کے سائنسی علوم طبیعات، جیوفزکس اور علم ریاضی نے فضا کی تسخیر کے سلسلے میں یہ واضح کر دیا ہے کہ کسی کرہ PLANT کے لیے ATMOSPHERE یعنی فضا کا حصول اور اس کی موجودگی کو برقرار رکھنا بے حد مشکل امر ہے۔ کیونکہ کسی کرہ اور اس کے نزدیک ترین آسمان کے درمیان انتہائی مخالفت ہے۔ فضا گیسی ایٹموں پر مشتمل ہوتی ہے۔ تمام بڑے کروں میں یہ ایٹمی ذرات کرے کی سطح میں جذب ہو جاتے ہیں جبکہ چھوٹے کروں میں کشش ثقل کی طاقت GRAVITATIONAL FORCE ایٹم کو اپنے ساتھ منسلک رکھنے کے لیے ناکافی ہوتی ہے جس کا نتیجہ یہ ہوتا ہے کہ ایٹمی گیسیں فضا میں تحلیل ہو جاتی ہیں اور کرہ خالی رہ جاتا ہے۔ ایٹمی ذرات اور دوسرے کثیف گیسیں فضا میں تحلیل ہونے کی کوشش کرتی ہیں جبکہ زمین انہیں اپنے اندر جذب کرنے کی کوشش کرتی رہتی ہے گویا زمین اور آسمان (فضا) کی حصہ داری ان کی مرضی کے خلاف بحالت مجبوری ہے۔ قرآن کریم اس سائنسی حقیقت اور اس راز کو یوں بیان کرتا ہے:

ثم استوٰی الی السمآء وھی دخان فقال لھا وللارض ائتیا طوعا او کرھا ط قالتآ اتینا طائعینo (۶۲)

ترجمہ: پھر وہ آسمان کی طرف متوجہ ہوا جو اس وقت دھواں تھا۔ اس نے آسمان اور زمین سے کہا آؤ (ایک مقام پر) تو چاہو یا نہ چاہو۔ دونوں نے کہا ہم آگئے فرمانبرداروں کی طرح۔

کرہ ہوا یا فضا کی بناوٹ کے لیے ضروری ہے کہ اس حرکت (MOTION) جو ذرات یا سالموں کو تحلیل کرتی ہے، کو زمین کی کشش ثقل سے متوازن رکھا جائے تاکہ تحلیل ہونے کے عمل کو روکا جا سکے۔ یہ تقریباً ناممکن بات نظر آتی ہے۔ بادی النظر میں اس کا واقع ہونا تمام کائنات کے کروں میں ایک ارب کے مقابل ایک سے زیادہ نہیں ہوسکتا۔ ارضی طبیعات (جیوفزکس) کے نقطۂ نظر سے یہ انتہائی توازنوں والی شکل بے حد اہم خصوصیات کی متقاضی ہے۔ اس کے لیے مندرجہ ذیل خصوصیات کا موجود ہونا ضروری ہے۔

(۱) فضائی درجہ حرارت ATMOSPHERIC TEMPERATURE

(۲) زمین کی متوازن کشش ثقل۔

(۳) فضا کی اشعاعی توانائی (RADIANT ENERGIES) کی ایسی سکت موجود نہ ہونا جو اس نازک توازن کو بگاڑ سکے۔ یہ توانائی مادے کی غیر موجودگی میں بھی قائم رہتی ہے۔ (۶۳)

جیوفزکس (ارضی طبیعات) کے نقطۂ نظر سے زمین و آسمان (فضا) کا باہم ملاپ اور انتہائی متوازن شکل ایک انتہائی قادر مطلق ہستی کا کرشمہ یا معجزہ ہے جیسا کہ اللہ تعالیٰ ارشاد فرماتے ہیں: **''آؤ تم دونوں خواہ تم چاہو یا نہ چاہو''** یہ بیان اللہ تعالیٰ کی قدرت کاملہ اور ذی قدر ہستی ہونے کا واضح ثبوت پیش کرتا ہے اور یہ کہ اللہ تعالیٰ اپنی قدرت کاملہ سے کس طرح ایک ناممکن چیز کو ممکن بنا تا ہے۔ **''قالتآ اتینا طآئعین''** یعنی **''ہم آگئے فرمانبرداروں کی طرح''** یعنی زمین کا خود بخود ایک خاص جھکاؤ اور اس کا متناسب گھومنا ROTATION کا عمل اپنی مادی حیثیت میں اللہ کے حکم کا پابند ہے۔

ارضی طبیعات (جیوفزکس) کے سائنسی حقائق و شواہد کی روشنی میں زمین کی ابتدائی فضا بنیادی طور پر کاربن ڈائی آکسائیڈ پر مشتمل تھی اور سائنسی شواہد کے مطابق یہ تسلیم شدہ حقیقت ہے کہ زمین کی فضاء ابتداء میں دھواں دھواں ہی تھی اور یہی دھواں جو دراصل کاربن ڈائی آکسائیڈ گیس ہے زمین کی موجودہ فضا اور زمین کا درجۂ حرارت قائم رکھنے کا انحصار اسی پر ہے۔ قرآن کریم نے کائنات کی اس حقیقت کو چودہ سو سال قبل بیان فرمایا جو قرآن کا معجزہ ہے کیونکہ عقل انسانی اس وقت ان تمام چیزوں کو سمجھنے سے قاصر تھی۔ ارشادِ ربانی ہوتا ہے:

ثم استوٰی الی السمآء وھی دخانo

ترجمہ: پھر وہ آسمان کی طرف متوجہ ہوا جو اس وقت دھواں تھا۔

آسمانِ دنیا کی تخلیق قرآنی دلائل اور سائنسی حقائق:

تخلیق کائنات کے سلسلے میں آسمان کی تخلیق اور تمام ''سمـــاء دنیـــا'' کی تخلیقات کو قرآن مجید میں اللہ تعالیٰ نے واضح اور کھلی نشانیوں کے ساتھ معجزانہ طور پر بیان فرمایا ہے:

تبٰرک الذی جعل فی السمآء بروجا وجعل فیھا سراجاً و قمرا منیراo (۶۴)

ترجمہ: بڑا ہی بابرکت ہے وہ جس نے آسمان میں (بہت سے) بُرج بنائے اور اس میں ایک چراغ (سورج) اور ایک روشنی دینے والا چاند بنایا۔

والسمآء ذات البروجo (۶۵) ترجمہ: یہ برجوں والا آسمان بھی شاہد ہے۔

ولقد زینا السمآء الدنیا بمصابیح. (۶۶) ترجمہ: اور بے شک ہم نے نزدیک کے آسمان کو چراغوں سے آراستہ کردیا۔

ان آیت مبارکہ میں **مصابیح** (چراغوں) سے مراد ہر قسم ے ستارے اور سیارے ہیں اور برج سے مراد کہکشائیں ہیں۔ جیسا کہ مزید ارشادِ ربانی سے واضح ہے:

انا زینا السمآء الدنیا بزینۃ ن الکواکبo (۶۷)

ترجمہ: ہم نے آسمان دنیا کو ستاروں سے رونق بخشی ہے۔

قرآن کریم کی آیات مبارکہ **کواکب** میں سے مراد تمام اجرام فلکی ہیں جو روشن دکھائی دیتے ہیں۔

سائنسی تحقیقات کی روشنی میں:

ہماری کائنات اربوں کہکشاؤں پر مشتمل ہے۔ اور ہر کہکشاں تقریباً دس کھرب ستاروں (اسٹارس) کا مجموعہ ہے۔ اگر ان ستاروں کو ہم مکمل نظام شمسی کے حامل فرض کر لیں تو ان کے سیاروں اور ذیلی سیاروں کی تعداد اُن کے علاوہ ہوگی۔ واضح رہے کہ کہکشاؤں کا ہر طبقہ دوربین سے بالکل صاف نظر آ جاتا ہے۔ جو در اصل ان گنت اور لاتعداد ستاروں کا مجموعہ ہوتا ہے۔ ان "طبقات سماوی" کو سائنسی ادب میں "جزائر کائنات" کے نام سے یاد کیا جاتا ہے۔ کیونکہ یہ سب روشن بادلوں کی طرح بیکراں خلاؤں میں اس طرح تیرتے رہتے ہیں گویا کہ وہ کسی بڑے سمندر میں خشکی کے چھوٹے چھوٹے دھبے ہوں۔ ان میں سے اکثر "جزائر" یا کہکشاؤں کی تصویریں بھی اتاری جا چکی ہیں اور پہچان کے لیے ان کے الگ الگ نام بھی رکھے گئے ہیں۔ ہر کہکشاں ایک مخصوص شکل کی حامل ہوتی ہے۔ (۶۸)

یہ ان گنت اور لاتعداد ستارے اور سیارے سمائے دنیا یا (آسمان اوّل) کا حصہ ہیں اس آسمان اوّل کے اوپر چھ آسمان اور ہیں کیونکہ قرآن کریم میں اللہ تعالیٰ نے "سبع سمٰوٰت" کے لیے واضح اور صریح الفاظ استعمال کیے ہیں۔ ارشاد ربانی ہے:

وھو العزیز الغفورo الذی خلق سبع سمٰوٰت طباقاo (۶۹)

ترجمہ: وہ بڑا غالب اور بخشنے والا ہے۔ جس نے اوپر تلے سات آسمان پیدا کیے ہیں۔

والسمآء رفعھا ووضع المیزان o الا تطغوا فی المیزانo (۷۰)

ترجمہ: اور اس نے آسمان کو بلند کیا اور اس میں میزان رکھ دی (پھر ہر ایک کو حکم دیا کہ) کوئی (اپنی) میزان سے تجاوز نہ کرے۔

اللہ تعالیٰ کا یہ حکم تمام اجرامِ سماوی کے لیے ہے کہ کوئی بھی اپنی حدود اور اصول و ضوابط سے تجاوز نہ کرے۔ میزان کی اس پابندی میں عالم گیر قانون تجاذب ہے جس میں تمام سیارے، ستارے اور کہکشائیں، برج شامل ہیں۔ گویا اللہ تعالیٰ تمام اجرام کو اپنی قدرت کاملہ کے ذریعے تھامے ہوئے ہے۔

سائنسی حقائق: اب سائنس نے اس رازِ خدائی کو اس طرح فاش کیا ہے کہ تمام اجرام سماوی میں ایک غیر مرئی اور غیر محسوس قوتِ جذب و کشش ہوتی ہے۔ ہر ایک جرم فلکی دوسرے کو اپنی طرف کھینچتا ہے۔ ایک ستارے یا سیارے کے چاروں طرف جتنے بھی اجرام ہوتے ہیں سب اس کو اپنی اپنی طرف کھینچنے کی کوشش کرتے ہیں اور وہ خود بھی دوسروں کو اپنی طرف کھینچتا ہے۔ اس ہمہ گیر جذب و کشش کی بدولت ایک زبردست توازن قائم رہتا ہے۔ اور کوئی بھی کرہ گرنے نہیں پاتا۔ اس ہمہ گیر قانونِ کشش کو سائنس کی اصطلاح میں "عالم گیر قانونِ تجاذب" (یونیورسل لا آف گراویٹیشن) کہتے ہیں۔

سائنس کے بیان کے مطابق اجرام سماوی کی گردش اور اُن کی بقا کا راز دو چیزوں میں مضمر ہے: (۱) قوت کشش (۲) رفتار حرکت۔ حقیقت یہ ہے کہ اگر اجرام سماوی میں قوت کشش باقی نہ رہے یا زائل ہو جائے تو سب آپس ہی میں ٹکرا کر پاش پاش ہو جائیں۔ اسی طرح ہر ایک جرم فلکی ایک خاص ضابطہ اور مقررہ رفتار کے تحت دوڑ رہا ہے، اور اس کی موجودہ رفتار حرکت میں ذرا سی بھی کمی بیشی نقصان دہ اور مہلک ثابت ہو سکتی ہے۔ مثلاً چاند جو کہ زمین کا ذیلی سیارہ ہے۔ کی رفتار حرکت اپنے مدار میں فی گھنٹہ ۲،۳۰۰ میل ہے۔ اگر اس رفتار میں کمی واقع

ہو جائے تو وہ رفتہ رفتہ زمین سے ٹکرا سکتا ہے۔ اس کے برعکس اگر زیادتی واقع ہو جائے تو وہ زمین کا ساتھ چھوڑ کر دور بھاگ سکتا ہے۔ جس کا پہلا نتیجہ یہ ہوگا کہ زمین اپنے ''بیڈ لیمپ'' (BED LAMP) سے محروم ہو جائے گی اور دوسرا نتیجہ یہ ہوگا کہ چاند یا تو بے کراں خلاؤں میں بھاگتا پھرے گا یا پھر کسی دوسرے سیارے سے ٹکرا جائے گا۔ یہی حال دیگر تمام اجرام کا بھی ہے۔

اس تفصیل سے واضح ہو گیا کہ قانون کشش اور رفتار حرکت کا موجودہ نظام بڑے گہرے سوجھ بوجھ اور حکمت و دانش کا نتیجہ ہے جو ریاضی کے اعلیٰ ترین اصولوں پر قائم ہے۔ اس نظام میں کسی قسم کا تفاوت نہیں ہو رہا ہے۔ حتیٰ کہ ان اجرام کی گردش میں سینکڑوں سالوں میں ایک منٹ اور ایک سیکنڈ کی بھی کمی بیشی نہیں ہوتی۔ (۷۱)

ذٰلک تقدیر العزیز العلیمo (۷۲) ترجمہ: یہ ہے منصوبہ ایک زبردست اور ہمہ دان ہستی کا۔

نظام شمسی میں سیاروں اور ذیلی سیاروں کی تعداد اب تک تحقیقات کے مطابق چالیس (۴۰) ہے۔ ہمارا سورج ایک ستارہ کہلاتا ہے جو دہکتا ہوا آگ کا ایک گولا ہے۔ جدید سائنسی تحقیقات کے مطابق ہمارے کائنات اربوں کہکشاؤں کا مجموعہ ہے جس میں ہر کہکشاں یا گلیکسی میں کم از کم ایک کھرب ستارے (سورج) ہو سکتے ہیں۔ امریکی رصدگاہ کے صدر ڈاکٹر ہارلو شیپلے HORLOW SHAPLY کے بیان کے مطابق یہ تعداد ہر کہکشاں میں دس کھرب ہو سکتی ہے۔ سائنسدانوں کو اب تک اس بات کا پتہ نہیں چل سکا کہ دیگر ستاروں STARS میں بھی ہمارے نظام شمسی کی طرح کا نظام سیارگان (پلانٹری سسٹم) پایا جاتا ہے یا نہیں، کیونکہ بہتر سے بہتر اور طاقتور ترین دوربینوں سے بھی دوسرے ستاروں کے سیارے نظر نہیں آتے، حالانکہ جدید ترین دوربینیں خلاء میں اربوں نوری سال کے فاصلے تک جھانک سکتی ہیں مگر چونکہ ستارے بے انتہا دوری پر ہیں اس لیے ان کے سیارے نظر نہیں آتے اس کی وجہ یہ ہے کہ سیارے ستاروں کے مقابلہ میں کروڑوں اربوں گنا چھوٹے ہوتے ہیں۔

''آسمان ایک محفوظ چھت'' قرآنی استدلال اور سائنسی حقائق:

وجعلنا السمآء سقفا محفوظا وھم عن اٰیٰتھا معرضونo (۷۳)

ترجمہ: اور ہم نے آسمان کو ایک محفوظ چھت بنا دیا مگر یہ ہیں کہ کائنات کی نشانیوں پر توجہ ہی نہیں کرتے۔

قرآن کریم نے آسمان کو ایک محفوظ چھت سے تعبیر کیا ہے جو ایک سائنسی حقیقت ہے گویا سائے دنیا کا سلسلہ جہاں پر ختم ہوتا ہے وہاں آسمانِ اول ایک محفوظ چھت ہے۔ زمین کے اوپر ایک زبردست حفاظتی نظام کارفرما ہے جو کرۂ زمین کو ہر طرح کے بیرونی خطرات سے محفوظ رکھتا ہے۔ برس ہا برس کی سائنسی تحقیقات کے بعد یہ حقائق سائنسدانوں پر واضح ہوئے جبکہ قرآن کا یہ معجزہ ہے کہ اپنے نزول کے وقت کائنات کے ان رازوں کو کھول کھول کر بیان کر دیا تھا۔

سائنسی حقائق:

آسمان کی اس خصوصیت کا ثبوت 20 ویں صدی کی سائنسی تحقیق سے ملا ہے۔ زمین کے گرد و پیش کی فضا زندگی کے تسلسل میں ایک فیصلہ کن کردار ادا کرتی ہے۔ چھوٹے بڑے بہت سے شہابیے (METEORS) جب زمین کے قریب آتے ہیں تو یہ ان کو تباہ کر کے گرنے سے روک دیتی ہے۔ اس طرح زندہ اجسام ان کی زد میں آنے سے محفوظ رہتے ہیں۔

زمینی فضا، اس کے علاوہ خلاء سے آنے والی روشنی کی ان شعاعوں کو فلٹر (مقطر) کر دیتی ہے جو زندہ اجسام کے لیے نقصان دہ ہوتی ہیں۔ اور صرف غیر مضر اور مفید شعاعوں .... یعنی ''مرئی روشنی''، ''نزبنفشی'' (NEAR-ULTRAVOILET) اور ریڈیائی لہروں کو گزرنے دیتی ہے۔ یہ تمام تابکاری زندگی کے لیے بے حد ضروری اور مفید ہوتی ہے۔ ''نزبنفشی'' شعاعیں جنہیں جزوی طور پر آنے دیا جاتا ہے پودوں کی ضیائی تالیف (PHOTOSYNTHESIS) جانداروں کی زندگی کے لیے ناگزیر ہوتی ہے۔

سورج سے نکلنے والی ''شدید بالا بنفشی'' (INTENSEULTRAVOILET) شعاعوں میں سے بیشتر کو اوزون کی تہہ فلٹر کر دیتی ہے اور صرف اس تھوڑی سی تعداد کو زمین تک آنے دیتی ہے جو بقائے زندگی کے لیے ناگزیر ہوتی ہے۔ زمینی فضا کا یہ حفاظتی کردار صرف یہی تک محدود نہیں۔ یہ زمین کو سردی سے ٹھٹھر کر مردہ ہو جانے سے بھی محفوظ رکھتی ہے۔ خلا کی یہ سردی ''منفی 270'' درجہ سینٹی گریڈ تک ہوتی ہے۔

زمین کو نقصان دہ اثرات سے صرف فضا ہی نہیں بچاتی اس کے علاوہ ایک اور تہہ بھی حفاظتی کردار ادا کرتی ہے۔ یہ ''فان الن بیلٹ'' (VAN ALLEN BELT) ہے جو زمین کے مقناطیسی میدان کی وجہ سے بنتی ہے۔ (یہ اشعاعی پٹی بیسویں صدی کے وسط میں ایک امریکی ماہر طبیعات نے دریافت کی تھی ان کا نام اسی کے نام پر رکھ دیا گیا ہے) سورج اور دیگر ستاروں سے مسلسل نکلنے والی مضر تابکاری کو روکنے میں وان الن بیلٹ بہت اہم کردار ادا کرتی ہے۔ یہ تابکاری زندہ اجسام کے لیے شدید طور پر مضر اثرات رکھتی ہے۔ اگر یہ پٹی نہ ہوتی تو سورج سے نکلنے والی انرجی، جو بکثرت خارج ہوتی رہتی ہے روئے زمین پر زندگی کا بالکل خاتمہ کر دیتی۔ یہ چونکہ زبردست ہیجان کے ساتھ لپکتی ہے اس لیے اسے ''سورج کے شعلے'' (SOLAR FLARES) کہا جاتا ہے۔

حالیہ برسوں کی تحقیق سے معلوم ہوا ہے کہ صرف ایک شعلے سے نکلنے والی انرجی (ہیروشیما پر گرائے گئے بموں کے حوالے سے) 100 ارب ایٹم بموں کی تباہ کاری کے مساوی ہوتی ہے۔ ہیروشیما پر ایٹم بم گرانے کے 58 گھنٹے کے بعد انکشاف ہوا تھا کہ کمپاس کی مقناطیسی سوئیوں میں غیر معمولی ارتعاش پیدا ہو ہے اور سطحِ زمین سے 250 کلومیٹر کی بلندی پر فضا کا درجہ حرارت اچانک 2500 ڈگری سینٹی گریڈ تک جا پہنچا ہے۔ مختصر یہ کہ زمین کے اوپر زبردست حفاظتی نظام قائم ہے۔ یہ کرۂ ارض کو بیرونی خطرات سے بچا رہا ہے۔ (۷۴)

سبع سمٰوٰت (سات آسمانوں) کا ذکر اور سائنسی حقائق:

ھو الذی خلق لکم ما فی الارض جمیعا ثم استوٰی الی السمآء فسوّٰھن سبع سمٰوٰت وھو بکل شیٍ علیمo (۷۵)

ترجمہ: وہی تو ہے جس نے تمہارے لیے زمین کی ساری چیزیں پیدا کیں۔ پھر اوپر کی طرف توجہ فرمائی اور سات آسمان استوار کیے اور وہ ہر چیز کا علم رکھنے والا ہے۔

فقضٰھن سبع سمٰوٰت فی یومین واوحٰی فی کل سمآء امرھا وزینا السمآء الدنیا بمصابیح وحفظا ذٰلک تقدیر العزیز العلیمo (۷۶)

ترجمہ: تب اس نے دو دن کے اندر آسمان بنا دیے اور ہر آسمان میں اس کا قانون وحی کر دیا اور آسمانِ دنیا کو ہم نے چراغوں سے آراستہ کیا اور اسے خوب محفوظ کر دیا۔ یہ سب کچھ ایک زبردست علیم ہستی کا منصوبہ ہے۔

قرآن کریم میں سات آسمانوں کی تخلیق کا واضح اور صریح بیان کیا گیا ہے۔ اس کا مطلب یہ ہے کہ زمین سے اوپر فضا کی سات تہیں (LAYERS) ہیں۔ اور ان سات تہوں کو بڑی مہارت اور نفاست کے ساتھ استوار کیا گیا ہے۔ جو اپنے بنانے والے کی کاریگری کا عمدہ ثبوت ہیں۔

فضائے بسیط (خلاء) سے متعلق سائنسی حقائق: سائنسدانوں نے اپنے طور پر معلوم کیا ہے کہ خلائے بسیط کئی تہوں پر مشتمل ہے۔ یہ تہیں ایک دوسرے سے ''دباؤ'' (PRESSURE) اور ''گیسوں کی اقسام'' جیسی طبعی خصوصیات کے لحاظ سے مختلف وجود رکھتی ہیں۔ زمین سے قریب ترتہہ کو کرۂ اول یا ٹروپوسفیر (TROPOSPHERE) کا نام دیا گیا ہے۔ کل فضائی مادے کا 90 فیصد حصہ اسی کرّے میں شامل

ہے۔اس کے اوپر کی تہہ کو کرۂ قائمہ یا سٹریٹوسفیئر (STRATOSPHERE) کہتے ہیں۔اوزونی تہہ (OZONE LAYER) سٹریٹوسفیئر کا حصہ ہے جہاں بالائے بنفشی شعاعوں کا انجذاب عمل میں آتا ہے۔کرۂ قائمہ کے اوپر والی تہہ کو میزوسفیئر (MESOSPHERE) کہتے ہیں۔اس کے اوپر تھرموسفیئر (THERMOSPHERE) یا "حر کرہ" واقع ہے۔اس تہہ کے اندر موجود روانیت یافتہ (IONIZED) گیسوں کو کرۂ روانیہ (IONOSPHERE) کہا جاتا ہے۔زمینی فضا کا کل بیرونی حصہ 480 کلومیٹر سے لے کر 960 کلومیٹر تک ہوتا ہے۔اس حصے کو "فضائے بالا" یا ایکسوسفیئر (EXOSPHERE) کہا جاتا ہے۔اگر ہم ان تہوں کی تعداد کو شمار کریں تو یہ بالکل سات بنتی ہیں جیسا کہ اس آیت میں آیا ہے۔

کرۂ اوّل	TROPOSPHERE	(1)
کرۂ قائمہ	STRATOSPHERE	(2)
کرۂ اوزونیہ	OZONOSPHERE	(3)
کرۂ میزونیہ	MESOSPHERE	(4)
کرۂ حر	THERMOSPHERE	(5)
کرۂ روانیہ	IONOSPHERE	(6)
کرۂ فضائے بالا	EXOSPHERE	(7) (۷۷)

سائنسی تحقیقات کی روشنی میں سات آسمانوں یا خلاء میں موجود سات تہوں کے بارے میں قرآن کریم میں بیان کردہ سبع سمٰوٰت کی واضح حقیقتیں سامنے آنے کے بعد ایک اور معجزانہ حقیقت سامنے آتی ہے وہ یہ ہے کہ خلاء بسیط کی تمام تہیں خالق کائنات نے بے مقصد ہی تخلیق نہیں فرمادیں بلکہ سائنسی تحقیق یہ ثابت کرتی ہے کہ ہر تہہ زمین پر آباد جانداروں کے لیے ایک خاص فریضہ انجام دے رہی ہے، جو اللہ تعالیٰ نے اس کے ذمہ سونپا ہے۔جیسا کہ ارشاد ربانی ہے:

واوحی فی کل سمآء امرھا . (۷۸) ترجمہ: اور ہر آسمان میں اس کا قانون وحی کردیا۔

اللہ تعالیٰ نے واضح طور پر بیان فرمادیا کہ ہر آسمان کو اس کی ڈیوٹی (ذمہ داری) سونپ (وحی کردی) دی گئی ہے اور ان میں سے ہر تہہ کو اپنے فرائض کی ادائیگی کا حکم دے دیا گیا ہے اور یہ تمام تہیں اپنے فرائض کی ادائیگی میں مصروف بہ عمل ہیں۔سائنسی تحقیقات کے مطابق:

- زمین پر پہلی تہہ یعنی کرۂ اوّل (TROPOSPHERE) 13 سے 15 کلومیٹر تک ہوتا ہے۔زمین سے اٹھنے والے آبی بخارات جب اس تک پہنچتے ہیں تو یہ تہہ انہیں گاڑھا کرکے پانی کی شکل دے دیتی ہے اور وہ بارش کی شکل میں زمین پر واپس آجاتے ہیں۔
- اوزون کی تہہ یا اوزونوسفیئر (OZONOSPHERE) 25 کلومیٹر تک بلند ہوتی ہے۔یہ فضا سے آنے والی بالائے بنفشی روشنی کو واپس منعکس کردیتی ہے۔یہ سخت نقصان دہ تابکاری ہوتی ہے۔اوزون کی تہہ اگر اسے واپس خلاء میں نہ پھینک دیتی تو زندہ اجسام کو بہت نقصان پہنچتا۔
- اس سے اوپر کرۂ روانیہ (IONOSPHERE) ہے جو زمین سے چلنے والی ریڈیائی لہروں کو زمین پر واپس منعکس کردیتا ہے۔یہ ایک قسم کے منفعل مواصلاتی سیارے کی طرح کام کرتا ہے اور دور دور کے وائرلیس پیغامات، ریڈیو اور ٹیلی ویژن کی نشریات سننا ہمارے لیے ممکن بنادیتا ہے۔

o کرہ مقناطیسیت وہ تہہ ہوتی ہے جو سورج اور دوسرے ستاروں سے نکل کر آنے والے ریڈیائی ذرات کو زمین پر پہنچنے سے روکتی ہے یعنی یہ انہیں دوبارہ فضا میں پھینک دیتی ہے۔ (۷۹)

قرآن کریم کے اس عظیم معجزہ کے حقائق کو سائنس بیسویں صدی کی ٹیکنالوجی سے سمجھنے کے قابل ہوسکی ہے جبکہ قرآن پاک میں اس معجزہ کو چودہ سوسال قبل منکشف فرمادیا تھا۔

تمام اجرام فلکی اپنے اپنے مداروں میں گھوم رہے ہیں، قرآنی انکشافات اور سائنسی حقائق:

وھو الذی خلق الیل والنھار والشمس والقمر کل فی فلک یسبحونo (۸۰)

ترجمہ: اور وہ اللہ ہی ہے جس نے رات اور دن بنائے اور سورج اور چاند کو پیدا کیا سب ایک ایک فلک میں تیر رہے ہیں۔

والشمس تجری لمستقرلھا ذٰلک تقدیر العزیز العلیمo (۸۱)

ترجمہ: اور سورج، وہ اپنے ٹھکانے کی طرف چلا جا رہا ہے۔ یہ ایک زبردست علیم ہستی کا باندھا ہوا حساب ہے۔

ماہرین علم فلکیات کے جمع کردہ اعداد و شمار کے مطابق سورج 720,000 کلومیٹر کی بے حد تیز رفتار سے ایک انتہائی روشن ستارے ''ویگا'' (VEGA) کی سمت رواں دواں ہے اور اس کی یہ گردش اس کے مخصوص مدار میں ہے جسے ماہرین نے ''سولر اپیکس'' (SOLAR APEX) کا نام دیا ہے۔ اسکا مطلب یہ ہے کہ سورج دن میں اندازاً 17,280,000 کلومیٹر سفر کرتا ہے۔ اس کے ساتھ ساتھ تمام سیارے (PLANTES) اور طفیلی سیارچے (SATELLITES) بھی شمسی نظام تجاذب کے تحت اتنا ہی فاصلہ طے کرتے ہیں۔ علاوہ ازیں تمام ستارے (STARS) بھی اسی طرح ایک طے شدہ نظام کے مطابق محو گردش ہیں۔ چنانچہ پورا دائرۂ کائنات راستوں اور مداروں سے بھرا ہوا ہے۔

کائنات میں کم و بیش 200، ارب کہکشائیں ہیں جن میں سے ہر ایک میں 200 ارب ستارے ہیں۔ ان میں سے بیشتر ستاروں کے اپنے سیارے ہیں اور بہت سے سیاروں کے طفیلی سیارچے ہیں۔ یہ سب اجرام فلکی اپنے اپنے مقررہ مداروں میں گھومتے ہیں اور لاکھوں سال سے انتہائی نظم و ضبط کے ساتھ ایک دوسرے کے ساتھ مل کر گردش کر رہے ہیں۔ ان کے علاوہ بہت سے دمدار ستارے (COMETS) بھی اپنے مقررہ مداروں میں گھوم رہے ہیں۔ کائنات میں یہ مدار صرف انہی اجرام فلکی کے لیے مخصوص نہیں ہیں، کہکشاں بھی نہایت تیز رفتاری سے مقررہ مداروں میں متحرک رہتی ہیں۔ اس نقل و حرکت کے دوران مختلف اجرام فلکی ایک دوسرے کا راستہ نہیں کاٹتے اور نہ ہی ان کے درمیان کوئی تصادم ہوتا ہے۔ زمین بھی اپنے مدار میں محو گردش ہے۔

وتری الجبال تحسبھا جامدۃ وھی تمر مر السحاب صنع اللہ الذی اتقن کل شیءo (۸۲)

ترجمہ: اور تم پہاڑوں کو ٹھہرے ہوئے گمان کرتے ہو حالانکہ وہ بادل کی طرح تیزی سے گزر رہے ہیں۔ یہ اللہ کی صنعت ہے۔ جس نے ہر چیز کو استحکام بخشا ہے۔

پہاڑوں کے بھاگنے کا صاف مطلب یہ ہے کہ زمین بھاگ رہی ہے۔ ورنہ اگر زمین کو ساکن تصور کر لیا جائے تو پھر پہاڑوں کا دوڑنا ایک بے معنی بات ہوگی۔ اس سے ثابت ہوتا ہے کہ ہماری زمین بھی فضائے بسیط میں گردش کر رہی ہے۔ یہی حال دیگر تمام اجرام سماوی کا بھی ہے۔ (۸۳)

قرآن ہمیں بتاتا ہے کہ چاند اور سورج اپنے مرکز کے گرد بھی گھومتے ہیں اور اپنے اپنے مداروں میں بھی تیر رہے ہیں۔ آج جدید سائنس ہمیں بتاتی ہے کہ سورج تقریباً پچیس (۲۵) دن میں اپنے مرکز کے گرد ایک چکر پورا کر لیتا ہے۔ ایڈون ہبل وہ سائنس دان تھا جس نے پہلی بار یہ حقیقت دریافت کی کہ ہماری کائنات مسلسل پھیل رہی ہے۔ (۸۴)

سورۂ الذاریات میں اپنی اس صنائع پر قسم کھا کر فرمایا:

والسمآء ذات الحبکo ترجمہ: قسم ہے متفرق شکلوں والے آسمان کی۔

ارضیاتی نظام میں پہاڑوں کا اہم کردار، قرآنی دلائل اور سائنسی حقائق: ارضیاتی نظام میں پہاڑ اہم کردار ادا کرتے ہیں۔ قرآن کریم میں پہاڑوں کی اس اہم کارکردگی کو اللہ تعالیٰ اس طرح بیان فرماتے ہیں:

وجعلنا فی الارض رواسی ان تمید بھم ۔ (۸۵)

ترجمہ: اور ہم نے زمین میں پہاڑ جمادیے تاکہ وہ انہیں لے کر ڈھلک نہ جائیں۔

والقٰی فی الارض رواسی ان تمید بکمo (۸۶)

ترجمہ: اس نے زمین میں پہاڑ جمادیے تاکہ وہ تمہیں لے کر ڈھلک نہ جائیں۔

پہاڑ سطح زمین پر اہم کردار ادا کرتے ہیں جیسا کہ آیات ربانی سے ظاہر ہے کہ زمین پر پہاڑ اس لیے نصب کیے گئے ہیں کہ زمین میں مضبوطی پیدا ہو، اور زمین جھٹکے لگنے سے محفوظ رہے۔ قرآن مجید میں اس سائنسی انکشاف کو اپنے نزول کے وقت ہی ظاہر کر دیا تھا۔ جبکہ زمین پر پہاڑوں کے اس اہم کردار کو سائنسی علوم جدیدہ اور ماڈرن جیالوجی سسمک ریسرچ سے اب معلوم کیے جا سکے ہیں، جسے **پلیٹوں کا نظریہ** (PLATE TECLONIC THEORY) کہا جاتا ہے۔

یہ جدید علم طبقات الارض کے انکشافات میں سے ہے۔ جن کے مطابق پہاڑ قشر زمین (EARTH'S CRUST) بنانے والی عظیم پلیٹوں کی حرکت اور ان کی ایک دوسرے سے رگڑ اور مسلسل ٹکراؤ کے نتیجے میں تشکیل پاتے ہیں۔ جب دو پلیٹیں آپس میں متصادم ہوتی ہیں تو ان میں جو مضبوط تر ہوتی ہے وہ دوسری کے نیچے گھس جاتی ہے اور اوپر والی خم کھا کر بلندی اختیار کر لیتی ہے، اس طرح پہاڑ وجود میں آجاتا ہے۔ جبکہ نیچے والی تہہ زمین کے نشیب میں زیریں جانب بڑھتی چلی جاتی ہے۔ اس طرح ایک گہرائی عمل میں آنے لگتی ہے۔ اس کا مطلب یہ ہے کہ پہاڑوں کا ایک حصہ نیچے کی جانب بھی ہوتا ہے جو سطح زمین سے نظر آنے والے حصے کے تقریباً مساوی ہوتا ہے۔

بہ الفاظ دیگر پہاڑ سطح زمین کے نیچے اور اوپر سے آگے کی طرف بڑھتے ہوئے قشر ارض کی پلیٹوں کو آپس میں بھینچتی ہیں جس سے زمین کی مضبوطی بڑھتی ہے۔ مختصر طور پر ہم پہاڑوں کو میخوں سے تشبیہ دے سکتے ہیں جو زمین کے مختلف حصوں کو اسی طرح جوڑتے ہیں جیسے میخیں لکڑی کے ٹکڑوں کو آپس میں جوڑتی ہیں۔ (۸۷)

قرآن کریم میں اللہ تعالیٰ نے واضح الفاظ میں پہاڑوں کو میخوں سے تشبیہ دی ہے۔

الم نجعل الارض مھٰداo والجبال اوتاداo (۸۸)

ترجمہ: کیا یہ واقعہ نہیں ہے کہ ہم نے زمین کو فرش بنایا اور پہاڑوں کو میخوں کی طرح گاڑ دیا۔

Geosynclines and Plate Tectonics

The new discoveries in the ocean basins, which have revived recognition of continental drift, have drastically revised our notions of how mountain-building (orogeny) proceeds. As this recognition has occurred, geologists have again become aware that no two geosynclines are really alike and that the "geosynclinal theory" is not the unifying concept it was once thought to be. In its place, new unifying theories of continental and oceanic

evolution have arisen.

This matter will be more thoroughly discussed in Chapter 11, but for the moment it will suffice to say that the earth's crust is chiefly composed of a few large plates, each consisting of continents and/ or ocean basins. The shapes and sizes of these plates continually change as they shift about and collide with and/ or slide by one another. These collisions and side-swipes produce mountain-building.

Very thick accumulations of sediment can occur anywhere there is great subsidence. In some instances, such as where the edge of one plate descends beneath another, mountain-building is a part of the process (Fig. 9.6, 9.8, 9.10, 9.11). In other instances, such as the accumulation of land-derived sediments at the base of a continental slope on the foundering edges of separating continents (Fig. 9.5A) or as clastic wedges of material on the continent derived from rising mountains (Fig. 9.5B), it does not follow except if, at some time in the distant future, for unrelated reasons, the region becomes a plate boundary. Thus, if we restrict the term *geosyncline* to the regions of plate contact where.

THE DEVELOPMENT OF GEOSYNCLINES:

Subsidence and mountain-building occur, whether it be where oceanic and continental plate edges abut or where two continental plate edges abut, the term has some usefulness. But there are many variations in these zones of contact and it is not possible to list a single sedimentation pattern common to all. Three basic types of plate collisions/ sideswipes that produce mountain belts have been recognized. They are occurring today and ancient geosynclines that fit these patterns have been recognized. These types are: **a)** a trench-continent collision, **b)** an island arc-continent collision, and **c)** a continent-continent collision.

TRENCH-CONTINENT COLLISIONS:

When two plates are in contact and the margin of the advancing one is an oceanic trench and the margin of the other, a continent, the results are as indicated in Figure 9.6. In this instance, oceanic crust is being thrust under a continental margin. (Because continental margins form by the rupturing and foundering of an original continent, the continental margin is like that shown in Figure 9.5A.) This process is occurring today where the eastern Pacific is being thrust under western South America, where the western Pacific is being thurst under western South America, where the western Pacific is being thurst under eastern Asia with its island arcs, and where the eastern Mediterranean is being thrust under eastern Europe and Asia Minor (Fig. 9.7). The Cordilleran geosyncline of western North America of the Paleozoic and Mesozoic is but one of many excellent examples in the geologic record. (٨٩)

A
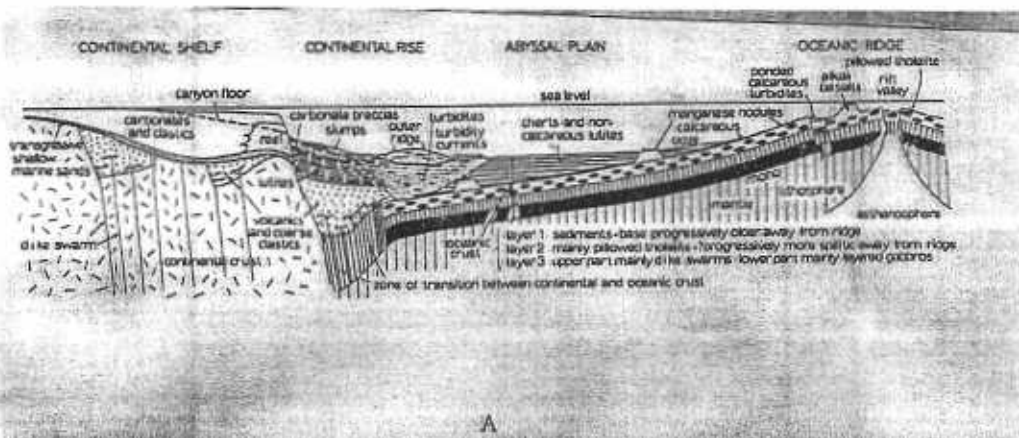
FIGURE 9.5A Thick Sedimentary Accumulation on Foundering Continental Edge. The present western Atlantic Ocean off eastern North America closely resembles this idealized diagram. (From Dewey and Bird, *Journal of Geophysical Research,* vol. 75, no. 14, May 10, 1970. By permission of authors and AGU.)

B
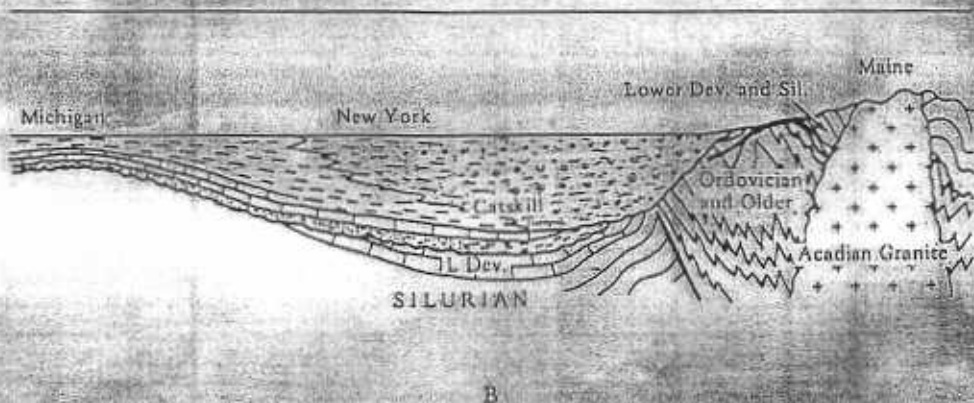
FIGURE 9.5B A Clastic Wedge, a thick accumulation of sediments adjacent to a mountainous region.
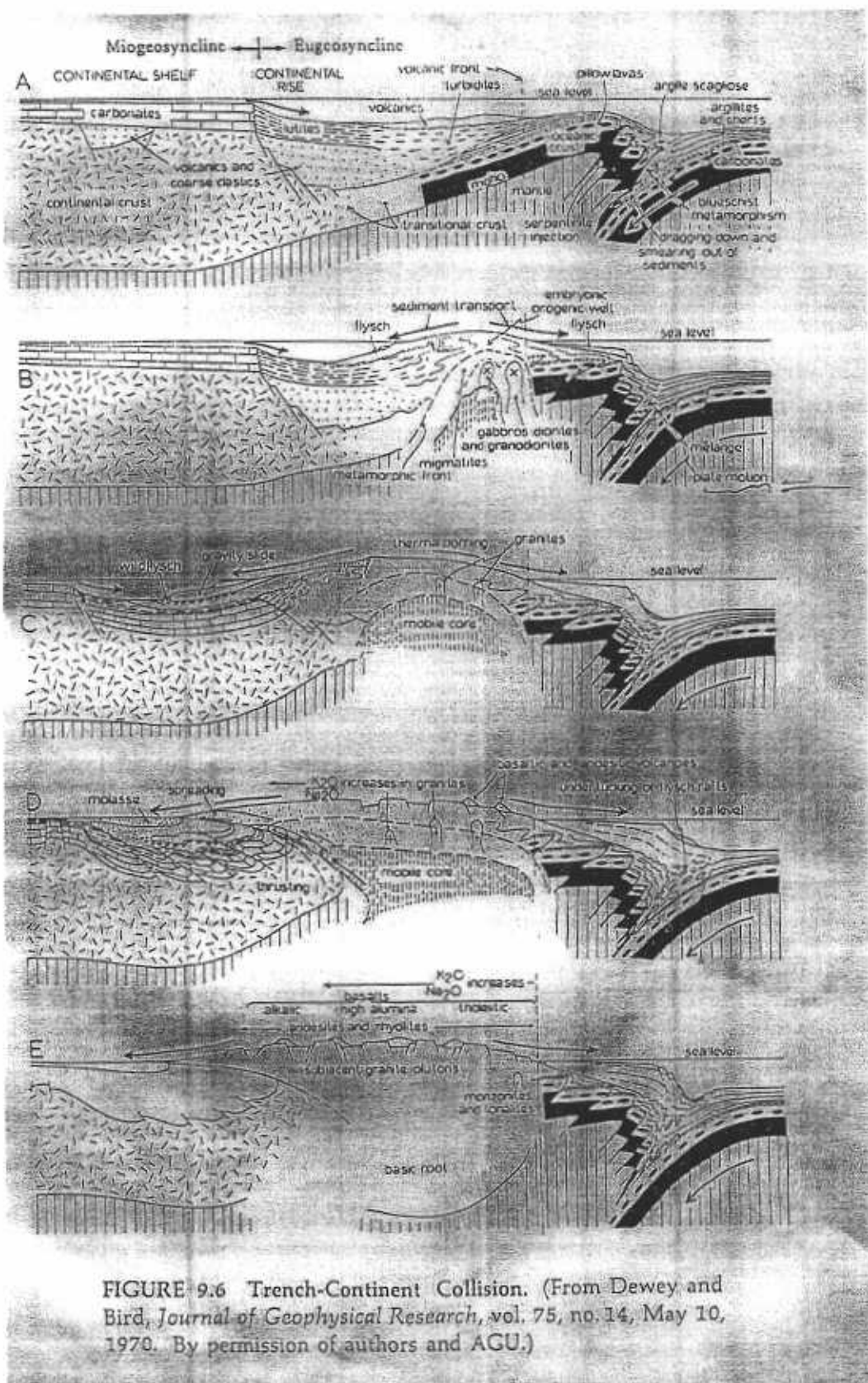
FIGURE 9.6 Trench-Continent Collision. (From Dewey and Bird, *Journal of Geophysical Research*, vol. 75, no. 14, May 10, 1970. By permission of authors and AGU.)

سائنسی لٹریچر میں پہاڑوں کے "کار پیوستگی" کو ہم "توازنیت" (ISOSTASY) کہا جاتا ہے۔ اس لفظ کو ان معنوں میں استعمال کیا جاتا ہے: "قشرارض میں ایسا عام توازن جو سطح زمین کے نیچے چٹانی مادوں کے بہاؤں کو یکساں بنا کر قائم کیا جائے۔" پہاڑوں کے اس اہم کردار کا پتہ ماڈرن جیالوجی اینڈ سسمک ریسرچ کے ذریعے چلایا گیا ہے جسے قرآن مجید نے اللہ تعالیٰ کی حکمتِ تخلیق کے طور پر صدیوں پہلے بے نقاب کر دیا تھا۔ (۹۰)

پہاڑ ایک طرح سے برقی لاٹھی ہیں جو عظیم زلزلوں کو دور رکھتے ہیں۔ پہاڑوں کے بغیر تو لامتناہی حرکت اور زمین کے قالب میں مسلسل بہاؤ ہمیں ایک سیکنڈ کے لیے بھی آرام سے نہ بیٹھنے دیتے، ہمیں ہر وقت نہ رکنے والے زلزلوں کا سامنا کرنا پڑتا۔ یہ آیتِ کریمہ ہمیں چودہ سو سال سے زمین کی اس ساخت کے متعلق بتا رہی ہے اور تخلیق سے متعلق لاتعداد اور لامحدود انتظام کا علم مہیا کر رہی ہے۔ (۹۱)

والی الجبال کیف نسبت○ (۹۲) ترجمہ: اور پہاڑوں کو نہیں دیکھتے کیسے جما دیئے گئے؟

والجبال ارسٰھا○ (۹۳) ترجمہ: اور پہاڑ اس میں کھڑے کر دیئے۔

وتری الجبال تحسبھا جامدۃ وھی تمر مر السحاب ط صنع اللّٰہ الذی اتقن کل شیٔ ط (۹۴)

ترجمہ: اور تو دیکھے گا پہاڑوں کو خیال کرے گا کہ وہ جمے ہوئے ہیں اور وہ چلتے ہوں گے بادل کی چال۔ یہ کام ہے اللہ کا جس نے حکمت سے بنائی ہر چیز۔

پہاڑوں کی نقل وحرکت کے سلسلے میں سائنسی تحقیق:

اس قرآنی آیت میں بتایا گیا ہے کہ پہاڑ جامد اور بے حرکت نہیں ہیں جیسا کہ وہ دکھائی دیتے ہیں بلکہ مسلسل حرکت میں ہیں۔ پہاڑوں کی یہ حرکت زمین کے اس قشر کی حرکت کا نتیجہ ہے جس پر وہ کھڑا ہے۔ یہ قشرارض اس حفاظتی تہہ پر "تیر" رہا ہے جو اس کی بہ نسبت کثیف تر ہے۔ 20 ویں صدی کے اوائل میں ایک جرمن سائنسدان الفریڈ ویگنر (ALFRED WEGENER) نے تاریخ میں پہلی بار انکشاف کیا کہ دنیا کے براعظم جب پہلے بنائے گئے تو ایک دوسرے کے ساتھ جڑے ہوئے تھے لیکن بعد میں مختلف اطراف میں سرکتے سرکتے بالکل ہی جدا ہو گئے۔

ماہرین علم الارض کو اس کی وفات کے پچاس سال بعد 1980 کے عشرے میں اس کی بات کے صحیح ہونے پر یقین آیا۔ ویگنر نے 1915 میں ایک مضمون لکھا جس میں اس نے کہا کہ 50 کروڑ سال پہلے پورا خطۂ زمین ایک عظیم تودے "پنجیا" (PANGAEA) کی صورت میں قطب جنوبی میں موجود تھا اور 18 کروڑ برس پہلے یہ تودا دو حصوں میں تقسیم ہو جانے کے بعد دو مختلف سمتوں میں حرکت کرنے لگا ان میں سے ایک بڑا ٹکڑا گوندوانا (GONDWANA) تھا جس میں افریقہ، آسٹریلیا، اینٹارکٹیکا اور انڈیا شامل تھے۔ دوسرا تودہ لاریشیا (LAURASIA) جو یورپ شمالی امریکہ اور ایشیاء ماسوائے انڈیا پر مشتمل تھا۔ اس علیحدگی کے 15 کروڑ سال بعد گوندوانا اور لاریشیا چھوٹے چھوٹے حصوں میں تقسیم ہو گئے جو "پنجیا" ٹوٹنے کے بعد صفحۂ ہستی پر مسلسل حرکت میں رہے۔ ان کی یہ حرکت متعدد سنٹی میٹر فی سال کی شرح سے تھی۔ اس عمل کے دوران سمندر بھی زمین ہی کی نسبت سے اپنی شکل تبدیل کرتے رہے۔ 20 ویں صدی سے علم الارض پر تحقیق کا جو سلسلہ شروع ہوا اس میں کافی پیشرفت ہو چکی ہے چنانچہ سائنسدانوں نے قشرارض کے بارے میں لکھا کہ:

"قشر (CRUST) اور حفاظتی تہہ (MANTLE) کا بالائی حصہ جن کی موٹائی تقریباً 100 کلومیٹر ہے متعدد قطعوں میں منقسم ہیں جنہیں "پلیٹیں" کہا جاتا ہے۔ ان میں چھ بڑی پلیٹیں ہیں اور باقی چھوٹی چھوٹی ہیں۔ نظریۂ ساختمانی ارضیات (THEORY OF TECTONICS) کے مطابق یہ پلیٹیں زمین کے اندر متحرک رہتی ہیں اور اپنے ساتھ براعظموں اور سمندروں

کے فرشوں کو بھی حرکت دیتی ہیں ......اس براعظمی حرکت کی پیائش کی گئی ہے جو 1.5 سنٹی میٹر سالانہ بنتی ہے۔ان پلیٹوں کی گردشآ ہستہ آہستہ زمین کے جغرافیہ میں تبدیلیاں لا رہی ہے سالہا سال سے جاری اس حرکت کی وجہ سے بحراوقیانوس قدرے وسیع ہو گیا ہے۔"

خدا نے پہاڑوں کی جس "حرکت" کا حوالہ دیا ہے جدید سائنس دانوں نے اس کے لیے" کانٹی نینٹل ڈرفٹ" (CONTINENTAL DRIFT) کی اصطلاح استعمال کی ہے۔جس کے معنی براعظموں کا "بہنا" کے ہیں۔ (۹۵)

CONTINENTAL DRIFT: AN IDEA BEFORE ITS TIME

The idea that continents, particularly South America and Africa, fit together like pieces of a jigsaw puzzle originated with improved world maps. However, little significance was given this idea until 1915, when Alfred Wegener,a German climatologist and geophysicist, published an expanded version of a 1912 lecture in his book *The Origin of Continents and oceans*. In this monograph, Wegener set forth the basic outline of his radical hypothesis of **continental drift**. One of his major tenets suggested that a supercontinent he called **Pangaea** (meaning "all land") once existed (Figure 6.1). He further hypothesized that about 200 million years ago this supercontinent began breaking into smaller continents, which then "drifted" to their present position. Wegener and others who advocated this position collected substantial evidence to support these claims. The fit of South America and Africa, ancient climatic similarities, fossil evidence, and rock structures all seemed to support the idea that these now-separate landmasses were onece joined . (۹۶)
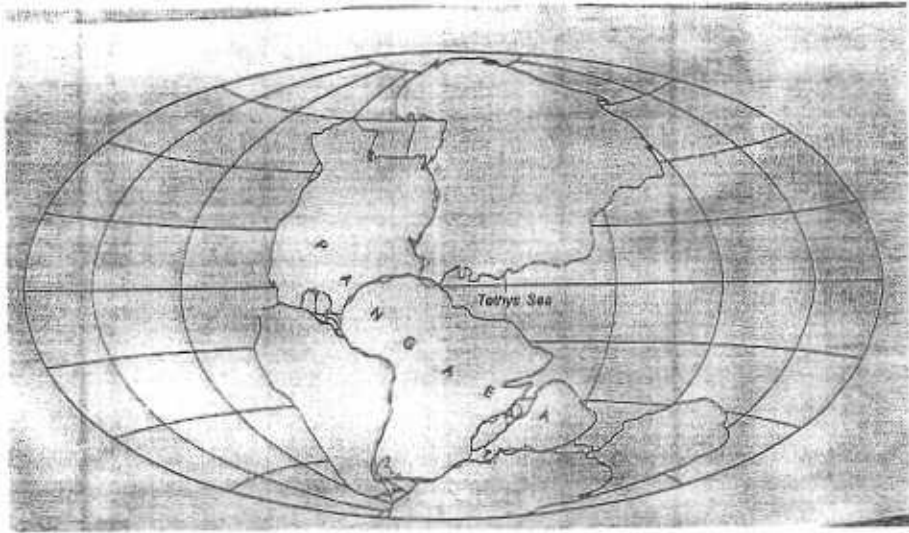
FIGURE 6.1
Reconstruction of Pangaea as it is thought to have appeared 200 million years ago. (After R. S. Dietz and J. C. Holden, *Journal of Geophysical Research* 75: 4943. Copyright by American Geophysical Union)

لوہے کے بارے میں قرآن کا معجزاتی بیان اور سائنسی حقائق:

وانزلنا الحدید فیہ باس شدید و منافع للناس ○ (۹۷)

ترجمہ: اور ہم نے لوہا اتارا جس میں بڑا زور ہے اور لوگوں کے لیے کئی منافع ہیں۔

اس آیت مبارکہ میں لوہے کے لیے واضح الفاظ میں بیان کیا گیا ہے کہ ''لوہا اتارا گیا'' جس میں انسانوں کے لیے بہت سے فائدے ہیں۔ اللہ تعالیٰ کا یہ معجزاتی بیان لوہے کو آسمان سے اتارے جانے پر دلالت کرتا ہے جو ایک اہم سائنسی معجزہ ہے، جس کا انکشاف جدید سائنسی تحقیق نے اس طرح کیا ہے کہ ہماری زمین میں پایا جانے والا لوہا خلاء کے عظیم ستاروں سے آیا ہے۔

کائنات میں پائے جانے والی بھاری دھاتیں بڑے ستاروں کے نیوکلیس (NECLEUS) میں پیدا ہوتی ہیں تاہم ہمارے شمسی نظام کے اندر از خود لوہا پیدا کرنے کے لیے موزوں ڈھانچہ نہیں ہے۔ یہ صرف سورج سے بہت بڑے سائز کے ستاروں سے پیدا ہوسکتا ہے۔ جن میں درجۂ حرارت کروڑوں درجہ سنٹی گریڈ تک پہنچ جاتا ہے۔ جب کسی ستارے میں بننے والے لوہے کی مقدار ایک خاص حد سے متجاوز ہو جائے تو وہ اسے برداشت نہیں کرسکتا اور ایک دھماکے کے ساتھ ''نوا'' (NOVA) یا ''سپرنوا'' (SUPER NOVA) خارج کرتا ہے جو ایک قسم کے شہابیے (METEORITES) ہوتے ہیں۔ ان کی بہت بڑی تعداد خلاء میں پھیل جاتی ہے۔ یہ اس وقت تک حرکت کرتے رہتے ہیں جب تک کسی جرم فلکی (CELESTIAL BODY) کی قوت جاذبہ انہیں اپنی طرف کھینچ نہ لے۔ اس سے پتہ چلتا ہے کہ لوہا زمین پر تشکیل نہیں پاتا بلکہ ستاروں کے پھٹنے کے عمل سے شہابیوں کی صورت میں ''زمین پر اتارا گیا''۔ (۹۸)

پروفیسر آرم اسٹرانگ (PROF. ARMSTRONG) امریکہ میں ناسا (NASA) کے بہت مشہور سائنسدان ہیں ان سے لوہے کے بارے میں سوال کیا گیا کہ اس کی تخلیق کس طرح ہوتی ہے اور اس کے ذرات کس طرح وجود میں آتے ہیں انہوں نے زمین پر پائی جانے والی دھاتوں کے عناصر (ELEMENTS) اور ان کی تخلیق کے بارے میں بیان کرتے ہوئے کہا کہ زمین میں جتنے بھی عناصر پائے جاتے ہیں ہر عنصر کے ایک ایک ذرے کی تخلیق کے لیے اس کی قوت اور کیفیت کے لحاظ سے مختلف معیار کی طاقت (ENERGY) کی ضرورت پڑتی ہے جو اس زمین میں پائی جاتی ہے۔ جس کی مدد سے اس عنصر کا وجود ہوتا ہے۔ البتہ لوہا ایک ایسا عنصر ہے جس کے ایک ذرّے کی تخلیق کے لیے جس قدر طاقت اور قوت کی ضرورت پڑتی ہے وہ قوت (ENERGY) اس روئے زمین پر نہیں پائی جاتی۔ سائنسدانوں نے حال ہی میں اعداد و شمار کے ذریعے اندازہ لگایا ہے کہ لوہے کے ایک ذرے کی تخلیق کے لیے پورے نظام شمسی (ENTIRE SOLAR SYSTEM) سے بھی زیادہ قوت کی ضرورت پڑے گی۔ پورے نظام شمسی کی مجموعی طاقت بھی لوہے کے ایک ذرے کی تخلیق کے لیے ناکافی ہے، اس لیے سائنسدانوں کا خیال ہے کہ لوہا روئے زمین پر بننے والا عنصر ہے ہی نہیں۔ اللہ کی یہ نعمت زمین پر باہر سے وارد ہونے والا عنصر ہے جسے فزکس کی اصطلاح میں Extraterrestial کہا جاتا ہے۔ (۹۹)

لوہے سے متعلق اس سائنسی حقیقت کا فہم و ادراک نزول قرآن کے وقت عقل انسانی کے لیے محال تھا۔ یہ قرآن کا معجزہ ہے اور قرآن کے کلام الٰہی ہونے کا بین ثبوت ہے کہ یہ ساری حقیقت اس وقت ہی آشکارا کردی تھی۔

سورۃ الحدید کا قرآن مجید میں 57واں نمبر ہے۔ عربی میں لفظ "الحدید" کی شماریاتی قیمت (بہ لحاظ قواعد ابجد) بھی 57 ہے۔ اگر صرف "حدید" کے حروف کی قیمت نکالی جائے تو وہ 26 بنتی ہے جبکہ لوہے کا اٹامک نمبر بھی یہی ہے۔ (۱۰۰)

بارش کے برسنے میں ہواؤں کا اہم کردار، قرآنی دلائل اور سائنسی حقیقتیں:

وارسلنا الریح لواقح فانزلنا من السمآء مآء فاسقینکموہ وما انتم لہٗ بخزنین ○ (۱۰۱)

ترجمہ: اور بارآور ہواؤں کو ہم ہی بھیجتے ہیں۔ پھر آسمان سے پانی برساتے ہیں اور اس پانی سے تمہیں سیراب کرتے ہیں۔ اس دولت کے خزانہ دار تم نہیں ہو۔

قرآن کریم کی اس آیت مبارکہ میں بارش کے بننے کے عمل میں ہواؤں کے اہم کردار کی طرف اشارہ کیا گیا ہے۔ گویا بارش کے بادل بننے میں پہلا مرحلہ ہوا ہے جو "بارآوری" کا کردار ادا کرتی ہے۔ جدید سائنسی اور موسمیاتی تحقیق سے پہلے بارش کے سلسلے میں ہواؤں کا کردار اس حد تک سمجھا جاتا تھا کہ ہوائیں بادلوں کو دھکیلتی ہیں لیکن جدید تحقیقات نے ثابت کیا کہ ہوائیں بارش بننے اور برسنے میں اہم کردار ادا کرتی ہیں۔ ہواؤں کا یہ کردار "بارآوری کا عمل" کہلاتا ہے۔ سائنسی تحقیق کی روشنی میں "بارآوری" کا عمل کچھ اس طرح انجام پاتا ہے۔

سمندروں اور دریاؤں کی سطح پر پانی کی جھاگ سازی کے عمل کی وجہ سے بے شمار ہوائی بلبلے بنتے ہیں۔ جونہی یہ بلبلے پھٹتے ہیں ہزاروں چھوٹے چھوٹے ذرات جن کے قطر ایک ملی میٹر کا بمشکل 100 واں حصہ ہوتا ہے، اچھل کر ہوا میں شامل ہو جاتے ہیں۔ یہ ذرات جنہیں "ایروسول" (AEROSOLS) کہا جاتا ہے ہوا میں شامل مٹی سمیت فضا کی بالائی تہوں تک جا پہنچتے ہیں۔ ہوائیں ان ذرات کو مزید اوپر لے جا کر وہاں آبی بخارات میں ملا دیتی ہیں۔ بخارات ان ذرات کو اپنی لپیٹ میں لے کر یخ بستہ کرتے ہیں اور پانی کے چھوٹے چھوٹے قطروں کی شکل دے دیتے ہیں۔ یہ قطرے آپس میں مل کر بادل بنتے ہیں اور پھر بارش بن کر برس جاتے ہیں۔ جیسا کہ ہم نے دیکھا کہ ہوائیں فضا میں تیرنے والے آبی بخارات کو سمندر اور دریاؤں سے آنے والے ذرات سے ملا کر "باراں آور" (FECUNDATE) کر دیتی ہیں جو بالآخر بارش کے حامل بادل بن جاتے ہیں۔ اگر ہواؤں میں یہ خصوصیت نہ ہوتی تو بالائی فضا میں پانی کے ننھے قطرات کبھی نہ بنتے اور بارش کی کبھی نوبت نہ آتی۔ (۱۰۲)

آبی چکر (THE HYDROLOGIC CYCLE): قدیم زمانے میں سائنسدان یہ خیال کرتے تھے کہ ہوائیں اپنی طاقت سے زیر زمین مختلف راستوں اور سوراخوں سے پانی کو سمندر سے خشکی کی طرف دھکیلتی ہیں اور پھر بارشوں اور دریاؤں کے ذریعے یہ پانی واپس سمندروں کی طرف چلتا ہے۔ مگر اب سائنسدان کرہ ارض پر ایک مربوط آبی چکر (HYDROLOGIC CYCLE) کی بات کرتے ہیں جس میں پانی مستقل طور پر کرہ ہوا سے زمینی پودوں، سمندروں اور پھر تازہ پانی کے اجسام کی طرف آتا ہے اور ان سے واپس کرہ ہوا میں جاتا ہے۔ اس آبی چکر کے کئی مراحل ہیں۔ جن میں پانی مختلف حالتوں میں ایک حالت سے دوسرے حالت اور ایک کرے سے دوسرے کرے کی طرف چلتا ہے۔ اسے آبی چکر کے نام سے منسوب کیا جاتا ہے۔

1 - پانی کا سب سے بڑا تبادلہ سمندروں پر براہ راست عملِ تبخیر اور بارش سے ہوتا ہے۔ اول الذکر عمل سے سمندری پانی کی ایک بہت بڑی مقدار آبی بخارات کی شکل اختیار کر کے کرہ ہوا میں چلی جاتی ہے، جہاں عملِ تکثیف سے یہ ریزش کی مختلف شکلوں میں واپس سمندری پانی میں شامل ہو جاتی ہے۔

2 - آبی چکر کا ایک دوسرا حصہ زمین پر موجود نباتات وغیرہ کے ذریعے ہوتا ہے۔ پودے زمین سے پانی کی ایک بہت بڑی مقدار بخارات کی شکل میں فضا میں خارج کرتے رہتے ہیں۔ اس کے علاوہ زمینی سطح بھی بخارات فضا میں بھیجتی رہتی ہے۔ ان کو بالترتیب (TRANSPIRATION) اور (EVAPOTRANSPIRATION) کہتے ہیں۔ اسی طرح سطح زمین پر ہونے والی ریزش (PRECIPITION) سے کافی سارا پانی واپس زمین کی طرف آجاتا ہے۔ اگرچہ یہ مقدار مجموعی آبی چکر میں بہت کم ہے مگر یہ بہت بڑی اہمیت کی حامل ہے۔

3 - زمین کی سطح پر ہونے والی اضافی بارش ندی نالوں اور دریاؤں کے نظام کے تحت سطح پر چلتی ہے اور اسے (RUN OFF) کہتے ہیں۔ اس میں سے کچھ پانی زیر زمین جذب ہو جاتا ہے اور باقی زمین کی سطح پر نکاسی آب کے تحت بالآخر سمندروں سے جا ملتا ہے جبکہ جاذب پانی زیر زمین پانی کے ذخیروں سے جا ملتا ہے۔

4 - یہ آبی چکر سمندروں پر کافی تیز ہوتا ہے۔ سمندر پر پانی کا کوئی مالیکول جو بخارات کی شکل میں فضا میں چلا گیا تھا، چند روز کے بعد بارش کی شکل میں واپس سمندری پانی کا حصہ بن سکتا ہے جبکہ زمین پر یہ عمل قدرے سست اور پیچیدہ ہوتا ہے، کیونکہ اگر وہ جذب ہو کر زمین کے اندر چلا جائے تو وہاں دنوں، مہینوں، بلکہ بعض اوقات سالوں پڑا رہتا ہے۔ اور اگر وہ ٹھوس شکل اختیار کر کے برف بن جائے تو یہ عمل مزید سست ہو جاتا ہے۔

5 - <u>عمل تبخیر (EVAPORATION)</u> : سردیوں میں اکثر جھیلوں، ندیوں، دریاؤں اور دوسرے آبی اجسام سے دھندلی سی ہوائی لہریں اوپر کو اٹھتی نظر آتی ہیں۔ یہ بھی عمل تبخیر کی ایک صورت ہے۔ یہ ہمیں اس لیے نظر آتی ہے کہ ملحقہ علاقے پانی کی نسبت قدرے سرد ہوتے ہیں، لیکن بہت سے حالتوں میں تبخیر کا یہ عمل ہم نہیں دیکھ سکتے حالانکہ یہ اس سے کہیں تیز اور زیادہ مقدار میں انجام پا رہا ہوتا ہے۔

6 - <u>عمل تکثیف اور بادل (CONDENSATION & CLOUDS)</u> : بادل کرہ ہوا کا ایک اہم حصہ ہیں جو فضا میں پانی کے معلق قطروں یا برف کے ذرات پر مشتمل ہوتے ہیں، جن کا قطر 20 سے 50 مائیکرون (MICRONS) تک ہوتا ہے۔ (یہ پیائش 0.0008 انچ سے 0.0024 انچ یا 0.02 ملی میٹر سے 0.06 ملی میٹر کے برابر بنتی ہے) اس سے پتہ چلتا ہے کہ بادل لاتعداد چھوٹے چھوٹے پانی اور برف کے ذرات کا مجموعہ ہوتے ہیں۔ ان ذرات میں سے ہر ذرہ کسی نہ کسی ٹھوس مرکز مثلاً: خاکی ذرات وغیرہ کے گرد بخارات کے جمنے سے بنتا ہے، جن کا قطر عموماً 0.1 سے 1.0 مائیکرون تک ہوتا ہے۔ لہٰذا ہم کہہ سکتے ہیں کہ:

"Clouds are visible masses of suspended, minute (very small) water droplets or ice crystals." (۱۰۳)

EARTH AS A SYSTEM:

THE HYDROLOGIC CYCLE

External Processes

Hydrologic Cycle

The water found in the each of the reservoirs depicted in Figure 4.1 does not remain in these places indefinitely. Water can readily change how one state of matter (solid, liquid, or gas) to another at the tempratures and pressures occurring at the Earth's surface. Therefore, water is constantly moving among the oceans, the atmosphere, the solid earth, and the biosphere. This unending circulation of earth's water supply is called the **hydrologic cycle.** The cycle shows us many critical interrelationship among different parts of the Earth system.

The hydrologic cycle is a gigantic worldwide system powered by energy from the Sun in which the atmosphere provides the vital link between the oceans and continents (Figure 4.2). Water evaporates into the atmosphere from the ocean and to a much lesser extent from the continents. Winds transport this moistureladen air, often great distances, until conditions cause the moisture to condense into clouds, and precipitation to fall. The precipitation that falls into the ocean has completed its cycle and is ready to being another. The water that falls on the continents, however, must make its way back to the ocean.

What happens to precipitation once it has fallen on land? A portion of the water soaks into the

ground (called infiltration), slowly moving downward, then laterally, finally seeping into lakes, streams, or directly into the ocean. When the rate of rainfall exceeds Earth's ability to absorb it, the surplud water flows over the surface into lakes and streams, a process called **runoff**. Much of the water that infiltrates or runs off eventually returns to the atmosphere because of evaporation from the soil, lakes and streams. Also, some of the water that infiltrates the ground surface is absorbed by plants, which then release it into the atmosphere. This process is called **transpiration**. Each year a field of crops may transpire the equivalent of a water layer 60 centimeters (2 feet) deep over the entire field. The same area of trees may pump twice this amount into the atmosphere.

When precipitation falls in very cold areas at the high elevations or hiigh latitudes the water may not immediately soak in, run off, or evaporate. Instead, it may become part of a snowfield or a glacier. In this way, glaciers store large quantities of water on land. If present-day glaciers were to melt and release all their water, sea level would rise by several dozen meters. This would submenge many heavily populated coastal areas. Over the past 2 million years, huge ice sheets have formed and melted on several occasions, each time changing the balance of the hydrologic cycle.

Figure 4.2 also shows Earth's overall *water balance,* or the volume of water that passes through each part of the cycle annually. The amunt of water vapor in the arir at any one time is just a tiny fraction of Earth's total water supply. But the *absolute* quantities that are cycled through the atmosphere over a 1-year period are immense some 380,000 cubic kilometers enough to cover Earth's entire surface to a depth of about 1 meter (39 inches). Estimates show that over North America almost six times more water is carried by moving currents of air than is transported by all the continent's rivers,

It is important to know that the hydrologic cycle is *balanced.* Because the total amount of water vapor in the atmosphere remains about the same, the average annual precipitation over Earth must be equal to the quantity of water evaporated, However, for all of the cotinents taken together, precipitation exceeds evaporation. Conversely, over the oceans,evaporation exceeds precipitation. Because the level of the world ocean is not dropping, the system must be in balance. In Figure 4.2, the 36,000 cubic kilometers of water that annually runs off from the land to the ocean causes enormous erosion.In fact, this immense volume of moving water is the *single most important agent sculpturing Earth's land surface.*

To summarize, the hydrologic cycle is the continuous movement of water from the oceans to the atmosphere, from the atmosphere to the land, and from the land back to the sea. The land-back-to-the-sea step is the primary action that wears down earth's land surface. (۱۰۳)
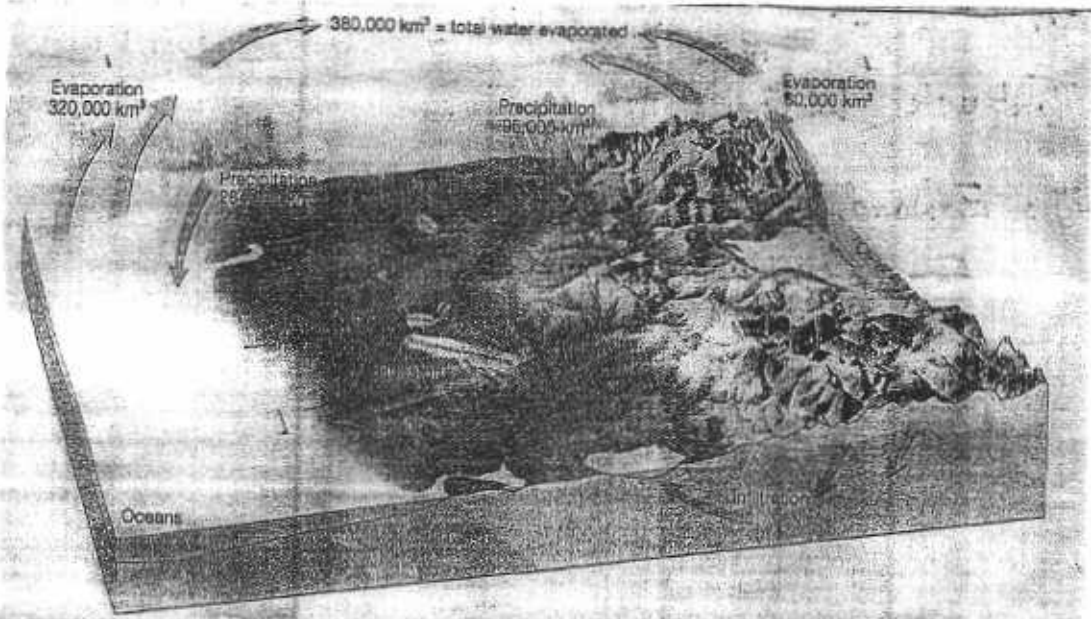
Figure 4.2 Earth's water balance. About 320,000 cubic kilometers of water are evaporated each year from the oceans, while evaporation from the land (including lakes and streams) contributes 60,000 cubic kilometers of water. Of this total of 380,000 cubic kilometers of water, about 284,000 cubic kilometers fall back to the ocean, and the remaining 96,000 cubic kilometers fall on Earth's land surface. Since 60,000 cubic kilometers of water evaporate from the land, 36,000 cubic kilometers of water remain to erode the land during the journey back to the oceans.

والذی نزل من السمآء مآء بقدر فانشرنا به بلدة میتا کذالک تخرجون٥ (١٠٥)

ترجمہ: وہی ہے جس نے آسمان سے ایک خاص مقدار میں پانی اتارا ہے اور اس کے ذریعے سے مردہ زمین کو جلا اٹھایا۔ اسی طرح ایک روز تم زمین سے برآمد کیے جاؤ گے۔

قرآن کریم میں اس حقیقت کو بھی واضح کر دیا کہ بارش ایک خاص مقدار میں برسائی جاتی ہے۔

سائنسی تحقیق: ناپی ہوئی مقدار میں بارش برسنا جدید تحقیق سے بھی دریافت کر لیا گیا ہے۔ اندازہ لگایا گیا ہے کہ زمین سے ایک سیکنڈ میں تقریباً ایک کروڑ 60 لاکھ ٹن پانی بخارات بن کر اوپر چلا جاتا ہے۔ اس سے ایک سال میں دنیا بھر سے 513 ٹریلین ٹن پانی بخارات بن کر اڑتا ہے (ٹریلین، دس کھرب کے برابر ہوتا ہے) اور یہی مقدار بصورت بارش سال میں زمین پر واپس آ جاتی ہے۔ اس کا مطلب یہ ہوا کہ پانی ایک خاص مقدار میں متواتر گردش کرتا رہتا ہے۔ زمین پر زندگی کا انحصار پانی کی اسی گردش پر ہوتا ہے اگر اہل دنیا اپنی تمام دستیاب ٹیکنالوجی استعمال کر لیں تب بھی وہ مصنوعی طور پر اس گردش کو روبہ عمل نہیں لا سکیں گے۔ (١٠٦)

RUNNING WATER

EXTERNAL PROCESS

RUNNING WATER

Running water is of great importence to people. We depend on rivers for energy transporation, and irrigation. Their fertile floodplains have been favoured sites for agriculture and industry since the dawn of civilization. As the dominant agent of erosion, running water has shaped much of our physical environment.

Although we have always depended on running water, its source eluded us for centuries. Not until the 1500s did we realize that streams were supplied by surface runoff and underground

water, which ultimately had their sources as rain and snow. (۱۰۷)

سمندروں کے پانی کے درمیان حدِ فاصل کا قائم رہنا، آپس میں خلط ملط نہ ہونا، قرآنی دلائل اور سائنسی حقائق:

مرج البحرین یلتقیٰنo بینھما برزخ لا یبغیٰنo (۱۰۸)

ترجمہ: دو سمندروں کو اس نے چھوڑ دیا کہ باہم مل جائیں، پھر بھی ان کے درمیان پردہ حائل ہے جس سے وہ تجاوز نہیں کرتے۔

نزول قرآن کے چودہ سو سال بعد علم طبیعات اور علم بحری جغرافیہ کے ماہرین اپنی سائنسی تحقیقات سے یہ معلوم کرنے کے قابل ہوئے کہ سمندروں کے پانی کا آپس میں خلط ملط نہ ہونا ''سطحی تناؤ'' کے سبب ہے۔ جبکہ سمندری پانیوں کی اس خصوصیت سے قرآن نے اپنے نزول کے وقت ہی آگاہ کر دیا تھا۔

سائنسی حقائق: سمندروں کی اس خصوصیت کو کہ وہ ایک دوسرے سے آملنے کے باوجود آپس میں گڈمڈ نہیں ہوتے، ماہرین بحری جغرافیہ (OCEAONGRAPHERS) نے حال ہی میں دریافت کیا ہے۔ یہ ایک طبعی قوت ''سطحی تناؤ'' (SURFACE TENSION) کا نتیجہ ہے کہ ہمسایہ سمندروں کے پانی آپس میں گڈمڈ نہیں ہوتے۔ ان پانیوں کی کثافتوں (DENSITY) کے مختلف ہونے کی بنا پر سطحی تناؤ انہیں آپس میں خلط ملط ہونے سے باز رکھتا ہے جیسے ان کے مابین ایک پتلی دیوار حائل ہو گئی ہو۔ (۱۰۹)

فرانسیسی سائنسدان جیک دی کوسٹو COUSTEAU نے، جو سمندر کے اندر پانی میں تحقیقات کے لیے مشہور ہے۔ یہ دریافت کیا کہ بحرہ روم MEDITERRANEAN اور بحر اوقیانوس ATLANTIC کیمیاوی اور حیاتیاتی لحاظ سے ایک دوسرے سے مختلف ہیں۔ موصوف نے اس حقیقت کو بیان کرنے کے لیے آبنائے جبرالٹر کے نزدیک زیر سمندر تحقیقات کر کے یہ بتایا کہ جبرالٹر کے جنوبی ساحلوں (مراکش) اور شمالی ساحلوں (اسپین) سے بالکل غیر متوقع طور پر میٹھے پانی کے چشمے ابلتے ہیں۔ یہ سمندری پانیوں میں ہوتے ہیں۔ یہ بہت بڑے چشمے ایک دوسرے کی طرف ۴۵ ڈگری کے زاویہ پر تیزی سے بڑھتے ہوئے ایک ڈیم کی طرح کنگھی کے دندوں کی شکل اختیار کر لیتے ہیں۔ اس عمل کی وجہ سے، بحر روم اور بحر اوقیانوس اندر سے ایک دوسرے میں خلط ملط نہیں ہوتے۔ (۱۱۰)

اس سلسلے میں ماہرین طبعی جغرافیہ دو اہم وجوہات بیان کرتے ہیں:

(۱) سمندری شوریت میں فرق (DIFFERENCE IN OCEANIC SALINITY)۔

(۲) درجہ حرارت میں فرق (DIFFERENCE IN TEMPRATURE)۔

1. سمندری شوریت میں فرق (DIFFERENCE IN OCEANIC SALINITY):

پانی جتنا نمکین ہوگا اتنا ہی بھاری اور گاڑھا ہوگا۔ تازہ پانی کی کثافت کم ہوتی ہے اور وہ سطح پر ہی تیرتا رہتا ہے جبکہ نمکین پانی کی کثافت زیادہ ہوتی ہے، اس لیے وہ نیچے بیٹھتا ہے۔ لہٰذا جہاں مختلف شوریت والے سمندر ملتے ہیں، وہاں پانی کی رو کم شوریت والے سمندر سے زیادہ شوریت والے سمندر کی طرف بہنا شروع کر دیتی ہے۔ اس کی وضاحت درج ذیل مثالوں سے ممکن ہے:

(i) بحیرہ روم (MEDITERRANEAN SEA) میں عمل تبخیر زیادہ ہونے کی وجہ سے شوریت کی مقدار زیادہ ہے اور اس کا پانی، بحر اوقیانوس (ATLANTIC OCEAN) سے بھاری ہے، اس لیے بحر اوقیانوس سے ایک سطحی بحری رو براستہ آبنائے جبل الطارق (GIBRALTAR STRAIT) بحیرہ روم کی طرف چلتی ہے اور بحیرہ روم سے سمندری سطح کے نیچے ایک رو بحیرہ اوقیانوس کی طرف چلتی ہے۔

(ii) بحیرہ اسود (BLACK SEA) سے ایک رو بحیرہ روم کی طرف چلتی ہے، بحیرہ اسود میں چونکہ بہت سے دریا گرتے ہیں اس لیے اس کی سطح بحیرہ روم سے تقریباً 2 فٹ بلند ہو جاتی ہے، جس سے پانی بحیرہ روم کی طرف چلنا شروع کر دیتا ہے۔

(iii) ایسی ہی ایک رو بحیرہ ہند سے بحیرہ قلزم (بحیرہ احمر) کی طرف چلتی ہے۔

(iv) ایک رو بحیرہ بالٹک سے بحیرہ شمالی کی طرف چلتی ہے۔

2۔ درجہ حرارت میں فرق (DIFFERENCE IN TEMPERATURE):

دنیا کے مختلف سمندروں کے درجہ حرارت میں تفاوت (فرق) پایا جاتا ہے۔ گرم اور ہلکا پانی پھیلتا ہے اور نیچے سے اوپر کو چلتا ہے، اس کے برعکس سرد پانی بھاری ہوتا ہے اور اوپر سے نیچے کو چلتا ہے۔ خط استوا اور اس کے قریبی علاقوں میں سمندروں کا درجہ حرارت قطبی اور زیادہ عرض بلد کے سمندروں سے زیادہ ہے، اس لیے استوائی علاقوں کے سمندروں کے پانی کو اپنی سطح کے بلند ہونے سے قطبی علاقوں کی طرف پھیلنے میں مدد ملتی ہے۔ شمالی و جنوبی استوائی روئیں جب مڑ کر شمال اور جنوب کا رخ کرتی ہیں تو درجہ حرارت کا یہ فرق ان کی معاونت کرتا ہے۔ (III)

The Atlantic, bounded by almost parallel continental margins, is a relatively narrow ocean when compared to the Pacific. When the Arctic Ocean is included, the Atlantic has the greatest north-south extent and connects the two polar regions. Because the Atlantic has many shallow adjacent seas, including the Caribbean, Gulf of Mexico, Baltic, and Mediternane as well as wide continental shelves along its borders, is the shallowest of the three oceans, with an average depth of 3310 meters (10,860 feet).

SALINITY AND ITS VARIATIONS:

Salinity is the proportion of dissolved salts to pure water. In many then we express proportion in partsper-hundred, or percent, % But because the proportion of salts in seawater is a small number, scientists express salinity in parts-perthousand, noted %o. Thus, the average salinity of the ocean is about 35%o.

The principle elements that contribute to the ocean's salinity are shown in Figure 12.3. If we made our own seawater, we could come reasonbly close by following the recipe shown in Table 12.1. From this table it is evident that most of the salt is sodium chloride (common table salt). Sodium chloride together with the next four most abundant salts comprise 99 percent of the salt in the sea. Although only eight elements make up these five most abundant salts, seawater contains more then 70 of Earth's other naturally occurring elements their presence in minute quantities, many of these elements are very important in maintaining the necessary chemical environment for life in the sea.

The relative abundances of the major components in sea salt are essentially constant, no matter where tha ocean is sampled. Variations in salinity, therefore, are primarily a consequence of changes in the water content of the solution. As a result, high salinities are found where evaporation is high, as is the case in the dry subtropics. Conversely, where heavy precipitation dilutes ocean waters, as in the add-latitudes and near the equator, lower salinities presents (Figure 12.4). (IIr)

gure 12.3 Relative proportions of [illegible] and dissolved salts in seawater [illegible] shown by chemical symbol are chlorine (Cl), sodi[illegible] (Na), sulfate (SO_4), magn[illegible] (Mg), [illegible] (Ca), potassium (K), strontium [illegible], bromine (Br), and carbon (C).
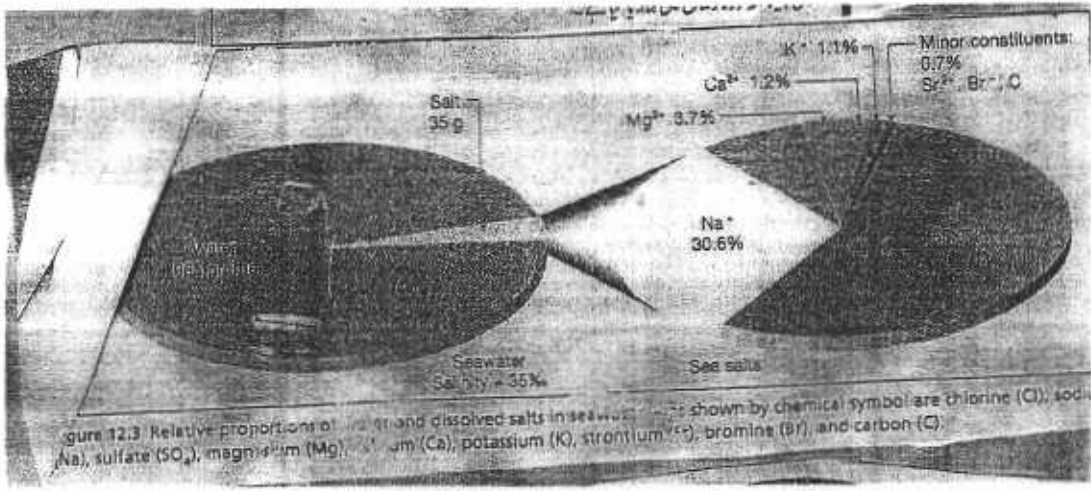
Table 12.1 Recipe for ar[illegible] [illegible]eawater.

MIX:	
Sodium chloride ([illegible]Cl)	23.48 grams
Magnesium chlorid[illegible] ($MgCl_2$)	4.98
Sodium sulfate (N[illegible])	3.92
Calcium chlorid[illegible] ($CaCl_2$)	1.10
Potassium chlo[illegible]Cl)	0.66
Sodium bicarbona[illegible] ([illegible]HCO_3)	0.192
Potassium bromide (KBr)	0.096
Hydrogen borate (H_3BO_3)	0.026
Strontium chloride ($SrCl_2$)	0.024
Sodium fluoride (NaF)	0.003
ADD:	
Water (H_2O) to form 1000 grams of solution.	
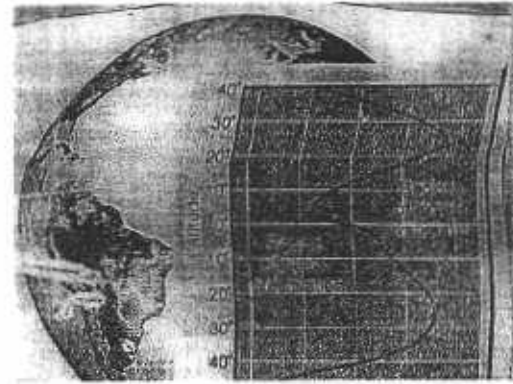
اس حیران کن آیت کریمہ میں جبل الطارق (جبرالٹر) کی باڑ کو بالکل صحیح طور پر بیان کیا گیا ہے اس آبنائے میں دوسمندروں کی رکاوٹ کے اندرونی معنی بھی ہیں وہ کیا ہیں؟ سمندر میں زندہ مخلوق کی تعداد زمین کی نسبت زیادہ ہے اس میں لامحدود جسمیہ ORGANISM ہیں۔اس میں بے تحاشا اقسام کے پودے اور جھاڑیاں ہیں۔ الغرض اللہ کی قدرت کے عظیم شاہکار اس میں موجود ہیں۔ یہ ظاہر ہے کہ مختلف قسم کے جیسے (جانداراشیاء) مختلف ماحول میں پائے جاتے ہیں۔ یہ بھی ایک وجہ ہے اللہ کی قدرت سمندروں کو گڈمڈ نہیں ہونے دیتی۔ (۱۱۳)

تخلیق انسانی کے مختلف مراحل کے معجزانہ قرآنی دلائل اور سائنسی حقائق:

اقرأ باسم ربک الذی خلق ٥ خلق الانسان من علق٥ اقرأ وربک الاکرم٥ (۱۱۴)

ترجمہ: ''پڑھو (اے نبی) اپنے رب کے نام کے ساتھ جس نے پیدا کیا۔ جمے ہوئے خون کے ایک لوتھڑے سے انسان کی تخلیق کی۔ پڑھو، اور تمہارا رب بڑا کریم ہے۔''

انسان کی پیدائش اور رحم مادر میں ابتدائی تخلیقی مراحل کا بیان، قرآن پاک میں اللہ تعالیٰ نے جس طرح کھول کھول کر واضح کیا ہے وہ قرآن پاک کا کلام الٰہی ہونے کا منہ بولتا ثبوت ہے۔ فرمان ربّانی ہے کہ انسان کو ہم نے جمے ہوئے خون کے لوتھڑے سے پیدا کیا۔ نشونما پانے کے لیے یہ گوشت کا لوتھڑا جس سے انسان کی تخلیق شروع ہوتی ہے رحم مادر کے ساتھ چمٹ جاتا ہے اور اپنی نشونما کے لیے ضروری مادے حاصل کرتا اور تکمیل کے مراحل طے کرتا ہے، قرآن پاک نے اس سائنسی حقیقت کو اس وقت بیان کیا جبکہ ابھی نہ انسانی ذہن نے اپنے ارتقائی منازل طے کیے تھے اور نہ ہی سائنسی علوم ان حقیقتوں کو جاننے کے قابل تھے۔ سائنسی ترقی کے اس دور میں جب انسان کی پیدائش اور اس سلسلے میں

گذرنے والے مراحل کی ریسرچ کی گئی تو قرآن میں بیان کردہ حقیقتیں کھل کر سامنے آ گئیں۔

جب مرد کا مادہ منویہ عورت کے بیضے سے ملاپ کرتا ہے تو آئندہ تشکیل پانے والے بچے کا جوہر (ESSENCE) وجود میں آ جاتا ہے۔ یعنی دونوں کے ملنے سے جو خلیہ بنتا ہے اسے علم احیات کی اصطلاح میں زائیگوٹ (ZYGOTE) کہا جاتا ہے۔ پھر زائیگوٹ فوراً تقسیم در تقسیم کے عمل سے گزرنے لگتا ہے جو بالآخر ''گوشت کا ایک ٹکڑا'' بن جاتا ہے۔ جسے مضغہ یا ''کچا بچہ'' (EMBRYO) کہا جاتا ہے۔ گوشت کا یہ ٹکڑا یا کچا بچہ اپنے نشوونما کا زمانہ کسی خلا میں نہیں گذارتا بلکہ رحم کے ساتھ اسی طرح چمٹ جاتا ہے جیسے کسی بیل کی جڑیں زمین میں دھنس جاتی ہیں۔ اس طرح یہ مضغہ یا ''کچا بچہ'' اسی بندھن کے ذریعے ماں کے جسم سے اپنی نشوونما کے لیے ضروری مادے حاصل کرتا رہتا ہے۔ (۱۱۵)

عربی زبان میں "علق" سے مراد ایسی چیز جو کسی جگہ پر چمٹ جاتی ہے۔ لغوی طور پر "علق" کا لفظ ''جونک'' کے لیے استعمال ہوتا ہے جو کسی جسم کے ساتھ چمٹ جاتی ہے اور اس کا خون چوس چوس کر موٹی ہوتی رہتی ہے۔ رحم مادر میں گوشت کے اس لوتھڑے کی جو پوزیشن (حالت) ہوتی ہے اس کے لیے "عـلـق" کا لفظ اس معجزہ کی طرف اشارہ ہے جو اس خالق کی نشاندہی کرتا ہے جو اس تخلیق کا بھی خالق ہے اور اس کلام کا بھی۔

انسانی تخلیق کے دوسرے مرحلے میں رحمِ مادر میں تشکیل پانے والے اس بچے کے بارے میں کلام الٰہی اس بات کو بھی واضح کرتا ہے کہ انسان کی ہڈیاں پہلے تشکیل پاتی ہیں اور ان پر گوشت بعد میں چڑھایا جاتا ہے۔

ثـم خلقنا النطفة علقة فخلقنا العلقة مضغة فخلقنا المضغة عظما فكسونا العظم لحما ثم انشأنٰه خلقا اخر فتبارک اللّٰہ احسن الخالقین○ (۱۱۶)

ترجمہ: پھر اس بوند کو لوتھڑے کی شکل دی، پھر لوتھڑے کو بوٹی بنا دیا۔ پھر بوٹی کی ہڈیاں بنائیں۔ پھر ہڈیوں پر گوشت چڑھایا۔ پھر اسے ایک دوسری ہی مخلوق بنا کر کھڑا کیا۔ پس بڑا ہی بابرکت ہے اللہ سب کاریگروں سے اچھا کاریگر۔

علم الجنین، علم کی وہ شاخ ہے جس میں رحم مادر کے اندر جنین کے نشوونما پانے کی منزلوں کا مطالعہ کیا جاتا ہے۔ اس علم کے ماہرین دورِ حاضر تک یہ سمجھتے رہے کہ ''کچے بچے'' کی ہڈیاں اور عضلات ایک ہی ساتھ نشوونما پاتے رہتے ہیں۔ اسی وجہ سے بعض لوگ طویل عرصے تک یہ دعویٰ کرتے رہے کہ یہ آیاتِ قرآنی، سائنس کے ساتھ متصادم ہیں۔ تاہم تکنیکی علوم کی ترقی کے ساتھ ساتھ جب انسان نے خردبین بھی بنائی اور اس کے ذریعہ مشاہدات کا سلسلہ شروع کیا تو اس پر کئی راز کھلے۔ اعلیٰ درجے کی خوردبین سے رحم مادر کا مشاہدہ کرنے سے سائنسدانوں پر یہ بات واضح ہو گئی کہ اس معاملے میں قرآن نے جو کچھ کہا تھا وہ حرف بہ حرف درست ہے۔ یعنی پہلے جنین کی کری ہڈی (CARTILAGE TISSUE)، ہڈی کی شکل اختیار کرتی ہے پھر ہڈیوں پر چڑھانے کے لیے ان میں سے عضلاتی خلیوں کا انتخاب کیا جاتا ہے، اس طرح ہڈیوں پر عضلات کی تہیں چڑھتی چلی جاتی ہیں، ساتویں ہفتے کے دوران ڈھانچہ سارے جسم کے اندر پھیل جاتا ہے اور ہڈیاں اپنی معروف ہیئت اختیار کر لیتی ہیں۔ ساتویں ہفتے کے اختتام اور آٹھویں ہفتے کے دوران عضلات ہڈیوں کے گرد اپنی پوزیشن لے لیتے ہیں۔ (۱۱۷)

ABNORMAL GAMETES:

In the human as well as in most mammals, one ovarian follicle occasionally contains two or three clearly distinguishable primary oocytes (Fig. 1.16**A**). Although these oocytes may give rise to twins or triplets, they usually degenerate before reaching maturity. In rare cases, one primary oocyte contains two or even three nuclei (Fig. 1.16**B**). Such bi- or tri-nuleated oocytes, however, die before reaching maturity.

Contrary to atypical oocytes, abnormal spermatozoa are seen frequently. The head as well as the tail may be abnormal; they may be giants or dwarfs; sometimes they are joined (Fig.1.16**C**). There is evidence suggesting that 10% of the spermatozoa may be abnormal without any loss of fertility. When, however, a quarter or more of them are abnormal, fertility is usually impaired.

In preparation for fertilization both male and female germ cells undergo a number of chromosomal and morphological changes, a process known as **gametogenesis**.The chromosomal changes occur during the **meiotic divisions**. During the first meiotic division the **homologous chromosomes pair** and **exchange genetic material**; during the second meiotic division the cells fail to replicate DNA, and each cell is thus provided with a **haploid** number of chromosomes and half the amount of DNA of a normal somatic cell.Hence, mature male and female gametes habe 22 + X or 22 + Y chromosomes.

The first humen germ cells, known as the primordial germ cells, appear in the wall of the yolk sac at the end of the 3rd week and migrate to the indifferent gonad, where they arrive in the 5th week. In the male the maturation process from primitive grem cell to mature gamet is known as **spermatogenesis**, in the female is **oogenesis**. in the female the primordial germ cells differentiate into **oogonia**. After repeated divisions some of these differentiate into **primary oocytes**, which immediately after their formation enter the first meiotic division. By the 7th month all primary oocytes have entered the first meiotic division and most of them are individually surrounded by a layer of flat follicular cells. Together they form the **primordial follicle. The primary oocytes do not finish their first meiotic division but remain in the diplotene stage until puberty**. At birth their total number varies from 700,000 to 2,000,000.

With the onset of puberty a number of primordial follicles being to mature with each ovarian cycle, but only one reaches full maturity. During this maturation process, one primary oocyte gives rise to one **secondary oocyte** plus one **polar body**. The secondary oocyte in turn gives rise to the mature oocyte plus another polar body. Hence, a primary oocyte develops into one mature oocyte and three polar bodies.

In the male, the primordial cells remain dormant until puberty and only then do they differentiate into spermatogonia. These stem cells give rise to primary spermatocytes, which, through two successive meiotic divisions, produce four **spermatids**. The spermatids subsequently go through a series of changes (**spermiogenesis**): (a) formation of the acrosome; (b) condensation of the nucleus; (c) formation neck, middle piece, and tail; and (d) shedding of most cytoplasm. The time required for a spermatogonium to become a mature spermatozoon is approximately 64 days. **(١١٨)**
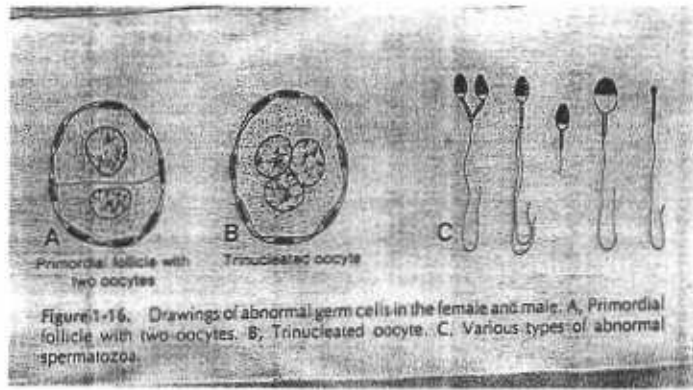
Figure 1-16. Drawings of abnormal germ cells in the female and male. A, Primordial follicle with two oocytes. B, Trinucleated oocyte. C, Various types of abnormal spermatozoa.

رحم میں بچے کے تین مراحل:

یخلقکم فی بطون امھٰتکم خلقاً من بعد خلق فی ظلمٰت ثلٰث ذالکم اللہ ربکم لہ الملک لآ الٰہ الا ھو فانّٰی تصرفون ○ (۱۱۹)

ترجمہ: تین تین تاریک پردوں کے اندر تمہیں ایک کے بعد ایک شکل دیتا چلا جاتا ہے یہی اللہ (جس کے یہ کام ہیں) تمہارا رب ہے۔ بادشاہی اسی کی ہے۔ کوئی معبود اس کے سوا نہیں ہے۔ پھر تم کدھر سے پھرائے جا رہے ہو۔

اللہ تعالیٰ رحم مادر میں انسانی تخلیق کے مراحل کے سلسلے میں ارشاد فرماتے ہیں کہ انسان اپنے ابتدائی ارتقاء کے کے مراحل میں تین مرحلے طے کرتا ہے تب وہ نشوونما پا کر انسانی وجود کی شکل اختیار کرتا ہے۔ سائنسی تحقیقات کے حوالے سے جدید علم الحیات کے مطابق بھی جنین رحم مادر میں تین مرحلوں سے گذرتا ہے۔

سائنسی تحقیق: ''بچہ دانی میں زندگی کے تین مراحل ہوتے ہیں۔ قبل از جنین، ابتدائی ڈھائی ہفتے، تشکیلِ جنین، آٹھویں ہفتے کے اختتام تک اور آٹھویں ہفتے کے بعد جنین کی نشوونما تا وضع حمل۔''

قبل از جنین مرحلہ: رحم مادر میں اولین مرحلہ یہ ہوتا ہے کہ بارور شدہ خلیہ (ZYGOTE) تقسیم در تقسیم کے عمل کے ذریعہ خلیوں کا ایک گچھا بن جانے کے بعد خود کو رحم کی دیوار کے اندر دفن کر لیتا ہے اور وہاں پہنچ کر اپنی بڑھوتری کا سلسلہ جاری رکھتا ہے۔ اور بالآخر یہ خلیے خود کو تین تہوں میں منظم کر لیتے ہیں۔

مرحلۂ جنین: جنین کا مرحلہ جو کہ دوسرا مرحلہ کہلاتا ہے، ساڑھے پانچ ہفتے پر محیط ہوتا ہے۔ اس مرحلے میں بچے کی بنیادی اعضا اور جسم کے مختلف نظام اپنی ابتدائی شکل اختیار کر لیتے ہیں۔ یہ سب کچھ خلیوں کی تہوں کی صورت میں طے پارہا ہوتا ہے۔

حتمی نشوونما کا مرحلہ: یہ مرحلہ قرار حمل کے 8 ویں ہفتے سے کر وضع حمل تک ہوتا ہے۔ اس کی نمایاں خصوصیت یہ ہے کہ خلیوں کا یہ مجموعہ تقریباً تقریباً انسانی روپ دھار لیتا ہے۔ جس میں چہرہ اور ہاتھ پاؤں دکھائی دینے لگتے ہیں۔ اس کی لمبائی ابتداء میں اگرچہ 3 سنٹی میٹر ہوتی ہے۔ لیکن اس میں بڑی حد تک انسانی شکل و شباہت ابھر آتی ہے۔ یہ مرحلہ تقریباً 30 ہفتوں تک رہتا ہے جس میں جنین کی جسامت مسلسل بڑھتی رہتی ہے۔ جنین کی نشوونما کا مشاہدہ صرف جدید آلات کی مدد سے کیا جاسکتا ہے۔ (۱۲۰)

The **embryonic period** extends from the 3rd to the 8th week of development and is the period during which each of the three germ layers gives rise to its own tissues and organ systems. As a result of the organ formation the major features of the body from are

established (Table 5-3). The **ectodermal germ layer** gives rise to those organs and structures that maintain contact with the outside world: (a) **central nervous system;** (b) **peripheral nervous system;** (c) **sensory epithelium of ear, nose, and eye;** (d) **skin, including hair and nails;** (e) in addition, the **pituitary, mammary**, and **sweat glands** as well as the **enamel of the teeth** are ectodermal derivatives. Each of these systems will be discussed in a separate chapter.

Importent components of the **mesodermal germ layer** are the **paraxial, intermediate,** and **lateral plate** mesoderm. Paraxial mesoderm forms **somitomeres** which will give rise to most of the mesenchyme of the head and will organize into **somites** in occipital and caudal segments. Somites will give rise to the **myotome** (muscle tissue), **sclerotome** (cartilage and bone), and **dermatome** (subcutaneous tissue of the skin), which are **all supporting tissues of the body**. The mesoderm also gives rise to the **vascular system,** that is, the heart, arteries, veins, lymph vessels, and all blood and lymph cells. Furthermore, it gives rise to the **urogenital system** kidneys, gonads, and their ducts (but not the bladder). Finally, the **spleen** and **suprarenal glands** are mesodermal derivatives.

The **endodermal germ layer** provides the epithelial lining of the **gastrointestinal tract, respiratory tract**, and **urinary bladder**. It further forms the parenchyma of the **thyroid, parathyroids, liver**, and **pancreas**. Finally, the epithelial lining of the **tympanic cavity** and **Eustachain tube** are lined by epithelium of the endodermal origin.

Body form, As a result of the formation of the organ system and the rapid growth of the central nervous system, the initial flat embryonic disc beings to fold in **cephalocaudal direction,** thus establishing the **head** and **tail folds**. The disc also folds in a **transverse direction,** thus establishing the **rounded body form**. Connection with the yoik sac and placenta is maintained through the vitelline duct and umbilical cord, respectively. (٣٢١)

Table 5-3.
Summary of Key Events During the Embryonic Period

Days	Somites	Length	Figure	Characteristic Features
		mm		
14–15	0	0.2	5-1A	Appearance of primitive streak
16–18	0	0.4	5-1B	Notochordal process appears; hemopoietic cells present in yolk sac
19–20	0	1–2.0	5-2A	Intraembryonic mesoderm spread under entire ectoderm; primitive streak complete; umbilical vessels and cranial neural folds beginning to form
20–21	1–4	2.0–3.0	5-2B,C	Cranial neural folds elevated and deep neural groove established; embryo beginning to bend
22–23	5–12	3.0–3.5	5-4A,B, 5-5,5-6	Fusion of the neural folds begins in cervical region; anterior and posterior neuropores open widely; visceral arches 1 and 2 present; heart tube beginning to fold
		mm		
24–25	13–20	3.0–4.5	5-7A	Cephalocaudal folding under way; cranial neuropore closing or closed; optic vesicles formed; otic placodes appear
26–27	21–29	3.5–5.0	5-7B, 5-17A,B	Caudal neuropore closing or closed; upper limb buds appear; 3 pairs of visceral arches present
28–30	30–35	4.0–6.0	5-7B	4th visceral arch formed; hindlimb buds appear; otic vesicle and lens placode present
31–35	—	7.0–10.0	5-18	Forelimbs paddle-shaped; nasal pits formed; embryo tightly C-shaped
36–42	—	9.0–14.0	5-19	Digital rays present in hand and foot plates; brain vesicles prominent; external auricle forming from auricular hillocks; umbilical herniation initiated
43–49	—	13.0–22.0	5-20, 16-18	Pigmentation of the retina visible; digital rays separating; nipples and eyelids formed; maxillary swellings fuse with medial nasal swellings as upper lip forms; prominent umbilical herniation
50–56	—	21.0–31.0	5-21	Limbs long and bent at elbows and knees; fingers and toes free; face more human-like; tail disappears; umbilical herniation persists until the end of the 3rd month

(۱۲۲)

Figure 5-20. Photograph of human embryo (CR length 21 mm, 7th week) (×4). The chorionic sac is wide open to show the embryo in its amniotic sac. The yolk sac, the umbilical cord, and vessels in the chorionic plate of the placenta are clearly visible. Note the enormous size of the head in comparison to the remaining part of the body. (From Hamilton WJ, Mossman HW: *Human Embryology*. Baltimore: Williams & Wilkins, 1972)

Figure 5-21. Photograph of human embryo (CR length 25 mm, 7th to 8th week). The chorion as well as the amnion have been opened. Note the size of the head, the eye, the auricle of the ear, the well-formed toes, the swelling in the umbilical cord caused by intestinal loops, and the yolk sac hanging in the chorionic cavity. (From Starck D: *Embryologie*. Stuttgart, Georg Thieme Verlag, 1965. Courtesy Dietrich Starck, Professor of Anatomy, University of Frankfurt am Main.)

حواشی وحالہ جات باب پنجم (فصل اوّل)

معجزات نبوی ﷺ اور سائنسی حقائق

نمبر شمار	کتاب کا نام	مصنف کا نام	شہر کا نام	ادارہ اشاعت	سن اشاعت	صفحہ نمبر	جلد نمبر
۱۔	سائنس اور اسلام	علامہ شمس الحق افغانی	لاہور	مکتبہ الحسن	۱۹۸۵ء	۲۷	
۲۔	القرآن	۱۳ : ۳					
۳۔	القرآن	۱۳ : ۴					
۴۔	سائنس اور اسلام	علامہ شمس الحق افغانی	لاہور	مکتبہ الحسن	۱۹۸۵ء	۲۵،۲۴	
۵۔	مسلمانوں کے سائنسی کارنامے	محمد طفیل ہاشمی	لاہور	مکہ بکس	۱۹۸۳ء	۱۶	
۶۔	THE NEW ENCYCLOPAEDIA BRITANNICA		LONDON	PRINTED IN U.S.A	1995ء	32	volume-27
۷۔	القرآن	۹۶ : ۱ تا ۵					
۸۔	سائنس اور اسلام	علامہ شمس الحق افغانی	لاہور	مکتبہ الحسن	۱۹۸۵ء	۳۶	
۹۔	القرآن	۳ : ۱۹۰، ۱۹۱					
۱۰۔	القرآن	۲ : ۱۶۴					
۱۱۔	القرآن	۲۹ : ۱۹، ۲۰					
۱۲۔	القرآن	۴۵ : ۱۲، ۱۳					
۱۳۔	القرآن	۱۴ : ۳۲، ۳۳					
۱۴۔	القرآن	۳۱ : ۲۰					
۱۵۔	القرآن	۱۶ : ۱۲ تا ۱۴					
۱۶۔	خدا اور سائنس	آصف حسن	کراچی	سٹی بک پوائنٹ	۲۰۰۸ء	۶۸،۶۷	
۱۷۔	القرآن	۲۱ : ۳۰					
۱۸۔	القرآن	۱۶ : ۴۰					
۱۹۔	القرآن	۵۲ : ۳۵					
۲۰۔	القرآن	۵۱ : ۲۰، ۲۱					
۲۱۔	کائنات کی تخلیق	ہارون یحییٰ	کراچی	گلوبل سائنس پبلیکیشنز	۲۰۰۳ء	۲۳	
۲۲۔	ایضاً	"	"	"	"	۲۳	
۲۳۔	القرآن	۶ : ۱۰۱					
۲۴۔	القرآن	۶ : ۱۰۱					
۲۵۔	القرآن	۲۱ : ۳۰					
۲۶۔	کائنات کی تخلیق	ہارون یحییٰ	کراچی	گلوبل سائنس پبلیکیشنز	۲۰۰۳ء	۲۵،۲۴	
۲۷۔	القرآن	۶۷ : ۳، ۴					
۲۸۔	کائنات کی تخلیق	ہارون یحییٰ	کراچی	گلوبل سائنس پبلیکیشنز	۲۰۰۳ء	۵۲،۵۱	
۲۹۔	القرآن	۵۵ : ۵					
۳۰۔	کائنات کی تخلیق	ہارون یحییٰ	کراچی	گلوبل سائنس پبلیکیشنز	۲۰۰۳ء	۵۵،۵۴	

نمبر شمار	کتاب کا نام	مصنف کا نام	شہر کا نام	ادارہ اشاعت	سن اشاعت	صفحہ نمبر	جلد نمبر
۳۱۔	القرآن	۳۰ : ۲۶					
۳۲۔	سیرۃ الرسول ﷺ	ڈاکٹر طاہر القادری	لاہور	منہاج القرآن پبلیکیشنز	۲۰۰۰ء	۱۰۰،۱۰۱	۹
۳۳۔	القرآن	۳۶ : ۳۷ تا ۴۰					
۳۴۔	القرآن	۱۰ : ۵					
۳۵۔	سیرۃ الرسول ﷺ	ڈاکٹر طاہر القادری	لاہور	منہاج القرآن پبلیکیشنز	۲۰۰۰ء	۱۰۲،۱۰۳	۹
۳۶۔	ایضاً	"	"	"	"	۱۰۴	"
۳۷۔	القرآن	۷۹ : ۴۴					
۳۸۔	القرآن	۳۱ : ۱۰۷					
۳۹۔	سیرۃ الرسول ﷺ	ڈاکٹر طاہر القادری	لاہور	منہاج القرآن پبلیکیشنز	۲۰۰۰ء	۱۰۲،۱۰۳	۹
۴۰۔	ایضاً	"	"	"	"	۱۰۷	"
۴۱۔	جامع ترمذی	ابو عیسیٰ ترمذی	دھلی	مطبع العلوم	۱۲۶۵ھ	۳۸۷	۲
۴۲۔	صحیح مسلم	مسلم بن الحجاج	مصر	المطبع المصریہ	۱۳۴۹ھ	۱۳	۱۸
۴۳۔	INTRODUCTION SPCIAL RELATIVITY	W.S.C.WILLIOMS	LONDON	THOMAS NELSON	1868ء	1-2	
۴۴۔	سیرۃ الرسول ﷺ	ڈاکٹر طاہر القادری	لاہور	منہاج القرآن پبلیکیشنز	۲۰۰۰ء	۱۵۷،۱۵۸	۹
۴۵۔	ایضاً	"	"	"	"	۱۶۷،۱۶۸	۹
۴۶۔	ایضاً	"	"	"	"	۱۶۸	۹
۴۷۔	معراج اور سائنس	آغا اشرف	لاہور	زاہد انٹر پرائزز	۱۹۹۰ء	۱۹۰_۱۹۱	
۴۸۔	ایضاً	"	"	"	"	۲۰۳ تا ۲۰۶	
۴۹۔	ایضاً	"	"	"	"	۲۰۹ تا ۲۱۲	
۵۰۔	الاحسان بترتیب صحیح ابن حبان	امیر علاؤ الدین علی بن بلبان	بیروت، لبنان	دار الکتب العلمیہ	۱۹۸۷ء	۸۵	۸
۵۱۔	ایضاً	"	"	"	"	۸۴	"
۵۲۔	ایضاً	"	"	"	"	۸۵	"
۵۳۔	ضیاء النبی ﷺ	پیر کرم شاہ الازہری	لاہور	ضیاء پبلیکیشنز	۱۴۲۰ھ	۷۳	۳
۵۴۔	ایضاً	"	"	"	"	۴۷۲،۴۷۳	۳
۵۵۔	سیرت سرور عالم ﷺ	سید ابو الاعلیٰ مودودی	لاہور	ادارہ ترجمان القرآن	۱۹۷۸ء	۴۰۴	۱
۵۶۔	روح المعانی	السید محمود الآلوسی	دمشق	ادارۃ الطباعۃ المنیریۃ	س ن	۷۴	۲۷
۵۷۔	سیرت سرور عالم ﷺ	سید ابو الاعلیٰ مودودی	لاہور	ادارہ ترجمان القرآن	۱۹۷۸ء	۴۰۵	۱
۵۸۔	سیرۃ الرسول ﷺ	ڈاکٹر طاہر القادری	لاہور	منہاج القرآن پبلیکیشنز	۲۰۰۰ء	۱۸۴	۹
۵۹۔	القرآن	۱۱ : ۱۴					
۶۰۔	القرآن	۵۱ : ۴۷					
۶۱۔	قرآن رہنمائے سائنس	ہارون یحییٰ	لاہور	مکتبہ رحمانیہ	س۔ن	۱۱۰،۱۱۱	۱
۶۲۔	القرآن	۴۱ : ۱۱					
۶۳۔	قرآنی آیات اور سائنسی حقائق	ڈاکٹر ہلوک نور باقی (ترکی)	کراچی	انڈس پبلشنگ کارپوریشن	۱۹۹۸ء	۲۱	
۶۴۔	القرآن	۲۵ : ۶۱					

نمبر شمار	کتاب کا نام	مصنف کا نام	شہر کا نام	ادارہ اشاعت	سن اشاعت	صفحہ نمبر	جلد نمبر
۶۵۔	القرآن	۸۵ : ۱					
۶۶۔	القرآن	۶۷ : ۵					
۶۷۔	القرآن	۳۷ : ۶					
۶۸۔	چاند کی تسخیر قرآن کی نظر میں	محمد شہاب الدین ندوی	بنگلور	فرقانیہ اکیڈمی	۱۹۷۰ء	۱۲۳،۱۲۶	۱
۶۹۔	القرآن	۶۷ : ۳					
۷۰۔	القرآن	۵۵ : ۷ ، ۸					
۷۱۔	چاند کی تسخیر قرآن کی نظر میں	محمد شہاب الدین ندوی	بنگلور	فرقانیہ اکیڈمی	۱۹۷۰ء	۲۸،۲۹	۱
۷۲۔	القرآن	۶ : ۹۶					
۷۳۔	القرآن	۲۱ : ۳۳					
۷۴۔	قرآن رہنمائے سائنس	ہارون یحییٰ	لاہور	مکتبہ رحمانیہ	س۔ن	۱۱۴تا۱۱۶	
۷۵۔	القرآن	۲ : ۲۹					
۷۶۔	القرآن	۴۱ : ۱۲					
۷۷۔	قرآن رہنمائے سائنس	ہارون یحییٰ	لاہور	مکتبہ رحمانیہ	س۔ن	۱۱۹،۱۲۰	
۷۸۔	القرآن	۴۱ : ۱۲					
۷۹۔	قرآن رہنمائے سائنس	ہارون یحییٰ	لاہور	مکتبہ رحمانیہ	س۔ن	۱۱۷	
۸۰۔	القرآن	۲۱ : ۳۳					
۸۱۔	القرآن	۳۶ : ۳۸					
۸۲۔	القرآن	۲۷ : ۸۸					
۸۳۔	چاند کی تسخیر قرآن کی نظر میں	محمد شہاب الدین ندوی	بنگلور	فرقانیہ اکیڈمی	۱۹۷۰ء	۶۶،۶۷	
۸۴۔	خطبات ڈاکٹر ذاکر نائیک	ڈاکٹر ذاکر نائیک	لاہور	دارالنوادر	۲۰۰۸ء	۴۳	
۸۵۔	القرآن	۲۱ : ۳۱					
۸۶۔	القرآن	۳۱ : ۱۰					
۸۷۔	قرآن رہنمائے سائنس	ہارون یحییٰ	لاہور	مکتبہ رحمانیہ	س۔ن	۱۳۲	
۸۸۔	القرآن	۷۸ : ۶ ، ۷					
۸۹۔	HISTORICAL GEOLOGY THE SCIENCE OF A DYNAMIC EARTH	LEIGHW.MINTZ	AMERICA	CHARELSE MERILL PUBLISHING COMPANY	1972ء	269,267,266	
۹۰۔	قرآن رہنمائے سائنس	ہارون یحییٰ	لاہور	مکتبہ رحمانیہ	س۔ن	۱۳۳	
۹۱۔	قرآنی آیات اور سائنسی حقائق	ڈاکٹر ہلوک نور باقی (ترکی)	کراچی	انڈس پبلشنگ کارپوریشن	۱۹۹۸ء	۱۷۱،۱۷۲	
۹۲۔	القرآن	۸۸ : ۱۹					
۹۳۔	القرآن	۷۹ : ۳۲					
۹۴۔	القرآن	۲۷ : ۸۸					
۹۵۔	قرآن رہنمائے سائنس	ہارون یحییٰ	لاہور	مکتبہ رحمانیہ	س۔ن	۱۲۶،۱۲۷	

نمبر شمار	کتاب کا نام	مصنف کا نام	شہر کا نام	ادارہ اشاعت	سن اشاعت	صفحہ نمبر	جلد نمبر
۹۶۔	EARTH SCIENCE	EDWARD.J. TARBUCK FREDERICK.K. LUTGENS	LONDON	MERRIL PUBLISHING COMPANY	1976ء	156	
۹۷۔	القرآن	۲۵ : ۵۷					
۹۸۔	قرآن رہنمائے سائنس	ہارون یحییٰ	لاہور	مکتبہ رحمانیہ	س۔ن	۱۲۹	
۹۹۔	قرآن کے سائنسی انکشافات	ابومخدوم زادہ	لاہور	اسد پرنٹر	س۔ن	۳۰۳	
۱۰۰۔	قرآن رہنمائے سائنس	ہارون یحییٰ	لاہور	مکتبہ رحمانیہ	س۔ن	۱۳۰	
۱۰۱۔	القرآن	۳۲ : ۱۵					
۱۰۲۔	قرآن رہنمائے سائنس	ہارون یحییٰ	لاہور	مکتبہ رحمانیہ	س۔ن	۱۳۲	
۱۰۳۔	جامع طبعی جغرافیہ	محمد افتخار۔اکرم چوہدری	لاہور	علمی کتب خانہ	۲۰۰۳ء	۱۸۱،۱۸۰	
۱۰۴۔	EARTH SEICNCE TURBUC LUTGENS	EDWARD.J.TARBIC FREDERICK.K. LUGENS	AMERICA	NEW JERSEY	NOTHING	91-92	
۱۰۵۔	القرآن	۱۱ : ۴۳					
۱۰۶۔	قرآن رہنمائے سائنس	ہارون یحییٰ	لاہور	مکتبہ رحمانیہ	س۔ن	۱۳۳	
۱۰۷۔	EARTH SEICNCE TURBUC LUTGENS	EDWARD.J.TARBIC FREDERICK.K. LUGENS	AMERICA	NEW JERSEY	NOTHING	91	
۱۰۸۔	القرآن	۲۰ ، ۱۹ : ۵۵					
۱۰۹۔	قرآن رہنمائے سائنس	ہارون یحییٰ	لاہور	مکتبہ رحمانیہ	س۔ن	۱۳۴	
۱۱۰۔	قرآن کے سائنسی انکشافات	ابومخدوم زادہ	لاہور	اسد پرنٹر	س۔ن	۲۳۹،۲۳۸	
۱۱۱۔	جامع طبعی جغرافیہ	محمد افتخار چوہدری	لاہور	علمی کتب خانہ	۲۰۰۳ء	۵۰۵،۵۰۴	
۱۱۲۔	THE EARTH SEICNCE	EDWARD.J.TARBIC FREDERICK.K. LUGENS	AMERICA	NEW JERSEY	NOTHING	326-325	
۱۱۳۔	قرآن کے سائنسی انکشافات	ابومخدوم زادہ	لاہور	اسد پرنٹر	س۔ن	۲۳۹	
۱۱۴۔	القرآن	۳ تا ۱ : ۹۶					
۱۱۵۔	قرآن رہنمائے سائنس	ہارون یحییٰ	لاہور	مکتبہ رحمانیہ	س۔ن	۱۳۹	
۱۱۶۔	القرآن	۱۴ : ۲۳					
۱۱۷۔	قرآن رہنمائے سائنس	ہارون یحییٰ	لاہور	مکتبہ رحمانیہ	س۔ن	۱۴۱،۱۴۰	
۱۱۸۔	LANGMAN'S MEDICAL EMBRYOLOGY	T.W. SADLER	U.S.A	LIBRARY OF CONGRESS CATALOGING INPUBLICATION DATA	1990ء	19-18	
۱۱۹۔	القرآن	۶ : ۳۹					

نمبر شمار	کتاب کا نام	مصنف کا نام	شہر کا نام	ادارۂ اشاعت	سنِ اشاعت	صفحہ نمبر	جلد نمبر
۱۴۰۔	قرآن رہنمائے سائنس	ہارون یحییٰ	لاہور	مکتبہ رحمانیہ	س۔ن	۱۴۳،۱۴۲	
۱۴۱۔	LANGMAN'S MEDICAL EMBRYOLOGY	T.W. SADLER	U.S.A	LIBRARY OF CONGRESS CATALOGING INPUBLICATION DATA	1990ء	81-80	
۱۴۲۔	LANGMAN'S MEDICAL EMBRYOLOGY	T.W. SADLER	U.S.A	LIBRARY OF CONGRESS CATALOGING INPUBLICATION DATA	1990ء	83-82	

فصل دوم

دائمی معجزہ اور اس کے اوصاف

﴿بسم اللہ الرحمٰن الرحیم﴾

باب پنجم (فصل دوم)

"دائمی معجزہ اور اس کے اوصاف"

بارگاہِ خداوندی سے حضور اکرم ﷺ کو جو معجزات عطا ہوئے ان میں سب سے بڑا اور دائمی معجزہ قرآن مجید فرقان حمید ہے۔

"آنحضرت ﷺ کے عقلی معجزات میں آپ ﷺ کا سب سے عظیم، لافانی اور ابدی معجزہ قرآن حکیم ہے، قرآن حکیم اپنے الفاظ اور معانی دونوں اعتبار سے معجزہ ہے"۔ (۱)

آپ ﷺ نے بھی تمام انبیاء علیہم السلام کے مقابلہ میں اپنے اس وحی الٰہی یعنی (قرآن مجید) کو سب سے بڑا معجزہ قرار دیا ہے۔

حدثنا عبداللّٰہ بن یوسف حدثنا اللیث حدثنا سعید المقبری عن ابیہ عن ابی ھریرۃ قال قال النبی ﷺ ما من الانبیآء نبی الا اعطی ما مثلہٗ امن علیہ البشر وانما کان الذی اوتیت وحیا اوحاہ اللّٰہ الی فارجو ان اکون اکثرھم تابعا یوم القیامۃ. (۲)

عبد اللہ بن یوسف، لیث، سعید مقبری، اپنے والد سے، وہ حضرت ابو ہریرہؓ سے روایت کرتے ہیں، انہوں نے بیان کیا، کہ آنحضرت ﷺ نے فرمایا، ہر نبی کو اس کے مثل (معجزات) دیئے گئے ہیں، جس قدر لوگ ان پر ایمان لائے اور مجھے جو چیز دی گئی ہے، وہ وحی ہے، جو اللہ تعالیٰ نے میری طرف بھیجی ہے، اس لئے مجھے امید ہے، کہ قیامت کے دن میری پیروی کرنے والے سب سے زیادہ ہوں گے۔

اللہ رب العزت نے خود قرآن مجید کو معجزہ قرار دیا۔ چنانچہ جب کفار مکہ نے آپ ﷺ سے معجزہ طلب کیا تو اللہ تعالیٰ نے فرمایا:

وقالوا لولا انزل علیہ اٰیٰت من ربہٖ قل انما الاٰیٰت عند اللّٰہ وانما انا نذیر مبین ○ اولم یکفھم انا انزلنا علیک الکتٰب یتلٰی علیھم ○ (۳)

اور انہوں نے کہا کہ پیغمبر پر اس کے خدا کی طرف سے نشانیاں کیوں نہیں اتریں کہہ دے کہ نشانیاں خدا کی قدرت میں ہیں، میں تو صاف صاف خدا کے عذاب سے صرف ڈرانے والا ہوں، کیا اُن کو یہ نشانی کافی نہیں کہ ہم نے اُس پر کتاب اتاری جو اُن کو پڑھ کر سنائی جاتی ہے۔

اللہ تعالیٰ نے ہر پیغمبرؑ کو کوئی نہ کوئی معجزہ عطا فرمایا ہے، لیکن تمام انبیاءؑ کو جو معجزات عطا ہوئے وہ سب معجزات وقتی اور عارضی تھے لہٰذا وہ تمام معجزات اپنے اپنے وقت میں ظاہر ہوئے اور ہو کر مٹ گئے لیکن حضور اکرم ﷺ کا یہ عظیم اور دائمی معجزہ یعنی قرآن مجید قیامت تک قائم ودائم رہے گا۔ آپ ﷺ سے پہلے تمام انبیاء علیہم السلام کے معجزات چونکہ وقتی اور عارضی تھے اس لئے ان معجزات سے جو اثر پیدا ہوا وہ بھی وقتی اور عارضی تھا لیکن حضور اکرم ﷺ کا یہ معجزہ یعنی قرآن مجید چونکہ دائمی ہے اور قیامت تک باقی رہنے والا ہے اس لئے اس کا اثر بھی دائمی ہے جو ہمیشہ باقی رہے گا۔ یہ کلام ربانی قیامت تک اپنے اثر سے لوگوں کو اپنی جانب کھینچتا رہے گا۔

<u>چیلنج یا تحدی الٰہی:</u> آنحضرت ﷺ کو اللہ تعالیٰ کی جانب سے جتنے معجزات عطا ہوئے ان سب میں قرآن مجید ہی ایک ایسا معجزہ ہے، جس کے لئے اللہ تعالیٰ نے تحدی (چیلنج) فرمائی۔

آنحضرت ﷺ کو جو ربانی نشانیاں خدا کی طرف سے عنایت ہوئیں، اُن میں صرف یہی ایک معجزہ ہے، جس کی اللہ تعالیٰ نے تحدی کی

ہے، اور اعلان عام کیا ہے، کہ کوئی اس کی مثال پیش کرے، اور پھر خود ہی اس کی پیشن گوئی بھی کر دی ہے، کہ دنیا ہمیشہ اس کی مثال پیش کرنے سے عاجز اور درماندہ رہے گی۔ (۴)

قل لئن اجتمعت الانس والجن علیٰ ان یاتوا بمثل ھذا القران لا یاتون بمثلہ ولو کان بعضھم لبعض ظھیراo (۵)

کہہ دے اے پیغمبر! اگر تمام جن وانس مل کر بھی چاہیں کہ اس جیسا قرآن بنا لائیں تو نہیں لا سکتے اگر چہ وہ ایک دوسرے کی مدد پر ہی کیوں نہ ہوں۔

مولانا عبدالماجد دریا آبادی تفسیر ماجدی میں فرماتے ہیں:

بڑے بڑے باکمال اور فضلاء و محققین سب مل کر بھی، اور اپنے ساتھ ایک دوسری صنف مخلوق (جنات) کو ملا کر بھی (جو بعض قوتوں کے لحاظ سے انسان سے افضل ہے) اگر پورا زور لگا دیں، جب بھی دوسرا قرآن نہیں تیار کر سکتے۔ بمثل ھذا القرآن ، بمثلہ ۔ اس "مثلیت" میں مضامین کی جامعیت، مطالب کی کاملیت، حسن ادا، حسن انشاء کے سارے پہلو آ گئے۔ نہ اس کی معنویت کی بلندی کو پا سکیں گے نہ اس کی عبارت کی شستگی و جاذبیت کو۔ (۶)

لو اجتمعت الانس والجن کلھم واتفقوا علی أن یاتوا بمثل ما أنزلہ علی رسولہ لما أطاقوا ذلک و لما استطاعوہ، ولو تعاونوا وتساعدوا وتظافروا فان ھذا أمر لا یستطاع. وکیف یشبہ کلام المخلوقین کلام الخالق الذی لا نظیر لہ ولا مثال لہ ولا عدیل لہ. (۷)

چنانچہ سب سے پہلے پورے قرآن کے لئے چیلنج کیا گیا اور ساتھ ہی یہ پیشن گوئی بھی دے دی کہ وہ ہرگز ایسا نہیں کر سکیں گے۔ اس کے بعد پورے قرآن کے بجائے صرف دس سورتوں ہی کو بنا کر لانے کا چیلنج دیا گیا۔

ام یقولون افترٰہ ، قل فاتوا بعشر سور مثلہ مفتریٰت وادعوا من استطعتم من دون اللّٰہ ان کنتم صٰدقینo(۸)

کیا وہ کہتے ہیں کہ پیغمبرؐ نے اس کو اپنے جی سے بنالیا ہے تو کہہ دو کہ وہ ایسی بنائی ہوئی دس ہی سورتیں لے آئیں، اور اپنی مدد کے لئے خدا کے سوا جس کو چاہیں بلالیں اگر وہ سچے ہیں۔

اس کے بعد سورۂ بقرۃ اور سورۂ یونس میں صرف ایک سورۃ بنا کر لانے کا چیلنج دیا گیا۔

وان کنتم فی ریب مما نزلنا علیٰ عبدنا فاتوا بسورۃ من مثلہ وادعوا شھدآء کم من دون اللّٰہ ان کنتم صٰدقین o (۹)

اور اگر تم کو اس میں بھی کچھ شک ہو جو ہم نے اپنے بندہ پر اتارا ہے تو اس جیسی ایک ہی سورہ لاؤ، اور خدا کے سوا اپنے تمام گواہوں کا بلاؤ، اگر تم سچے ہو۔

ام یقولون افترٰہ قل فاتوا بسورۃ مثلہ وادعوا من استطعتم من دون اللّٰہ ان کنتم صٰدقینo (۱۰)

کیا یہ کفار یہ کہتے ہیں کہ پیغمبر نے اس قرآن کو اپنی طرف سے بنالیا ہے، اُن سے کہہ دے کہ اس جیسی ایک سورہ تم تو لاؤ، خدا کے سوا اور جس کو چاہو مدد کے لئے بلالو، اگر تم سچے ہو۔

آخر میں مخالفین کی معذوری کو پیش نظر رکھتے ہوئے سورۂ طور میں یہ چیلنج کیا کہ اس جیسی صرف ایک بات ہی پیش کر دو۔

ام یقولون تقولهٗ بل لا یؤمنون فلیأتوا بحدیث مثلہ ان کانوا صٰدقین ٥ (۱۱)

کیا وہ یہ کہتے ہیں کہ پیغمبرؐ نے اس کو گھڑ لیا ہے، بات یہ ہے کہ ان کا ایمان نہیں، اگر وہ سچے ہیں تو اس جیسی ایک بات ہی وہ پیش کریں۔

ثبت کون القرآن معجزة نبینا ﷺ وجب الاهتمام بمعرفة وجه الاعجاز وقد خاض الناس فی ذلک کثیرا فبین محسن و مسی عفزعم قوم ان التحدی وقع بالکلام القدیم الذی هو صفة الذات وان العرب کلفت فی ذلک مالا یطاق وبه وقع عجزها وهو مردود لأن مالا یمکن الوقوف علیه لا یتصور التحدی به والصواب ما قاله الجمهور أنه وقع بالدال علی القدیم وهو الا لفاظ ثم زعم النظام ان اعجازه بالصرفة أی أن الله صرف العرب عن معارضته وسلب عقولهم وکان مقدورا لهم لکن عاقهم أمر خارجی فصار کسائر المعجزات وهذا قول فاسد بدلیل قل لئن اجتمعت الانس والجن الآیة فانه یدل علی عجزهم مع بقاء قدرتهم ولو سلبوا القدرة لم تبق. (۱۲)

آخر میں یہ پیشن گوئی بھی صاف صاف فرمادی کہ تم ہرگز ایسا نہ کرسکو گے۔

فان لم تفعلوا ولن تفعلوا٥ (۱۳) تو اگر تم ایسی سورہ بنا کر نہ لاسکو اور یقیناً نہ لاسکو گے۔

”تمام انبیا علیہم السلام کے معجزات صرف اُن کی حیات تک معجزہ ہوتے، لیکن قرآن کا معجزی بعد وفات رسول کریم ﷺ بھی اس طرح معجزہ کی حیثیت میں باقی ہے، آج بھی ایک ادنیٰ مسلمان ساری دنیا کے اہل علم و دانش کو للکار کر دعویٰ کرسکتا ہے کہ اس کی مثال نہ کوئی پہلے لا سکا نہ آج لاسکتا ہے، اور جس کو ہمت ہو پیش کر کے دکھلائے۔“ (۱۴)

”قــرآن“ ایک زندہ اور ہمیشہ باقی رہنے والا معجزہ ہے۔ آپ ﷺ کا یہ ایک ایسا معجزہ ہے کہ جس کی نظیر نہ عہد رسالت ﷺ میں کوئی پیش کرسکا اور نہ قیامت تک کوئی پیش کر سکے گا۔

فیہ تعجیز لهم عن مثلہ من اطاق مثلہٗ قولا یقل (۱۵)

ترجمہ: تمام جن وانس اس جیسی کتاب کی تصنیف سے عاجز ہیں اگر اس میں شک ہے تو جس شخص سے اس قرآن کی مثل بن سکے بنالائے۔

اس جگہ سب سے پہلے غور کرنے کی چیز یہ ہے کہ یہ عجیب وغریب کُل علوم کی جامع کتاب، کس جگہ، کس ماحول میں، اور کس پر نازل ہوئی؟ اور کیا وہاں کچھ ایسے علمی سامان موجود تھے، جن کے ذریعہ دائرۂ اسباب میں ایسی جامع بے نظیر کتاب تیار ہو سکے، جو علوم اوّلین وآخرین کی جامع، اور انسان کی انفرادی اور اجتماعی زندگی کے ہر پہلو کے متعلق بہترین ہدایت پیش کر سکے، جس میں انسان کی جسمانی اور روحانی تربیت کا مکمل نظام ہو، اور تدبیر منزل سے لے کر سیاستِ ممالک تک ہر نظام کے بہترین اصول ہوں۔

جس سرزمین اور جس ذات پر یہ کتاب مقدس نازل ہوئی اس کی جغرافیائی کیفیت اور تاریخی حالت معلوم کرنے کے لئے آپ کو ایک ریگستانی خشک اور گرم علاقہ سے سابقہ پڑے گا جس کو بطحاء مکہ کہتے ہیں اور جو نہ زرعی ملک ہے نہ صنعتی، نہ اس ملک کی آب و ہوا ہی کچھ ایسی خوشگوار ہے، جس کے لیے باہر کے آدمی وہاں پہونچنے کی رغبت کریں، نہ راستے ہی کچھ ہموار ہیں جن سے وہاں تک پہونچنا آسان ہو، اکثر دنیا سے کٹا ہوا ایک جزیرہ نما ہے، جہاں خشک پہاڑوں اور گرم ریگ کے سوا کچھ نظر نہیں آتا، اور دور تک نہ کہیں بستی نظر آتی ہے نہ کوئی کھیت نی درخت نہ وہاں کوئی اسکول اور کالج ہے نہ کوئی بڑی یونیورسٹی یا دارالعلوم، وہاں کے باشندوں کو اللہ تعالیٰ نے محض قدرتی اور پیدائشی طور پر فصاحت و بلاغت کا ایک فن ضرور دے دیا ہے، جس میں وہ ساری دنیا سے فائق اور ممتاز ہیں، وہ نثر اور نظم میں ایسے قادر الکلام ہیں کہ جب بولتے ہیں تو رعد کی طرح کڑکتے اور بادل کی طرح برستے ہیں، ان کی ادنیٰ ادنیٰ چھوکریاں ایسی فصیح وبلیغ شعر کہتی ہیں کہ دنیا کے ادیب حیران رہ جائیں، لیکن یہ سب کچھ ان کا فطری فن ہے، جو کسی مکتب یا مدرسہ میں حاصل نہیں کیا جاتا، غرض نہ وہاں تعلیم وتعلم کا کوئی سامان ہے، نہ وہاں کے

رہنے والوں کو اُن چیزوں سے کوئی لگاؤ یا وابستگی ہے۔ اس ملک کے قدیم شہر مکہ کے ایک شریف گھرانہ میں وہ ذات مقدس پیدا ہوتی ہے جو مہبطِ وحی ہے، جس پر قرآن اترا ہے۔

ولادت سے پہلے ہی والد ماجد کا سایہ سر سے اٹھ گیا، پیدا ہونے سے پہلے یتیم ہو گئے، ابھی سات سال کی بھی عمر نہ تھی کہ والدہ کی بھی وفات ہو گئی، آغوشِ مادر کا گہوارہ بھی نصیب نہ رہا، شریف آباء و اجداد کی فیاضی اور بے مثل سخاوت نے اپنے گھر میں کوئی اندوختہ نہ چھوڑا تھا، جس سے یتیم کی پرورش اور آئندہ زندگی کا سامان ہو سکے، نہایت عسرت کی زندگی پھر ماں باپ کا سایہ سر پر نہیں، ان حالات میں آپ ﷺ نے پرورش پائی، اور عمر کا ابتدائی حصہ گذرا جو تعلیم و تعلم کا اصلی وقت ہے، اس وقت اگر مکہ میں کوئی دارالعلوم ہو یا اسکول و کالج بھی ہوتا تو بھی آپ ﷺ کے لئے اس سے استفادہ مشکل تھا، مگر معلوم ہو چکا کہ وہاں سرے سے یہ علمی مشغلہ اور اس سے دلچسپی ہی کسی کو نہ تھی، اسی لئے یہ پوری قوم عرب امیّین کہلاتے تھے، قرآن کریم نے بھی ان کے متعلق یہ لفظ استعمال کیا ہے، اس کا لازمی نتیجہ یہی ہوتا تھا کہ آپ ﷺ ہر قسم کے تعلیم و تعلم سے بے خبر رہے، وہاں کوئی بڑا عالم بھی ایسا نہ تھا جس کی صحبت میں رہ کر یہ علوم حاصل کیے جا سکیں، جن کا قرآن حامل ہے، پھر قدرت کو تو ایک فوق العادۃ معجزہ دکھلانا تھا، آپ ﷺ کے لئے خصوصی طور پر ایسے سامان ہوئے، معمولی نوشت و خواند جو ہر جگہ کے لوگ کسی نہ کسی طرح سیکھ ہی لیتے ہیں آپ نے وہ بھی نہ سیکھی، بالکل امّی محض رہے، کہ اپنا نام تک بھی نہ لکھ سکتے تھے، عرب کا مخصوص فن شعر و سخن تھا، جس کے لئے خاص خاص اجتماعات کیے جاتے اور مشاعرے منعقد ہوتے، اور اس میں ہر شخص مسابقت کی کوشش کرتا تھا، آپ ﷺ کو حق تعالیٰ نے ایسی فطرت عطا فرمائی تھی کہ ان چیزوں سے بھی دلچسپی نہ لی، نہ کبھی کوئی شعر یا قصیدہ لکھا، نہ کسی ایسی مجلس میں شریک ہوئے۔

ہاں امّی محض ہونے کے ساتھ بچپن سے ہی آپ ﷺ کی شرافتِ نفس، اخلاق فاضلہ، فہم و فراست کے غیر معمولی آثار، دیانت و امانت کے اعلیٰ ترین شاہکار آپ ﷺ کی ذاتِ مقدس میں ہر وقت مشاہدہ کیے جاتے تھے، جس کا نتیجہ یہ تھا کہ عرب کے بڑے بڑے مغرور اور متکبر سردار آپ ﷺ کی تعظیم کرتے تھے، اور سارے مکہ میں آپ ﷺ کو امین کے لقب سے پکارا جاتا تھا، اس امی محض ذاتِ مقدس کی زندگی کے چالیس سال مکہ میں اپنی برادری میں اس طرح گذرے کہ نہ کبھی کسی کتاب یا قلم کو ہاتھ لگایا، نہ کسی مکتب میں گئے، نہ کسی مجلس میں کوئی نظم و قصیدہ ہی پڑھا، ٹھیک چالیس سال کے بعد اُن کی زبان مبارک پہ وہ کلام آنے لگا جس کا نام قرآن ہے جو اپنی لفظی فصاحت و بلاغت کے لحاظ سے اور معنوی علوم و فنون کے لحاظ سے محیّر العقول کلام ہے، اگر صرف اتنا ہی ہوتا تو بھی اس کے معجزہ ہونے میں کسی انصاف پسند کو کیا شبہ رہ سکتا ہے، مگر یہاں یہی نہیں بلکہ اس نے ساری دنیا کو تحدی کی چیلنج دیا کہ کسی کو اس کے کلامِ الٰہی ہونے میں شبہ ہو تو اس کی مثل بنا لائے۔

اب ایک طرف قرآن کی یہ تحدی اور چیلنج اور دوسری طرف ساری دنیا کی مخالف طاقتیں جو اسلام اور پیغمبر اسلام کو شکست دینے کے لئے اپنی مال جان، اولاد، آبرو سب گنوانے کو تیار ہیں، مگر اتنا کام کرنے کے لئے کوئی جرأت نہیں کرتا، کہ قرآن کی ایک چھوٹی سی سورت کی مثال بنا لائے، فرض کر لیجئے کہ یہ کتاب بے مثال و بے نظیر بھی نہ ہوتی، جب بھی ایک امی محض کی زبان سے اس کا ظہور اعجاز قرآن اور وجوہ اعجاز کی تفصیل میں جائے بغیر بھی قرآن کریم کے معجزہ ہونے کے لئے کم نہیں جس کو ہر عالم و جاہل سمجھ سکتا ہے۔ (۱۶)

وہ تمام وجوہات جن سے قرآن مجید ایک معجزہ ثابت ہے وجوہ اعجاز قرآن کہلاتی ہیں۔ سب سے پہلے تو قرآن کے معجزہ ہونے کی سب سے بڑی دلیل یہ ہے کہ اس نے تمام مخالفین کو اس بات سے عاجز کر دیا کہ وہ اس کے مقابلہ میں اس جیسی ایک سورۃ یا ایک بات ہی پیش کر دیں۔ بار بار چیلنج کے باوجود مخالفین میں سے کسی کو بھی لب کشائی کی جرأت نہ ہو سکی۔ فصاحت و بلاغت کے علمبرداروں کی زبانیں گنگ ہو گئیں اور اپنی اس فصاحت و بلاغت کے غرور میں ساری دنیا کو عجمی (گونگا) کہنے والے ساکت و صامت ہو گئے اور ان کی اس خاموشی نے اس بات کی دلیل پیش کر دی کہ قرآن کریم اللہ تعالیٰ کا کلام ہے کسی انسان یا بشر کا کلام نہیں ہے، ورنہ وہ اس کی نظیر پیش کرنے میں یوں عاجز نہ ہوتے۔

''ہر سیرت نگار یا مفسر نے، اس موضوع پر اپنے اپنے خیال سے بحث کی ہے اور مجموعی طور پر کوشش کی ہے کہ اس پیکر فصاحت و بلاغت

کے وجوہ اعجاز کو نمایاں کیا جائے، ان تمام مصنفین کی کاوشوں میں، گو اپنی اپنی انفرادیت کی جھلک بھی پائی جاتی ہے، مگر مجموعی طور پر کچھ باتوں میں سب کا اشتراک ہے"۔ (۱۷)

اس امر پر تو تمام مسلمانوں کا اتفاق ہے کہ قرآن کریم معجزہ ہے، لیکن اختلاف اس میں ہے کہ وہ کس حیثیت سے معجزہ ہے؟ اور وجہِ اعجاز کیا ہے؟

۱۔ بعض معتزلہ کے نزدیک قرآن مجید کا نظمِ کلام (اسٹائل) معجزہ ہے، یعنی اہلِ عرب کا کلام جس طرز اور اسلوب پر ہوا کرتا تھا، قرآن مجید نے اُن کو چھوڑ کر ایک اور بدیع طرز اور عجیب اسلوب اختیار کیا جو عرب میں موجود نہ تھا، اُن کے کلام کا تمام تر نمونہ شعر تھا، قرآن مجید نے نثر کا ایک اسلوب اختیار کیا، کاہنانِ عرب کا کلام بھی نثر ہوتا تھا، مگر اس میں تکلف اور آورد تھا، قرآن مجید نے نظم و نثر کے درمیان ایک ایسا پسندیدہ اسلوب اختیار کیا، جو بلغائے عرب کے تخیل میں بھی نہ تھا، قرآن کے مطالع، مقاطع اور فواصل یعنی جس طرح قرآن کسی بیان کا آغاز اور اس کا خاتمہ کرتا ہے اور جس طرح ایک ایک آیت کو توڑتا جاتا ہے، وہ حدِ اعجاز میں داخل ہے۔

۲۔ معتزلہ میں سے جاحظ اور تمام اشاعرہ قرآن مجید کو فصاحت و بلاغت کی حیثیت سے معجزہ قرار دیتے ہیں۔

۳۔ نظام معتزلی اور ابن حزم ظاہری، یہ اعتقاد رکھتے ہیں اور امام رازی بھی اس کو اقرب الی الصواب کہتے ہیں کہ قرآن مجید کا اعجاز یہ ہے کہ اللہ تعالیٰ نے اپنی قدرتِ کاملہ سے تمام بلغائے عرب و عجم کی زبانیں اس کے مقابلہ میں گنگ کر دیں، اور اس لئے وہ اس کا جواب نہیں لا سکتے۔

۴۔ بعض متکلمین کے نزدیک وجہِ اعجاز، قرآن مجید کا اظہارِ غیب اور پیش گوئیاں ہیں جو انسان کے حیطۂ امکان سے باہر ہیں۔

۵۔ بعض علماء کہتے ہیں کہ قرآن مجید کا اعجاز یہ ہے کہ وہ لوگوں کے دل کے چھپے ہوئے اسرار کو فاش کرتا ہے، جو انسانی دسترس سے باہر ہے۔

۶۔ کسی نے وجہِ اعجاز یہ بتائی ہے کہ اور انسانوں کے کلام بلند و پست، کامل و ناقص، صحیح و غلط، غرض مختلف المراتب ہوتے ہیں، لیکن قرآن مجید شروع سے اخیر تک بلندیٔ کمال اور صحت کے لحاظ سے ایک ہی نوعیت کا ہے۔

۷۔ ایک دو آدمیوں کی یہ رائے ہے، کہ معجزہ یہ ہے کہ ایک اُمّی کی زبان سے ایسا کلام بلاغت نظام نکلا۔

۸۔ قرآن مجید کے اعجاز کی ایک وجہ اُس کی خارقِ عادت تاثیر اور قلوبِ انسانی کی تسخیر بھی قرار دی جا سکتی ہے۔

۹۔ بعضوں نے یہ ثابت کیا ہے کہ قرآن مجید کا اصلی اعجاز اس کے احکام، تعلیمات اور ارشادات ہیں۔ (۱۸)

اعجازِ قرآن کے سلسلے میں حقیقتِ حال یہ ہے کہ تمام علماء مفکرین اسلام کے خیالات اور نظریات باہم متضاد نہیں ہیں کہ جن کو ایک جگہ جمع نہ کیا جا سکے۔ مختلف لوگوں کے نزدیک قرآن مجید کی وجوہِ اعجاز اس لئے الگ الگ نظر آتی ہیں کہ جس شخص کو اپنے مذاق اور اپنے مزاج کے مطابق جو بات اعجازِ قرآن کے لئے نمایاں محسوس ہوئی اس نے اسی کو وجہِ اعجاز قرار دے دیا۔ اور نہ ہی قرآن کریم کی کوئی ایک ہی وجہِ اعجاز بلکہ یہ اعجاز اس قدر کثیر التعداد ہیں کہ ان کا احاطہ نہیں کیا جا سکتا۔

قرآن مجید کی اُن آیتوں کا اگر استقصاء کیا جائے جن میں اس کے وجوہِ اعجاز کی طرف اشارہ پایا جاتا ہے، تو وہ ہم کو خود مختلف نظر آتی ہیں، جن سے یہ ثابت ہوتا ہے کہ اس کے وجوہِ اعجاز اس قدر متعدد اور کثیر الاطراف ہیں، کہ ان کو کسی ایک میں محدود نہیں کیا جا سکتا، اس نے کہیں تو اپنی تعلیم و ارشاد کی مدح کی ہے، کہیں اپنی تاثیر، اور قوتِ جذب کی طرف اشارہ کیا ہے، کہیں اپنی یکسانی اور عدمِ اختلاف کو اپنے خدا کی طرف سے ہونے کی نشانی بتاتی ہے کہیں اس نے اپنی عربیت اور حُسنِ کلام کو ظاہر کیا ہے، کہیں ایک امی کی زبان کا پیغام ہونا اپنا معجزہ بتایا ہے، ایک موقع پر اپنی ہدایت و رہنمائی کو مخصوص ترین وصف قرار دیا ہے کہیں وہ خود کو **نور ھدی حکمة بینة** اور دیگر مختلف اوصافِ معنوی کا پیکر کہتا ہے۔ (۱۹)

۱۔ **فصاحت و بلاغتِ قرآن:** قرآن کی سب سے نمایاں ترین خصوصیت اس کی سادگی اور روانی اور اعلیٰ ترین درجہ کی فصاحت و بلاغت ہے جس کا مقابلہ فصحائے عرب انتہا درجہ کے فصیح و بلیغ ہونے کے باوجود کرنے سے قاصر رہے۔

قرآن مبین O (۲۰) ترجمہ: مدعا کو خوبی سے ظاہر کرنے والا قرآن۔

قرآن کریم کی فصاحت و بلاغت کے کئی مختلف پہلو ہیں جن پر غور و فکر کرنے سے قرآن کی فصاحت کا اعجاز نمایاں ہوتا ہے۔ یہ مختلف پہلو مندرجہ ذیل ہیں:

(الف) لفظی محاسن۔ (ب) اسلوب قرآن کی انفرادیت۔ (ج) صوتی ترنم و تنغم۔ (د) قوتِ تاثیر۔
(ذ) ایجاز و اطناب۔ (ر) الفاظ سے معنی پر دلالت۔ (و) بدائع و صنائع۔ (ہ) تکرار آیات و قصص۔

(الف) لفظی محاسن: قرآن حکیم میں لفظوں اور جملوں کی بندش، فقرات و کلمات کی برجستگی اور مختلف تراکیب کی چستگی اپنے منتہائے کمال پر دکھائی دیتی ہے، اس کے ساتھ یہ حقیقت بھی اپنی جگہ ہے کہ اہل عرب اس فن میں اس درجہ مہارت رکھتے تھے کہ وہ اپنے سوا ہر قوم کو عجمی (گونگا) کہا کرتے تھے اور یہ فصاحت و بلاغت گویا ان کو فطری طور پر وراثت میں ملی تھی، پیدائشی طور پر ہر بچہ فصیح زبان سنتا اور بولتا تھا۔ ان میں سے کوئی قبیلہ دوسرے قبیلے سے فصاحت و بلاغت میں مرعوب نہیں ہوتا تھا، مگر اس کے باوجود قرآن حکیم کو سن کر، اس کی تلاوت کا حظ اٹھا کر وہ ہر کلام کی لذت اور حلاوت کو بھول گئے۔ یہ تبھی ممکن ہے جب یہ تسلیم کیا جائے کہ قرآنی فصاحت و بلاغت کا ان کے پاس کوئی جواب نہیں تھا۔ (۲۱)

قرآن کی فصاحت و بلاغت کے ساتھ حلاوتِ قرآن کا یہ حال تھا کہ سخت ترین دشمنِ اسلام ابوجہل بن ہشام اور اس کے دو ساتھی ابوسفیان اور الاخنس بن شریک مسلسل تین روز چھپ کر آیاتِ قرآنیہ سنتے رہے۔

قال ابن اسحاق : وحدثنی محمد بن مسلم بن شهاب الزهری أنه حدث : أن أبا سفیان بن حرب ، وأبا جهل بن هشام، والأخنس بن شریق ابن عمرو بن وهب الثقفی، حلیف بنی زهرة، خرجوا لیلة لیستمعوا من رسول اللّٰه ﷺ وهو یصلی من اللیل فی بیته، فأخذ كل رجل منهم مجلسا یستمع فیه، وكل لا یعلم بمكان صاحبه، فباتوا یستمعون له، حتی اذا طلع الفجر تفرقوا. فجمعهم الطریق، فتلاوموا، وقال بعضهم لبعض : لا تعودوا، فلو رآكم بعض سفهائكم لأوقعتم فی نفسه شیئا، ثم انصرفوا. حتی اذا كانت اللیلة الثانیة عاد كل رجل منهم الی مجلسه، فباتوا یستمعون له، حتی اذا طلع الفجر تفرقوا، فجمعهم الطریق، فقال بعضهم لبعض مثل ما قالوا اوّل مرّة، ثم انصرفوا. حتی اذا كانت اللیلة الثالثةاخذ كل رجل منهم مجلسه، فباتوا یستمعون له، حتی اذا طلع الفجر تفرقوا، فجمعهم الطریق، فقال بعضهم لبعض : لا نبرح حتی نتعاهد ألا نعود ؛ فتعاهدوا علی ذلک، ثم تفرقوا. (۲۲)

ولید بن مغیرہ کی نسبت یہ منقول ہے کہ اس نے ایک قرآنی آیت کو سن کر کہا بخدا اس میں حلاوت اور رونق و حسن ہے، اس کا باطن پانی سے لبالب معمور ہے اور ظاہر ثمرہ آور ہے، یہ کسی انسان کا کلام نہیں۔ قرآن کریم خود اپنی فصاحت و بلاغت کی دلیل پیش کرتا ہے۔

لسان الذی یلحدون الیه اعجمی وهذا لسان عربی مبین O (۲۳)

جس کی طرف یہ کفار نسبت کرتے ہیں، اس کی زبان تو عجمی ہے، اور یہ ایسی زبان ہے جو عربی ہے، اور اپنے مدعائے دلی کو خوبی سے ظاہر کرتی ہے۔

قرآن کریم کی فصاحت و بلاغت سے متعلق الشیخ محمد عبدہٗ ’’رسالۃ التوحید‘‘ میں فرماتے ہیں:

نزل القرآن في عصر اتفق الرواة وتواترت الأخبار على أنه أرقى الأعصار عند العرب، وأغزرها مادة في الفصاحة، وأنه الممتاز بين جميع ما تقدمه بوفرة رجال البلاغة وفرسان الخطاب، وأنفس ما كانت العرب تتنافس فيه من ثمار العقل ونتائج الفطنة والذكاء: هو الغلب في القول والسبق الى اصابة مكان الوجدان من القلوب، ومقر الاذعان من العقول، وتفانيهم في المفاخرة بذلك مما لا يحتاج الى الاطالة في بيانه. (۲۴)

(ب) <u>اسلوب قرآن کی انفرادیت:</u> قرآن کریم کی فصاحت و بلاغت اور اس کے انداز کلام میں جو خاص انفرادیت ہے وہ اس کا اسلوب بیان ہے، جو اسے دوسرے تمام اقسام کے کلام سے جداگانہ مقام عطا کرتا ہے۔ اہل عرب میں عام طور پر تین قسم کے کلام کا رواج تھا۔

(i) "نظم" (شعر و شاعری)۔ (ii) "نثر" (روزمرہ کی بول چال خط و کتابت اور خطبات)۔

(iii) "سجع" (مقفع و مسجع عبارت، یہ زبان کاہنوں کی زبان تھی جس میں الفاظ خوبصورت اور بڑی شان و شوکت والے ہوتے لیکن معنی کے لحاظ سے انتہائی بے وقعت اور گرے ہوئے (گھٹیا) ہوتے تھے)۔

قرآن کریم کا اسلوب بیان ان تمام اقسام سے بالکل مختلف تھا جو نہ شعر تھا نہ نثر اور نہ ہی سجع تھا۔ قرآن کریم کا کلام کہیں چھوٹی چھوٹی آیات پر مشتمل ہے تو کہیں بڑی بڑی آیات سے عبارت ہے۔ قرآن کریم کے کلام کی یہ خاص خوبی ہے کہ خواہ آیات چھوٹی چھوٹی ہوں یا بڑی بڑی عبارات ہر جگہ الفاظ کا حسن نمایاں ہے اور ساتھ ہی معانی کا ایک بحر بیکراں ٹھاٹھیں مارتا نظر آتا ہے۔ الفاظ و آیات کے معنی کا یہ عالم ہے کہ جوں جوں معانی پر غور و فکر کیا جاتا ہے توں توں معانی کا یہ بحر بیکراں مزید معانی پیدا کرتا چلا جاتا ہے۔ جیسے سمندر کی ایک لہر سے کئی لہریں نکلتی ہیں اور پھر ہر نئی لہر سے مزید نہریں نکلتی نظر آتی ہیں۔ اسی وجہ سے فصحائے عرب کو قرآن کے کلام کے لئے صنف کا تعین کرنے میں بڑی دشواری کا سامنا تھا۔

وقال الشيخ ولي الدين الملوى قد وهم من قال لا يطلب للآى الكريمة مناسبة لأنها على حسب الوقائع المفرقة وفصل الخطاب انها على حسب الوقائع تنزيلا وعلى حسب الحكمة ترتيبا وتأصيلا فالمصحف على وفق ما في اللوح المحفوظ مرتبة سوره كلها وآياته بالتوقيف كا أنزل جملة الى بيت العزة ومن المعجز البين أسلوبه ونظمه الباهر والذى ينبغى فى كل آية أن يبحث أول كل شئ عن كونها مكملة لما قبلها أو مستقلة ثم المستقلة ما وجه مناسبتها لما قبلها ففى ذلك علم جم وهكذا فى السور يطلب وجه اتصالها بما قبلها وما سيقت له اهل وقال امام الرازى فى سورة البقرة ومن تأمل فى لطائف نظم هذه السورة وفى بدائع ترتيبها علم ان القرآن كا أنه معجز بحسب فصاحة ألفاظه وشرف معانيه فهو أيضا بسبب ترتيبه ونظم آياته ولعل الذين قالوا انه معجز بسبب أسلوبه. (۲۵)

شیخ برہان الدین البقاعیؒ اعجاز قرآن کے سلسلے میں فرماتے ہیں:

الشيخ برهان الدين البقاعى فى كتاب سماه نظم الدرر فى تناسب الآى والسور و كتابى الذى صنفته فى أسرار التنزيل كافل بذلك جامع لمناسبات السور والآيات مع ما تضمنه من بيان وجوه الاعجاز وأساليب البلاغة وقد لخصت منه مناسبة السور خاصة فى جزء لطيف سميته تناسق الدرر فى تناسب السور وعلم المناسبة. (۲۶)

قرآن کے اسلوب بیان میں معنویت کی گہرائی و گیرائی اور اس کلام الٰہی کے اعجاز ہونے پر آیات کلام ربانی خود دلیل اعجاز ہیں۔

وانهٔ لکتٰب عزیز لا یأتیه الباطل من بین یدیه ولا من خلفه تنزیل من حکیم حمید ○ ما یقال لک الا ما قد قیل للرسل من قبلک ان ربک لذو مغفرۃ وذو عقاب الیم ○ ولو جعلنٰهُ قرانا اعجمیا لقالوا لولا فصّلت ایٰتهٗ ء اعجمی وعربی قل ہو للذین امنوا ہدی وشفآء○ (۲۷)

یہ عزت والی کتاب ہے جس کے آس پاس بھی باطل نہیں آ سکتا، یہ حکمت اور تعریف والے خدا کی اتاری ہوئی ہے، اے پیغمبر تجھ سے وہی کہا جاتا ہے جو تجھ سے پہلے پیغمبروں سے کہا گیا تیرا پروردگار بخشش والا بھی ہے، اور عذاب والا بھی ہے، اگر ہم اس قرآن کی زبان عجمی کرتے تو وہ لوگ یہ کہتے کہ اس کے احکام کیوں نہیں کھول کے بیان کیے گئے، ہم عرب میں، اور کتاب عجمی کہہ دے کہ یہ کتاب مومنوں کے لئے ہدایت اور شفا ہے۔

اعجازِ قرآن کا اعتراف خود سرداران قریش نے کیا:

وقال عتبة بن ربيعة حين سمع القرآن : ياقوم قد علمتم أني لم أترك شيئاالا وقد علمته وقرأته وقلته واللّٰه لقد سمعت قولا واللّٰه ما سمعت مثله قط ما هو بالشعر ولا بالسحر ولا بالكهانة. (۲۸)

(ج) صوتی ترنم و تغنم :(موسیقیت اور نغمگی): قرآن کریم کا کلام ایک خاص حسن و جمال کا پیکر ہے جس میں الفاظ کی خوبصورتی کے ساتھ نغمگی اور موسیقیت کا ایک خاص رنگ ہے۔ اوزان اور قافیہ بندی سے مبرّا ہونے کے باوجود ترنم اور نغمگی کی کیفیت بھرپور انداز میں پائی جاتی ہے قرآن کریم کی مختلف سورتوں میں آیات کے اعتبار سے تین قسم کی آیات ہیں۔ مثلاً طویل آیات جیسے سورۂ بقرۃ اور سورۂ کہف کی آیات مبارکہ، اوسط آیات جیسے سورۂ اعراف اور سورۂ انعام کی آیات مبارکہ اور تیسری قسم چھوٹی چھوٹی آیات کی ہے جیسے سورۂ رحمٰن اور سورۂ مرسلات کی آیات مبارکہ، لیکن آیات میں موزونیت اور روانی کا یہ عالم ہے کہ جب یہ آیات پڑھی جا رہی ہوں تو سننے والے کو یوں محسوس ہوتا ہے گویا دریا رواں ہے اور لفظوں کے اتار چڑھاؤ سے آبشار سے گرتے ہوئے پانی کا سماں پیدا ہوتا ہے۔

الرحمٰن ○ علم القران ○ خلق الانسان ○ علمه البيان ○ الشمس والقمر بحسبان ○ والنجم والشجر يسجدان ○ والسمآء رفعها ووضع الميزان ○ الا تطغوا في الميزان ○ واقيموا الوزن بالقسط ولا تخسروا الميزان ○ والارض وضعها للانام ○ فيها فاكهة ○ والنخل ذات الاكمام ○ والحب ذو العصف والريحان ○ فباى الآء ربكما تكذبٰن ○ (۲۹)

ترجمہ: رحمٰن نے اپنے محبوب کو قرآن سکھایا۔ انسانیت کی جان (محمد) کو پیدا کیا۔ ما کان، ما یکون کا بیان انہیں سکھایا۔ سورج اور چاند حساب سے ہیں۔ اور سبزے اور پیڑ سجدہ کرتے ہیں۔ اور آسمان کو اللہ نے بلند کیا۔ اور ترازو رکھی کہ ترازو میں بے اعتدالی نہ کرو۔ اور انصاف کے ساتھ تول قائم کرو۔ اور وزن نہ گھٹاؤ۔ اور زمین رکھی مخلوق کے لئے۔ اس میں میوے اور غلاف والی کھجوریں اور بُھس کے ساتھ اناج۔ تو اے جن وانس تم دونوں اپنے رب کی کون کون سے نعمت کو جھٹلاؤ گے۔

قرآنی آیات کے ترنم اور تغنم کا یہ عالم ہے کہ جب قرآن پڑھا جاتا ہے تو گویا ایک معجزاتی سرور کی کیفیت پیدا ہو جاتی ہے۔ اگرچہ کہ بے شمار لوگ اس زبان عربی سے ناواقف ہیں لیکن اس کے باوجود جب قرآن پڑھا جاتا ہے تو ہر شخص کی توجہ اسی جانب مبذول ہو جاتی ہے۔ اور ہر سننے والا کان مکمل توجہ کے ساتھ بھرپور انداز میں اس کی طرف متوجہ ہو جاتا ہے اور ایسا سماں بندھتا ہے کہ پوری فضا خاموش محسوس ہوتی ہے اور قرآن کے الفاظ اور ان کا تاثر پوری فضا میں چھا جاتا ہے۔ اور ان آیات کے پڑھنے کے وقت ایک ترنم اور نغمگی کا تاثر پیدا ہوتا ہے۔

الم نخلقكم من مآء مهين ○ فجعلنٰه في قرار مكين ○ الىٰ قدر معلوم ○ فقدرنا ○ فنعم القٰدرون ○ ويل يومئذ للمكذبين ○ (۳۰)

ترجمہ: کیا ہم نے تمہیں ایک بے قدر پانی سے پیدا نہ فرمایا۔ پھر اسے ایک محفوظ جگہ میں رکھا۔ ایک معلوم اندازہ تک۔ پھر ہم نے اندازہ فرمایا۔ تو ہم کیا ہی اچھے قادر ہیں۔ اسی دن جھٹلانے والوں کی خرابی۔

اسی بنا پر اشعار و نظم سے معرا ہونے کے باوجود یہ واحد کتاب ہے جس کو پڑھنے (تلاوت کرنے) کا خاص فن (فن تجوید و قرأت) پیدا ہوا اور اس نے وہ عروج حاصل کیا کہ ہر زمانے میں ہزار ہا افراد اس فن سے وابستہ رہے ہیں اور روز بروز اس کو ترقی نصیب ہو رہی ہے۔ (۳۱)

(د) **قوت تاثیر:** کسی بھی کتاب کو اس اصول پر جانچا یا پرکھا جاتا ہے کہ اس کتاب کو پڑھنے یا سننے والوں پر کس قسم کا اثر ہوتا ہے۔ یا لوگوں پر اس کے کیا اثرات مرتب ہوتے ہیں۔ قرآن مجید خود اپنے بارے میں اس تاثیر اعجاز کو اس طرح بیان کرتا ہے۔

اللّٰہ نزل احسن الحدیث کتٰبا متشابها مثانی تقشعر منه جلود الذین یخشون ربهم ج ثم تلین جلودهم وقلوبهم الی ذکر اللّٰہ ط (۳۲)

ترجمہ: خدا نے نہایت اچھی باتیں نازل فرمائی ہیں، (یعنی) کتاب جس کی آیتیں (باہم) ملتی جلتی (ہیں) اور دہرائی جاتی (ہیں) جو لوگ اپنے پروردگار سے ڈرتے ہیں ان کے بدن کے (اس سے) رونگٹے کھڑے ہو جاتے ہیں، پھر ان کے بدن اور دل نرم (ہو کر) خدا کی ذات کی طرف (متوجہ) ہو جاتے ہیں۔

قرآن کریم کی اسی تاثیر اور قوت تسخیر کی بناء پر کفار قرآن مجید کو سحر اور جادو کہتے تھے۔

واذا تتلٰی علیهم ایٰتنا بینٰت قال الذین کفروا للحق لما جآء هم هذا سحر مبین ہ (۳۳)

ترجمہ: جب ان کافروں پر ہماری کھلی کھلی آیتیں پڑھی جاتی ہیں، تو وہ لوگ جو سچائی آنے کے بعد اس کا انکار کرتے ہیں، کہتے ہیں یہ تو کھلا ہوا جادو ہے۔

قرآن کریم کی اس معجزانہ تاثیر کے خوف سے کفار مکہ لوگوں سے کہتے کہ جب محمد ﷺ قرآن پڑھیں تو شور کر دو تا کہ لوگ ان کا کلام سن کر متاثر نہ ہوں۔

وقال الذین کفروا لا تسمعوا لهٰذا القرآن والغوا فیه لعلکم تغلبونہ (۳۴)

ترجمہ: کفار نے کہا کہ اس قرآن کو سنا نہ کرو اور اس کے پڑھتے وقت شور و غل کرو، شاید تم جیت جاؤ۔

قرآن کریم کی حلاوت و تاثیر انسانی قلوب اور نفوس پر جس طرح اثر انداز ہوتی ہے وہ اس کا ایک خاص اعجاز ہے اور اس بات کا ثبوت ہے کہ یہ اللہ کا کلام ہے۔

فی اعجاز القرآن وجها ذهب عنه الناس وهو صنیعه فی القلوب وتأثیره فی النفوس فانک لا تسمع کلاما غیر القرآن منظوما ولامنثورا اذا قرع السمع خلص له الی القلب من اللذة والحلاوة فی حال ذوی الروعة المهابة فی حال آخر ما یخلص منه الیه قال تعالٰی لو أنزلنا هذا القرآن علٰی جبل لرأتیه خاشعا متصدعا من خشیة اللّٰہ وقال اللّٰہ نزل احسن الحدیث کتابا متشابها مثانی تقشعر منه جلود الذین یخشون ربهم. (۳۵)

مومنین کے قلوب پر آیات ربانی کی تاثیر سے جو کیفیات پیدا ہوتی ہیں۔ قرآن کریم خود اس کی عکاسی کرتا ہے۔

انما المؤمنون الذین اذا ذکر اللّٰہ وجلت قلوبهم واذا تلیت علیهم ایٰتهٗ زادتهم ایماناہ (۳۶)

ترجمہ: مومن تو وہ ہیں کہ جب خدا کا ذکر کیا جاتا ہے تو ان کے دل ڈر جاتے ہیں اور جب انہیں اس کی آیتیں پڑھ کر سنائی جاتی ہیں تو ان کا ایمان اور بڑھ جاتا ہے۔

اس لحاظ سے قرآن کریم واحد آسمانی کتاب ہے جس نے تاریخ انسانیت پر گہرے، انمٹ اور لازوال اثرات چھوڑے ہیں۔ قرآن حکیم کے ذریعے نہ صرف اشاعت اسلام ہوئی، بلکہ اسلام قبول کرنے والوں میں اخلاقی و معاشرتی، سماجی اور مذہبی اقدار کو استوار رکھنا، آزادی و غلامی، ترقی و تنزل، الغرض ہر دور میں ان کے ذہنی جذبے (MORAL) کو نہ صرف بلند رکھنا بلکہ حالات کا مردانہ وار مقابلہ کرنے پر آمادہ کرنا، قرآن حکیم کا ایک نمایاں اعجاز ہے۔ (۳۷)

(د) **ایجاز و اطناب:** علماء نے بلاغت کی تعریف یہ بھی کی ہے کہ بلیغ کلام وہ ہے جس میں موقع و محل کے مطابق بات کہی گئی ہو جہاں اختصار کا موقع ہو وہاں مختصر انداز میں مکمل بات بیان کی جائے یعنی "ایجاز" کا پہلو اختیار کیا جائے اور جہاں تفصیل سے بات کرنا مقصود ہو وہاں "اطناب" کا پہلو اختیار کیا جائے اور مفصل بیان سے واقعہ کے ہر پہلو کو اجاگر کیا جائے۔ قرآن کریم کے معجزہ ہونے کی ایک وجہ اس کا "ایجاز" ہے۔ "ایجاز" کا مفہوم علماء معانی نے اس طرح بیان کیا ہے۔

الایجاز : قلة اللفظ و كثرة المعنىٰ "الفاظ کی تعداد بہت کم ہو اس کے باوجود اس کے دامن میں لطائف و حکم کے جو سمندر ٹھاٹھیں مار رہے ہوں، وہ بیکراں ہوں۔" یعنی چند الفاظ میں کثیر التعداد معانی کو سمو دیا گیا ہو۔ (۳۸)

ولكم فى القصاص حيوٰة o (۳۹) ترجمہ: اور خون کا بدلہ لینے میں تمہاری زندگی ہے۔

اس میں صرف تین لفظ ہیں لیکن یہاں اس میں جو معانی و معارف بیان کئے گئے ہیں ان کی کوئی انتہا نہیں۔ ان دو کلمات میں قاتل کی سزا بھی بیان کر دی اور اس میں جو حکمتیں مضمر ہیں ان کو بھی واضح انداز سے بیان کر دیا گیا۔ (۴۰)

قرآن کریم کی اس آیت میں صرف تین حروف میں ایک بہت بڑے اور بھیانک جرم کی سزا بھی بتا دی اور ساتھ ہی وہ حکمت بھی واضح کر دی جس میں بے شمار راز پنہاں ہیں۔ قاتل کو اس کے جرم کی سزا میں قتل کر دینے سے قتل و غارت گری کا مکمل خاتمہ ہو جائے گا۔ اور بے شمار معصوم جانیں بچ جائیں گی۔ اور جرائم کا خاتمہ ہو کر معاشرے میں امن و امان کی فضا قائم ہوگی۔ قرآن کریم کی آیات مبارکہ کا یہ بھی اعجاز ہے کہ ان میں ایجاز و اختصار بھی اپنے درجۂ کمال کو پہنچا ہوا ہے۔ جیسا کہ سورۂ قصص میں اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے: **واوحينآ الى ام موسىٰ ان ارضعيه ج فاذا خفت عليه فالقيه فى اليم ولا تخافى ولا تحزنى ج انا رادوه اليك وجاعلوه من المرسلين.**

وحكى الصمعى أنه سمع كلام جارية فقال لها : قاتلك الله ما أفصحك ؟ فقالت أو يعد هذا فصاحة بعد قول الله تعالى ﴿واوحينآ الى ام موسىٰ ان ارضعيه﴾ الآية فجمع فى آية واحدة بين أمرين ونهين وخبرين وبشارتين فهذا نوع من اعجاز. (۴۱)

اعجاز قرآن کے سلسلے میں ابن ابی الاصبع فرماتے ہیں۔

أفرده بالتصنيف ابن أبى الأصبع فاورد فيه نحو مائة نوع وهى المجاز والاستعارة والكناية والارداف والتمثيل والتشبيه والايجاز والاتساع والاشارة والمساواة والبسط والايغال والتشريع والتميم والاتضاح ونفى الشئ بايجابه والتكميل والاحتراس والاستقصاء والتذييل والزيادة والترديد والتكرار والتفسير فقد تقدم بعضها فى أنواع مفردة وبعضها فى نوع الايجاز والاطناب مع أنواع أخر كالتعريض والاحتباك والا كتفاء والطرد والعكس. (۴۲)

(ر) **الفاظ سے معنی پر دلالت:** قرآن کریم کا یہ بھی اعجاز ہے کہ قرآن میں مختلف مقامات پر جو الفاظ استعمال ہوئے ہیں ان میں زبان کے حسن اور خوبصورتی کے ساتھ اس قدر رسادگی ہے کہ پڑھنے والا معمولی فہم و بصیرت اور ذوق لطیف رکھتا ہو تو با آسانی محض لفظوں کی مدد سے

اصل مطلب تک رسائی حاصل کر سکتا ہے۔ جیسے: **فیہ ھدی للمتقین o** (۴۳) "یہ پرہیزگاروں کے لئے سرتاپا ہدایت ہے۔"

قد جآء کم من اللّٰہ نور و کتٰب مبین o (۴۴) تمہارے پاس روشنی اور مدعا کو ظاہر کرنے والی کتاب آچکی۔

ولقد انزلنا الیک ایٰت بینٰت o (۴۵) ہم نے تیری طرف کھلی ہوئی آیتیں اتاریں۔

وھٰذا کتٰب انزلنٰہ مبٰرک فاتبعوہ واتقوا لعلکم ترحمون o (۴۶)
یہ مبارک کتاب ہم نے اتاری تو اس کی پیروی کرو اور پرہیزگاری اختیار کرو تا کہ تم پر رحم کیا جائے۔

وتنزیل من القرآن ماھو شفآء ورحمۃ للمؤمنین o (۴۷)
اور قرآن سے ہم وہ اتارتے ہیں، جو مومنوں کے لئے شفاء اور رحمت ہے۔

یہ تمام آیات مبارکہ جو قرآن کریم میں مختلف مقامات پر ہیں لیکن پڑھنے والا ان آیات کے الفاظ ہی سے اصل معنی و مفہوم سمجھ جاتا ہے۔ اور اصل مطلب تک رسائی حاصل کر لیتا ہے۔

(و) **بدائع وصنائع:** قرآن کریم کا ایک اعجاز یہ بھی ہے کہ اس میں بدائع وصنائع کا بکثرت سے استعمال ہوا ہے۔ یعنی قرآن کریم میں ان لفظی اور معنوی اصولوں کا نہ صرف خیال رکھا گیا ہے بلکہ ان کا استعمال بھی کثرت سے کیا گیا ہے جن سے کوئی کلام اپنے درجۂ کمال کو پہنچتا ہے۔ امام جلال الدین سیوطیؒ **"الاتقان"** میں ابن ابی الاصبع کا قول نقل فرماتے ہیں جو انہوں نے سورۂ ھود کی آیت ۴۴ کے بارے میں بیان کیا ہے۔

وقیل یٰارض ابلعی مآءک ویٰسمآء اقلعی وغیض المآء وقضی الامر واستوت علی الجودی وقیل بعدا للقوم الظٰلمین o (۴۸)

ترجمہ: اور حکم دیا گیا کہ اے زمین اپنا پانی نگل لے اور اے آسمان تھم جا اور پانی خشک کر دیا گیا، اور حکم تمام ہوا اور کشتی جودی (پہاڑ) پر آٹھہری اور فرمایا گیا کہ دور ہوں ظالم لوگ۔

اس آیت کی نسبت ابن ابی الاصبع فرماتے ہیں کہ میں نے آج تک اس کلام جیسی مثال نہیں دیکھی اس آیت میں سترہ (۱۷) الفاظ ہیں اور بیس (۲۰) بدائع۔

قال ابن ابی الاصبع ولم أرفی الکلام مثل قولہ تعالٰی یا أرض ابلعی ماءک فان فیھا عشرین ضربا من البدیع وھی سبع عشرۃ لفظۃ وذلک المناسبۃ التامۃ فی ابلعی واقلعی والاستعارۃ فیھما والطباق بین الأرض والسماء والمجاز فی قولہ یا سماء فان الحقیقۃ یا مطر السماء والاشارۃ فی وغیض الماء فانہ عبر بہ عن معان کثیرۃ لان الماء لا یغیض حتی یقلع مطر السماء وتبلغ الارض ما یخرج منھا من عیون الماء فینقص الحاصل علی وجہ الارض من الماء. (۴۹)

(و) **تکرار آیات وقصص:** قرآن کریم کے کلام کی ایک اہم اور نمایاں خصوصیت جو اسے سب سے نمایاں اور منفرد مقام پر رکھتی ہے وہ اس کی آیات اور واقعات کی تکرار ہے۔ عموماً الفاظ اور واقعات کا بار بار دہرانا ذوق لطیف پر بار گزرتا ہے لیکن قرآن کریم کا یہ اعجاز ہے کہ الفاظ اور قصص کی تکرار قاری پر بار نہیں بنتا۔ بلکہ اس کے برعکس پڑھنے والے پر یہ تکرار حسن اور لطافت بن کر ایک سرور کی کیفیت پیدا کرتا ہے اور ایک وجدانی کیفیت میں انسان کا نفس مسحور ہو جاتا ہے الفاظ اور واقعات کی تکرار سے کلام کا حسن اور خوبصورتی مزید بڑھ جاتی ہے۔

قرآن حکیم کی ایک منفرد خصوصیت یہ بھی ہے کہ اس میں بہت سے مقامات پر الفاظ وتراکیب کا اعادہ کیا گیا ہے، لیکن اس کے باوجود وہاں حسن اور لطافت میں کمی آنے کے بجائے اضافہ ہوا ہے، مثلاً **سورۂ رحمٰن** میں آیت **فبای الآء ربکما تکذبٰن** یعنی پس تم میری کون کون سے نعمتوں کا انکار کرو گے، کا اکتیس (۳۱) بار، **سورۂ مرسلٰت** میں **ویل یومئذ للمکذبین** کا دس مرتبہ، **سورۃ الشعراء** میں آیت: **ان فی ذٰلک لآیۃ ط وما کان اکثرھم مؤمنین** کا آٹھ مرتبہ اور **سورۃ قمر** میں آیت: **ولقد یسرنا القرآن للذکر فھل من مدکر** (یعنی اور ہم نے قرآن سمجھنے کے لئے آسان کر دیا ہے تو کوئی ہے جو سمجھے) کا چار مرتبہ تکرار کیا گیا ہے، مگر اس کے باوجود ان مقامات پر حسن و بلاغت میں کمی کے بجائے اضافہ ہوا ہے اور ہر جگہ ان آیات کے تکرار نے نئے معانی پیدا کیے ہیں۔ الفاظ کے تکرار کے ساتھ ساتھ اکثر جگہ مضمون کا تکرار بھی کیا گیا ہے، مگر ہر جگہ کوئی نہ کوئی نیا نکتہ پیدا ہوتا ہے اور تکرار و تشابہ کے باوجود مضمون کی وسعت و گہرائی میں فرق نہیں آنے دیا گیا۔ (۵۰)

قوله فبأى آلاء ربكما تكذبان فانها وان تكررت نيفا و ثلاثين مرة فكل واحدة تتعلق بما قبلها ولذلك زادت على ثلاثة ولو كان الجميع عائدا الى شيء واحد لما زاد على ثلاثةلان التأكيد لا يزيد عليها قاله ابن عبد السلام وغيره وان كان بعضها ليس بنعمة فمذكر النقمة للتحذير نعمة ﴿وقد سئل﴾ أى نعمة فى قوله كل من عليها فان فاجيب باجوبة أحسنها النقل من دار الهموم الى دار السرور واراحة المؤمن والبار من الفاجر وكذا قوله ويل يومئذ للمكذبين فى سورة المرسلات لانه تعالىٰ ذكر قصصا مختلفة واتبع كل قصة بهذا القول فكانه قال عقب كل قصة ويل يومئذ للمكذبين بين بهذه القصة وكذا قوله فى سورة الشعراء ان فى ذلك لاية وما كان أكثرهم مؤمنين وان ربك لهو العزيز الرحيم كررت ثمان مرات كل مرة عقب كل قصة فا لا شارة فى كل واحدة بذلك الى قصة النبى المذكور قبلها وما اشتملت عليه من الآيات والعبر وقوله وما كان أكثرهم مؤمنين الى قومه خاصة وما كان مفهومه ان الأقل من قومه آمنوا أتى بوصفى العزيز الرحيم للاشارة الى ان العزة على من لم يؤمن منهم والرحمة لمن آمن وكذا قوله فى سورة القمر ولقد يسرنا القرآن للذكر فهل من مدكر وقال الزمخشرى كرر ليجدوا عند سماع كل نبأ منها اتعاظا وتنبها وان كلامن تلك الانباء يستحق لاعتبار يختص به وان يتنبهوا كى لا يغلبهم السرور والغفلة قال فى عروس الافراح فان قلت اذا كان المراد بكل ما قبله فليس ذلك باطناب بل هى ألفاظ كل أريد به غير ما أريد الآخر قلت اذا قلنا العبرة بعموم اللفظ فكل واحد أريد به ما أريد بالآخر ولكن كرر ليكون نصا فيما يليه وظاهرا فى غيره فان قلت يلزم التأكيد قلت والامر كذلك ولا يرد عليه ان التأكيد لا يزاد به عن ثلاثة لان ذاك فى التأكيد الذى هو تابع أما ذكر الشئ فى مقامات متعددة أكثر من ثلاثة فلا يمتنع. (۵۱)

منه اعجاز الكلام قد بدا ۔۔۔ ما به خص سوى ختم الرسل (۵۲)

ترجمہ: قرآن پاک ہی سے بلاغتِ کلام کا معجزہ ظاہر ہوا۔ اور یہ معجزہ سوائے خاتم الانبیاء کے کسی کو نہیں دیا گیا۔

(۲) <u>**جامعیت وکاملیت:**</u> قرآن کریم کے الفاظ، حروف اور کلام کی اس انتہا درجہ کی فصاحت و بلاغت کہ فصحاءِ عرب اس کلام کے سامنے ساکت اور گنگ ہیں کلام کی ان ظاہری خوبیوں کے علاوہ قرآن کی جامعیت وکاملیت بھی ایک اہم نمایاں خصوصیت ہے جو اس کلام کا خاص

اعجاز ہے۔ قرآن کریم میں جس درجہ کی جامعیت اور کاملیت ہے اس کا شرف قرآن کے علاوہ کسی کتاب کو آج تک حاصل نہ ہو سکا اور نہ ہی ہو سکے گا۔ قرآن کریم کی اس جامعیت و کاملیت کا اظہار خود اللہ تعالیٰ نے قرآن میں فرمایا ہے۔

ولقد صرفنا للناس فی ھذا القرآن من کل مثل o (۵۳)

ترجمہ: **اور ہم نے اس قرآن میں سب باتیں طرح طرح سے بیان کر دی ہیں۔**

مسلمانوں کی ہر دینی، مذہبی، عائلی، خاندانی، معاشی، معاشرتی اور سیاسی و اقتصادی مشکلات کا تسلی بخش حل اس کتاب میں مذکور ہے، اس لیے یہ کتاب ایک منشور اور دستور حیات کی حیثیت رکھتی ہے؛ البتہ اس کتاب کے اشارات و تلمیحات اور اس کے کنایات و مجازات کو سمجھنے کے لیے مہبط وحی نبی کریم ﷺ کے ارشادات کو سامنے رکھنا اشد ضروری ہے اور خود قرآن مجید کی تصریحات کے مطابق، یہ تعلیمات نبوی حیطہ قرآن سے باہر نہیں، بلکہ اسی کے اندر ہے۔ (۵۴)

قرآن کریم کی جامعیت و کاملیت کا ثبوت حضور اکرم ﷺ کی یہ حدیث مبارکہ ہے۔

عن مالک انہ بلغہ ان رسول اللہ ﷺ قال ترکت فیکم امرین لن تضلوا ما تمسکتم بھما کتاب اللہ وسنۃ نبیہ. (۵۵)

ترجمہ: میں تم میں دو بنیادی چیزیں چھوڑے جا رہا ہوں، اگر تم ان کو مضبوطی سے تھامے رکھو گے تو کبھی گمراہ نہیں ہو گے اور وہ ہیں کتاب اللہ اور سنت رسول اللہ۔

قرآن کریم کی جامعیت کے ساتھ ساتھ اس کی کاملیت کا یہ مقام ہے کہ اللہ خود اس کلام پر دین کی تکمیل کا اعلان فرماتے ہیں۔

الیوم اکملت لکم دینکم واتممت علیکم نعمتی ورضیت لکم الاسلام دینا o (۵۶)

ترجمہ: **آج ہم نے تمہارا دین مکمل کر دیا اور اپنی نعمتیں تم پر پوری کر دیں اور تمہارے لئے دین اسلام پسند کیا۔**

قرآن کریم ہی کو یہ خصوصیت اور امتیاز حاصل ہے کہ اس پر اتمام دین کا اعلان عام ہوا جب کہ آپ ﷺ کی امت سے پہلے تمام انبیاء علیہم السلام کی امتیں اس خوشخبری سے محروم رہیں۔

اس کلام الٰہی کے ہر کلمہ میں علم و حکمت کے دریا موجزن ہیں، علوم معارف کے سمندر ٹھاٹھیں مار رہے ہیں اور الفاظ کی تعداد کم ہے مگر معانی کی بیکرانی حیرت انگیز ہے۔ اس کی عبارت لطائف و حکم سے لبریز ہے، اس میں بیک وقت اللہ تعالیٰ پر ایمان لانے اور اس کے ہر حکم کو بجا لانے کے لئے اثر انگیز ارشادات ہیں جن سے ایک دانشمند آدمی کو ادنیٰ سرتابی کی مجال بھی نہیں رہتی۔ اس میں حلال و حرام کے بے مثال ضابطے موجود ہیں۔ محاسن اخلاق کو اپنانے کی ترغیب ہے۔ برے کاموں سے دور رہنے کی تلقین ہے۔

انسانی زندگی کو نفع بخش اور فیض رساں بنانے کے لئے، ہر انسان کے دل میں فضیلت و کرامت کے اعلیٰ و ارفع درجات پر فائز ہونے کا جو شوق ہے اس مرکب شوق کو تازیانہ لگانے کے لئے، اس میں اعمال صالحہ کی محبت اور اعمال شنیعہ کے خلاف نفرت پیدا کرنے کے لئے مختلف قسم کے اوامر و نواہی، پند و نصائح اور عبرت پذیری کے لئے گزشتہ اقوام کے عبرت آموز واقعات اس دلنشین اور دلپذیر انداز میں بیان کیے گئے ہیں کہ ان آیات کے مطالعہ کے بعد کسی اور ناصح مشفق کی ضرورت نہیں محسوس ہوتی۔ یہ جامعیت یہ وسعت، یہ اثر انگیزی یہ دلنشینی، یہ تنوع، تمام کی تمام خوبیاں اس صحیفہ مقدسہ میں یکجا کر دی گئی ہیں۔ (۵۷)

قرآن کریم وہ صحیفہ آسمانی ہے کہ جس میں تمام علوم و معارف بصورت اتمام جمع کر دیئے گئے ہیں، قرآن کریم کا یہ اعجاز ہے کہ محدود سے محدود اور مختصر سے مختصر کلمات میں بڑے بڑے دقیق مسائل کو نہ صرف جمع کر دیا گیا ہے بلکہ ان کے حل کے مکمل اور جامع احکامات بھی بیان کر دیئے گئے ہیں۔ دنیا میں کوئی کتاب ایسی نہیں کہ جس میں اس قدر علوم و فنون کو یکجا کیا گیا ہو۔ قرآن کریم وہ کتاب ہے جو کائنات کی تمام

دائمی ضروریات پر حاوی اور جس میں ہر شعبہ ہائے زندگی سے متعلق بہترین نظام موجود ہے۔ اس کی جامعیت اور اکملیت کا احاطہ لفظوں سے نہیں کیا جاسکتا۔

قرآن حکیم جامع و مانع بھی ہے اور کامل و مکمل بھی۔ اب اس کتاب میں نہ کمی کی گنجائش ہے اور نہ اضافے کی۔ قرآن حکیم کا یہ اتمام و اکمال اس کا عظیم معجزہ ہے۔ (۵۸)

علامہ جلال الدین سیوطیؒ ''الاتقان فی علوم القرآن'' میں ابن سراقہ کا قول نقل فرماتے ہیں:

وقال ابن سراقه : اختلف أهل العلم في وجه اعجاز القرآن فذكروا فى ذلك وجوها كثيرة كلها حكمة وصوابا وما بلغوا فى وجوه اعجازه جزأ واحدا من عشر معشاره فقال قوم هو الا يجاز مع البلاغة وقال آخرون هو البيان والفصاحة وقال آخرون هو الوصف والنظم وقال آخرون هو كونه خارجا عن جنس كلام العرب من النظم والنثر والخطب والشعر مع كون حروفه في كلامهم ومعانيه في خطابهم وألفاظه من جنس كلماتهم وهو بذاته قبيل غير قبيل كلامهم وجنس آخر متميز عن أجناس خطابهم حتى ان من اقتصر على معانيه وغير حروفه أذهب رونقه ومن اقتصر على حروفه وغير معانيه أبطل فائدته فكان في ذلك أبلغ دلالة على اعجازه وقال آخرون هو كون قارئه لا يكل وسامعه لا يمل وان تكررت عليه تلاوته وقال آخرون هو ما فيه من الاخبار عن الامور الماضية وقال آخرون هو ما فيه من علم الغيب والحكم على الامور بالقطع وقال آخرون هو كون جامعا لعلوم بطول شرحها ويشق حصرها هو قال الزركشى فى البرهان أهل التحقيق على أن الاعجاز وقع بجميع ما سبق من الاقوال لا بكل واحد على انفراده فانه جمع ذلك كله فلا معنى لنسبته الى واحد منها بمفرده مع اشتماله على الجميع بل وغير ذلك مما لم يسبق فمنها الروعة التى له فى قلوب السامعين وأسماعهم سواء المقرو الجاحد ومنها انه لم يزل ولا يزال غضاطريا فى أسماع السامعين وعلى ألسنة القارئين ومنه جمعه بين صفتى الجزالة والعذوبة وهما كالمتضادين لا يجتمعان غالبا فى كلام البشر ومنها جعله آخر الكتب غنيا عن غيره وجعل غيره من الكتب المتقدمة قد تحتاج الى بيان يرجع فيه اليه كما قال تعالىٰ ان هذا القرآن يقص على بنى اسرائيل أكثر الذى هم فيه يختلفون وقال الرمانى وجوه اعجاز القرآن تظهر من جهات ترك المعارضة مع توفر الدواعى وشدة الحاجة والتحدى للكافة والصرفة والبلاغة والاخبار عن الامور المستقبلة ونقض العادة وقياسه بكل معجزة قال ونقض العادة هو أن العادة كانت جارية بضروب من أنواع الكلام معروفة منها الشعر ومنها السجع ومنها الخطب ومنها الرسائل ومنها المنثور الذى يدور بين الناس فى الحديث فاتى القرآن بطريقة مفردة خارجة عن العادة لها منزلة فى الحسن تفوق به كل بطريقة ويفوق الموزون الذى هو أحسن الكلام قال وأما قياسه بكل معجزة فانه يظهر اعجازه من هذه الجهة اذا كان سبيل فلق البحر وقلب العصا حية وما جرى هذا المجرى فى ذلك سبيلا واحدا فى الاعجاز اذ خرج عن العادة فصد الخلق عن المعارضة. (۵۹)

(پ) <u>عدم تناقض و تعارض:</u> قرآن کریم مختلف موضوعات کی وسعت و ہمہ گیری، حسین کلام کے اوصاف، واقعات، الفاظ اور قصص کی تکرار کے باوجود اس کا کلام ہر طرح کے تناقض اور تعارض سے پاک و منزا ہے۔

قرآن کریم کی آیات ایک دوسری کی تفسیر و تصدیق کرتی ہیں (القرآن يفسر بعضها بعضاً)۔ قرآن حکیم میں ایک واقعہ بعض

اوقات ایک سے زائد مرتبہ بیان ہوا ہے، ہر چند کے موقع ومحل اور سیاق وسبق مختلف ہیں، مگر اس کے باوجود اصل واقعے اور اس کے متعلقات میں خفیف سا بھی کوئی فرق نہیں پایا جاتا۔ اس کے ساتھ یہ بھی پیش نظر رہے کہ یہ قرآن ایک موقع کی تصنیف نہیں، بلکہ اس کا نزول تیئس سال کے عرصہ میں پایۂ تکمیل کو پہنچا ہے۔ اس کا آغاز غار حرا کے گوشۂ تنہائی سے ہوا اور تکمیل حجۃ الوداع کے موقع پر ہزاروں کے مجمع میں ہوئی، اس کے باوجود اس کے معانی میں کسی باریک سے باریک فرق کو بھی محسوس نہیں کیا جا سکتا۔ (۶۰)

قال ابن أبي الاصبح وعلى هذا أنت جميع قصص القرآن فانک ترى فى الصفة الواحدة التى لا تختلف معانيها تأتى فى صورة مختلفة وقوالب من الالفاظ متعددة حتى لا تكاد تشتبه فى موضعين منه ولا بدأن تجد الفرق بين صورها ظاهرا ☆ ائتلاف اللفظ مع اللفظ والتلافه مع المعنى الاول أن تكون الا لفاظ يلائم بعضها بعضا بان يقرن الغريب بمثله والمتناول بمثله رعاية لحسن الجوار والمناسبة والثانى أن تكون ألفاظ الكلام ملائمة للمعنى المرادو ان كان فحما كانت الفاظه مفخمة أوجزلا فجزلة أو غريبا فغريبة أو متداولا فمتداولة أو متوسطا بين الغرابة والاستعمال فكذلک فالاول. (۶۱)

<u>**انتشارِ مطالب:**</u> قرآن کریم کا یہ بھی ایک اعجاز اور نمایاں خوبی ہے کہ اس کی ایک ہی سورۃ میں مختلف انواع واقسام کے مضامین یکجا ہیں۔ قرآن کریم میں یہ اہتمام نہیں کیا گیا کہ کسی ایک سورۃ میں ایک قسم کے مضامین ہوں اور دوسری سورۃ میں دوسری قسم کے مضامین بیان کیے جائیں بلکہ ایک ہی سورۃ میں متعدد اقسام کے مضامین بیان کیے گئے ہیں۔ کلام کے اس متنوع انداز کے باوجود مضامین کے تسلسل اور روانی میں نہ کوئی فرق آتا ہے اور نہ ہی پڑھنے والے کے ذہن پر کسی قسم کا بار محسوس ہوتا ہے۔ کسی دوسری کتاب میں یہ انداز اختیار کیا جائے تو یقیناً پڑھنے والا اپنے ذہن میں ایک الجھن محسوس کرے۔ مضامین کے انتشار کے ساتھ ساتھ الفاظ ومعانی اور اندازِ بیان میں بھی انتشار پایا جاتا ہے۔ الفاظ اور اندازِ بیان کے ساتھ ساتھ صیغوں میں بھی تبدیلی پیدا ہوتی رہتی ہے۔ کبھی حاضر، کبھی غائب اور کبھی متکلم کا صیغہ استعمال ہوا ہے۔ لیکن اس انتشار میں بھی ایک حسن اور لذت پائی جاتی ہے۔ یہ لفظی اور معنوی محاسن ہیں جن کو محسوس تو کیا جا سکتا ہے لیکن بیان کرنے میں اس کا حق ادا نہیں ہو سکتا۔ یہی اس کلام کا اعجاز ہے۔

ان سب خصوصیات کے جمع ہونے سے قرآن مجید ایک ایسے کلام کے طور پر دنیا میں موجود ہے۔ جس کا کوئی ثانی اور مثیل نہیں اور بار بار کے اعلانات کے باوجود دنیائے کفر انفراداً اور نہ اجتماعاً اس کی کوئی نظیر پیش کر سکی۔ یہ تمام کی تمام خوبیاں کسی انسان کے کلام میں جمع نہیں ہو سکتیں، بلکہ ضرور ہے کہ ان کے پیچھے کوئی غیر معمولی قوت کام کر رہی ہو، یہ قوت وحی کی قوت ہے، جو کسبی نہیں وھبی حقیقت ہے۔ (۶۲)

(۳) <u>**اخبارِ غیب:**</u> قرآن کریم معجزہ ہونے کی تیسری اہم خصوصیت اور دلیل اس میں غیب کی خبروں کا کثرت سے ہونا ہے۔ جیسا کہ ارشادِ ربانی ہے:

تلک من انبآء الغیب نوحیھا الیک ما کنت تعلمھا انت ولا قومک من قبل ھذا ۝ (۶۳)

ترجمہ: یہ غیب کی خبریں ہیں، جو ہم تمہاری طرف بھیجتے ہیں اور اس سے پہلے نہ تم ہی ان کو جانتے تھے اور نہ تمہاری قوم ہی ان سے واقف تھی۔

اسی طرح سورۂ آل عمران میں اللہ تعالیٰ اخبارِ غیب کی نشاندہی کرتے ہوئے ارشاد فرماتے ہیں:

تلک من انبآء الغیب نوحیہ الیک ؕ وما کنت لدیھم اذ یلقون اقلامھم ۝ (۶۴)

ترجمہ: (اے محمد ﷺ) یہ باتیں اخبارِ غیب میں سے ہیں، جو ہم تمہارے پاس بھیجتے ہیں، اور جب وہ لوگ اپنے قلم (بطور قرعہ) ڈال رہے تھے کہ مریم کا متکفل کون ہوگا تو اس وقت آپ ان کے پاس نہیں تھے۔

قرآن کریم میں غیب کی خبریں دو طرح کی اقسام پر مشتمل ہیں: (الف) اخبار ماضیہ (ب) اخبار مستقبلہ۔

(الف) **اخبار ماضیہ:** حضور اکرم ﷺ چونکہ امی محض تھے اس لئے آپ ﷺ کی زبان مبارک سے ان خبروں کا بیان ہونا خواہ وہ واقعات سابقہ کتب میں بھی موجود ہوں علم غیب کی اطلاع دینے کے مترادف ہے کیونکہ آپ ﷺ پڑھنا لکھنا نہیں جانتے تھے اس لئے یہ نہیں کہا جا سکتا کہ آپ ﷺ نے توراۃ یا انجیل سے یہ واقعات پڑھ لئے ہوں گے اخبار ماضیہ سے متعلق جو واقعات آپ ﷺ کی زبان مبارک سے ادا ہوئے اپنی نوعیت کے اعتبار سے ان کی تین قسمیں ہیں۔

۱۔ وہ واقعات جو سابقہ کتب کے مطابق ہیں۔

۲۔ وہ واقعات جو سابقہ کتب میں بیان کردہ واقعات کے مخالف ہیں۔

۳۔ وہ واقعات جو بالکل نئے ہیں۔

۱۔ **وہ واقعات جو سابقہ کتب کے مطابق ہیں:** امی محض ہونے کے باوجود آپ ﷺ نے بعض واقعات سے متعلق ایسی خبریں دیں جو ہو بہو سابقہ کتب میں بھی ویسی ہی موجود تھیں۔

یوسف علیہ السلام، موسیٰ علیہ السلام، وغیرہ کے واقعات۔ اس قسم کے واقعات کی معتدل اہل کتاب نے نہ صرف تصدیق کی ہے بلکہ آپ ﷺ کی رسالت و نبوت کی گواہی بھی دی (مثلاً عبداللہ بن سلام، کعب احبار، وھب بن منبہ وغیرہ)۔ متعدد مواقع پر ایسا بھی ہوا کہ یہودیوں نے خود یا مشرکین کے ذریعے اپنی سابقہ کتب میں مذکور کسی خاص واقعہ کی نسبت استفسار کیا اور یہ ظاہر کیا کہ ان واقعات کی اطلاع کسی نبی کے سوا اور کسی کو نہیں ہو سکتی، مثلاً روح کی نسبت۔ (۶۵)

ویسئلونک عن الروح ط قل الروح من امر ربی وما اوتیتم من العلم الا قلیلاo (۶۶)

ترجمہ: اور تم سے روح کو پوچھتے ہیں۔ تم فرماؤ، روح میرے رب کے حکم سے ایک چیز ہے۔ اور تمہیں علم نہ ملا مگر تھوڑا۔

ویسئلونک عن ذی القرنین ط قل ساتلوا علیکم منہ ذکراo (۶۷)

ترجمہ: یہ تم سے ذی القرنین کو پوچھتے ہیں تم فرماؤ میں تم کو اس کا ذکر پڑھ کر سناتا ہوں۔

ان واقعات سے متعلق اہل کتاب نے خود استفسار کیا (پوچھا) اور آپ ﷺ نے وحی الٰہی (قرآن کریم) کے ذریعے ان کے جوابات دیئے۔

۲۔ **سابقہ کتب میں بیان کردہ واقعات کی مخالفت یا اصلاح:** قرآن کریم میں اہل کتاب کے ایسے واقعات جن میں انہوں نے تحریف کر دی تھی ان کی اصلاح بھی کی اور ان کی غلط بیانیوں اور تحریفات و ترمیمات جو انہوں نے اصل واقعات میں کر دی تھیں انہیں بھی درست کیا ساتھ ہی وضاحت اور تردید بھی فرمائی۔ مثلاً حضرت سلیمان علیہ السلام کے متعلق یہودیوں نے ان برگزیدہ پیغمبرؑ کے لئے جادوگری اور بت پرستی کے خیالات اپنی کتب میں شامل کر دیئے تھے۔ قرآن کریم نے یہودیوں کے ان خیالات کی تردید کی۔

واتبعوا ما تتلوا الشیطین علی ملک سلیمٰن ج وما کفر سلیمٰن ولکن الشیطین کفروا یعلمون الناس السحر ق وما انزل علی الملکین ببابل ھاروت وماروت ط وما یعلمٰن من احد حتّٰی یقولا انما نحن فتنۃ فلا تکفر ط فیتعلمون منھما ما یفرقون بہ بین المرء وزوجہ ط وما ھم بضآرین بہ من احد الا باذن اللّٰہ ط ویتعلمون ما یضرھم ولا ینفعھم ط ولقد علموا لمن اشترٰہ ما لہٗ فی الاٰخرۃ من خلاق قف ولبئس ما شروا بہ انفسھم ط لو کانوا یعلمونo (۶۸)

ترجمہ: ''اور اس کے پیرو ہوئے جو شیطان پڑھا کرتے تھے، سلطنت سلیمان کے زمانے میں۔ اور سلیمان نے کفر نہ کیا، ہاں شیطان کافر ہوئے، لوگوں کو جادو سکھاتے ہیں اور وہ (جادو) جو بابل میں دو فرشتوں ہاروت و ماروت پر اترا اور وہ دونوں کسی کو کچھ نہ سکھاتے جب تک یہ نہ کہہ لیتے کہ ہم تو نری آزمائش ہیں تو اپنا ایمان نہ کھو۔ تو ان سے سیکھتے وہ جس سے جدائی ڈالیں مرد اور اس کی عورت میں اور اس سے ضرر نہ پہنچا سکتے کسی کو مگر اللہ کے حکم سے، اور وہ سیکھتے ہیں جو انہیں نقصان دے گا نفع نہ دے گا، اور بے شک ضرور انہیں معلوم ہے کہ جس نے یہ سودا کیا آخرت میں اس کا کچھ حصہ نہیں۔ اور بے شک کیا ہی بری چیز ہے وہ جس کے بدلے انہوں نے جانیں بیچیں، کسی طرح انہیں علم ہوتا۔''

قرآن کریم نے یہودیوں کے اس خیال کی تردید کی کہ جادو من جانب اللہ (نعوذ باللہ) ہے اور ساتھ ہی وضاحت بھی فرمائی۔

ولو انهم اٰمنوا واتقوا لمثوبة من عند اللّٰه خير ط لو كانوا يعلمون٥ (٦٩)

ترجمہ: اور اگر وہ ایمان لاتے اور پرہیزگاری کرتے تو اللہ کے یہاں کا ثواب بہت اچھا ہے، کسی طرح انہیں علم ہوتا۔

قرآن کریم نے حضرت ابراہیمؑ کے متعلق یہودی یا عیسائی ہونے کی تردید فرمائی۔

ما كان ابراهيم يهوديا ونصرانيا ولكن كان حنيفا مسلما ط وما كان من المشركين٥ (٧٠)

ترجمہ: ''ابراہیمؑ نہ یہودی تھے اور نہ نصرانی بلکہ ہر باطل سے جدا مسلمان تھے۔ اور مشرکوں میں سے نہ تھے۔''

اسی طرح حضرت عیسیٰ علیہ السلام کے ابن اللہ ہونے کی تردید فرمائی۔

ذالك عيسى ابن مريم ج قول الحق الذى فيه يمترون٥ ماكان للّٰه ان يتخذ من ولد لا سبحٰنهٗ اذا قضٰى امرا فانما يقول لهٗ كن فيكون٥ (٧١)

آپ ﷺ کو اپنے دعووں پر یقین اور اعتماد کا یہ عالم تھا کہ آپ ﷺ نے اس کی دلیل کے لئے فرمایا کہ:

قل فأتوا بالتورٰة فاتلوها ان كنتم صٰدقين ٥ (٧٢) ترجمہ: تم فرماؤ توریت لاکر پڑھو اگر سچے ہو۔

''یہ حالت اذعان و یقین اسی کو نصیب ہو سکتی ہے، جس کے پاس کوئی مافوق البشری ذریعۂ معلومات ہو اور وہ وحی ہے''۔ (٧٣)

قل انما انا بشر مثلكم يوحى الى٥ (٧٤)

ترجمہ: آپ ﷺ کہہ دو کہ میں تمہاری طرح کا ایک بشر ہوں، (البتہ) میری طرف وحی آتی ہے۔

٣۔ نئے واقعات کا بیان: قرآن کریم ان واقعات کو بھی بیان کرتا ہے جو سابقہ کتب میں موجود نہیں ہیں، لیکن وہ واقعات رونما ہوئے۔

قرآن بعض ایسے واقعات بھی بیان کرتا ہے جن کے ذکر سے کتب سابقہ کے اوراق خالی ہیں، مثلاً ملائے اعلیٰ میں آدمؑ کی خلافت کے متعلق فرشتوں کا تبصرہ، قوم عاد (عاد ارم، عاد اولیٰ)، قوم ھود کے حالات، سیل عرم کا عظیم الشان واقعہ، فرعون کے غرق کے بعد کچھ عرصہ کے لئے مصر میں یہودیوں کی حکومت کا قیام، عیسیٰ علیہ السلام کے کارنامے، حضرت مریمؑ کے اقنوم ہونے کا غلط تصور، خانہ کعبہ کا سب سے پہلے تعمیر ہونا، ہر قوم میں الگ الگ انبیاء کا آنا، آنحضرت ﷺ کا خاتم النبیین ہونا وغیرہ اس سے یہ ثابت ہوتا ہے کہ قرآن حکیم کا ماخذ و مصدر کتب سابقہ ہرگز نہیں، بلکہ ان سے اور سب سے انسانی حواس و ذرائع سے بھی برتر کوئی ذریعہ ہے، اور یہ ذریعہ صرف اور صرف وحی الٰہی ہی ہو سکتا ہے۔ (٧٥)

قرآن کریم حضرت آدمؑ سے لے کر اس وقت تک کے تمام اقوام عالم کے حالات و واقعات، پچھلی امتوں کی شریعتیں اور تمام تاریخی واقعات بڑی تفصیل سے بیان کرتا ہے۔ دنیا کی ابتداء سے آخرت تک کے تمام واقعات اور خبریں ایک امّی محض کی زبان مبارک سے ادا ہونا، یہ ہی قرآن کریم کے معجزہ ہونے کی بڑی دلیل ہے۔

وجہ اعجاز قرآنی کی یہ ہے کہ اس میں پچھلی امتوں اور ان کی شرائع اور تاریخی حالات کا ایسا صاف تذکرہ ہے کہ اُس زمانہ کے بڑے بڑے علماء یہود و نصاریٰ جو پچھلی کتابوں کے ماہر سمجھے جاتے تھے ان کو بھی اتنی معلومات نہ تھیں، اور رسول اللہ ﷺ نے تو کبھی نہ کسی مکتب میں قدم رکھا نہ عالم کی صحبت اٹھائی، نہ کسی کتاب کو ہاتھ لگایا، پھر یہ ابتداء دنیا سے آپ ﷺ کے زمانہ تک تمام اقوام عالم کے تاریخی حالات اور نہایت صحیح اور سچے سوانح اور ان کی شریعتوں کی تفصیلات کا بیان ظاہر ہے، کہ بجز اس کے نہیں ہوسکتا کہ یہ کلام اللہ تعالیٰ ہی کا ہو، اور اللہ تعالیٰ ہی نے آپ ﷺ کو یہ خبریں دی ہوں۔ (۷۶)

علامہ جلال الدین سیوطیؒ ''الاتقان فی علوم القرآن'' میں قرآن کریم میں دی گئی پچھلی امتوں کی خبروں کے بارے میں رقمطراز ہیں۔

القصص وهو الاطلاع على اخبار الامم السالفة والقرون الماضية ليعلم المطلع على ذلك سعادة من أطاع الله شقاوة من عصاه واليه الا شارة بقوله صراط الذين أنعمت عليهم غير المغضوب عليهم ولاالضالين. (۷۷)

اس سلسلے میں ''الشفاء'' میں قاضی عیاض فرماتے ہیں:

الوجه الرابع ما أنبأ به من اخبار القرون السالفة والامم البائدة والشرائع الدائرة مما كان لا يعلم منه القصة الواحدة الا الفذ من أخبار أهل الكتاب الذى قطع عمره فى تعلم ذلك فيورده النبى ﷺ على وجهه ويأتى به على نصه فيعترف العالم بذلك بصحته وصدقه وأن مثله لم ينله بتعليم وقد علموا أنه ﷺ أمّى لا يقرأ ولا يكتب ولا اشتغل بمدارسة ولا مثافنة ولم يغب عنهم ولا جهل حاله أحد منهم وقد كان أهل الكتاب كثيرا ما يسألونه ﷺ عن هذا فينزل عليه من القرآن ما يتلو عليهم منه ذكرا كقصص الأنبياء مع قومهم وخبر موسى والخضر ويوسف واخوته وأصحاب الكهف وذى القرنين ولقمان وابنه وأشباه ذلك من الانباء وبدء الخلق وما فى التوراة والانجيل والزبور وصحف ابراهيم وموسىٰ ما صدقه فيه العلماء بها ولم يقدروا على تكذيب ما ذكر منها بل اذعنوا لذلك فمن موفق آمن بما سبق له من خير ومن شقى معاند حاسد ومع هذا لم يحك عن واحد من النصارى واليهود على شدة عداوتهم له وحرصهم على تكذيبه وطول احتجاجه عليهم بما فى كتبهم وتقريعهم بما انطوت عليه مصاحفهم وكثرة سوالهم له ﷺ وتعنيتهم اياه عن أخبار أنبيائهم وأسرار علومهم ومستودعات سيرهم واعلامه لهم بمكتوم شرائعهم ومضمنات كتبهم مثل سؤالهم عن الروح وذى القرنين وأصحاب الكهف وعيسىٰ وحكم الرحم وما حرم اسرائيل على نفسه وما حرم عليهم من الانعام ومن طيبات كانت أحلت لهم فحرمت عليهم ببغيهم وقوله ذلك مثلهم فى التوراة ومثلهم فى الانجيل وغيرذلك من أمورهم التى نزل فيها القرآن فأجابهم وعرفهم بما أوحى اليه من ذلك أنه أنكر ذلك أو كذبه بل أكثرهم صرح بصحة نبوته وصدق مقالته واعترف بعساده وحسده اياه كأهل نجران وابن صوريا وابنى أخطب وغيرهم ومن باهت فى ذلك بعض المباهتة وادعى أن فيما عندهم من ذلك لما حكاه مخالفة دعى الى اقامة حجته وكشف دعوته فقيل له ﴿قل فأتوا بالتوراة فاتلوها ان كنتم صادقين﴾. (۷۸)

(ب) **اخبار مستقبلہ:** قرآن کریم میں پچھلی امتوں اور پیغمبروں کے واقعات کے ساتھ ساتھ پیش آنے والے آئندہ کے واقعات کی پیشن گوئیاں بھی کی گئی ہیں۔ قرآن کریم کی یہ پیشن گوئیاں اس کلام کے من جانب اللہ ہونے کی ایک زبردست شہادت اور ثبوت ہے۔ قرآنی پیشن

گوئیوں میں وہ پیشن گوئیاں جو مسلمانوں کی فتح ونصرت اور غلبہ اسلام سے متعلق تھیں اور جو ایسے وقت میں قرآن میں دی گئیں جب کہ مسلمان انتہائی پژمردگی کے عالم میں تھے اور اقوام عالم ان پیشنگوئیوں کے پورا ہونے کے بارے میں سوچ بھی نہیں سکتی تھیں۔

مستقبل میں مسلمانوں کی فتوحات اور غلبہ اسلام کی پیشنگوئیاں: قرآن کریم میں غلبہ اسلام اور مسلمانوں کو مشرکین کے مقابلہ میں فتح و نصرت سے متعلق چند پیشنگوئیاں درج ذیل ہیں جنہوں نے دنیا کو حیرت میں ڈال دیا اور ان کے پورا ہونے پر دنیا یہ تسلیم کرنے پر مجبور ہوگئی کہ یہ کسی انسان کا کلام نہیں بلکہ اللہ کا کلام ہے۔

(۱) **غلبۂ روم کی پیشن گوئی:** ان پیشنگوئیوں میں "غلبہ روم" کی پیشن گوئی انتہائی حیرت انگیز تھی اور جب یہ پیشن گوئی مشرکین کے سامنے آئی تو حالات کے دھارے کو دیکھتے ہوئے انہوں نے اہل ایمان کا خوب مذاق اڑایا۔

غلبت الروم ○ فی ادنی الارض وهم من بعد غلبهم سیغلبون ○ فی بضع سنین ط لله الامر من قبل ومنَ بعد ط ویومئذ یفرح المؤمنون○ (۷۹)

ترجمہ: رومی مغلوب ہوئے۔ پاس کی زمین میں اور اپنی مغلوبی کے بعد عنقریب غالب ہوں گے۔ چند برس میں۔ حکم اللہ ہی کا ہے، آگے اور پیچھے اور اس دن ایمان والے خوش ہوں گے۔

بعثت نبوی کے پانچویں سال، تقریباً ۶۱۴ - ۶۱۶ ء میں جب کہ ایرانیوں کے مقابلے میں رومیوں کی شکست کا آغاز ہو چکا تھا۔ سورۂ روم میں یہ پیشن گوئی کی گئی کہ اگرچہ اہل روم اب مغلوب ہو رہے ہیں، مگر چند ہی سالوں میں (بضع سنین =۹ سالوں) اس لڑائی میں جو روم پر اہل فارس نے مسلط کی تھی اور جس میں مسلمانوں کی ہمدردیاں اہل کتاب ہونے کی بنا پر اہل روم کے ساتھ اور مشرکین کی اہل شرک یعنی اہل فارس کے ساتھ تھیں۔ ابتداء میں اہل روم کا بھاری مالی و جانی نقصان ہوا اور بہت سا علاقہ بھی ان سے چھن گیا۔ بظاہر حالات ایسے نہیں دکھائی دیتے تھے کہ اہل روم کو کبھی غلبہ بھی حاصل ہو سکے گا، مگر دنیا نے یہ عجیب منظر حیرت و استعجاب سے دیکھا کہ ۶۱۲ ء/ ۱ھ، سال ہجرت میں رومیوں کے تن مردہ میں پھر جان پیدا ہوئی اور ۶۲۲ - ۶۲۳ ء/ ۲ھ یعنی پیشن گوئی سے صرف نو سال بعد اہل روم نے ایرانیوں کو باسفورس اور نیل کے ساحلوں سے ہٹا کر دجلہ اور فرات کے کناروں تک پہنچا دیا۔ (۸۰)

مثلاً قرآن نے خبر دی روم و فارس کے مقابلہ میں ابتداء فارس غالب آئیں گے اور رومی مغلوب ہوں گے، لیکن ساتھ ہی یہ خبر دی کہ دس سال گذرنے نہ پائیں گے کہ پھر رومی اہل فارس پر غالب آجائیں گے، مکہ کے سرداروں نے قرآن کی اس خبر پر حضرت صدیق اکبرؓ سے ہار جیت کی شرط کر لی اور پھر ٹھیک قرآن کی خبر کے مطابق رومی غالب آگئے تو سب کو اپنی ہار ماننا پڑی، اور ہار ماننے والے پر جو مال دینے کی شرط تھی، وہ مال ان کو دینا پڑا، رسول کریم ﷺ نے اس مال کو قبول نہیں فرمایا، کیونکہ وہ ایک قسم کا جوا تھا، اسی طرح اور بہت سے واقعات اور خبریں ہیں جو امور غیبیہ کے متعلق قرآن میں دی گئیں اور ان کی سچائی بالکل روز روشن کی طرح واضح ہوگئی۔ (۸۱)

هـذا وقـد جآء فی الکتاب من أخبار الغیب ما صدقه حوادث الکون کالخبر فی قوله : غلبت الروم فی أدنی الارض وهـم من بعد غلبهم سیغلبون فی بضع سنین، و کالوعد الصریح فی قوله : وعد الله الذین آمنوا منکم وعملوا الصالحات لیستخلفنهم فی الأرض کما استخلف الذین من قبلهم ، الآیة ، وقد تحقق جمیع ذلک، وفی القرآن کثیر من مثل هذا یحیط به من یتلوه حق تلاوته. (۸۲)

(۲) **غزوہ بدر میں فتح ونصرت کی پیشن گوئی:** غزوہ بدر میں مسلمانوں کو فتح ونصرت کی پیشن گوئی غلبہ روم کی پیشن گوئی کے ساتھ ساتھ دی گئی کہ جب رومیوں کی فتح ہوگی مسلمان بھی مشرکوں کے مقابلہ میں فتح ونصرت پر خوشی منا رہے ہوں گے۔

ویومئذ یفرح المؤمنون ○ بنصر الله ط ینصر من یشآء وهو العزیز الرحیم○ (۸۳)

ترجمہ: ''اس دن ایمان والے خوش ہوں گے۔ اللہ کی مدد سے، مدد کرتا ہے جس کی چاہے وہی ہے عزت والا مہربان۔''

چنانچہ ہجرت سے ٹھیک سات سال بعد غلبہ روم اور غزوہ بدر میں مسلمانوں کی فتح و نصرت کی دونوں پیشن گوئیاں بیک وقت پوری ہوئیں اور مشرکین کو مسلمانوں کی طرف سے پہلی شکست جا سامنا کرنا پڑا۔

(۳) غزوہ احزاب میں مسلمانوں کی فتح کی پیشن گوئی: قرآن کریم نے غزوہ احزاب میں تمام قبائل کفار کی گٹھ جوڑ کے باوجود مسلمانوں کی فتح یابی کی پیشن گوئی اس وقت فرمادی تھی کہ جب مسلمان ابھی مکی دور میں کفار کے مظالم کا شکار تھے اور کوئی آثار ایسے نظر نہیں آتے تھے کہ مسلمان کبھی کفار کو ایسی زبردست شکست دے کر فتح و کامرانی حاصل کریں۔

ام یقولون نحن جمیع منتصر o سیھزم الجمع ویولون الدبر o (۸۴)

ترجمہ: یعنی کیا یہ لوگ کہتے ہیں کہ (ہماری جماعت بہت مضبوط ہے اور) ہم سب باہم مجتمع ہیں؟ عنقریب یہ جماعت شکست کھائے گی اور یہ لوگ پیٹھ پھیر کر بھاگ جائیں گے۔

یہ سورۂ مبارکہ مکی دور میں نازل ہوئی۔ اس سورت میں قبائل کفار کی صرف گٹھ جوڑ کی خبر ہی نہیں دی گئی بلکہ ان کے پیٹھ پھیر کر بھاگ جانے کی بھی پیشن گوئی سنادی۔

(۴) فتح مکہ کی پیشن گوئی: ۶ھ میں حضور اکرم ﷺ اور صحابہ اکرام عمرہ ادا کرنے کے لئے مکہ معظمہ روانہ ہوئے۔ راستے میں کفار نے انہیں روک لیا اور آپس میں باہمی گفت و شنید کے بعد بالآخر یہ طے پایا کہ اس سال آپ ﷺ اور مسلمان اس سال عمرہ ادا نہیں کریں گے، ساتھ ہی دس سال کے لئے امن معاہدہ طے پایا، مسلمانوں کی کفار کے مقابلہ میں یہ تمام صورتحال کو دیکھتے ہوئے کوئی یہ خیال بھی نہیں کر سکتا تھا کہ مسلمان مکہ فتح کریں گے لیکن عین انہی دنوں میں جب یہ معاہدہ (صلح حدیبیہ) ہوا سورۂ فتح نازل ہوئی اور اللہ تعالیٰ نے مسلمانوں کو مکہ فتح کرنے کی بشارت دی۔

انا فتحنا لک فتحا مبینا o (۸۵) ترجمہ: اے محمد ﷺ! ہم نے آپ کو فتح دی ہے، فتح بھی صریح و صاف۔

(۵) فتح خیبر کی پیشن گوئی: سورۂ فتح ہی میں خیبر کی فتح کی خوشخبری بھی سنادی گئی تھی۔

سیقول المخلفون اذا انطلقتم الی مغانم لتاخذوھا ذرونا نتبعکم o (۸۶)

ترجمہ: عنقریب جب تم لوگ غنیموں کو لینے چلو گے تو جو لوگ (صلح حدیبیہ میں) پیچھے رہ گئے تھے وہ کہیں گے ہمیں بھی اجازت دیجیے کہ ہم بھی تمہارے ساتھ چلیں۔

چنانچہ فتح مکہ کے ایک سال بعد ہی خیبر قرآنی پیشن گوئی کے مطابق فتح ہوا، جس میں مسلمانوں کے مقابلے میں غیر متمدن عربوں کے علاوہ روم اور فارس کے متمدن اقوام بھی آئیں اور مسلمانوں کی تعداد کی واضح کمی اور ساتھ ہی اسلحہ نہ ہونے کے برابر اس کے باوجود قرآن کی دی گئی پیشن گوئی پوری ہو کر رہی، اسلام اور مسلمان ہی غالب رہے۔ جیسا کہ اللہ تعالیٰ نے ارشاد فرمایا تھا۔

وان جندنا لھم الغلبون o (۸۷) ترجمہ: اور یقیناً ہمارا ہی لشکر کامیاب رہتا ہے۔

قرآن کریم کی یہ دونوں پیشن گوئیاں یکے بعد دیگرے پوری ہوئیں یعنی پہلے مکہ فتح ہوا پھر خیبر اور جیسا کہ صلح حدیبیہ کے وقت جب کہ حضور اکرم ﷺ چودہ سو جانثاروں کے ہمراہ عمرہ کرنے کی نیت سے مکہ تشریف لائے تھے اور کفار نے ان مجاہدین اسلام کا راستہ روک لیا اور اعلان کر دیا کہ مسلمان کسی قیمت پر مکہ میں داخل نہ ہوں گے اس وقت کی صبر آزما اور کرب کی کیفیات میں مبتلا مسلمانوں کو اللہ تعالیٰ نے مکہ میں امن و سکون سے داخل ہونے کی خوشخبری بھی سنادی تھی۔

لتدخلن المسجد الحرام ان شآء اللّٰہ امنین o (۸۸)

ترجمہ: ”تم یقیناً داخل ہوگے مسجد حرام میں امن وسکون کے ساتھ جس وقت اللہ تعالیٰ چاہے گا۔“

من الاعجاز ما انطوی علیه من الأخبار بالمغیبات وما لم یکن ولم یقع فوجد کما ورد علی الوجه الذی أخبر کقوله تعالیٰ ﴿لتدخلن المسجد الحرام ان شآء اللّٰه امنین﴾ وقوله تعالیٰ ﴿وهم من بعد غلبهم سیغلبون﴾ وقوله ﴿لیظهره علی الدین کله﴾ وقوله ﴿وعد اللّٰه الذین آمنوا منکم وعملوا الصالحات لیستخلفنهم فی الأرض﴾ الآیة وقوله ﴿اذا جآء نصر اللّٰه والفتح﴾ الی آخرها فکان جمیع هذا کما قال فغلبت الروم فارس فی بضع سنین ؛ ودخل الناس فی الاسلام أفواجا. (۸۹)

(۶) <u>قیامِ خلافت اور قیامِ امن کی پیشن گوئی:</u> قرآن کی ”سورۂ نور“ میں اللہ تعالیٰ نے اہل ایمان کو خلافت کی پیشن گوئی دی اور ساتھ ہی امن اور استحکام کا پیغام بھی دیا۔

وعد اللّٰه الذین آمنوا منکم وعملوا الصّٰلحٰت لیستخلفنهم فی الأرض کما استخلف الذین من قبلهم ص ولیمکنن لهم دینهم الذی ارتضٰی لهم ولیبدلنهم من بعد خوفهم امنا ط (۹۰)

ترجمہ: جو لوگ تم میں سے ایمان لے آئے اور نیک کام کرتے رہے، ان سے اللہ کا وعدہ ہے کہ ان کو ملک کا حاکم بنا دے گا، جیسا کہ ان سے پہلے لوگوں کو حاکم بنایا تھا اور ان کے دین کو جسے اس نے ان کے لئے پسند کیا ہے، مستحکم اور پائدار کرے گا اور خوف کے بعد امن بخشے گا۔

مسلمانوں کو جس وقت اس خوشخبری کی پیشن گوئی کی گئی اس وقت اہل ایمان کی یہ حالت تھی کہ مشرکین کے ظلم و جبر کی چکی میں پس رہے تھے اور اس وقت کے حالات کے پیش نظر بظاہر اس کے وقوع پذیر ہونے کا کہیں سے کہیں تک کوئی امکان نظر نہیں آتا تھا لیکن قرآن کریم میں کی گئی یہ پیشن گوئی اپنے پورے جاہ و جلال کے ساتھ پوری ہوئی۔ مسلمانوں کی خلافت قائم ہوئی جس کا پرچم تین براعظموں پر لہرایا اور مسلم حکمرانوں کے دورِ خلافت میں امن و سلامتی کی انمٹ مثالیں قائم ہوئیں۔

ویجعلکم خلفآء الارض ٥ (۹۱) ترجمہ: تمہیں اگلوں کا جانشین بنائے گا۔

اس آیت مبارکہ میں دی گئی پیشن گوئی کے مصداق تمام مسلمان تھے، اور دنیا نے دیکھا کہ عہدِ فاروقی سے لے کر آنے والے تمام ادوار میں دنیا کے مختلف علاقوں میں ہزروں کی تعداد میں مختلف مسلم خانوادوں نے حکومت کی۔

فمامات ﷺ وفی بلاد العرب کلها موضع لم یدخله الاسلام واستخلف اللّٰه المؤمنین فی الأرض ومکن فیها دینهم وملکهم ایاها من اقصٰی المشارق الی أقصٰی المغارب کما قال ﷺ زویت لی الأرض فاریت مشارقها ومغاربها وسیبلغ ملک أمتی مازوی لی منها. (۹۲)

(۷) <u>تنگ دستی کے بعد غنی ہونے کی پیشن گوئی:</u> ابتداء میں مسلمان انتہائی تنگ دستی کے عالم میں تھے اس تنگی کے دور میں ہی قرآن کریم نے غنا و تونگری کی پیشن گوئی کی۔

وان خفتم عیلة فسوف یغنیکم اللّٰه من فضله ان شاء ٥ (۹۳)

ترجمہ: اگر تم کو مفلسی کا خوف ہے تو خدا چاہے گا تو تم کو اپنے فضل سے غنی کر دے۔

چنانچہ جہاں یہ عالم تھا کہ اکثر صحابہ اکرام بھوک سے نڈھال رہتے تھے وہاں اللہ تعالیٰ کی قرآن میں کی گئی یہ پیشن گوئی اس طرح پوری ہوئی کہ رزق کی اس قدر فراوانی ہوئی کہ غریب سے غریب صحابی بھی آرام و عشرت کی زندگی گذارنے قابل ہوگئے۔

(۸) غیر عرب اقوام کے مسلمان ہونے اور دین کی خدمت کرنے کی پیش گوئی: قرآن کریم نے یہ پیش گوئی کہ غیر عرب اقوام مسلمان ہو کر دین کی خدمت میں نمایاں کردار ادا کریں گی۔

وان تتولوا یستبدل قوما غیر کم ثم لا یکونوا امثالکمo (۹۴)

ترجمہ: اگر تم منہ پھیر لو گے تو اللہ تمہاری جگہ اور لوگوں کو لے آئے گا اور وہ تمہارے طرح کے نہ ہوں گے۔

قرآن کریم کی یہ پیش گوئی دوسری صدی ہجری میں پوری ہوئی۔ غیر عرب اقوام نے قیادت سنبھالی اور دین اسلام کی خدمت اور اشاعت اسلام میں اہم کردار ادا کیا۔

(۹) غلبہ اسلام کی پیش گوئی: اگر چہ کہ ابتداء اسلام میں مسلمانوں کے حالات بے حد خراب اور ابتر تھے اور صحابہ کرام کو دو وقت کا کھانا بھی سکھ سے میسر نہیں تھا، اس وقت میں اللہ تعالیٰ نے قرآن کریم میں غلبہ اسلام کی پیش گوئی فرمائی۔ بلکہ یہ اعلان قرآن کریم میں تین مقامات پر دہرایا۔ سورۃ التوبہ، سورۂ فتح اور سورۃ الصف میں۔

ھو الذی ارسل رسولہٗ بالھدٰی و دین الحق لیظھرہٗ علی الدین کلہٖ o (۹۵)

ترجمہ: وہی تو ہے جس نے اپنے پیغمبر ﷺ کو ہدایت اور دین حق دے کر بھیجا تا کہ وہ اس دین کو دنیا کے تمام ادیان پر غالب کرے۔

اہل ایمان کے نامساعد حالات، دشمنوں کا ہر طرح سے پلہ بھاری لیکن قرآن کریم کی یہ پیشنگوئی، چنانچہ حالات میں آہستہ آہستہ تبدیلی آئی اور قرآن کی پیشنگوئی پوری ہو کر حق و صداقت کے ساتھ سب کے سامنے آئی اور ہر طرف اسلام کا بول بالا ہوا۔ اور جیسا کہ ارشاد ربانی تھا کہ اسلام کا نور مکمل ہو کر رہے گا، سو وہ ہو کر رہا۔

واللہ متم نورہٖ ولو کرہ الکٰفرونo (۹۶)

ترجمہ: اور اللہ تعالیٰ اپنی روشنی کو پورا کر کے رہے گا، خواہ کافر ناخوش ہی ہوں۔

(۱۰) فتنہ ارتداد کے پیدا ہونے اور اس پر قابو پانے کی پیش گوئی: حضور اکرم ﷺ کے وصال کے بعد جزیرۃ العرب میں فتنہ ارتداد کی زبردست لہر اٹھی جس نے تمام قبیلوں کو اپنی لپیٹ میں لے لیا۔ اس صورتحال اور اس پر قابو پانے کی بھی اللہ تعالیٰ نے قرآن کریم میں پیش گوئی فرما دی تھی۔

یاایھا الذین اٰمنوا من یرتد منکم عن دینہٖ فسوف یاتی اللہ بقوم یحبھم ویحبونہٗ o (۹۷)

ترجمہ: اے اہل ایمان اگر کوئی تم میں سے اپنے دین سے پھر جائے گا تو خدا ایسے لوگ پیدا کر دے گا جن کو وہ دوست رکھے گا اور وہ اسے دوست رکھیں گے۔

چنانچہ ارتداد ہوا لیکن اللہ تعالیٰ نے ایسے جانثار مخلص لوگ بھی پیدا کر دیئے جنہوں نے اس فتنہ کو ختم کرنے میں اہم کردار ادا کیا۔ اور یوں قرآن کریم کی پیشنگوئی پوری ہوئی۔

قرآن کریم کی اپنے متعلق پیش گوئیاں:

(۱) عدم مثلیت: قرآن کریم نے سب سے پہلے اپنے متعلق یہ پیش گوئی کی کہ تمام جن وانس باہم مل کر بھی چاہیں تو اس کی نظیر پیش نہیں کر سکتے، اس جیسی ایک سورۃ، ایک آیت یا پھر ایک بات ہی پیش کر دیں لیکن وہ ایسا ہرگز نہیں کر سکیں۔

فان لم تفعلوا ولن تفعلوا o (۹۸) ترجمہ: اگر ایسا نہ کر سکو اور ہرگز نہ کر سکو گے۔

چنانچہ قرآن کی یہ پیش گوئی پوری ہوئی۔ فصاحت و بلاغت کے علمبردار اس چیلنج کو قبول کرنے سے قاصر رہے۔ نہ اس وقت کوئی ایسا

کرسکا نہ اس کے بعد اور نہ ہی قیامت تک کوئی ایسا کر سکے گا۔

(۲) حفاظت قرآن کا وعدہ: قرآن کی حفاظت کا وعدہ اللہ تعالیٰ نے خود قرآن میں فرمایا ہے۔

انا نحن نزلنا الذکر وانا لهٗ لحفظون o (۹۹) ترجمہ: یعنی ہم نے اس قرآن کو نازل کیا اور ہم ہی اس کے نگہبان ہیں۔

قرآن کریم سے پہلے جتنی کتب آسمانی تھیں ان میں سے کوئی بھی زیادہ عرصہ محفوظ نہ رہ سکی جب کہ قرآن کریم اپنے نزول کے وقت سے اب تک جس آب وتاب اور شکل وصورت میں نازل ہوا تھا آج تک اپنی اسی اصل حالت میں کائنات میں موجود ہے۔ دنیا کے ہر خطے میں اس کے لاکھوں نسخے موجود ہیں مگر ان میں ایک حرف کیا ایک نقطہ کا بھی فرق نہیں آیا۔ قرآن مجید کے معجزہ ہونے کی اس سے بڑی دلیل اور کیا ہو سکتی ہے۔ کیونکہ جس خالق کائنات نے اس کو نازل کیا اسی نے اس کی حفاظت کا ذمہ بھی لیا۔

چودہ صدیاں گزر چکی ہیں اس عرصہ میں سینکڑوں خونی انقلابات برپا ہوئے۔ کئی خاندان عزت کے آسمان پر چمکے اور غروب ہو گئے۔ کئی بستیاں آباد ہوئیں اور اجڑ گئیں۔ اس کے باوجود اللہ تعالیٰ نے جو وعدہ فرمایا تھا اس کے مطابق کتاب مقدس کی حفاظت فرمائی۔ بڑی بڑی اسلام دشمن طاقتیں برسر اقتدار آئیں اور کوشش کے باوجود اس کے ایک نقطہ کو بھی نہ بدل سکیں۔ کیا یہ بات اس دعویٰ کی روشن دلیل نہیں ہے کہ جس نے یہ آیت نازل کی وہ کوئی انسان نہیں بلکہ ساری کائنات کا خالق ومالک ہے اور اس نے جو وعدہ فرمایا دنیا کی کوئی طاغوتی طاقت اس کے خلاف نہیں کر سکتی۔ **انا لهٗ لحفظون** جس نے اس کتاب کو اتارا وہی اس کی ہر تحریف اور تغیر وتبدل سے حفاظت کرنے والا ہے۔ قرآن کریم کے کلام الٰہی ہونے کی اس سے بڑی دلیل اور کیا ہو سکتی ہے۔ (۱۰۰)

قرآن نے اعلان کیا ہے کہ اس کی حفاظت کا ذمہ خود اللہ تعالیٰ نے لیا ہے وہ قیامت تک بغیر کسی ادنیٰ تغیر وترمیم کے باقی رہے گا، اللہ تعالیٰ نے اپنے اس وعدہ کو اس طرح پورا فرمایا کہ جب سے قرآن نازل ہوا ہے آج چودہ سو برس کے قریب ہونے کو آئے ہیں ہر قرن ہر زمانے میں لاکھوں انسان ایسے رہے ہیں اور رہیں گے جن کے سینوں میں پورا قرآن اس طرح محفوظ رہا کہ ایک زیر وزبر کی غلطی کا امکان نہیں، ہر زمانے میں مرد، عورت، بچے، بوڑھے اس کے حافظ ملے ہیں، بڑے سے بڑا عالم اگر کہیں ایک زیر وزبر کی غلطی کر جائے تو ذرا ذرا سے بچے وہیں غلطی پکڑ لیں گے، دنیا کا کوئی مذہب اپنی مذہبی کتاب کے متعلق اس کی مثال تو کیا اس کا دسواں حصہ بھی پیش نہیں کر سکتا، بہت سے مذاہب کی کتابوں میں تو آج یہ پتہ چلانا بھی مشکل ہو گیا ہے کہ اس کی اصل کس زبان میں آئی تھی، اور اس کے کتنے اجزاء تھے۔ (۱۰۱)

وقوله ﴿انا نحن نزلنا الذکر وانا لهٗ لحفظون﴾ فکان کذلک لا یکاد یعد من سعی فی تغیرہ وتبدیل محکمه من الملحدة والمعطلة لا سیما القرامطة فاجمعوا کیدهم وحولهم وقوتهم الیوم نسفا علی خمسمائة عام فماقدروا علی اطفاء شیٔ من نورہ ولا تغییر کلمة من کلامه ولا تشکیک المسلمین فی حرف من حروفه والحمد لله. (۱۰۲)

(۳) <u>قرآن کا حفظ کیے جانے کی پیشن گوئی:</u> قرآن نے اپنے متعلق پیشگوئی دی کہ قرآن کو حفظ کیا جا سکے گا اور کثیر تعداد میں لوگ اس کتاب کو حفظ کریں گے۔

بل هو ایٰتٌ بینٰت فی صدور الذین اوتوا العلم o (۱۰۳)

ترجمہ: بلکہ یہ روشن آیتیں ہیں، جن کو علم دیا گیا ان کے سینوں میں (محفوظ) ہیں۔

اہل عرب قصیدوں کو حفظ کر لیا کرتے تھے لیکن کسی کتاب کو حفظ کرنے کا تصور ان کے یہاں موجود نہیں تھا پھر اس قدر ضخیم کتاب کا حفظ کرنا یہ ایک محال خیال تھا۔ قرآن کریم نے اس کے ساتھ ہی یہ پیشن گوئی بھی فرما دی کہ اس کا حفظ کرنا آسان ہوگا۔ جیسے سورۂ قمر میں بار بار دہرایا گیا:

ولقد یسرنا القرآن للذکر فھل من مدکر ○ (۱۰۴)

ترجمہ: اور یقیناً ہم نے آسان کیا قرآن یاد کرنے کے لئے تو ہے کوئی یاد کرنے والا۔

قال اللّٰہ تعالیٰ ﴿ولقد یسرنا القرآن للذکر﴾ وسائر الامم لا یحفظ کتبھا الواحد منھم فکیف الجماء علی مرور السنین علیھم والقرآن میسر حفظہ للغلمان فی أقرب مدۃ. (۱۰۵)

(۴) قرآن کی اپنے متعلق کتابت واشاعت کی پیشگوئی: قرآن کریم میں اپنے متعلق ارشادِ ربانی ہے:

وکتب مسطور ○ فی رق منشور ○ (۱۰۶) ترجمہ: قسم ہے اس کتاب کی جو لکھی ہوئی ہے، کشادہ اوراق میں۔

یہاں رق کا لفظ استعمال ہوا ہے، جس کا مفہوم باریک جھلی ہے، جو عام طور پر کتابت کے لئے استعمال ہوتی تھی۔ مفسرین کے مطابق، یہاں قرآن حکیم کی قسم کھائی گئی ہے، یہ قسم ایک طرح کی پیشن گوئی ہے اور اس میں یہ امر واضح کر دیا گیا ہے کہ قرآن کی نشر واشاعت بذریعہ کتابت اور چھپائی ہمیشہ جاری رہے گی۔ (۱۰۷)

آج چودہ صدیاں گزرنے کے بعد بھی ابتداء سے اب تک قرآن کریم کی کتابت واشاعت کا سلسلہ پوری دنیا میں جاری وساری ہے جو اس پیشن گوئی کا منہ بولتا ثبوت ہے۔

(۵) باطل قوتوں سے قرآن کی حفاظت کا وعدہ: باطل قوتوں سے حفاظتِ قرآن کے سلسلے میں ارشادِ ربانی ہے:

لا یاتیہ الباطل من بین یدیہ ولا من خلفہ ○ (۱۰۸)

ترجمہ: اس پر باطل کا اثر نہ آگے سے ہو سکتا ہے اور نہ پیچھے سے۔

مفسرین اکرام کے مطابق قرآن کریم میں یہ پیشن گوئی کی گئی ہے کہ قرآن ہر طرح کی باطل قوتوں سے محفوظ وماموں رہے گا اور یہ کہ ہر طرح کی معنوی تحریف سے محفوظ رہے گا۔ باطل قوتوں میں خواہ انسان وجنات شامل ہوں یا کوئی اور جنس، دنیا کی کوئی طاقت اس کلام الٰہی میں تحریف کرنے سے قاصر ومعذور رہے گی۔

(۶) قرآن کی جمع وتدوین کا وعدہ: اللہ تعالیٰ نے قرآن میں وعدہ فرمایا کہ اس کی جمع وتدوین کا ذمہ ہمارا ہے۔ چونکہ قرآن کریم دوسرے صحف سماوی مثلاً تورات کی طرح لکھا ہوا ہی نازل نہیں ہوا بلکہ قرآن مجید وقفے وقفے تئیس سال کی مدت میں تکمیل نزول کو پہنچا۔ وحی کے نزول کے ساتھ ہی کئی کاتبین وحی اس کی کتابت پر مامور تھے اور حضور اکرم ﷺ کے زمانے ہی میں یہ تحریری شکل میں آچکا تھا۔ لیکن آپ ﷺ کو اس کی مکمل جامع تدوین کی فکر رہتی تھی چنانچہ اللہ تعالیٰ نے آپ ﷺ کو اطمینان دلایا کہ قرآن مدون اور مرتب شکل میں ہمیشہ ہمیشہ موجود رہے گا۔ ارشادِ ربانی ہے: **ان علینا جمعہٗ وقراٰنہٗ ○ (۱۰۹)** ترجمہ: ''اس کا جمع کرنا اور پڑھوانا ہمارے ہی ذمہ ہے۔''

قوم یہود کے متعلق پیشنگوئیاں: قرآن کریم نے قوم یہود سے متعلق ایک پیشن گوئی تو یہ فرمائی کہ یہ مسلمانوں کو معمولی ایذاء رسانی اور در پردہ سازشوں کے علاوہ کوئی خاص نقصان نہ پہنچا سکیں گے۔ اور ان پر ذلت ومسکنت طاری رہے گی۔ جیسا کہ ارشادِ ربانی ہے:

ضربت علیھم الذلۃ این ما ثقفوا الا بحبل من اللہ وحبل من الناس وبآء و بغضب من اللہ وضربت علیھم المسکنۃ ط (۱۱۰)

ترجمہ: ''ان پر جمادی گئی خواری جہاں ہوں امان نہ پائیں مگر اللہ کی ڈور اور آدمیوں کی ڈور سے، اور غضب الٰہی کے سزاوار ہوئے اور ان پر جمادی گئی مسکنت (محتاجی)۔''

اب یہودیوں نے اپنی الگ مملکت قائم کر لی ہے، مگر پوری دنیا جانتی ہے کہ یہ حکومت پوری طرح امریکہ اور دیگر یورپین ممالک کے زیر اثر بلکہ ان کی دست نگر اور انہیں کے سہارے پر قائم ہے۔ (۱۱۱)

موت کی تمنا نہیں کر سکیں گے: یہود و نصاریٰ خود کو جنت کا حقدار سمجھتے اور اعلانیہ تمکنت اور غرور سے اس کا اظہار کرتے تھے۔ قرآن نے ان کی اس خام خیالی کو کھول کھول کر بیان کر دیا اور ان کی اصل حقیقت سب پر آشکارا کر دی۔

وقالوا لن یدخل الجنة الا من کان ھودا او نصریٰ تلک امانیھم قل ھاتوا برھانکم ان کنتم صٰدقین ○ (۱۱۲)

ترجمہ: ''انہوں نے کہا نہیں داخل ہوگا جنت میں کوئی بھی بغیر ان کے جو یہودی ہیں یا عیسائی۔ یہ ان کی من گھڑت باتیں ہیں، آپ (انہیں) فرمایئے لاؤ کوئی دلیل اگر تم سچے ہو۔''

اللہ تعالیٰ نے قرآن کریم میں ان کے جھوٹے دعووں کا جواب دیا اور فرمایا:

قل ان کانت لکم الدار الآخرة عند اللّٰہ خالصة من دون الناس فتمنوا الموت ان کنتم صٰدقین ○ (۱۱۳)

ترجمہ: ''آپ فرمایئے اگر تمہارے لئے دار آخرت کی نعمتیں اللہ تعالیٰ کے ہاں مخصوص ہیں تمام لوگوں کو چھوڑ کر تو بھلا آرزو کرو موت کی۔ اگر تم سچے ہو۔''

ساتھ ہی قرآن کریم میں اللہ تعالیٰ نے ان کی دلی کیفیات کو ظاہر کرتے ہوئے فرمایا کہ وہ ہرگز موت کی تمنا نہیں کریں گے۔

ولن یتمنوہ ابدا بما قدمت ایدیھم ○ (۱۱۴) ترجمہ: ''ہرگز ہرگز وہ کبھی اس کی تمنا نہیں کریں گے بسبب اپنے کرتوتوں کے۔''

اس سلسلے میں قاضی عیاض الشفاء میں رقم طراز ہیں:

کقوله للیھود ﴿قل ان کانت لکم الدار الأخرة عند اللّٰہ خالصة﴾ الآیة قال أبو اسحاق الزجاج فی ھذہ الآیة أعظم حجة وأظھر دلالة علی صحة الرسالة لأنه قال لھم فتمنوا الموت وأعلمھم أنھم لن یتمنوہ أبدا فلم یتمنه واحدا منھم. (۱۱۵)

یہودیوں میں فرقہ بندی کی پیشن گوئی: قرآن کریم نے یہودیوں کی باہمی فرقہ بندی کی پیشن گوئی فرما دی تھی۔ ارشاد ربانی ہے:

والقینا بینھم العداوة والبغضآء الیٰ یوم القیٰمة ○ (۱۱۶)

ترجمہ: ہم نے ان کے درمیان باہمی بغض و عداوت قیامت تک کے لئے ڈال دیا ہے۔

آج بھی یہودیوں کے دو بڑے فرقہ سامریہ اور یونانیہ موجود ہیں اور ایک مکتبہ فکر سے تعلق رکھنے والا فرقہ دوسرے فرقہ کو کافر کہتا ہے۔

نصاریٰ سے متعلق پیشن گوئی: قرآن کریم میں نصاریٰ سے متعلق پیشگوئی فرمائی گئی کہ ان میں آپس میں قیامت تک عداوت و دشمنی قائم رہے گی۔

فاغرینا بینھم العداوة والبغضآء الیٰ یوم القیٰمة ط (۱۱۷)

ترجمہ: ''تو ہم نے ان کے آپس میں قیامت کے دن تک بغض اور دشمنی ڈال دی۔''

چنانچہ ابتداء سے اب تک عیسائیوں میں دو متوازی چرچ موجود ہیں۔ دونوں ایک دوسرے کی تذلیل و مذمت کرتے رہتے ہیں اور پھر ہر چرچ میں سینکڑوں فرقے موجود ہیں۔ یہ قرآن کی پیشن گوئی کا منہ بولتا ثبوت ہے۔

احوال آخرت کا جامع ترین بیان قرآن کا اعجاز:

حیات بعد الممات اور یوم آخرت کا مکمل اور جامع ترین نقشہ دنیا میں پہلی مرتبہ قرآن کریم نے پیش کیا۔ اگرچہ کے دنیا کے تمام الہامی مذاہب میں آخرت اور احوال آخرت کا تصور ضرور ملتا ہے لیکن عالمِ برزخ سے لے کر دوبارہ زندہ ہونے، اعمال ناموں کا ہاتھ میں تھمائے جانے، خدا کے حضور پیش ہونے اور اپنے اپنے اعمال کے مطابق سزا و جزاء دیئے جانے کا مکمل نقشہ قرآن نے اس طرح پیش کیا ہے کہ ہر ہر احوال کی جزئیات تک کو بنی نوع انسان کے سامنے کھول کھول کر رکھ دیا۔ پھر قرآن کریم میں ان احوال اور کیفیات کو بیان کرنے کا انداز ایسا ہے کہ جیسے یہ تمام کیفیات بیان کرنے والے کی آنکھوں کے سامنے ہیں۔

اس سلسلے میں ارشاد ربانی ہوتا ہے:

ولو ترى اذ الظّلمون فى غمرٰت الموت والملئكة باسطوا ايديهم ج اخرجوا انفسكم ○ (۱۱۸)

ترجمہ: ''اور کاش تم ان ظالم، یعنی مشرک، لوگوں کو اس وقت دیکھو جب یہ موت کی سختیوں میں مبتلا ہوں اور فرشتے ان کی طرف (عذاب لیے) ہاتھ بڑھا رہے ہوں کہ نکالو اپنی جانیں۔''

یوم آخرت گناہگاروں کی حالت بیان کرتے ہوئے رب ذوالجلال فرماتے ہیں:

ولو ترى اذ المجرمون ناكسوا رءوسهم عند ربهم ط (۱۱۹)

ترجمہ: اور (تم تعجب کرو) جب دیکھو کہ گناہگار اپنے پروردگار کے سامنے سر جھکائے ہوں گے۔

احوال آخرت کا ایک امّی محض کی زبان سے ادا ہونا اس بات کا مدلل ثبوت ہے کہ یہ کلام انسان کا کلام نہیں بلکہ اس خالق کا کلام ہے جو ان احوال کے ایک ایک جزو سے بخوبی آگاہ ہے۔ احوال آخرت کا بیان ایک دو جگہ نہیں بلکہ قرآن کریم میں سینکڑوں جگہ یہ احوال بیان کیے گئے ہیں۔

احکام اسلام قرآن کے معجزہ ہونے کا ثبوت:

قرآن کے معجزہ ہونے کا ثبوت اس میں دیئے گئے احکام اور قوانین ہیں۔ ان احکامات اور قوانین کو ایک خاص مربوط نظام میں تشکیل دیا گیا ہے جو ایک شخص کی انفرادی سطح سے لے کر اجتماعی سطح تک تمام تقاضوں کو بڑے احسن انداز میں پورا کرتا ہے۔ احکامات کے سلسلے میں تدریجی عمل اور پیش رفت کا خاص خیال رکھا گیا ہے۔ مثلاً جب نماز کے احکامات آئے تو اس وقت تک شراب کی حرمت کے احکام نہیں آئے تھے لہٰذا حکم دیا گیا کہ نشہ کی حالت میں نماز کے قریب نہ جاؤ، اور پھر ایک وقت آیا کہ شراب کی حرمت کا حکم دیا گیا۔ ان تمام باتوں سے اندازہ ہوتا ہے کہ اللہ تعالیٰ نے انسانی فطرت کے تدریجی عمل کو کس قدر ملحوظ رکھا ہے۔ قرآن کریم کے احکامات کسی ایک علاقے یا کسی خاص جغرافیائی حدود تک محدود نہیں بلکہ ان کا احاطہ پورے کرۂ ارضی پر ہے اور ہر جگہ بسنے والے انسانوں پر ان احکامات اور قوانین کو نافذ العمل کیا جا سکتا ہے۔

یہ اس کتاب یعنی قرآن مجید کا اعجاز کامل ہے اسی لیے قرآن نے اپنے لئے خود دعویٰ کیا کہ:

قل فاتوا بكتٰب من عند الله هو اهدٰى منهما اتبعه ان كنتم صٰدقين ○ (۱۲۰)

ترجمہ: کہہ دو کہ اگر تم خدا کے پاس سے کوئی کتاب لے آؤ جو ان دونوں کتابوں سے بڑھ کر ہدایت کرنے والی ہو، تا کہ میں بھی اس کی پیروی کروں، تو تم سچے ہو گے۔

قرآن کریم کے احکامات نہ صرف آفاقی اور ابدی ہیں بلکہ ان میں ہر قسم اور ہر سطح کے انسانوں کے جذبات و احساسات اور تصورات کا لحاظ رکھا گیا ہے۔ قرآن میں ایک انتہائی پست درجہ کے انسان سے لے کر ایک مہذب ترین انسان تک کے لئے قوانین اور احکامات موجود ہیں۔ قرآن کے احکامات قیامت تک کے لئے ہیں لہٰذا بعض احکامات کو نزول کے وقت لوگ سمجھنے سے قاصر تھے لیکن آج ان کی اہمیت بالکل

واضح ہے جیسے حقوق و مراعات میں قرآن میں بتایا گیا کہ تمام انسانوں میں برابری ہے۔ اسی طرح تمام قومیں بھی برابری کی حصہ دار ہیں۔ جیسا کہ ارشادِ ربانی ہے:

یایھا الناس انا خلقنکم من ذکر و انثی و جعلنکم شعوبا و قبائل لتعارفوا ان اکرمکم عند اللّٰہ اتقکمo (۱۲۱)

ترجمہ: اے لوگو ہم نے تمہیں ایک مرد اور ایک عورت سے پیدا کیا اور تمہیں شاخیں اور قبیلے کیا کہ آپس میں پہچان رکھو۔ بے شک اللہ کے یہاں تم میں عزت والا وہ ہے جو تم میں زیادہ پرہیزگار ہے۔

وراثت میں عورتوں کی حصہ داری اور شرکت کا واضح فارمولا قرآن نے بتایا اور واضح احکامات دیئے۔

یوصیکم اللّٰہ فی اولادکم ق للذکر مثل حظ الانثیین ج فان کن نسآء فوق اثنتین فلھن ثلثا ما ترک ج وان کانت واحدۃ فلھا النصف ط (۱۲۲)

ترجمہ: "اللہ تمہیں حکم دیتا ہے تمہاری اولاد کے بارے میں، بیٹے کا حصہ دو بیٹیوں کے برابر ہے۔ پھر اگر نری لڑکیاں ہوں اگرچہ دو سے اوپر تو ان کو ترکہ کا دو تہائی اور اگر ایک لڑکی ہو تو اس کا آدھا۔"

غرباء اور مساکین کا حق کس طرح مالداروں پر ہے۔ قرآن نے بیان فرمایا:

وفی اموالھم حق للسائل والمحرومo (۱۲۳) ترجمہ: "اور ان کے مالوں میں حق تھا سائل (منگتا) اور بے نصیب کا۔"

چنانچہ قرآن کریم کے یہ احکامات و شرائع اس کے معجزہ ہونے اور من جانب اللہ ہونے کی کھلی دلیل ہیں۔ وجوۂ قرآن کے بیان میں مفتی محمد شفیع معارف القرآن میں فرماتے ہیں:

وہ علوم و معارف ہیں جن کا احاطہ نہ آج تک کسی کتاب نے کیا ہے نہ آئندہ امکان ہے کہ اتنے مختصر حجم اور محدود کلمات میں اتنے علوم و فنون جمع کیے جاسکیں جو تمام کائنات کی دائمی ضروریات کو حاوی اور انسان کی زندگی کے ہر شعبہ اور ہر حال سے متعلق پورا مرتب اور بہترین نظام پیش کر سکے، شخصی پھر عائلی زندگی سے لے کر شہری زندگی تک اور پھر عمرانیات و اجتماعیات اور سیاستِ ممالک کے ہر پہلو پر حاوی نظام پیش کردے۔ (۱۲۴)

وعن أبی ھریرۃ عنہ ﷺ، ما من نبی من الانبیآء الا وقد اعطی من الآیات ما مثلہ آمن علیہ البشر، وانما کان الذی أوتیت وحیا أوحی اللّٰہ الی؛ فأرجوا أن أکون اکثرھم تابعا یوم القیامۃ، معنٰی ھذا عند المحققین بقاء معجزتہ ما بقیت الدنیا، وسائر معجزات الانبیآء ذھبت للحین ولم یشا ھدھا الا الحاضر لھا ومعجزۃ القرآن یقف علیھا قرن بعد قرن عیانا لاخبرا الی یوم القیامۃ، وفیہ کلام یطول ھذا نخبتہ، وقد بسطنا القول فیہ، وفیما ذکر فیہ سوی ھذا آخر باب المعجزات. (۱۲۵)

مولانا روم اپنی مثنوی میں فرماتے ہیں:

گرچہ قرآن از لب پیغمبر ست
ہر کہ گوید حق نگفت او کافر است (۱۲۶)

مزید فرماتے ہیں:

من کتاب و معجزت رارافعم
بیش و کم، کن راز قرآن مانعم (۱۲۷)

حواشی و حوالہ جات باب پنجم (فصل دوم)

دائمی معجزہ (قرآن) اور اس کے اوصاف

نمبر شمار	کتاب کا نام	مصنف کا نام	مقام اشاعت	ادارۂ اشاعت	سن اشاعت	صفحہ نمبر	جلد نمبر
۱۔	دائرہ معارف اسلامیہ		لاہور	دانش گاہ پنجاب	۱۹۸۶ء	۲۵۹	۱۹
۲۔	صحیح بخاری	ابی عبداللہ محمد بن اسمٰعیل بخاریؒ	میرٹھ	المطبع قدیمی	۱۳۸۲ھ	۷۴۵	۲
۳۔	القرآن	۲۹ : ۵۰،۵۱					
۴۔	سیرۃ النبی ﷺ	مولانا شبلی نعمانیؒ	کراچی	قرآن محل	۱۳۳۲ھ	۵۳۳	۳
۵۔	القرآن	۱۷ : ۸۸					
۶۔	تفسیر ماجدی	مولانا عبدالماجد دریا آبادی	لاہور	فضل ربی ندوی	۲۰۰۲ء	۷۴۴	۳
۷۔	تفسیر ابن کثیر القرشی	حافظ عماد الدین ابوالفداء	القاہرہ	مطبعۃ النجالۃ الجدیدہ	۱۳۸۴ھ	۹۸	۳
۸۔	القرآن	۱۱ : ۱۳					
۹۔	القرآن	۲ : ۲۳					
۱۰۔	القرآن	۱۰ : ۳۸					
۱۱۔	القرآن	۵۲ : ۳۳،۳۴					
۱۲۔	الاتقان فی علوم القرآن	جلال الدین عبدالرحمٰن سیوطیؒ	مصر	مطبعۃ المصطفیٰ الثانی الحلبی	۱۳۷۰ھ	۱۱۸	۱
۱۳۔	القرآن	۲ : ۲۴					
۱۴۔	معارف القرآن	مفتی محمد شفیع	کراچی	ادارۃ المعارف	۱۳۸۹ھ	۸۸	۱
۱۵۔	لامیۃ المعجزات البینات	مولانا محمد حبیب الرحمٰن	دیوبند	مطبع قادری دیوبند	۱۳۳۳ھ	۲۹	۱
۱۶۔	معارف القرآن	مفتی محمد شفیع	کراچی	ادارۃ المعارف	۱۳۸۹ھ	۹۰تا۹۱	۱
۱۷۔	دائرہ معارف اسلامیہ		لاہور	دانش گاہ پنجاب	۱۹۸۶ء	۲۵۹	۱۹
۱۸۔	سیرۃ النبی ﷺ	مولانا شبلی نعمانیؒ	کراچی	قرآن محل	۱۳۳۲ھ	۵۳۵تا۵۳۷	۳
۱۹۔	ایضاً	"	"	"	"	۵۳۸	۳
۲۰۔	القرآن	۳۶ : ۶۹					
۲۱۔	دائرہ معارف اسلامیہ		لاہور	دانش گاہ پنجاب	۱۹۸۶ء	۲۶۰	۱۹
۲۲۔	السیرۃ النبویۃ ابن ہشام	ابن ہشام	مصر	المطبعۃ مصطفیٰ الثانی	۱۳۵۵ھ	۳۳۷	۱
۲۳۔	القرآن	۱۶ : ۱۰۳					
۲۴۔	رسالۃ التوحید	الشیخ محمد عبدہٗ	مصر	مطبع محمد علی صبیح واولادہٗ بالازہر بمصر	۱۳۷۳ھ	۱۴۵	
۲۵۔	الاتقان فی علوم القرآن	جلال الدین عبدالرحمٰن سیوطیؒ	مصر	مطبعۃ المصطفیٰ الثانی الحلبی	۱۳۷۰ھ	۱۰۸	۱
۲۶۔	ایضاً	"	"	"	"	"	"
۲۷۔	القرآن	۴۱ : ۴۱ تا ۴۴					
۲۸۔	الشفاء	القاضی ابی الفضل عیاض الحصبی	بیروت	دار الکتب العلمیہ	۵۴۴ھ	۲۶۵	۱
۲۹۔	القرآن	۵۵ : ۱ تا ۱۳					

نمبر شمار	کتاب کا نام	مصنف کا نام	مقام اشاعت	ادارہ اشاعت	سن اشاعت	صفحہ نمبر	جلد نمبر
۳۰۔	القرآن	۷۷ : ۳۰ تا ۳۴					
۳۱۔	دائرہ معارف اسلامیہ		لاہور	دانش گاہ پنجاب	۱۹۸۶ء	۳۶۱	۱۹
۳۲۔	القرآن	۳۹ : ۲۳					
۳۳۔	القرآن	۳۶ : ۷					
۳۴۔	القرآن	۴۱ : ۲۶					
۳۵۔	الاتقان فی علوم القرآن	جلال الدین عبدالرحمٰن سیوطیؒ	مصر	مطبعۃ المصطفی البابی الحلبی	۱۳۷۰ھ	۱۳۱	۱
۳۶۔	القرآن	۸ : ۲					
۳۷۔	دائرہ معارف اسلامیہ		لاہور	دانش گاہ پنجاب	۱۹۸۶ء	۲۷۳	۱۹
۳۸۔	ضیاء النبی ﷺ	پیر کرم شاہ الازہری	لاہور	ضیاء القرآن پبلیکیشنز	۱۴۲۰ھ	۲۵۴	۵
۳۹۔	القرآن	۲ : ۱۷۹					
۴۰۔	ضیاء النبی ﷺ	پیر کرم شاہ الازہری	لاہور	ضیاء القرآن پبلیکیشنز	۱۴۲۰ھ	۲۵۴	۵
۴۱۔	الشفاء	القاضی ابی الفضل عیاض الیحصبی	بیروت	دار الکتب العلمیہ	۵۴۴ھ	۳۶۳	۱
۴۲۔	الاتقان فی علوم القرآن	جلال الدین عبدالرحمٰن سیوطیؒ	مصر	مطبعۃ المصطفی البابی الحلبی	۱۳۷۰ھ	۸۴	۲
۴۳۔	القرآن	۲ : ۲					
۴۴۔	القرآن	۵ : ۱۵					
۴۵۔	القرآن	۲ : ۹۴					
۴۶۔	القرآن	۶ : ۵۵					
۴۷۔	القرآن	۱۷ : ۸۴					
۴۸۔	القرآن	۱۱ : ۴۴					
۴۹۔	الاتقان فی علوم القرآن	جلال الدین عبدالرحمٰن سیوطیؒ	مصر	مطبعۃ المصطفی البابی الحلبی	۱۳۷۰ھ	۹۶	۱
۵۰۔	دائرہ معارف اسلامیہ		لاہور	دانش گاہ پنجاب	۱۹۸۶ء	۲۶۳	۱۹
۵۱۔	الاتقان فی علوم القرآن	جلال الدین عبدالرحمٰن سیوطیؒ	مصر	مطبعۃ المصطفی البابی الحلبی	۱۳۷۰ھ	۶۷	۲
۵۲۔	لامیۃ المعجزات	مولانا محمد حبیب الرحمٰن	دیوبند	مطبع قادری دیوبند	۱۳۴۳ھ	۲۹	
۵۳۔	القرآن	۱۷ : ۸۹					
۵۴۔	دائرہ معارف اسلامیہ		لاہور	دانش گاہ پنجاب	۱۹۸۶ء	۲۶۴	۱۹
۵۵۔	موطا امام مالک	امام مالک بن انس	کراچی	میر محمد کتب خانہ	س۔ن	۷۰۲	
۵۶۔	القرآن	۵ : ۳					
۵۷۔	ضیاء النبی ﷺ	پیر کرم شاہ الازہری	لاہور	ضیاء القرآن پبلیکیشنز	۱۴۲۰ھ	۲۶۰	۵
۵۸۔	دائرہ معارف اسلامیہ		لاہور	دانش گاہ پنجاب	۱۹۸۶ء	۲۶۴،۲۶۵	۱۹
۵۹۔	الاتقان فی علوم القرآن	جلال الدین عبدالرحمٰن سیوطیؒ	مصر	مطبعۃ المصطفی البابی الحلبی	۱۳۷۰ھ	۱۲۲	۲
۶۰۔	دائرہ معارف اسلامیہ		لاہور	دانش گاہ پنجاب	۱۹۸۶ء	۲۶۵	۱۹
۶۱۔	الاتقان فی علوم القرآن	جلال الدین عبدالرحمٰن سیوطیؒ	مصر	مطبعۃ المصطفی البابی الحلبی	۱۳۷۰ھ	۸۸	۱
۶۲۔	دائرہ معارف اسلامیہ		لاہور	دانش گاہ پنجاب	۱۹۸۶ء	۲۶۵	۱۹
۶۳۔	القرآن	۱۱ : ۴۹					

نمبر شمار	کتاب کا نام	مصنف کا نام	مقام اشاعت	ادارۂ اشاعت	سن اشاعت	صفحہ نمبر	جلد نمبر
۹۷۔	القرآن	۵ : ۵۴					
۹۸۔	القرآن	۲ : ۲۳					
۹۹۔	القرآن	۱۵ : ۹					
۱۰۰۔	ضیاء النبی ﷺ	پیر کرم شاہ الازہری	لاہور	ضیاء القرآن پبلیکیشنز	۱۴۲۰ھ	۲۶۴،۲۶۵	۵
۱۰۱۔	معارف القرآن	مفتی محمد شفیع	کراچی	ادارۃ المعارف	۱۳۸۹ھ	۹۹،۱۰۰	۱
۱۰۲۔	الشفاء	القاضی ابی الفضل عیاض	بیروت (لبنان)	دار الکتب العلمیہ	س۔ن	۳۶۸،۳۶۹	۱
۱۰۳۔	القرآن	۲۹ : ۴۹					
۱۰۴۔	القرآن	۵۳ : ۱۷،۲۲،۳۲،۴۰					
۱۰۵۔	الشفاء	القاضی ابی الفضل عیاض	بیروت (لبنان)	دار الکتب العلمیہ	س۔ن	۲۷۹	۱
۱۰۶۔	القرآن	۵۲ : ۲،۳					
۱۰۷۔	دائرہ معارف اسلامیہ		لاہور	دانش گاہ پنجاب	۱۹۸۶ء	۲۷۱	۱۹
۱۰۸۔	القرآن	۴۱ : ۴۲					
۱۰۹۔	القرآن	۷۵ : ۱۷					
۱۱۰۔	القرآن	۳ : ۱۱۳					
۱۱۱۔	دائرہ معارف اسلامیہ		لاہور	دانش گاہ پنجاب	۱۹۸۶ء	۱۷۱	۱۹
۱۱۲۔	القرآن	۲ : ۱۱۱					
۱۱۳۔	القرآن	۲ : ۹۴					
۱۱۴۔	القرآن	۲ : ۹۵					
۱۱۵۔	الشفاء	القاضی ابی الفضل عیاض	بیروت (لبنان)	دار الکتب العلمیہ	س۔ن	۲۷۲	۱
۱۱۶۔	القرآن	۵ : ۶۴					
۱۱۷۔	القرآن	۵ : ۱۴					
۱۱۸۔	القرآن	۶ : ۹۳					
۱۱۹۔	القرآن	۳۲ : ۱۲					
۱۲۰۔	القرآن	۲۸ : ۴۹					
۱۲۱۔	القرآن	۴۹ : ۱۳					
۱۲۲۔	القرآن	۴ : ۱۱					
۱۲۳۔	القرآن	۵۱ : ۱۹					
۱۲۴۔	معارف القرآن	مفتی محمد شفیع	کراچی	ادارۃ المعارف	۱۳۸۹ھ	۱۰۰	۱
۱۲۵۔	الشفاء	القاضی ابی الفضل عیاض	بیروت (لبنان)	دار الکتب العلمیہ	س۔ن	۱۷۰،۱۷۱	۱
۱۲۶	مثنوی مولوی معنوی	مولانا جلال الدین رومیؒ	بمبئی	مطبع نامی کریمی	۱۳۳۹ھ	۵۸	دفتر چہارم
۱۲۷	ایضاً	"	"	"	"	۳۳	دفتر سوئم

==================

نمبر شمار	کتاب کا نام	مصنف کا نام	مقام اشاعت	ادارہ اشاعت	سن اشاعت	صفحہ نمبر	جلد نمبر
۶۴۔	القرآن	۳ : ۴۴					
۶۵۔	دائرہ معارف اسلامیہ		لاہور	دانش گاہ پنجاب	۱۹۸۶ء	۲۶۶	۱۹
۶۶۔	القرآن	۱۷ : ۸۵					
۶۷۔	القرآن	۱۸ : ۸۳					
۶۸۔	القرآن	۲ : ۱۰۲					
۶۹۔	القرآن	۲ : ۱۰۳					
۷۰۔	القرآن	۳ : ۶۷					
۷۱۔	القرآن	۱۹ : ۴۴،۴۵					
۷۲۔	القرآن	۳ : ۹۳					
۷۳۔	دائرہ معارف اسلامیہ		لاہور	دانش گاہ پنجاب	۱۹۸۹ء	۲۶۷	۱۹
۷۴۔	القرآن	۱۸ : ۱۱۰					
۷۵۔	دائرہ معارف اسلامیہ		لاہور	دانش گاہ پنجاب	۱۹۸۹ء	۲۶۷	۱۹
۷۶۔	معارف القرآن	مفتی محمد شفیع	کراچی	ادارۃ المعارف	۱۳۸۹ھ	۹۸	۱
۷۷۔	الاتقان فی علوم القرآن	جلال الدین عبد الرحمن سیوطیؒ	مصر	مطبعۃ المصطفی البابی الحلبی	۱۳۷۰ھ	۱۰۷	۲
۷۸۔	الشفاء	القاضی ابی الفضل عیاض الحصبی	بیروت (لبنان)	دار الکتب العلمیہ	س ن	۲۶۹ تا ۲۷۲	۱
۷۹۔	القرآن	۳۰ : ۲ تا ۴					
۸۰۔	دائرہ معارف اسلامیہ		لاہور	دانش گاہ پنجاب	۱۹۸۹ء	۲۶۷	۱۹
۸۱۔	معارف القرآن	مفتی محمد شفیع	کراچی	ادارۃ المعارف	۱۳۸۹ھ	۹۸	۱
۸۲۔	رسالۃ التوحید	الشیخ محمد عبدہٗ	مصر	محمد علی صبیح واولادہ الازھر بمصر	۱۳۷۳ھ	۱۴۷	
۸۳۔	القرآن	۳۰ : ۴،۵					
۸۴۔	القرآن	۵۴ : ۴۴،۴۵					
۸۵۔	القرآن	۴۸ : ۱					
۸۶۔	القرآن	۴۸ : ۱۵					
۸۷۔	القرآن	۳۷ : ۱۷۳					
۸۸۔	القرآن	۴۸ : ۲۷					
۸۹۔	الشفاء	القاضی ابی الفضل عیاض الحصبی	بیروت (لبنان)	دار الکتب العلمیہ	س ن	۲۶۸	۱
۹۰۔	القرآن	۴۴ : ۵۵					
۹۱۔	القرآن	۲۷ : ۶۲					
۹۲۔	الشفاء	القاضی ابی الفضل عیاض	بیروت (لبنان)	دار الکتب العلمیہ	س ن	۲۶۸	۱
۹۳۔	القرآن	۹ : ۳۸					
۹۴۔	القرآن	۴۷ : ۳۸					
۹۵۔	القرآن	۹ : ۳۳					
۹۶۔	القرآن	۶۱ : ۸					

خاتمہ

باب نمبر ۱

خلاصہ (فصل اوّل) :

فرمان الٰہی ہے کہ "میں ایک چھپا ہوا خزانہ تھا میں نے چاہا کہ میں پہچانا جاؤں" چنانچہ اللہ تعالیٰ نے کائنات اور بے شمار مخلوقات تخلیق کیں لیکن اپنی خلافتِ منصبی کا فریضہ ادا کرنے کے لیے اپنی خاص مخلوق "انسان" کی تخلیق کی اور اپنی نیابت کا فرض اس کی ذمہ سونپا۔ اس فصل میں مفہوم نبوت، بعثتِ انبیاءؑ کا مقصدِ اوّل یعنی توحید کا پیغام۔ انبیاء کرامؑ کی صفات، ان کی تعلیمات اور نبوتِ محمدی ﷺ کے عقلی و نقلی دلائل، آپ ﷺ کی صفاتِ کاملہ کا بیان قرآن، توراۃ اور انجیل کے حوالوں سے کیا گیا ہے۔ آپ ﷺ پر دین کی تکمیل ہوئی، **اکملت لکم دینکم** یعنی آج ہم نے تمہارے لیے تمہارا دین کامل کر دیا۔

خلاصہ (فصل دوم) :

اس باب کی فصل دوم میں معجزہ کے مفہوم کو قرآنی دلائل سے واضح کیا گیا ہے۔ لفظ "معجزہ" "عجز" سے نکلا ہے جو "القدرۃ" کی ضد ہے۔ انسان جب کسی کام کو کرنے سے خود کو قاصر جانے جیسا کہ قرآن کریم میں ارشاد ہے:

اعجزت ان اکون مثل ھٰذا الغراب فاواری سوٴۃ اخی ج

ترجمہ: میں اس بات سے بھی قاصر رہا کہ اس کوے کی طرح اپنے بھائی کے مردہ جسم کو چھپا سکتا۔

معجزات انبیاءؑ سے بحکمِ خداوندی صادر ہوتے ہیں یعنی انہیں تائید ایزدی حاصل ہوتی ہے۔ معجزات کے رونما ہونے میں حیرت انگیز طور پر قوانینِ فطرت یکسر بدل دیے جاتے ہیں اور انبیاء علیہ السلام کی عنداللہ مقبولیت کو واضح کرنے کے لیے ان کے ہاتھوں غیر معمولی کارنامے انجام پاتے ہیں۔ اس کے علاوہ اس فصل میں معجزہ اور سحر کے فرق کو قرآنی دلائل سے واضح کیا گیا ہے۔

باب نمبر ۲

خلاصہ (فصل اوّل) :

معجزات کسی نبی کی نبوت کی دلیل یا شرط نہیں ہیں بلکہ نبیؐ کا مجسم وجود نبوت کی دلیل ہے اور نہ ہی معجزات ایمان کا سبب ہوتے ہیں بلکہ معجزات دشمن کو مغلوب کرنے کے لیے ہوتے ہیں چنانچہ معجزہ سے دشمن مغلوب یا عاجز تو ہو جاتا ہے لیکن ضروری نہیں کہ وہ ایمان بھی لے آئے۔ علماءِ اسلام کے نزدیک کسی شخص سے معجزات کا صادر ہونا اس کے نبی صادق ہونے کا ثبوت نہیں ہے۔ نبوت کو تسلیم کرنے کے لیے یہ تسلیم کرنا ضروری ہے کہ اس مقام و مرتبہ کو تسلیم کیا جائے جو عقل سے بالاتر ہے جہاں وہ آنکھ کھل جاتی ہے جس سے وہ چیزیں نظر آتی ہیں جن کے ادراک سے عقل کی کسوٹی محروم ہے۔

معجزہ اور سحر دونوں خارقِ عادت امور ہیں لیکن معجزہ وہ فعل ہے جو منجانب اللہ ہے اور جس کا ظہور پیغمبرؑ کے ذریعے ہوتا ہے جبکہ سحر کا تعلق شیطانی تصرفات سے ہے جو کسی کافر کے ہاتھوں سرزد ہوتے ہیں، معجزہ کا اثر امر واقعی اور پائیدار ہے جس کے اثرات ہر مقام پر یکساں ہوتے ہیں جب کہ سحر ایک کیفیت عارضی اور ظاہری ہوتی ہے اور عالم سفلی تک محدود رہتی ہے۔

باب نمبر ۲ کی اس فصل میں معجزات سے متعلق علمائے اسلام و مفکرین اسلام کے نظریات اور خیالات کو قلمبند کیا گیا ہے۔

خلاصہ (فصل دوم) :

اس باب کی فصل دوم میں معجزات کے بارے میں مغربی مفکرین کے نظریات کو بیان کیا گیا ہے۔ مغربی فلسفی ''ہیوم'' معجزہ کا زبردست منکر ہونے کے باوجود ایک مقام پر کہتا ہے کہ ''میں صرف اس حیثیت سے کسی معجزہ کا منکر ہوں کہ وہ کسی نظام مذہب کی بنیاد قرار پاسکتا ہے'' ورنہ دوسری حیثیت سے میں معجزات کا بایں معنی قائل ہوں کہ انسانی شہادت کی بناء پر قوانین فطرت کا خرق تسلیم کیا جاسکتا ہے۔

ہکسلے معجزات کے لیے ''انتہائی حیرت انگیز واقعات'' کے الفاظ استعمال کرتے ہیں۔ وہ معجزات کے سلسلے میں ممکنات اور ناممکنات کی بحث کرتے ہوئے کہتے ہیں ''یہ حقیقت روز روشن کی طرح ظاہر ہے کہ علمِ فطرت کی انتہا تک پہنچنا کیسا، ابھی تک ہم اس کی ابتداء اور ابجد سے آگے نہیں بڑھے بلکہ ہماری قوتیں اس قدر محدود ہیں کہ کبھی بھی ہم ممکناتِ فطرت کی حد بندی نہیں کر سکتے۔

آئن سٹائن معجزات کے بارے میں کہتے ہیں یہ عجیب و غریب واقعات جو قوتِ انسانی کے دائرۂ اختیار سے باہر ہیں انسان کے لیے ان کو قبول کرنے کے علاوہ کوئی چارۂ کار نہیں ہے یہ معجزات لاتبدیل مشیت الٰہی کے ذریعے رونما ہوتے ہیں۔ آئن سٹائن کے نزدیک تخلیق کائنات میں انسانی وجود اللہ تعالیٰ کا ایک عظیم معجزہ ہے۔

باب نمبر ۳

خلاصہ:

اللہ تعالیٰ نے انبیاء علیہ السلام کو بے شمار معجزات عطا فرمائے جن میں بعض کو چند معجزات عطا کیے اور بعض کو اس سلسلے میں فضیلت بخشی۔ قرآن کریم میں انبیاءؑ کے تذکروں میں سب سے پہلے ابوالبشر حضرت آدمؑ کا ذکر کیا گیا ہے۔ آپؑ کی تخلیق تمام تخلیقات میں **"احسن تقویم"** کا درجہ رکھتی ہے، مٹی سے آدمؑ کی تخلیق اللہ تعالیٰ کا عظیم معجزہ ہے۔ کشتی نوح کا طوفانِ نوح سے بچ نکلنا آپؑ کا معجزہ ہے۔ پہاڑ کی چٹان شق ہونے سے ایک حاملہ اونٹنی کا برآمد ہونا حضرت صالحؑ کے لیے اللہ تعالیٰ کا معجزہ ہے۔ بت پرستی سے اپنی قوم کو روکنے اور توحید کی دعوت دینے کی پاداش میں حضرت ابراہیمؑ کو آپؑ کی قوم اور وقت کے حکمران نمرود نے آپؑ کو دہکتی ہوئی آگ میں ڈال دیا لیکن آتش نمرود اللہ کے حکم **"یا نار کونی بردا وسلما علی ابراھیم"** پر حضرت ابراہیم کے لیے گلزار بن گئی اس معجزہ نے نمرود اور اس کی قوم کو ششدر کر دیا۔ حضرت موسیٰؑ کے ''عصا کا اژدہا بن جانا'' اور ''ید بیضاء'' بیک وقت اللہ تعالیٰ نے آپؑ کو دو معجزات عطا کیے۔ اس کے علاوہ قوم بنی اسرائیل کو فرعون کی غلامی سے آزاد کرانے کے لیے مزید کئی معجزات عطا کیے گئے۔ قوم بنی اسرائیل کے نکلنے کے لیے بحیرہ قلزم میں اللہ تعالیٰ نے معجزانہ طور پر خشک راستہ بنا دیا جب کہ اس بحیرہ قلزم میں فرعون نشانِ عبرت بن گیا اور اس کا لشکر اس میں ڈوب گیا۔ حضرت موسیٰ علیہ السلام وہ جلیل القدر پیغمبر ہیں جنہیں اللہ تعالیٰ نے بے شمار معجزات عطا فرمائے۔ حضرت عیسیٰؑ کی بغیر باپ کے پیدائش کے ایک عظیم معجزہ ہے۔ حضرت عیسیٰؑ کو بھی اللہ تعالیٰ نے بے شمار معجزات عطا کیے جن کا ذکر قرآن میں ملتا ہے۔ آپؑ نے عالم شیر خواری میں لوگوں سے کلام کیا۔ **" قال انی عبد اللّٰہ اٰتنی الکتٰب وجعلنی نبیا"** سورۂ مریم آیت : ۳۰ یعنی میں اللہ کا بندہ ہوں اس نے مجھے کتاب دی اور نبی بنایا۔ آپؑ کو زندہ معجزانہ طور پر آسمان پر اٹھا لیا گیا۔ حضرت عیسیٰؑ کو اللہ تعالیٰ نے جو معجزات عطا کیے ان میں لاعلاج امراض سے لوگوں کا شفا کا معجزہ شامل ہے آپؑ پیدائشی اندھوں کا اللہ کے حکم سے بینائی عطا کرتے، مُردوں کو باذن اللہ زندہ کرتے، برص کے مریض کو شفاء کاملہ عطا کرتے۔

اس باب میں آنحضرت ﷺ سے قبل آنے والے انبیاء اکرام علیہم السلام کے معجزات کا حتی الامکان جائزہ لیا گیا ہے۔

باب نمبر ٤

خلاصہ (فصل اوّل):

کائنات کا ذرہ ذرہ مادی علل واسباب میں جکڑا ہوا ہے یہی وجہ ہے کہ انسانی ذہن چھوٹے سے چھوٹے واقعہ کے ظہور میں بھی اپنے سابقہ تجربات کی روشنی میں کسی نہ کسی غیر متغیر علت کو اس واقعہ کے ظہور کا سبب گردانتا ہے۔ اور اس علت کا متلاشی ہوتا ہے اور بغیر اسباب وعلل کے پیش آنے والے واقعہ کو فوری قبول کرنے کو تیار نہیں ہوتا۔ سلسلۂ اسباب وعلل اور اشیاء کے افعال وخواص کے لیے جو اصول اور قوانین کائنات میں بکھرے ہوئے ہیں حکماء وفلاسفہ کی اصطلاح میں یہی قوانین فطرت سے موسوم ہیں۔ عام طور پر لوگوں کو قوانین فطرت کے مطابق پیش آنے والے واقعات پر یقین کرنے میں کسی قسم کی دشواری پیش نہیں آتی اور علت کے سامنے آتے ہی اس معلول کے نتیجے کا یقین ہو جاتا ہے، اور یہ مشکل ہی سے ممکن معلوم ہوتا ہے کہ اس کے علاوہ کوئی اور نتیجہ بھی ظاہر ہو سکتا ہے۔ ساری کائنات فطرت میں کوئی اصول بھی اس سے زیادہ پراسرار نہیں جتنا کہ روح کا جسم کے ساتھ باہمی اتحاد ہے جو اس بات کا ثبوت ہے کہ کوئی نامعلوم جوہر روحانی جوہر مادی پر اس طرح اثر انداز ہے کہ لطیف سے لطیف خیال کثیف سے کثیف مادہ پر عمل کر سکتا ہے۔ عالم فطرت کا ہر واقعہ براہِ راست اسی عقل کا معلول ہے جس پر کوئی واقعہ ظاہر ہوتا ہے۔ گویا کائنات میں شے کی کوئی قوت نہیں بلکہ ایک ہستی برتر کا ارادہ ہے جس نے علت اور معلول کو ایک دوسرے کے ساتھ وابستہ کر دیا ہے اور وہی صانع فطرت ان قوانین میں تبدیلی کر دینے پر بھی قادر ہے۔

ممکنات اور ناممکنات کے سلسلے میں جس قدر تحقیقات بڑھتی جارہی ہیں ناممکن چیزیں ممکن ثابت ہوتی جارہی ہیں۔ خود یورپ کے محققین بھی اس بات کو تسلیم کرتے جارہے ہیں۔

اس فصل میں امکان معجزات، شہادتِ معجزات اور یقین معجزات پر فلسفیانہ نقطۂ نظر سے ان موضوعات کی وضاحت کرنے کی ممکنہ کوشش کی گئی ہے۔

خلاصہ (فصل دوم):

اللہ تعالیٰ نے انسانوں کی رشد وہدایت کے لیے نبوت ورسالت کا جو سلسلہ حضرت آدمؑ سے شروع کیا حضرت محمد ﷺ پر اس سلسلۂ نبوت کا اختتام کیا۔ آپ ﷺ اس سلسلے کی آخری کڑی اور خاتم الانبیاءؑ ہیں۔ تمام انبیاء ورسل کے مقابلے میں آپ ﷺ کی بعثت کا طغرائے امتیاز یہ ہے کہ اللہ تعالیٰ نے آپ ﷺ کی بعثت کو بعثت عام قرار دیا ہے۔ آپ ﷺ سے پہلے انبیاء اکرام کی بعثت مخصوص زمانے اور مخصوص مقام تک محدود تھی جب کہ آپ ﷺ کو نہ صرف مکہ جہاں آپ ﷺ پیدا ہوئے، نہ ہی عرب بلکہ آپ ﷺ کو تمام کائنات کے لیے اور قیامت تک کے لیے مبعوث کیا گیا۔ آپ ﷺ عرب وعجم، اسود واحمر سب کے لیے اللہ کے ایلچی یا پیغامبر ہیں، **وما ارسلنک الا کافۃ للناس** (سورۃ سبا آیت نمبر ۲۸) یعنی ہم نے تم کو کائناتِ انسانی کے لیے پیغام دے کر بھیجا ہے۔ اللہ تعالیٰ نے تمام انبیاء اکرام کو معجزات عطا کیے، کسی کو کم کسی کو زیادہ۔ آپ ﷺ خاتم النبیین اور افضل الرسل ہیں اس لیے اللہ تعالیٰ نے تمام خصوصیاتِ انبیاءؑ میں بھی آپ ﷺ کو کامل واکمل فرمایا۔ آپ ﷺ کا یہ معجزہ ہے کہ آپ ﷺ ایک امی ہو کر ایسی کتاب اور ایسی تعلیم پیش کرتے ہیں جس کی صداقت کو علمائے بنی اسرائیل بھی جانتے تھے اور عرب کے بڑے بڑے علماء وادیب بھی اس کلام کی سچائی کے دل سے معترف تھے۔ آپ ﷺ رحمۃ للعالمین ہیں اسی لیے لازم تھا کہ کائنات کے ذرّے ذرّے کو آپ ﷺ کی صداقت کے روشن نشانات کا مشاہدہ کرایا جائے۔ آپ ﷺ کو جو معجزات عطا ہوئے وہ بھی زمان ومکان کی قیود سے آزاد اور علوم وفنون کے ہر ہر میدان کو محیط کیے ہوئے تھے۔ ''معجزہ معراج'' آپ ﷺ کو عطا ہوا جس میں زمان ومکان کی اکائیاں بیک وقت سمٹ گئیں اور آپ ﷺ رات کے قلیل وقت میں مکان سے لامکان اور سدرۃ المنتہیٰ اور اس سے بھی بلند ہو کر آیات اللہ کا آپ ﷺ کو

مشاہدہ کرایا گیا۔ ان تمام صفات و کمالات اور معجزات کے باوجود خصوصی اعزاز یہ ہے کہ آپ ﷺ اللہ کے بندے ہیں اور کمالِ عبدیت پر فائز ہیں۔

باب چہارم کی اس فصل میں حضور اکرم ﷺ کو عطا کیے گئے بے شمار معجزات، مشاہدات و مسموعات، پیشن گوئیاں، بشاراتِ نبوی ﷺ کا تفصیلی جائزہ مذکور واقعات کے ساتھ احادیثِ مبارکہ اور قرآنی آیات کے حوالوں سے پیش کیا گیا ہے۔

باب نمبر ٥

خلاصہ (فصل اوّل):

مادی دنیا میں قدرتِ الٰہی کے جو قواعد و ضوابط کارفرما ہیں ان کی دریافت کے علم کو "علم سائنس" سے تعبیر کیا جاتا ہے گویا سائنس قوانینِ فطرت اور حقائق سے آگہی کا علم ہے۔ دینِ اسلام کی تعلیمات کا منبع قرآن کریم دینی اور دنیاوی تمام علوم سرچشمہ ہے اور انسانوں کو دینی اور دنیاوی دونوں علوم میں حقائق کی تلاش اور تفکر کا پیغام دیتا ہے۔ قرآن کریم میں بار بار حقائق سے آگہی اور کائنات کے رازوں کو جاننے اور غور و فکر کرنے پر زور دیا گیا ہے۔ قرآن کریم کا یہ پیغام اس بات کا ثبوت ہے کہ اسلام وہ دینِ فطرت ہے جس نے بنیادی مذہبی عقائد یعنی وجودِ باری تعالیٰ، توحیدِ باری تعالیٰ، مسئلہ نبوت و رسالت اور مسئلہ معاد کو سائنسی حقائق اور سائنسی دلائل کی روشنی میں ان کی صداقت اور حقانیت کو واضح کیا ہے۔ قرآن کریم میں لوگوں کو عقل سے کام لے کر تدبر و تفکر کرنے کی بار بار ترغیب دی گئی ہے۔ **ان فی ذلک لاٰیٰت لقوم یتفکرون** (سورۃ الرعد آیت نمبر ۳) یعنی اس میں نشانیاں ہیں غور و فکر کرنے والوں کے لیے دوسری جگہ ارشاد ہوتا ہے **ان فی ذلک لاٰیٰت لقوم یعقلون** (سورۃ الرعد آیت نمبر ۴) یعنی اس میں نشانیاں ہیں عقلمندوں کے لیے گویا جو لوگ عقل و شعور سے کام لیتے اور کائنات میں بکھری ہوئی اللہ کی نشانیوں پر غور و فکر کرتے ہیں وہ راہِ حق کی جستجو میں کامیاب و کامران ہوتے ہیں۔ قرآن کریم میں بے شمار سائنسی حقائق کو اجمالاً بیان کر کے اس طرف توجہ دلائی ہے کہ انسان اپنی عقل اور حواس سے کام لے کر تجربات کی روشنی میں ان کے نتائج دریافت کرے اور انسانیت کے لیے مفید مقاصد میں استعمال کرے۔ قرآن کریم حضور اکرم ﷺ کا عظیم دائمی معجزہ ہے جس میں کائنات کی تخلیق سے لے کر تمام ارضی و سماوی علوم اور تخلیق انسانی تک کی سائنسی حقیقتیں بیان کر دی گئی ہیں۔

حضور اکرم ﷺ کی بعثت قیامت تک تمام کائنات پر محیط ہے چنانچہ آپ ﷺ کو عطا کیے جانے والے معجزات میں بھی ہمہ گیریت اور وسعت کا یہ پہلو نمایاں ہے۔ نبوت کا سلسلہ آپ ﷺ پر ختم ہو گیا لیکن نسلِ انسانی کو قیامت تک قدرت کے رازوں کا سراغ لگانا تھا۔ اس لیے آپ ﷺ کو جو معجزات عطا ہوئے ان میں بھی آنے والے وقت کے سائنسی راز پوشیدہ ہیں تاکہ ان کی مدد سے نسلِ انسانی کو تحقیق اور جستجو کے لیے نشانِ راہ مل سکے جن پر چل کر انسان کی عقل ناقص سائنسی میدان میں ترقی کی راہیں تلاش کر سکے۔

باب نمبر ٥ کی اس فصل (فصل اوّل) میں حضور اکرم ﷺ کے معجزات، معجزۂ معراج مصطفیٰ ﷺ معجزہ شق الصدر، معجزۂ شق القمر کا سائنسی حقائق اور قرآنی دلائل کی روشنی میں جائزہ لیا گیا ہے اور قرآن کریم جو آپ ﷺ کا عظیم ابدی معجزہ ہے اس میں پیش کیے گئے بہت سے سائنسی حقائق میں سے چند موضوعات کا قرآنی دلائل اور سائنسی حقیقتوں کی روشنی میں جائزہ پیش کرنے کی حتی الامکان سعی کی گئی ہے۔

خلاصہ (فصل دوم):

بارگاہِ خداوندی سے حضور اکرم ﷺ کو بے شمار معجزات عطا ہوئے لیکن آپ ﷺ کا سب سے عظیم، لافانی اور ابدی معجزہ "قرآن کریم" ہے جو اپنے الفاظ اور معنی دونوں اعتبار سے معجزہ ہے آپ ﷺ نے خود بھی تمام معجزات میں وحیٔ الٰہی یعنی قرآن کریم کو سب سے بڑا معجزہ

قرار دیا ہے۔ قرآن کریم ہی وہ معجزہ ہے جس کے لیے خود اللہ تعالیٰ نے تحدّی (چیلنج) فرمائی۔ ارشادِ ربانی ہے **قل لئن اجتمعت الانس والجن علٰی ان یأتوا بمثل هذا القراٰن لا یأتون بمثله ولو کان بعضهم لبعض ظهیرا ٥** (سورہ بنی اسرائیل آیت نمبر ۸۸) یعنی اے پیغمبر کہہ دیجیے! ''اگر تمام انس و جن مل کر بھی چاہیں کہ اس جیسا قرآن بنا لائیں تو نہیں لا سکتے اگر چہ وہ ایک دوسرے کے مددگار کیوں نہ ہوں۔''

قرآن کریم ایک زندہ اور ہمیشہ باقی رہنے والا معجزہ ہے جس کی نظیر پیش کرنے سے انس و جن قیامت تک عاجز رہیں گے۔ آپ ﷺ کا یہی وہ معجزہ ہے جس کی حفاظت کی ذمہ داری اللہ تعالیٰ نے خود لی ہے۔ **لا یأتیه الباطل من بین یدیه و لا خلفه** (سورہ حٰمٓ السجدۃ آیت نمبر ۴۲) یعنی ''باطل کا اثر آگے سے ہو سکتا ہے نہ پیچھے سے''۔ گویا دنیا کی کوئی طاقت قرآن کریم میں لفظی یا معنوی تحریف کرنے سے معذور رہے گی۔

اس باب کی اس فصل میں حضور اکرم ﷺ کے دائمی معجزہ یعنی ''قرآن پاک'' کے اوصاف کے سلسلے میں ''اعجازِ قرآن'' سے متعلق تمام پہلوؤں کا تفصیلی جائزہ پیش کیا گیا ہے اس کے علاوہ فصاحت و بلاغتِ قرآن، اسلوبِ بیان، بدائع و صنائع، قوتِ تاثیر، کلام کی جامعیت و کاملیت، قرآنی پیشگوئیاں، اخبارِ غیب، قرآن کی اپنے متعلق پیشن گوئیاں غرض کہ ہر پہلو سے ''اوصاف قرآن'' کا احاطہ کرنے کی حتی الامکان کوشش کی گئی ہے۔

ABSTRACT

CHAPTER-1

SECTION-1 (Summary)

Allah says: "I was a hidden treasure; I wanted to be recognized." Hence, Allah created the universe, and countless creatures. But he created "Human" to be his vice gerent as a special creature and made him responsible to carry out his orde4rs in obedience.

This chapter consists meaning of Prophethood, advent of the Messengers which means the Message of Oneness, qualifies of the Messengers, their teachings and arguments, logical and practical, of Prophethood of Muhammad (PBUH). The qualities of Muhammad (PBUH) one stated with reference of the holy Quran, Torah, Angiel. The religion was accomplished on Muhammad (PBUH). " To day we have completed the religion for you".

SECTION-2 (Summary)

This Chapter explains the meanings of Miracle with the Qruanic argumentations. The word of Miracle is derived from the word " Humbleness" which is antonym of "Value" . A human being feels himself unable to do some thing or work, as the holy Quran says: "I was unable of even this that I could have hidden the dead body of my brother as this know have done". Miracles are made to happen by prophets according to the orders of Allah which means that they have the consent of Allah to happen. The laws of nature are wonderfully changed to let the miracles happened. Extra ordinary achievements are attained through the happenings by the prophets to explain the popularity of Prophets with the will of Allah.

This chapter also explains the difference in between miracle and magic.

CHAPTER-2

SECTION-1 (Summary)

Miracles are not proofs of Prophethood of a prophet. The existence of a prophet is rather itself is proof of the prophethood. Miracles are not the bases of belief as well. Miracles are rather meant to overcome the enemies. So, an enemy may be dominated by miracles but it is not necessary that one may have belief on. The occurrence of miracles by some one, in view of Islamic Scholars, is no the proof of one's being the true prophet. It is necessary for accepting the prophet that the shapes and level which one beyond the cognition of wisdom should be accepted. It is the level where the insight is opened up to the extent to see where wisdom cannot reach Miracle and magic both are opposite to habitactinties. But miracle is an act which is from Allah, and which occurs by a pagan. The effect of miracle is real and permanent a temporary and apparent situation and it is confined only to the morbid world.

The second section and its chapter deals with the ideas and views on miracles of the Islamic Scholars and thinkers.

SECTION-2 (Summary)

This Chapter two of the Section describes the ideological views of the Western thinkers on miracles. The western philosophers being a staunch non believer of miracle says at one place: "I only disbelieve miracle being the base of any religious system. But on the company, I strongly believe in the meaning of miracle as an exception in the law of nature on the basis of human witnesses."

Huxley terms miracles as "very extra ordinary events." He says, while discussing the possibilities and impossibilities in regard of miracles: "It is very much obvious that what to talk of finding the extreme extent of science of nature, we have not so far not gone

beyond the basic and elementary aspects of it. Our capabilities are, rather, so limited that we will never be able to reach to the possible limits of nature".

Ein Stein is of the view on miracles: "These are strange occurring which are beyond the capabilities of human beings. There is no other way for human beings except to accept them:. The miracles happen through the unchangeable will of Allah. Ein Stain thins that the existence of human beings in the creation of the universe is a great miracle of Allah.

CHAPTER-3.(Summary)

Allah has blessed the prophets with the power of countless miracles with someone having some miracles, whereas someone having edge on others in regard of having the power of miracles. In the stories of the prophets in the holy Quran the first description is of the father of all human beliefs Adam. The creation of Adam is the best among all the creations. The creation of Adam from the clay is the greatest miracle of Allah. The safe voyage to safely of the "Ark of Noah" from the flood known as Noah's flood is a miracle of Allah. The appearance of a pregnant the camel coming out of the breaking of cliff of mountain is the miracle of Salih from Allah.

Abraham was known as in inferno by Nimrud, the ruler of the time as the punishment for repaining his people from worship of idols. The inferno turned into a garden by the command of Allah. This miracle took a back the ruler and the people of Abraham. Allah blessed moses with two miracles at the same time, first the scepter which used to turn into a python and the second on e was the illuminated arm. Moses was also blessed with many more miracles by Allah to get his people to freedom from the slavery of Pharoah. Allah made a dry passage for Moses and his people in the middle of the Red Sea to get to the safety of freedom, whereas the Pharoah was made an example to learn a lesson in the same Red Sea being drown in there alongwith his army. Moses is one of the great Prophets whom Allah blessed with so many miracles. The birth of Jesus without a father is another great miracle. Jesus was also blessed with numerous miracles by Allah. They are described in the holy Quran. He talked to the people in his infancy. "He spoke : Look!

I am the slave of Allah. He has given me the seruphane and has appointed me a prophet. (19:30). He was ascended to heaven alive miraculously. oNe of the miracles given to Jesus by Allah was to cure incurable people . Another to him was to came in born blindness b the blessings the dead back to life with command of Allah. Another miracle of him among the many was to cure the patients of leprosy.

This section gives an overall view of the Pre-Muhammad (PBUH) prophets with their miracles.

CHAPTER-4

SECTION-1 (Summary)

The whole universe is subject to the cause and reason of materialistic nature to its finest particle. This the reason that human mind looks through every happening, no matter how prifle it is, in the light of his previous experience which depends on unchangeable cause and reason dogma. One tries to find out that treason. He does not really accept any happening which may occur with out that dogmatic equation of cause and reason. The principles of action and qualifies of things and the series of cause and reason which prevail in the universe thinkers and philosophers call them terminological law of nature. People in general, do not hesitate to accept the happenings and their occurrence according to these laws of nature. As soon as the reason comes into mind the cause is accepted and believed. It seems rather not possible that there should be any other result and outcome of it. There is no other principle in the universe much more mysterious than the unity of soul with the body. This proves that there is some unseen essential which affects every matter in such a way that even the most delicate idea acts upon the most denge matter. Every incident of the world of nature directly based on the wisdom due to which the event appears. It simply means that nothing has power in this universe but an intention of a greater being prevails who has connected cause and reason into a bond. The same creator of nature has domination and power to make changes in the laws of nature.

The research in the fields of possibilities and impossibilities has gone deep down to the level where impossible things and proved to be possible. Even the European researchers are now accepting this thing.

This section deals with the possibility of miracles, proofs of miracles, belief in miracles, and with their philosophical explanation of them.

SECTION-2 (Summary)

The system and series of the system of guidance and education Allah started for human beings from Adam to begin, came to and end with Muahammad (PBUH) as the series of Messengers and prophets. Muhammad (PBUH) is the last and the end of this series of prophethood being the last prophet of Allah. The most distinct mark of the advent of Muhammad (PBUH) over all other prophets and Messengers is his general advent. The advent of Prophets before the advent of the prophet Muhammad (PBUH) was particularized to some particular time is made to come as the prophet to the whole universe and upto the Doomsday and not only to Makka, where he was born and not the Arab Peninsula. He is the Messenger of Allah to Arab, to non Arab, to black, to red and to all: " An we have not sent you (O'Muhammad)' save as a most mankind know not." (34:28)

Allah blessed all Messengers with miracle, move to some one or less to some one. Muhammad (PBUH) is the last of the Prophets and the best of all the messengers. So, Allah made him the perfect in all qualities of the prophets. The miracle of him is that being not having any formal education and not knowing how to read and white he presented such a book and such teachings truth of which was known to the scholars of the children of Israel, and the greater scholars of the Arab world and writers accepted the reality of the teachings. He is the blessing to the whole worlds, so it was indispensable every particle of the universe should have the observance of his truth and illuminated signs of him. The miracles he was blessed with were not confirmed to time and place and pertaining to every aspect of science and art. The miracle of ascendance to heaven was

given to him. Which Shraite the units of time and place at the same time. Muhammad (PBUH) made a journey from finity to infinity in a wink of an eye, went to the zenith of height. Despite of all these qualities and perfections the miracle and in that he is at the height of it.

This section given in details the numerous miracles given to him alongwith proofs , predictions, prophecies of Prophetie nature and hearings. The events one given with reference of the sayings and Traditions of the holy prophet and Qruanic Versus.

CHAPTER-5

SECTION-1 (Summary)

Natural Sciences deal with the laws and principles which govern material would with the power of divinity. So, Science is the knowledge of knowing and recognizing the laws of nature. The holy Quran is the source of worldly and religious sciences, and the teachings of Islam. The holy Quran invites all human beings to find out the realities of both the sciences and provokes them to ponder. This message of the holy Quran is the proof that Islam is natural religion. It explains the basic religious beliefs in regard of the existence of Allah, oneness of Allah, prophethood and the issue of the need of Messengers according to scientific realities and arguments to prove their reality and truth. The holy Quran repeatedly asks people to utilize their wisdom and intelligence to think and ponder:" There are signs in them for those who think and ponder:" there are signs for intelligent people: (13:04) and ponder (13:03) and "there are signs for intelligence and find out the signs of Allah. Which are there in the universe by thinking and pondering on them they get success in their search of the reality. The holy Quran invites the people to concenpate on these scientific realities. Human beings can come to a conclusion by utilizing intelligence and wisdom in matters through personal experience. The conclusion should be used for the betterment of humanity.

The holy Quran is an external miracle of the holy Prophet. It gives all scientific realities about and from the creation of the universe , all earthy and heavenly sciences and up to the creation of human being.

The advent of the prophet Muhammad (PBUH) is made to cover up the whole universe up to the Doomsday. So, the miracles given to him one universal and cover the whole universe in compact from. The finality of prophethood series is accomplish with hi advent. But human beings are to search out the reality of natural mysteries till the Doomsday. So the miracle given to the holy prophet cover secrets of science for the time to come. This will serve as a mile stone for research and struggle to find out the reality by human beings and the coming generation. The will enable the deflective intelligence of human beings to progress on the way of Science and its fields.

The first chapter of this section five undertakes the miracles of the holy prophet namely, the miracle of ascending to the zenith of heavens, the miracle of the opening breast, the miracles of splitting the moon, on scientific realities and in the light of the Quranic arguments.

It also discusses the scientific realities mentioned in the holy Quran. Some of the subject of that nature are viewed in the light of Quranic arguments and scientific realities keeping in mind that the holy Quran itself a great eternal miracle in itself.

SECTION-2 (Summary)

Allah, Almighty, has bestowed and blessed the holy prophet with uncountable miracles, and the holy Quran is the greatest, eternal and immortal miracle of all them by the holy prophet. The holy Quran is a miracle in its words and meanings. The holy Quran is a miracle in its words and meanings. The holy prophet himself declared the divine revolution, that is , the holy Quran the biggest miracle of all miracle to which Allah himself gave challenge, Allah says:

"Say, 'if mankind and the Jenii (Jinn) gathered together to produce the like of this Quran, they could not produce the like of this Quran', they could not produce the like of his Quran, they could not produce the like there of, even though they should help each other." (17:888)

The holy Quran is an ever liking and ever lashing miracle. The mankind and genii (Ginn) are and will remain unable to produce the like. It is the miracle of the holy prophet of that Allah himself promised to safeguard it. The holy Quran says:, "falsewhood cannot approach it either from before or from behind it. It is a revolution from the wise, the praise worthy."(41:42)

It simply means that no change in words or meanings is possible made in the holy Qruan from any purpose of the word.

The chapter gives a detail description of the external miracle of the holy prophet that is the holy Quran, its qualities and the wonder of the holy Quran.

It also discuss rhetoric, terseness, style; description , qualities, purity, effect, power of effect, coheswiness and comprehensiveness of the statements of the holy Quran. It also expresses the predictions and prophesies of Quran. It views the holy Quran as the news of the unseen, and the predictions of Quran itself.

The chapter views the holy Quran on its all aspects and qualities.

کتابیات

نمبر شمار	کتاب کا نام	مصنف کا نام	مقام اشاعت	ادارہ اشاعت	سن اشاعت
۱۔	القرآن الکریم				
۲۔	احکام القرآن	ابوبکر احمد بن علی حصاص الحنفی	مصر	المطبعۃ العربیہ المصریہ	۱۳۴۷ھ
۳۔	احیاء العلوم الدین	ابو حامد محمد بن محمد	مصر	مکتبہ مطبعۃ مصطفیٰ	۱۳۵۸ھ
۴۔	اخلاق النبی ﷺ	ابن حیان ابو محمد عبداللہ بن محمد	ریاض، سعودی عرب	دار المعلم	۳۶۹ھ
۵۔	اخلاق النبی ﷺ وآدابہ	اصبہانی ابی محمد عبداللہ بن محمد بن جعفر بن حیان	ریاض، سعودی عرب	دار المسلم	۱۹۹۸ء
۶۔	اردو دائرہ معارف اسلامیہ		لاہور	دانش گاہ پنجاب	۱۹۷۳ء
۷۔	اسد الغابہ فی معرفۃ الصحابہ	ابن اثیر ابوالحسن علی بن محمد بن عبدالکریم بن عبدالواحد سیبانی جزری	بیروت	دار الکتب العلمیہ	۱۱۶۰ھ
۸۔	اسوۂ رسول ﷺ	ڈاکٹر محمد عبدالحئی	لاہور	مکتبۂ ایمان	۱۹۷۵ء
۹۔	اصح السیر	مولانا حکیم ابوالبرکات عبدالرؤف دانا پوری	کراچی	مجلس نشریات اسلام	۱۹۸۱ء
۱۰۔	اطلس تاریخ اسلام	حسین مونس	القاہرہ	الزہراء للاعلام العربی	۱۹۸۷ء
۱۱۔	اعلام النبوۃ	ماوردی، ابوالحسن علی بن محمد بن حبیب	بیروت	دار الکتاب العربی	۱۹۸۷ء
۱۲۔	الاتقان فی علوم القرآن	جلال الدین عبدالرحمٰن سیوطیؒ	مصر	مطبعۃ المصطفیٰ الثانی الحلبی	۱۳۷۰ھ
۱۳۔	الاحسان بترتیب صحیح ابن حبان	امیر علاؤ الدین بن بلبان	بیروت (لبنان)	دار الکتب العلمیہ	۱۹۸۷ء
۱۴۔	الاحکام فی اصول احکام	ابن حزم بن احمد بن سعید بن حزم اندلسی	فیصل آباد، پاکستان	ضیاء السنہ ادارۃ الترجمہ والتعریف	۱۴۰۳ھ
۱۵۔	الاحکام فی اصول الاحکام	سیف الدین ابی الحسن علی بن ابی علی بن محمد	لبنان	دار الکتب العلمیہ	۱۴۰۰ھ
۱۶۔	الاسرائیلیات والموضوعات فی کتب التفسیر	الدکتور الشیخ محمد بن محمد ابوشہبہ	قاہرہ	مکتبۃ السنۃ	۱۴۰۸ھ
۱۷۔	الاسلام والمستشرقون	ذکریا ہاشم ذکریا	الاسلامیہ	المجلس الاعلیٰ للشئون	۱۹۶۵ء
۱۸۔	البدایہ النہایہ	حافظ عماد الدین ابن کثیر	کراچی	نفیس اکیڈمی	۱۹۸۷ء
۱۹۔	التفسیر قرطبی الجامع الاحکام القرآن	عبداللہ محمد بن احمد الانصاری القرطبی	قاہرہ	مطبعۃ دار الکتب المصریہ	۱۳۵۷ھ
۲۰۔	التفسیر الکاشف	محمد جواد مغنیہ	بیروت	دار العلم الطبعۃ الاولیٰ	۱۹۶۸ء
۲۱۔	التفسیر الکبیر	رازی محمد بن عمر بن حسین	تہران	دار الکتب العلمیہ	۶۰۶ھ
۲۲۔	التفسیر المظہری	قاضی ثناء اللہ پانی پتی	کوئٹہ، پاکستان	بلوچستان بک ڈپو	۱۲۲۵ھ
۲۳۔	الجواب الصحیح	امام ابن تیمیہ	الریاض	المکتبۃ العربیہ سعودیہ	۱۳۷۶ھ
۲۴۔	الحیات الروحیہ فی الاسلام	رئیس احمد جعفری	لاہور	مصطفیٰ حلمی	۱۹۶۳ء
۲۵۔	الخصائص کبریٰ	جلال الدین سیوطیؒ	فیصل آباد، پاکستان	مکتبہ نوریہ رضویہ	۹۱۱ھ
۲۶۔	الدر المنثور فی تفسیر بالماثور	شیخ جلال الدین عبدالرحمٰن سیوطیؒ	ایران	منشورات مکتبۃ الآیۃ اللہ	۱۴۰۳ھ
۲۷۔	السنن	ابوداؤد سلیمان بن اشعث	بیروت	دار الفکر	۱۴۱۴ھ
۲۸۔	السنن	ابن ماجہ ابو عبداللہ	بیروت	دار الکتب العلمیہ	۱۴۱۹ھ
۲۹۔	السیرۃ النبویہ	ابن عساکر	بیروت	دار احیاء التراث العربی	۱۴۲۱ھ
۳۰۔	السیرۃ النبویۃ	ابن ہشام ابو محمد عبدالملک حمیری	بیروت	دار الجیل	۱۴۱۱ھ

نمبر شمار	کتاب کا نام	مصنف کا نام	مقام اشاعت	ادارۂ اشاعت	سن اشاعت
۳۱۔	السیرۃ النبویہ لابن ہشام	ابو محمد عبد الملک بن ہشام	مصر	طبع مصطفیٰ	۱۳۵۵ھ
۳۲۔	الشفاء	القاضی ابی الفضل عیاض الیحصبی	بیروت	دار الکتب العلمیہ	۵۴۳ھ
۳۳۔	الطبقات الکبریٰ	محمد بن سعد	بیروت	دار الکتب العلمیہ	۱۹۷۵ء
۳۴۔	العقائد (الفارابی)	عباس احمد	مصر	المطبوعات	۱۹۵۳ء
۳۵۔	الغزالی	شبلی نعمانی	حیدرآباد دکن	مدینہ پبلشنگ	۱۹۰۱ء
۳۶۔	الفرقان فی تفسیر القرآن	ڈاکٹر محمد صادق	لبنان	دار التراث الاسلامیہ	۱۴۰۸ھ
۳۷۔	القرآن بآیات الفرقان	عبد اللہ چکڑالوی	لاہور	اسلامی اکادمی	۱۹۰۶ء
۳۸۔	الکلام فی علم الکلام	مولانا شبلی نعمانی	اعظم گڑھ	مطبع معارف اعظم گڑھ	۱۳۳۱ھ
۳۹۔	المستدرک علی الصحیحین	حاکم، ابو عبد اللہ محمد بن عبد اللہ	بیروت	دار الکتب العلمیہ	۱۴۱۱ھ
۴۰۔	المسند	احمد بن حنبل ابو عبد اللہ بن محمد	بیروت	المکتب الاسلامی	۱۳۹۸ھ
۴۱۔	المطالب عالیہ من علم الالٰہی	امام فخر الدین رازی	بیروت	الدار الکتاب العربی	۱۹۸۷ء
۴۲۔	المنقذ من الضلال	امام غزالی ابو حامد بن محمد الطوسی	بیروت	اللجنہ الدولیہ	۱۹۵۹ء
۴۳۔	الوحی المحمدی	السید محمد رشید رضا	مصر	دار المنار	۱۹۴۷ء
۴۴۔	الوفا باحوال المصطفیٰ	ابن جوزی بن علی بن محمد	بیروت	دار الکتب العلمیہ	۵۶۹ھ
۴۵۔	انکشافات قرآن اسرار قرآنی	حارون یحییٰ مترجم محمد یحییٰ	لاہور	مکتبہ رحمانیہ	س۔ن
۴۶۔	انوار الایقان	ابو الفاروق واسطی	کراچی	مشہور آفسٹ پریس	۱۹۹۲ء
۴۷۔	برناباس کی انجیل		لاہور	اسلامک پبلیکیشنز	س۔ن
۴۸۔	بہار شریعت	احمد علی قادری	لاہور	مکتبہ اسلامیہ	۱۳۳۸ھ
۴۹۔	بیان القرآن والسنہ	محمد علی لاہوری	لاہور	مطبع کریمی	۱۳۳۰ھ
۵۰۔	تاریخ اسلام	شاہ معین الدین احمد ندوی	کراچی	ادارہ اسلامیات	۱۴۲۵ھ
۵۱۔	تاریخ فلاسفۃ الاسلام	محمد لطفی جمعہ	کراچی	نفیس اکیڈمی	س۔ن
۵۲۔	تدبر قرآن	امین احسن اصلاحی	لاہور	فاران فاؤنڈیشن	۱۹۸۵ء
۵۳۔	ترجمہ احیاء العلوم	مولانا احمد حسن صدیقی نانوتوی	کراچی	دار الاشاعت	۱۹۷۸ء
۵۴۔	ترجمہ تفسیر القرآن	شبیر احمد عثمانی	بجنور	مدینہ پریس بجنور	۱۳۵۵ھ
۵۵۔	تذکرہ معجزات انبیاء علیہم السلام	امیر علی خان	لاہور	ممتاز اکیڈمی	۲۰۰۲ء
۵۶۔	تذکیر القرآن	مولانا وحید الدین خان	نئی دہلی	مکتبہ رسالہ	۱۹۸۲ء
۵۷۔	تصریح السنان فی تفسیر ام القرآن	عبد القادر ہزاروی	لاہور	ایکسپریس لیتھو پرنٹنگ پریس	۱۹۳۹ء
۵۸۔	تفسیر ابن عباس	عبد اللہ ابن عباس	مصر	المطبعۃ الجمالیہ	۱۳۹۶ھ
۵۹۔	تفسیر ابن عباس	مترجم شاہ محمد عبد المقتدر قادری	لاہور	فرید بک اسٹال	۱۴۲۶ھ
۶۰۔	تفسیر ابن کثیر	حافظ عماد الدین ابو الفداء ا ابن کثیر	قاہرہ	مکتبۃ النھضۃ الحدیثۃ	۱۳۸۸ھ
۶۱۔	تاریخ ابن کثیر	حافظ عماد الدین ابو الفداء ا	کراچی	نفیس اکیڈمی	۱۹۸۹ء
۶۲۔	تفسیر الحسنات	علامہ ابو الحسنات سید محمد احمد قادری	کراچی	ضیاء القرآن پبلیکیشنز	۱۴۱۶ھ
۶۳۔	تفسیر انوار القرآن	راحت حسین گوپال پوری	بہار	دائرہ تحقیق کھجوا	۱۳۵۵ھ
۶۴۔	تفسیر بیان القرآن	مولانا ظفر احمد عثمانی	کراچی	تاج کمپنی لمیٹڈ	۱۹۵۳ء
۶۵۔	تفسیر جلالین	جلال الدین سیوطی	بیروت	دار ابن کثیر	۹۱۱ھ

نمبر شمار	کتاب کا نام	مصنف کا نام	مقام اشاعت	ادارۂ اشاعت	سن اشاعت
۶۶۔	تفسیر جلالین	جلال الدین سیوطیؒ	مصر	دار احیاء الکتب العربیہ	۱۳۳۵ھ
۶۷۔	تفسیر حقانی	عبدالحق حقانی دہلوی	لاہور	مکتبہ الحسن	س۔ن
۶۸۔	تفسیر الخازن	علاؤالدین علی بن محمد بن ابراہیم	مصر	المکتبہ التجاریہ الکبریٰ	س۔ن
۶۹۔	تفسیر روح البیان	اسماعیل حقی	کوئٹہ پاکستان	مکتبہ اسلامیہ	۱۴۰۵ھ
۷۰۔	تفسیر روح المعانی	شھاب الدین محمد الالوسی البغدادی	مصر	ادارۃ الطباعۃ المنیریہ	س۔ن
۷۱۔	تفسیر عزیزی	شاہ عبدالعزیز دھلوی	لاہور	مطبع محمدی	۱۳۱۲ھ
۷۲۔	تفسیر غریب القرآن	ابن قتیبہ	پشاور، پاکستان	مکتبہ توحید وسنہ	۱۳۹۸ھ
۷۳۔	تفسیر فاصل	محمد افضل (حسام الدین)	حیدرآباد دکن	جلالیہ پریس	۱۹۳۳ء
۷۴۔	تفسیر فتح المنان	عبدالحق حقانی	دہلی	ولی پرنٹنگ	۱۹۶۵ء
۷۵۔	تفسیر القرآن العظیم	ابن ابی حاتم رازی	سعودی عرب	مکتبہ نزار مصطفیٰ الباز	۱۴۱۹ھ
۷۶۔	تفسیر القرآن العظیم	ابن کثیر ابوالفداء	بیروت، لبنان	دار المعرفہ	۱۴۰۰ھ
۷۷۔	تفسیر القرآن بکلام الرحمٰن	ابوالوفاء ثناء اللہ	امرتسر	مطبع دبیر ھند	۱۳۲۰ھ
۷۸۔	تفسیر الکبیر	امام فخر الدین رازیؒ	مصر	دار الطباعۃ العاجزہ	س۔ن
۷۹۔	تفسیر فتح المنان (تفسیر حقانی)	علامہ عبدالحق حقانی	دہلی	ولی پرنٹنگ پریس	س۔ن
۸۰۔	تفسیر ماجدی	عبدالماجد دریا آبادی	کراچی	قرآن منزل تاج کمپنی	۱۹۵۳ء
۸۱۔	تفسیر مظہری	علامہ قاضی ثناء اللہ مجددی پانی پتی	دہلی	ندوۃ المصنفین	۱۹۶۲ء
۸۲۔	تفسیر ماجدی	مولانا عبدالماجد دریا آبادی	کراچی	مجلس نشریات قرآن	۱۴۲۳ھ
۸۳۔	تفسیر المنار تفسیر قرآن الحکیم	محمد رشید رضا	مصر	دار المنار	۱۹۵۴ء
۸۴۔	تفسیر المنار	الشیخ محمد عبدہٗ	مصر	أصدرتھا المنار	۱۹۵۴ء
۸۵۔	تفسیر نظام القرآن	امین احسن اصلاحی	سرائے میر	دائرہ حمیدیہ مدرسۃ الاصلاح	۱۹۹۰ء
۸۶۔	تفسیر نعیمی	مفتی احمد یار خان نعیمی	گجرات، پاکستان	نعیمی کتب خانہ	۲۰۰۴ء
۸۷۔	تنویہ القرآن	عبدالجبار معتزلی	مصر	المطبعۃ الجمالیہ	۱۳۲۹ھ
۸۸۔	تورات (پرانا عہدنامہ)		لاہور	بائبل سوسائٹی	۲۰۰۰ء
۸۹۔	توضیح القرآن	محمد اشرف کاندھلوی	لاہور	نقوش پریس	۱۹۶۲ء
۹۰۔	تیسیر الباری ترجمہ صحیح بخاری	علامہ وحید الزمان	لاہور	اچھا اکیڈمی	۱۹۸۸ء
۹۱۔	جامع ترمذی	ابوعیسیٰ ترمذی	دہلی	مطبع العلوم دہلی	۱۲۶۵ھ
۹۲۔	جامع طبعی جغرافیہ	محمد افتخار چوہدری	لاہور	علمی کتب خانہ	۲۰۰۳ء
۹۳۔	جامع الاحادیث	امام احمد رضا محدث بریلوی	کراچی	مکتبہ رضویہ	۱۴۳۲ھ
۹۴۔	جامع البیان فی تفسیر القرآن	طبری، ابوجعفر محمد بن جریر بن یزید	بیروت	دار المعرفہ	۱۴۰۰ھ
۹۵۔	جمال مصطفیٰ ﷺ	عبدالعزیز عرفی	کراچی	گیلانی پبلشرز	۱۹۷۸ء
۹۶۔	جمع الوسائل فی شرح الشمائل	ملا علی قاری نورالدین بن سلطان	کراچی	اصح المطابع	۱۰۱۴ھ
۹۷۔	چاند کی تسخیر قرآن کی نظر میں	محمد شھاب الدین ندوی	بنگلور	فرقانیہ اکیڈمی	۱۹۷۰ء
۹۸۔	حجۃ اللہ البالغہ	حضرت شاہ ولی اللہ	لاہور	مکتبہ قاسمیہ	۱۹۹۵ء
۹۹۔	حجۃ اللہ علی العلمین فی معجزات سید المرسلین ﷺ	یوسف بن اسماعیل	فیصل آباد	مکتبہ نوریہ رضویہ	۱۳۵۰ھ

نمبر شمار	کتاب کا نام	مصنف کا نام	مقام اشاعت	ادارہ اشاعت	سن اشاعت
١٠٠ـ	حکمائے اسلام	مولانا عبدالسلام ندوی	اعظم گڑھ	دار المطبع معارف اعظم گڑھ	١٩٥٣ء
١٠١ـ	حقیقت تصوف	ڈاکٹر طاہر القادری	لاہور	ادارہ منہاج القرآن	١٩٩٠ء
١٠٢ـ	حیات شیخ الاسلام ابن تیمیہ	محمد ابو زہرہ	لاہور	المکتبۃ السلفیہ	١٩٦١ء
١٠٣ـ	خدا اور سائنس	آصف حسن	کراچی	سٹی بک پوائنٹ	٢٠٠٨ء
١٠٤ـ	خطبات ڈاکٹر ذاکر نائیک	ڈاکٹر ذاکر نائیک	لاہور	دار النوادر	٢٠٠٨ء
١٠٥ـ	خوارق عادات	علامہ شبیر احمد عثمانی	بجنور	مدینہ پریس بجنور	١٣٥١ھ
١٠٦ـ	داعی اعظم	محمد یوسف اصلاحی	لاہور	اسلامک پبلیکیشنز	١٣٧٢ھ
١٠٧ـ	دلائل النبوۃ	ابو نعیم احمد بن عبداللہ	حیدرآباد دکن	مجلس دائرہ معارف اسلامیہ	١٣٦٩ھ
١٠٨ـ	دلائل النبوۃ	بیہقی، ابوبکر احمد بن حسین	بیروت	دار الکتب العلمیہ	١٤٠٥ھ
١٠٩ـ	دائرہ معارف اسلامیہ		لاہور	دانش گاہ پنجاب	١٩٧٣ء
١١٠ـ	دی بائبل، دی قرآن اینڈ سائنس	ڈاکٹر موریس بکائے	اسلام آباد	اسلامک بک کارپوریشن	س ـ ن
١١١ـ	رحمۃ للعالمین	قاضی محمد سلیمان منصور پوری	لاہور	شیخ غلام علی اینڈ سنز	١٩٣٩ء
١١٢ـ	رسالۃ التوحید	الشیخ محمد عبدہ	مصر	مطبع محمد علی صبیح واولادہ	١٣٧٣ھ
١١٣ـ	رسالہ قشیریہ (اردو ترجمہ)	ڈاکٹر محمد حسن	اسلام آباد	تحقیقات اسلامی	١٩٨٤ء
١١٤ـ	سائنس اور اسلام	علامہ شمس الحق افغانی	لاہور	مکتبۃ الحسن	١٩٨٥ء
١١٥ـ	سائنس اور عقل سلیم	جیمز بی کانٹ ـ مترجم: غلام رسول مہر	کراچی	شیخ غلام علی اینڈ سنز	١٩٦٥ء
١١٦ـ	سچائی کی جستجو	ہارون یحییٰ	لاہور	مکتبہ رحمانیہ	س ـ ن
١١٧ـ	سلسلۃ الاحادیث الصحیحہ	البانی محمد ناصر الدین	بیروت	المکتب اسلامی	١٤٠٥ھ
١١٨ـ	سنن نسائی	ابو عبدالرحمن احمد نسائی	دہلی	مطبعہ مجتبائی	١٣١٥ھ
١١٩ـ	سوانح مولانا روم	مولانا شبلی نعمانی	کانپور	دار الاشاعت کانپور	١٩٣٠ء
١٢٠ـ	سیرۃ ابن اسحاق	سہیلی، عبدالقاسم عبدالرحمن	ملتان	عبدالتواب اکیڈمی	٥٨١ھ
١٢١ـ	سیرۃ ابن اسحاق	محمد ابن اسحاق بن یسار	سعودی عرب	معہد الدراسات	١٥١ھ
١٢٢ـ	سیرۃ احمد مجتبیٰ ﷺ	شاہ مصباح الدین شکیل	کراچی	کارنیشن پبلیکیشنز	١٩٩٣ء
١٢٣ـ	سیرۃ حبیب ﷺ	اسلم قاسمی	کراچی	دار الاشاعت	١٩٩٩ء
١٢٤ـ	سیرۃ الرسول ﷺ	ڈاکٹر طاہر القادری	لاہور	منہاج القرآن پبلیکیشنز	٢٠٠٠ء
١٢٥ـ	سیرت رسول عربی	علامہ نور بخش توکلی	کراچی	ضیاء القرآن پبلیکیشنز	س ن
١٢٦ـ	سیرت ضیاء ﷺ	علامہ احمد بن ابی یعقوب	کراچی	ضیاء القرآن پبلیکیشنز	٢٠٠٨ء
١٢٧ـ	سیرت عائشہ رضی اللہ عنہا	سید سلیمان ندوی	لاہور	شرکۃ الامتیاز	٢٠٠٧ء
١٢٨ـ	سیرۃ المصطفیٰ ﷺ	محمد ادریس کاندھلوی	سہارنپور	مکتبہ علیہ	١٣١٩ھ
١٢٩ـ	سیرت مبارکہ محمد الرسول اللہ ﷺ	سید محمد میاں	لاہور	مکتبہ محمودیہ	١٩٩٨ء
١٣٠ـ	سیرت مصطفیٰ ﷺ	مولانا عبدالمصطفیٰ الاعظمی	کراچی	ضیاء القرآن پبلیکیشنز	١٤٢٠ھ
١٣١ـ	سیرۃ النبی ﷺ	آیت اللہ جعفر سبحانی مترجم: مولانا نصیر حسین	لاہور	امامیہ پبلیکیشنز	س ـ ن
١٣٢ـ	سیرت نبوی ﷺ	نور بخش توکلی	لاہور	مکتبہ ایمان	١٩٤٥ء
١٣٣ـ	سیرت النبی ﷺ ابن ہشام (کامل)	مترجم سید یٰسین علی حسنی نظامی دہلوی	لاہور	ادارہ اسلامیات	س ـ ن

نمبر شمار	کتاب کا نام	مصنف کا نام	مقام اشاعت	ادارہ اشاعت	سن اشاعت
۱۳۴۔	سیرۃ النبی ﷺ	امام ابوالفداء	لاہور	مکتبہ قدوسیہ	۱۹۹۳ء
۱۳۵۔	سیرۃ النبی ﷺ	مولانا شبلی نعمانی سید سلیمان ندوی	کراچی	قرآن محل	۱۹۳۷ء
۱۳۶۔	شاہکار رسالت ﷺ	غلام احمد پرویز	لاہور	ادارہ طلوع اسلام	۱۹۹۱ء
۱۳۷۔	شرح الشفاء	ملا علی قاری نورالدین بن سلطان	مصر	اصح المطابع	۱۳۰۹ھ
۱۳۸۔	شرح صحیح مسلم	غلام رسول سعیدی	لاہور	فرید بک سٹال	۱۹۸۸ء
۱۳۹۔	شرح فتوح الغیب	عبدالحق محدث دہلوی	کانپور بھارت	مطبع منشی نولکشور	۱۰۹۲ھ
۱۴۰۔	شرح مثنوی مولانا رومؒ	مولانا قاضی سجاد حسین	کراچی	دانش کدہ	۱۹۷۸ء
۱۴۱۔	شرح مشکوۃ	مترجم علامہ مولانا محمد سعید احمد نقشبندی	لاہور	فرید بک اسٹال	۱۳۰۶ھ
۱۴۲۔	شرح الموطا	زرقانی، ابوعبداللہ بن عبدالباقی	بیروت	دارالکتب العلمیہ	۱۴۱۱ھ
۱۴۳۔	شمائل الرسول ﷺ	ابن کثیر ابوالفداء	بیروت	دارالمعرفۃ	۱۳۰۱ھ
۱۴۴۔	شواہد الحق	الشیخ یوسف بن اسمٰعیل	گجرات، ہند	مرکز اہلسنت	۱۳۵۰ھ
۱۴۵۔	صحیح بخاری	ابی عبداللہ محمد بن اسمٰعیل بخاری	میرٹھ	المطبع قدیمی	۱۳۸۲ھ
۱۴۶۔	صحیح مسلم	ابی الحسین مسلم ابن الحجاج القشیری	مصر	المطبع المصریہ الازہریہ	۱۳۴۹ھ
۱۴۷۔	ضیاء القرآن	پیر محمد کرم شاہ	لاہور	ضیاء القرآن پبلیکیشنز	۱۴۰۲ھ
۱۴۸۔	ضیاء النبی ﷺ	پیر کرم شاہ الازہری	لاہور	ضیاء القرآن پبلیکیشنز	۱۴۲۰ھ
۱۴۹۔	طب نبوی ﷺ اور جدید سائنس	ڈاکٹر خالد غزنوی	لاہور	الفیصل ناشران تاجران کتب	۱۹۸۷ء
۱۵۰۔	غایۃ السول فی سیرۃ الرسول ﷺ	ابن شاہین	بیروت	عالم الکتب	۱۹۸۸ء
۱۵۱۔	عرفان الفرقان فی ترجمۃ القرآن مع تنویر الایمان فی تفسیر القرآن	مولانا محمد نعمت علی چشتی	لاہور	نوریہ رضویہ پبلیکیشنز	س ن
۱۵۲۔	عمدۃ الفقہ	مولانا سید زوار حسین شاہ	کراچی	ادارہ مجددیہ	۱۹۸۱ء
۱۵۳۔	فتح القدیر	شوکانی محمد بن علی بن محمد	مصر	مطبع مصطفیٰ البابی الحلبی	۱۳۸۳ھ
۱۵۴۔	فتوح البلدان	ابوالحسن البلاذری	بیروت	دارالکتب العلمیہ	۱۹۸۳ء
۱۵۵۔	فضائل الصحابہ	احمد بن حنبل ابوعبداللہ بن محمد	بیروت	موسسۃ الرسالہ	۲۳۱ھ
۱۵۶۔	فضل الصلوٰۃ علی النبی ﷺ	ابن اسحاق اسمٰعیل بن اسحاق المالکی	مدینہ منورہ	دارالمدینۃ المنورہ	۱۳۳۱ھ
۱۵۷۔	فہم انسانی	ڈیوڈ ہیوم مترجم عبدالباری	لاہور	بک ہوم	۲۰۰۵ء
۱۵۸۔	فیض الباری علی صحیح بخاری	انور شاہ کشمیری	مصر	مطبعہ حجازی	۱۳۵۷ھ
۱۵۹۔	فی ظلال القرآن	سید قطب	بیروت	دار احیاء التراث العربی	۱۹۷۱ء
۱۶۰۔	قرآن رہنمائے سائنس	ہارون یحیٰی	لاہور	مکتبہ رحمانیہ	س۔ن
۱۶۱۔	قرآن وسیرت کی روشنی میں	ڈاکٹر لیاقت علی خان نیازی	لاہور	سنگ میل پبلیکیشنز	۱۹۹۶ء
۱۶۲۔	قرآن کریم کے سائنسی انکشافات	ابومخدوم زادہ	لاہور	مشتاق بک کارنر	س۔ن
۱۶۳۔	قرآنی آیات اور سائنسی حقائق	ڈاکٹر ہلوک نور باقی (ترکی)	کراچی	انڈس پبلشنگ کارپوریشن	۱۹۹۸ء
۱۶۴۔	قرآنی فیصلے	غلام احمد پرویز	لاہور	ادارہ طلوع اسلام	۱۳۷۶ھ
۱۶۵۔	قرون وسطیٰ کے مسلمانوں کے سائنسی کارنامے	ڈاکٹر غلام قادر لون	لاہور	مکتبہ خلیل	۱۹۹۷ء

نمبر شمار	کتاب کا نام	مصنف کا نام	مقام اشاعت	ادارہ اشاعت	سن اشاعت
۱۶۶۔	قصص القرآن	مولانا محمد حفظ الرحمٰن سیوہاری	کراچی	میر محمد کتب خانہ	۱۳۶۰ھ
۱۶۷۔	قصیدہ بردۃ المدیح	علامہ محمد بن سعید بوصیری	کراچی	قدیمی کتب خانہ	۱۳۰۷ھ
۱۶۸۔	کائنات کی تحقیق	ہارون یحییٰ	کراچی	گلوبل سائنس پبلیکیشنز	۲۰۰۳ء
۱۶۹۔	کتاب الزھد	ابن مبارک ابو عبد الرحمٰن	بیروت، لبنان	دار الکتب العلمیہ	۱۸۱ھ
۱۷۰۔	کتاب العقل	مولانا عارف باللہ	حیدر آباد دکن	مطبع پریس حیدر آباد دکن	۱۳۳۳ھ
۱۷۱۔	کتاب مقدس		لاہور	بائبل سوسائٹی	س۔ن
۱۷۲۔	کتاب النبوۃ	امام ابن تیمیہ	بیروت	دار الکتب العلمیہ	۱۴۰۵ھ
۱۷۳۔	کلید مثنوی	شیر علی، حبیب الرحمٰن	مظفر گڑھ	مطبوعہ اشرف مظفر گڑھ	۱۳۵۰ھ
۱۷۴۔	کنز الایمان ترجمۃ القرآن	امام رضا خان دہلوی	لاہور	ضیاء القرآن پبلیکیشنز	۱۹۷۸ء
۱۷۵۔	گلدستہ احادیث	محمد نسیم احمد عثمانی	کراچی	سندھ آفسٹ	۱۴۰۳ھ
۱۷۶۔	لامیۃ المعجزات	مولوی محمد حبیب الرحمٰن	دیوبند	مطبع یحییٰ دیوبند	۱۳۳۳ھ
۱۷۷۔	مباحث فی علوم القرآن	مناع القطان	بیروت	مؤسسۃ الرسالہ	۱۹۸۰ء
۱۷۸۔	مثنوی مولوی معنوی	مولانا جلال الدین رومیؒ	کانپور	مطبع مجید کانپور	۱۳۱۶ھ
۱۷۹۔	مجموعہ رسائل ابن تیمیہ	امام ابن تیمیہ	بصرہ	مطبعۃ المنار	۱۹۳۰ء
۱۸۰۔	محبت و اطاعت نبوی ﷺ	ڈاکٹر خلیل ابراہیم ملا خاطر	لاہور	کاروان اسلام پبلیکیشنز	۱۹۹۷ء
۱۸۱۔	محمد رسول اللہ ﷺ	محمد صادق ابراہیم العرجون	دمشق	دار القلم	۱۹۸۵ء
۱۸۲۔	مسائل متفرقہ	الفارابی	حیدر آباد دکن	دائرۃ المعارف النظامیہ الکائنۃ الھند	۱۳۴۴ھ
۱۸۳۔	مسلمانوں کے سائنسی کارنامے	محمد طفیل ہاشمی	لاہور	مکہ بکس	۱۹۸۳ء
۱۸۴۔	مطالب قرآن	صفت الرحمٰن	حیدر آباد	ادارہ اہلسنت والجماعت	۱۹۶۳ء
۱۸۵۔	مظاہر حق اردو شرح مشکوٰۃ شریف	محمد قطب الدین خان (نواب)	کراچی	مکتبہ جماعت	۱۹۹۳ء
۱۸۶۔	معارف القرآن	محمد ادریس کاندھلوی	کراچی	ادارۃ المعارف	۱۹۶۹ء
۱۸۷۔	معارف القرآن	مفتی محمد شفیع	کراچی	ادارۃ المعارف	۱۹۷۱ء
۱۸۸۔	معراج اور سائنس	آغا اشرف	لاہور	زاہد پرنٹرز	۱۹۹۰ء
۱۸۹۔	معجزات سرور کونین ﷺ	طالب ہاشمی	لاہور	القمر انٹرپرائزز	۱۹۹۶ء
۱۹۰۔	مفتاح العلوم	مولوی محمد نذیر نقشبندی	لاہور	شیخ علی اینڈ سنز	۱۹۵۴ء
۱۹۱۔	مکارم الاخلاق	ابن ابی دنیا عبد اللہ بن محمد ابو بکر القریشی	قاہرہ	مکتبۃ القرآن	۱۴۱۱ھ
۱۹۲۔	مکاشفۃ القلوب	امام محمد الغزالی مترجم ابوانس چشتی	لاہور	ضیاء القرآن پبلیکیشنز	۲۰۰۹ء
۱۹۳۔	منہج انقلاب نبوی ﷺ	ڈاکٹر اسرار احمد	لاہور	آئیڈیل پرنٹنگ پریس	۲۰۰۸ء
۱۹۴۔	مولد العروس	ابن جوزی، عبد الرحمٰن بن علی	بیروت	المکتبۃ الثقافیہ	۵۷۹ھ
۱۹۵۔	نسیم الریاض فی شرح شفا القاضی عیاض	خفاجی، ابو عباس احمد بن عمر	بیروت	دار الکتب العلمیہ	۱۴۲۱ھ
۱۹۶۔	نشر الطیب	مولانا اشرف علی تھانوی	کراچی	ایچ۔ایم۔سعید کمپنی	۱۹۸۹ء
۱۹۷۔	نقوش (قرآن نمبر)		لاہور	ادارہ فروغ اردو	۱۹۹۸ء
۱۹۸۔	واضح البیان	محمد ابراہیم سیالکوٹی	لاہور	ادارہ ترجمان السنۃ	۱۹۳۳ء

نمبر شمار	کتاب کا نام	مصنف کا نام	مقام اشاعت	ادارۂ اشاعت	سن اشاعت
۱۹۹۔	DICTIONARY OF SCIENTIFIC BIOGRAPHY		NEW YORK	CHARLES-SCRIBNERS PUBLISHERS	1972
۲۰۰۔	EARTH SCIENCE TURBUC LUTGENS	EDWARD.J.TARBIC-FREDERICK-K-LUGENS	AMERICA-	NEW JERSY	NOTHING
۲۰۱۔	EARTH SCIENCE	EDWARD.J- TARBUCK FREDERICK-K-LUTGENS	LONDON	MERRILL PUBLISHING COMPANY	1976
۲۰۲۔	ENQUIRIES CONCERNING THE HUMAN UNDERSTANDING AND CONCERNING THE PRINCIPLES OF MGRALS	DAVID HUNE	LONDON	OXFORD UNIVERSITY PRESS	1951
۲۰۳۔	HISTORICAL GEOLOGY THE SCIENCE OF DYNAMIC EARTH	LEIGHW.MINTZ	AMERICA	CHARELSE MERILL PUBLISHING COMPANY	1972
۲۰۴۔	HUME	THOMS-H.HUCKLY	NEW YORK	MACMILLAN AND-CO-LIMITED	1901
۲۰۵۔	INTRODUCTION SPECIAL RELATIVITY	W.S.C.WILLIMS	LONDON	THOMES NELSON	1968
۲۰۶۔	LANGMAN'S MEDICAL EMBRYOLOGY	T.W. SADLER	U.S.A	LIBRARY OF CONGRESS CATALOGING IN PUBLICATION DATA	1990
۲۰۷۔	THE CITY OF GOD	SAINT AUGUSTINE	NEW YORK	THE MODERN LIBRARY	NOTHING
۲۰۸۔	THE NEW ENCYCLOPAEDIA BRITANNICA		CHICAGO	PRINTED IN U.S.A	1768
۲۰۹۔	THE NEW ENCYCLOPAEDIA BRITANNICA		U.S.A	ENCYCLOPAEDIA INC.	1995
۲۱۰۔	THE PRINCIPLES OF PSYCHOLOGY	WILLIAM JAMES	AMERICA	DOVER PUBLICATIONS INC.	1890
۲۱۱۔	THE VARIETIES OF RELIGIOUS EXPERIENCE	WILLIAM JAMES	AMERICA	PENGUIN BOOKS	1985-86